

CALL No. {

902340

ACC. NO.

902340

AUTHOR

TITLE



MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-book and 10 Paise per volume per day for general books kept over due.

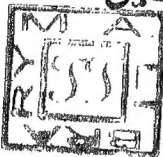
فتاویٰ رضویہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

سید محمد رفیع الدین یام حجتہ فرجام تلخ شاہ آباد دیرینہ بنیاد
موسوم بہ

نامہ مطہری

۵۱۳۲۶

از تالیف لطیف ناظم تسلیم نکتہ دانی صدایوان تحقیق بیانی
جناب نشی محمد مظفر حسین خان صاحب سلیمانی
باہتمام مولوی محمد عبداللہ مالک مطبع



مطبع دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

۶۱۹۱۶

فہرست تصاویر مندرجہ ذیل کتاب نامہ مظفری

نام تصویر	صفحہ	نام تصویر	صفحہ	نام تصویر	صفحہ
نواب دلیر خان	۷	جامع مسجد شاہ آباد	۲۷	دریا خان	۲۵۴
نور فرمان دلیر خان	۱۸۰	نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور	۳۷۵	حاجی محمد حسین خان خیتار پوری	۶۷
نواب کمال الدین خان	۲۳۷	نواب عزیز خان بہادر	۴۲۵	حافظ غلام علی خان	۷۷
نور فرمان نام نواب کمال الدین خان	۲۵۲	معہ خان بہادر خان		حکیم سید فزندہ علی صاحب افسر الاطباق	۱۰۸
نور فرمان تمام نواب کمال الدین خان	۲۷۹	نواب عزیز خان بسواری آپ	۴۲۷	مظفر حسین لیلیانی مولہ کتاب ہذا	۱۱۲

فہرست مضامین تاریخ نامہ مظفری جلد اول

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ	۲	دلیر خان کا اپنے بھائی بہادر خان کی طرف سے شاہجہان پور کو آباد کرنا	۱۹۸	کمال الدین خان کی اولاد	۲۹۳
حالات نواب دلیر خان	۷	دلیر خان کی وفات	۲۲۰	کمال الدین خان کا مقبرہ قنیم پور	۲۹۷
جنگل جمیر میں دلیر خان کا قتل	۳۷	دلیر خان کا پشت نامہ	۲۲۷	کمال الدین خان کی بیوی کا ایکٹ	۳۰۷
دلیر خان کا جنگل کو فتح کرنا	۴۳	دلیر خان کے اولاد کا شجرہ	۲۲۹	کمال الدین خان کے سلسلہ جی بی بی پور	۳۱۶
آسام کو دلیر خان کا فتح کرنا	۵۲	حالات نواب کمال الدین خان	۲۳۷	نواب محمد علی خان کی حاکمیت	۳۲۱
دلیر خان کا سیوہی کی محاصرہ کرنا	۸۷	کمال الدین خان کا آبادی شاہ آباد کی تکمیل کرنا	۱۰۶	نواب محمد علی خان کی حاکمیت	۳۲۲
دلیر خان کا سیوہی کو چار قلعے فتح کرنا	۱۰۶	شاہ آباد کی عمارات	۱۲۹	نواب محمد علی خان کی حاکمیت	۳۲۳
دلیر خان کو اولاد تک نہیں عالمگیر	۱۲۹	دلیر خان کا مقبرہ	۲۷۲	نواب محمد علی خان کی حاکمیت	۳۲۴
کا شاہ ایران کو محمد علی علی گڑھ لے کر آیا	۱۳۱	جامع مسجد شاہ آباد	۲۷۲	نواب محمد علی خان کی حاکمیت	۳۲۵
دلیر خان کا دیوبندہ و جب پور	۱۳۱	کمال الدین خان کی قتل کیا گیا	۱۴۲	نواب محمد علی خان کی حاکمیت	۳۲۶
دلیر خان کے چند مہمات	۱۴۲	پڑی ڈھیری اور ریاست ترقی کرنا	۱۶۵	نواب محمد علی خان کی حاکمیت	۳۲۷
دلیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا	۱۸۲	کمال الدین خان کی وفات	۲۹۲	نواب محمد علی خان کی حاکمیت	۳۲۸
دلیر خان کی مہمات	۱۹۳	حالات دریا خان	۲۹۳	نواب محمد علی خان کی حاکمیت	۳۲۹

فہرست اُن اشخاص کے سہار کی جن کے حالات نامہ مظفری

جلد دوم میں درج ہیں

صفحہ	نام	صفحہ	نام	صفحہ	نام
۱۳۳	شیخ ہمدی صاحب قادیانی اولاد	۲۲۷	میر احمد علی صاحب	۱	خلیفہ عبدالرزاق صاحب بھٹنی
۱۸۹	مشیح قیام الدین صاحب	۶۰	میر بادل صاحب	۱۳	حضرت شاہ زمان علیہ الرحمتہ
۲۱۰	شہاب الدین سید محمد صاحب	۶۲	خواجہ سید محمد شاہ صاحب	۱۷	ثالث صاحب
۲۶۷	قطبی میان صاحب	۶۷	حاجی محمد بن خان صاحب	۱۷	راجہ ہلاک رائے صاحب
۲۲۷	حضرت شاہ بدن	۷۲	کریم خاں صاحب بی بی بی	۲۲	رائے سنگھ لال صاحب
۲۲۷	نشی محمد صاحب مولوی	۷۲	حاجی محمد بن خان صاحب	۲۶	حکیم غوث خاں لالی صاحب
۲۶۱	نشان بہادر حکیم خاں	۷۶	حافظ غلام علی خاں	۲۸	نواب حسن الملک عبداللہ
۲۶۳	اشرف یار خان صاحب	۹۰	مولوی منصب علی خان	۳۰	محمد علی خان بہادر دلاور جنگ
۲۶۵	عنایت علی خان صاحب	۱۰۸	معالی اللہ حکیم پیر فرید علی	۳۰	شاہ آبا کے قاضی
۲۶۷	محمود بن سکر لے کا جھگڑا	۱۱۲	محمد مظفر حسین لیماں مولائی	۳۷	مانگن میان صاحب
۲۷۲	تقریظ خاتمہ کتاب	۱۲۱	نشی غوث علی صاحب	۳۷	حافظ محمد عبدالصاحب چکلی
۲۷۶	قطعات تاریخی طبع کتاب	۱۲۵	میر خیر علی صاحب	۴۱	مولوی حسن علی خان صاحب

غلط نامہ صحت نامہ کتاب نامہ مظفری جلد اول

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۹	حاشیہ	جلال خان بہادر	۲	نظر	نظر
۹	حاشیہ	بنایت بہادر	۷	دیریا خان	دیریا خان
۱۰	لو	صفحوں ۱۳۲۵۸ یادداشت	۷	افتخار بخت	افتخار بخت
۱۰	حاشیہ	محمد امجد لاہوری	۸	لودی سنے	لودی کے
۱۰	حاشیہ	کو	۸	بیٹے	بیٹے
۱۰	حاشیہ	مشتاق	۸	پاسخاظر	پاسخاظر تھا

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صفحہ (۳۱۲)	صفحہ (۳۱۳)	۱۱	حاشیہ	ادلی الامر	اولو الامر	۳۰	حاشیہ ۱۳
وہ کیسا عاقل و منتظم	وہ کیسا عاقل و منتظم	۱۲	حاشیہ آخریہ	نور دید	مشکوک	۳۳	حاشیہ سطر آخر
شاہان توانند	شاہان توانند	۱۵	حاشیہ	ہر یک	بر یک	۳۴	حاشیہ سطر آخر
بادشاہنامہ مصنفہ لانا	بادشاہنامہ مصنفہ لانا			شکر	لکر	۳۷	۳
جید نمیدار پوری مطبوعہ	بادشاہنامہ	۱۵	حاشیہ	دوبعد از	مشکوک	۳۷	حاشیہ
ایشانک سائیکال				خوب	خون	۳۸	۳
واقعہ کلکتہ				میر بخشی داداشکوه	میر بخشی میرداداشکوه	۳۸	حاشیہ سطر اول
داراشکوه	مشکوک	۱۷	حاشیہ	غم	علم	۴۰	حاشیہ
باب	باب	۱۸	حاشیہ سطر آخر	مواخذہ	مواخذہ	۴۰	حاشیہ
پُرگئی	پُرگئی	۱۹	حاشیہ سطر ۶	باوہرب	باوہرب	۴۶	حاشیہ سطر اول
ہمانہ	ہمانہ	۱۹	حاشیہ سطر ۶	نصرت	نصرت	۴۷	حاشیہ
مفسدہ	مفسدہ	۱۹	حاشیہ	گرفتہ	گرفتہ	۴۹	حاشیہ
دوسرے	مشکوک	۲۱	حاشیہ	توپ	توپ	۴۹	حاشیہ
جہانیکے	مشکوک	۲۲	حاشیہ سطر آخر	گشت	گشت	۵۱	حاشیہ سطر آخر
پای بند زندان	پایے زندان	۲۵	حاشیہ	ایستادہ	اسادہ	۵۱	حاشیہ سطر آخر
بمنصب	مشکوک	۲۵	حاشیہ	باب زد	باب زد	۵۲	حاشیہ
دار السلطنت سے	دار السلطنت	۲۶	۳	فیصل سے	فیصل سے	۵۲	حاشیہ
یہ دلیر خان	مشکوک	۲۶	حاشیہ سطر اول	کے لیے	کیلے	۵۳	۱۲
متعین بود	مشکوک			یہ ہی	یہ بھی	۵۴	۱۲
عالمگیر نامہ (۹۲۳)	صفحہ ندارد	۲۶	حاشیہ سطر آخر	رعب	اعب	۵۸	۱۱
بادشاہ تھا	مشکوک	۲۷	حاشیہ	آبسی	مشکوک	۵۸	۱۱
روز	مشکوک	۲۸	حاشیہ	نہ کر سکا	کر سکا	۵۸	آخر سطر
شاہجہان	شاہجہان	۲۹	حاشیہ	یل	یل	۶۲	۲
اجبات	اجتادات	۲۹	حاشیہ سطر اول	بلا جنگ	ملا جنگ	۶۲	۲
پردن	مشکوک	۳۰	حاشیہ	روز	روز	۶۲	۱۸

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
لشکر	بشر	۶۲	۱۸	بجر	بجر	۸۹	۱۸
توچنا	توچنا	"	۱۹	تجے	تجے	۹۰	۱۸
ہم	مم	۶۳	حاشیہ طر آخر	ابھی جگہ	جگہ	۹۲	۷
پڑا	پرا	۶۴	۱۳	بود	لود	"	حاشیہ
مصنوں	مصون	"	حاشیہ طر اول	پاچی	پاچی	۹۳	۵
جنوب	جوب	"	حاشیہ	مشوک	مشوک	۹۴	حاشیہ
دلو	لو	"	حاشیہ طر آخر	ملانی	ملانی	"	حاشیہ
شرادہ دیز	شرادہ دیر	۶۸	حاشیہ	مشوک	مشوک	"	"
روسے	دوسے	"	حاشیہ	صفحہ ۸۹ مالگیر نامہ	.	"	حاشیہ طر آخر
مرکوبش	مرکوبش	"	حاشیہ	صفحہ ۸۹ مالگیر نامہ	.	۹۵	حاشیہ طر آخر
بند	بد	"	حاشیہ	جس سے	سے	۹۷	۱۱
میگزید	میگید	۷۳	۷۳	عزیز	عزیز	"	۱۲
ضلالت	صلالت	۷۳	حاشیہ	وہ	دو	"	سطر آخر
پالیں گز	چالیں	۷۸	۷۸	بجد	لحد	۹۸	"
مالگیر نامہ	مشوک	۷۹	حاشیہ طر آخر	فیروز مند	فیروز مند	"	حاشیہ
پیشخانہ	بتخانہ	۸۰	حاشیہ	نیروے	یروے	"	حاشیہ
خبر	جرا	۸۰	حاشیہ	تیغ ترا گن	تیغ ترا گن	"	حاشیہ
دلیر حسان	مشوک	"	"	ہیغہ و نل	صیغہ و نل	۱۰۰	حاشیہ
کر وہ	کر وہ	"	"	سیوارا	شیوارا	۱۰۰	حاشیہ
دندکا	دندکا	۸۱	حاشیہ	مرصع دو تقو ز از	مشوک	۱۰۰	حاشیہ
راستون	ریاستون	۸۲	۷	نقا لیں آتہ	مشوک	۱۰۰	حاشیہ
صفحہ ۸۰ مالگیر نامہ	مالگیر نامہ	۸۴	حاشیہ طر آخر	سیوا از راہ پختہ کاری	سیوا از راہ پختہ کاری	۱۰۰	حاشیہ
جزا	جرا	۸۶	حاشیہ	بے براق	بے براق	۱۰۰	حاشیہ
بیٹے	بیٹے	۸۹	۴	سپاہیوں سے	سپاہیوں سے	۱۰۴	۸
جس نے	مشوک	"	۶	افغان	افغان	۱۰۵	۱۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
حالانکہ	جالانکہ	۱۰۶	۱۵	موضع سہری	موضع سحری	۱۲۶	۸
تنبیہ کے	تنبیہ نے	۱۰۹	آخر	اودادراک	ابادراک	۱۲۸	حاشیہ
مانند سیلاب کوہ لبا	مانند سیلاب کوہ ریا	۱۱۰	حاشیہ	پاپرش	پاپرش	۱۲۸	حاشیہ
دلیر خان	دلیر خان	"	"	تزدیک بیر	تیز بیر	۱۲۸	سطر آخر
محمد ہاشم خانی خان	محمد ہاشم و خانی خان	"	۳	نیتاجی	نیتاہی	۱۲۹	۸
انگیتہ مند	انگیتہ مند	"	آخر	اصفہان	ہفتان	۱۳۰	۷
رایہ نگہ مرٹوی درجہ	مشکوک	۱۱۳	۱۱	نایرہ	نارہ	۱۳۰	حاشیہ
نہایت شجاعت	مشکوک	۱۱۳	۱۳	گرائید	گرائسد	۱۳۰	حاشیہ
غنیتم کے لشکر کا	غنیتم کا لشکر	۱۱۴	۱۱	فرخ آباد	فرخ آباد	۱۳۱	۲
پرسندہ	پرسندہ	۱۱۴	۱۲	یہ مقام	نہ مقام	۱۳۱	حاشیہ
صفحہ ۱۰۰ عالمگیر نامہ	۱۰۰ عالمگیر نامہ	۱۱۴	حاشیہ آخر	ملاد	ملاد	۱۳۲	حاشیہ
قراول	قراول	۱۱۵	۸	کشد	کشد	۱۳۲	حاشیہ
بندہ ہاے	بندہ ہاے	۱۱۶	حاشیہ	تقبل	تقبل	۱۳۲	حاشیہ
استیلا اعداد ہجوم	مشکوک	۱۱۶	حاشیہ	یا	یا	۱۳۷	حاشیہ
از مقابلہ فرج دلیر خان	مشکوک	"	حاشیہ	سیر	سیر	۱۳۷	۱۹
صفحہ ۱۰۰	صفحہ ۱۰۴	۱۱۶	حاشیہ	ورزید	ورزید	۱۳۸	حاشیہ
دکنیوں	دکنیوں	۱۱۷	۸	روپیہ	مشکوک	۱۳۸	۸
تین	مین	۱۱۷	۱۳	دیو گڑھ رسیدہ	مشکوک	"	"
دلیر خان اذین معنی	دلیر خان اذین معنی	۱۱۹	حاشیہ اول	سازدومن بعد	مشکوک	"	"
پارہ	پارہ	۱۲۰	حاشیہ	بان	بال	۱۲۰	حاشیہ
روانہ	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ	عادل خان	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ
خیل ادبار	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ	وہمہ	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ
رسیدہ بطور	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ	جمات	م	۱۲۰	حاشیہ
تین	مین	۱۲۶	سطر آخر	پنجرادی	سہادی	۱۲۰	حاشیہ
زمیندار	زمیندار	۱۲۷	حاشیہ	ایکڑا سوا از تانبیا	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ

صفحہ	غلط	صفحہ	غلط	صفحہ	غلط	صفحہ	غلط
۱۶۳	ہا سہ	۳	ہا تھ	۱۶۲	محمد امین سے لکھایا	۱۶۳	محمد امین سے لکھایا
۱۶۳	غازی الدین خان	۱۶۳	غازی الدین خان	۱۶۳	ترتیب وار	۱۶۳	ترتیب وار
۱۶۳	کو کو	۱۶۳	کو کو	۱۶۳	پیدا	۱۶۳	پیدا ہوئی
۱۶۵	ملک ادوم سے	۱۶۳	ملک ادوم سے	۱۶۵	فرزند	۱۶۵	فرزند
۱۶۶	گڑھوں	۱۶۵	گڑھوں	۱۶۵	راجپوت پنیر	۱۶۵	راجپوت پنیر
۱۶۶	کپڑہ	۱۶۵	کپڑہ	۱۶۵	بعض والا سیدہ	۱۶۵	بعض والا سیدہ
۱۶۶	چربائی	۱۶۵	چڑھائی	۱۶۵	بستیم	۱۶۵	بستیم
۱۶۶	تاریخی واقعات	۱۶۵	تاریخی واقعات	۱۶۵	والی بچے پورے	۱۶۵	والی بچے پورے
۱۶۶	مشکوک	۱۶۵	ٹھٹھور پنیر	۱۶۵	گوشمالی	۱۶۵	گوشمالی کو
۱۶۶	سرداد	۱۶۵	برواد	۱۶۹	لڑنیمین	۱۶۹	لڑنیمین
۱۶۷	مشکوک	۱۶۵	پانڈے برواد کے	۱۶۹	مرہٹے	۱۶۹	مرہٹے
۱۶۷	پشکر	۱۶۵	پڑاؤ لکر	۱۵۰	گودادری	۱۵۰	گودادری
۱۶۷	پیشہ درعایا	۱۵۰	پیشہ درعایا	۱۵۲	صوبہ برابر	۱۵۲	صوبہ برابر
۱۶۷	مشکوک	۱۵۵	بدفہم استفادہ	۱۵۵	بکوشش مرادان	۱۵۵	بکوشش مرادان
۱۶۸	نجمتہ شمس	۱۵۶	نجمتہ شمس	۱۵۶	نالافتائی	۱۵۶	نالافتائی
۱۸۰	نذر حاضرین	۱۵۷	نذر ناظرین	۱۵۷	ہوتی ہیں	۱۵۷	ہوتی ہیں
۱۸۳	صدولی	۱۵۸	صدولی	۱۵۸	سہ قفوز	۱۵۸	سہ قفوز
۱۸۳	ودہ نیبی	۱۵۸	ودہ نیبی	۱۵۹	مشکوک	۱۵۹	مشکوک
۱۸۶	مہند	۱۵۹	مہند	۱۵۹	ایک اربسی	۱۵۹	ایک اربسی
۱۸۶	تھی	۱۶۰	تھے	۱۶۰	واجستان	۱۶۰	واجستان
۱۸۶	اور بانی دسر گروہ	۱۶۰	اور بانی دسر گروہ	۱۶۰	درہ سیوڑی	۱۶۰	درہ سیوڑی
۱۸۶	مولا گنج کے بانی تھے	۱۶۰	مولا گنج کے بانی تھے	۱۶۰	مالدار	۱۶۰	مالدار
۱۸۹	ابلی خانہ نواب	۱۶۰	الخانہ نیا دالہ نواب	۱۶۰	ملاقات	۱۶۰	ملاقات
۱۸۹	دلیر خان	۱۶۱	دلیر خان	۱۶۱	چھٹا	۱۶۱	چھٹا
۱۹۵	غسل و نصب	۱۶۲	غزل و نصب	۱۶۲	معلوم نہ ہو سکے	۱۶۲	معلوم نہ ہو سکے

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
ہر گروہ	ہر گروہ	۳	۱۹۶	پرتاب بی	پرتاب بی	۲۵۲	پرتاب بی
بسیار	بسیار	حاشیہ	۱۹۸	فقیرہ	فقیرہ	۲۵۰	حاشیہ
بروز	بروز	حاشیہ	۲۰۰	امیدوار بود بدند	امیدوار بود بدند	۲۴۰	۴
قبائل	قبائل	حاشیہ	۲۰۰	نقاد	نقاد	۲۴۰	۵
فروگذاشت	فروگذاشت	حاشیہ	۲۰۱	بنایر دیرخان	بنایر دیرخان	۲۴۴	حاشیہ
شہ بازخان	شہ بازخان	حاشیہ	۲۰۱	انکی اجازت کر کے	انکی اجازت کر کے	۲۴۵	۱۴
ہر سال	ہر سال	حاشیہ	۱۱۰	بالا خان	بالا خان	۲۴۶	۳
مشید	مشید	۱۱۱		مشکی	مشکی	۲۴۸	۱۳
چنانچہ قنوج میں	چنانچہ قنوج میں	۲۱۳	آخر	اپنے	اپنے	۲۴۸	۱۴
روایت بھی	روایت بھی	۲۱۴	۲	مسلمانان	مسلمانان	۲۴۴	۱۰
کر لیتا	کر لیتا	۱۱۹	۸	پیش امام	پیش امام	۲۴۷	۱۰
ماثر عالمگیری	ماثر عالمگیری	۲۲۲	۱۶	متصرف	متصرف	۲۴۵	۱۱
غری خیل	غری خیل	۲۲۴	۱۵	فہیل الرقبہ	فہیل الرقبہ	۲۴۹	۱
بازید خیل	بازید خیل	۲۲۹	۲۲۹	بن بابر بادشاہ	بن بابر بادشاہ	۲۸۰	۲۸۰
لکھا ہے	لکھا ہے	۲۳۳	۹	پیر غلام	پیر غلام	۲۸۰	۲۸۰
سید نظام ساکن بھائی	سید نظام ساکن بھائی	شجرہ	۱۵	بن بابر بادشاہ	بن بابر بادشاہ	۲۸۴	۲۸۴
نواب محمد خان جانشین	نواب محمد خان جانشین	شجرہ		اردی	اردی	۳۸۶	۳
نواب اعزاز خان	نواب اعزاز خان	جانشین		اراضی پیر محمد کو	اراضی پیر محمد کو	۲۹۳	۱
نواب مقصود علی خان	نواب مقصود علی خان	شجرہ		حضائیں اصحاب	حضائیں اصحاب	۲۹۴	۹
جو شہید نہ	جو شہید نہ	۲۲۰	حاشیہ	آپ فرم سمین بھر کر	آپ فرم سمین بھر کر	۳۰۲	۳
جو چھوڑ جا کر	جو چھوڑ جا کر	۲۲۲	۹	قبروں سے	قبروں سے	۳۰۴	۱۶
اندزہ نصیحت	اندزہ نصیحت	۲۲۲	۶	اصل ہونا	اصل ہونا	۳۰۶	۱۵
متغیر نہ تھا	متغیر نہ تھا	۲۲۵	حاشیہ	عالی ہستی	عالی ہستی	۳۰۷	۹
طاہر خان	طاہر خان	۲۲۵	حاشیہ	مسلمہ خان	مسلمہ خان	۳۰۸	۱۳
پاپوس	پاپوس	۲۲۶	۱۳	اعرب	اعرب	۳۱۱	۵

صفحہ	غلط	صفحہ	صحیح	صفحہ	غلط	صفحہ	صحیح
۳۱۱	مشکوک	۵	نواب دلیرخان	۳۱۱	پچھو ہا		
۳۱۲	نواب دلیرخان	۹	مبندول ہوئی	۳۱۲	نواب سردارخان		
۳۱۳	مشکوک	۱۰	اس سے مستطاب	۳۱۳	تحریر		
۳۱۴	ڈیوڑھی	۱	شاہجہانی	۳۱۴	ڈیوڑھی		
۳۱۵	مشکوک	حاشیہ	پرہیز اور	۳۱۵	شہزادہ		
۳۱۶	مشکوک	حاشیہ	الراپنے	۳۱۶	تحریر		
۳۱۷	نمود	۸	تو خیر ورنہ	۳۱۷	نمود		
۳۱۸	نگاہ ہاگ	۱۸	کارزار سے	۳۱۸	نگاہ ہاگ		
۳۱۹	ہدایت خان	۲	ہدایت رسیدہ	۳۱۹	ہدایت خان		
۳۲۰	واقعات بابری ترجمہ	آخر	مقاہیر	۳۲۰	واقعات بابری ترجمہ		
۳۲۱	اقبال نامہ جاگیر	۲	جمع غفیر	۳۲۱	اقبال نامہ جاگیر		
۳۲۲	کوڑا خاص	۹	بقیۃ السیف	۳۲۲	کوڑا خاص		
۳۲۳	پنچون	۲	پنچ کس	۳۲۳	پنچون		
۳۲۴	اوٹھون انکی	۷	شرن ملازمت	۳۲۴	اوٹھون انکی		
۳۲۵	مشکوک	۱۵	کولام پور	۳۲۵	مشکوک		
۳۲۶	عدد عدد	۱۰	داد شجاعت	۳۲۶	عدد عدد		
۳۲۷	قد است	۷	عبور	۳۲۷	قد است		
۳۲۸	یہ سبج ہر کینہ کرایا تھا	حاشیہ	خلعت فاخرہ سے	۳۲۸	یہ سبج طفیل احمد دشت		
۳۲۹	کندہ کرایا تھا	۵	مخلص	۳۲۹	کندہ کرایا تھا		
۳۳۰	باقی رہ گئی تھی	۹	آزادہ خاطر ہو کر	۳۳۰	باقی رہ گئی تھی		
۳۳۱	صوبہ دار و ناظم تھے	آخر	بتعاقب	۳۳۱	صوبہ دار و ناظم تھے		
۳۳۲	شاہ آباد	۲	ہفتہ	۳۳۲	شاہ آباد		
۳۳۳	زیر اختیار ہے	۳	باز بقیاس آفتاب	۳۳۳	زیر اختیار ہے		

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
ہمت باختند	مشکوک	۳۸۴	۲۷	چانور	چانور	۲۰۹	آخر
از حضور آورد	خفود مورد	۳۸۴	آخر	مجاہست	مجاہست	۲۱۵	۸
شیرخان	شیرخان	۳۸۵	۲۷	بجیل متین	بجیل متین	۲۱۴	۹
علی خان دین	علی تارین خان	۳۸۶	۱۰	مُربد	مُربد	۲۱۸	۱۰
گذشت	گذشت	۳۸۷	۲۷	پشاور اند	پشاور اند	۲۱۸	۷
بر آورد	مشکوک	۳۸۷	حاشیہ	شیخ احمد جدوی	شیخ احمد جدوی	۲۱۸	حاشیہ
محبوب	محبوب	۳۸۹	حاشیہ	مادر زادوی تھی	مادر زادوی تھی	۲۱۸	۲
زیر اند اسپ	مشکوک	۳۹۳	حاشیہ	لشکر	لشکر	۲۱۸	۲
سولمان المانی	الحاقی	۳۹۳	حاشیہ	وطن	وطن	۲۱۸	۵
راجہ بہار سنگہ	راجہ بہار سنگہ	۳۹۴	۱۰	اُس کا	اُس کا	۲۱۸	۸
تلقاب بھی کیا	تلقاب بھی کیا	۳۹۴	۱۵	فتح جنگان	فتح جنگان	۲۲۲	۱۲
وٹل حصہ زیادہ تھی	وٹل گنہ گنہ یاد تھی	۳۹۵	۶	در دازہ	در دازہ	۲۲۵	۹
شیخ فرید ولد	شیخ فرید اللہ	۳۹۷	۱	پانہاز	پانہاز	۲۲۸	حاشیہ
قطب الدین خان	قطب الدین خان	۳۹۷	۱	نزدیک	نزدیک	۲۲۸	آخر
سینہ جلوس میں	سینہ جلوس	۳۹۷	حاشیہ	گھوڑے کے	گھوڑے کے	۲۲۹	۲
شاہجہان نے	شاہجہان نے	۳۹۷	۲	مخالفت	مخالفت	۲۳۱	۶
آئندہ زمانہ میں بھی آئندہ زمانے	آئندہ زمانہ میں بھی آئندہ زمانے	۳۹۷	۲	تخاصد	تخاصد	۲۳۲	۹
سرگرم تھے	سرگرم ہو	۳۹۹	۸	سلطانی حکم کے منتظر	سلطانی حکم کے منتظر	۲۳۲	۸
سادات	سادات	۴۰۰	۶	کسی امیر کا	کسی امیر کا	۲۳۵	۱۲
پیش قدمی فرج	پیش قدمی فرج	۴۰۰	حاشیہ آخر	اولاد نواب لیرخان	اولاد نواب لیرخان	۲۳۹	حاشیہ آخر
نور غم کھائے	نور غم کھا کرے	۴۰۲	۷	گشتہ شد	گشتہ شد	۲۳۹	آخر
چختانی	چختانی	۴۰۲	حاشیہ	قسمت باخود ہا کر دہ	قسمت باخود ہا کر دہ	۲۳۹	حاشیہ
معہ ایک	معہ ایک	۴۰۳	۹	بتقریب	بتقریب	۲۵۵	۵
جن میں	جن میں	۴۰۷	حاشیہ	فرزدون کو	فرزدون کو	۲۵۶	حاشیہ
خطابت	خطابت	۴۰۷	حاشیہ	جہانگیر کو لکھ کر	جہانگیر کو لکھ کر	۲۶۱	حاشیہ

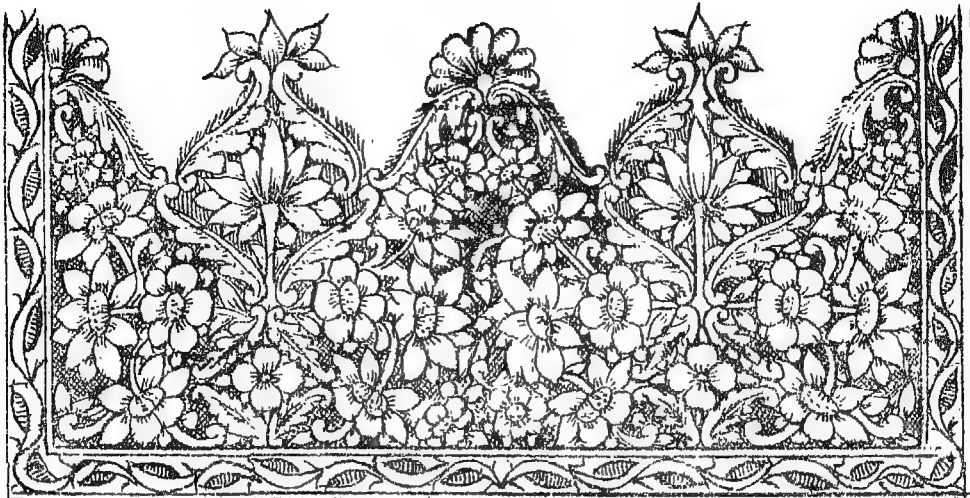
صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲	۱۱	زندہ ریلے	زندہ رہے	۳۶۲	۴۶۲	آئی تھی	آئی تھی
۳۳	۳	ارکان دولت	ارکان دولتی	۳۶۲	۴۶۲	دارت سلطنت	دارت سلطنت
۳۳	۸	مشوک	موروش	۳۶۵	۴۶۵	اُسے نکا کر	اُسے نکا کر
۳۳	آخر	مشوک	قاضی ناصر الزمان صاحب	۳۶۸	۴۶۸	دار بخش	دار بخش
۳۴	۱۵	ار قطلع	ارتفاع	۳۶۵	۴۶۵	چہر ہزار سوا	چہر ہزار سوا
۳۴	۱۷	اوقات	اوقات	۳۶۷	۴۶۷	پہ مختلف	پہ مختلف
۳۴	آخر	مشوک	رسانیدہ	۳۶۹	۴۶۹	لشکرین	لشکرین
۳۵	۳	قدغن	قدغن	۳۸۳	۴۸۳	گردانیدہ	گردانیدہ
۳۸	۲	مشوک	سید زندہ	۳۸۳	۴۸۳	آجا چکا	آجا چکا
۳۸	۸	محلہ کلیانی	محلہ کلیانی	۳۸۷	۴۸۷	دریا خان کا مزار	دریا خان کا مزار
۳۸	۳۸	عرف مرزا تنھو	عرف مرزا تنھو	غلط نامہ جلد دوم نامہ مظفری			
۳۸	۸	محلہ کلیانی	محلہ کلیانی				
۳۹	۳	۳۳۶ھ ہجری	۳۳۶ھ ہجری	۱۳	۲	گل گشتی	گل گشتی
۴۲	۲	شخص گزرے	دیو جاہت شخص	۵	۸	بریک	بریک
۴۲	۲	گزرے	گزرے	۱۲	۸	کبھی آرو بھی	کبھی آرو بھی
۴۶	۱۶	احمد کبریا	احمد گیرا عجز	۴	۱۱	وہ در	وہ عیوض اسے
۴۷	۸	بیاض	بیاض	۱	۱۲	چلن و تردد	چین و تردد
۵۷	۱۷	سید اعجاز احمد صاحب	سید اعجاز احمد صاحب	۲	۷	موظف	موظف
۵۷	۱۷	علما	ابن ظہیر العلما	۱۳	۱۳	درخت ناٹ	قریب پور و درخت ناٹ
۵۷	۱۸	طبع ہو کر	طبع ہو کر	۱۴	۱۵	مشوک	سہ پہر بتلاتے ہیں
۵۸	آخر	مشوک	زاو لاد رسول	۱۶	۱۵	مشوک	ملا لیر گچہ قلع شاہ بابا
۶۳	۶	۳۷۵ھ ہجری	۳۷۵ھ ہجری	۱۶	۱۷	ہر دلفریزی	ہر دلفریزی
۶۴	۱۲	الماک تھی کا ضبط	الماک تھی کا ضبط	۱۱	۲۵	بھی	بھی
۶۴	۱۲	ہو کر	ہو کر	۱۵	۲۵	فرق	فرق
۶۷	۶۷	شیخ دادو	شیخ دادو	۳۰	۳۰	ادبیابی	ادبیالے

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
محلے دیکھے ہیں	مشکوک	۶۸	حاشیہ	آپ کا کلام	کلام	۹۲	۱
سرخدا	مشکوک	۶۸	حاشیہ	مناجاتیں وغیرہ تصنیف	مشکوک	۹۲	۱۷
مثل	مثل	۶۸	حاشیہ	مسرور ہو جاے	مشکوک	۹۵	۱۷
سلسلہ ہجری	سلسلہ ہجری	۶۵	حاشیہ	عرض	غرض	۹۹	۱۲
نقش	ش	۶۸	حاشیہ	آسمان ستاتی	آسمان اور شاتی	۹۹	۱۲
ہردو	ہرنید	۶۸	حاشیہ	باہوت	باہوت	۱۰۰	۱۷
ہرے بھرے	تہر بھرے	۶۹	۱	سلامتی ذات	مشکوک	۱۰۱	۱۱
زوجہ	زوجہ	۷۰	۷	بناشت افزا	„	۱۰۱	۱۲
امانت	امامت	۷۲	۸	یہ فدوی	بہ فدوی	۱۰۱	۱۲
مولوی صاحب	مشکوک	۷۳	آخر	تشریف لائے	تشریف لائے	۱۰۱	۱۲
لحاظ	مشکوک	۷۵	۳	عرض می نماید	می نماید	۱۰۱	آخر
مورد	مشکوک	۷۶	۲	باین اہتمام	مشکوک	۱۰۲	۵
حادث	عبادت	۷۶	۱۲	یتقلیم	تقلیم	۱۰۲	۷
انجین کا	انجین کے	۷۷	۱۲	بندہ بندہ	بندہ	۱۰۲	۷
فدر	خدا	۷۸	حاشیہ	کہ رہوں یاد	کہ رہوں یاد	۱۰۵	۹
تعلقہ دار	تعلقہ دار	۸۰	۸	جو ہوں	جو ہوں	۱۰۵	۱۲
استفادہ	استفادہ	۸۵	۷	کیا عجب ہیں	کیا عجب ہیں	۱۰۵	۱۳
حافظہ	حافظ	۸۵	۵	اسنے کچھ یاد رکھا	اسنے کچھ یاد رکھا	۱۰۶	۱۲
مزار	مزار	۸۶	۱	سلسلہ ہجری	سلسلہ ہجری	۱۰۸	۱۵
کبھی وہ	تو	۸۶	۸	سلسلہ ہجری	سلسلہ ہجری	۱۰۹	۳
جنگے	انکے	۸۹	۳	حکیم صاحب کا	حکیم صاحب	۱۱۱	۱۵
مزار	مزار	۹۱	۶	ندوۃ العلما	ندوۃ العلما	۱۱۳	آخر
عام روایا	مشکوک	۹۱	۱۹	تردوات	تردوات	۱۱۵	۳
متعلقہ صلا	متعلقہ صلا	۹۲	حاشیہ	ہوا کرتی تھی	ہوا کرتی تھی	۱۱۵	حاشیہ
دلی خطرات	دلی خطرات	۹۲	۱	سیرت	سیرت	۱۱۶	۱

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۲	۱۲۷	نہایت نامور	۱۱۶	پے	پے
۹	۱۲۷	ذریعہ سے بیچ ہو گئے	۱۱۶	بروشش	بروشش
۱	۱۲۸	خلفائے شیخ محمد	۱۱۶	جینی کی خواہش ہو	جینی کی صورت ہو
۵	۱۲۸	ہمدی تادی	۱۱۶	تاشا نیرنگی	تاشا گاہ نیرنگی
۱۳	۱۵۹	اینبانج	۱۱۷	کمر	کمر
		پانچ روپیہ پاتے تھے	۱۱۷	گلاب	لگایا ہے
۵	۱۶۳	نواب کمال الدین	۱۱۷	محشر	دہ محشر
۱۲	۱۶۳	فروع کنایہ	۱۲۲	ہر قصر دوان	ہر قصر دوان
۱	۱۶۳	بالضامی	۱۲۲	مصطفیٰ بن ندیم	نمای مصطفیٰ بن
۳	۱۶۳	وصول باقم			رات دن
۲	۱۶۸	سرکار خیار	۱۷	تو اور ہی اداس ہے	کچھ اور ہی ادا
۲	۱۶۹	مقررہ ضمن	۱۳	بیون لو	ہے
۲	۱۶۹	فردے مزین	۱۳۵	بالاپیر	نیون کو
۶	۱۷۰	قسمت تامہ	۱۳۶	مشکوک	تذکرہ دلیر خان
۱	۱۷۵	دلو بچے	۱۳۷	مشکوک	مسماۃ جمیلہ
		سنتہ ہجری	۱۳۸	رود بدنی کے	رود بدنی میں
		کئی مہینے	۱۳۸	بی بی نیکبختہ	بی بی نیکبختہ
۷	۱۷۷	مشکوک	۱۳۹	قائم ولی	قاسم ولی
۱۵	۱۷۸	حضرت پیر صاحب	۱۳۹	زانوارادہ	زانوارادہ
۲	۱۷۹	دیگ خرد	۱۳۹	غوث مآب	غوثیت مآب
۱۲	۱۸	پنچا سیت		ازین ناگزیر ازین	ناگزیر ازین ہے ادبی
۱۸	۱۸۰	واپس آئے	۱۴۳	بے ادبی	بے ادبی

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مالک بجا زہنین	مالک بجا زہنین	۱۸۱	۵	چار مواضع	مشکوک	۲۱۲	۶
مادری	مادری	۱۸۲	۲۰	دو فرزند تھے	سید قلام حسن فرزند تھے	۲۱۲	۶
وہ از روی دہشت	وہ مجھے از روی دہشت	۱۸۲	۲۷	نواب علی محمد خان بہادر	نواب علی محمد صاحب بہادر	۲۱۲	حاشیہ
شریک مقدمہ	شریک مقبوضہ	۱۸۳	۱۸	سید حسین	وسید حسین	۲۱۵	۱۱
میان خیل	میان خیل	۱۸۴	۱۲	پچھپون کو	مشکوک	۲۱۷	۱
فصل تفصیل	فصل تفصیل	۱۸۸	۸	فصل احمد کہ آمد مراد	فصل احمد کہ آمد مراد	۲۱۷	۱۳
				چراغ روشن	چراغ روان	۲۱۷	۱۴
قلایا بجا ہرین بچی	قلایا بجا ہرین بچی	۱۹۲	۹	بجز	بجز	۲۱۹	۸
سنہ ہجری	سنہ ہجری	۱۹۳	۸	مورد	موردی	۲۲۰	۱۲
اپنے عالی خاندان	اپنی عالی خاندان	۱۹۴	۸	مگر	اگر	۲۲۲	حاشیہ
چڑھالی	چڑھالی	۱۹۵	۱۶	طلاقت لسانی	طاقت لسانی	۲۲۲	۶
نہ ٹھہرے	نہ ٹھہر سکے	۱۹۶	۱۲	امید وار	امید ولد	۲۲۳	۳
ابن رقاصہ نے	ابن رقاصہ نے	۱۹۷	آخر	بہشت راء	نسبت راء	۲۲۳	حاشیہ
خانقاہ حما کے	خانقاہ حما کی	۱۹۸	۵	شہر حماہ	شہر حماة	۲۲۷	۱۷
بجز آپ کے	بجز آپ	۲۰۱	۲	مشورہ کے بغیر	مشورے سے	۲۲۸	آخر سطر
بنام اہلیہ	بنام قدوۃ العالیہ	۲۰۱	حاشیہ	نہیں کرتے تھے	نہیں کرتے تھے	۲۲۸	۶
قدوۃ العالیہ	قدوۃ العالیہ	۲۰۱	حاشیہ	آبائی مراحم ہوئیے	آبائی مراحم ہوئے	۲۲۹	۶
مستفقہ	متفقہ	۲۰۷	حاشیہ	نہایت تعظیم و توقیر سے آپ رکھتے تھے	نہایت تعظیم و توقیر سے آپ رکھتے تھے	۲۲۹	۶
مورث سادات	سادات مورث	۲۰۸	شجرہ ۲	پوشیدہ نہیں	پوشیدہ نہیں	۲۲۹	۷
شاہجہان پور	شاہجہان پور	۲۰۸	شجرہ ۲	رکھتا تھا	رکھتا تھا	۲۲۹	۷
عالی منزلت	عالی عالی منزلت	۲۰۹	۷	حافظ امام حسن	حافظ امام حسن	۲۳۰	۷
جن کا نام	حسن کا نام	۲۱۰	۳	مسند نبوی	مسند نبوی	۲۳۰	۷
آپ کے حسین حیات	آپ کے حسین حیات	۲۱۰	۳				

صفحہ	صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	صفحہ	غلط	صحیح
۱۲	۲۵۵	نہوں	نہوں	۳	۲۳۲	صبح سودا اڑدہ	صبح سودا اڑدہ
۸	۲۵۸	خود آب	خود آب	حاشیہ آخر	۲۳۲	کیونکہ گردش فلکی	گردش فلکی
۱۶	۲۶۵	آئی رہنمین	آئی رہنمین	آخر	۲۳۳	اعتماد السعادت	عماد السعادت
۱۶	۲۶۹	بہلولی دین اور سبک را	بہلولی دین اور سبک را	۱۲	۲۳۶	ادھر سے شجاع اللہ	ادھر سے شجاع اللہ
		شاہ آباد ضلع ہرنی	شاہ آباد ضلع ہرنی			ادھر سے	ادھر سے
۱۰	۲۷۳	کے خواتین ہندی	خواتین ہندی	حاشیہ	۲۳۷	سید شرف الدین محمد	سید شرف الدین محمد
۲	۲۷۵	سرزمین	سرزمین	۱	۲۳۳	خود	خود
۱	۲۷۸	نامہ	نامہ	۱۲	۲۳۳	سریان ساطع	برہان ساطع
۱۲	۲۷۸	علم و پناہ	علم و پناہ	۴	۲۳۳	باغ موجودہ	باغ مرہونہ
۱۱	۲۷۹	صاحب توقیر	صاحب تحقیق	۴	۲۳۵	جن کی طرف سے	آپ کی طرف سے
۱۵	۲۷۹	بنجاتا	بنجاتا	۱۳	۲۳۷	۵۷۷ ہجری	۵۷۷ ہجری
۱۰	۲۸۰	دروجاہر تحقیق	دروجاہر تحقیق			بست و چارم قضا	بست و چارم قضا
۸	۲۸۱	رہیس کا کوردی	رہیس کا کوردی	۱۲	۲۳۷	بغش شد دل انگین	بغش شد دل انگین
۷	۲۸۵	یوستان بے نظیر	یوستان بے نظیر	۹	۲۳۸	ہرگز خیال کہیند وہاں	ہرگز خیال کہیند وہاں
		۶۱۹۱۵	۶۱۹۱۵	۹	۲۳۹	نگاہ ہے	نگاہ ہے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوند دو جہان کی حمد و ثنا نا چیز انسان کے بیان سے باہر ہے اس قادر مطلق کی عظیم
 قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُسے انسان کی ذات کو اپنے صفات کا مظاہر کر
 بمصدق ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ عقل و نور کا پتلہ بنا دیا اور اپنی معرفت و
 تقرب کا رتبہ عنایت کر کے بفحوائے و کفایہ کو مٹا بیٹا اور شکر کو ملائکہ سے بڑھا دیا اُس
 حکیم برحق نے اپنی حکمت کاملہ سے اس شت خاک کو وہ زور یاز و بچشا کہ جس نے اپنی ذاتی
 قوت و شجاعت سے شیرنستان کو مغلوب کر کے اپنی فضیلت کو ثابت کر دیا اُس فیاض
 ازل کی فیاضی نے اس قطرہ حقیر کو ایسا فیض و سخاوت کا دریا بنایا کہ جسکی شان چوڑنے
 اب گر بار کو بھی شرمادیا۔ ایسے مالک بندہ نواز چارہ ساز کی نامتناہی توصیف و تشریح
 سے خاموشی اختیار کر کے اپنی نارسائی فہم کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس معبود
 حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکا کر عاجزی جو بندہ کی بہترین صفات ظاہر کرنا چاہیے

ہم اسی کی طرح نعت رسالت پناہی بھی احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ اگر اس رحمت عالم
فخر بنی آدم کی ذات مبدع کائنات عالم ایجاد میں نہ آتی تو بمصدق لَوْلَاكَ لَمْ يَخْلُقْتَ
الْاَفْلَاكَ آفریش مجدد ہزار مخلوقات کی وجود میں نہ آتی اور اس حسن خوبی کے ساتھ
وحدت کثرت میں نہ ساتی۔ اگر اس ہادی مطلق اور رسول برحق کی ہدایت جلوہ افروز نہ ہوتی
تو یہ معرفت الہی جو تمام خلق کی علت غائی ہے حاصل نہ ہوتی اسی سید الاولیٰین آخرین کی
ذات مجمع کمالات سے جو کمالات روحانی و صفات جسمانی میں یکتا ہو کر خاتم الانبیاء ہوئی
دنیا میں علم و حکمت کی اعلیٰ تعلیم اور اخلاق کی تکمیل انجام کو پہنچی اسکی محبت و اتباع ہر امتی
پر فرض ہو کر وسیلہ نجات قرار پائی۔ اسکا رخ آئینہ خدا نما اور خطاب شافع محشر اور نام نامی
احمد عجب اتی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور کمال و اطہار اور اصحاب کبار
جو تہمان ہدایت کے ستارے تھے ان سب پر ہمارا دل و جان شمار ہے۔

جلہ ناظرین یا کمین کینچہ تہمین خاکسار حقرا لکونین محمد مظفر حسین سلیمانی عرض بردار
ہے کہ اس احقر کو عرصہ دراز سے بانی شاہ آباد کے حالات کی تلاش تھی حسب اتفاق
ایک بار کتاب ماثرا الامرا جو مصمصام الدولہ شاہنواز خان کی تصنیفات سے ہے دیکھنے
میں آئی اسکے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نواب دلیر خان بانی شاہ آباد جو امرا
اور اراکین دولت شاہجہانی عالمگیری سے ہیں ایسے قوت بازوئے سلطنت
اور شہنشاہان شجاعت تھے کہ جنگی دلاوری اور ننگ زیب جیسے الو العزم جبری
بادشاہ کی نظر میں بھی بے نظیر تھی۔ اس رستم دوران کے کارنامے شاہی بزم اور ملک
دکن کے پیر و جوان کی زبان زد تھے۔ مگر افسوس کہ یہاں کے باشندے بجز خند
زبانی روایات کے اپنے مورث اعلیٰ کے حالات سے مطلق آگاہی نہیں رکھتے

ان تواریخ میں جو شاہی و قلعہ نگاروں نے بطور روزنامہ کے لکھی ہیں اور عالمگیر نامہ وغیرہ میں جنکو بادشاہ نے صرف بحرف مناسبتہ نواب دلیر خان ایسے گرامی قلم الفاط سے یاد کیے گئے ہیں کہ جنکے دیکھنے سے دل وجد میں آجاتا ہے مصداق اللہ جیسے امیر قابل نے انکی غیر معمولی شجاعت اور شہ زوری کے حالات شاہجہان نامہ و ماثر عالمگیری وغیرہ سے جو نہایت مستند اور شاہی کتب میں اخذ کر کے نہایت مشین پر فقرات میں تحریر کیا ہے۔

درحقیقت خان مدوح ایسے شجاع و با اقبال سپہ سالار اور گورنر تھے کہ جس ہم پر گئے خدا کی مہربانی سے فقیاب ہی ہوئے بارگاہ صاحبقرانی یعنی دربار شاہجہانی سے ان کو خلعت و خطاب دلیر خانی اور منصب چار ہزاری سے سرفرازی اور پیشگاہ اورنگزیب عالمگیر سے بتیس لاکھ دامی جاگیر اور منصب پنجمزادی سے تدار افزائی ہوئی تھی۔

خلعت و اکرام و ثناء و ثواب و مرحمت ہوتے تھے وہ مزید برآں تھے تعجب و تاسف ہے کہ بجز متفرق کتب کے انکے مفصل کارنامے کہیں فراہم نہیں کیے شاہی تواریخ میں جا بجا انکے حالات درج ہیں مگر وہ بجز بعض شایقین امر کے ہر ایک کے یہاں مجتمع نہیں ہیں اور بعض قلمی کتابیں جو طبع نہیں ہوئیں ہنوز پردہ گمنامی میں پڑی ہیں اور جلد دستیاب نہیں ہوتیں مزید برآں عدم توجہی اور غیر مطبوعہ ہونیکے سبب مفقود ہوئی جاتی ہیں۔ اپنے بزرگوں کے حالات بھول جانا صریح غفلت اور غرور و زکا را با و اجداد کے اوصاف

نہ جانتا سخت جہالت ہے وہ قوم کیا سربلند اور ہم چشم گروہ میں ممتاز ہو سکتی
 کہ جو اپنے نامور اسلاف کے حالات اعزاز سے بھی ناواقف ہے مشاہیر اجداد کے واقعات
 کو پردہ گمنامی پر اڑھتا اپنی اصلیت کے جوہر کو خود ہی پوشیدہ کرنا ہے عرصہ دراز کے
 گزرے ہوئے واقعات جب تک نہ دہرائے جائیں تازہ نہیں ہوتے ہی ہنسنا پر
 خاکسار نے کتب کیاب کا پتہ چلایا اور اس درد سری کا بار اپنے سر لیا اب تک ان
 حالات کے فراہم نہ ہونے کی وجہ نظر اہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دیرینہ بنیاد شاہ آباد میں
 جو ذی علم لائق اشخاص ہوئے انکی توجہ واقعات نگاری کی طرف مبذول نہ ہونی شعرون
 کا چرچا ایسا غالب رہا کہ ذہنی نازکینا لیان اور سراپائے محبوب میں موشگافیاں انتہا کم
 پہونچا دیں حسن و عشق و حیر و وصل گل پلبل شمع و پروانہ کے مضامین سے دفتر بھرے
 ہوئے ہیں اگر کمریاء کی طرف قلم اٹھایا تو اسکی مثال میں ملک عدم ہی دکھادیا اور بائگی
 اس حد کو پہونچائی کہ کوئی چیز تشبیہ کو ملے سکی اسلیے اسکو معدوم ہی کر دیا۔ زلف جانان ہے
 کہ درازی میں میدان حشر سے دو ہاتھ بڑھی ہوئی ہے کبھی شب فراق کے نالوں
 سے عرش برین کو بلادیا اور کبھی آہ سرد سے آتش دوزخ کو بجھادیا۔ اگر کثرت گریہ اور
 جوش رقت کا طوفان اٹھایا تو آنکھوں کے ساتھ پردوں سے ساتون طبق آسمان کو ڈوب دیا
 امین شک نہیں کہ زور قابلیت سے اس فن کو معراج پر پہونچا دیا اور مبالغہ کی تہ تک
 آمیزی سے ملمع کو زور کامل بنا دیا لیکن مجرنگین خیالات کے واقعات مدار دین -
 چونکہ آج تک کسی نے تاریخی واقعات کتابی شکل میں مجتمع کیے تھے لہذا رقم کو اس
 کتاب کی تصنیف میں جو جائز ہے و دماغ سوزی کے اشکال پیش آئے ہیں انکو رقم ہی کا
 دل دماغ جانتا ہے منتشر اوراق کا تلاش کرنا اور بعد حصول کا عذات بغور دیکھنا

مفید مطلب و قہات کا منتخب کرنا اور فارسی عبارت سے اردو زبان میں ترجمہ کرنا گویا ہفتون ان کے راستہ کاٹے کرنا اور ایک دریاے عمیق میں غوطے لگانا تھا۔ اس میدان بے پایان میں جسکی مسافت مجھے طے کرنا پڑی ادنیٰ محنت یہ ہے کہ چھ ماہ تک مجھے پُرانے کاغذات جنہیں فرامین شاہی اسناد اور صورت حال تھے جنسے اس کتاب کے متعلق روشنی پڑتی تھی جا بجا سے لانا پڑے اور پھر انکی نقل کر کے ان حضرات کو جنہوں نے ہزار احسانات وہ عنایت کیے تھے واپس کرنا پڑے۔ بالآخر دوسرے میں کل ذخیرہ فراہم ہوا اس کے علاوہ جو مغالطہ کسی واقعات میں پیش آیا اسکی تحقیق کے لیے معمور و محقق اشخاص سے جا کر ملنا پڑا اور بعض ذمی لیاقت صاحبو کی خدمت میں خطوط بھیجنا پڑے۔ سوائے ان فارسی تواریخ کے جنکے نام جا بجا مضامین میں آئے ہیں اس زمانے کے کاغذات سے بھی مثل واجب الغرض و گزٹیر وغیرہ کے مدد لینی اور تا امکان تحقیقات حالات میں کوئی کمی نہیں لگتی۔ بانی شاہ آباد کے خاندان کے علاوہ شاہ آباد کے اہل کمال جو طبقہ علما شاعر صفا و غیرہ میں فخر روزگار و مقبول عام ہوئے انکے حالات بھی نہایت تحقیق و تلاش سے جمع کیے گئے اور سلسلہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ راقم نے کوئی طبعاً و قصے نہیں لکھے بلکہ جو کتابوں میں پائے یا بعض سن رسیدہ اور ثقہ لوگوں نے فرمے وہ راستہ بے کم کاست درج کیے ہیں۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلی جلد میں بانی شاہ آباد و اُنکے نامور اعزہ اور اولاد کے حالات و شاہ آباد کی آبادی اور اسکے تنزل و غیرہ کے واردات درج کیے ہیں۔ دوسری جلد میں دیگر اہل کمال کے وقعات تحریر کیے ہیں اور جو تصویریں کہ اس میں شامل لگینی ہیں وہ بھی اصلی و صحیح ہیں جنہیں شاہی زمانے کے قلمی موقع ہیں جنہیں مسطوروں کے نام اور تاریخ

کشید اور مقام تیاری تحریر ہے اور بعض تصویر پر نوابوں کی مہرین بھی پڑی ہوئی ہیں اور ان تصویروں کی صحت کے متعلق چند محقق اور مستند اشخاص نے تصدیق بھی کی ہے عہد شاہی میں مصوری کا فن کمال کو پہنچ گیا تھا اور امرا میں اسکا نہایت چرچا رہا کرتا تھا اسلئے ان نوابوں کی تصویریں بھی کھینچی گئیں۔ چنانچہ نواب لیر خان کی دو تصویریں اتاری گئیں ایک میں وہ خلعت فاخرہ اور لباس زرنگار پہنے ہوئے ہیں اور دوسرے میں صرف درباری جامہ زیب بدن ہے۔ دریا خان اور نواب بہادر خان چونکہ دونوں عہد شباب میں رحلت فرما ہوئے اسلئے ان کی تصویروں میں بھی جوانی کے آثار نمایاں ہیں اب یہی بات کہ مصور کے ہاتھ میں صلاحیت تصویر کھینچنے کی تھی یا نہیں یہ شک اس صورت میں جاتا رہا کہ نواب عزیز خان بہادر کی تین تصویریں ہیں جن میں بعض سواری کی ہے اور بعض نشست کی۔ مگر ایک تصویر میں جسقدر حصہ کہ سفید بالوں کا ہے اتنا ہی دوسرے میں ہے۔ اور نقش و نگار و خط و خال کے لحاظ سے ہر دو تصویریں سرورق فرق نہیں ہے۔

بعض فارسی استاد جو کتاب میں درج ہیں ان سے گوارہ دو خان حضرات کو کسی قدر سمجھنا ہوگی لیکن ان سے دو قاعدے خیال کیے گئے ہیں ایک یہ کہ جو ہم واقعات بیان ہو ہیں انکا ثبوت ان اسناد سے کما حقہ ہو جائیگا دوسرے اس کتاب کے ذریعہ سے کاغذات کے مطالب مضامین کی ہمیشہ کے لیے بقا بھی ہو جائیگی۔ اور اپنے بزرگوں کی یادگار ہر وقت پیش نظر رہیگی۔

ایک بار محمدن ایجوکیشنل کانفرنس علیگڑہ میں یہ رزلوشن بھی پاس ہوا تھا کہ شاہی فرامین اور زمانہ سابق کے اسناد کو ضرور محفوظ و باقی رکھنا چاہیے اسلئے کہ ان



نواب دلیر خان باڈی شاہ آباد

شاہان سلف کی شان و شوکت اور اسناد سے اپنے بزرگوں کی زبان و طریقہ انشا پر کیا
کاتبہ پایا جائیگا۔

ناظرین باتمکین سے امید ہے کہ میری غلطیوں کو معاف فرما کر عیب چینی سے
درگزر فرمائیں گے اور اس خاکسار کو فراہمی حالات و جانفشانی کے صلہ میں دعاے خیر سے
جو بزرگانہ شیوہ ہے محروم نہ فرمائیں گے۔

من ہستم صرف کردم روزگار
من نسام این بس اندیادگار

نواب دلیر خان کے مفصل حالات

اصلی نام جلال خان تھا اور دلیر خان خطابی قوم کے افغان باقرزئی تھے اُنکے
والد دریا خان بربر کے باشندہ تھے جو نواح پشاور میں ایک قصبہ ہے اپنے قصبہ اور
اسکے اطراف کے خان و سردار تھے وہ گھوڑو کی تجارت و زراعت کیا کرتے تھے

سلہ دریا خان ہم کیے از سردار قوم افغان باقرزئی ہد و ریاست کثیر از قسم دیہات و چاہات باغ
و جاگیرات بطور رسم و لاییت در نواح بشاور قبض و تصرف خود میداشت و مکان بود و باش شعلت ان
خاص موسوم موضع بربر بود امیر الامرا خان جان لودی از جن اخلاق او بہر جہر ارضی شدہ و سرداری
را کار فرمودہ از دریا خان دستار بدل شد و ادرا برد و خود خواند عمران خود بخود نور الدین محمد جانگیر بادشاہ غازی
آوردہ ملازمت کنایندہ و از حضور اول بمنصب سہ ہزاری و سہ ہزار سوار سرسزازی یافتہ بعد چند سہ دریا خان
ایستادی تہرہ عزرازم الخاطب بہ شاہجان شدہ و پسرش بہادر خان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت در سلک امرائے
شاہزادہ و الاعتبار افتخار یافت۔ اخبار محبت

ذاتی شرافت کے ساتھ شجاعت اور وضع داری میں نہایت مشہور تھے دریا خان نے
امیر الامرا خاں بھانجا خان لودی کے توسط سے دوبارہ جاگیر میں رسائی پیدا کی اور منصب
سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار اور دو سو اسب ذاتی سے سرفرازی پائی اسکے
بعد وہ متعدد صوبوں کے صوبہ دار رہے اور اپنی کارگزاری سے بہت سی شاہی تختیں
بجلا لائے نور الدین جہانگیر بادشاہ نے جب دریا خان کی حسن لیاقت کو ملاحظہ کیا تو
شاہزادہ غرم عرف شاہجہان کا سپاہگری کے فن میں استاد مقرر کیا اور اُنکے بیٹے
بہادر خان کو جنگی عمر اس وقت پندرہ برس کی تھی اور شاہزادہ کے ہم عمر تھے شاہجہان
کا مصاحب بنا دیا ایک مدت تک یہ انتظام قائم رہا اسکے بعد جہانگیر بادشاہ نے
انتقال کیا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو دریا خان چار ہزاری ذات اور چار ہزار
سوار سے سر بلند ہوئے مگر اس کے بعد گردش قسمت سے دریا خان نے خان جہان لودی کی
شرکت کی اور اسکے ساتھ کام آئے لیکن خوبی تقدیر سے نواب بہادر خان ایم شاہزادہ
سے تخت نشینی تک ہمیشہ شاہجہان کے ہم پیالہ ہم نوالہ رہے اور کبھی اسکی رکاب سے جدا
نہوئے اسی وجہ سے تخت نشینی کے بعد عمدۃ الملک بہادر خان نے شاہجہان مبارکین
بڑا تہ و تسوخ پایا۔

الحاصل نواب دلیر خان کو اپنے لائق باپ اور بھائی کی وجہ سے شاہجہان
بادشاہ کے حضور میں باریابی کا شرف حاصل تھا اور انھوں نے اپنی ذاتی شجاعت
اور خداداد دلیری سے روز افزون ترقی کی اور اسی ایسی مہمات سر کیں کہ مشہور عالم ہو گئے
انکے عجیب و غریب کارناموں سے شاہی تواریخ کے صدف بھرے ہوئے ہیں
ابتداء ہی سے بارگاہ شاہجہانی میں دلیر خان کا نہایت اعتبار و پاس خاطر رہا

۹۔ جہوں میں جب انکا نام صرف جلال خان مشہور تھا شاہجہان بادشاہ نے انکو ایک گھوڑا عنایت کر کے سر بلند کیا تھا اور سلج میں بیس لاکھ روپیہ دلیر خان کے ہاتھ مع دیگر امر کے لاہور سے کابل بھیجے تھے چنانچہ حسب حکم بادشاہ کے دلیر خان پور ووالہدر خان قلعہ دار کابل کو سپرد کر کے واپس چلے آئے بادشاہی خزانہ کی حفاظت حسین لاکھون روپے تھے کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ خاص و متمبر شخص اس کام کے لائق سمجھے جاتے تھے وہ مقرر کیے جاتے تھے غرض کہ ذاتی شجاعت کیساتھ دلیر خانی امانت و دیانت بھی بادشاہ کے نزدیک مسلم تھی مشیر شاہجہان نے جلال خان کو دلیر خان کو منصب صدی ذات اور پانسو سوار کا عطا کیا تھا اسکے بعد منصب میں تہ تیغ تری ہوتی رہی مائر الامرائین ہو کر کئی بڑے بھائی بہادر خان سے بعض خندانہ روئے و بدخشاکی مہم میں شاہجہان کے دلین خوشی پیدا کرانی اور بیس لاکھ روپیہ کا بادشاہی نقصان تک و مبالغہ کیا حالانکہ بہادر خان نے اس مہم میں بڑی کارنامی اور جانکاہی کو دخل دیا تھا سو قش شاہجہان بادشاہ نے انکی جاگیر فوج و کالپی کو بولنے کے منصب اور فوجی سالانہ تنخواہ میں تقریبی سرکاری مظاہر کے معاوضہ میں ضبط کر لی اس محال کی فوجداری اور انتظام دلیر خان کے متعلق کیا اور ہزاری منصب اور ہزار سوار اور خلعت و قیل و خطاب دلیر خان سے سرفراز کیا اس زمانہ سے خطابانی نام اسقدر مشہور ہوا کہ اصلی نام جلال خان چھپ گیا اور دلیر خان

۱۰۔ مبلغ بہت کم و پیر کہ زیولا اردار لہا طنت لاہور رسیدہ بود مصحوب بہادر و دلیر سیط علی و جلال خان اور بہادر خان محمد مرید لہ شاہ قلی خان وادہ کابل ساختند کہ بدو القدر خان قلعہ دار و راجا سپردہ ہو کر بدو بادشاہ نامہ صفحہ ۲۰۵ سال ہم حال شاہجہان بادشاہ ۱۱ جلال خان برادر بہادر خان نہصدی یا نہصد سوار بادشاہ نامہ سلسلہ فہرست منصبداران ۱۲ جلال خان نام برادر بہادر خان ست و سال بہت و یکم از صل و اضافہ منصب ہزاری ذات ہزار سوار و خطاب دلیر خان و بہرست فیل سرفراز گردید و تہ تیغ پایہ اعتبار برادر از ختم سرکار فوج و کالپی از بہادر خان باوصف خدمت نمایان منصب بادشاہ و فوجداری آن محال جلال خان تفویض یافت مائر الامرائین کہہ دلیر خان رویت وال۔

مشہور ہو گئے یہ سر بلند کی انکو سلجج شاہجہانی میں حاصل ہوئی۔
 تاریخ اخبار مجتبیٰ کے صفحہ ۳۳۲ میں مرقوم ہے کہ کل قنوج و کاپلی کی جاگیر بہادر خان ضابطہ ہو کر ولی خان
 کو مرحمت فرمائی گئی اور ترقی منصب خطاٹ کو کیساتھ خلعت و سر پہن مرصع اوٹلاوار
 و سپہ فیل سے سرفرازی ہوئی بعدہ جاگیر کے انتظام کیلئے زحمت کی گئی چنانچہ ولی خان
 کاپلی و قنوج میں پہونچ کر تحصیل وصول و دیگر ملکی انتظام میں مشغول ہوئے ترقی منصب کو متعلق
 شاہنشاہنامہ میر ابو الفضل معنوی میں مذکور ہے کہ جب سلجج شاہجہانی میں قندھار کی ہم پیشانی
 اور بہادر خان نے وہاں عالم جو نہیں انتقال کیا تو اس حادثہ کے بعد شاہجہان نے بہادر خان کے
 بیٹے فرزند دلاور خان کو جنگی عمر اسوقت پندرہ سال کی تھی منصب ہزاری و پانسو سوار کا
 اور ولی خان کو دو ہزار و پانچ سو روپیہ کا منصب عنایت کیا اسکے بعد ایک بار سلجج
 میں ولی خان و فرزند ان بہادر خان کو شاہجہان بادشاہ نے بلایا اور حبیب اللہ علی جاگیر
 یو باتیں ملی کے ملنے تھی روانہ ہو کر ولسا طنت دہلی پہونچے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے
 اسوقت شاہجہان بادشاہ نے انکو اکیس گھوڑے اور پچاس ہزار روپیہ نقد عطا
 کیے تھے اور جب سلجج سلطان سلجج میں انکی جاگیر پر کسی ہنر کش اجے نے دست درازی

سوار کاپانی و غیره که بنایید بهر خان بفرستند شتر بر سر کار بخالص داده جلال خان پسر دریاخان اکه بنصب نیازی اند
سواران اصل اضافی ده خالاب پیر خان عطاس خلعت سرخ و شمشیر واسپ قیل سحر از آن نموده بنا بر مصلحت وقت و چشم ثانی که برخی
شاهزادگان کسی کلدرشت نکرده اند حرکت سپه ادبی با زماند قرق نموده برای بندوبست آنجا دلیرخان را خدمت فرموده اند
در سرکار کاپانی و تفریح رسیدة مشغول تحصیل شد و عنقریب ۳۴ ساله از واقعه قتل ابوسعید که بهادر خان افغان فوت شده پیر خان
برادر و غیره هفت پرچم کوکرن و راند و پادشاهزاده حیدر الملک که تسلیم مناصب یا دشاهی فرموده و اعظم حضرت پسر گلان او را که پانزده
ساله بود دلاور خوان نام داشت هزاری و پانصد سوار فرمودند و دلیر خان برادر او را دو هزار ی و پانصد نمود و چهار پسر
او که هر دو سال و نیمه مقرون فرمودند اقربا یک نقش دارا بطش رسانند شاهنشاهی نامه قلمی صفحه ۲۵ ساله جلال خان
عزیز و دلیر خان و پسران بهادر خان فغان را بجای خود پاکه توابع باش بر بی باشد بموجب حکم رسیده ملازمست نمودند نسبت یک
استیضاح هزار و دویستو سلطان مرحمت فرموده ۶۹ شاهنشاهی نامه قلمی منظمه مطابق سلسله جلوس شاهجهانی

اور اس بات پر اسے سخت جنگی فریقین کے بہت لوگ لے گئے باغی راجہ کابلیا بھی مار گیا اور وہ بھاگ گیا دلیر خان نے سپہ فتح پائی جب یہ خبر شاہجہان بادشاہ نے سنی تو رستم خان صوبہ آگرہ کے نام حکم بھیجا کہ اس باغی راجہ کا قلعہ قمع کیا جائے چنانچہ حسب حکم اس کا تعلقہ ضبط کیا گیا اور چند پرگنوں کے انکی جاگیر میں مل کر کئی دلیر خان ورنے کے بھتیجے مور و عنایت ہو کر بادشاہ نامہ جلد ثالث مصنفہ علاء الملک فی مخاطب یہ علامی فاضل خاں لکھا ہوا کہ جب شاہجہان بادشاہ سعید آباد میں رونق افروز تھا دلیر خان کابل سے آئے اور شرف حضور می مشرف ہو کر بیس گھوڑے نذر کیے اور جب سلاج میں قندھار کے محاصرہ کفرض سے شب و شبہ بائیں اول کو لشکر روانہ ہوا تو شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ دلیر خان بھی بھیجے گئے خانہ صوبہ کے بھتیجے دلاور خان بھی ہمراہ تھے اس وقت شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت فگھوڑا معہ تقری زین کے عنایت کیا تھا۔ اس محاصرہ میں ایک طرف لشکر کے سردار بھی مقرر کیے گئے اور خان مروج کے چچا تنکنا م خان اور یوسف خان عنایت خان ہر دو برادر بھی معیت میں تھے دلیر خان نے اپنے فرائض منصبی خوب دیکھے اور پھر دوبارہ جب قندھار پر لشکر کشی کی گئی اور بہت کچھ انتظام ہوا ستر ہزار سوار و چھ سو اہل و منصب اور پیشیا آلات حرب غیر توپخانہ کے تھے ایک کروڑ توپ بطور سہ ماہی اہل لشکر کو پیشگی دیا گیا تھا اس میں بھی دلیر خان بھیجے گئے اور انھوں نے وہاں خوب جانا بازی کو دخل دیا تھا۔ ان دنوں محاصرہ میں علامی سعد اللہ خان زیر غلام بھی شریک تھے

۱۔ دینولا بصر سید کہ پسران بہادر خان برادر دلیر خان کہ توابع باشند بلی کہ جاگیر اشتد کی ان زمینداران آفصلع بر سر کشنکار و در ضلع گوند و کانت ترکناز معرکہ کار زار گمر گویہ جنگ صعب و داد از ہر طرف مردمان بسیار بکار آمدند زمیندار مذکور بعد از شتہ شدن سپاہیان سپرد و بفرار آور دیرتم خان کہ جاگیر و آگرہیل بود حکم اعدا یافت کہ در ضلع زمیندار مذکور ساند و تہذیب و آبادی و کوشش و جلال خان برادر بہادر خان پسران دلاور و عنایت فرمودہ تعلقہ راجہ مذکور را ہمیشہ جاگیر آہنا فرمودہ ۳۳۳ شاہ شاہنشاہی ۱۰۰ بست و یک سید آباد بقدم والا فرین گشت دلیر خان از کابل آمدہ بود احراز شرف ملازمت نمود بست و تہذیب ان پیشکش گزاردید و یکھو بادشاہ ہمارے طرف شاہجہان نامہ مصنفہ فاضل خان قلی کتخانہ نواب کلب علیخان بہادر فرما فرما کے را سپور۔

اسکے بعد جب تیسری بار ۱۲۳ھ میں قندھار کے محاصرہ کیلئے شاہزادہ محمد وارا شکوہ نصیب
 منظوری شاہجہان بادشاہ چڑھائی کی تو ابکی بار پہلے سے بھی لشکر و سامان کا زیادہ ہتھام
 لیا گیا دلیر خان بھی ساتھ کیے گئے انکے بھائی و دیگر عزیز بھی ہمراہ تھے جسوقت قلعہ قندھار
 پر گولہ باری ہو رہی تھی اسوقت راجہ راجروپ دلیر خان کے ساتھ قلعہ بست جو اس فوج کے مشہور
 قلعہ بن تھا اور شاہجہان بادشاہ کے حکم سے شاہ ایران کے قبضہ سے چھین لیا گیا تھا اکثر شاہزاد
 وارا شکوہ کچھ ستھن حاضر ہوئے حسب حکم قلعہ خان جعفر خان کی مورچال کے مابین مقرر کیے گئے
 اسد م ایرانی و ہندوستانی لشکر سے سخت جنگ ہوئی لیکن ار کے قریب لشکر شاہی قتل و زخمی ہوا
 وارا شکوہ نے کمال غیرت سے حکم دیا کہ قاسم خان غیرت خان مورچہ آگے بڑھائیں اور اچھا جزو
 تحفہ و جوئے پناہ بنائیں اور دلیر خان و میرے ملازم اور شاہزادہ بیدار تخت کی جماعت حملہ کریں
 اور آج راتیں قندھار شاہزادوں میں بھی سپاہ کرونگا چنانچہ شام کیوقت شاہجہانی اور ایرانی لشکر سے
 مقابلہ ہوا بڑی جانفشان لڑائی ہوئی دووں طرف سے کثرت سے گولے تیرے پھینچے ہوئے اور کشتیوں کے
 پستے لگ گئے القصد قندھار کی جانکاہ ہم میں دلیر خان نہایت دلیری و شجاعت کا کام لینا
 جب اس ہم کو عرصہ راز ہو گیا اور محصورین کی پوری تنبیہ ہو گئی تو شاہجہانی لشکر نے پلے
 حصار سے کوچ کیا دلیر خان شاہجہان کے حضور میں حاضر ہوئے اسوقت بادشاہ قندھار ان جہرا
 شناس نے انکے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ کیا اور ایک گھوڑا معہ نقری زین کے مرحمت
 فرما کر کابل کو رخصت کیا۔ اس زمانہ میں انکا منصب و ہزاری دو ہزار سوار کا تھا۔
 بعد ازاں ۲۴ ربیع الاول ۱۲۳ھ کو جب شاہجہان کی عمر کا ۵۵ سالہ جشن منعقد ہوا تو اسوقت

دلیر خان باضافہ پانسو سوار منصب ہزاری دو ہزار سوار و اسب با زین فقرہ سرور افراخت بکابل عرض کردید شاہجہان نے فرمایا
 مصنفہ فاضل خان وزیر علم علی و ابتدا ۱۰ سال شخصیت بنیم از عمرا بد قرین جشن اتفاقا بدلت دلیر خان و ارادت خان بنیان خلعت
 فاخرہ قامت افتخار برار اسستند شاہجہان نامہ مذکور

بھی شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ عنایت کر کے سر بلند کیا تھا۔
 سترچ میں جب بجا پور کی محکمہ پیش آئی تو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو معظم خان میر جملہ
 کیساتھ دکن بھیجا کہ وہاں جا کر تم شاہزادہ محمد اورنگزیب کی ہمراہی میں جو اس محکمہ کیلئے مامور ہو چکا
 کو تاراج کرو اور کوئٹہ علی عادل شاہ والی بجا پور مر گیا ہو اور اسکی اولاد سے کوئی فرزند نہیں ہو اسکی
 غلاموں نے جو ہیر ہریا کے پالک لڑکا جسکا نام سکندر ہے اسکی مسند پر بٹھلایا ہو اور ملک میں
 بیٹھی بھلی ہوئی ہو اس واقعہ کے متعلق ظفر نامہ شاہجہانی میں مرقوم ہے کہ معظم خان و دلیر خان ۱۲
 ربیع الثانی سنہ ۱۰۸۷ کو شہزادہ اورنگزیب کے پاس دکن بھیجے اور شاہزادہ کیساتھ بیدار کا قلعہ فتح کیا
 اسکے بعد گلبرگہ میں جب بجا پوری جمع ہوئی اور وہاں بادشاہی لشکر آیا تو ایک وزڈمن کے سواروں نے
 شاہی رستہ کے بیلوں کو چرا گاہ میں تھے اپنے گے رکھ لیا اور اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئی جب بادشاہی
 لشکر میں یہ خبر پہونچی تو معظم خان نے دلیر خان سے کہا کہ یہ پوشی چھین لینا چاہیے چنانچہ دلیر خان
 اپنی جمعیت کو لیکر دشمنوں کے سر پر پہونچ گئے اور انکے ایکٹے گروہ کو تلواریں کے گھاٹا مار دیا اور سارے
 پوشی چھین لیے اس معرکہ میں دشمن قتال خیزان بھلے گئے اور دلیر خان مع اپنی جماعت کے اپنی قیام گاہ
 کو واپس آئے اسکے بعد قلعہ کلیان کی تسخیر میں جب بادشاہی لشکر مصروف تھا تو ایک دشمن زوردار ہنگ
 زیم نے اپنی فوج کی خود ترتیب کی اور مخالفت کی فوج میں ہبلول خان میانہ کے لڑکے ہراول تھے وہ
 بڑھکر بادشاہی لشکر کے ہراول سے مقابل ہوئی اسوقت سخت معرکہ آرائی ہوئی تھی دلیر خان
 جو مقدمہ پیش تھے فوراً آگے آئے اور شجاعت کے خوب ہر دکھائی تو ارونکی کئی ضربیں انکے لیکن گروہ
 مسلح تھے اور زور و غیرہ پہنے ہوئے تھے کوئی زخم انکے بدن پر نہیں لگا جب خان محمد فضل و شہر
 جو زندہ خان کے فرزند تھے مخالف کی طرف سے قریب بیس ہزار سواروں کو لیکر بادشاہی لشکر
 پر ٹوٹ پڑے تب مہابت خان شاہی لشکر کا منتظم تھا اور ایک جگہ سردار دلیر خان تھے غنیم کی فوج

دلیر خان کے لشکر کی طرف آئی تو اس نے بان ندازی شروع کی سوقت بھی دلیر خان نے شجاعت کی
 خوب یاد دی۔ اسی زمانہ میں دشمن کی فوج جب چاروں طرف ملک میں بھگائی اور شوخی کرنے لگی تو شاہنشاہ
 محمد سلطان کیساتھ دلیر خان کیے گئے اور دشمنوں کی گوشمالی کو بھیسے گئے سوقت خانہ صوفی نے
 ہر طرف سے مخالفت کو گھیرا اور پسپا کیا۔ اسکے بعد جب بادشاہی لشکر گلہ پوچھا تو وہاں یہ انتظام کیا گیا
 کہ ایک چھانٹ سید مجید کیسے وائے کے مزار کی حفاظت کے واسطے مقرر ہوئی اور باقی بادشاہی لشکر دشمن کی
 خانہ بربادی کی طرف آمادہ ہوا یہ لشکر کشی ہو رہی تھی کہ غرہ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ کو قلعہ دار قلعہ کی کنجیا
 لیکر شاہزادہ کچھ متین حاضر ہو گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ غرض کہ ان حمات میں دلیر خان نے خوب ب
 بہادریاں دکھائیں اور شاہجہان بادشاہ نے انکو خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا
 اس کے بعد وہ جلی طلبی کا حکم کیا اور دلیر خان دکن سے واپس آکر شاہجہان بادشاہ کی حضور
 سے مشرف ہوئے سلیج میں شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو تھارہ محرمات

۱۔ شاہجہان بادشاہ نے خلیفہ ایسا دل و دماغ پایا تھا کہ جب کی نظیر لائق بادشاہوں میں ملنا مشکل جو عالی دماغی اور بزرگ فہمی کے
 ایسا تھیں۔ اہل مارت و نفارت اور شاہانہ قیاضی ایسی واقع ہوئی تھی کہ انکی قدر دانی و داد و دوش ضرب المثل جو انکی بنی ہوئی تھیں
 ایسی عالی شان ہیں جو تہذیب کا عظیم المثل سمجھی جاتی ہیں شاہجہان کے عہد میں اہل اسلام کی سلطنت اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی اور
 پوری بادشاہت کا شباب تھا اسکے عہد میں جو صوبے زیر حکومت تھے ان میں سے تھوڑے بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوا اور جو تھوڑے
 میں کسی نے کمرشی نہیں کی بلکہ راجپوتوں نے وہ وفاق داری اور جان نثاری کے کام کیے جو دوسرے ہونا مشکل ہیں اور باریک بینی
 و شوکت تھی کہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی تو ان میں تلخ و بدخشان اور آہای مالک و راہ النہر فتح کر لیے مگر سوچے سے کہ نہیں ہوئی
 بہت اور انتظام میں روپے کا صرف زیادہ ہو اور مصارف سے حاصل کم ہے لہذا انکو چھوڑ دیا دکن میں فتوحات نمایاں کیں اور
 کی ملکیت کو فتح کر کے شامل خالصہ کر لیا اور دو ریاستیں گوکنڈہ اور جاجپور کی جو باقی رہی تھیں انکو اپنا جاگہ دار بنایا اور وہاں کے
 تخت نشین بنائے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینا چاہا باغضلاع دکن کی پالیس کر ای بندوبست وہ سالہ جاری کیا۔

شاہجہان اسلام کا پابند تھا وہ مسلمانوں پر مہربانی کرتا تھا اسکے ساتھ ہندوؤں پر بھی شفقت فرماتا تھا اسکے عہد میں حج ہندو
 کو اور سلطنت میں عروج حاصل ہوا کسی اور سلطنت میں نہوا اس حسن انتظام کو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی محصول نہیں
 پر ڈھایا اور آمدنی کو بڑھایا اکبر نے جو اٹھ سال کی فرمانروائی میں خزانہ جمع کیا تھا اسکا بڑا حصہ جاگیر نے بائیس سال کی
 حکومت میں خرچ کر ڈالا اسکے بعد شاہجہان نے جتنا روپیہ جمع کیا اتنا کسی بادشاہ ماضی سے جمع نہ ہو سکا اس سے ثابت
 ہوتا ہے کہ وہ کیسا عاقل و متبطل بادشاہ تھا سلسلہ حج سے مسلمانوں کو دولت آباد ہر اہل ملکانہ وغیرہ کے قلعجات

کر کے بلند آواز کیا۔ سسج میں شاہجہان بیمار پڑا اور شہزادہ محمد شجاع نے جو صورت
بنگالہ کا ناظم تھا خام خیالی سے باپ کی اطاعت سے منع پھیرا اور پٹنہ عظیم آیا دیر لشکر کشی
کر کے ملک خالصہ پر دست رازی شروع کی حتیٰ کہ بنارس تک گیا جہاں لالہ وارا شکوہ کو
یہ بات معلوم ہوئی کہ شجاع نے بنگالہ کے حدود سے باہر قدم بڑھایا تو اکیر آباد سے شاہزادہ
سلیمان شکوہ کو جو داراشکوہ کا بڑا بیٹا اور لائق تھا محمد شجاع کے مقابلہ کے لیے

بقیہ سابقہ فتح کیے چنانچہ اس فتحیابی کو طالب کلیم نے قطع میں ٹم کیا جو بادشاہ نامہ میں شاہجہان نے درج کر دیا اور
سے شاہجہان تخت کشور اقبال گرفت یافت زعد و ملک و سرو مال گرفت چل قلعہ کیسکال گرن کیش و شاہجہان تو نہ چل
سال گرفت صفحہ ۸۱ (بادشاہ نامہ) اور کئی کرور روپیہ کا ملک بڑھایا انعامات میں جو رقم اسنے دی اسکی جو بھائی بھی سی
عہد میں نہ دی گئی ساڑھے نو کرور روپیہ جبین نصف نقد اور نصف جنس صرف بیس سال کی حکومت تک نہ پاس
میں مر جمع کیا۔ دو کرور پچاس لاکھ صیفہ تعمیرات میں صرف کیے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک کرور روپے
لاکھ دار الخلافہ اکیر آباد کی عمارات میں جبین پچاس لاکھ تاج محل میں جو بارہ بیس کی مدت میں میرزا اکبر الیم
و مکرمت خان کے زیر اہتمام تیار ہوا اور ساٹھ لاکھ موتی مسجد اور دولت خانہ اور دیگر مکانات و باغات
میں صرف ہوئے اور پچاس لاکھ قلعہ معلیٰ کی تعمیر میں اور دس لاکھ جامع مسجد دہلی کی عمارت
میں اور پچاس لاکھ روپیہ عمارات لاہور میں اور بارہ لاکھ عمارات کابل میں اور آٹھ لاکھ عمارات کشمیر میں اور
آٹھ لاکھ حصار قندھار اور بارہ لاکھ عمارات اجمیر و احمد آباد وغیرہ میں خرچ ہوئے ماہ ربیع الاول سنۃ ۱۰۵۷
مطابق ۱۰ جولائی ۱۶۴۷ء میں شاہجہان کی پیدائش ہوئی خرم نام رکھا گیا اسکے دادا اکبر بادشاہ
نے تربیت کی بعد انتقال اپنے باپ جہانگیر کے سنۃ ۱۰۷۷ء میں تخت نشین ہوا (شاہاب الدین محمد شاہجہان جہانگیر)
جانی لقب اختیار کیا ہے بدل خان نے مصر عتایع جلوس سے جلوس شاہجہان و وزیر ملت و دین و اور جلوس
خوشنویس نے سے شاہجہان یا شد شاہ جہان۔ پیش کیا شاہجہان نے جلوس کی تہنیت میں بہتر لاکھ روپیہ لاکھ
استحقاق کو تقسیم کیے اور تخت نشینی کے بعد رسم سجدہ اور پابوسی کا اٹھا دیا سادات علما و صلیا کے لیے ملاقات
کے وقت سلام علیکم اور نصرت کے وقت فاتحہ پڑھنا مقرر کیا خود ہمیشہ با وضو رہتا اور عبادت الہی کیا
کرتا اسکے عہد میں اہل کمال ایسے جمع ہوئے کہ دار السلطنت دہلی شیراز و بغداد کا نمونہ بن گیا بائیس صوبہ ایسے تاج
تھے اور بائیس کرور سالانہ ملک کی آمدنی تھی فوج میں دو لاکھ سوار آٹھ ہزار منصفدار اور سات ہزار احدی تھے
اور ایک لاکھ پچاسی ہزار سوار شاہزادہ دارا اور امر کے ماتحت تھے چالیس ہزار پیادے تھے دس ہزار
کی جماعت بادشاہ کے ہر کاب ہتی تھی تین ہزار مختلف صوبجات میں رہتی۔ عاملوں و فوجداروں کی جماعت

روانہ کیا اور دلیر خان کو ہمراہ کیا چنانچہ بادشاہی لشکر بنارس پہونچا وہاں جا کر
یہ معلوم ہوا کہ موضع بہادر پور جو گنگا کے کنارہ بنارس سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر
آہن محمد شجاع معہ اپنی فوج کے پڑا ہوا ہے اس سے ڈیرہ کوس کے فاصلہ پر بادشاہی
لشکر خمیہ زن ہوا۔ ۲۱ جمادی الاول کو شاہی لشکر علی الصبح کوچ کی خبر مشہور کر کے
محمد شجاع کے سر پر چاہو نچا محمد شجاع اس وقت کمال بمفکری سے خواب غفلت میں

یقیناً سنا بقہ علاوہ تھی علانی سعد اللہ خان اور فضل خان وغیرہ اسکے نہایت لائق وزیر تھے سعد اللہ خان
وزیر اعظم اور علی مردان خان امیر الامرا کی تختواہ میں بارہ بارہ کرودام یعنی تیس لاکھ سالانہ مستر رہتے
اور غیر اسی منصب والے امیر کی تختواہ معہ مشاہرہ فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ جاگیر کی ہوئی تھی
حسکی تصدیق بادشاہ نامہ کے صفحہ (۵۲۳) میں مرقوم ہے منصبدار وہین چار شخص ہفت ہزاری اور ہترہ
ہنہزاری اور عودہ چار ہزاری اشخاص تھے کثرت آبادی سے علاوہ ملک مفتوحہ کے ایک کرودام کی
جمع کا اضافہ ہو گیا تھا۔ اسکے جواہر خانہ میں جواہرات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ روئے زمین کے کسی بادشاہ
کے جواہر خانہ میں شاید اس سے زائد نہ ہونگے دو کرور کے جواہرات شاہزادوں میں تقسیم کیے اور پانچ کرور
کے جواہرات زیورات مرصع میں استعمال کیے اور دو کرور کے جواہرات ملبوسات میں جڑوائے ایک کرور
کی تیار کی میں تخت طاؤس بنوایا جو ڈھائی گز چوڑا سوا تین گز لانا اور پانچ گز بلند تھا جس میں باہر کھڑک
اسل ویا کرت و زمرہ جڑے ہوئے تھے تخت پر دو طاؤس مرصع نصب تھے اور دونوں کے درمیان ایک
درخت لعل والہ اس دھواں دید وغیرہ کا قائم کیا تھا یہ تخت سات برس میں تیار ہوا تھا ایک مرصع تاج قیمتی
بارہ لاکھ کاجس میں پانچ اصل اور پچیس درشا ہوا جڑے تھے تیار کر لیا ایک خیمہ جس کو تین ہزار فرش نصب کرنے
تھے اور دس ہزار اس کے سائے میں بیٹھتے تھے بنوایا تھا اس خیمہ کا نام دلبادل تھا ایک قذیل بطور
طرحی گلکاریوں اور طلا و جواہرات وغیرہ سے مرصع کرائی تھی مدینہ منورہ حضور سرور عالم صلعم کے روضہ
قدس کے لئے معذرائہ کے بھیجی تھی۔ اس قذیل کا نام گل محمدی رکھا گیا۔

المختصر ۲۲ جب سن ۱۰۷۵ سال کی عمر میں نظیر فرمانروائی کر کے عرض میں لے کر عرشہ و تختان قلب شاہجہان نے انتقال کیا اور
آگرہ میں اپنی بیاری حکیم احمد بنداؤ ممتاز الزمانی کے ہمہ ہلوتا ج محل میں مدفون ہوا تاہی انتقال سے شاہجہان کو
زعالم سفر کر شاہجہان ہر ایک مصرع سے علیحدہ علیحدہ تکیہ و تہذیب و تہذیب کی مدد سلطنت انیس سو وادہ علیحدگی سلطنت
۸ سال کو نشینی عبادت الہی و شغل آیات نبوی و خیر غیرت میں گذرانے بعد رحلت فرودس آشیانی کے خطا
سے مخاطب کیا گیا نہایت عالی دماغ عادل فیاض مردم شناس عبادت گذار زہد بادشاہ تھا۔

پڑا ہوا تھا اوپر عیش پسندی اس درجہ غالب تھی کہ مصلحت وقت سے بھی کچھ
 سروکار نہ رکھتا تھا بادشاہی لشکر کو دیکھ کر محمد شجاع نہایت سرسیمہ ہوا اور کچھ تھوڑی
 دیر لڑا آخر کار اسپرعب چھا گیا اور بیسیا ختہ بھاگ کر ایک کشتی میں بیٹھا اور ٹپنہ
 کی طرف روانہ ہوا یہاں بادشاہی لشکر نے اسکا خزانہ تو بچانہ ورسد وغیرہ کاسامان
 سب لوٹ لیا اور سلیمان مشکوہ نے مع اپنے لشکر ظفر پیکر کے اسکا تعاقب کیا جب
 شجاع ٹپنہ سے مونگیر پہونچا اور وہاں بھی اسکے پاؤں نہ جمنے پائے تو وہاں سے وہ
 بنگالہ چلا گیا آخر کار ٹپنہ سے مونگیر تک تمام ملک بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گیا
 اس فتح کے صلہ میں شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو سہ
 ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا مائرا لام
 میں ہے کہ انھیں ایام میں ایک ہزار کا انکے منصب میں اور اضافہ ہوا غرض کہ
 شاہجہانی دربار سے دلیر خان کو چار ہزاری منصب عنایت ہوا تھا
 جب سلیمان مشکوہ یہ فتح حاصل کر چکا اور حسب الطلب اپنے باپ دادا کے
 نہایت عجلت سے دار الخلافہ کو آ رہا تھا ٹپنہ سے قصبہ کڑہ تک جو الہ آباد کے
 قریب ہے وہ پہونچا تھا کہ وہاں ۵ رمضان کو یہ خبر سنی کہ شاہجہان بادشاہ
 ۱۷ سالہ شاہجہان کی علالت اور اسکے بیٹوں میں باہم خانہ جنگیاں ہو کر اورنگ زیب کا تخت نشین ہونا ایک
 مدت تک شاہجہان بادشاہ سلطنت کے کاروبار میں ہمہ تن مصروف ہوا آخر کار اس محنت و جانکاهی سے ضعف
 دماغ اور صحت میں فتور لاحق ہوا مسئلہ جلوس، ذی الحجہ ۶ شہری کو جس بول کے مرض میں مبتلا ہوا
 شدت مرض سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا سات روز تک کوئی چیز طاق سے نہ اتاری اطباء نے ہر غنہ علاج کیا
 مگر کوئی تہیر کار نہ ہوئی اسوجہ سے بادشاہ امورات ملک میں مصروف نہ ہو سکا اور نہ باہر اسکا اسکادراں شکوہ
 جو بڑا بیٹا اور ولیعهد تھا اسنے سارا کام سلطنت کا اپنے ہاتھ میں لیا اسوقت شاہجہان کی اولاد میں چار بیٹے

مرض نے غلبہ کیا ہے اور میرے باپ چچا یعنی داراشکوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دو بیٹاں ارجمند باو عرف تاج محل کے بطن سے تھیں سلطان داراشکوہ مرزا شجاع محمد اور نگ زیب۔ مراد بخش جہان آرا عرف بیگمناجہ اور روشن آرا شاہجہان نے ان سب کو آداب تعلیم سے آراستہ کیا تھا اور ہر ایک بیٹے کو وسیع ملک عنایت کیا تھا اور اس صوبہ کا انتظام اسکے سپرد کیا تھا ہر ایک بیٹا کسی نہ کسی لیاقت میں طاق تھا۔ ہر ایک بھائی اپنی بلند نظری سے ایک دوسرے سے حسد رکھتا تھا۔ داراشکوہ کی عمر اس وقت ۴۲ سال کی تھی بادشاہ کو وہ سب سے زیادہ عزیز تھا اسکی دوری شاہجہان کو بھی پسند نہ تھی داراشکوہ نہایت سخی آزاد طبیعت شان و شوکت کی طرف بالطبع میلان رکھتا تھا اور انتہا میں اپنے مین بے صبر تھا اور احتیاط کو کمرہ جانتا تھا مگر تعصبات میں ڈوبا ہوا تھا کفر و اسلام کو برادر توام جانتا تھا اپنے پردہ اکبر کے مدد سے کاغذ بسلم تھا بڑے بڑے پنڈت بنارس سے بلا کر وید کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی میں کرایا کتاب سر اکبر اور نور الانوار وغیرہ خود اسکی تصنیفات سے آج تک موجود ہیں راجہ راجہ کپتان سے گزری ہیں وہ بجائے اللہ اکبر کے پر بھوانگشتری پر کندہ کر اسکے پنتا تھا فکر کر نیوالے شخص کے مغلوب کرنے کی فکر میں رہتا تھا اسلئے شاہجہان کہا کرتا تھا کہ یہ (برون کے لیے پھلا اور بھون کے لیے براد ہے اس سے چھوٹا شجاع تھا جسکی عمر اس وقت چالیس سال کی تھی اور وہ صوبہ دار بنگالہ تھا عالی دماغ تھا مگر عیش پسند تشریف خیال تھا اسکے بارہ مین شاہجہان کہا کرتا تھا کہ شجاع جزا سیریشی وصف دیگر نہ دارد اس سے چھوٹا اور نگ زیب تھا جو صوبہ دکن کا ناظم تھا بعد جری نہایت متعل سوچکر بات کہتا اور ملکی جڑ تو زمین خوب بہت مستقل دور اندیش دشمن کو اپنا دوست بنالینا اسکا کام تھا لڑکپن سے وہ زہد و تقویٰ اور صوم و صلوات کا عادی تھا مذہب کے بڑے بڑے خطرہ کے اٹھانیکو وہ فخر جانتا تھا مہات عظیم میں بڑی بڑی فوجوں کی سپہ سالاری کر چکا تھا شاہجہان نے اسکے متعلق لکھا کہ ذی عزم و مال اندیش نظری یا غلب کہ متعل امر خطیر و یاست تو اندیشہ مراد بخش سب سے چھوٹا گروہ کا صوبہ دار تھا عیش و وسعت سے نوش اسکے متعلق شاہجہان کا قول تھا کہ مراد بخش ہول الکلیف باکل و شرب ساختہ دایم انحر است) جہان آرا نہایت عقیل و دجیہ تھی امور اس سلطنت میں دخیل تھی شاہجہان کو کل اولاد میں داراشکوہ بڑا بیٹا اور جہان آرا بڑی بیٹی تھیں عزیز تھی۔ روشن آرا نہ چند ان فرزند باپ کو اسقدر محبوب مجلس اسے شاہی مین وہ ہسان آرا

اور اورنگ زیب کے باہم جنگ ہو گئی اور میرے باب

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور داراشکوہ سے حسد رکھتی اور اورنگ زیب کو خبرین پہنچایا کرتی تھی شاہجہان نے ہر چند چاہا کہ بھائیوں میں اغوت و محبت رہے مگر سب نصیحتیں ضائع گئیں فتنہ پردازوں نے بخشین ڈلا دین ایک دوسرے سے بد لالینے میں مستعد تھا جب شاہجہان علیل ہوا تو اس نے داراشکوہ کے ہاتھ پر ارکان دولت کی بیعت کرادی اور داراشکوہ نے اختیار پا کر اپنے حسبِ مرضی معاملات کیے اور شاہجہان کی علالت کی خبر و قانع نگاروں کو لکھنے کی ممانعت کرادی ملک میں چل چل کر گئی بعضوں کو شک ہوا کہ بادشاہ زندہ و سلامت نہیں رہا جب بھائیوں کو یہ معلوم ہوا کہ باب کا آخرت ہے اور داراشکوہ سلطنت پر مسلط ہے تو مراد بخش نے گجرات میں تاج شاہی سر پر رکھا اور شہنشاہ نے ہنگامہ میں خود سری کر کے مالک بادشاہی جو اسکے حدود سے باہر تھے قبضہ کرنا چاہا چنانچہ وہ بنارس تک آگیا اور داراشکوہ نے اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو معہ نواب دلیر خان اور راجہ جے سنگ کے اسکے مقابلہ کو بھیجا جسکا مفضل قصبہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے اورنگ زیب نے یہ دانا کی کہ بظاہر روکن میں تخت پر نہ بیٹھا مگر درپردہ سب سامان تیار کیا اور باب کی عیادت کا ہاتھ نہ کر کے دارالسلطنت کو چلا شاہجہان کو جب اپنے تیوں بیوں کی یہ سرکشی اور خبریں معلوم ہوئیں تو اسکو بجز داراشکوہ کے اور کسی کا اعتبار نہ رہا اسلئے جو داراشکوہ کہتا تھا وہ کرتا تھا اب شاہجہان وہی ہے اگر جلا آیا جب اورنگ زیب بریا پور کی طرف روانہ ہوا تو اس نے یہ سوچا کہ شجاع کی طرح اگر مراد بخش بھی داراشکوہ کے لشکر سے متعلق ہو گیا تو اسکو ہست قوت ہو جائیگی لہذا اسکو ملانا پاب ہے چنانچہ میل و محبت کے کئی خط لکھے کہ ہم دونوں باب کے پاس چلیں اور داراشکوہ مفروضہ کو جس نے باب کو غلبہ سے مقید کر لیا ہے وہ کرین گزرنے کی کی تو داراشکوہ کی عداوت سے ہم تم سلامت نہیں رہیں گے اور اس طرح کے غلبہ سے کفر کا رواج ترقی پا کر اسلام جاتا رہے گا مجھے کچھ دنیا سے سروکار نہیں تم سلطنت کرنا غرض کہ مراد بھی اورنگ زیب کے ہینال ہو کر ۲ رجب کو اٹھارے راہ میں دیپال پور کے قریب معہ لشکر کے اورنگ زیب سے آگیا جب داراشکوہ نے اورنگ زیب کے انہی خبر سنی تو اس نے ایک بڑا لشکر راجہ جسونت سنگ کو دیا کہ سدرہ ہونیکے لیے روانہ کیا اور راجہ نے دو دن سفر اذون کو روکا انجام کار قریب او جیلن کے جنگ

داراشکوہ نے شکست پائی اس دشتناک خبر کو شکر شہزادہ نہایت مضطرب ہوا

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل ہوئی خوبی تفتیر سے اورنگ زیب غالب ہوا اور راجہ کو شکست ہوئی جب داراشکوہ نے اپنے لشکر کی شکست سنی تو نہایت سرسیمہ ہوا اور ایک بڑی فرج جمع کی جیسے ساٹھ ہزار سوار تھے اوپر خزانہ کا منہ کھول دیا اور خلیل اللہ خان کو سردار کر کے مقابلہ کو بھیجا شاہجان نے علالت کی حالت میں دونوں بیٹوں کے مابین صلح کرانے کے ارادہ سے میدان جنگ میں جانا چاہا بلکہ پیش بھی باہر نکالنے کا حکم دیا کہ دونوں لشکروں کے درمیان میں میرا خیمہ کھڑا کریں مگر داراشکوہ جانتا تھا کہ باپ کے جانے سے صلح ہو جائے گی وہ راضی نہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ شاید شاہخان نے عالمگیر کی بلند اقبالی اور جوہر ذاتی پر نظر کر کے شاہجان کو منع کیا غرض کہ داراشکوہ ۲۹ شعبان کو خود مقابلہ کے لیے گیا اور اکبر آباد سے دس کوس کے فاصلہ پر جا کر خیمہ زن ہوا اس عرصہ میں جہان آرا کی طرف سے ایک خطاوسکا بخشی محمد فاروق اورنگ زیب کے پاس اس مضمون کا لایا کہ خدا کا جواب اعلیٰ حضرت اچھے ہیں اور عبادت الہی کر کے بندگان خدا کی رفاہ میں توجہ کرتے ہیں اور ملکی انتظام میں مصروف رہا کرتے ہیں ٹکوا اپنے ولی نعمت کے مقابلہ میں مسلمانوں کی خوریزی اور بڑے بھائی کے ساتھ صفائی بہتھناے اولی الامر تکم خدا و رسول کے حکم کے خلاف ہے جان تک آگئے ہو وہیں قیام کرو جو تمہارے دلیمن باتین ہوں آگاہ کرو تا کہ سب بادشاہ سے عرض کیا جائیں اور تمہارا کل کام کر دیے جائیں اور ہر خط پہنچاؤ اور ہر داراشکوہ جنگ کو پہنچ گئے عالمگیر نے اس خط کے جواب میں اپنا عریضہ قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا بھیجا۔ حضرت نعل سبحانی کی خدمت اشرف میں یہ عرض ہے کہ جب ملکی مالی اختیارات انحضرت کے ہاتھ سے شاہزادہ کلان کے ہاتھ میں آئے تو وہ اپنی طبیعت کے موافق اس نیاز مند کے ایذا اور آزار کے درپے ہوا اس وقت میں چچا پور میں حسب حکم معرکہ آرائی کر رہا تھا کہ اس نے سب امیر و فوج حکم بھیجا کہ میرے پاس سے ہٹا لیا تاکہ مجھے ذلت ہو اگر بادشاہی لشکر کو کوئی گزند پہنچتا تو ہفت قلم میں کیسی بدنامی ہوتی مینے مصلحت وقت سے غنیمت کی گوشمالی کر کے مطلب حاصل کر لیا اور صحیح و سالم نکل آیا داراشکوہ نے میری طرف سے آپکا دل بڑا کیا جس وقت سنگھ کو ایک بڑا لشکر دیکر مجھے حضور کی خدمت کی حاضری سے مانع ہوا محمد شجاع کو یہاں شکوہ کے ہاتھوں سے دلیل کرایا اب میرے

جب یہ خبر عام ہوئی تو اہل لشکر بھی اس سے جدا ہونے لگے چنانچہ اصبح بے شکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل مقابلہ کو دھوپور آیا ہے مگر مجھ صفت شکن کے مقابلہ میں کامیاب نہوگا بہتر ہے کہ وہ پنجاب میں اپنی جاگیر پر چلا جائے اور مجھے حضور کی خدمت میں رہنے دے یہ عریضہ بھیج کر اورنگ زیب اپنی فوج کی آرتنگی میں مشغول ہوا۔ ۱۱ رمضان کو سموگڈھ کے قریب داراشکوہ اور اورنگ زیب کے ہر دو لشکر سامنے آئے اور پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی جب رستم خان اور دیوان محمد صالح جسکا وزیر خان خطاب تھا اور داراشکوہ کے قوت بازو تھے ہلاک ہوئے اور داراشکوہ کے ہودہ میں ایک آتش فشان بان گرجا جس سے وہ گھبرا کر ہاتھی سے اترتا اور حالت مضطرب میں بے ساز گھوڑے پر سوار ہوا اس حال میں ایک خدمتگارا اسکی کمر میں کرشمس باندھتا تھا ایک گولہ کے لگنے سے اسکا دایاں ہاتھ اڑ گیا اور خدمتگارا مر گیا اس سے داراشکوہ اور بھی خوف زدہ ہو کر بھاگا فوج بھی خالی ہو وہ دیکھ کر فرار کی سنگرین ہوئی داراشکوہ مع اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے اکبر آباد آیا اور وہاں اپنی بیوی لڑکے اور کچھ جواہرات و اشرفیاں لیکر باپ کو بغیر منہ دکھائے اندھیری رات میں دہلی چلا گیا ادھر اورنگ زیب کی فتح ہوئی مراد بخش کا چہرہ کثرت زخون سے گلزنک ہو گیا تھا اسکی مرہم پٹی کی گئی۔ ۱۰ رمضان کو اورنگ زیب سموگڈھ سے سواد اکبر آباد میں آگیا تمام ارکان دولت طمع اور خوف سے اسکی خدمت میں حاضر ہو گئے شاہجہان نے اسی حالت میں اورنگ زیب کو یہ خط لکھا کہ میں نے علالت سے دوبارہ زندگی پائی خاطر اشرن تمہارے دیکھنے کی آرزو مند ہوں تمکو مجھ سے فرزانہ محبت اور ملنے کا شوق بہت ہنس گیا اور سپر ایسے نزدیک ہو کر مجھے نہیں ملے۔ ملنے آؤ گے تو البتہ دولت دو جہانی سے بر غور داری پاؤ گے فضل خان یہ خط لیکر اورنگ زیب کے پاس گئے تو اسنے باپ کو یہ عرضداشت لکھی کہ فی الحقیقت حضور کی قد مبوسی میرے لیے رحمت پروردگار ہے مدتوں سے اسوقت کا منتظر تھا اب میں اپنی مراد کو پہنچا حضور کے دہلی سے آنکھوں کو روشن کروں گا فضل خان خوش و غرم ہوئے باپ بیٹے کی سعادت نشی سے خوش ہوا اور روز شاہجہان نے اورنگ زیب کو فاضل خان کے ہاتھ کچھ جواہرات اور ایک تلوار قیمور یہ جسکا نام عالمگیر تھا بھیجی اور بہت باتیں زبانی کھلا بھیجیں جب فاضل خان یہ تحفہ دیکر واپس ہوئے تو قسم پر دار

جنکو شہزادہ کا اتالیق بنا کر بادشاہ نے ساتھ کیا تھا وہ بھی شہزادہ سے علیحدہ ہو گئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل نے سمجھا یا کہ شاہجہان کا ارادہ آپکو قلعہ میں قید کرنے کا ہے اور نگ زیب
 اس وقت سے باپ کے بالکل خلاف ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے خطوط آئے امر از بانی پیغام لا
 مگر یہ باپ سے صاف نہوا طویل اللہ خان نے بھی جائی کی مانگت کی اس موقع پر ایک فرمان شاہجہان
 نے جو قابل دید ہے مگر بوجہ طوالت کے یہاں نہیں لکھا جاتا ہے اور نگ زیب کو بھیجائیں اس کا جواب
 اور نگ زیب نے یہ لکھا کہ اس فرمان کے ہر کلمہ پر جان نثار کروں تو کیا ہے اور کمال ارادت سے
 دوڑ کر آؤں تو زیبا مگر بھڑامور سے ایک طرح کا حجاب حضور ہو گیا ہے اور آپ کی طبیعت بالکل بد ہو جانے
 سے مجھے وہم نے مغلوب کیا ہے اگر حضور اپنی رحمت سے قلعہ کا دروازہ کھول دیں اور میرے امیون کو
 سپرد کر دیں تو تلافی تقصیر کے لئے حضور میں حاضر ہوں اور کہیں ایسے امر کا وادہ نہ ہوں جس میں حضرت
 کی خفت ہو جب یہ عرضداشت باپ کے پاس پہنچی تو شاہجہان نے قلعہ کھول دیا اور شہزادہ محمد سلطان
 نے بروز جمعہ ۱۱ رمضان ۱۰۳۸ کو سب کا رخصت کرنے مہرین لگا دیں اور شاہجہان بادشاہ کو
 اپنے باپ کے حکم سے نظر بند کر لیا اس حالت میں جہان آرا باپ کی طرف سے یہ پیغام لیکر بھیجائی کے
 پاس آئیں کہ حضرت ظل الہی کی شاہانہ مرضی یہ ہے کہ داراشکوہ کو ملک پنجاب مع مضافات کے
 عطا فرمائیں اور مراٹھس کو گجرات اور شجاع کے پاس بنگالہ بدستور ہے اور ملک دکن محمد سلطان
 کو عنایت کر دیں اور شاہ بلند اقبال کا خطاب اور کل مالک محروسہ کی ولیعهدی کا منصب عالی
 آپ کو مبارک ہو آپ اس بات کو قبول فرمائیں اور غرضمند و کئی بات پر نہ جائیں بغیر کسی وسوسہ کے بلکہ
 کیخند متین چلیے اور ان کے خاطر مشتاق کو اپنے دیدار سے مسرور کیجیے اور نگ زیب نے داراشکوہ
 کے عداوت کی شکایتیں کیں اور ان درخواستوں کو قبول نہ کیا اسی طرح پیغام سلام ہوتے رہے آخر کار
 بعد گفت ہشنید کے اور نگ زیب تیسرے دن باپ کے پاس جائیکے لیے سوار ہوا شایستہ خان
 اور شیخ میر نے سلسلے آکر عرض کیا کہ حضور کا جانا عقل و دور اندیشی سے بعید ہے جب تہہ اس کے فضل
 سے قلعہ پر عمل دخل ہو چکا ہے اور اعلیٰ حضرت کا اختیار و اقتدار کچھ نہیں رہا تو کیا ضرورت کہ آپ عمل
 خطر میں جاتے ہیں اس سمجھانے سے اور نگ زیب واپس چلا آیا لیکن صاحبہ کے جائیکے بعد جعفر خان نے

اس حالت کو دیکھ کر شاہزادہ اور بھی زیادہ گھبرایا اور اوسپر عجیبے نشانی و حیرت کا عالم پھیلایا اوسوقت کمال خطرانی سے سلیمان شکوہ نے دلیر خان کو بلایا اور اپنے بارہ مین صلاح و مشورہ کر کے دلیر خان سے مدد و شرکت چاہی دلیر خان نے یہ رائے دی کہ الہ آباد سے دریائے گنگا اوتر کر شاہجہان پور چلیے وہ آباد کیا ہو امیر کے بھائی بہادر خان کا ہے اور وطن افغانوں کا ہے وہاں چلکر ٹیپانوں کو جمع کر کے فوج کا انتظام کرنا چاہیے اسکے بعد جو مقتضائے وقت اور مناسب حال ہو اوسپر عمل ہونا چاہیے اس شرط سے مین آپ کی رفاقت کو تیار ہوں شاہزادہ سلیمان شکوہ نے جو دلیر خان نے کہا تھا قبول کیا اور دوسرے روز انکے

بقصہ حاشیہ صفحہ ماقبل یکم تقریب خان اور اسکے رایان راہہ رکھنا تھا دیوان سلطنت معتمد وانی کے آگئے تو اورنگ زیب نے ایک شاندار دربار کیا سند پر شاہزادوں کی طرح بیٹھا مگر نذرین شاہانہ طور پر سب امر او منصبداران سے لین پھر شان و شوکت کے ساتھ بائیں پر سوار ہو کر دارا شکوہ کی جلی میں چلا گیا محمد سلطان نے باپ کے حکم سے تمام بادشاہی خزانوں اور کارخانوں کو شہ خانوں کو بھیج دیا ۲۱ رمضان ۱۰۶۵ء کو شاہجہان بالکل غریب ہو گیا اسکی تاریخ ماقبل خان نے فاعبر وایا علی الاصلہ لکھی جو بحساب بی عجیبے تجربہ سے صحیح آتی ہے۔

۱۷ سلیمان شکوہ از حیرت زدگی دلیر خان را طلبیدہ در صلاح کار مشورہ نمود اوسوقت امر افتخار خود را مشروط بر قتل شاہجہان پور کہ آباد کردہ بہادر خان و وطن افغانہ است نمودہ متعجب گردیدہ کہ در آنجا پناہ از افغانان وغیرہ فراہم آوردہ ہرچہ صلاح باشد بعمل خواہ آمد سلیمان شکوہ قبول این گفتش نمود و راہہ

ساتھ الہ آباد جانے کا قصد کیا جب راجہ جے سنگھ والی جیدپور کو جو دلیر خان کے
 بڑے دوست تھے اس امر کی خبر ہوئی تو راجہ موصوف انکے پاس آئے اور
 بہت دوستانہ فمائش کی اور کہا کہ آپ نے یہ غلط رائے اختیار کی کیونکہ وہ جانتے
 تھے کہ داراشکوہ عالمگیر پر کسید طرح قلبی نہیں پاسکتا ہے وہ عرصہ تک بلج وغیرہ کی
 مہمات میں اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رہ چکے تھے عالمگیر کی شجاعت اور
 چالوں سے خوب واقف تھے اسلیے اونھوں نے ہر طرح سمجھایا کہ سلیمان شکوہ کی
 شرکت میں بھر خانہ بربادی کے کوئی نتیجہ نہیں آخر میں فتح عالمگیر ہی کو حاصل ہوگی
 غرض کہ دلیر خان کو راجہ نے انکے اس ارادہ سے باز رکھا اور اپنے ساتھ عالمگیر
 کے پاس چلنے کے لیے متفق کیا جب دوسرے روز بموجب اقرار کے سلیمان شکوہ
 نے الہ آباد کی طرف سے شاہجہانپور چلنے کا قصد کیا تو دلیر خان نے کچھ تمہید اٹھا کر
 معذرت کی اور راجہ جے سنگھ کے ساتھ اسی منزل میں رہ گئے اور شاہزادے کے
 ساتھ کوچ نہ کیا چارنا چار شاہزادہ الہ آباد گیا اور دلیر خان وہاں سے چسکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل جے سنگھ چون برین منے آگئی یافت دانست کہ دلیر خان از خامی و بے
 تجربگی سود خود را از زیان شناخته نزد میر غلط باختہ است بمقتضای دوستی و مودتے کیا اودا
 با بلاغ فصاحت دوستانہ و تذکار مقدمات عاقلانہ خان مذکور را ازین ارادہ فاسد کہ غیر از خانہ
 خرابی اود قبیلہ اش حاصلاً نہداشت باز آردہ دور عزیمت و آوردن عقبہ عالمگیری با خود متفق و ہم
 داستان خود ساخت چون روز دیگر سلیمان شکوہ بتاثر قرار داد مذکور عزم مراجعت بہ الہ آباد دلیر خان
 تمہید سے نمودہ بار راجہ جے سنگھ در ہان منزل ماند و دلیر خان سہ چار روز پیش از ملازمت راجہ مابین
 سلیم پور و متھنہ بتفصیل عقبہ عالمگیری چہرہ دولت برافروختہ باضافہ ہزار ہی ہزار اسوار انیصیب پنجہزای
 پنجہزار سوار و الارقبہ گشت۔ ماخر الامر تذکرہ دلیر خان روایت دال

‡

‡

‡

‡

‡

‡

‡

‡

‡

‡

‡

‡

‡

راجہ جے سنگھ سے تین چار روز پیشتر سلیم پور اور متھرا کے مابین عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوئے اسوقت عالمگیر نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ حسین گھوڑا معہ ساز طلائی اور تلوار و جہیز مرصع تھا مرحمت کیا اور منصب میں ایک ہزار کا اضافہ کر کے پنہجری منصب اور پانچ ہزار سوار سے سرفراز کیا عالمگیر ابتدا سے دلیر خان کی شجاعت اور وضع داری سے خوب واقف تھا اور وہ تو ن معرکوں میں انکا ساتھ دیا تھا اسلیئے اسنے انکو خاص امرا میں شامل کیا اسکے بعد دلیر خان اور شیخ میر کو معہ ایک لشکر کے داراشکوہ کے تعاقب کے لیے مقرر کیا اسی اثنا میں عالمگیر نے مراد بخش کو جو اسکا چھوٹا بھائی تھا اور تخت کا خواستگار تھا اور اپنے ساتھ چند لوازمات شاہی علیحدہ رکھتا تھا ۴۴ شوال کو متھرا میں گرفتار کر کے شیخ میر اور دلیر خان کے سپرد کیا کہ سلیم گڑھ کے قلعہ میں پہنچاؤ چنانچہ یہ دونوں سردار معہ اپنی جماعت کے شہر آوہ مراؤ کو لیکر شاہجہان آباد پہنچا آئے اور عالمگیر سے جب کونخ کرتا ہوا

۱۵ چارم ماہ شوال در قلعہ متھرا داخل روز مراد بخش را دستگیر نمودہ بھوابے یہ راے صاحب بعد از دوپاس شب آن تیرہ روز قلعہ اندر رہا بعد از دوپاس روز چارم ماہ شوال در قلعہ متھرا داخل روز مراد بخش را دستگیر نمودہ بھوابے یہ راے صاحب بعد از دوپاس شب آن فرستادند کہ آنجا پاسہ نذران بکافات باشد عالمگیر نامہ ۱۳۸

چار دہم خضر آباد و مرکز آمد اقبال گشتہ در روز و لکر کہ آنجا مقام بود شیخ میر و دلیر خان کہ چنانچہ گذارش یافت برسانید مراد بخش قلعہ شاہجہان آباد متعین شدہ بود نہ شرف بساطوں یافتہ ۱۴۲ عالمگیر نامہ ۱۳۹
 ۱۴۰ دلیر خان بلیا وی طالع از بیت و ہموی سلیمان شکوہ تخلص و زیہ بود شرف اند و نقیض سده اقبال گشتہ بواسطہ خدمت فاخرہ واسپ با ساز طلا و شیر و جہ مرصع و با عافہ ہزاری ہزار سوار منصب پنہجری و پنہج ہزار سوار مطرغہ انظار فرستادہ از عالمگیر نامہ صفحہ ۱۳۰

خضر آباد پہونچا تھا شیخ میرودلیر خان آکر ملے دلیر خان کی خیر خواہی و رہنمائی پر ایسا اعتماد تھا کہ مدعی سلطنت کو عالمگیر نے اسکے سپرد کیا۔ ۱۶ تا ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۷۰ھ کو خضر آباد سے سندھ باری کو جو ایک کوس دار السلطنت تھی عالمگیر نے کوچ کیا اسکے دوسرے روز عالمگیر نے اپنے امرا کو انعام و منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ راجہ بے سنگھ کو جاگیر مرمت ہوئی اور سرکار لکھنؤ کی حکومت فوجداری ایرج خان سے نکال کر دلیر خان کو دی گئی اور نیابت اس عہدہ کی دلیر خان کے فرزند جمال خان پر تھا ہوئی اور اس خدمت کے صلہ میں جمال خان کو ہزاری منصب اور چار سو سواروں کی سرداری سے سربلندی بخشی گئی چار پانچ برس تک جمال خان نے اپنے عہدہ کے فرائض کو نہایت کارگذاری سے انجام کو پہونچایا شجاعت اور لیاقت میں یہ مثل اپنے باپ و چچا کے نامور اور بادشاہ کے مورد عنایت تھے مگر وہ ذیقعدہ ۱۰۷۰ھ کو جبکہ عید گلابی کا جشن تھا اور شاہزادوں نے صراحیان بادشاہ کی خدمت میں گدائی تھیں بادشاہ کو یہ خبر سنائی گئی کہ جمال خان سپردلیر خان جو اپنے باپ کے نائب تھے اور بیسواڑہ کی فوجداری پر مامور تھے جو انحرک انتقال کر گئے۔ جب عالمگیر آگرہ سے دہلی چلا تو داراشکوہ اوسکے آئینکی خبر سنکر ۲۱ رمضان کو دہلی

۱۰۷۰ھ و فوجداری سرکار لکھنؤ از تئیر ایرج خان بہر خیر خان مفوض گشتہ جمال خان سپردلیر خان مذکور بہ تینا پر بہ تقدیم آن خدمت مامور و بمنصب ہزاری چار صد سوار سربلندی یافت صفحہ ۱۲۶ عالمگیر نامہ

۱۰۷۰ھ و بعض اشرف رسید کہ جمال خان ولد دلیر خان کہ بہ نیابت پدر بہ فوجداری بمیورہ تینا یا جل طبعی روزگار میانش بہرے خد عالمگیر نامہ - سال خیمہ

سے لاہور روانہ ہو گیا اور اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو جو معہ لشکر کے پٹنہ سے آ رہا تھا لکھ بھجوا کہ لاہور یا سرہند آکر مجھ سے مل جاؤ۔ جب عالمگیر دہلی پہنچا تو داراشکوہ سے میدان خالی تھا مراد بخش کو قید کر چکا تھا اب تخت نشینی میں اسکے کون چارج تھا جو میون نے تخت نشینی کے لیے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ ۱۰۸۷ھ مقرر کیا مگر اسے داراشکوہ کی طرف سے اطمینان نہ تھا اور اتنی فرصت کب تھی کہ شاہجہان آباد کے قلعہ میں جا کر حسب آئین خانہ ان کے مراسم شاہی ادا کرتا لہذا ساعت مقررہ پر اور زیب عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور خطاب و سکہ اور جشن کو تو

لے اور نگ زیب بادشاہ کا حال۔ اس بادشاہ کی پیدائش ۱۰ ذیقعدہ ۱۰۸۷ھ میں ہوئی اور مادہ تلخ (آفتاب عالمتاب) ہے جب ۲۰ برس کی عمر میں ۱۰۸۷ھ کو تخت نشین ہوا تو ۲۰ عدد کی میم بڑھا کر آفتاب عالمتاب خود تخت نشینی کی تلخ نکالی اور خطاب (ابو مظفر محی الدین عالمگیر) حسب دستور سلاطین اختیار کیا۔ عالمگیر ایک تلوار تھی جس کا نام مبارک فال سمجھ کر لقب میں شامل کیا گیا۔ اور نگ زیب نہایت دیندار بادشاہ تھا اعمال و عقائد خفی تھے ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ احکامات بموجب شرع شریف کے جاری کرتا ہر ہفتہ میں تین دن درشنہ جمعات جمعہ کو روزہ رکھتا اپنے غور و نوش کے لیے اپنے ہاتھ سے کب کر ٹاٹوپیان بنا کر اور قرآن لکھ کر گذر اوقات کرتا اور جمعہ کو جامع مسجد میں آکر نماز جمعہ ادا کرتا زکوٰۃ شرعی صرف خاص سے دیتا و قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھ کر مدینہ منورہ و مکہ منظم بھیجے جس میں ایک ایام شاہزادگی کا لکھا ہوا تھا اور سات ہزار روپے کے صرفہ سے مطلقاً غریب کیا کیا تھا گانا کبھی کبھی سنتا تھا مگر فرط پرہیزگاری سے آخر عمر میں وہ بھی مزا میر کے ساتھ ترک کرو یا لباس نامشروع زرو جاہر کا بھی نہیں پہنتا تھا بدعت اور آئین جالت مٹانے اور احکام دین کے جاری کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہتا کوئی لفظ فحش زبان سے نہ نکالتا سیاست شرعی دینا عالمگیر نے ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان نہیں کیا جو ممتاز ہند و خوشی سے شرف باسلام ہونا چاہتے اور خود حاضر ہوتے تو بادشاہ غور اپنی زبان سے تلقین کرتا تھا۔ اور نگ آباد دکن سے اکبر آباد تک اور لاہور سے کابل تک اسے امن و رحمت رسانی

جلوس ثانی پر موقوف رکھا لیکن تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی خوشی میں امرا

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل کی واسطے سرکرکین برائین اور بادشاہی خزانہ سے مسجد و مکان خرچ مقرر کیا
شاہجہان کے عہد میں اونٹنسی ہزار روپیہ ایام تبرک میں خیرات ہوتے تھے اسنے ایک لاکھ انچاس ہزار
روپے مقرر کیے تمام قصبات میں مدرسے اور اسمین طلبہ کے لیے علما و فضلا متعین کیے شیخ نظام
کو میر مجلس مقرر کیا اور دو لاکھ روپیہ صرفت کر کے مسائل فقہ کے دفع اختلاف کے لیے قضاوے عالمگیری
لکھائی خود ہمیشہ کتب حدیث و فقہ و تصنیفات امام جہ الاسلام محمد غزالی کا مطالعہ کیا کرتا عربی و نستعلیق
و شکستہ خط خوب لکھتا تھا ماہ رمضان کے تمام روزے رکھتا تھا نماز تراویح باجماعت ادا کرتا تھا تکرات
کرتا تھا رضی انشا پر دازی میں کمال ملکہ رکھتا تھا چنانچہ اسکے تصنیف میں دفتر شش کلمات طبابت
و دستور لیل آداب عالمگیری و رجات عالمگیری ہیں وہ اپنے ہاتھ سے چند سطریں بلانا نہ دیکھتا
علاوہ فارسی کے ہندوؤں سے ہندی خوب بولتا تھا شعر و سخن سے زیادہ محبسی خود نہ لیتا مگر شعرا کے
شعر بہت قدر دانی سے سنتا بعض اوقات خود بھی شعر کہتا اور بیٹوں کو بیاض میں اشعار لکھا دیتا تھا چنانچہ یہ
شعراں کا ہے غم عالم فراد انست من یک غنچہ دل دارم و چسان و ز شیشہ ساعت کفر ریگ سیاہی
بیٹوں کو غزلی اور فنون سبگری کی تعلیم دلا کر بچکے روز کار بنا دیا تھا ہمیشہ باوجود بڑا اور بزرگ و بزرگ
کے باوجود کثرت مشاغل حکمرانی کے قرآن شریف حفظ کیا جسکی حواشی (روح محفوظ) نکالی گئی حرم سرزمین
لڑکیوں کے لیے عتائہ و دینی اور احکامات مذہبی کی تعلیم مقرر کی ہر مستغیث کو اختیار دیا گیا کہ بلا خوف و تشویش
کام آکر فریاد کرے اور بادشاہ پر بھی اپنے مطالبہ کی نالش کر سکتا ہے اطراف ملکات میں کوئی صورتہ دار
و عامل بلا اطلاع اور بادشاہ کے حکم ثانی کے قتل کا حکم نہیں دے سکتا تھا اکثر اوقات جراثیم پر قتل ہوتا اور قصود
معاف کر دیتا اور سرزادین میں تامل کرتا احتیاط و ہوشیاری کمال درجہ کی تھی اسلیے ہمیشہ بیٹوں کے حالات
پر نظر رکھتا اور انکے مخفی واقعات خفیہ نویس مقرر کر کے دریافت کرتا جب انکو مروج دیکر بھیجتا تو انکے ساتھ
مقتدرات لایق بھیجتا کہ وہ ہمیشہ قابو میں رہیں اور جزئیات پر بھی نظر رکھتا کسی اہلکار کی اصل حقیقت اس سے
پوشیدہ نہ رہتی دکن میں بیٹھتا مگر پچھم و پورپ کے اطراف کی خبر رکھتا حکام کو احکامات خود لکھتا تمام

کو خلعت و انعام سے مالا مال کیا منجملہ اونکے ولیر خان کو خلعت اور اسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل جزو کل کے اختیارات ہر ایک گوشہ ملک سے وقائع نگار لکھتے اور وہ حرفت
بحرف ہر مقرر ہر ایک بات کی پیش بندی کرتا اور چاروں طرف کان لگاے رکھتا استقلال و حمیت کا یہ
عالم تھا کہ اگر دشمن کے ساتھ زیادہ جماعت ہوتی تو حد کی مدد پر نظر کر کے ثابت قدمی کرتا ہر سے
خوشی و ملال و دونوں کے آثار ظاہر نہ ہوتے ضعیفی کے زمانہ میں دکن کی دشوار گزار پہاڑیوں میں لشکر
کشی کرتا گویا خاکشی کا پتلا تھا کسی تکلیف و مصیبت کے وقت نہ گھبرا تا کوئی حتمہ سپاہ کا بلا اسکے
حکم کے قدم نہ اٹھا سکتا امیر نذیرین دیتے اور پیش ہر خلعت پاتے شاہ جہان کے خزانہ میں چھ کرؤ
سے زیادہ روپیہ نہ جمع ہو سکا مگر اورنگ زیب نے تیرہ کروڑ روپیہ چھوڑا آمدنی و خرچ برابر ہی رہا کرتا
تھا ایک ہاتھ سے آمدنی آتی تھی اور دوسرے ہاتھ سے عہد با عہد اولاد کوں سپاہیوں اور امیروں کی تنخواہ
میں خرچ ہو جاتی تھی صبح صادق سے عالمگیر اٹھتا اور مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا اور قرآن و درود و وظائف
میں مشغول ہوتا بعد و تخت عدالت پر بیٹھ کر سیدوں کا انصاف کرتا ولیم بائیس عالمگیر کی آمدنی
پچاس کروڑ لکھتا ہے شاہ جہان کے عہد سے اسکی آمدنی بڑھ گئی تھی کیونکہ بجا اور دیاست گو لکھنہ وغیرہ
اسنے فتح کر کے مالک خالص میں داخل کر لیے تھے اور اسکی سلطنت نہایت وسیع ہو گئی تھی بہت
میں جتنے مسلمان گدرے انی منصب سے زیادہ وہ دیندار اور صاحب قوت تھا پچاس برس
مک پرے کر دیا اور شان و شوکت سے سلطنت کی اسکو بھوری باب سے سزائی کرنا پڑی اگر
یہ نہ کرتا تو دارا شکوہ اسکو بچپن سے بیٹھے دیتا پہلے اسکی نیت باب کی نیابت کی تھی اور باب کو
ہستور بجال رکھنا چاہتا تھا جب اسنے دیکھا کہ شاہ جہان کے دل سے دارا شکوہ کی محبت نہیں جاتی
تو اسنے جتنے مدعی سلطنت تھے سب کو قتل و قید اور شاہ جہان بادشاہ کو معزول کیا اگر دارا شکوہ یا
دوسرے بھائی اسپر قلب پاتے تو وہ بھی عالمگیر کے ساتھ ہی برتاؤ کرتے جو اسنے بھائیوں کیساتھ کیا
یہ اپنی خود کامی اور چالوچر عمری جیتیں بھی قائم کرتا تھا اسکی عمر کا آدھا حصہ کن کے فتوحات اور ہر شے

عہد ولیر خان نہایت خلعت و انعام سے مالا مال کیا منجملہ اونکے ولیر خان کو خلعت اور اسکے

ساتھ ہاتھی و تہنی عنایت فرمائے جلوس کے بعد عالمگیر نے داراشکوہ کے استیصال کی طرف توجہ کی پہلے میر ملک حسین مخاطب بہ بہادر خان کو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد خلیل اللہ خان کو ایک اور لشکر دیکر اورنگ زیب کا سپہ سالار

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل قلع واقع میں صرف ہو گیا اسکے عہد میں راجپوت بگڑے مگر اسنے انکو مطیع کر لیا اسکے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں جنکا تذکرہ راقم نے کمال الدین خان کے حالات میں بشرکت معرکہ شاہ عالم اور محمد عظیم درج کیا ہے اولاد کا لائق وقابل ہونا اسکی تربیت کا نتیجہ تھا بالآخر ۲۰ ذیقعدہ ۱۱۰۸ ہجری روز جمعہ کو ۵۹ برس حکومت کر کے ۹۱ برس کی عمر میں اورنگ زیب عالمگیر نے انتقال کیا۔ حسب وصیت نعش احمد نگر سے اورنگ آباد بھی گئی اور شیخ زین العابدین علیہ الرحمہ کے مقبرہ واقع خلد آباد میں اس قبر میں جو اسنے اپنے حیات بنوالی تھی دفن کیا گیا اسکی قبر کا پیوترہ سنگ سرخ کاپے جسکا طول ۳ گز اور عرض ڈھائی گز ہو قبر کے تعین میں ریمان بوتے میں تمیز و تھکین کے لیے ساڑھے چار روپے ٹوپیوں کی سلائی کے جو بچے تھے وہ حسب وصیت خرچ کیے گئے اور آٹھ سو پانچ روپے اجرت قرآن نویسی کے جو حاصل ہوئے تھے سائین کو تقسیم کیے گئے بعد وفات کے لقب خلد مکان مقرر ہوا (روح و ریمان و تقسیم پانچ رحلت نکالی گئی۔

اس جلوس کی خوب خوب تاریخیں نکالی گئیں چنانچہ سید عبد الرشید نے آیت کریمہ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم) سے لاجواب مادہ نکالا۔ میر جعفر غزاسانی نے (شہنشاہ فلک اورنگ) اور دیگر شعرا نے (سزاوار سریر بادشاہی) لکھیں۔

اسی بہادر خان دلیر خان کے بھائی تھے انکا شاہجان کے عہد میں انتقال ہو چکا تھا یہ خطاب عالمگیر نے راجہ جیونت سنگھ کے معرکہ میں میر ملک حسین کو دیا تھا یہ فدائی خان کے جو میان دو آب کے فوجدار تھے بھائی تھے رفع مناقب کے لیے صراحت کرو گئی۔

کر کے روانہ کیا کہ بہادر خان کے لشکر سے مل جاؤ اور وہ قوی پشت ہو جا جب
 عالمگیر نے سنا کہ سلیمان شکوہ ہر دو راہ کی طرف آگیا ہے اور اپنے باپ کے
 پاس جانیاں لائے تو اس نے دلیر خان کو سدا راہ ہونے کے لیے بھیجا اور اس کے
 ساتھ اس کے بھتیجے دلیر بہت خان جو نواب بہادر خان مرحوم کے بیٹے تھے
 اور شیخ میر و صف شکن خان وغیرہ کو بھی روانہ کیا اور ان سب کو خلعت اور گھوڑے
 عنایت کیے اس ہم کے لیے دلیر خان ۱۴ ذیقعدہ کو متعین ہوئے اور اسی تاریخ
 کو خود عالمگیر کرناں گیا اور وہاں ۱۲ ذیقعدہ کو کوچ کر کے روہڑ پونچا جو یہ
 برسات آگے جانے کے لیے راہ نہایت خراب تھی جب دلیر خان
 سلیمان شکوہ کے قریب پہونچے تو وہ ہر دو راہ کے برابر پڑا ہوا تھا اور دریا سے
 لنگ سے اور نیکی فکر میں تھا مگر وہ دلیر خان کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور کوہستان
 سری نگر کی طرف عاجز ہو کر چلا گیا ۱۲ ذیقعدہ کو دلیر خان اور شیخ میر سلیمان شکوہ
 کی ہم سے فرصت کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ادھر عالمگیر تین مقام
 کر رہا تھا اور ہر دو راہ شکوہ دہلی سے لاہور پہونچا اور وہاں شاہی خزانہ اور توپخانہ
 اسلحہ خانہ وغیرہ پر قابض ہوا ایک کروڑ روپے کے قریب اس کے پاس دولت
 ہو گئی تھی اس لیے وہ سپاہ کی فراہمی میں مصروف ہوا مگر اس کا یہ خیال تھا کہ جب تک
 برسات ختم نہ ہوگی دریا سے تلچ حاصل ہے عالمگیر بیان نہ آسکیا لیکن عالمگیر نے
 کسی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیا پہلے اس نے امیر ونکو تعاقب کے لیے بھیجا اس کے بعد
 خود پنجاب جانیکا قصد کیا جب داراشکوہ نے عالمگیر کے آنیکی خبر سنی تو داؤد خان
 پانچزار سوار دیکر بھیجا کہ وہ دریا سے تلچ کے گھاٹ بند کر کے عالمگیری لشکر کو روکے

اس ضمن میں داراشکوہ نے کوئی تدبیر اٹھانہ رکھی تمام امیر و نواہی اپنی طرف رجوع ہونے کے لیے خطوط لکھے محمد شجاع کو بنگالہ میں اشتعال دلا کر عالمگیر کے مقابلہ پر آمادہ کیا باوجود ان سب باتوں کے داراشکوہ عالمگیر سے شکست کھا کر ایک خائف ہو گیا تھا کہ مقابلہ سے جی چراتا تھا اور کبھی ملتان اور کبھی قندھار جانیکا قصد کرتا تھا بدینوجہ بڑے بڑے سردار اس سے علیحدہ ہو کر عالمگیر کی طرف آنے لگے داراشکوہ کے پاس اسوقت بیس ہزار سوار جمع ہو گئے تھے باوجودیکہ داؤد خان سدراہ تھے مگر بہادر خان اور خلیل اللہ خان اپنے لشکر کو لیکر ستلج کے پار اوتر گئے جب یہ خبر داراشکوہ نے سنی تو اُس نے داؤد خان کو بلایا اور دریافت حال کر کے دوبارہ بھیجا اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بھی لشکر اور توپخانہ دیکر روانہ کیا خلیل اللہ خان نے اپنی عرضداشت عالمگیر کو بھیجی کہ غنیم کی فوجیں دریائے بیاس کے سپر آگئی ہیں اور غنقریب داراشکوہ بھی لاہور سے آئیں والا ہے عالمگیر نے اسوقت ولیر خان اور مدراجہ جے سنگ کو خلیل اللہ خان کی مدد کو بھیجا اور حکم صادر کیا کہ جب تک یہ دونوں سردار معہ لشکر کے تم سے نہ آئیں تم جس جگہ ہو وہیں ٹھہرنا۔ ۲۹ ذیقعدہ کو ولیر خان موضع گڈہ سارنگ میں خلیل اللہ خان سے جا کر ملے جب یہ بادشاہی لشکر ہو چکیا تو داراشکوہ پر رعب چھا گیا اور وہ ۲۹ ذیقعدہ کو لاہور سے معہ سپہر شکوہ کے ملتان چلا گیا اور داؤد خان کو کشتیان وغیرہ غرقاب کرنیکے لیے چھوڑ گیا عالمگیر نے یہ خبر سنکر حکم دیا کہ ولیر خان اور خلیل اللہ خان وغیرہ لاہور میں قیام نہ کریں اور بلا توقف داراشکوہ کا تعاقب کر کے ہنگام قدم کہیں نہ جبنے دین یہ حکم سنکر ولیر خان اگرچہ قریب دارالسلطنت لاہور کے

موجود تھے مگر شہر میں داخل نہ ہوئے اور اذی الحجہ کو ایک روز اور قیام کر کے
 آگے روانہ ہو گئے اور خواجہ صادق بخشی کو جو داراشکوہ کے پاس سے چلا آیا تھا
 انکی دلجوئی کر کے عالمگیر کے پاس بھیج دیا خزانے اور سامان جو داراشکوہ کے
 چھوٹ گئے تھے وہ سب ضبط ہو گئے اسپر بھی توپیں اور اجناس کے علاوہ ایک
 کروڑ سے زائد روپیہ داراشکوہ اپنے ساتھ لیکر آیا اب اسوقت اسکے پاس چودہ ہزار
 تھے داراشکوہ آٹھ روز ملتان میں رہ کر ہیکر کی طرف روانہ ہوا۔ ۲۔ محرم کو عالمگیر بھی
 دریائے راوی سے اتر کر جہان سے ملتان تین کوس پر پہنچا کر حمیہ زن ہوا ولیمر
 خان اور خلیل اللہ خان معہ چند دیگر امرا کے جو بموجب حکم شاہی ملتان میں ٹھہر
 ہوئے تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف حضور کی سے
 مشرف ہوئے اسی زمانہ میں کابل کے وقائع نگار نے لکھا کہ دلیر خان
 کے بھتیجے جھکانام دلاور خان تھا اور وہ بہادر خان کے بڑے
 بیٹے تھے اور صوبہ کابل میں لکی فوج میں تعینات تھے جو فرگ
 انتقال کر گئے انکارین جو بیس پچیس سال کا تھا یہ حادثہ دلیر خان کے بلال
 کا باعث ہوا اسکے بعد عالمگیر نے ملتان سے زیادہ بڑھنا مناسب نہ سمجھا
 دارالخلاف کا عازم ہوا۔ صف شکن خان اگرچہ ملتان سے تعاقب کے لیے
 بھیجے جا چکے تھے مگر اس خیال سے کہ داراشکوہ توپخانہ و خزانہ و سپاہ بکثرت
 رکھتا ہے دلیر خان اور شیخ میر کو بھی نو ہزار سوار کے ساتھ داراشکوہ کے
 سے واز وقائع دارالملک کابل معروض بارگاہ خلافت کر دیکم دلاور خان کہ بہادر خان دہلاؤ کو کیا
 انصوبہ بساط جہان در نوید عالمگیر نامہ صفحہ (۱۹۰) دلاور خان قلعہ تیسور کے قلعہ دار بھی رہے تھے۔

تغاقب کے لیے بھیجا اور سوقت دلیر خان کے ساتھ انکے بھتیجے نسبت
 خان اور دوسرے دلیر بہت خان اور دیگر اشخاص قباد خان و شہزادہ خان منگی
 خان و پردل خان وغیرہ تھے روانگی کیوقت دلیر خان کو خلعت میں ایک
 ہاتھی اور چھ ہر مینا کا مرحمت کیا گیا اور دیگر اشخاص کو بھی حسب حال
 خلعت وغیرہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ جب داراشکوہ ملتان سے ہنگر کی طرف
 روانہ ہوا تھا اسکے پیچھے دلیر خان برابر چلے گئے اور کسی جگہ اسکا پیر نہ سمجھنے
 دیا اثنائے راہ میں صالح گرز بردار اسی ہزار اشرفیان اور دیگر سامان ضروری
 کی طرف سے لیکر پہونچا ہنگر میں داراشکوہ کے اچھے اچھے امرا مثل داؤد خان
 و شیخ نظام و میر عزیز و سید تاتار و سید خواجہ بخاری چار ہزار آدمی لیکر اوس سے
 علیحدہ ہو گئے اور عالمگیری لشکر سے مل گئے اور داراشکوہ خود بھی چاہتا تھا کہ
 قندھار چلا جائے مگر اسکے اہل حرم اور لشکری راضی نہ ہوئے آخر وہ سب
 ہوتا ہوا ٹھٹھہ آیا اور وہاں سے گجرات کو روانہ ہوا عالمگیری لشکر نے اکثر جگہ
 داراشکوہ کے لشکر کو شکستیں دیں اور کشتیاں و سامان چھین لیا ٹھٹھہ میں عالمگیری
 کا فرمان دلیر خان اور شیخ میر کے نام پہونچا کہ تم ترک تغاقب کر کے فوراً ماہر
 کے حضور میں چلے آؤ یہاں وہ سرے اہم کام درپیش ہیں اس سفر میں دلیر خان
 لے لیر لیج لازم الاتثال بنام شیخ میر و دلیر خان پر تو رو و افگند کہ ترک تغاقب نمود و بر جناح سرعت استعمال خود
 بر پیشگاہ جاہ و جلال رساند کہ کار ہائے اہم درپیش است بنا بر آن شیخ میر و دلیر خان ہشتم ماہ ربیع الثانی
 از ہنگر کوچ کردہ بر جناح استعمال روانہ پیشگاہ خلافت گردید و بہت و پنجم ماہ جمادی الاول اخلاص کیش
 شیخ میر و دلیر خان جو کب گیمانستان پیوستہ سعادت پذیر ملازمت اسیر خاںمیت گردیدند و عاطفت
 بادشاہانہ بریک البطلانے خلعت خاص و اسب با ساز طلا ختم خاص بخشید۔ ۲۹۵ عالمگیر نامہ

کو بڑی محنت اٹھانا پڑی اکثر دشوار گزار جنگل حسین منزوں آبادی و پانی کا نام نہ تھا طے کیے بہت سی فوج اور لشکر کے چوپائے ضائع ہو گئے اور لشکر کے خزانے میں بھی بجز ایک ماہ کی تنخواہ کے کچھ باقی نہ رہا تھا بالآخر ۸ ربیع الثانی کو دلیر خان اور شیخ میر نہایت عجلت سے دار الخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہوئے اور ۲۵ تالیخ جمادی الاول کو خان شہامت نشان آگرہ کے قریب بادشاہ عالمگیر سے جبکہ وہ سلطان شجاع کو جنگ کجھوہ میں شکست دیکر واپسی میں شکار کھیلتا آ رہا تھا شرف اندوز ملازمت ہوئے بادشاہ نے دلیر خان اور شیخ میر کو الطاف شاہ سے خلعت خاص و سبب معہ طلائی ساز کے عنایت فرمایا۔

اس عرصہ میں داراشکوہ نے گجرات میں میدان خالی پا کر اور وہاں کے صوبہ دار شہنواز خان کو جو مراد بخش اور عالمگیر کا خسر تھا ہوا کر کے مراد بخش کا ساز و ماں اور دس لاکھ روپیہ اپنے تصرف میں کیے اور ولایت گجرات میں ایک ماہ سات روز ہر بائیس ہزار سوار و توپخانہ نہایت کافی جمع کر لیا اور جنگ کے لیے آمادہ ہوا۔ اسی درمیان میں اسے شجاع کے مقابلہ میں عالمگیر کے شکست پانکی خبر غلطی اور اجمیر کا ارادہ مصمم کر دیا ادھر عالمگیر داراشکوہ کے مقابلہ کے لیے اجمیر کی طرف ہوا ۹ جمادی الثانی کو قصبہ نودہ آگیا اور حکم دیا کہ کارخانجات غیر ضروری قصبہ کوٹے قلعہ میں رکھے جائیں چنانچہ حسب حکم راجہ راسے سنگھ کو خلعت دیکر قلعہ کی محاط سپرد کی گئی اس وقت دلیر خان کو خلعت میں گھوڑا معہ ساز طلائی کے

۱۰ درین ہنگام دلیر خان بمرحمت اسپ با ساز طلا پر دل خان بطلے خلعت دلیر خان ولد بہادر خان

روہیہ بمرحمت اسپ سرفرازی یافتہ ۳۵ مالگیر نامہ

مرحمت کیا گیا اور خان موصوف کے بیٹے دلیر بہت خان کو ایک گھوڑا اور
 بیروں خان کو خلعت عنایت ہوا۔

جنگ جمیر میں نواب لیر خان کا عالمگیر کی طرف سے داراشکوہ کو شکست دینا

داراشکوہ نے اجمیر میں دو پہاڑوں کے درمیان جو ایک درہ تھا اس میں اپنا لشکر ڈالا
 اور اس کے ہر دو جانب دیوار اٹھا کر راہوں کو بند کر دیا اور توپوں کو قاعدہ سے لگا کر بہت
 مستحکم پناہ بنائی اور ہر عالمگیر جمادی الثانی کو اپنا لشکر حرا لیکر تالاب را مسر پر اور تالاب
 دوسرے روز موضع دیوانی میں جہان سے اجمیر میں کس تھاخیمہ نہ ہو اور لشکر
 کو ترتیب دیکر لیر خان اور راجہ سنگھ کو ہراول فوج یعنی مقدمہ بمبیش کیا
 جب دونوں لشکر مقابل ہوئے عالمگیر نے حکم دیا کہ شیخ میر اور دلیر خان مع
 دلیر بہت اور نمست اپنے بھتیجوں کے لشکر سے آگے بڑھ جائیں اور توپخانہ کے پرورد
 جاکر دشمنوں کے گھات اور حملہ سے خبردار رہیں حسب الترتیب چار روز تک

۱۔ در جنگ جمیر کہ داراشکوہ مسترا سردار دیا کہ ستوا ہراوردہ سید سید و حاکم و پیش و دستہ جا بجا توپخانہ
 و ساز آلات ہر دو اوقات جنگ نصب کردہ از سر جمعیت خاطر و پناہ حمایت دیوار بہت بدھوت و محاربہ
 یگداشت جنود عالمگیری را یورش بر مورچاں صورت نمی بست۔ مائرا امراتہ کردہ دلیر خان۔
 ۲۔ و از کمال دور بینی و خرم بادشاہانہ حکم اشرف صادر شد کہ عہدہ نوآنیان عقیدہ منیش شیخ میرا لشکر تمش
 و دلیر خان با دلیر و نمست پسران بہادر خان روہلہ از عسکر ظفر قرین پیش رفتہ نزدیک توپخانہ میاں رزم
 و پیکارا ز غدر و دست برد مخالفان خبردار باشند صفحہ ۳۱۵ عالمگیر نامہ

برابر لڑائی رہی میدان جنگ میں حرب و ضرب سے ایک زلزلہ پڑا ہوا تھا ایک
فریق دوسرے فریق پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دوسرا پیش قدمی نہیں کرنے دیتا
تھا چونکہ داراشکوہ کے مورچے پہاڑ کے درمیان میں تھے اور قلب لشکر کا مقام
نہایت محفوظ و مستحکم تھا اس لیے عالمگیری لشکر کی کچھ نہیں چلتی تھی اور داراشکوہ
کا پلہ بھاری تھا چونکہ روزیہ حال دیکھ کر شب بین اور نگہ نب نے اپنے
جان نثار امیر و نکو بلا کر تاکید کی کسیکو غیرت دلائی اور کسی خلعت و انعام سے بہت
بڑھائی غرض کہ ۲۹ جمادی الثانی روز یکشنبہ کو سب سے پہلے ولی خان
توپخانہ کے داہنی جانب سے مع اپنی فوج کے سوار ہوئے اور دھمکنی کی طرف
اپنی دلیری و جرات سے علم بلند کر دیا اسکے بعد شیخ میر مع اپنے ہمراہوں کے بائیں
جانب سے سوار ہو کر دلیر خان سے آگے لے دو لون سرداروں نے باہم اتفاق
کر کے شاہنواز خان کے مورچہ پر جو کہ کوکلہ پیاری کی طرف تھا حملہ کیا اور ان دونوں
تہمتوں نے ایسی قیامت ناک کارزار کی کہ مخالفوں کے حواس بگاڑ دیے
انتہائے شجاعت سے برابر قدم بڑھاتے ہوئے اور کمال مراد انکی صفیں
اڑھتے ہوئے شیر کی طرح غنیم کے مورچہ میں گھس گئے مخالفت کی فنی دوسرے

سلاختہ دلیر خان کو سب سے پہلے توپخانہ باوجود سوار شدہ باسٹنہارا قبائل دشمنان خدیو جان لوہے جہاد
وہ دلیری و جانبان جسارت کی شان برافراخت و بعد از وہ بدو نونان حقیقہ تشد شیخ میر باہر ان خوش اہوت
چپ سوار شدہ ہادیوس باہم تشد شیخ میر و دلیر خان بیامں بہت اخلاص پر و باتفاق یکدیگر پر مورچہ چال
شاہنواز خان کہ بہت کوکلہ پیاری و حملہ آور گشتہ و بازار کارزار گری پر فرقت این دو بہت بہت دم
شجاعت و مردانگی و جہل مورچہ چال شدہ تیغ خون آشام لشکر دشمنان بدفرجام ازنیام
فہر و انتقام کشیدہ تشد شیخ میر کا آمد و دلیر خان کو شش شاہے مردانہ و تماشہاے دلیرانہ کردہ زخم پیرے
بر دست خوردہ مائر الامر تہ کر دہ دلیر خان۔

مورچوں سے شہنواز خان کی مدد کو آنا چاہتی تھی مگر دلیر خان دم لینے کی انکو
 ہمت نہیں دیتے تھے اور وہ حالت کو دیکھ کر قدم آگے نہیں بڑھا سکتے تھے۔
 داراشکوہ کے لشکر میں زلزلہ پڑ گیا بالآخر شہنواز خان کی کل جمعیت اکٹھا ہو گئی اور
 دل توڑ کر لڑی اور دیوار کی پناہ میں آکر خوب توپ و بندوق کی آگ برساتی اور
 جدال و قتال میں نہایت کوشش کی اس ہنگام میں شیخ میر مارے گئے
 اور دلیر خان تنہا رہ گئے مگر اس وقت اونھوں نے ایسی جنگ
 مردانہ اور حملہ دلیرانہ کیے کہ جھنڈا گاڑ دیا ایک تیرانے کے ہاتھ
 سے محمد شریف بخشی کے ایسا لگا کہ اس کے پیٹ کو توڑ کر پیٹھ سے
 نکلیا اور وہ اسی کاری زخم سے مر گیا اور شاہنواز خان بھی اسی
 معرکہ میں ایک تیر کے نشانہ ہو کر مارے گئے یہ فتح دلیر خان اور
 شیخ میر کے نام سے ہوئی بلکہ شیخ میر بھی نہ رہے تو ان
 نے میدان لیا تھا اس جانستان میں بجز دلیر خان اور شیخ میر کے

۱۵ وچانچ گزادش یافت از جنود نصرت طراز سو فوج شیخ میر و دلیر خان لشکرے و دیگر جنگ سیدہ محمد شریف بخشی
 داراشکوہ از دست دلیر خان تیرے شکم رسیدہ از پشت گذر کرد بہان کاری زخم در گذشت و در سپہداران موگیاں
 ستان کسیکہ مصدر خدمت شایان و جانفشانی نمایان گشتہ توفیق اداسے حق عبودیت دریافت آن دو سردار
 دلیر شہامت آثار بودند و بعد از اتمام جنگ و پیکار کہ نسیم فیروزی بر شقہ اعلام مبارزان ظفر عظام و زبدہ
 اقدام ثبات خیم تیرہ سر انجام لغزش پذیرفتہ راجہ جے سنگ از عقب رسیدہ فیضہ آن فوج منصور گردید
 صفحہ ۳۲ - عالمگیر نامہ

کوئی بادشاہی لشکر سے مقابلہ کو نہ نکلا جب فتح ہو چکی تو راجہ جے سنگھ آئے
اور امیر الامرا اور سردخان اور ہوشدار خان اپنے لشکر سے سوار ہو کر چنانچہ
خود تاج شاہی موسومہ یہ شاہنشاہ نامہ و عالمگیر نامہ وغیرہ میں مفصل حال لکھا ہوا
اس معرکہ کے متعلق تلوار کی تعریف میں بادشاہی منشی محمد کاظم مصنف عالمگیر نامہ
یوں لکھتا ہے ۵

چنان تیغ را بدشوق مصاف کہ چون برق حتی ز ایر غلاف
غضب آشتان کرد در مرو کار کہ گشت یہ تن فنی جہست دار
چو سر پنجه از دست میشد رہا نہ کین بست گشتے پروے ہوا
پلارک بدوشی نہ چو بست بود کہ برقش ز زیر ثبل جستم بود
داراشکوہ اپنے محلات اور بیٹے سپہر شکوہ اور کچھ خزانہ اور سامان ضروری لیکر

لے آخر کار اثر فتح و زین نسیم فتح از جان نثار نمودن شیخ میر و جلادت دلیر خان افغان پو کہ با ظہار جلادت
در مقابل صد مات بہادران مورچال داراشکوہ کہ متصل گوار توپ و بان و خفہ آتش دالات جانستان
می بارید با وجود جمع کثیر از جان بازان ہر دو امیر بکار آمدند اصلاً ملاحظہ جان خود نمودہ در قابل آنھ صدمہ
ہوش ریسے غالباً سے توپ زہرہ شکات کہ با صد آگہ دہل جہم گشتہ باعث تزلزل دل اہل مصاف گرد
بود از جہم میا زران پیش قدم بودند و چندان سردتن پامال سم مہندان دلاوران گشت کہ نشان زہرہ صوم
آہنہا پیدا نمود تا آنکہ دو زخم گولی دتیر بہ دست دلیر خان رسید دست راست اور از تر وہ بازداشت باز ہر دست
اور آمد کوتاہی نہ نمود دست از جنگ باز نہ داشت ۵ نہ کجنت زر جے چارندہ میغ نہ گرش زبیکان و
باران تیغ دیر آمد ز قلب دو لشکر خروش بہ رسید آسمان اقیامت بدوش بد آمد و دریا بعرش چاہرہ
زہر نشہ سر بردن زد ہنر بہ صفحہ ۳۸۴ ۲۸۲۳ - شاہنشاہ نامہ قلمی

۵ داراشکوہ کی باقی ماندہ سرگذشت یہ ہے کہ بعد شکست جنگ اجمیر کے وہ گجرات پہنچا اور وہاں
قندہار جانا چاہتا تھا مگر ملک جیون جو اسکا احساند تھا اسنے اپنی جاگیر وادریں اسکی پیشوائی کر کے

فیروز مسوانی کے چیکے سے احمد آباد کی طرف مفروضہ ہوا اور بکیر دوسرے دن کے کوئی
 ایچہ جانیہ صفحہ ماقبل اپنے یہاں جان ٹھہرایا انھیں یام میں اسکی بیوی زادہ بیگم دختر خسرو پر دینے چاہی
 تباہی کے ظلم میں مسلول ہو کر مری تھی اسنے حسب وصیت بیگم کے اسکی نقش لاہور میں میان میر اپنے
 پیر درند کے مزار کے قریب دفن ہو نیکو چچی اور یہ غلطی کی کہ اپنے کل بستر سوار معہ جان تیار گل محمد کے
 اپنی بیوی کے جنازے کے ساتھ بھج دیے چند خدمتگار اپنے پاس رہنے دیئے ملک جیون یہاں کش
 احسان فراموش نے طمع و نیا سے داراشکوہ کو مقید کر کے عالمگیر کے پاس بھجوا دیا جب داراشکوہ
 اور ملک جیون دہلی پہنچے تو انہیں دہلی نے ملک جیون نے ایمان کی اس ناشائستہ حرکت پر
 اسکو اینٹ و پتھر سے مارا اور بڑا ہنگامہ مچا پیش آیا بالآخر حسب حکم عالمگیر کے دہلی کنہہ موسوسہ خضر آباد
 میں سیف خان اور نظریات چیلر کے ہاتھوں سے داراشکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۲۸ھ بمطابق ۱۶۱۹ء کو قتل ہوا اور
 نقشہ ہمایون کے مقبرہ میں دفن ہوا اسکا بیٹا پسر شکوہ قلعہ گوالیار کو بھیجا گیا اور شہنشاہ حسین سیلائی کو
 سری نگر سے مقید ہو کر آیا اور مراد بخش کے پاس قلعہ گوالیار میں وہ بھی بھیجا گیا داراشکوہ کو عمر ۴۴ سال چند
 ماہ کی تھی کیونکہ اسکی پیدائش ۲۹ صفر ۱۰۲۸ھ کو اجمیر میں ہوئی تھی۔ اسکے بعد مراد بخش نے جب
 قلعہ سے بچا نہ چاہا تو حسب ایما عالمگیر کے ایک شخص نے مراد پر اپنے باپ کے خون کا دعویٰ
 پیش کیا جسکا قصہ یہ ہے کہ شورش سلطنت کے وقت مراد بخش نے دیوان علی نقی کو قتل کیا تھا اسکے
 فرزند نے حسب ایما قصاص کا مواخذہ چاہا اسوقت مراد بخش نے اورنگ زیب کو یہ عرضداشت لکھی تھی
 بیرو مشر جان و جہانیاں سلامت۔ اگر حضرت خلافت مرتبت پاس نمود و دعا بموعید و در نظر ہست
 از خون این نامراد در گذشتہ نقصان بدولت سلطنت والا انداشت اگر خواہ نخواہ توجہ اشرف مصروف
 بر این است کہ وجود بے سواد این ضعیف در میان نباشد مواجہ این قسم مردم کم مایہ چلطفت
 دارد ہر جو فغانہد بکنند مگر عالمگیر نے معاملات سلطنت میں اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ آخر کار مراد بخش قصاص میں
 قتل ہوا۔ تاریخ قتل یہ ہے ۱۰۲۸ھ اسے دس ہر ہائے کشتہ شدہ جلوس میں شاہجہان
 کے انتقال کے بعد عالمگیر کے مقابلہ میں کوئی دعویدار سلطنت باقی نہ رہا درود بکھی سے حکومت
 کرنے لگا۔

اور بڑا سردار اسکے ساتھ نہ جاسکا۔ غرض کہ ماہ جمادی الثانی سنہ ۶۹۹ھ میں عالمگیر کو
فتح حاصل ہوئی۔ ۴ رجب کو عالمگیر خواجہ بزرگوار علیہ الرحمہ کی زیارت اور اپنے
مقتولوں کی تجہیز و تکفین سے فرصت کر کے اجمیر سے دلی کو روانہ ہوا۔

۹۔ تاریخ کو قصبہ نودہ سے گذر کر قیام کیا دلیر خان جو تیر کا زخم ہاتھ پر
کھائے ہوئے تھے اس منزل میں بادشاہ کی خدمت میں لکر
حضور ی سے مشرف ہوئے بادشاہ نے کمال عنایت سے
دلیر خان کو خلعت و تلوار و پچاس ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے
اور انکے منصب میں جو پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا ایک ہزار سوار
دوا سپہ سہ اسپہ کیے۔

انکے بھتیجوں کو بھی جنہیں رنست خان و دلیر بہت خان تھے گھوڑے اور خلعت سے
سرفراز کیا اور دلیر بہت خان کے جنکا منصب ہزاری و ہزار سوار کا تھا و ستوا
دوا سپہ سہ اسپہ ہوئے۔

۱۰۔ ہم موبک جلال از قصبہ نودہ گذشتہ نزول اقبال فرمود و روز دیگر آغا مقام درین منزل دلیر خان کو جنگ لقم
تیر برداشتہ بود و غروب دریا فتنہ بغایت خلعت و شمشیر و انعام چاہ ہزار روپیہ نوازش یافت و انکے منصب میں پنجہزاری
پنجہزار سوار بود و یک ہزار سوار دوا سپہ سہ اسپہ مقرر گشت۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۳۔

۱۱۔ دلیر بہت خان لہ بہادر خان و ولہ کہ ہزاری ہزار سوار منصب اشت و و صد سوار از تانہ میاں
دوا سپہ سہ اسپہ شد عالمگیر نامہ دلیر بہت خان عبد تہدیلی عبد الغزنی کے نواسہ کے فوجدار ہوئے اور بوقت
تقریری خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز ہوئے افغانان یوسف زی کے معرکہ میں انہوں نے
خوب معرکہ آرائی کی تھی یہ سلسلہ جلوس میں یہ خلعت فوجداری و آباری سے سرفراز ہوئے ایک یا دو شاہ نے
انکے ہاتھ راجہ سے رنگ کو خلعت خاص بھی بھیجا تھا۔

جب اورنگ زیب کو پنج کترتا ہوا دہلی پہنچا تو جملہ مراسم جشن و خوشی کے جو جلوس
ثانی پر ملتوی رکھے تھے ۲۴ ماہ رمضان ۱۰۹۹ سنہ ہجری کو تخت سلطنت پر
جلوس کر کے ادا کیے اس جلوس کی تاریخین فضلہ پائے تخت نے
نکالین مرو شعرا انعام و اکرام سے مالا مال ہوئے بادشاہ عالمگیر نے اپنی تخت نشینی
کے جشن میں دلیر خان کو خلعت اور شمشیر معہ ساز مرصع و چند ن ہار
مرواریدی مرحمت کیا دلیر خان نے اشیائے نفیس و جواہرات
بادشاہ کے حضور میں گزارنے اور شرف قبولیت کا حاصل کیا۔
انہیں ایام میں دلیر خان کو انکی جاگیر پر جانے کی رخصت دی گئی۔
اور انکے ساتھ دلیر خان کو چالیس گھوڑے جنہیں ش عراقی اور تیس
ترکی تھے مرحمت کیے گئے۔

۱۵ چنانچہ غریزہ خاں نے ملا باقی مجلسی اصفہانی نے یہ آیت کریمہ ان الملک اللہ یتیم من یشا
اور دوسرے فاضل نے سہ زیب اورنگ تاج بادشاہان۔ لکھی

۱۶ وہ دلیر خان خلعت و شمشیر با ساز مرصع با علاقہ مروارید مرحمت شدہ۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۹۵

۱۷ محمد امین خان بیخوشی و دلیر خان و اسالت خان و مرتضیٰ خان امیر خان اسد خان فیض اللہ خان
جمعہ دیگر از امر عظام و عمدہ بارگاہ سپہ احترام پیشکشما از نقایس جناب و دیگر غایب نوادر گذرانید
عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۰۔

۱۸ در بن ایام دلیر خان رخصت جاگیر یافتہ برحمت دہ سپہ راتی و سی استپ کی سر بلند شدہ عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۳۔

جب میدان کجہ میں شہزادہ محمد شجاع عالمگیر سے بڑی جنگ کے بعد شکست
کھا کر صوبہ بہار و بنگالہ کی طرف مفرور ہوا تو عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ایک
لشکر دیکر جبین بہت نامی سردار اور دلیر خان کے عزیز و اقارب فتح جنگ
خان و محمد حیات خان عرف زبردست خان و اسکندر خان و نیکنام خان وغیرہ تھے
اسکے تعاقب میں روانہ کیا اسکے بعد معظم خان میر جملہ اور دیگر سردار و لشکر شہزادہ
کی مدد کو بھیجا گیا جب کل لشکر محمد سلطان کے پاس پہونچ گیا تو وہ بنگالہ پہونچا مگر
۲۷ رمضان سنہ جلوس کو معظم خان کی نا اتفاقی سے شہزادہ محمد سلطان عالمگیری
لشکر سے نکل کر محمد شجاع کے پاس چلا گیا اس سے عالمگیری لشکر میں خلل پیدا ہوا
جب آخر ربیع الاول میں برسات کا موسم ختم ہو گیا تو شجاع اور معظم خان کے مابین
صفت آرائی شروع ہوئی اور کئی لڑائیاں ہوئیں بھی عالمگیری لشکر کو صدمہ پہونچا
ابھی شجاع پر غلبہ حاصل ہوا جب لڑائی نے طول کھینچا اور اورنگ زیب دلا شہوہ
کی ہم سے بھی فرصت کر چکا تو اس نے دلیر خان کو کمک کے لیے بھیجا

سلسلہ چون دلیرخان زہشیکاہ عزوجلان بکو کتب بزم خان میرجلہ کہ در اخراج شجاع از ولایت بنگالہ سماعی جمیلہ مرزا دہلوی
کار آور و تعین گردید دلیرخان کہ در ان ہنگامہ کہ آزمونگاہ دلیری و دلاوری بود بذات خود بتلاشہلے مرزا دہلوی
آورد کہ ناخ و استانہلے رستم و اسفندیار است چون انتظار رسیدن نیز آدمی برد در آشناہے را دہلی رسید
کہ دلیرخان در گذر دودہ کہ بجد متلی نیز شہتار دارد ششم شہر حال بخوارہ داؤد خان عجمی بخود دودہ
روز پنجشنبہ ۱۰۳۳ وید صفحہ ۵۳۳ عالمگیر نامہ۔

جب انکے آنے کی خبر معظم خان خان خانان کو پہنچی تو دلیر خان کے آنے
 تک لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ ۸۔ جمادی الاول کو جب شکر بادشاہی اکبر نگر
 کو روانہ ہوا تو اٹھارے راہ میں خبر آئی کہ دلیر خان نے دودھ گھاٹ سے
 ہتاریخ ماہ مذکور کو داود خان کے بیڑے سے عبور کیا ہے دو روز میں لشکر تک
 آجائینگے اس اثنا میں بادشاہی فرمان یہ آیا کہ جب مخالفین دریائے گنگ
 سے ہٹ جائیں تو معظم خان انکا تعاقب کریں اور اسلام خان اکبر نگر جا کر دریا
 کے دوسری طرف کا قلعہ کام کرین چنانچہ معظم خان نے اسی روز اسلام خان
 کو مع فتح جنگ خان و تبر دست و دلاور خان و لیکنام خان وغیرہ کے دس ہزار
 سواروں کی جماعت سے اکبر نگر رخصت کیا۔ جب دلیر خان دریائے او سپار آگئے
 تو معظم خان خان خانان کو انکے آئینکا انتظار ہو رہا تھا جسوقت دلیر خان شکر
 بادشاہی میں آگئے تو اہل لشکر کو تقویت حاصل ہو گئی۔ ۱۲۔ جمادی الاول کو بادشاہی
 لشکر اس جگہ سے کہ دریائے گنگ تین حصہ ہو گیا ہے پاراوتر اور وہاں ایک جزیرہ
 میں جو دریائے درمیان میں تھا فروکش ہوا جاسوس خبر لائے کہ محمد شجاع دریائے
 ماندی پر پڑا ہوا ہے اور اسے شاہزادہ محمد سلطان کو تو پچانہ و لشکر دیکر داود خان
 اور دلیر خان کے مقابلہ کو بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن اب خوف سے جو

۱۵۔ و درین ایام خبر عقرب پوستان دلیر خان کہ از بہادران دلاوران مشہور آن عبد بود و اور از حضور بکو ملک
 معظم خان تعین فرمودہ بودند انتشار یافت لهذا معظم خان صلاح صواب دیدہ کار دران دانست کہ تا رسیدن
 آن سرداران دست از کار زار کشیدہ بدفعہ پردازد۔ تاریخ محمد ہاشم خانی خان قلی ۲۹۵۔

۱۶۔ دلیر خان کہ آن طرف اب رسیدہ انتظار عیود معظم خان یکشیدہ آمدہ با معظم خان ملحق شدند و فی باویشی
 ان تقویت تازہ بہر سید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۱۲۷۔

پل باندھا تھا وہ توڑ دیا ہے دلیر خان اور داؤد خان جو دریا کے اس طرف اپنے لشکر لیے ہوئے پڑے تھے آخر دن میں جبریدہ دریا کے اسپار آئے اور معظم خان سے ملاقات کی اور صلاح و مشورت کرتے رہے اور پہر رات گئے اپنے لشکر گاہ کو واپس چلے گئے معظم خان نے دلیر خان اور داؤد خان کے اتفاق سے مہاندی کے اوترنے کا قصد کیا تاکہ یہ دونوں خان شجاعت نشان مہاندی کے غنیم کے برابر مورچے لگائیں اور اوپر تو پچانہ جا کر دشمن کی طرف گولہ باری شروع کر دیں چنانچہ اوہر لشکر نے کشت و خون شروع کر کے دشمن کو اپنی طرف مشغول کیا اور اوہر دلیر خان اور داؤد خان نے آسانی سے دریائے مہاندی کے کنارہ مورچے باندھ دیئے اور اعدائے برابر دمہ بنا کر تو پچانہ لگا دیا جب مورچوں کا استحکام ہو گیا تو دونوں طرف سے رات و دن توپ بندوق چلتی رہی ۸ تا ۱۲ بج کو معظم خان نے فرہاد خان کو کچھ لشکر دیکر آگے بھیجا کہ دریائے کنارہ کا انتظام کریں اور ذوالفقار خان و فدائی خان و لودیان کو لشکر کی محافظت سپرد کی قبل طلوع آفتاب کے دلیر خان اپنے بہادر وں کو جس جگہ کہ نالہ پچاس گز چوڑا اور نہایت گہرا تھا اور اسکے گرد جنگل نہایت دشوار گزار تھا اوتر نیکو لیکے پہلے بند و قھوین اور بیلداروں کو معہ چند توپوں کے اوتر دیا اسکے بعد محمد آغر کو معہ دیگر قراولوں کے کشتیوں میں بٹھا کر اوتارا اور گھوڑ و نکو تیرا دیا قراولوں نے نہایت چستی سے غنیم کے مقابل مورچے باندھ دیئے جب فرقہ ثانی نے یہاں کے لوگوں کو روکا تو اُدھر کے لوگ مصیبتا پیچھے ہٹے اور انکو دریا کی طرف بڑھالائے اور گولوں کی زد پر رکھ لیا اور بھگا دیا دلیر خان اور داؤد خان نے نہایت کارگزار ہی سے

دوسروں پر سبقت کر کے اپنے آدمیوں کو اوتروا دیا تمام رات آدمی گھوڑے اوترتے رہے اور یہ دونوں خان شہامت نشان بھی دریا سے اوتر کر اپنے لشکر کو پہنچے چونکہ دریا کے اوس پار دلیر خان اور داؤد خان کی مورچا لین خالی تھیں اور وہ مصروف انتظام تھے اور دشمن قریب تھا اس لیے اسکی خبر داری عبد اللہ خان وغیرہ کے سپرد کی گئی مگر فریق مخالف اس لشکر کے خوف سے بھاگ گئے سوم جادوی الثانی کو دلیر خان اور داؤد خان نے اوس جگہ سے کوچ کر کے نالہ کے کنارہ جگہ کہ دشمن نے پڑاؤ ڈالا تھا مورچے باندھے اور اپنا لشکر ڈالا اس عرصہ میں شاہزادہ محمد سلطان بھی مع اہل حرم کے محمد شجاع کے یہاں سے بادشاہی لشکر میں آگیا اب لشکر بگلہ گھاٹ سے جو مالہ سے پانچ کوس پر ہے اور یہاں پر مہاندی پایاب تھی اوتر نیکو آیا اور توپخانہ پیشتر دریا کے کنارہ بھیجا یا محمد شجاع نے یہ خبر سن کر اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر اور اپنے سردار سید عالم وغیرہ کو مع توپخانہ کے بگلہ گھاٹ اور مالہ کی طرف بھیجا کہ ستر راہ ہوں در خود محمد شجاع اپنا لشکر لیکر داؤد خان کے لشکر کے برابر پڑا یہ حال دیکھ کر دلیر خان داؤد خان کی کمک کو روانہ ہوئے معظم خان گنگا کے دو تین نالوں کے درمیان جو جگہ ہے وہاں ایک ماہ سے قیام اگر زمین تھے اب وہ کوچ کر کے اور مہاندی سے اوتر کر مالہ کو جا رہے تھے کہ دلیر خان کا نوشتہ آیا جو انھوں نے بگلہ گھاٹ سے بھیجا تھا اوس میں تحریر کیا تھا

سہ در اثنائے راہ نوشتہ دلیر خان از بگلہ گھاٹ رسیدہ بوضوح پیوست کہ دستیل گھاٹ دلیر خان اب ہر دو جنگی دلیرانہ روئے دادہ است و مخالفان شقاوت شعار بعد از کوشش و آویزش بسیار ہزیمت فاش خوردہ را فرا سپردہ چنانچہ مرزا بیگ مذکور یک زخم ننگ و یک زخم نیزہ برداشتہ باہفت سوانیجان ان مہلکہ بر آوردہ و شاہزادہ او دیکر دوسا و مقہوران در ان دار و گیر دستگیر سرخپا اقبال عدد بند دشمن شکار

کہ مرزا بیگ اور بعض دیگر عمدہ نامی سردار شجاع کے فرج لیکر حسین
 قریب ہزار سوار اور چند ہاتھی تھے مہاندی کے اسپار لڑائی کے
 قصد سے آئے اور سیتل گھاٹ پر مجھ سے اور اونسے نہایت
 جنگ ہوئی میرے آدمیوں نے نہایت دلیرانہ و مردانہ مقابلہ
 کر کے انکو پسپا کر دیا اور وہ شکست فاش کھا کر بھاگ گئے مرزا بیگ
 مذکور کے ایک زخم بندوق کا اور ایک زخم نیزہ کا لگا اور وہ نیجان
 ہو کر مع سات سوار و نیکے اس تہلکہ سے بھاگا اور اسکا بھانجا جسکا
 خطاب یکہ تاز خان تھا اور دیگر روسا جنہیں سراندا از خان وغیرہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶ قبل شہنشاہ روزگار گشتہ و گروہت انہو اذان جسارت کشان طعنہ تیغ سراقشان جہان فیروزی
 نشان شدہ ہستہ ہنگام گریز اذان تغیر و ستیز در آب مہاندی بقرباب عدم فرو رفتہ اندوان خان جلالت نشان لیر خان
 بعد ازین فتح پہلگہ گھاٹ رسیدہ بر کنار مہاندی مورچال بستہ و سید عالم با توچانہ بر انہشتہ معظم خان زین لطیفہ
 نصرت کہ نیزگی طالع والاسے خدیو جہان چہرہ افروز دولت گشتہ بود بحجت قرین مسرت افروز گشتہ طلعہ ۲۵ عالمگیر
 سے دلیر خان بدان فتح مقابلہ روداد دلیر خان با وجود کہ آہنادر پنا مورچال بسیار قلب باستظمار نوارہ بودند
 اکثر اگشتہ و بسیار اسیر نمودہ معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان خوش شدہ دلیر خان سین و آفرین نمودہ
 شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۴۱۔ سے دلیر خان کہ از پر دلان یکہ بہادر روزگار آنہدی شمر و ند بدان سپہ سالار و جنگ
 و تر و غریب روداد اولاً معظم خان بمقابلہ مرزا بیگ لیر خان بطریق ہراول مقرر ساختہ بودہ لیر خان ان فتح
 مقابلہ و مقابلہ غریب روداد باوجود آہنادر پناہ مورچال بسیار قلب باستظمار نوارہ بودند دلیر خان بحملہ پاک
 سردار یچنان کار بر اعدائیک آود کہ بیشتر تہا طعنہ تیغ و سستان افغان جلالت نشان گردید و جمع کثیر تہی
 و غرق بحر فنا گشتند و بسیارے اسیر شدند معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان شکر اربین عطیہ الہی بجا آوردہ
 بر دلیر خان آفرین و تحسین زیادہ نمودہ۔ تاریخ خانی خان قلمی صفحہ ۲۹۔

مینے گرفتار کر لیے اور بہت سے لوگ بدحواسی سے بھاگنے
 مین مہاندی کے اندر غرقاب ہو گئے اور بڑا حصہ لشکر کاٹلوار کے
 گھاٹ اوتا دیا گیا خانخانان دلیر خان کی یہ فتح سکر نہایت مسرور ہوا اور
 دلیر خان کی نہایت تحسین و آفرین کی یہ ترجمہ تو عالمگیر نامہ کہے مگر خانی خان
 نے اس فتحیابی مین دلیر خان کو اور بھی باوقعت الفاظ سے یاد کیا ہے دلیر خان
 اس فتح کے بعد بگلہ گھاٹ پہنچے اور وہاں مہاندی کے کنارہ مورچہ باندھا دوسری
 طرف سید عالم غنیم کا لشکر لیے ہوئے پڑا تھا۔ ۴ رجب کو محمود آباد جو تین کوس
 بگلہ گھاٹ سے ہے وہاں بلند اختر اور سید قلی اوزبک اور چند دیگر سردار غنیم کی طرف
 سے فوج لیے مقیم تھے معظم خان دوسرے روز سوار ہو کر بگلہ گھاٹ گئے اور وہاں
 کے مورچوں کے دستکھنے کو دلیر خان کے لشکر مین آئے دلیر خان نے دیدہ
 باندہ ہزاروں سپہن نصیب کر دی تھیں اور رات و دن دشمنوں پر گولے مارنے لگے چونکہ
 یہاں سے خشکی کے راستہ سے تین راہیں جانا گئے تھیں ایک مالہ ہو کر
 جہان سید سالار خان و جمال و لڑاق لشکر لیے ہوئے نہایت محافظت سے چلا
 ہوئے تھے اور دوسری راہ بگلہ گھاٹ سے جسر دلیر خان قبضہ کر چکے تھے
 تیسری شیر پور و ہجر پور ہو کر مہاندی کے پچھلے سے اور بگلہ گھاٹ وہاں سے آٹھ
 کوس پر تھا اور اب تک کوئی فرق او سپر قبضہ کر نیکو نہیں گیا تھا لہذا دی خان معہ لشکر
 اور توپخانہ کے اسکی محافظت کو معین ہوئے معظم خان نے محمود آباد مین ایک مہینہ
 قیام کیا رات و دن دشمن کے ہستیصال کی فکر اور دریاے مہاندی سے اتر نکی
 کوشش مین مصروف رہے اس عرصہ مین بگلہ گھاٹ کا پایاب ہونا سنا گیا اور اس

اوترنے کی تدبیر ہوئی۔ غرض کہ ۳ شعبان ۱۰۰۰ء جلوس کو پہر رات رہے کل لشکر
بادشاہی بگلہ گھاٹ سے اوترنے کے لیے روانہ ہوا جب بگلہ گھاٹ پر لشکر
پہونچا تو شجاع پہلے سے اس ارادہ پر آگاہ ہو چکا تھا اور اس نے فوج و کوچیان
دفعیہ کے لیے مقرر کر دیا تھا غنیمت نے بادشاہی لشکر دیکھتے ہوئی تو پ و گولہ کی
آگ برسانا شروع کر دی دشمن بالکل ہوشیار کھڑا ہوا پانی پر آگ برسارہا تھا
سب سے پہلے دلیر خان نے اپنا ہاتھی پانی میں ڈال دیا اسکے بعد اور
فوج بھی دھننے بائیں جانب سے روانہ ہوئی اور وقت مخالفوں نے توپ و
بندوق و تیروں کے برسانے میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی کچھ فوج تیر و نکی نشانہ ہو گئی
اور کچھ فوج آتش تیر و تفنگ کا سامنا نہ کر سکی اور واپس ہوئی مگر اکثر جو انہر و ن
جنگو اپنی سپاہری کی غیرت و ہمت گیر تھی نیک نہ پھیرا چونکہ گھاٹ کے دونوں طرف
پانی غرقاب تھا اس لیے نالہ کے درمیان دونوں جانب سے لکڑیاں گاڑ دی تھیں
کہ آدمی اسکے ادھر اور دھرنے جائیں اور یا یاب جگہ کا پتہ رہے مگر جب تمام لشکر نالہ میں

۱۰۰۰ء ۳ شعبان دوم سال جلوس میں خان از محمود آباد و بزم عہد از ہماندی کہ از انجا و کردہ است و از بگلہ
گھاٹ پایان نو گدز پایا ہے ہم رسیدہ بود بر کنار آن نالہ رسید فوج مخالفت کہ آن طرف آب تیزک
و استحکام تو چنانہ پر داختم مستعد مدافعت بود دست باند اخترن نوپ و تفنگ بر کشود نخست دلیر خان
بیسامن ہمت و جلادت با سمران و دیگر فیل سوار آب زدہ روان گردید آندا در میان نالہ ہمارا
را زیر تیر و تفنگ در گرفتہ آتش پیکار بر افروختند برنے از بسالت کیشان ہدف ناوک
قتلیر گشتہ و بسیاری زخم برداشتند و جمیع از صدمہ پیکان بر گرویدند و چون ہر دو طرف گدز غرقاب
بود در میان نالہ از طرفین معبر و بہا زمین فرو بردہ بودند کہ نشان پایاب باشد و نیوقت بسبب
عبور لشکر آب تلامطم درآمدہ ریگ زمین بدرفت و بعضی از مواضع پایاب شدہ و چو ہما غلطیدہ
نشان پایاب ہر جا سے خود فائدہ بردن سبب سوار و پیادہ بسیار بطعمہ اسواج قضا بحر بلا کت شہید

آیا تو کیا رگی تلام پیدا ہو گیا اور وہ لکڑیاں گر گئیں اور جو جگہ کہ پایاب تھی وہ بھی زیادہ پانی آنے کی وجہ سے غرقاب ہو گئی قریب ایک ہزار کے سوار و پیادے ڈوب گئے فتح خان دلیر خان کے فرزند بھی غرقاب ہو گئے شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان میں فتح خان کے غرقاب ہونے کی صورت خان بہادر شمس الملوکی فرکا شاہ صاحب دہلوی نے یہ لکھی ہے کہ دلیر خان کے فرزند فتح خان گھوڑے پر سوار ہو کر دلا درون کے ساتھ یورش کے لیے روانہ ہوئے انھوں نے کمال جانبازی و غیر محشمی سے توپخانہ آتشبار کے مقابلہ میں اپنے لشکر کو دریا میں ڈال دیا اسی حالت میں فتح خان دریا کے موج سے معہ گھوڑے کے اس گرداب بلا میں ایسے ڈوبے کہ پھر انکے زندہ اور مردہ ہونے کا نشان نہ ملا یہ سب کچھ ہو اگر دلیر خان نے اپنے رخ کو نہیں پھیرا جب دلیر خان دریا کے کنارہ پہونچ گئے اور غنیم قریب ہوا تو پہلے چند ساعت غنیم نے توپخانہ کے پھروسہ پر مقابلہ کیا لیکن دلیر خان نے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کا منہ پھر گیا اور پھرنے کی تاب نہ لائے انھوں نے اونکا توپخانہ بھی چھین لیا جب دشمن مہاندی کے کنارہ سے بھاگے اور اپنے مورچوں کے قریب پہونچے تو بادشاہی لشکر نے اونکا تعاقب کیا سید عالم اور بلند اختر جنکو محمد شجاع نے لشکر دیکر اس طرف مقرر کیا تھا وہ بھی دور سے نمایاں ہوئے مگر اسقدر مرعوب ہوئے کہ آگے نہ بڑھے اور بھاگ گئے غنیم کی یہ ایسی گوشمالی ہوئی کہ اسے ٹانڈہ میں بھاگ کر دم لیا مقابلہ کرنا کیسا

بقیہ صفحہ ۵۱ قبل - فتح خان سپرد دلیر خان و ران میان رخت حیا ب سیلاب اجل وادخان شہامت نشان بعد گذشتن

از آب بعل مقصود رسدہ و بکوشش دلیرانہ عادی او ارہ را داشتند و بار ساختہ مجبور آہنا را بدست آوردند از اثر الامر اخص عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ

جان بچ جانا غنیمت سمجھا دلیر خان نے یہ ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی کہ پھر شجاع کو دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور اسے اپنا دل ملک بنگالہ سے اٹھالیا اور نہایت یاس و ہراس سے اس پر سالہ حکومت کو چھوڑ کر وہ تردی پور گیا اور وہاں سے ٹانڈہ آیا اور اپنا سامان حسین خواہرات و اشرافیان و مرصع آلات وغیرہ تھے کشتیوں میں بھر کر ۵ شعبان ۳۳۵ جلوس عالمگیری کو مع بلند اختر وزین الدین وزین العابدین ہر سہ سپہ سالار اور حرم سرا و خدام و خواجہ سرا و چند سرداران جان بیگ و سید عالم و سید قلی و مرزا بیگ وغیرہ جو کل تین سو کی جماعت تھی جہانگیر نگر کو روانہ ہوا اہل لشکر نے شجاع کا مال خوب لوٹا و دی خان جو شیر پور اور ہجر پور میں تھے انھوں نے تیس کشتیاں شجاع کی گرفتار کیں ۵ شعبان کو محمد شجاع کے نامی سردار شل سراج الدین و اسفندیار معموری و میر مرتضیٰ و ابن حسین و داروغہ توپخانہ و محمد زمان میر سامان و قاسم کو کہ ودار اب سپہ فاضل خان مع اہل عیال کے بادشاہی لشکر میں آگئے ۹ تاریخ کو دلیر خان مع خانخانان کے تردی سے کوچ کر کے ہجر پور و جہانگیر نگر کو روانہ ہوئے۔

۹ رمضان ۳۳۵ جلوس کو محمد شجاع مع ہر سہ فرزند ان و سرداران کے بنگالہ سے جزیرہ رخنک کو ہمیشہ کے لیے چلا گیا ۹ شعبان کو بنگالہ سے بادشاہ اورنگ زیب کے حضور میں یہ خبر پہنچی کہ شجاع

۱۵ روز بعد شعبان ازوقائع بنگالہ بمساج حقان جماع رسید کہ ناشجاع فساد انگیز فساد پرور کہ در ٹانڈہ پاسے جہارت نشر دہے المذہب و در مراتب مرافعت کوشش می نمود و بمساعی جمیلہ و ترودات شایستہ معلم خان و دلیر خان و داد خان قواعد ہمت و تپاش اختلال فاحش یافتہ بجا لیکہ سزاوار اعداے بنگالہ باشند از انجا بر کشتی نشستہ روانہ جہانگیر نگر شد و از دروہ خجستہ خبر السیادہ پاسے بساط سلطنت و بندہ پاسے آستان

نامہ میں یہ شہر سکا اور بادشاہی بہادروں نے اسے ملک بنگالہ سے نکال دیا اس
خبر سے شاہی دربار میں شادی نے بجے اور امراباؤ کیا و بجالائے بادشاہ عالمگیر نے
دلیر خان اور خاٹھانان وغیرہ کو خلعت بھیجے۔

مہم بنگالہ میں اگرچہ اور سردار بھی موجود و شریک تھے مگر آخری جنگ جسر لڑائی کا
خاتمہ اور فتح کا دار مدار تھا۔ دلیر خان ہی کے نصیب میں کھی گئی تھی۔
کیونکہ شجاع نے جب یہ دیکھا کہ شخص آگ پانی کسی چیز سے منہ نہیں موڑتا تو اسے
اپنا غالب ہونا امر محال اور لڑائی بیکار سمجھی۔

دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور جو انفرادی کی قدردانی کے ثبوت میں ایک
حکایت اسی واقعہ کے متعلق جو ماثر الامر تاریخ خانی حسان شاہنشاہ نامہ تاریخ
ہندوستان ہر ایک مستند کتاب میں درج ہے یہاں تحریر کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے
کہ دلیر خان کے ہاتھی کے آٹھ گے آغرخان تھا اور وہ غنیم کے سوار و پیادوں کے

بقیہ صفحہ ماقبل خلافت مرہم تہیت بجاء اور وہ تسلیم سبار کیا و نمود و نقارہ ہائے نشاط و نوازش آمد و عافیت و شہر
بقیہ صفت مظم خان و دلیر خان و دادو خان و چندے دیگر عہدے لکھیاں لشکر غفران بنگالہ را بر محنت ارسال
نمایند نواخت۔ عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

سلہ آغرخان پیش دلیر خان ہراول میرفت اسپہ آباؤ ہمیں کہ بالائے آن کنار آمد و چلش عظیم رو و اقیل سے
کہ پیش رو کھنم آمدہ اور اسپہ بخرطوم برہ شہر برانداخت نامبر وہ در جان گری بضر شمشیر کار فیلیان را ساخته
بجائے اوشست درین ضمن دلیر خان بہ ماجرا بچشم خود دید و از باعث غرق شدن پیرش فتح خان عالم در چشم او
تاریک بود فیل خود را بر ابرئیل آغرخان رساندا و عقبے سید حسین گویان برگردے گردید آغرخان بان لشکر قدروانی
دلیر خان کشادہ گفت کہ این فیل و اسرکار قبول افتد برائے آنخداوند گرفتہ ام میں اسپہ از اسپان کوتل مرحمت شود
دلیر خان گفت فیل ہمیشہ مبارک و دو اسپ خوب جہت دے فرستاد ہر چند گفت کہ فیل نیز از شما باشد آغرخان قبول
نہ نمود و اذ فیل فرود آمدہ سید دلیر خان داد۔ اترا لامر آغرخان ۵۷ جلد اول و شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۱۔

جوم کو تلوار سے مارتا اور بھاڑتا ہوا چلا جاتا تھا ناگمان غنیم کے فیلبان کے اشارہ
 سے آغرخان کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اس بہادر نے ہاتھی کی سوڈ پر تلوار
 ماری ہاتھی نے آغرخان کو معہ گھوڑے کے سوڈ میں لیکر اوپر اوٹھایا اور آبشار پر
 ایسا ٹپکا کہ راکب و مرکب دونوں جدا ہو کر دس گز کے فاصلہ پر ایک دوسرے
 سے جا گرے دونے چوٹ لگی گھوڑے کی آنت پھٹ گئی لیکن آغرخان پھر
 گھوڑے پر سوار ہو کر اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار ہوا مگر گھوڑے میں قوت نہ تھی
 اس لیے یہ سمجھ کر کہ اس بلائے سیاہ کے رو برد جانا جان کا رائگان کرنا ہے ہاتھی
 کے پیچھے سے آگ فیلبان کی گردن تلوار سے اڑادی اور اسکو نیچے گرا دیا اور گھوڑی
 پیٹھ سے ہاتھی کی گردن پر جا کر سوار ہوا مگر ہاتھی کا انکس ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس من
 زرباب حیران تھا کہ کیا گردن شیخ محمد فاضل خان سامان نے کہا کہ کمر سے خنجر نکال کر
 ہاتھی کے بنا گوش پر سہلائی اگرچہ باعث غرق ہونے فرزند مستح خان
 کے دلیر خان کی آنکھوں میں دنیا اس وقت تاریک تھی مگر اس بہادر
 کارستانہ کام دیکھ کر اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لائے اور تحسین و آفرین کرتے
 ہوئے ہاتھی کے ارد گرد پھرنے لگے آغرخان نے کہا کہ میں یہ ہاتھی سرکار کیلئے
 اگر فٹار کیا ہے میں امیدوار ہوں کہ آپ فیلبان کو حکم دین کہ اسکو فیلبانہ میں داخل
 کرے اور میری سواری کے لیے ایک گھوڑا کوئل گھوڑا زمین سے مرحمت ہو دلیر خان
 نے اسکا دل بڑھانیکو تحسین کر کے کہا کہ یہ ہاتھی بھی تمکو مبارک ہو اور دو گھوڑے
 ترکی و عراقی اسکو مرحمت کیے آغرخان ہاتھی سے اتر آیا اور باصرہ استام
 ہاتھی دلیر خان کو دیدیا۔

نواب دیر خان کا ملک آسام کو خانخانان کے ساتھ جا کر فتح کرنا

آسام کی ہم سخت مشکل تھی اور اس کی فتح نہایت حیرتناک ہے جب سے کہ
یہ ملک آباد ہوا تھا کسی سپہ سالار و اولوالعزم بادشاہ کو اس کی فتح نصیب نہیں
ہوئی تھی اس ملک کی پامالی و کشائش نواب دیر خان کے نام لکھی گئی تھی
باوجود غلبہ پانے اور فتح کر لینے کے پناہ دینا اور ملک مفتوحہ کا واپس کر دینا انھیں
کا کام تھا شجاعت کے ساتھ بخشش اور صلح جوئی کا مادہ جو قدرت نے انکی طبیعت
میں خمیر کیا تھا اور اس غیر معمولی بہادری و فطرتی کے ساتھ رحمی اور تحمل کا وصف
جو انکی ذات میں سرایت کیے ہوئے تھا اسکے ثبوت میں یہ آسام ہی کی مثال موجود
ہے جب کل ملک فتح کر چکے تو آسام کے راجہ نے نہایت عاجزی سے دیر خان
کا دامن پکڑا اور پناہ مانگی تو انھوں نے اسکی خطا بادشاہ سے معاف کرادی اسکے بعد
خانخانان علالت کی وجہ سے وہاں سے چلا آیا تو یہ بھی ملک آسام میں ٹھہر گئے بادشاہ
پیشکش اور نذرانہ وصول کر کے صلح کے شرائط کو تکمیل پر پہنچایا اگرچہ وہاں لشکر میں
کوئی بھی سردار موجود تھے مگر بجز خانخانان کے سب پر منصب اور شجاعت میں انھیں
کو فوقیت حاصل تھی انھیں کے ذریعہ سے صلح بھی ہوئی اور انھیں کو راجہ نے مذہبی دی

لے واپس ازادارگی شجاع بہادری منظم خان در تخیر مملکت آسام بالمش آن کردہ نافر جام دیر خان سیہاے
شایان نمودہ ہمہ جا شریک تعالٰی بود اثر الامرا تذکرہ دیر خان۔

اور انھیں کے توسط سے بادشاہی شیکیش ادا کی جب غانمانان کا ملک نگالہ میں اس مہم کی وجہ سے انتقال ہو گیا تو دلیر خان وہیں تھے اور تمام لشکر کی نگہداشت و سرداری انہیں کے متعلق تھی جب انکے نام شاہی فرمان گیا تو یہ حسب اطلب لشکر لیسکر دارالخلافہ دہلی کو آئے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اس وقت دوبارہ خلعت سے سرفراز ہوئے۔ آسام کی مہم کی تفصیل یہ ہے کہ جب سٹنہ ہجری میں شاہجان کی عدالت کیوجہ سے سلطنت کے انتظام میں خلل پیدا ہوا اور باہم شہزادوں میں لڑائی پھڑکنی اس زمانہ میں سرحد نبگالہ پر راجہ آسام نے بغاوت اختیار کی اور اپنی ولایت کی سرحد پر جو بادشاہی ملک کے شہر تھے اپنے قبضہ میں کیے بھیم نرائن راجہ کوچ بہار نے بھی سرکشی کی حالانکہ وہ ہمیشہ سے مطیع و فرمانبردار تھا اور شیکیش ادا کرتا تھا۔ مگر اب اس نے بھی گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور ایک جماعت کثیر جہیں اکثر مسلمان تھے اسیر کیے اور اپنے ملک میں لے گیا ولایت کا مروپ جس سے مراد گواہٹی اور اسکے متصل دیگر چند مقامات ہیں قدیم زمانہ سے مالک محروسہ میں شامل تھی راجہ کوچ بہار نے اپنے وزیر بھولانا تھ کو بھیجا کہ اسے بھی اپنے تصرف میں کرنا چاہا اس وقت آسام میں راجہ جے دھب سنگھ حکمران تھا جو دوست ملک افزونی لشکر کثرت تو پچانہ و سامان حرب و مضبوطی قلعجات اور فیلان جنگی میں دیگر راجگان ہند سے بڑھا ہوا تھا اس نے جب شجاع کی شورا انگیزی کا حال سنا اور بھیم نرائن کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ مروپ کی تسخیر کر نیوالا ہے تو اس نے ہامیوں کا ایک لشکر عظیم مع توپچانہ دریا اور خشکی کے راستہ سے بھیجا لطف اللہ شیرازی بادشاہ کی طرف سے کامروپ کا فوجدار تھا جب اس نے دیکھا کہ دونوں طرف سے

آشوب کا سیلاب آگیا اور مجھ میں مقابلہ کی تاب نہیں اور کمک امید نہیں تو
 وہ ازراہ دور اندیشی جنگی بیڑے کے ذریعہ سے جہانگیر نگر کو چلا گیا بھولانا تھو ذریعہ
 بھیم نرائن جو یہ جانتا تھا کہ میں اسامیون سے کبھی غالب نہیں ہو سکتا جب آسام
 والوں کے اس ارادہ سے مطلع ہوا تو وہ بھی میدان سے ہٹ گیا اب اسامیون
 کا کوئی مانع نہ رہا ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہو گئے محمد شجاع اپنے حال میں گرفتار
 تھا وہ اسکا کچھ علاج نہ کر سکا اسامیون نے دلیری کر کے آگے اور قدم بڑھایا اور
 بغیر کسی مانع کے پر گنہ کری باری کے اطراف تک جو جہانگیر نگر سے پانچ منزل
 ہے متصرف ہوئے اور موضع مست سہ میں جو پر گنہ کری باری کے قریب
 ہے اپنا تھانہ بنایا اور جماعت کثیر کو وہاں کی محافظت کے لیے مقرر کیا جب ستہ
 جلوس عالمگیری میں محمد شجاع کو شکست ہوئی اور وہ بنگالہ کو چھوڑ گیا تو اسکے تعاقب
 میں عالمگیری لشکر جہانگیر نگر تک آگیا اسوقت راجہ آسام نے خوف زدہ ہو کر
 اپنے دکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخانان کے پاس بھیجا اور اس میں لکھا کہ
 بھیم نرائن زمیندار کوچ بہار نے دست درازی کر کے ولایت کامروپ کو جو ممالک
 بادشاہی سے ہے لینا چاہتا تھا مگر میں نے اسکے تصرف سے بچانے کی غرض سے
 اپنے انتظام میں لے لی اب جسکو آپ مناسب سمجھیں متعین کر دیں چنانچہ اسکی
 معذرت قبول کی گئی اور دکیل کو خلعت دیکر واپس کیا گیا اور رشید خان وغیرہ
 کو اسامیون کے اقرار کے بموجب ولایت بادشاہی پر قبضہ کرنے کے لیے متعین کیا
 گیا اس اثنا میں راجہ کوچ بہار نے بھی معافی مانگی مگر اسکا دکیل قید کیا گیا اور راجہ
 سجان سنگہ پندیلہ اور مرزا بیگ کوچ بہار کی تسخیر کے لیے بھیجے گئے جب اسامیون

نے سنا کہ رشید خان معہ فوج کے کامروپ کو روانہ ہوئے ہیں تو انہوں نے
 اول پرگتہ کری باری کو معہ چند پرگنوں کے خالی کیا اور اسکے بعد دریائے
 بناس تک ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا رشید خان اسامیوں کی اس پُرفریب
 حرکت کو سمجھ گئے اور نہایت احتیاط سے جہانگیر نگر سے آگے چار منزل جا کر ٹھہر گئے
 انکی مدد کو یوسف خان افغان بھی پہونچ گئے اور وہاں جا کر جو مقامات خالی ہوئے تھے وہ
 قبضہ میں کیے جب رشید خان زنگامائی کی طرف چلے تو اسامی رشید خان کے آگے
 نہ بڑھنے سے زیادہ خیرہ سر ہوئے اور انہوں نے دوبارہ کامروپ کے تصرف
 میں لانے کا ارادہ کیا چنانچہ توپخانہ اور جنگی بیڑے اور آلات جنگ اور سامانِ بڑ
 بھیجا رشید خان کے پاس انکے دفعیہ کے لائق سامان نہ تھا لہذا وہ زنگامائی میں
 ٹھہر گئے اور خانخان کو حقیقت حال لکھی خانخان اس حال سے آگاہ ہو کر معہ
 کل لشکر اور توپخانہ کے اس مہم کے لیے خود چلا اور بادشاہ کے حضور میں اس
 امر کی عرضداشت لکھ بھیجی عالمگیر کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ کل امر اور سرداران
 لشکر جو شجاع کی مہم کے لیے مقرر ہوئے ہیں وہ سب خانخان کے ساتھ مفتحت
 کر کے اسکی صلاح اور رائے پر چلیں چنانچہ حسبِ احکم بادشاہی لشکر سہ ماہ
 مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۰۷۱ ہجری کو آسام کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور یہ آسام
 قرار پائی کہ اثنائے راہ میں کوہِ بارہت وہاں کے راجہ کا بھی قلعہ قمع کرتے جانا
 چاہیے پیشتر بادشاہی لشکر ہری تلہ کو جو شاہی سرحد پر ہے آیا اور وہاں سے اس
 راستہ سے جس طرف راجہ نے بوجہ جنگل ہونیکے محافظت نہیں کی تھی روانہ ہوا
 نہایت خطرناک و دشوار گزار تھا جب جنگل کی مسافت طے کر چکے تو ایک بند

آگے آگیا جسکو راجہ نے شہر کی حفاظت کے لیے بنوایا تھا اس بند پر بڑی بڑی توپیں اور زنبورکین اور دیگر آلات حرب نصب کیے تھے جب بادشاہی لشکر پہنچ گیا تو اوپر چوراجہ کی فوج محاطات کے لیے مقرر تھی بادشاہی لشکر سے مقابل ہوئی مگر مقابلہ کی تاب نہ لائی اور بھاگ گئی جب کوچ بھار کے قریب بادشاہی لشکر پہنچا تو راجہ بھیم نرائن جو اس جنگل اور بند پر بہت مغرور تھا اپنی جان و آبرو بچا کر بھاگا اور کوہ بھوٹان پر جا کر چھپا اوسنے اپنے وزیر بھولانا تھ کو پانچ چھتر فوج دیکر کوہ مورنگ اور جنگل میں رہزنی اور رعایا کے بھڑکانے اور رسد وغیرہ کے بند کرنیکی غرض سے بھیجا۔ ۲۷ ماہ رجب الشانی کو بادشاہی لشکر کوچ بھار میں داخل ہو کر خمیہ زن ہوا اور اللہ اکبر کی تکبیر کا نعرہ بلند ہوا رعایا کے ساتھ نہایت دجوبی سے انصاف اور احسان کیا گیا جو رعایا کہ رعب سے بھاگ گئی تھی وہ انصاف کا شہر اس کے اپنے مکانوں میں آئیسی راجہ کا بیٹا بشن نرائن جو اپنے باپ سے نا ارض تھا لشکر بادشاہی میں حاضر ہو کر جمال و رغبت اسلام سے مشرف ہوا اور خلوت سے مر بلند ہوا۔ ایک سو چھ توپیں۔ ایک سو پچیس زنبورکین اور اچنگی اور بہت سے دیگر آلات بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے شاہی لشکر نے بھولانا تھ وزیر کو بھی نہایت خوش تدبیری اور شجاعت سے جنگل و پہاڑ میں جا کر معہ زنی فرزند کے قید کر لیا راجہ بھیم نرائن و ہراج زمیندار کو ہستان کی حمایت سے دامن کوہ میں پناہ گزین ہوا تھا جب اسکی طرف لشکر بڑھا تو وہ بالائے کوہ بھاگ گیا پہاڑ پر بجز ایک پیادہ شخص کے چڑھنا مشکل تھا اسلئے لشکر تعاقب نہ کر سکا زمیندار کو ہستان کے پاس ایک نامہ اس مضمون کا بھیجا گیا کہ بھیم نرائن

کو اپنے ملک سے نکال دو۔

کوئچ بہار بنگالہ کے مابین شمال و مغرب کے واقع ہنہ پچھن کو س طول اور پچھس
کو س کا عرض اوس عہد میں تھا ملک کی آب و ہوا یورپ کے شہر و زمین نہایت
لطیف تھی چونکہ کوئچ بہار کی فتح سے اصلی غرض آسام کی تسخیر تھی لہذا دھرم رائے
کی گوشمالی آئندہ پر موقوف کر کے اسفندیار کو حسب حکم بادشاہ کے پیارے سوسوار
اور ایک ہزار پیادے دیکر وہاں کا فوجدار مقرر کیا اور کوئچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا اس
انتظام سے فرصت کر کے فتح آسام کے لیے بادشاہی لشکر نے کوچ کیا اور گھوڑا
گھاٹ کی راہ سے روانہ ہوا ۲۰ تا ۲۱ کو لشکر دریائے برہمپتر پر پہنچ گیا اور دو کو س
زنگامانی سے گذر کر لشکر نے قیام کیا وہاں رشید خان بھی آگئے دریائے کنایہ
جنگل والے اس کثرت سے تھے جس سے لشکر کا گذر نہایت دشوار تھا اس نواح
کے زمیندار اگرچہ آسان راستہ سے لیچلنے کی رہبری کرتے تھے لیکن سپاہیوں
از راہ دور اندیشی دریا کا کنارہ نہیں چھوڑتا تھا اور کھلیٹ و خنچی کو گوارا کرتا تھا کہ ہوا
یہ قوم دھوکا دے اور راستہ گم ہو جائے لشکر کی رہائی کا انتظام اس صورت سے
قرار پایا کہ ولیر خان مقدمہ بجائیں اپنے فوج کے ہراول ہو کر آگے آگے
چلیں اور میر مرتضیٰ داروفہ توچانہ اونٹوں کے ساتھ رہے غرض کہ اسی طریق سے

۱۷۵۷ء کوئچ بہار کی ریاست کا حال شاہی عہد کے برابر نہیں ہا موجودہ رقبہ (۱۲۰۰) میل مربع اور آبادی تقریباً چار لاکھ
آدمی گیارہ لاکھ سلامی اتوپ راجہ صاحب کا نام مارا راجہ سری شیرینہ رونا رائے بھوپ بادیجی سی ایس آلی والی
کوئچ بہار ایک ناکام پرنس آف ولیر بادشاہ راجہ صاحب ولایت بلی کے پرنس دلی دربار بھی تشریف لائے تھے۔
۱۷۵۷ء مقرر ساخت کہ ولیر خان با فوج ہراول و میر مرتضیٰ با توچانہ منصور آئی اہمیت مقصد متی شیوہ سرگردیش
افواج قاہرہ رود در نصرت و فیروزی گردید عالمگیر نامہ صفحہ ۵۹۔

روانگی ہوئی ہاتھیوں کے ذریعہ سے دشوار گزار جنگل صاف کیا گیا اور تہہ داروں کے
 نامہوار راستہ برابر کروایا جس جگہ نالے دلدل آئی اور زمین درختوں کی شاخیں اونے
 کے دستہ اور گھاس کے پٹھارے بھر کر ان سے عبور کیا جاتا راہ کے خطرناک اور دشوار
 گزار ہونے سے ایک دن میں دو ڈہائی کوس سے زیادہ لشکر نہیں چل سکتا تھا عرصہ
 ۶۔ جمادی الثانی کو لشکر جوگی گھپہ پر پہونچ گیا بیان سے گواہی جو مالک بادشاہی کی
 سرحد پر ہے چالیس کوس تھی کر گاؤں جو راجہ آسام کا راجہ بانی تھا ایک ماہ کی راہ
 تھی جوگی گھپہ پر آسامیوں نے پہاڑ کے دہن سے دریا کے کنارہ تک ایک نہایت
 مستحکم قلعہ بنایا تھا جس کے حصار کی دیوار ایک کوس لابی تھی اور برج نہایت مضبوط
 تھے دیوار سے ایک گولی کے ٹپہ پر گرے کھود کر انہیں تیز بانس کی سیخیں جسکو بھالچہ
 کہتے تھے گاڑی تھیں اور تین گز کی چوڑی خندق کھودی تھی اس میں بھی بھالچہ لگائے
 تھے دریائے برہما پتر اوس سے دکن کی طرف ملا ہوا تھا اور اسکے پورب کی طرف
 دریائے بناس پائے کوہ سے گذر کر دریائے برہما پتر سے مل گیا تھا اور اتر کی طرف
 خندق و پہاڑ و جنگل نہایت انہوہ کے ساتھ واقع ہوئے تھے اس قلعہ کے پیچھے
 ایک اور پہاڑ تھا جسے پنج رتن کہتے تھے اس پہاڑ پر بھی اسطرح کا ایک حصار اور قلعہ
 بنا ہوا تھا جوگی گھپہ کے قلعہ میں پندرہ ہزار فوج مع توپخانہ کے موجود تھی تین سو
 بیس کشتیان مع سامان و آلات حرب کے تیار تھیں کہ اگر شاہی لشکر غالب ہو جا
 تو دریائے کی طرف سے بذریعہ ان کشتیوں کے کوہ پنج رتن کے قلعہ میں پہونچ کر مقابلہ کریں
 اور جب لشکر دہانے آگے بڑھے تو گھاٹ پر ٹھیکر اپنر چپاہ مار بن اور رسد بند
 کر دیں اس قلعہ میں بھی چھ ہزار آسامی مع توپخانہ اور سامان جنگ کے موجود تھے

میان پردریا کی دو شاخیں ہو گئی تھیں جنکے درمیان خشک زمین تھی جسپر اونھوں نے
 مورچے بنا کر اوسکو چوب و بانس سے خوب مضبوط کیا تھا انکا یہ ارادہ تھا کہ لشکر
 بادشاہی دریا کے جس حصہ سے نکلے تو پ و بندہ وق سے اوسپر آگ برسائیں اور
 آگے نہ جانے دیں۔ دریا کے متصل سپہ سالار نے قیام کیا اور دوسرے روز سپہ
 نصیر الدین و یادگار خان و میا نہ خان و جمال خان وغیرہ کو دریا کے پار اوتار دیا تاکہ
 دریا کے دوسری جانب قیام کریں اور غنیم کو قدم بڑھانے کی مجال نہ ہو۔ ایک
 جماعت کو جو گئی گھپہ کے پیچھے مقرر کیا کہ دریا کے بناس کے کنارہ سے پہاڑ تک راستہ
 بند کر دے تاکہ ان گمراہوں کے بھاگنے کا گمان باقی نہ رہے جب یہ سب انتظام
 ہو گیا تو آسامیوں نے جانا کہ بھاگنے کی راہ بند ہو گئی خوف کے مارے وہ حصار
 میں نہ رہے اور رات کی وقت دو نون قلعہ چون کو خالی کر دیا اور کشتیوں میں سے ٹھیکر
 بادشاہی بیڑوں سے مقابلہ کو آمادہ ہو گئے جب جنگی بیڑے حصار کی طرف روانہ ہو
 اسامی لڑنے کو بڑھے مگر بادشاہی لشکر کے حملہ کی تاب نہ لائے اور بدحواس
 ہو کر بھاگے بادشاہی لشکر نے تعاقب کیا اکثر نے اپنی کشتیاں چھوڑ کر جنگل میں
 پناہ لی اور بہت سے پانی میں غرقاب ہو گئے بعض زخمی ہوئے اور بعض گرفتار ہو
 ایک سو اڑتالیس کشتیاں اور چونتیس توپیں چھوٹی بڑی اور بیشمار باروت اور سپہ
 و باروت بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگی اور دو قلعے بلا جنگ کے قبضہ میں آ گئے یہ
 پہلی فتح نہایت مبارک فال سمجھی گئی اگر اسامی محصور ہو کر مقابلہ کرتے تو انکی تباہی
 بہت دن صرف ہو جاتے کیونکہ دریا سے برہماتپرو دریا سے بناس و جنگل و پہاڑ
 حائل تھے اور دیوار میں صلاحیت نقب لگانے کی نہ تھی دو گزر میں کھودنے سے پانی

حکمتاً تھا انقض و بان عطار احمد خان کو تھانہ دار مقرر کر کے بادشاہی لشکر گواہی کو
 چلا اور دریائے بناس پر پل باندھ کر اور تارک گواہی سے دو کو س
 آگے بڑھ کر لشکر خمیہ زن ہوا وہاں آسامیوں کا لشکر نہایت غلبہ سے جمع ہوا تھا
 اور جنگ پر آمادہ تھا اور اسکا آسامیوں نے دو قلعے نہایت مستحکم بنائے تھے ایک
 قلعہ موضع ہری گھاٹ میں تھا اور اسکا حصار پانچ پہاڑوں کو گھیر کر بنایا تھا اور دوسرا کوہ
 ماند پر ایک طرف اس کے دریائے برہما پتر اور دوسری طرف اس کے خاڑی ہری
 گھاٹ تھا اور تمام کشتیاں آسامیوں نے ان دونوں قلعوں کے درمیان میں جمع
 کی تھیں اور ان دونوں قلعوں میں ایک لاکھ سے زیادہ آسامی جمع تھے یہاں اوتریے
 بعد سپہ سالار نے رشید خان کو ایک فوج دیکر کہا کہ اوتر کی طرف قلعہ کے جورا ہے
 وہاں جا کر محصور کی راہ بند کر دو جب آسامیوں نے راہ فرامسد و دیکھی گھبرا
 اور رات کی وقت قلعہ کو خالی کر دیا کچھ تو نہیں آئے اور کچھ دریائے اوتر کو بھاگ
 گئے جب سپہ سالار کو اسکی اطلاع ہوئی تو یہاں سے کوچ کر کے سری گھاٹ ہوتا
 ہوا قلعہ میں داخل ہوا قلعہ ماند و اور قلعہ کلی بن کے محافظوں نے دوسرے قلعہ
 کا یہ حال دیکھ کر بلا جنگ اپنے قلعہ بھی نالی کر دے القصہ گواہی جو قدیم سے شاہی
 سرحد تھی وہاں تک بادشاہی لشکر نے اپنا قبضہ کر لیا اور آسامیوں کو نکال دیا
 محمد بیگ کو گواہی کا فوجدار اور حسن بیگ کو کلی کی حراست پر تعینات کیا
 اور ۲۵ تاریخ ماہ مذکور کو بادشاہی لشکر گواہی سے آسام کی تسخیر کو چلا شہانہ
 روضہ سپاہ ہتیار نہ کھولتی رات کو گھوڑے کی زمین سے جدا ہوئی لشکر کے آگے
 قراول یعنی بنہ و قبی اور ادھنکے چھپے تو پھانہ اور اوس کے بعد لشکر کے

پشت و پناہ دلیر خان تھے اور ان کے ساتھ انکی کل فوج ہراول میں بھی اس عرصہ میں ولایت و رنگ کا زمیندار حاضر ہو کر بادشاہی لشکر سے ملا اور ہاتھی نذر دیئے اسکے بعد زمیندار دو مریہ جو آسام کے تابع تھا اونے اپنے بھتیجے کو بھیجا اور ہاتھی نذر کیا خانخانان نے ان دونوں کی دجوئی کی اور انکو لشکر کے ہمراہ لیا سبکداریے پر تھا پتر پر آسامیوں کا ایک قلعہ چھ نام کا تھا جو وہاں تک بہت بڑے اور مشہور قلعہ میں تھا حصار او سکا نہایت مضبوط اور برج اسکے نہایت بلند اور وہ قلعہ بہا پر بنایا تھا اور پہلو پہاڑ کے کائیکر اسکو مضبوط کیا تھا ایک طرف اسکے دریائے مذکور واقع تھا اور تین طرف پانی غرقاب اور نہایت چڑا تھا محاذ میں اسکے ایک قلعہ عظیم الشان جسکا نام سیملہ گڑھ تھا بنا ہوا تھا چونکہ گڑھ ان راجہ آسام کا دارا اور مسکن تھا اور وہ دریائے برہما پتر پر واقع تھا اسلیے بادشاہی لشکر نے بندہ کی تسخیر کا ارادہ فوج کر کے سیملہ گڑھ کی طرف رخ کیا کہ پہلے اس قلعہ کو فتح کر کے راجہ ہار لینا چاہیے اس غرض سے ۶ رجب کو بادشاہی لشکر جو ہشیار تھا دو روز میں اس طویل و عریض دریائے او تر اور نہایت ہوشیاری سے آگے روانہ ہوا شنائے راہ میں آندھی کا سخت طوفان آیا اور اسقدر بڑے ایلے پڑے کہ لشکر کے بہت آدمی ضایع ہوئے اور کثرت سے چوپائے دگھوڑے جو اس صدمہ کی تاب نہ لائے اور بھاگ کر دریا میں گرے انکو وہاں موج کے تھپیڑوں نے غرقاب کر دیا۔ ۱۱ رجب کو لشکر سیملہ گڑھ پہنچا اور دو گولیوں کے فاصلے پر قلعہ سے لشکر نے پڑاؤ والا سیملہ گڑھ

لعنہ در عقب تو پناہ دلیر خان با فوج ہراول فرود آمدہ ستر راہ مقہوران باشند ۱۳ عالمگیر نامہ

۱۵ نامہ سیملہ گڑھ آن حصے است متین آسمان رفعت محاصرہ آن از نیروی قدرت و طاقت را بہتیم

کا قلعہ ایسا وسیع اور عالیشان تھا کہ بلندی میں آسمان سے باتین کرتا تھا دیوار اس کی
نمایت بلند و چوڑی بنائی تھی جو دکن کی طرف پہاڑ تک پہنچی ہوئی تھی اور وہ پہاڑ اس
قلعہ کے پس پشت تھا اور وہ دیوار چار کوس کی لائی تھی اور دوسری دیوار شمال کی
نین کوس کی لائی تھی جو دریائے برہمپتر سے ملی ہوئی تھی اور ان دونوں دیواروں پر
پانچ برج اتنے بڑے بنے ہوئے تھے کہ دور ہر برج کا چار سو تیس گز کا تھا اور چھوٹے
چھوٹے برج پچاس گز کے فاصلہ پر بنائے تھے اور ہر ایک دیوار کے درمیان میں
دیوار کنگرہ دار حسب دستور قلعہ کے اندر و باہر بنی تھی دونوں جانب ایک ایک
خندق عمیق کھودی تھی اور اوچے بجائے پانی کے خاک نرم مثل توتیا کے بھری تھی
تاکہ اس کی دیوار تک کوئی نہ آسکے اور دیواروں پر توپیں اور بادج اور تمام آلات
جنگ و پیکار کے چنے تھے اور قریب تین لاکھ کے جنگجو آسامی آہیں
لڑائی کے لیے جمع تھے اس قلعہ کے باشندے اس کی مضبوطی و کثرت سامان پر ایسے
مطمئن تھے کہ ان کو کسی قسم کے صدمہ پہونچنے کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ بادشاہی لشکر قلعہ
کے دکن جانب ایک نالہ کے کنارہ پر جو عجیم کی طرف گیا ہے پراہوا تھا لشکر کے
سردار سوار ہو کر تمام رات لشکر کے ارد گرد گشت کرتے پھرتے تھے تاکہ وہ کام

بقیہ صفحہ ۶۴ قبل عایدہ افزون و ساکنان شہر از سنگ ابران وادٹ از آسیب مخفی فک مضنون اردو جا
آن قلعہ دیوار عریض استوار و فیغ کشیدہ اند کہ از جانب جنوب بطول چار کردنتی میشود و یک سو سے سرچرچ دراز شد
و از شمال تا سہ کردہ بدیایے و طائرہ کوند سیدہ و آن ہر دورا بدستور قلعہ و برج و کنگرہ سائستہ درون
و بیرون خندق بر زمین برودہ اند و ہمہ جای توپ و بادج و تفنگ و سایر آلات وادو و جنگ مستحکم کردہ
قریب سہ لک آسامی جنگو دران بقدم ثابت و در مقامہ اذت ایستادہ ماثر الام

بہرہ و چون حصار حیرت برین
نور و خوشی بجائے گا و زمین

گشتہ و حیرت و دوست
غیر و دلا و سمان و پش

چھاپہ نہ مارین اور خاصکر محمود بیگ بخشی فوج لشکر کی چوکی دراری پر مقرر ہوا تھا تمام قلعہ کا محاصرہ کرنا غیر ممکن امر تھا۔ خانخان کی صلاح سے دلیر خان اپنی فوج ہراول لیسکر آگے بڑھے اور ایک بڑے برج کے سامنے آتے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی کا گر نہو مورچے باندھ دیے اور دوسرے بنا کر انپر بڑی بڑی توپیں لگا کر قلعہ پر گولے مارنا شروع کیا کچھ سپاہ نے راستہ بنائے اور سڑنگ وغیرہ قلعہ کی دیوار تک پہنچائے آسام والے شام سے صبح تک برابر بادشاہی لشکر سے جنگ کرتے اور علی الاصال برج دبارہ سے توپ و بندوق کے گولے اور گولیاں برساتے مگر بادشاہی بہادر گولیوں کے میچ کو اپنے بدن پر جس طرح کہ ابرباران کے قطرات فصل بہار میں سبزہ پر گرتے ہیں تصور کرتے اور ایک دم سعی سے باز تر ہتے بعض راتوں میں آسام والے موقع پاکر شیخون بھی مارتے اور غلبہ پائی کی تاک میں اہل مورچال پر حملے کرتے اور دوسرے شاہی لشکر کے جو انحر وہی اون ظالمون کو پسپا کرتے اور اپنی تلواریں انکے خون سے رنگین کرتے بقیہ اسیف بھاگ کر قلعہ کے حصار میں پناہ لیتے بعض مجاہدین اسلام زخمی ہوتے اور بعض رتبہ شہادت سے فیضیاب ہوتے۔ ایک رات آسامیوں کا بڑا گروہ ایک مورچہ پر جس میں خانخانان کے آدمی تھے حملہ آور ہوا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ قریب تھا کہ لشکر اسلام کو صدمہ عظیم پہنچتا کیونکہ اسوقت خانخانان کی سپاہ انکے کمر سے غافل پڑی تھی وہ کیا بارگی

۱۵ دہرہ بدید سپہ سالار دلیر خان با فوج ہراول دوسرے مرتبہ باہل توپخانہ از معسکر فیروز کی لوہا پس رفتہ در جائیکہ بندوق از قلعہ غیر سید برابر کیے از برجائے کلان مورچال بیستہ و توپہائے بزرگ بردوسر

برآوردہ بر قلعہ میزدند صفحہ ۷۰ عالمگیر نامہ

اگر اوپر ٹوٹ پڑے مگر اس وقت دلیر خان کے افغان آگاہ ہو کر نہایت جرات و دلاوری سے اونکے سر پر آگئے اور بادشاہی لشکر کی مدد کو پہنچ گئے ان شیروں کے حملہ کی تاب آسانی نہ لائے اور رو باہ کی طرح بھاگے اور ناکام پھر چند روز اسی طرح محاصرہ میں گذرے شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ جو تھی شب میں آسماں نے سخت چھاپہ مارا اس رات میں دلیر خان نے نمایاں جنگ کی اس معرکہ میں بہت سے آدمی خانہ صوف کے کام آئے اور بہت سے آسام والے امرنگہ اور دلیر خان کے سپاہیوں کے ہاتھوں سے ماری گئے۔

شبانہ روز قلعہ کن توپوں کے گولے برابر حصار پر پڑتے تھے مگر وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ اوش سے گرد تک نہیں گرتی تھی جبکہ یہ قلعہ واقع تھا اور شاہی لشکر ٹپا ہوتا وہ سرزمین نہایت خطرناک تھی شیخون کا نہایت گمان تھا چنانچہ سابق زمانہ میں دوبار عظیم الشان لشکر ہندوستان سے اس دیار کی تسخیر کو گئے تھے ان مکاروں نے

۱۔ تانہیان دلیر خان برصارت و چیرگی آئنا آگئی یافتہ بلو کمک پر داخند مقہوران حملہ تاب آن شیر دلاں نیاورہ روہر صفت گریزان شدند و کارے نساخند۔ ۴۰۰ عالمگیر نامہ

۲۔ و شب چارم شیخون عظیم آوردند و در ان شب دلیر خان تردد غایان گردید و بسیار مردم دلیر خان بکار آمدند و آسماں نیز از مردمان دلیر خان و راجپوتان امرنگہ کشتہ گردیدند شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۸۸۔

۳۔ و سرزمینے بود قلب خطرناک کہ در سوابق از نہ زمین مکان اشکر اسے عظیم ہندوستان کہ بغیر میت تسخیر آئندہ رفتہ بودند بہ آتقوم ندر و تخلص ہلاکت و پائمال خرابی شد کہے جان سلامت اذان در طہ نیاورد و لہذا اسے قرار گرفت کہ در کشائش انحصار سرعت و تعجیل بکار برد۔ ماثرا الامرا عالمگیر نامہ۔

۴۔ و دلیر خان بلو از مقلعہ کشائی ہمت بر بست و از ورون و بیرون جنگ و پیوست و چون ہر توپے کہ برج دبا میر رسید از کمال استواری حصار جز گردے اذان بر بنی خاست و اثر سے آنگہا کستن دیوار و افتادہ کنگرہ مرتب نمیشد۔ ماثرا الامرا تکرہ دلیر خان

شیون وغیرہ سے اسی جگہ وہ ہلاکت کو پہنچے تھے کوئی بھی اس آفتگاہ سے بچ کر نہ آیا۔
 حسین شاہ جو سلاطین بنگالہ سے اولوالعزم بادشاہ تھا اُسے
 لشکر کشی کی تھی اور دوسری بار محمد شاہ تغلق نے ایک لاکھ سوار جہاز
 اور بے انتہا سامان جنگ آسام کی فتح کے لیے بھیجا تھا
 مگر ایک شخص بھی اس طلسم سے بچ کر نہ آیا تھا۔ جب اسکے
 بعد انتقام کے لیے بڑا لشکر آسام کی طرف بھیجا گیا اور وہ سرحد پر پہنچا مگر آگے بڑھنے
 کی ہمت نہ پڑی ناچار فسخ غریت کر کے واپس آیا۔

جب کبھی کوئی صاحب عزم بادشاہ ہندوستان سے آسام کی تسخیر کو گیا تو آسامی
 مکر و فریب سے چھاپہ مارتے اگر وہ اس طرح غالب نہ آتے تو رعایا گھر بھونک کر
 کوہستان کو چلی جاتی جب برسات آتی تو سب جمع ہو کر حملہ کرتی اور غلہ وغیرہ کی
 چار و طرف سے رسد بند کر دیتی۔ وہاں کی شدید بارش جو طوفان کا نمونہ ہے آہین
 لشکر مجبور و محتاج ہو کر ہلاک ہو جاتا اس حالت میں یہ رائے قائم کی کہ ان دو دیواروں
 میں سے ایک پر یورش کی جائے اور نہایت جلد یہ محم سر کیلے دیر کر نہیں ہزاروں
 آفتون کا احتمال ہے۔ اسی ضرورت سے فرما دیا خان یورش کے موقع دیکھنے لگے
 ہر طرف جنگل اور آدمیوں کی کثرت تھی آسامی ہر طرف سے خبردار اور لڑائی کے
 لیے مستعد و ہوشیار بیٹھے تھے لیکن دکن کی جانب جنگل کم تھا اس لیے ہر طرف یورش
 کرنا مناسب سمجھا گیا حسب صلاح یہ قرار پایا کہ دلیر خان اپنے لشکر کو ایک طرف

لے و مقرر کر دے کہ دلیر خان باجمیع از دلیران و ابطال جنود اقبال بان سمت شتافہ از انجا یورش نماید

جائیں اور جسوقت خانہ مصوف یورش کریں تمام لشکر کیا بارگی جنبش میں آجائے اور
حملہ کر کے محصور و نگوہر طرف سے مضطرب کیا جائے لہذا ۱۵ ارجب شب کے
وقت دلیر خان مع اپنے لشکر کے جنہیں انکے بھتیجے رنست خان اور راجہ سنگھ

بقیمہ ماقبل و سائر عساکر قاہرہ نیز از معسکر فیروزی طراز با ہتھ آندہ از پیش روئے خود حملہ آور شوند و محصور
را از ہمہ سو مضطرب ساختند و ترزل و در بنائے ثبات و رخنہ و در اساس حیات آن بیدنیان افگند و شب پانزدہم
ماہ مذکور باین عزیمت صواب دلیر خان باراجہ رنستنگھ و فریاد خان و رنست خان وغیرہ باینست
معین شد اتفاقاً بیکے اذان قوم کہ از مدہ تہادر مالک باوشاہی بسرمیہ رود و در نیولادرا احد لشکر تنظیم بود
بکرا اندوزی در مقام کینہ توڑی شد و بصورت دو لٹو اہی اظہار نمود کہ بر حقیقت این بوم ویرکماہی آگاہی ام
اگر ہر بہری من عمل نمایند افواج فیروزی را بموضع میبرم کہ از اینجا یورش باسانی آید و ہمانی محصوران
پیام فرستاد کہ در فلان مکان کہ اصعب جوانب آن حدود است جمعیت را ہجوم نموده مترصد باشند
و دلیر خان بر ہمنوئے ان ناپکار را واسطہ شب رہگراے مقصد گردید ہنگام ظہور تباشر صبح بکمانے آورده راہ
یورشش نمود کہ خندق بر آب داشت صعوبت طریق اجتماع مقهوران پیش از دیگر جوانب بود اہل حصار
کیا رنجیدین ہزار توپ و قشنگ داووات اشبازی رہا کردہ دوے ہوارا از ابر و دیرہ ساختند
و حقماے باروت از بالائے برج و بارہ شرارہ ریز زمین و زمان از صوت توپ ہارزلزلہ انگیز شد
دلیر خان از فور جلاوت و تہور رخ تافتن اذان آشوبگاہ کہ از منجائے جو ہر مردی و مردانگی بود تجویز نہ نمودہ
فیل سوارہ از کمال جلاوت باب خندق راند ہمایان چون چنین دلاوری از سردار مشاہدہ نمودند عسکر
جرات حرکت نمودہ در ان رستخیز بلاکہ پرو لان روزگار اہمیت میلغزید یورش کردند و بے صعب در
پیوست اکثرے از عساکر اسلام راتن از آسیب زخم فگار و جمعے را در ان بذل کوشش نقد جان نثار شد
پنج تیرہ دلیر خان رسید و بسبب صلاح مجروح نہ شد و تیر بسیار بر فیل مرکبش و حوضہ آن بند شد خان دلاور
با جو قے پاپے حصار رسید بستیاری شجاعت بیالائے دیوار برآمد و اہل ضلال بر زم و قتال در آنخت
و پس اذان جانب و روازہ و دیگر اطراف نیز مردم داخل حصار شدہ لو اسے استیلا بر افراشتند کفار مغلوبہ عبث
ہر اس گشتہ بد فرزندند۔ از ماثر الامراض صفحہ ۷۱۔

و فرہاد خان و یادگار خان و سرانداز خان و جمال خان و میانہ خان و آغرخان و
 قراول خان وغیرہ اور ایک ہزار پانسو جوان منتخب خانخانان کی فوج کے اور میر
 داروغہ توپخانہ تھاروانگی پر تیار ہوئے اتفاق سے ایک آسامی جو بدست بادشاہی
 لشکر میں ملازم تھا اس نے اپنی بدظیتی اور قومی پاسداری سے فریب دیکر یہ بات
 کہی کہ میں اس سرزمین سے پوری وقفیت رکھتا ہوں اگر آپ میری رہنمائی پر عمل
 کریں تو میں ایسی جگہ لشکر کو لیجاؤں گا کہ جس جگہ دیوار بھی بلندی میں کم ہو اور خندق بھی
 زیادہ نہ چوڑی ہو سپہ سالار کو اسکی طرف سے مکر و کینہ کا خیال نہ تھا لہذا اسکے ساتھ
 لشکر بھیجنے کا وعدہ کر دیا اس مکار نے اس وقت آسامیوں کو جو قلعہ میں محصور تھے
 اکٹلا بھیجا کہ فلاں جگہ پر بادشاہی لشکر لیے آتا ہوں تم سب اپنی فوج کو مجتمع
 کر کے میرے آنے کا انتظار کرو میں ان سب کو تھارے تیرون کا نشانہ بناؤں گا
 دلیر خان نے اس بداندیش کو ہمراہ لیا اور وسط شب میں قلعہ کی طرف روانہ ہوئے
 جب دروازہ کے برابر جو وسط دیوار میں تھا پہنچے تو میر مرتضیٰ کو معہ میانہ خان
 و جمال خان کے وہاں پہنچوڑا کہ دشمنوں کو توپ اندازی سے اپنی طرف مشغول کر کے
 یورش سے غافل رکھیں چنانچہ میر مرتضیٰ نے دلیر خان کے حکم کے بموجب توپخانہ
 لگا دیا اور گولے مارنا شروع کیا وہ بد نہاد آسامی اپنی بدظیتی سے خان شجاعت
 نشان کو صبح صادق کے وقت جو جگہ کہ اس نے تجویز کی تھی لیگیا وہاں جا کر کھیا
 تو وہ جگہ کل مقامات سے سخت تھی خندق بے انتہا پانی سے لبریز راستہ سے
 ہر طرف نکلنا دشوار آسامیوں کا ہر جگہ سے وہاں پر چوم زیادہ جب دلیر خان
 اس جگہ پہنچے تو اکبار کی اہل قلعہ نے ہزار با توپ و بانج و بندوق و آتشباری

کے آلات چھوڑ کر جہان کو تیرہ و تار کر دیا اور کثرت دھوئین سے ہوا مثل ابر سیاہ کے ہو گئی تو پونچکا آواز جیسے کہ رعد گرجتا ہے قیامت برپا کرتا تھا اور زمین زمان میں اک زلزلہ پڑا ہوا تھا باروت کے حقے مجاہدین کے سرو پیر گر کر ٹھہراے برساتے تھے اور بسند و ق کی گولیاں برق کی طرح چمک کر غازیوں کے گریباؤں میں پہنچتی تھیں حسن اتفاق سے ایک گولہ تفنگ کا اس اسامی کے چودھو کا دیکر شکر کو لایا تھا اور بھاگنے کی فکر میں تھا اس لیے اُس کو باندھ لیا تھا لگا اور وہ فوراً ہلاک ہوا۔ اور بمصدق دیکھتا ہوا کہ اے الہا ہا ہا نتیجہ ظور میں آیا اور نمونہ عبرت کا ہوا دلیر خان نے اپنی وفور ہمت اور کمال شجاعت سے اُس میدان قیامت ناک سے رُخ پھیرنا گوارا نہ کیا حالانکہ وہ ایسا ہیبت خیز وقت تھا جو مردانگی اور دلادری کے جوہر کی آزمائش کا تھا دلیر خان نے حمایت الہی پر تکیہ کر کے اپنا ہاتھ جیسپر وہ سوار تھے خندق کے پانی میں ڈال دیا یہ واقعہ اگرچہ ہم عالمگیر نامہ اور مائثر الامراء سے لکھ رہے ہیں مگر خانی خان شاہنشاہ وغیرہ مستند کتب بھی پیش نظر ہیں مضمون سب کا ایک ہے مگر بعض کتاب میں صراحت زیادہ ہے تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۷۲ میں شمس العلما خان بادر مولوی کا افسانہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ صبح نہیں ہوئی کہ وہ آسامی دلیر خان کو خندق پر لیگیا جسکے پانی کی انتہا نہ تھی اور ادھر سے آسامیوں نے طرح طرح کے جاذبات حربے چلانا شروع کیے اور اطراف سے توپ کے گولے اور آگ کے حقے اور پتھر برسنا شروع ہوئے باوجود اس مرگ بے امان کے دلیر خان

نے اس برستی آگ میں اپنے ہاتھی کو بڑھایا ہر چند لب لسان
افغانوں نے سمجھایا کہ آب و آتش سے نجات کی امید نہیں ہے
اگر بحر خونخوار کے غرقاب ہو نیسے بچ گئے تو پتھر و پیر سر چکنے اور رائگان
جان دینے سے کیا فائدہ ہو گا رلے صائب کا مقتضایہ ہر کلمہ بھی قابو
وقت باقی ہوا اپنے لشکر گاہ کو مراجعت کریں پھر قلعہ کی تسخیر کریں
دلیر خان نے تمام عمر منہ نہیں پھیرا تھا فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور
شہادت کو سعادت و ارین سمجھا فیلبان کو ہدیت ناک آواز سے

۱۵ دلیر خان فیل را دران آب بے پایان رانده و از باریدن آتش بالا نہ اندیشیده بعضے افغانان لباختہ فغانیدند کہ
کامان گذشتہ کی امید نجات از میان آتش باشد معذرا اگر آب برآمد سو کسر بسنگ گشتن جان انگان اون فائدہ نخواهد
مناسب آنست کہ قابوے وقت باقیست یہ نگاہ مراجعت نموده باز بجار قلعہ باید پرداخت دلیر خان قبول نہ نمود
آتش نبرد عار فرار بر خود گوارا نہ نموده سعادت و شہادت سرمایہ نجات و ارین دانستہ بر فیلبان باگت بہ ہدیت
زد کہ فیل را پیش بران افغانان و بہادران جانفشان دیگر مثل قراول خان معدود چند یہ تمیعت دلیر خان
بجگیر گویان در آب زندہ بہر کہ گولہ اجل میر سید باب سر فرورده باز سر بالائی توانست نمود جمیع کثیر در آب
فرودست سہ چار گولی را مچنگی بر جوخشن آغز خان و دلیر خان رسید و کار گذر شد آخر ہر فافت چند
شیر و لان بچکھارہ سیدمہ دلیر خان بزور بازوے خود بہر ہمدان جان باز بالاس دیوار کوہ شہان کوہ
برآمد و آسمیان بمقابلہ در آمدند با وجود هجوم آن قوم شوم و قلت دلیران جان تشاران بجزرہ دارا البواپیستن
و جمیع رو بفرار آوردند خانانان از وقوع چنین فتح نمایان بمنت فتح خود و قلعہ آمدہ دلیر خان را آفرین گویان
در بغل گرفت ہمہ ہمران را تحسین نموده دو رکعت شکر ادا نمود شاہنشاہ نامہ صفحہ (۴۵۰) و تالیف
خانی خان صفحہ (۳۰۰) قلمی۔

ڈاکا کہ ہاتھی کو آگے بڑھا۔

جب یحسین دلیری اُنکے جانباز بہادروں نے اپنے سردار سے مشاہدہ کی توانکی رگ جرات وغیرت بھی حرکت میں آئی اور انھوں نے اپنا پیر بھی آگے بڑھایا اور سب نے ملکر ویش کی۔

عالمگیر نامہ میں ہے کہ وہ موقع ایسا پر خطر اور میدان قیامت اثر تھا کہ بڑے بڑے پُر دلان روزگار کے قدم ہیٹھ لڑتے تھے اور روئین تنوں کی روحیں خوف کے مارے بدن سے نکلتی تھیں دلیر خان نے اعدا سے وہ جنگ عظیم کی جو لا بیان ہے خان مہوج کے ہمراہیوں نے بھی سخت حملہ کیا اور ان بہائم سیرت آسیامیوں نے قابو پا کر ایسا حربہ کیا کہ جس سے لشکر اسلام کو بہت بڑا صدمہ پہنچا بہت لوگ زخمی اور بڑی جانتا شہید ہوئی تین چار گولیاں راجپوتوں کی اور پانچ تیر دلیر خان کے لگے مگر چونکہ وہ ذرہ چلتے بکتر خود وغیرہ آہنی لباس پہنے ہوئے تھے انکا جسم زخمی نہوا اور کثرت سے تیر اُنکے ہاتھی کے لگے جو ضہاؤسکا بند ہو گیا دلیر خان اپنے چند پہلوان لیکر قلعہ کی دیوار تک پہنچ گئے اور تائید الہی ایسی شامل ہوئی کہ دلیر خان کمال قوت اور انتہائے شجاعت سے جت کر کے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے انکے چھ اُنکے بہادر بھی پہنچے

ران موصفاً کہ قیامت اثر پُر دلان روزگار اقدم ہمت از نیب آن سیلغزید و ان تہن روح روئین از خوف انولش برخویش می لرزید باعداے نابکار و ادگیر داؤد و حشہ عظیم در پیوستہ حربے صدر و دھنم عالمگیر نامہ

اور اہل ضلالت سے جدال و قتال کرنے لگے۔
 اس مہر کہ کو خانی خان جو اکثر دلیر خان کو دیو بنر دے کے خطاب سے مخاطب کرتا
 ہے انکی اس حیرتناک شجاعت کو اپنی تاریخ منتخب اللباب میں نہایت قدر افزا الفاظ
 سے یوں لکھتا ہے کہ اس شب بین دلیر خان سے ایسی کارنامائی ظہور میں آئی
 جسکی شرح نہیں ہو سکتی۔ بہت سے آسامی دلیر خان کے افغانوں کے ہاتھوں سے
 ہلاک ہوئے۔ چند پتھر و گولیاں انکے بوشن پر لگیں مگر دلیر خان اپنے
 زور بازو اور کمند جرات و حملہ شجاعت سے جس طرح کہ شہباز
 جست کر کے شکار پر پہنچتا ہے اس قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر
 سے باتیں کرتی تھی چڑھ گئے اور بعد چڑھ جانے کے وہ
 بہادری کی اور داد تھوری کی دی کہ اگر رستم دستان ایک
 شمشیر کی اس شجاعت کی دستان سے ستتا تو زبان انصاف
 سے تعریف کر کے اپنا نام رستم ہونا پسند نہ کرتا اور

سلطہ و دمان شب از دلیر خان ترددے کہ بشرح و بیان است نیاید بصر صہ ظہور آرد از مردمان نیز از دست افغانان
 دلیر خان جمع کثیر ادا بوا پرستندہ چار گولہ تفنگ سنگ بروجش دلیر خان سید دلیر خان بزور بازو سے خود ہر
 جان بازو کمند جرات و حملہ شجاعت مانند شہباز سے کہ خود را بقصد صید زندیا لے دیا کہ وہ آسمان شکوہ برآمد و بعد
 بہر آہ ہی نیز خان داد تھوری داد کہ اگر رستم دستان شمشیر از ان دستان می شنید زبان انصاف کشادہ سم و سنے
 بر خود می پسندید اگر از سیاب آن جرات و جلالت ادا و مناہدہ می نمود انگشت حیرت بندان میسگر
 از منتخب اللباب قلمی و مطبوعہ جنگ آسام۔ ذیقہ نسبت کے برا فوجستہ ہا زنج از سنگا سر اداختہ چنان
 خواست روز سے زیلا و پست ہ قنادہ بلان مجوزا بادہ مست ۱۲

اگر افسریاں وہ جرات و دلاوری انکی دیکھتا تو حیرت سے
 اونٹنگلی اپنے دانتوں میں دباتا اسکے بعد دروازہ کی جانب سے میر تھے
 اور دوسرے لوگ بھی حصار میں داخل ہوئے اور جو مورچہ نہیں تھے وہ بھی یاوری
 ہمت سے خندق پھاند کر پونچے۔ آسام والے جو محصور تھے۔ رعب کے مارے
 بدحواس ہو گئے اگرچہ وہ حد شمار سے زیادہ تھے مگر اس دروازے سے جو جنگل کی طرف آئی
 اندیشہ سے رکھا تھا بھاگے اور قلعہ کلیا پر جو شملہ گڑھ کے حصار کے اندر ایک نہایت مضبوط
 قلعہ تھا اور اسکی فتح نہایت دشوار تھی وہ بھی ہمت سے خالی ہو گیا بادشاہی بہادر اسکے
 اندر بھی پہونچے محمود بیگ بخشی فرج لیکر ان مفروروں کے تعاقب کو گیا اسنے ایک گرو
 کو تلواریں کے گھاٹ اتار دیا اور کچھ آدمیوں کو گرفتار کر لیا ایک جماعت جو قلعہ جہڑ میں مقیم
 تھی وہ بھی شملہ گڑھ کے فتح ہو جانکی خبر سنکر بھاگ گئی۔ تاریخ اخبار محبت و خانی حسان
 و شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۳۷۷ میں ہے کہ خانخانان اس
 فتح نمایان کے بعد دلیر خان کے پاس گیا اور انکو گلے لگایا اور
 دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی بعد ازاں یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص رعایا
 کے مال پر دست درازی نہ کرے اور عورت و اطفال کو دستگیر نہ کرے تاکہ یہ وحشی اپنے
 گھر و زمین آباد میں اور جو چند ہزار آدمی آسام کے قید ہوئے تھے انکو جانگیر نکر کو بھیجا کہ باروت
 کوٹیں اور تو پچانہ اور بعضے دیگر کارخانوں کے کام کریں۔ کہتے ہیں کہ خانخانان اور دلیر خان
 اسی نیت کی وجہ سے فتح نصیب تھے اور جواہل آسام ولایت کا مروپ سے مسلمانوں
 کو گرفتار کر کے لائے تھے وہ عرصہ سے اپنے یار و دیار سے دور پڑے ہوئے مبتلائے
 عذاب تھے وہ رہائی پا کر اپنے مکانات واپس گئے خان سپہدار قلعہ کی مضبوطی و بلندی

وسعت اور کثرت سامان کو دیکھ کر تعجب تھا پانچ روز معہ لشکر کے قلعہ کلیا بر میں قیام کیا
 بعد اسکے سید نصیر الدین کو ایک جماعت دیکر قلعہ کلیا بر کا فوجدار مقرر کیا اور سید مرزا
 سبز داری اور سید تاتارا اور شن سنگ کو قلعہ جہاں کا تھانہ دار مقرر کر کے لشکر شاہی نے
 کوچ کیا اور دو منزل تک دریائے برہمپتر پہاڑ کے دامن سے ملا ہوا تھا اس لیے دریائے
 کنارے سے گذر نہ ہو سکا اور دریائے کنارہ سے دور ہو کر پہاڑ کے چھپے سے روانہ ہوا
 جب لشکر سولہ گدہ میں پہونچا تو راجہ کے مدارالمہام نے جسکو ہانکی زبان میں بھوکن کہتے تھے
 ایک عریضہ عاجزی اور اظہار اطاعت کا بھیجا خانخانان نے جواب دیا کہ سرحد بادشاہی
 یعنی گواہٹی سے جسقدر راجہ وہان کی رعایا اور انکا مال اور بادشاہی تو پچانہ لیکیا ہے وہ
 کل اور اپنی لڑکی اور پیشکش قدیمی جو ہاتھی چن بھیجے تو صلح ہو سکتی ہے ورنہ عتقریب شاہی
 لشکر اسکی راجدہائی کر گاؤں میں پہونچتا ہے چونکہ یہ نامہ و پیام آسامیوں کا صرف
 فریب اور لشکر کے غافل کر سکی غرض سے تھا کہ کسی طرح انپر غلبہ حاصل ہو اس لیے سپہ سالار
 نے لشکر کو ہوشیاری و بیداری کی تاکید کی اور کر گاؤں کے فتح کے ارادہ سے نہایت
 کو لشکر چل کر لکھو گدہ میں ٹھہرا یہاں گیا رہا تھی راجہ کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے اور
 ہجگہ ایک ہرمن جو راجہ کا بڑا مقرب تھا راجہ کی طرف سے ایک پانڈان اور سپاہیہ طلبائی
 اور دو گھڑے نفرئی اور کچھ اشرافیان اور ایک مکتوب حسین زدامت کا اظہار اور صلح کی
 درخواست تھی لیکر آیا مگر یہ سب کارروائی مکرو فریب کی تھی خان معظم نے جواب دیا کہ بفضل
 لشکر بادشاہی کر گاؤں آتا ہے وہاں پہونچ کر جیسا مقتضائے مصلحت ہو گا عمل میں لایا
 جائیگا۔ کر گاؤں دریائے دکیو پر آباد ہے جو آٹھ کوس پر دریائے دہنکے ملا ہوا ہے
 مگر اس میں اسقدر پانی نہیں ہے کہ بڑی کشتیاں چل سکیں اس لیے لکھو گدہ میں جو جمع

دریاؤں کا ہے وہاں بڑی کشتیاں چھوڑنے کی رائے تھی دلیر خان نے کہا کہ چھوٹی کشتیاں بنا کر ہمراہ لی جائیں اور بعض ضروری چیزوں کو اونپر رکھ کر کام میں لایا جاوے چنانچہ ابن سین جو جنگی بیڑوں کا داروغہ تھا معہ منور خان و جمال خان و زمینداران بنگالہ کے بیڑوں کی حفاظت کو چھوڑا گیا اور ایک گروہ اسکو مدد کو دیکر غرہ شعبان کو لشکر کو بیچ کر کے جس جگہ کہ راجہ کے بیڑوں کا کارخانہ تھا پہونچا اور سو کشتیاں راجہ کی لشکر کے ہاتھ آئیں جو بادشاہی کارخانہ میں داخل کی گئیں یہاں پر ایک بڑا تجا نہ راجہ نے اپنے ایک برہمن کے لیے بنوایا تھا یہاں بھی تجا نہ بٹھلایا گیا اسوجہ ایک نوشتہ ان مسلمانوں نے کہ جو مالک بادشاہی سے کر گاؤں میں قید کر کے رکھے گئے تھے لکھا تھا پہونچا کہ جب راجہ نے یہ سنا کہ بادشاہی لشکر قریب آ گیا ہے تو وہ اپنے اہل و عیال و زر و ہواہر و نفسیں اشیاء کو لیکر کوہستان کا مروپ کی طرف بھاگ گیا ہے جو یہاں سے چار کوس کی مسافت پر ہے اور وہ کچھ اپنے جنگلی ہاتھی جنگل میں چھوڑ گیا ہے اور شہر معہ جملہ سامان کے بلا کسی محافظ کے خالی پڑا ہوا ہے یہ خبر سنکر ہر شعبان کو لشکر موضع کچور میں پہونچا اور وہاں سے فرار دھان و سید محمد دیوان لشکر معہ چند سپاہیوں کے نہایت جلد پشیر سے روانہ ہوئے اور راجہ کے مال و سامان کے ضبط کرنے میں مصروف ہوئے اسروز لشکر موضع ترمہانی میں جس جگہ دریائے دیکھو اور دریائے دہنک ملا ہے جا کر ٹھہرا اس فوج میں ۱۶ ہاتھی راجہ کے دستیاب ہوئے اور ایک جماعت فوج کی کچور و ترمہانی اور موضع لام و نک میں انتظام کے لیے مقرر ہوئی ہر شعبان سلسلہ جلوس کو شہر کر گاؤں میں دارالملک آسام لشکر اسلام کے قبضے میں آ گیا۔ کر گاؤں میں عرصہ سے جو مسلمان قید ہو کر آئے تھے اور گرفتار مصیبت تھے رہے گئے انکی خوشی و شادمانی کا اندازہ حد بیان سے

باہر ہونے لگا اور انھوں نے دوبارہ حیات پائی اور جو توپیں کہ راجہ نے تالاب میں غرق
 کر دی تھیں کالی گئیں چنانچہ دو سو اسی توپیں اور ایک سو سے زائد تعداد میں ہاتھی او
 تین لاکھ کے تخمیناً سونے چاندی کے اشیاء لشکر کے ہاتھ آئے اسکے علاوہ چھ سو پچھتر
 توپیں منجملہ انکے ایک توپ تین من کا گولہ کھاتی تھی اور دو ہزار تین سو چالیس زنبورکین
 اور ایک ہزار دو سو رام چنگی یعنی بڑی بندوقین اور چھ ہزار پانسو دوسری قسم کی بندوقین
 اور دو ہزار صندوق باروت جس میں ہر ایک صندوق ڈھائی من کا تھا اور سات ہزار
 اٹھائیس سپر اور لوہا وسیسہ و شورہ و گندہک حد حساب سے زائد اور ایک ہزار
 سے زیادہ کشتیان جنگی اور ایک سو بھرے آراستہ نہایت بڑے اور ایک سو بہتر نہایت
 چانول کے جس میں ہر ایک انبار دس ہزار من کا تھا سب سے بیش بہا غنیمت غلہ کی
 تھی اگر یہ رسد غلہ کی ہاتھ نہ آتی تو لشکر ایام بارش میں یقینی ہلاک ہو جاتا ان چیزوں
 کے علاوہ بہت سی چیزیں آسامیوں نے چلتے وقت آگ لگا کر برباد کر ڈالی تھیں
 غرض کہ یہ سوال سن کر مجھ پر کویہ فتح حاصل ہوئی جس کے متعلق شیخ ہرے کم واقع
 میشود بیک سال بد باکوچ بہار فتح آسام بد بیان جو مسلمان قید تھے انہیں
 طرح طرح کے جوڑ و ستم ان بیدنیوں نے کیے تھے اور انہیں سے ایک جماعت کثیر کو
 راجہ مار کر چلا گیا تھا ان باقی ماندہ مسلمانوں کو خان معظم نے کشتیوں پر بٹھلا کر انکے وطن کو
 روانہ کر دیا اور ایک سال تک اداے مالگنداری اور دیگر تکلیفات سے معاف کر دیا
 کر گاؤں کی زمین نہایت ہموار و شاداب ہر جگہ باغات مرزوعہ موضع سیملہ گدھ سے
 کر گاؤں تک پچاس کوس کا فاصلہ تھا یہاں سے دہات تک ہر جگہ باغات میوہ دار ایسے
 مسلسل لگے ہوئے تھے کہ گویا ایک باغ ہو چکے درمیان رعایا کے مکانات اور ان

باغات میں رنگین و خوشبودار پھول ایک چمن کھلا ہوا تھا پھلوں میں کیلہ کھل ترنج لیمو
 اناس المہ بکثرت تھا یا شندے و ہانکے قوت و جرات و نشانہ لگانے میں طاق راجہ
 کے مکانات کے گرد ایک بانداؤسکے بعد بانس کی دیوار اور اوسکے چاروں طرف ایک
 خندق پر آب تیار کی تھی راجہ کے مکانات بڑے نفیس و نہایت وسیع اور بلند لکڑی
 و گھاس سے بنائے تھے منجملہ انکے ایک دیوان خانہ جسکا طول ایک سو پچاس گز اور عرض
 چالیس جسکے چھیاٹھ ستون اور دو ہرستون کا چار گز چنبر لکڑیاں منبت کا راو و تختیاں کچی
 صیقل کا چنبر آفتاب پڑنے سے عجیب روشنی و چمک پیدا ہو جاتی تھی اسکی تعمیر میں تین ہزار
 تیار اور بارہ ہزار مزدور دو سال تک کام کرتے رہے تھے جب راجہ اس محل میں آکر
 بیٹھتا یا سوار ہوتا تو اسکے سامنے ڈھول و تاس بجایا جاتا اور سات ہزار اسامی راجہ کی
 خواہگاہ کی محافظت میں تعینات رہتے ایک گروہ راجہ کے دربار کا بڑا معتد میر غصب
 تھا راجہ کثرت شتم و خدم پر نہایت مغرور نہ کسی بادشاہ او لو الغرم کو خراج دیتا نہ انکی
 اطاعت و فرمانبرداری کو سر جھکاتا القصہ خانخانان اور دلیر خان مع لشکر کے چند روز
 کر گاؤں میں رہے اور رعایا انکے انصاف سے اپنے گھر و زمین آباد رہی انھوں نے وہاں
 عالمگیر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور راجہ کے مال و سامان کو ضبط کیا اور کل بندوبست
 ملکی و مالی سے فرصت حاصل کر کے اطمینان سے بیٹھ اور اس فتح کی عرضداشت بادشاہ
 کو بھیجی گئی بادشاہ کو نہایت مسرت ہوئی اور اسکے جواب میں بادشاہ نے ایک فرمان
 مرحمت عنوان مع خلعت کے بھیجا۔

اس اثنائ میں برسات کا موسم آگیا و مان کی بارش مالک ہندوستان سے مقدار میں
 زیادہ ہوتی ہے اسے ہوا کا چلنا اور پانی برسنا شروع ہوا شدت بارش سے راستے

بند ہو گئے اور آسامی جنگل و پہاڑ سے مور و لٹ کی طرح نکل پڑے اور وہ مفسد بید خدغہ پانی پر مارے مارے پھرتے تھے اکثر موقع پا کر آتے اور حربے کرتے بارہا مقابلہ ہوا مگر وہ ہر بار مغلوب ہوئے ایک بار جب سرانداز خان اور محمد مراد بیگ کو بچپور کی تھانہ داری اور وہاں کے مفسد و بکی گوشالی کو بھیجا گیا اور ان دونوں میں باہم نا اتفاقی پیش آئی اور مراد بیگ اپنی خود رانی سے تنہا آگے بڑھ گیا اور آسامیوں کا بیڑا لگیا اور اسے بادشاہی بیڑے پر حملہ کیا اور مراد بیگ گھبرا گیا اور معہ اپنے ہمراہیوں کے کشتیوں سے اوتر کر کنارہ پہنچا اور وہاں سے ترہانی چلا گیا اس اثنا میں دلیر خان کے افغان بغیر چند کشتیوں کے اپنی شجاعت اور زور بازو سے دشمنوں کی طرف دوڑے اور ان کشتیوں پر جو قبضہ میں کر لی تھیں دشمنوں کے بیڑے سے ٹکراتے ہوئے باہر نکلے اور دیو لگانو پونچھ مگر کسی آسامی کی جرات انکی طرف نہ ہوئی اب بادشاہی بیڑے حسین سامان سے وغیرہ تھا آسامیوں کے قبضہ میں آگئے اور انھوں نے ملک مفتوحہ پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ لشکر کے قبضہ میں صرف کر گاؤں اور متہرا پور کے کچھ نہریہ امر بڑی وحشت کا باعث ہوا اسکے علاوہ رسد اور غلہ کے نہ بننے سے اور بھی ملال تھا راجہ نے اپنا ایک مقرب جسکو بیدی بھوکن کہتے تھے اسکو لشکر عظیم دیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو بھیجا اور کل ملک کے باشندوں کے نام فرمان لکھا کہ کوئی شخص ہمارے بھوکن کے حکم سے ترہانی

۱۷۰۰ء چن میرنزل شیخانہ طرف مسکن اجبر آورد از انتشار این خبر اسامیان چون مور و لٹ جو حق فراہم آمد شروع بشو زیادہ از حد نمودند و دلیر خان بتنبہ انجمنہ پرداختہ ہزار ہا ازان قوم شوم قتل و اسیری ساخت و خانخانان مقرر نمود کہ مسرتقلان را برگردان اسیران بستہ در لشکر کشیر نمایند ۱۲ صفحہ ۳۰ تاریخ محمد ہاشم خانی خان۔

۱۷۰۰ء و بغیر چند کشتی از انخانان دلیر خان کچھ منظور فرما دے ان پر د لان بنیر سے بازوے جلادت ان سفایں بیان دلاو مخالفان زد و بدر رفتند و دیو لگانو رسیدند ۱۲ صفحہ نامہ

نہ کرے اسکے بعد راجہ خود ولایت کا مروپ سے اوترا اور قصبہ شولا کوری جو کرگاون
سے چار منزل ہے اس میں اگر ٹھہرا اور بھوکن بھی نہرولی کے کنارہ جو قریب پتھر پور کے دریا
دھنک سے ملی ہے اور برسات کے موسم میں وہاں ایک دریا عظیم الشان ہو جاتا ہے
اگر ٹھہرا اور تمام اس دیار کے لوگوں کو طلب کیا اور وہاں میدان شتر کی طرح صحیح اکٹھا ہوا
نہایت بلد ایک دیوار بہت چوڑی و مضبوط تیس کوس تک بنا کر تیار کی جس کا ایک کنارہ
پہاڑ سے لگا کر دوسرا دریائے دھنک تک ملا دیا تھا آسامیوں نے کئی مرتبہ بڑی بڑی
جمعیں اکٹھا کیں اور دریائے اوتر کر دلیر خان کے لشکر پر شبخون مارنا اور نہایت
سخت حملہ کرنا شروع کیے ایک مرتبہ دلیر خان خود سوار ہو کر ان ظالموں کے سر پر پونچھ
اور ایسی دلیری کو دخل دیا کہ بڑی بھاری جاعت کو تلوار کے گھاٹ اوتا روایا جس سے
دوبارہ آسامیوں کو دلیر خان کے لشکر پر حملہ کرنے کی ہمت نہ رہی بعض مرتبہ کالی گھٹا
ابر کی اوٹھ کر اس شدت سے برستین کہ پانی سواروں کے رکاب تک آجاتا اور جس طرح
کہ کثرت اشکباری سے عاشقوں کی آنکھوں کو کھولنے کی فرصت نہیں ہوتی ہے پانی اکیڑ

۱۵ دوران شب تار دلیر خان کہ ذات نفس خود بدان تیرہ رندان مقابلہ کارزار افتاد و در زمانہ دسی بہادرانہ بظہر آمد جس
آسامیان رو بفرار آورد دلیر خان تاسہ گروہ میان آب گل جہاں قب پرہ اختہ بسیار سے راجہ قتل رساند و مراجعت نوزاد و غلام
۱۶ مقابلہ شقاوت فرجام چندین نوبت بجمیت و جوم تمام از آب گروہ بر لشکر دلیر خان شبخون آوردند و آویز شہ
صعب کردند و سبے آن خان شہامت شعار نمود سوار شدہ بر آن غفلت و لان تاخت و جسے کثیر اطعمہ معصام تحت
ساختہ و دیگر بار یہ لشکر اوجسارت نمود و در عالمگیر نامہ صفحہ ۸۸ میں چون بنخانہ لشکر شاہی بہ طرف سکری راجہ پرورد و راجہ
۱۷ (یعنی) سامیان جوئی جوق فراہم آمد و شوخی زیادہ از حد نمودند دلیر خان ہزاران انقوم قتل و اسیر ساخت شہنشاہ نامہ صفحہ ۸۳
بقیہ سب سالار چند بار شوخی نمودند و انہر و طرف کشتہ شدند و آسامیان بعد کشتہ و اسیر گردیدن فرار نمودند و دیگر بر سر
نور چال دلیر خان رنجیدہ و بسیار کشتہ گردیدہ و فرار دختان و وزغہم برداشت و دلیر خان تاسہ کردہ دوران ملا و گل تا نسب
نمود ۱۸ شہنشاہ نامہ صفحہ ۲۵۷

مہلت نہ دیتا اس عرصہ میں بارش کی کثرت اور ہوا کی برودت سے تپ لہرزہ اور سہماں
 کی وبا پیدا ہو گئی صد ہا آدمی لشکر کے مریض ہو کر مرنے لگے تھے کہ ایک بڑی عبت
 بادشاہی لشکر کی ہلاک ہو گئی اور دو لاکھ تیس ہزار آسام کے لوگ بھی مر گئے اس
 آفت سے غلہ اور چارہ اور دیگر ضروری اشیاء کا قحط پڑ گیا راستہ کے بند ہو جانے سے
 جہانگیر نگر سے خبر کا آنا جانا بھی موقوف ہو گیا لشکر میں نہایت مصیبت و مشکل کا سامنا
 ہوا۔ ایک سو تہتر انبار غلہ کے تھے بمثلہ انکے سولہ انبار لشکر شاہی کے قبضہ میں رہے باقی
 آسامی شیخوں مار کر لے گئے اس زمانہ میں اوقات بسری کو یہی چاول تھے اور دیگر چیزیں
 غنقا تھی عرصہ تک لشکر کی گائیں بچ کر کے گذر اوقات کی گئی اور اس ملک کے پیداوار
 میں لیون و نارنگی زیادہ پیدا ہوتے ہیں وہ بھی کھائے گئے۔ اب تک بھوکن صلح کی استدعا
 کرتا تھا اب غلہ اور رسد کی کمی اور وبا کی زیادتی سے لشکر کی پریشانی سننے دیکھی خلعت
 پر آمادہ ہوا مہار پور کی آب و ہوا کی خرابی دیکھ کر وہاں سے لشکر نے کوچ کیا اور ۳۴
 شہر جلوں کو کر گاؤں آیا آسامی اس بات سے اور بھی شہر اتین کرنے لگے اور لشکر کو
 عاجز سمجھنے لگے وہ برابر حملے کرتے اور چھاپے مارنے بادشاہی لشکر میں رات بھر کوئی
 شخص آنکھ نہ جھپکاتا برابر بیدار رہتے ایک تہ آسامیوں نے بڑا ہجوم کیا اور چاندنی رات
 میں دلیر خاں اور راجہ بھان سنگھ کے مورچوں پر آکر جدال و قتال کرنے لگے

۱۷۰۰ء کے مہینے میں راجہ بھان سنگھ نے آسامیوں کے مورچوں پر حملہ کیا اور ان کے مورچوں کو
 کئی طرح سے ہتھیاروں سے تباہ کیا اور ان کے مورچوں کو تباہ کیا اور ان کے مورچوں کو
 غیرت و شجاعت و دلیری حرکت نمودار ہوا تب راجہ بھان سنگھ نے آسامیوں کے مورچوں کو
 بھون بھون سے اڑا دیا اور ان کے مورچوں کو تباہ کیا اور ان کے مورچوں کو تباہ کیا
 دیگر قدم جہازت ہندو کی کر گاؤں گزشتہ ۳۰۱ عالمگیر نامہ

دلیر خان کو اس وقت شجاعت کا چوش آگیا خود اونسکے تعاقب کو
 اوٹھ کھڑے ہوئے اور نالہ دند کاٹک اسامیوں کو بھگاتے اور انکو اپنی تلوار سے
 ٹکڑے کرتے ہوئے لے گئے اور ان شہریوں کو ایسی گوشمالی دی کہ دوبارہ انکو پھر
 شیخون کی جرات نہ رہی اور کر گاؤں کے نزدیک قدم نہ رکھا جب کر گاؤں میں بھی ہر
 وبائیہ پیدا ہو گئے تو بجز صبر و شکر کے کوئی چارہ نہ رہا وسط ماہ صفر میں بارش کم ہوئی
 اور مخالفین جنگل اور دروہین بھاگ گئے غلہ وغیرہ کی رسد بھی آنے لگی راجہ جا کر کوہستان
 کا مروپ میں چھپا لشکر بادشاہی نے راستوں کے کھلبانے سے اسامیوں کو چاروں طرف
 سے نکال دیا اب پھر عنایت الہی سے اہل اسلام کا پیر مصیبت کی دلدل سے نکل آیا
 اور مخالفوں کے امید کی کشتی نشکی میں آگئی ۱۲ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر شہر کر گاؤں سے
 نالہ دند کا جو پایاب ہو چکا تھا اور نہرولی سے کہ وہ بھی پایاب تھی او تر کر جیدی بھوکن کے
 سر پر پونچ گیا وہ ایک بڑا مجمع لیے ہوئے پڑا تھا مگر خائف ہو کر بھاگا اور اسکی
 مورچال جو نہایت مضبوط تھی لشکر کے قبضہ میں آئی اور یہ نہایت عظیم فتح حاصل ہوئی
 اسکے بعد آسامیوں کو مایوسی ہو گئی اور ہمیشہ تک انکو اپنی کامیابی کی امید باقی نہ رہی ہر طرف
 سے رعایا اطاعت و فرمانبرداری کرنے لگی اسکے بعد جیدی بھوکن جو نامی سردار اور
 اس ملک کے بہادروں کا سرغنہ تھا راجہ سے بے خمیدہ ہو کر مع اپنے تین بھائیوں کے
 بادشاہی لشکر میں آگیا خانان نے اسکو خلعت عنایت کیا جس میں دھبہ لگی و خنجر مرصع و
 گھوڑا تھا وہ نہایت خوش ہوا بھوکن کی وجہ سے چار ہزار جنگی اسامی لشکر میں آ گئے اب
 راجہ بہت گھبرایا اور اسکو اپنے سرداروں کا اعتبار نہ رہا اکثر سرداروں کے اہل و عیال
 آہنی شیخون پر کھینچ کر ہلاک کیے بھوکن کی نشاندہی سے راجہ کے اکثر ہاتھی دستیاب ہو

اس عرصہ میں راجہ کے نکلنے کے لیے بادشاہی لشکر کا مروپ کی طرف بڑھا مگر اتفاقاً
سے خانخانان مرض الموت میں مبتلا ہو گیا اور اس کا آزاد روز بروز بڑھتا گیا راجہ ہمیشہ
صلح کے لیے اپنے سفیر بھیج کر عاجزی کرتا تھا مگر اس کی استدعا قبول نہیں ہوتی تھی اب
راجہ نے جانا کہ میں غنقریب گرفتار ہو جاؤنگا تو اُسے دلیر خان کا توسل
دھونڈھا اور اونکا دامن پکڑا دلیر خان نے راجہ کی عرضداشت پر
توجہ کی اور خانخانان کو راضی کر دیا۔ اجادی الثانی کو لشکر موضع پتھام میں
پہنچا پتھام درہ نامروپ کے برابر ہے وہاں کاراجہ آسام کے راجہ کا عزیز تھا
اسی حکم راجہ آسام کے وکیل صلنامہ کی شرطیں طے کر نیکو آئے بعد گفتگو کے دراپ کے
یہ امور قرار پائے کہ بالفعل راجہ اپنی لڑکی اور راجہ پتھام کی لڑکی اور بیس ہزار تولے
سونہ اور ایک لاکھ بیس ہزار تولے چاندی اور بیس ہاتھی بادشاہ کو پیش کرے اور

۱۔ راجہ ضلالت آہن کہ ہمارا سال سترہ وسیلہ امراتاس صلح و طلب غنوی نمود و قبول مقرر نہیں شد
دریوقت کہ گرفتاری دست تھی حال خوش قریب الوقوع میدید بدلیر خان توسل جستہ دراتاس مصالحت و
اظہار عجز و سکنیت مبالغہ کر دو آن خان شہامت نشان نابار صلاح وقت خانخانان را باین معنی راضی
ساخت ۲۔ ۸۰۴ سالگیر نامہ

۳۔ وپس از گفتگو بسیار چہین قرار یافت کہ راجہ بالفعل صبیحہ خود با دختر راجہ پتھام و بست ہزار تولہ طلا
ایک لک و بست ہزار تولہ نقرہ و بست زنجیر فیل برسم پیشکش و پانزدہ زنجیر فیل براسے خانان و پنج زنجیر فیل بربست
دلیر خان بفرستد و متعاقب در عرض دو آزدہ ماہ سہ لک تولہ و نو زنجیر فیل بسر کار بادشاہی و اہل سازد و ہر سال
بست زنجیر فیل پیشکش می فرستادہ باشد و تا وصول تتمہ پیشکش کہ ادا سے آن در مدت دو آزدہ مقرر شدہ بود چہا کر
از عمدہ ارکان دولت و حکومت خود برسم گردگان ہمراہ لشکر ظفر پناہ بینگالہ فرستد و فرزندان دعیال بدلی بھو کن
باہر سے از رعایا سے ولایت کامروپ کہ در کوہستان نامروپ و دیگر جبال عجیب و غریب لشکر ظفر پناہ سازد
و نیز مقرر شد کہ از سمت اتر کوہ ولایت ونگ کہ کپور کش گواہی و طرف دیگر کش بدیاسے الی ہرادی کہ از عالی تھہہ

پندرہ ہاتھی خانخانان کو اور پانچ ہاتھی دلیر خان کو نذر کرے اور ایک سال کے اندر تین لاکھ تولے چاندی اور نوے ہاتھی اور سرکار بادشاہی میں داخل کرے اور ہر سال بیس ہاتھی پیشکش سالانہ کے دار الخلافت کو بھیجتا رہے اور تا داسے رقم پیشکش کے چار ارکان دولت اپنے بیٹوں کو بطور ضمانت کے بادشاہی لشکر میں حاضر رکھیں اور وہ بنگالہ تک لشکر شاہی کے ساتھ رہیں اور بدلے بھوکن کے اہل و عیال اور کچھ رعایاے کامروپ جو ولایت نامروپ میں قید تھی لشکر بادشاہی میں پہونچائی جائے اور یہ امر بھی قرار پایا کہ اوتر کول سے ولایت دزنگ تک جسکے ایک طرف گواہٹی ہے اور دوسری طرف اسکے دریلے آلی براری سہہ جو حوالی قصبہ جہمہر سے لگتا ہے اور دکن کول سے ولایت بیل تلی وڈومریہ کہ کبھی بادشاہی قبضہ میں نہ تھی ممالک محروسہ میں داخل کیا وے چنانچہ ان امور کا عہد نامہ راجہ کی طرف سے اور قبول کیا خانخانان کی طرف سے لکھا گیا اسکے بعد لشکر بادشاہی کی روانگی کا بندوبست شروع ہوا میر مرتضیٰ کو لکھا گیا کہ تو چنانہ اور دیگر اشیاء جو کر گاؤں میں ہیں اور وہ رعایا جو مسلمان و ہندو ہے اور بنگالہ کے چلنے کو تیار ہے انکو لیکر لشکر گاہ کو آجاؤ اور ابن حسین کو تحریر جو کہ وہ بھی جنگی بیڑے اسباب اٹھانیکو کر گانہ بھیجے ۵ جمادی الآخر کو راجہ کے وکیل پیشکش معینہ میں سونا و چاندی اور راجہ آسام اور راجہ پتھام کی لڑکیاں اور ارکان دولت کے چار لڑکے بطور ضمانت کے کہ جو بنگالہ تک ساتھ جائیں اپنے ہمراہ لائے حاصل

میکند و متصل است از جانب کوه لایت یل تلی و دور میره که میگاه در تصرف بند کباب و شاهی بنوده و ذیل شکش
ضمیمه آنکه مجرّمه باشد و در ذیل میان ملکات بادشاهی و ولایت آسام در جانب کرکول در یک کنگرگ در اطراف
کول در کالی برای قرار یافت و عهدنامه شمل بر عهد این امور از جانب آسامیان و قوه اعلا از قبل خانها و
نویسنده مستند به ع المکرمه

۱۰ ماہ مذکور ۵۰ جلوس کو بعد صلح کے بادشاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اور ۲۲ تاریخ کو لکھنؤ گئے پہونچا وہاں میر مرتضیٰ تمام اشیاء اور ایک خلقت کثیر لاکر موجود ہوا اور آگے بڑھنے کا قصد کیا کیونکہ موسم برسات کا سر پر آ رہا تھا اور کل اہل شکر وہاں کے قیام سے گھبرا کر بھاگنے کو تیار تھے اس لیے خانخانان معہ لشکر کے پیشتر بنگالہ کو روانہ ہوا اور دلیر خان معہ لشکر اور جنگی بیڑوں کے بمبئی و صول پیشکش جس میں ہاتھی وغیرہ رکھے گئے تھے ٹھہر گئے خانخانان حدو بادشاہی کو جواب بھی مقرر ہوئے تھے دیکھتا ہوا موضع پانڈو میں جو قصبہ گواہٹی کے مقابل ہے اکر ٹھہرا وہاں شاہی فرمان صادر ہوا کہ رشید خان کو ولایت نامروپ کا فوجدار مقرر کیا جائے چنانچہ حسب احکم وہ وہاں مقرر کیے گئے دوسرے روز دلیر خان آٹھ ہاتھی پیشکش کے لیے آگئے اور وہاں سے کل لشکر کوچ کر کوچ کرتا ہوا بنگالہ کو روانہ ہوا اور کوچ بہار کی دوبارہ تسخیر کے لیے عسکر خان مقرر ہوئے ۲ رمضان ۱۰۷۰ جلوس کو کہ لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر خضر پور ہاتھا کہ خانخانان نے انتقال کیا بنگالہ کے واقعہ نگار کے ذریعہ سے عالمگیر نے

۱۰۷۰ سالہ دلیر خان را با اکثر لشکر و فوارہ بانٹھا اور سیدنا برہنہ افغان پیشانی کہ ہنوز زید بود و لکھنؤ گئے ۱۲ سالہ روز دیگر دلیر خان از لکھنؤ گئے رسیدہ ہشت روز بھر فیصل کہ راجہ آسام از جملہ فیلان پیشکش بتعاقب ارسال فرماستہ بود و ساند ۱۲ عالمگیر نامہ ۸۱۲

۱۰۷۰ سالہ اس موقع پر دلیر خان کے دوست خانخانان کا متعصر حال لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے خانخانان کا نام میر محمد سید اور خطاب میر علی اعظم خان خانخانان ہے یہ نہایت نیک نہاد و اقبال مند سردار تھا اصفہان کے دروستانی سادات سے تھا ایک الماس فروش نے اسکو پرورش کیا تھا اسنے اکل کل الماک پاکر انجی حسن بیاقت سے بادشاہی دربار وین میں رسانی پیدا کی سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی گلکنڈہ نے اسکی لیاقت و دولت دیکھ کر اسکو اپنا وزیر مقرر کیا اور خطاب میر علی دیا اسنے عرصہ تک کن کاغوب انتظام کیا جب اسکے بیٹے محمد امین سے والی دکن برہم ہوا تو یہ آزدہ خاطر ہو کر اورنگ زیب کے توسل سے شاہجہان کے دربار میں

لاہور میں ۲۰ رمضان کو خانخانان کے رحلت کی خبر سنی نہایت افسوس کیا کیونکہ وہ نہایت کارگزار اور خیر خواہ سلطنت تھا ہر طرح سے اسکی روح کو ثواب پہونچایا گیا اور

حاشیہ صفحہ ما قبل چلا آیا شاہجان نے اسکے استقبال کو دشمنہ خان کو بھیجا اسنے مذہب میں ایک الماس قیمتی دو لاکھ کا اور ہاتھی وغیرہ سولہ لاکھ کی پیشکش بادشاہ کو نذر دی شاہجان نے شش ہزار سوار کے منصب سے سرفراز کر کے معظم خان خطاب و پانچ لاکھ روپیہ اور قلعہ ان مرصع وزارت کا مرحمت کیا اور اسکے بیٹے محمد امین کو دو ہزاری منصب اور خطاب خانی سے سرفراز کیا اسی زمانہ میں سعد اللہ خان کا انتقال ہو گیا تھا اسلیے بادشاہ نے راجہ رگھوناتھ جیسین سعد اللہ خان کی تربیت کا اثر تھا اور چند بہان جو فاضل خان کی تربیت یافتہ تھا مقدمات وزارت پر مددگار کیے۔ بعدہ اورنگ زیب کے ساتھ دکن کی ہم پر یہ مقرر ہوا اور وہاں اسنے کارنامائی کی اور جاگیر پائی۔ جب اورنگ زیب نے باپ کی علالت میں اسے مصلحتاً نظر بند کیا تو شاہجان نے اسکے بارہ مین بیٹے کو لکھا کہ از با ز پر اس روز جزاء اندیشیدہ اس بیگناہ کو قید کیا جنگ کجہ مین عالمگیر نے اسے طلب کیا اور اپنے پیچھے خاصہ کا ہاتھی مرحمت کیا اس جنگ کے فتح میں ہفت ہزاری منصب اور دس لاکھ روپے سے سرفراز کیا بعدہ شجاع کے تعاقب کے لیے بنگالہ گیا اور وہاں فوجیابی حاصل کر کے خطاب خانخانان و جاگیر پائی بعدہ آسام کی ہم سر کی وہاں کی روات آب و ہوا سے طویل ہوا اور بیچ اسی سال کو یہ دہیا دہنک کے پاس آسامیوں کا مورچہ دیکھنے گیا کیا رنگی اسکو خوش آگیا گھوڑے سے اوتر کر کھیل لگایا اور ایک گھنٹہ بیوشس رہا بعدہ خیمہ گاہ کو آیا اس حالت میں فوج نے کہا کہ ابکی برسات کو بھی اگر لشکر آسام سے نہ جاسنے پایا تو ہم خود جدا ہو کر یہاں سے بنگالہ چلے جائینگے اس دل آزار فقر سے اسے اور رنجانی صدمہ ہوا آخر کار وہ اپنی لشکر میں ۲۵ رمضان بروز چار شنبہ سترہ چھری مطابق سترہ جلوس کو انتقال کر گیا۔ یہ امیر نہایت عظیم الشان صاحب وقار و دور اندیش اہل قلم اور صاحب علم تھا دونوں جوہر کے ہائے مذہب تھے کوئی امیر قریب الحمد اسکاد مقابل نہ تھا اور کشور کشائی میں نہایت فتح نصیب تھا قصبہ لنگانہ دکن میں اسکی یادگار ہے حیدر آباد میں اسکے نام کا تالاب و بلخ و عویلی مشہور ہے۔

اسکے بیٹے محمد امین خان میر بخشی کو مورد اکرام کیا گیا اسکے بعد لشکر بنگالہ پہنچا اور وہاں دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی طلبی کا پہونچا اور وہ طلبی بنگالہ سے دار السلطنت کو آئے اور وقت دلیر خان نے بادشاہ کو ہاتھی اور نو گھوڑے مانگن نذر دیے بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت پہنوا یا اور انکو اپنے ہمیشوں میں نہایت اعزاز و افتخار حاصل ہوا اسکے بعد دلیر خان کو انکی جاگیر پر جانے کی اجازت دی گئی اور رحمت کے وقت بادشاہ نے ایک گھوڑا جسکا ساز طرانی تھا انکو عنایت کیا اور یہ زمانہ عالمگیر کے ساتویں سال جلوس اور اڑتالیسویں برس عمر کے جشن کا تھا اور ماہ ذیقعدہ ۱۰۷۸ تھے۔

نواب دلیر خان کا معہ راجہ بے سنگہ کے دکن جا کر

سیوا جی مہارٹھ کی مسم قمع کرنا

سیوا جی نے جب ملک دکن میں قزاقی کا پیشہ اختیار کر کے لوٹ مار مہاسانی اور سلاطین دکن بوجہ ضعف سلطنت کے اوسکے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اسنے اعلان غارتگری کر کے اپنے ملک کے حدود وسیع کر لیے اور بہت سے قلعے چھین کر راجہ بن بیٹھا ایک بڑی جماعت اُسکے پاس ہو گئی اور چونکہ اسکی ولایت دریا

سلطہ دلیر خان بوجہ طلبی بنگالہ رسید و بدولت زمین دوس قایز گردیدہ یکے نے خیر فیل و نہ اسپانگن ہرسم پیشکش گذرانیدہ بطلان خلعت کسوت افتخار پوشیدہ ۱۲۰۰ عالمگیر نامہ ۸۷۰ عالمگیر نامہ

سمندر پر واقع تھی اس لیے بعض بندر جو اسکے قریب اور تصرف میں تھے وہ ان جو بہار
 لچانا اسکو موقع پا کر غارت کر لیتا ایک مرتبہ ایک عظیم الشان جہاز طوفان میں پڑ گیا
 کنارہ پر آگیا اسنے اسکا کل مال لوٹ لیا اور اوسمین جو لوگ تھے وہ اکثر مسلمان
 تھے سیواجی نے ان سبکو قید کر لیا اور طرح طرح کی انکو ایذا میں پہنچا میں چنانچہ
 اسکے ثبوت میں علاوہ فارسی تاریخوں کے مسٹر ڈی لافونڈام اے ہسٹری انڈیا میں
 جو زبان انگریزی انٹرنس کو رس میں داخل ہے یوں لکھتے ہیں کہ ۱۶۷۳ء میں شہر
 سورت پر حملہ کرنے کے بعد سیواجی نے اپنے آپ کو راجہ کہلانا شروع کیا چونکہ اسکو
 کی فارتگری سے اسکو بہت بڑی دولت حاصل ہو گئی تھی اسوجہ سے اسکی قوت اور
 زیادہ بڑھ گئی اس لیے اسنے ظاہر طور پر اسلامی سلطنت کی توہین شروع کی اور بعد فارتگری
 شہر سورت کے حاجیوں کے جہازوں کو جو بندر سورت سے روانہ ہوا کرتے تھے غارت
 کیا یہ ایسی بات نہ تھی کہ مالگیر کے غصہ کی آگ کو مشتعل نہ کر دیتی اس لیے اسنے
 ایک بڑی فوج راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کے زیر فرمان روانہ کی ایک مختصر سی
 لڑائی کے بعد سیواجی نے شکست پائی اور مغلوب ہو کر صلح کی عہد نامے کے یہ شرائط
 قرار پائے کہ میں قلعہ وہ سلطنت مغلیہ کو دے اور سلطنت بیجا پور کے مقابلہ میں
 اپنی فوج کے مغلوں کی شرکت کرے اسکے عوض میں چند اضلاع سے اسکو چوتھ
 لینے کی اجازت دی گئی اور اسکے لڑکے کو فوجین پانچزار سواروں کا افسر بنایا گیا
 انگریزی تاریخ کے علاوہ اردو فارسی تاریخوں سے بھی کچھ مختصر حال سیواجی کا بیان پر
 لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے سیواجی کی حالت کچھ عجیب مگر و فریب کی تھی کبھی
 وہ مالگیر سے لڑتا ہے اور کبھی مالگیر کی طرف سے وہ عادل شاہ کے قلعہ قمع کر میں

مصرف ہے کبھی دہلی آیا اور پھر چالاک سے نکل گیا عجیب بہادر و چالاک آدمی تھا مگر محض ناخاندہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتا مسلمانوں سے سخت تعصب رکھتا تھا اسکی اصلیت یہ ہے کہ بھوسلہ ایک خاندان کا لقب تھا باپ جی اوس قوم کا ایک شخص تھا جو دیوگڑھ عرف دولت آباد میں رہتا تھا اسکے بیٹے مالو جی کے کوئی اولاد نہ تھی احمد نگر میں ایک فقیر شاہ شریف تھا اسکی دعا سے مالو جی کے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام فقیر کی وجہ سے شاہ جی رکھا گیا۔ مالو جی ایک چالاک سلعہ دار تھا جیسے حسن خد متگزار سے جادو رے کی ٹٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کر لی اس بیوی سے شاہ جی کے گھر سیوا جی پیدا ہوا جب سیوا جی کی ماں شاہ جی سے ناراض ہو کر کہہ اسنے دوسری شادی کر لی تھی اسنے سیکہ پونہ چلی آئی تو سیوا جی ساتھ تھا۔ سیوا جی کی پیدائش کا زمانہ ۱۷۷۷ء ہے اسوقت میں تین سلاطین کا تخت و کینہ میں ڈگمگا رہا تھا اور مغلوں کے ہاتھ سے اسکی ماں ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں لیے پھرتی تھی آخر کو وہ گرفتار ہو گئی سیوا جی کو سپاہگری کے فن کی تعلیم ایک برہمن نے دی تھی پہلے سیوا جی بڑا شکاری تھا اسکے بعد لیرون کی صحبت سے وہ لوٹ مار کرنے لگا اسکے بعد ایک جماعت پیدا کر کے شہر اور قلعوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ مرہٹوں کی ترقی کا زمانہ عالمگیر کے عہد سے شروع ہوا پہلے سلاطین دکن مرہٹوں کو بطور کمک کے ملازم رکھ لیا کرتے تھے اور بطور بقاعدہ فوج کے ان سے مدد لیتے تھے جب سیوا جی نے بیجا پور کی سلطنت میں جو پہاڑی قلعے تھے اور وہ دارالسلطنت سے دور ہونکی وجہ سے اکثر بجز قلعہ دار کے فوج سے خالی رہتے تھے انکو اپنے قبضہ میں کیا سپروالی بیجا پور نے سیوا جی کے باپ شاہ جی کو قید کر دیا باپ کے قید کے زمانہ تک یہ بلا لوٹ باز نہ ہوا

بیٹھا رہا باپ کی رہائی کے بعد اوسنے فضل خان میر لشکر بجا پور کو دھوکہ سے مار لیا اور
 راجگڑھ کو اپنا راجدہانی بنایا اور سوقت علی عادل شاہ فوج لیکر آیا اور اسنے اسکے قلعے
 اور بہت سا مفتوحہ ملک چھین لیا سیوا جی اسکے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور ننگ نریب
 اس عہد میں دکن کا ناظم تھا سیوا جی سلطنت مغلیہ کا ادب کرتا تھا جب شاہ جہان کی
 علامت سے شاہزادہ وغین باہمی جنگ و جدال ہوا اور اورنگ زیب دکن سے
 دار السلطنت دہلی چلا آیا تو اسنے ہمت پاکر شاہی حدود میں دست اندازی شروع
 کی اور رات کے وقت قلعہ خیر کو جو بادشاہی سرحد پر تھا حملہ کر کے خوب لوٹا سیوا جی نے
 اورنگ زیب کے معاملہ میں بڑی غلطی کی اوسکی زور و قوت عقل و سپاہ کا ٹھیک تخمینہ
 نہ کیا پیشتر عالمگیر نے اپنے مامون شایستہ خان امیر الامرا کو سیوا جی کی تہنہ کو بھیجا
 چنانچہ سیکندریہ میں امیر الامرا نے قصبہ سوپہ اور قلعہ چاکنہ کو فتح کر لیا اور سیوا جی
 امیر الامرا کے خوف سے بھاگتا پھرا۔ امیر الامرا قصبہ پونہ میں اس حویلی میں جو سیوا
 کی بنائی ہوئی تھی مقیم تھا مگر ایک رات کو وہ ایک مصنوعی باروت گھر سے لایا اور امیر الامرا
 پر پھپھاہ مارا امیر الامرا زخمی ہوا اور اسکا فرزند ابوالفتح ہلاک ہوا سیوا جی نے شہر
 سورت کو جسے اس زمانہ میں باب الحج کہتے تھے خوب لوٹا اور حاجیوں کے جہاز کو
 غارت کرنا شروع کیا اور بالکل بے امنی پھیل گئی اسلیے عالمگیر کے آتش غضب کا
 شعاع بیکڑ اٹھا اور اسنے پیشتر راجہ جسونت کو سیوا جی کے استیصال کو بھیجا
 جب اونسے خاطر خواہ یہ مهم سر نہ ہو سکی تو بادشاہ نے راجہ جے سنگھ اور دلیر خان
 کو اوپر مسلط کیا کیونکہ راجہ جے سنگھ نہایت تجربہ کار و ہوشیار سردار تھے انکے پاس
 پاس لشکر کی جمعیت بھی زیادہ تھی اور دلیر خان شجاعت اور دیانت میں امرا

نامہ اسے تھے منتخب کیے گئے اور چند امر بھی اس مہم کے لیے انکے ساتھ مامور ہوئے اوس زمانہ میں دلیر خان اپنی جاگیر پر تھے انکے نام بادشاہ نے فرمان بھیجا کہ سیوا جی کی گوشمالی مابدولت کو منظور ہے تم اپنی جاگیر سے جدا ہو کر اس مہم کی طرف روانہ ہوا اور راجہ جے سنگھ سے مل کر پونہ ہزار سوار اس مہم کے لیے مقرر کیے گئے اس عرصہ میں بادشاہ کے وزن کا جشن منعقد ہوا دلیر خان کو خلعت و ہاتھتی بھیجا گیا القصبہ حسب احکم دلیر خان اپنی جاگیر سے دکن کو روانہ ہوئے جو لشکر کہ سیوا جی کی مہم کے لیے مقرر ہوا تھا وہ ۱۹ بیج الاہل سبہ جلوس کو دار الخلافہ سے دکن کو روانہ ہوا اور ۴ شعبان کو اورنگ آباد دکن پہونچ گیا وہاں شاہزادہ محمد معظم جو ناظم دکن تھا اوسکی خدمت میں حاضر ہوا چار روز وہاں قیام کر کے ۸ ماہ مذکور کو وہاں سے پونہ کو روانہ ہوا اور ۲۵ تاریخ کو قصبہ پونہ پہونچ گیا اور مہاراجہ جیسونت سے حسب احکم بادشاہ کے مہاراجہ جے سنگھ نے کل سامان و اختیارات کا چارج لیا اسکے بعد وہاں کا انتظام شروع کیا گیا قطب الدین خان کو ستا ہزار سوار دیکر قلعہ خنیر کی طرف بھیجا گیا اور قلعہ وہ گڈہ میں تھا نہ بھلا یا گیا اور تین ہزار سوار وہاں تعینات کیے گئے اور جہان جہان کہ غنیم کے غلبہ کا گمان تھا وہاں لشکر مقرر کیا گیا احتشام خان کو چار ہزار سوار پونہ کی ہر است کے واسطے دیے گئے ان سب

حاشیہ صفحہ ۱۰۱ قبل ۱۰۱ راجہ جیسونت کے ازامرے نامہ اور وعدہ ہے ہتان سپر مارشل دلیر خان داد خان زبردست خان درابہ جہان سنگھ و رائے سنگھ وغیرہ قریب چار دہ ہزار بوندہ بقدم این خدمت تعین نمودہ وہاں صوبہ مخص کر دیہ۔

۱۰۱ یرلیہ گیتی مطلع بنام دلیر خان و احتشام خان و برتنے دیکر نہ در حال تپوں خوشش بوندہ بغیر صدہ و سبوت کہ از انجا عازم مقصد گشتہ ہر راجہ پوستاند ۱۰۱-۸۶ عالمگیر نامہ

۱۰۱ بخت دلیر خان خلعت و یکتہ غیر فیل و برائے احتشام خان خلعت مرلشت ۱۰۱ عالمگیر نامہ

انتظامات کے بعد یہ راسے قرار پائی کہ قلعہ پورندھراور رومال جو سب سے بڑے قلعے سیواجی کے ہیں پہلے فتح کیے جائیں یہ دونوں قلعے ایک پہاڑ کی بلندی پر واقع تھے ۲۲ رمضان المبارک کو یہ لشکر جبکہ سے کہ سا سوریک منزل کے قریب تھا پہنچا ولیر خان جو مدتہ بحیش فیروزی تھے اپنی فوج دو پانچالیس کھ قلعہ کی طرف سب سے پیشتر روانہ ہوئے چونکہ زمین کتل دار و دشوار گذار تھی اسکو طے کر کے سا سورین پہنچے اسکے بعد ہی آگے بڑھے اور اتر نیلے خیال میں تھے انکے سوار کھڑے ہوئے اچھی پڑاؤ کیلئے جگہ تلاش کر رہے تھے کہ غنیم کی فوج نمودار ہوئی اور قریب آکر لڑنے لگی ولیر خان نے پہلے اپنی فوج کو ترتیب دیا جب کل فوج درست ہو گئی اسکے بعد مرہٹھ کی فوج پر حملہ کر دیا وہ انکے حملہ اور مقابلہ کی تاب نہ لائی اور پہاڑ

۱۷۰۰ء در سال ختم دلیر خان بھراہی راجہ جینگ با تیمال سیوا بھونسلہ کہ ریشہ شتالال در سرزمین دکن فرو برد تا خت قزاقی غبار شورش برانگیختہ بود و دشوری یافت و چون راجہ در سال شہتم با نزاع قلع سیوا ہمت بر گماشت و قصبہ پونہ کشایش قلعہ پورندھراور رومال روانہ گردید ولیر خان کہ مدتہ بحیش فیروزی بود با فوج ہراول توپچا منصور پیشتر روانہ شد از کتل سا سور گذشتہ نزدیک بدان مکان در صد و نزول بود کہ ناگاہ فوجے از اعاہ نمودار گشتہ غبار انجیر پیکار شد آن خان شہامت پرورد سپاہ ظفر اثر را توڑک کردہ بر آن جسارت کیلئے حملہ آور شد آنہا جملہ ہار انہ تاب مقاومت نیاوردہ جنگے بگریز کردہ بجانب کوسہے کہ آن ہر دو قلعہ بر فرازان بہ کشیدہ دلیر خان جنگ کنان و خصم اقلان بدان کوہ برآمد و بسیارے را طوعہ بشیر گردانیدہ و معہورے کہ در کمر کوہ بود و آزمایچی گویند آتش زدہ بعزم محاصرہ پیش رفت چون مردم ہر دو ہزار برقم افراد توپ و تفنگ گشتہ خان مذکور پایہ ہمت نہ کشیدہ بیاوردی شہامت و بیالت متسلل صلح پورندہ ہریدہ محاصرہ مورچال بست و چون چندے در محاصرہ ہر دو ہزار بہ نبرد اراالی و ہنگامہ افزای گذشت یک بجہ قلعہ رومال بصد مات متواتر توپا ہا تہدام یا خست۔ از آثار الامرا و عالمگیر نامہ

کی طرف جد ہر قلعے تھے جنگ فزار آئینہ کرتی ہوئی بھاگی دلیر خان اس فوج کو مارنے اور پیا کرتے ہوئے دامن کوہ تک پہنچے بہت سی جماعت دلیر خان نے اور ان کے بہادروں نے قتل کر ڈالی کچھ لوگ قلعہ کے حصار میں جا کر نہا گزین ہوئے اور جو باقی تھے وہ ادھر اور دھر بھاگ گئے دلیر خان مع اپنی فوج کے پہا کی بلندی پر چڑھ گئے اور کمر کوہ پر ایک آبادی تھی جسے وہاں کے لوگ باچی کہتے تھے اوسین آگ لگادی اور قلعہ کے محاصرہ کے لیے آگے بڑھ گئے ان دونوں قلعوں میں جو لوگ محصور تھے انہوں نے توپ و تفنگ کے گولے اور بان وغیرہ کی آگ برسانا شروع کی مگر دلیر خان نے اپنی خداداد ہمت سے اس جلتی ہوئی آگ سے اپنا قدم نہ ہٹایا اور غیر معمولی جرات سے قلعہ پورندہر کے نزدیک پہنچ گئے اور نہایت جلدی سے مورچہ باندھ دیا اسکے بعد اور بادشاہی لشکر دوڑ کر دلیر خان کے لشکر کی طرف آیا دلیر خان نے اپنی سپاہ اور دونوں بھتیجے غیرت خان و مظفر خان اور دوسرے افغانوں کو لیکر قلعہ رورمال کے پاس مورچال باندھی اور شش خان میر آتش کو مع توپخانہ کے لیکر دونوں حصاروں کا محاصرہ شروع کیا راجہ جیشید دوسرے روز جبکہ کھٹھرے تھے وہاں سے کوئی کر کے ساسور آئے اور قلعہ سے دو کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا اور مورچے دیکھ کر اپنے قیام گاہ کو واپس گئے کمک کی خبر گیری اور دیگر اعظام میں مصروف ہوئے اس عرصہ میں احتشام خان جو نہایت کار گزار اور بہادر سردار تھے اور پونہ کے تھانہ داری پر محبہ لشکر کے متعین تھے قضا کر گئے وقائع نگار نے بادشاہ کو اطلاع دی اور بجائے ان کے قبا و خان پونہ کے محافظ مقرر ہوئے رات دن شاہی لشکر اور مرہٹوں سے لڑائی برپا رہتی تھی ادھر سے بہادر شہنشاہی اور ادھر سے

اہل قلعہ ہٹانے کی کوشش کرتے تھے اس حقیقت میں ایک برج قائم رہا اور مال کا چھپر
 پر ابر گولہ باری ہو رہی تھی ٹوٹ گیا ولیر خان اپنی فوج کو ترغیب دیکر سوال کو
 اس قلعہ کے برج پر چڑھالے گئے جو لوگ کہ اس برج کی محافظت کرنے تھے وہ ان کے
 مقابلہ کی تاب نہ لائے اور گھبرا کر اس برج کے مقابل ایک گھیرا تھا اسکے اندر گھس گئے
 ولیر خان نے اپنا جھنڈا برج کی بلندی پر گاڑ دیا محافظوں نے
 پناہ مانگی اس پر دشمن چار آدمی ولیر خان کے زخمی ہوئے اور سات آدمی مخالفت
 کے جان سے مار لیئے اور چار شخص غنیم کے زخمی ہوئے جب راجہ بے سنگا کو یہ معلوم ہوا
 تو اونھوں نے اپنے بیٹے کیرت سنگھ کو ایک بڑی جماعت راجپوتوں اور چھانوں کی
 دیکر بھیجا کہ ولیر خان کے لشکر میں پہنچا کر ان کے افغانوں کے ساتھ ہو کر حصار کی تسخیر
 میں کوشش کرو ہر روز حصار پر جدال و قتال رہا کرتا تھا اور توپخانہ کے آلات سے
 اہل قلعہ کو تنگ کیا جاتا تھا جب محافظوں نے دیکھا کہ ہم میں محافظت اور مقابلہ کی تاب
 نہیں ہے تو اونھوں نے نہایت خوشامد اور عاجزی سے پناہ مانگی اور قلعہ کے باہر کر
 ولیر خان کے پاس حاضر ہوئے اب یہ قلعہ فتح ہو کر بادشاہی بہادران
 کے ہاتھ آ گیا ولیر خان نے اس گروہ کے دوسرے داروں کو جو قلعہ
 دار تھے خلعت دیا اور انکو مع دیگر عہدہ داروں کے راجہ کے پاس بھیج دیا راجہ
 نے بھی ہندو شخصوں کو خلعت دیکر اور ان کے ہتھیار لیکر سکوانکے وطن چلے جانے کیلئے

۱۵۱۔ بھراں مرم خود، تحریک پرورش نمودہ بر خزانہ بچ برآوردہ محافظان ہرنینار، راوردہ ۱۲

۱۵۲۔ برین پرورش و آویزش چار کس از تابانین، ولیر خان پیکر مردی بریت زخم آہستہ ۱۱

۱۵۳۔ وائز و زعموران اقلہ بیرون آمد، ولیر خان ملاقی شدہ و از فرقہ گورد و سردار ولیر خان خلعت دادہ بادگیر

بھرا باش پیش راہ فرستاد ۱۲

رضعت کر دیا اس قلعہ کی فتح مین کل پچاس سوار اور تیس پیادے پادشاہی لشکر کے کام آئے اور تیس سوار اور ستر پیارے زخمی ہوئے اس فتح کے بعد داود خان کو مع چند سرداروں کے سات ہزار سوار دیکر سیوا جی کے ملک کی تارا جی کے لیے بھیجا گیا قطب الدین خان نے خیر سے اور لودین خان نے ملوکن سے غرض کہ سب نے ملکر ہر طرف سے ان ڈاکوؤں کو دبایا اور انکو پریشان کیا اور انکے مویشی گرفتار کیے تاکہ سیوا جی ہر طرف سے عاجز آکر پناہ مانگے اور وہ رعایا کہ تمام بچپن اور بد طریقہ تھی گوشالی پائے بند گان خدا کو اسہزنی اور غارتگری سے نہ ستائے ایک ات بھٹان نے دوسرے قلعہ سے نکل کر پادشاہی لشکر پر چھاپہ مارا کیرت سنگھ مع اپنے لشکر کے ہوشیار تھے وہاں انکی نہ چلی رسول بیگ مع ہمراہیوں کے غافل پڑا ہوا تھا مہٹون نے اسکے ایک شخص کو ہلاک کیا اور چوہہ ٹھونکنو زخمی کیا جب شور و غل کی آواز بلند ہوئی زیر دست خان اور محمود ملازم دلیر خان کا اور دلیر خان کے دوسرے افغان ہونچکے اور اودن سے لڑنے لگے چار آدمی مخالفت کے قتل کر ڈالے اور بہت سے مرہٹے زخمی کئے باقی اپنی جان بچا کر بھاگے اور قلعہ میں جا کر دم لیا اسکے بعد پھر ایک گروہ اوسی فریق کا اپنے مقتولوں کی نعشیں اٹھانیکو قلعہ کی کھڑکی سے باہر آیا مگر سطر مورچہ پر دل خان اور سو بہکر بندیلہ کا تھا اونھوں نے انکو بھگایا اس حقیقت پیش میں آتھ آدمی مخالفت کے زخمی اور چار آدمی جان سے مار گئے اور بہت سے زخم کھا کر بھاگے داود خان دراجہ راے سنہ جو ملک کی خرابی کے لیے گئے تھے وہ ۲۱ شوال کو لوا جی روہیرہ اور

سلطان زبردست خان زبور جال خود محمود ملازم دلیر خان باجے ازان خان شامت انشان سیہ دہستان راؤ خٹہ و جال علی اللہ مصداق مقام راحت لہارے مجروح و خستہ گردانیدند تقیم بیعت نیم جلنے برآوردہ بر پناہ قلعہ و رفتہ م کے از نامیان لرزنا جان مار

قلعہ راجگڑھ کے قریب پہونچنے پر پاس گاؤں اون موذیوں کے برباد کیے اور چار موضع
 جنگی باشندے لڑنے کو آئے تھے وہ بھی خاک سیاہ کیے اور قلعہ کٹوا رہی اور قلعہ لوہ گڈو
 وغیرہ کی طرف بھی جا کر تاخت و تاراجی کی گئی اور اس نواح کے شہریر رعایا کی گونشمالی
 کر کے قریب قصبہ پونہ کے جا کر قیام کیا اور چودہ روز کے قیام کے بعد داؤد خان جب
 اس اطراف کو غراب کر چکے تو ۴ ذیقعدہ کو لشکر گاہ واپس آئے کچھ باغی لوہ گڈو کی
 چوٹی پر جمع ہو کر لڑائی کو آمادہ ہوئے قطب الدین خان نے وہاں پہونچ کر خوبانکی سرکشی
 کی کچھ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ گئے جو لوگ کہ لشکر کی قید میں آئے وہ تعداد میں تین سو
 مرد و عورت تھے اور قریب تین ہزار کے انکے مویشی گرفتار کر کے لائے گئے قلعہ
 رورمال تو فتح ہو چکا تھا اب قلعہ پورندہ رہا باقی تھا اور اسپر دمہ بنایا جاتا تھا چنانچہ
 ۲۴ ذیقعدہ کو دمہ بنکر تیار ہو گیا اور سفید برج کے مقابلہ میں دمہ پر توپخانہ لگایا گیا
 اور اسپر سے لڑائی شروع ہوئی اور دھڑ سے اہل قلعہ بھی لشکر کے دفعہ کرنے پر آمادہ ہوئے
 پہلے دلیر خان کی سپاہ معہ اور بہادر وں کے مورچال پر پہونچ گئی اور انکے
 پیچھے زبردست خان برادر و دلیر خان اور آتش خان دار و نہ توپخانہ پہونچے اور جنگ
 جدال و قتال کا گرم ہوا طرفین سے مار دیاڑ کی خوب کوشش ہوئی اس جنگ میں دلیر خان
 کے لشکر کا ایک شخص اور راجہ جے سنگہ کا ایک عمدہ ملازم بھوبت سنگہ جو پانسو آویسویں کا
 سردار تھا مارا گیا اور بہت سے لوگ فریق مخالف کے مار گئے اس وقت دلیر خان
 دمہ کے پاس کھڑے ہوئے اپنی فوج کو تاکید جنگ کی کر رہے تھے اور آگے انکو

۱۵ دلیر خان متصل دمہ ایستادہ تاکید جنگ کا راز اور قیام پیش برد کار میں کوفہ بصرہ مات توپخانہ و برج سفید کست و خیز
 بسیار راہ یافتہ ہزاران نصرت کش مکر و روش کردند و تورا پساے برج رسانیدہ شروع در کاوش آن نمودند مالگیر نامہ ص ۸۹۸

بڑے ہاتھ تھے اور قاعدے سے لڑتے تھے تو چنانہ کے صدر سے سفید برج
 لوٹ گیا اور اوسین بہت سے سوراخ پڑ گئے اُچالت میں بہادرون نے مکر پرورش
 کی اور برج سفید کے پاس پہونچ گئے مرہٹوں نے یہ تدبیر سوچی کہ سفید برج اور سیاہ برج
 کے درمیان میں باروت بچھا دی کہ اگر بادشاہی بہادر غلبہ پا کر برج سیاہ کی طرف آئیں
 تو باروت میں آگ لگا کر او کو اڑا دیں لیکن اسی آدمی اُسین خود اُنکے اوڑ گئے بادشاہی
 لشکر چاہتا تھا کہ بُرج سیاہ بھی اسی وقت لے لیں مگر شام ہو گئی اور دونوں برج مکے
 درمیان کچھ تشیب تھا وہاں جلتی ہوئی آگ دیکھی اس سے بچ کر سفید برج کے پاس رچ
 باندھا مخالف برج سفید سے مجبور ہو کر ہٹ گئے اور برج سیاہ میں چلے گئے اس برج سفید
 بھی بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گیا اور توپیں برج سیاہ پر لگائی گئیں اور دونوں برجوں کے
 درمیان جو تشیب تھا پائنا شروع کیا مٹی اور پتھر سے پانچ چھ روز میں وہ تشیب پاٹ دیا
 گیا اور اوسکو بلند کر کے اوپر توپیں لگا دی گئیں اور برابر اوپر گولہ باری کیجاتی تھی جس
 اس برج میں بھی سوراخ ہو گئے اہل قلعہ نے اُس برج کو معہ ایک دوسرے برج کے
 جو اسکے قریب تھا خالی کر دیا اب یہ دونوں برج بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گئے یہ حال
 دیکھ کر سیواچی نے جانا کہ عنقریب قلعہ پورندہ صوبہ فتح ہوا چاہتا ہے اور بہت سے عزیز
 و اقارب اور دیگر آدمی میرے اوسین جو محصور ہیں وہ سب قید ہو جائیں گے اور اسکے بعد
 راجہ جبین میرے اہل و عیال و سامان مال ہے وہ بھی جبر و قہر سے بادشاہی بہادر
 چھین لینے اسوجہ سے اُس نے راجہ جے سنگھ کے پاس عاجزی سے آدمی بھیجا شروع کیے
 اور آخر میں ایک پنڈت جسکا وہ بہت مقصد تھا راجہ کے پاس بھیجا اور مہن کا مستعدی
 ہوا راجہ نے جواب دیا کہ اگر وہ راستی و عاجزی سے بے ہتیار مجرموں کی طرح یہاں آ

تو امان دی جائیگی، ذی الحجہ کو سیوا جی مع چند آدمیوں کے جسطریقہ سے کہ آنا قرار پایا تھا راجگڑھ سے روانہ ہوا۔ راجہ کے پاس یہ خبر رات کو پہنچ گئی کہ کل سیوا جی آئے ہوں۔ راجہ نے علی الصباح دلیر خان سے جو عرصہ کارزار میں پیش قدمی اور حصار کے بہت قریب پہنچ گئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ آج کوشش بلیغ کر کے لگے بڑھانا چاہیے۔ دلیر خان نے اس وقت زیادہ اہتمام شروع کیا اور دشمن کو مارتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ دشمن یہ حال دیکھ کر تمام حصار سے نکل پڑے اور بادشاہی فرج کے ہٹائیلی کوشش کرنے لگے۔ دلیر خان نے ایسے متواتر حملے کیے کہ انکو پسپا کرتے ہوئے قلعہ کے دروازہ کے پاس ہٹا لیا۔ اور ساٹھ آدمی تلوار سے قتل کیے گئے اور اور بہت سے زخمی ہوئے۔ اس ہنگامہ میں کچھ آدمی دلیر خان کے بھی زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے۔ اس وقت راجہ کالڑ کا کیرت سنگھ بھی دلیر خان کے ساتھ تھا اسکے آدمی بھی کچھ زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے۔ اس حال میں کہ ہنگامہ جدال و قتال کا گرم تھا۔ راجہ ہر ساعت خبر منگاتا تھا کہ لڑائی کس انتہا تک پہنچی گئی۔ اتنے میں مخبر خبر لائے کہ سیوا جی موضع سیوا پور میں آ گیا ہے۔ وہاں سے سرفراز خان تھانہ

سے چون سیوا پور جہد و جد کوشش کا طلبیان گاہ گشتہ و نشت کہ غریب حصن پوزندہ کہ بسیارے اذ اقربا و مردم کاری و در آن مصور بود نہ سحر خواہند گشت برا جہ طرح آتی انداختہ۔ راجہ یہ دلیر خان کہ از پیش قدمان عرصہ پیکار بود نہ وسیلہ آنا بھما بسیار نزدیک سیدہ و پیغام نمود کہ مورچال خود پیشتر بردہ تیر و پوشش بر حصار غایبہ خان مذکور بھوہ ہستام بلکہ شروع و پیش برد کار کردہ از مشاہدہ ایخال مقبوران جمعیت تمام از حصار بیرون آمدہ بر ہم ہر اغت پر ختمہ بسیار زان فیروزند بھلہ ہا سے متواترہ لیرانہ آئی جسارت نشان را از پیش راندہ بردہ از قلعہ رسانیدند۔ بروئے مردانہ دوسے دادہ قریب شصت تن از انداختہ تیر و فلک لیران و دشمن شکن سراز ہوا سے ہستی پردہ افتند و بسیارے مجروح گشتہ و چند از تابان راجہ، لیر خان و کیرت سنگھ چہرہ مردی بگلگونہ زخم آہستہ مدد و جان پردہی در راہ عبودیت در با ختمہ انتخابہ با اثر الامراء عالمگیر نامہ ایہ۔ ۹۔

کے ہمراہ جو وہاں تعینات تھے یہاں آ رہے تھے۔ راجہ جے سنگھ نے اپنے منشی
 اودیراج کو جو نہایت معتمد تھا معہ گرگ سین کچواہہ کے بھیجا کہ تم آگے بڑھ کر سیوا جی
 کا استقبال کرنا اور یہ پیام کہنا کہ اگر تم اپنے جان و مال و آبرو کی اسمن چاہتے ہو تو کل
 قلعہ بادشاہی لشکر کے سپرد کر دو اور ہمیشہ فرمانبرداری کرتے رہو تو آؤ ورنہ کچھ کام
 تھا راہیان آئینکا نہیں ہے اودیراج کے پیام کے جواب میں سیوا جی نے کہا کہ یہاں
 تک میں آگیا ہوں جو دو تلواریں اور ہندگی کا مقصدا ہو گا وہ ہی عمل میں لاؤ گا۔ اتنے
 میں وہ راجہ کے لشکر کے قریب آگیا راجہ نے جانی بیگ بخشی فوج کو حکم دیا
 کہ تم جا کر اُسکو خیمہ میں لاؤ جب وہ خیمہ میں آیا راجہ جے سنگھ نے اس سے ملاقات
 کی معاف کیا سیوا جی نے بہت عاجزی و خوشامد سے کہا کہ میں معافی کی امید پر
 بہت سے قلعے نذر کرتا ہوں راجہ نے یہ سنکر اسکو جان و مال کی امان دی اور
 غازی بیگ میر توڑک کو اشارہ کیا کہ سیوا جی کا آدمی لیجا کر ولیر خان سے کہو
 کہ سیوا جی نے اپنی خوش نصیبی سے فرمانبرداری و اطاعت بادشاہ کی قبول
 کر لی ہے اسکو امان دینا چاہیے اور جو لوگ قلعہ میں محصور ہیں انکی جان سے بھترنس
 ہونا چاہیے غازی بیگ نے یہ پیام ولیر خان کو پہنچایا اور سیوا جی کے آدمی
 نے حصار کے دروازہ پر جا کر اہل قلعہ کو خوشخبری سنائی کہ تم بے کشکے قلعہ سے نکلاؤ
 اور خوں نے یہ خبر سنکر دوبارہ زندگی پائی اور ایک رات کی ہمت چاہی سیوا جی چونکہ
 جریدہ طور پر تنہا آیا تھا راجہ نے اسکو اپنے دائرہ میں بٹھرایا اور بہت خاطر کی دوسرے
 روز بموجب امر قرار داد کے سات ہزار آدمی قلعہ سے باہر نکلے جن میں چار ہزار جنگی
 آدمی تھے جب یہ جماعت باہر آئی تو بادشاہی آدمیوں نے قلعہ میں جا کر قبضہ کیا

سید محمد جواد جو دیوان بیوتات لشکر کا تھا اونے قلعہ میں جا کر ہر طرح کے ذخیرے اور ہتھیار اور توپخانہ اور دیگر سامان جواد میں موجود تھا ضبط کیا سیوا جی نے پانچ قلعے اور اسی روز موسومہ لوہ گڑھ۔ ایسا گڑھ۔ پنگی۔ تگنہ۔ ردھیرہ بادشاہی پیشکش میں نذر کیے اور ان قلعوں کے انتظام و قبضہ کے لیے بعض افسر فرج کے بھیجے گئے ابھی چونکہ قلعہ پر سے دلیر خان نے محاصرہ نہیں اٹھایا تھا راجہ جیسنگ نے سیوا جی کو راجہ راے سنگ کے ساتھ کر کے دلیر خان کے پاس بھیجا لانے کے پاس جا کر ملاقات کر وجہ سیوا جی دلیر خان کے پاس آئے تو دلیر خان نے اونے ملاقات کی اور اس کے بعد دو گھوڑے عزنی معہ ساز مرصع طلائی اور تلوار و جہر معہ ساز مرصع اور دو خلعت نو نو پار چمکے جیسین نہایت نفیس و بیش بہا ٹکڑے تھے سیوا جی کو عنایت کی۔ اس کے بعد دلیر خان سیوا جی کو اپنے ہمراہ راجہ کے پاس لائے اور اسکا ہاتھ پکڑ کر راجہ کے سپرد کیا راجہ نے بھی سیوا جی کو خلعت و گھوڑا صنفہ و ہنسی بخشا۔

دلیر خان کے اس واقعہ کو علامی مولوی شبلی صاحب نے بھی اپنے پرچہ اندوہ میں جو اور نگ زیب کی بے تعبئی کے بیان میں لکھا ہے اور وہ چھپکر شائع ہو چکا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ سیوا جی میں دلیر خان ہراول فرج تھے اور راجہ جے سنگھ سربراہ تھے بعد صافحت کے راجہ نے دلیر خان سے محاصرہ کے اٹھانیکے متعلق پیام کیا

راجہ چون دلیر خان ہنر و باہرے حصار اقامت اشتہار ایشوار از دغاند کور فرستاد و اد بعد ملاقات دوسرے ساز طلا و یراق لباس مرصع و منقوش از انھیں نقشہ اور ادادہ و خدمت نمود نزد راجہ آوردہ دست او گرفتہ سپرد راجہ نمود و راجہ نیز خلعت سے صنفہ و قیل بخش از سر و نمود و بجان جان آوردہ اقامت فرستاد سیوا و نزا د از بختہ کاری سلطنتی بشیر بست باز کرد گفت بے براق خدمت خواہم کرد ص ۴۷ مہ شاہنشاہ نامہ -

اور سیوا جی کو دلیر خان کے پاس بھیجا دلیر خان نے سیوا جی کو دو عزنی گھوڑے اور تلوار
و جہر عنایت کیے اور اسکا ہاتھ راجہ کے ہاتھ میں دیا اور اس کے کمر میں تلوار اپنے
ہاتھ سے باندھی مگر اس نے ایک ساعت بچتہ کا ریسے باندھ کر تلوار خانم صوف کے آگے
رکھ دی کہ میں بے ہتیار خد متگذاری کرونگا۔

یہ بیان تاریخ ہندوستان میں شمس العلماء مولوی ذکا، اشد صاحب دہلوی کا بھی ہے
القصہ جب سیوا جی نے راجہ کی بہت منت و سماجت کی تو راجہ نے بھی اسکو بہت
نصیحت کی اور بادشاہ کی خدمت میں اسکی فرمانبرداری کی اطلاع دی اور اس کے
لیے خلعت کی سفارش کی راجہ کی سعی سے اس کے لیے خلعت اور معافی تقصیرات کا
فرمان گزر ہر دار کے ہاتھ بارگاہ شاہی سے بھیجا گیا اور راجہ نے سیوا جی کو وہ نہایت
عنایت کے ساتھ پھنایا اور صلنامہ کے یہ شرائط طے پائے کہ منجملہ پچیس قلعوں کے جو سیوا
نے ولایت نظام المملکیہ سے اپنے قبضہ میں کر لیے ہیں پچیس قلعے بادشاہ کے بند کرے
اور قریب دس لاکھ ہون کے جسکا چالیس لاکھ روپیہ حاصل ہو اس قدر ملک بھی شاہی
آدمیوں کے سپرد کرے اور بارہ قلعے جنکے متعلق ایک لاکھ ہون ہوتی آمدنی کا ملک
اپنے قبضہ و تصرف میں رکھے اور اسکا بیٹا سنبھاجی جو آٹھ سال کا تھا ملازم شاہی ہو کر راجہ
کے ہمراہ رہے اور جب کوئی مهم اس حدود میں پیش آئے تو اس میں مدد کرے مگر نہ کہ
سنبھاجی اسکا بیٹا خیمزاری منصبدار و زمین منسوب کیا گیا اس کے بعد راجہ نے سیوا جی کو
رحمت کیا اور دو گھوڑے مع ساز مرع اور ایک ہتھی عنایت کی تفصیل قلعجات منقو
کی جو سیوا جی نے بادشاہی آدمیوں کو دیئے تھے یہ ہے۔ پورندھر۔ رورمال۔ کشنہ
کھنڈ کلا۔ ٹوہ گڈہ۔ ایسا گڈہ۔ پٹکی۔ ٹکوٹہ۔ روہیرہ۔ ناردرک۔ ماہولی۔ جھنڈا۔ ورک

پس کھول۔ روپ گڈہ۔ بکڈ گڈہ۔ مورخین۔ مانک گڈہ۔ سروپ گڈہ۔ ساکر گڈہ۔ مرک گڈہ۔ انکول۔ سون گڈہ۔ مان گڈہ۔

اسکے بعد پھر ایک باریو اجی را جگڈہ سے بے ہتیار بطور مجرمون کے آئے راجہ نے تلوار و ہر معہ ساز مرصع کے دیکر انکو ہتیار باندھنے کی اجازت دی ۱۱ اذی انجھ کو قلعہ پورند ہر کی فتح اور سیوا جی کے آنے کی خبر راجہ کی عرضداشت سے بادشاہ کے ساعت میں آئی تھی اسوقت فتح کے شادیانے بجائے گئے تھے اور راجہ کو اور محمد بخش دلیر خان کو خلعت بھیجا گیا اور ایک ہزار سوار دلیر خان کے دو اسپہ سپہ مقرر کیے گئے اور اصل منصب پنہجرا ری پنہجرا سوار کا تھا منجملہ اونکے دو ہزار سوار دو اسپہ سپہ مقرر ہوئے اور چند سردار و سکے لیے بھی خلعت ارسال ہوئے جنکے نام داؤد خان اور راجہ سنگھ و کیرت سنگھ ہیں۔

شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ اس فتح کے محلہ میں دلیر خان اور انکے ہمراہین کا نایاب اضافہ بادشاہ نے فرمایا اور بعد بقاوت خابنجان فودی کے شاہجہان بادشاہ نے کسی افغان کو پنہجرا ری منصب پر سرفراز نہ فرمایا مگر صرف دلیر خان اس منصب پر سرفراز ہوئے اور باعث فخر قوم کے ہوئے۔

سلسلہ عہد باب آج میں سود دلیر خان بحر حمت خلعت قاسم مہابا ت فرخست یکہزار سوار تانیاں دلیر خان دو اسپہ سپہ مقرر شد کہ منصبش اصل منشا پنہجرا ری پنہجرا سوار ہو۔ انا جملہ دو ہزار سوار دو اسپہ سپہ باشند مضمہ ۹۔ عالمگیر نامہ۔
دلیر خان ہمارا جان او اضافہ تانیاں عطا فرمود بعد انہ سے تیس سال خابنجان فودی اچھی صورت افغانہ را منصب پنہجرا ری سرفراز فرمودہ بود کہ دلیر خان اب اس مرتبہ فائز گردانندہ باعث فخر قوم گردید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۳۴۲ تا ۳۴۳ محمد شام خانی کا

نان بہادر شہنشاہ عالموی ذکا، اللہ صاحب اپنی تانچ ہندوستان کے صفحہ ۲۳
 حکومت عالمگیر میں لکھتے ہیں کہ کرنل ڈف صاحب تانچ میرٹھ میں رقمطراز ہیں کہ کوہ
 پور نہ ہر کا سب سے بلند مقام ہوا سترہ سو فٹ نیچے سطح سے بلند ہے اس پر دو قلعے
 تھے دلیر خان نے ایک برج اوڑا کر قلعہ لے لیا محصوروں نے قلعہ سے باہر آکر
 حملے کیے مگر آخر کو اپنی پناہ گاہ میں مقیم ہو گئے اور جب محصورین اوپر جا رہے تھے
 لشکر شاہی نے قلعہ کے نیچے جا کر اونکے گھر و کوتاراج کر دیا اس وقت مرہٹے اپنے
 سردار کو لیکر مغلوں پر حملہ آور ہوئے اور اونکو مارا اور پاڑ سے نیچے اوتارا اس وقت
 دلیر خان ہاتھی پر بیٹھے ہوئے اپنے آدمیوں کو دیکھ رہے
 تھے کہ کس طرح قدم اٹھاتے ہیں جب اونہوں نے اپنے آدمیوں کو بٹھتے ہوئے
 دیکھا تو دلیر خان نے اپنی کمان کو خمیدہ کر کے پھاتا تو نکو اپنے
 پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بھاگنے والوں کو لگا را اور
 اپنا ہاتھی آگے بڑھایا محصورین مغرور ہو کر دلیر خان کے آدمیوں کے قریب آ گئے
 اور سخت کوشاں بھی اونکی تلوار سے چکرائے مگر دلیر خان نے اونکے
 سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا سردار کے مرتے
 ہی مرہٹے ایسے بھاگے کہ اونہوں نے قلعہ بالا پر جا کر دم لیا اور لشکر شاہی نے نیچے
 کا قلعہ لے لیا محصورین ایسے تنگ ہوئے کہ اونہوں نے سیوا جی کو اطلاع دی
 کہ اب ہم قلعہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔

خانی خان لکھتے ہیں کہ پانچ مہینہ تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محاربہ سے آرام نہ ملی یہاں
 کہ سیوا پور وغیرہ کی آبادی کا نشان نہ چھوڑا مگر عجز و انکساری کی وجہ سے سیوا جی کو

معافی دی گئی اوسنے اپنا بیٹا خدمت کے لیے دیا اور دار الخلافت دہلی میں حاضر ہونے کے لیے سال بھر کی مہلت مانگی۔ دوسرے روز سیوا جی دلیر خان سے ملنے گیا جو پورندہ ہر کے محاصرہ میں مصروف تھے چونکہ وہ اس وقت کی صلاح میں شریک نہ تھے اس لیے خان ظفر مند سیوا جی پر خفا ہوئے اور اسکو دہمکایا کہ جب تک میں ایک ایک آدمی مار نہ لوں گا پورندہ ہر کے قلعہ کا پیچھا نہ چھوڑوں گا مگر انکو یہ خالی دہلی دینا منظور تھی سیوا جی نے خود کنبھان دلیر خان کے حوالہ کر دیں اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہیں میں تقصیر کی معافی چاہتا ہوں تجربہ نے مجھے بتلادیا کہ ایسی سپاہ سے جکے سپاہیوں سے اورنگ زیب کو فخر ہو لڑنا بیوقوفی ہے مجھے امید ہے کہ میں بادشاہی ملازموں میں داخل ہوں گا۔

مابین ہندوستان میں ہے کہ مرہٹوں کی ناگہانی تاخت اور نمایان دستبرد اور تاریک اتونکے شیخون سے اور دشوار استونکے بند کرنے سے اور ہرے بھرے جنگلوں کے جلانے سے لشکر اسلام کی راہ بند ہوئی اور بہت دقت پیش آئی اکثر لشکر بادشاہی کے آدمی اور بہت سے چوپائے تلف ہوئے مگر آخر کار دشمن ہیشمار مارے گئے اور مرہٹوں نے راہ فرار اختیار کی مرہٹوں نے اپنے امکان بھر کوئی ڈاکو نہ ہتھکھنڈے اوٹھاتر کھے مگر دلیر خان کی بے روک تلوار نے اونکے ٹکڑے کر دیے اور انکی ایک نہ چلنے دی ورنہ اونھوں نے بڑے بڑے سرداروں کو دھوکہ دہخت حملوں سے مجبور کر دیا تھا یہ دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور سخت ہاتھ کا اثر تھا کہ اوسنے مرہٹوں کو سرنہ اوٹھانے دیا اس محم کی فتح کے بعد عرصہ تک سیوا جی بادشاہ اور تانہ کا مطیع رہا اور بچا پور کے محاصرہ میں بادشاہی لشکر کی طرف سے خوب لڑا مگر وہ اپنی عادت

اور لوٹ کی چاٹ سے مجبور تھا حاجیوں کے وٹنے کے بعد پھر اوسکی گوشمالی کی ضرورت
 ہوئی تو پھر دلیر خان بادشاہ کی طرف سے بھیجے گئے جسکی سرگذشت بالترتیب یہ
 جلوس میں لکھی جائیگی بالفعل سلسلہ وار حالات لکھنا ہین انگریزی مورخ عالمگیر
 سیواہی کے معاملات کو اس طرح بیان کرتے ہین کہ عالمگیر سیواہی کو تھا تا موش
 کو ہی کہا کرتا تھا مگر دبی بلی چوہے سے کان کتر واتی ہے جس سے اس کو ہی موش
 کے پکڑنے میں اتنی دیر لگی تو اسکو اپنی عادت کے موافق افسر و پسر شبہ سپاہیوں
 خود دکن جانہین سکتا تھا سلطنت کو غضب کیا تھا باپ زبیرہ تھا صوبہ دکن میں شاہزادہ
 جو ناظم تھا اس خیال سے کہ اسکی جماعت زیادہ نہ ہو جائے لشکر دیتا نہ تھا اسلیے اسنے
 اپنی کثیر سپاہ اور سپہ سالاروں کو روانہ کیا جنہین ایک راجپوت بے سنگہ اور دور
 افغان دلیر خان تھے یہ دونوں پہلے داراشکوہ کے طرفدار ہو کر لڑ چکے تھے
 اسلیے وہ انکا پورا اعتبار نہین کرتا تھا اسنے ان دونوں کو بہت دور دکن میں بھیجا
 جان بادشاہ کے جاننے والے بہت تھے اور ان دونوں کے واقفکار کم تھے اور
 دلیر خان کی قوم کے افغان بادشاہ کے ملازم بہت تھے انکے بہکانے سے انکے
 پکڑنے کا خوف بھی کم ہو گیا۔

اس بیان کی صداقت پر مسلمانوں کی تاریخین شہادت نہین تو ہین مگر اسوجہ سے کہ ان معاملات
 میں یہ اختلاف بھی مشہور ہوا ہے لکھنا مناسب سمجھا گیا۔

نواب شیر خان کا ملک جیالپور کو جا کر تسلیم و تسلیم کرنا

جب دیر خان سیوا جی کی مہم سر کر چکے تو بادشاہی حکم پہنچا کہ مابہ دولت کو والی جیالپور کی گوشمالی منظور ہے تم جا کر ولایت جیالپور کی تاراج کر ڈالو۔ والی جیالپور سے بادشاہی مخالفت کی یہ وجہ تھی کہ اس نے حسب معاہدہ ایک کروڑ روپیہ شیکش کا جو اس سے چاہیے تھا نہیں ادا کیا شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت میں جب اورنگ زیب صبح بہ دکن کا ناظم تھا اور ملک جیالپور میں طایف الملوکی سے نہایت بظلمی پھیلی ہوئی تھی تو اورنگ زیب نے جیالپور پر لشکر کشی کر کے قلعہ بیدر اور قلعہ کلیان فتح کر لیے تھے اور قریب تھا کہ ولایت جیالپور بھی قبضہ کر لیتا کہ عادل شاہ نے منت و عاجزی کر کے ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا اورنگ زیب نے جان و مال اور نام و ناموس کا احسان رکھ کر اپنا لشکر اس کے ملک سے ہٹا لیا اور خود اورنگ آباد چلا آیا اس کے بعد شاہجہان بادشاہ کے علاوہ کا واقعہ پیش آگیا اورنگ زیب تخت و تاج کے لئے دکن سے دار السلطنت کو چلا آیا اور ایک عرصہ دراز تک معین سلطنت کے ساتھ جنگ حدال کرتا رہا اس وجہ سے والی جیالپور کو عرصہ تک آراوی کا موقع مل گیا اور زر معاہدہ کے ادا کرنے میں تاہل و سہل پر راہی کرنے لگا جب بادشاہی فرمان تاکید کا جاتا تو جیالپور نے بنانا جالانکہ سلاطین سلف کے اندوختہ اس کے پاس جمع تھے مگر وہ اپنے ناداری کے عذرات لکھتا تھا ان سب باتوں کے ساتھ جب سیوا جی نے اس کے ملک پر غلبہ پایا اور چند قلعے چھین لیے جنہیں قلعہ نیالہ کہ بہت بڑا قلعہ اس ملک کا تھا وہ بھی لے لیا تو عادل شاہ بہت گہرا پایا اور اس نے اورنگ زیب کو عرضی نہایت خوشامد

عاجزی سے لکھی اور سابق و حال کے پیشکش کے ادا کرنے کا وعدہ کیا چنانچہ اورنگ زیب نے سیوا جی کی تنبیہ و تادیب کے لیے فوج فاہرہ بھیجی اور اسکی ایسی گوشمالی کی کہ اُس نے پناہ مانگی اور والی بجا پور اُس کے پنجہ ظلم سے محفوظ رہا ان سب احسانات کے ساتھ والی بجا پور نے مکر و شرارت سے ہاتھ کوتاہ نہ کیا سیوا جی کی لڑائی کے وقت جب اورنگ زیب نے عادل شاہ کو لکھا کہ ایک طرف سے بادشاہی لشکر سیوا جی کے استیصال میں کوشش کرے اور دوسری طرف سے بجا پور کا لشکر کا قلعہ قمع کرے عادل شاہ نے بظاہر بادشاہ کے حکم سے کچھ اپنا لشکر سیدہ جی کے حدود میں تعین کیا جس سے بادشاہ کی اطاعت ثابت ہو لیکن باطن میں وہ یہ سمجھتا تھا کہ سیوا جی کے فساد کا ٹنامیری خرابی حال کا مقدمہ بنے گا وہ یہی چاہتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل بجا پور کے درمیان میں سیوا جی حائل رہے اس لیے مصلحت کار کے لیے سیوا جی کے پاس دلی موافقت کے نامہ و پیام بھیجے اور اس کے ساتھ ہمدستان ہو کر اسکی مدد الکی زرقند اور رسد اسکے پاس بھیجی اور قطب الملک والی گو لکنڈہ حیدر آباد کو اسکی کمک کے لیے آمادہ کیا لیکن ان سب جوڑ توڑ کے ساتھ بادشاہ دہلی کو عرضیان برا بھیتبار ہا اور اپنا رسوخ جتنا تاربا جب بادشاہ کو اسکے مکر کا یہ سب حال معلوم ہوا اور سیوا جی کی ہم سے لشکر فانیغ ہوا تو راجہ بے سنگہ اور ولیر خان کو حکم بھیجا کہ بعد نید و بست طعجیات مفتوحہ اور ولایت سیوا جی کے تم بیچارے جا کرو بان کا محاصرہ کرو اور خاص بجا پور کے پاس قلعہ تک پہنچ کر کوئی دقیقہ اس ملک کی خرابی اور بربادی میں اوٹھانہ رکھو تاکہ عادل شاہ اپنی تقصیرات کی اچھی طرح سزا پا کر خواب غفلت سے بیدار ہو۔

اقتضیٰ ۳ جمادی الاول ۱۰۸۱ھ کو بادشاہی لشکر قلعہ پورہ ہرے کوچ کر کے بجا پور
کی طرف روانہ ہوا۔ جبے سنگہ کے پاس قریب بارہ ہزار کے سوار تھے اور سیلوچی
بھی بموجب اپنے معاہدہ کے کہ جب کوئی مہم ہوگی بادشاہی لشکر کے ساتھ رہو گا
ساتھ ہوا۔ سیلوچی کی فوج کی تعداد ایک ہزار پانسو سوار اور سات ہزار پیادے
تھے لشکر کے مقدمہ اچیش دلیر خان تھے دلیر خان کے تابع قریب سات ہزار
سوار کے تھے جن میں انکے بھائی بند افغان اور دیگر اہل لشکر و سردار تھے افغانو میں
زبردست خان لودین خان دلاور خان سرفراز خان غالب خان قباد خان پرول خان
جان نثار خان فتح جنگ خان حسن خان عبدالرسول خان قطب الدین خان ہلال خان
وغیرہ اور انکے بھتیجے پسران بہادر خان بھی تھے دوسرے سردار و زمین داری
رستم راؤ سید نجابت پور نعل بندیلہ نرسنگہ کوہ پتر بھوج چوہان آتش خان داروہ
تو پخانہ معہ پانسو برق انداز کے موجود تھے بادشاہی مثنیٰ دلیر خان کی تعریف میں
یہ لکھتا ہے کہ ہر اول فوج دلیر خان تھے جن میں دلیری و شجاعت کا جو ہر حکمتا بھست
ایک طرف فوج کا حصہ داؤد خان کے ہاتھ میں دیا گیا اور دائیں جانب فوج کے سردار
فتح جنگ خان جو دلیر خان کے عزیز تھے کیے گئے۔

سیطرح لشکر کے دوسرے حصہ کے اور نامور افسر مقرر کیے گئے دو منزلیں بادشاہی
لشکر نے طے کی تھیں کہ ابو محمد جو بہلول خان کا بیڑہ تھا اور عابد شاہ والی بجا پور کا ایک
نامی سردار تھا اپنے لشکر سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر میں چلا آیا۔ جبے سنگہ نے
اسکو خلعت دیا اور بادشاہ نے یہ خبر لشکر او کو پہنچا دی چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا

۱۰۸۱ھ دسگردگی ہر اول بچہ دلیری و شجاعت دلیر خان منو گشتہ ۹۰۹ء لکھنؤ

اور خلعت بھیجا۔ جمادی الاخر کو جب قلعہ لیٹن جو سرحد بجا پور پر ہے اور دس کوس رہا تو سیوا جی کے لشکر کا سردار یتا جی معہ لشکر کے اس قلعہ کی تسخیر کو بادشاہی لشکر سے بھیجا گیا۔ غانی خان لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تین ہزار سوار تملی اور پچیس ہزار سوار موجودی تھے یتا جی لشکر کے ساتھ جب اس قلعہ کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کر دیا اور سب لوگ بھاگ گئے اور وہاں کا ایک زمیندار حاضر ہوا اور مورہ عنایت ہوا بعدہ قلعہ مذکور پر شاہی محافظ مقرر کیے گئے اسکے بعد یتا جی قلعہ مشکل بیدھ کی فتح کو بھیجا گیا یہ قلعہ بجا پور سے سولہ کوس تھا اور سیوا جی کو قلعہ ماتھورہ کی فتح کے لیے جو سات کوس قلعہ لیٹن سے تھا بھیجا گیا اس قلعہ کے رہنے والے بھی خوف سے قلعہ خالی کر کے چلے گئے اور وہ بھی بادشاہی آدمیوں کے قبضہ میں آ گیا۔

بادشاہی لشکر ہر روز صفین آراستہ کر کے بڑی شان و شوکت سے منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا قلعہ کہاؤن بھی اسی سرحد پر تھا وہ بھی قبضہ میں آ گیا اور قلعہ سنگل بیدھ جو نہایت پرانا اور دہان کا مشہور قلعہ تھا نہایت بلند اور خندق عمیق تھی تھمچو نہ سے تعمیر کیا گیا تھا وہ بھی فتح ہو کر ماتھ گیا۔ ۲۵ تاریخ کو اثنائے راہ میں مخالفت کے قراول دو سے نمودار ہوئے اور رات کے وقت لشکر کے قریب حسب عادت چند بان چھوڑا چونکہ بادشاہی ببادرا اپنے مورچوں میں مستعد اور ہوشیار بیٹھے تھے سوار ہوئے اور ان کو دفع کر دیا۔ اس غرض میں جاسوس خبر لائے کہ پانچ کوس پر یہاں سے غنیم کا ایک بڑا لشکر بڑا ہوا ہے راجہ نے دوسرے روز اوجھہ مقام کیا دلیر خان معہ راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خان قباد خان کیرت سنگھ و فتح جنگ خان کے اوس گروہ کی تہیہ کے

لیے روانہ ہوئے مخالفین ان کے آئین کی خبر سن کر فرار کر گئے بادشاہی لشکر جب وہاں پہنچا تو میدان خالی پایا مگر ان کے نشان کے پیچھے لشکر آگے بڑھا دیکھا کہ ایک فوج عظیم جبین بارہ ہزار سوار تھے اور اسکے سردار شمرزہ مدوی و ابوالمحمد وغیرہ تھے صف بستہ نمودار ہوئے یہ دیکھتے ہی فوراً ولیر خان جھپٹے اور ان کے سرو پر ہو چکے اور کلا شجاعت سے انکو تلوار سے ٹکڑے کرنے لگے اور میدان جنگ کو ان کے خون سے رنگین کر دیا دشمن ان کے مقابلہ کی تاب نہ لائے اور منہ پھیر کر نوک دم بھگے بعد وہ اپنی عادت کے موافق قزاقی اور چھاپہ وغیرہ کے موقع ڈھونڈنے لگے۔ اب مخالفین کی فوج چار حصوں پر تقسیم ہو گئی ایک فوج کے ٹکڑے نے بادشاہی قراولوں پر حملہ کیا مگر بازی نہ لی کیا اس زد و کوب میں یا قوت حبشی جو ایک نامی سردار ان سیہ باطنو کا تھا مارا گیا اور سپردہ آدمی اور بھی مخالفین کے کام آئے اور خیر و علم گھوڑے ہتھیار مخالفین کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے اور اس جنگ میں ولیر خان اور دیگر

سلا شمرزہ خان مدوی و دواژہ ہزار پیادہ کرناگی بشیار بہد فوج سابق بجا پور پیوستہ اطراف فوج ہرا دل فرو گزشتہ و جلوریز ناند سیلاب کوہ زیار پر فوج بادشاہی زدند ولیر خان شیر نبرد و مقابل آہنا استقامت و زدیہ پھلہ با سے پیانے رستمہ شمرزہ خان را ہزیمت دادہ و سوار و پیادہ بسیار از ہر دو طرفت بعرض تلف آمدند ۱۲ صفحہ ۳۱ تاریخ محمد ہاشم و خانی خان۔

۱۳ بجز دیدن فوج اعادے ولیر خان و راجرا سنگد کیرت سنگد کہ در عین و یسار آن خان شہامت شکار بودند نیز سے شجاعت و دلسیری جلوریز بر مخالفان ناخند و مصمام انتقام و تیغ کن بخون آن مخدولان ادا را آئین را رنگین ساختند مقابلہ تیرہ روز خیرہ و ہمشاہدہ خیر سے بازو سے سطوت و جلالت بہادران شہامت خود تاب ثبات در خود ندیدہ روسے ہزیمت از عرصہ نبرد بر تاقتند ۱۳ عالمگیر نامہ

۱۴ ولیر خان و دیگر بہادران کا مطلب پکارا جواز ہر سوازو سے جلالت کشودہ باحد اور آویختند و علامت سوار پر آہنا پروردہ بضر تیغ آباد و نشان آتشبار گروہ دما از روزگار شان ایگفتند۔

بادشاہی بہادر و ن نے ایسے ملے دشمنوں پر کیے کہ ان کو تلوار و نیز و سپر رکھ لیا اور ہلاک کر دیا و لیر خان جس طرف اپنی کمال دلیری و دہدہ سے رخ کرتے تھے اوس طرف دم بھر من غلبہ کے جھنڈے کھڑے کر دیتے تھے اور ان کی جمعیت کو منتشر کر دیتے تھے غرض کہ آگ بڑی جنگ کے بعد مخالف بھاگ گئے اور جب دن آخر ہو گیا اور بادشاہی لشکر چھ کوس تک جنگ و جدال کرتا ہوا مسافت طے کر چکا تو اس کے بعد سردار و ن نے دشمنوں کا تعاقب کرنا مناسب سمجھا اور اپنے لشکر گاہ کو واپس آئے جب مخالف بادشاہی لشکر کی واپسی پر مطلع ہوئے تو چاروں طرف سے اکٹھا ہوئے اور جیسا کہ شیوہ دکنیوں کا تھا بادشاہی لشکر کے دو جانب سے نمودار ہوئے اور شوخی کرنے لگے پہلے چند بان شاہی فوج پر اے اب لشکر بادشاہی نے اوپر بھی حملہ کیا تو ان کا پیر و جا بادشاہی بہادر و ن نے اپنی باگ اس طرف سے موڑی جب مخالفین نے یتاجی پر ہجوم کیا اس وقت کیرت سنگھ دفع جنگ خان اوکی مدد کو پہونچ گئے اور نہایت شایستہ کارنامائی کی اور مخالفوں کو دفع کر دیا اس ہنگامہ میں جادون کلیانی جو عمدہ سردار غنیم کا تھا مارا گیا اور بادشاہی لشکر کے بھی چند آدمی کام آئے دوسری بار دشمنوں نے راجہ سنگھ پر حملہ کیا مگر قطب الدین خان و کیرت سنگھ مدد کو پہونچ گئے اور وہ بھاگ گئے شام کی وقت و لیر خان مع اپنی فوج کے لشکر گاہ کو آئے اسی تاریخ کو قلعہ دارنگل بیدہ کے نوشتہ سے معلوم ہوا کہ سرفراز خان جو وہان کے فوجدار تھے چھ ہزار سوار غنیم کے اوپر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے تھوڑی سی جگہ

سے خصوصاً لیر خان کے دے صولت و دلیری بہر طرف کہ می آوز و در دم لوے غلبہ و سیلانی افراخت و سلک جمعیت دشمنان را متفرق و پراگندہ می ساخت بالحد بعد از تردد بسیار و آویزش بیشمار مخالفان مردود رہے و غارت شدہ بود و ۹۹۳ عالمگیر نامہ

سے مقابلہ کیا اور نہایت دلیرانہ و مردانہ لڑائی لڑے اور جہاں تک جہات جنگ سے بہادری کی انتہا تھی ظاہر کی آخر کار مع اپنے ساتھیوں کے زخمی ہو کر ہلاک ہو گئے مگر منہ ہونڈا غرہ رجب کو یہ خبر سنی کہ غنیم کی فوج نہایت جلدی سے آرہی ہے راجہ جے سنگھ و دلیر خان مقابلہ کو روانہ ہوئے آدھ کوں لشکر شاہی گیا تھا کہ دشمن کے لشکر کی سیاہی نمودار ہوئی ابوالمحمد نیرہ بخترا و شہزادہ مدوی اور نیرہ بھلول اور خواص وغیرہ مع دوسرے سرداروں کے ایک فوج عظیم لے ہوئے آ رہے تھے جب مخالف نے جنگ آئے تو اپنے دستور کے بموجب متفرق ہو گئے اور دونوں طرف سے بان چھوڑنا شروع کیے اور بندوق کی بارش مارنے لگے راجہ جے سنگھ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ مع اپنی فوج ہراول کے آگے بڑھ کر لشکر بادشاہی کے دہانے طرف جو دشمن ہیں انکو دفع کر دیں اور میں غنیم کے قول پر جس طرف زیادہ ہجوم ہے جاتا ہوں غرض کہ راجہ موصوف نے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان و سیوا جی وغیرہ کو آگے لیا اور غنیم پر حملہ کیا دشمنوں نے اپنی عادت کے موافق منہ پھیرا اور ان کے تعاقب کو ادھر کا لشکر روانہ ہوا وہ پلٹے دونوں لشکر لگنے خوب تلوار چلی اور سخت لڑائی ہوئی آخر کار دشمن بھاگے قریب سو آدمیوں کے دشمن کے جانے مار گئے اور بہت سے زخمی ہوئے کچھ راجہ کے راجپوت بھی کام آئے ان بہادروں نے انکو تین کوس بھگا یا داو خان بھی مع اپنے ہمراہیوں کے جو دشمن کے مقابلہ میں تھے خوب بہادری سے لڑے اور غلبہ پایا اور راجہ سچا سنگھ نے جو ان کے ہراول تھے خوب کاروائی کی دلیر خان نے دہانے طرف فوج کے دشمنوں پر حملہ کیا تھا اور مخالف قریب ہو گئے تھے قریب تھکا تیرہ گولی سے لڑائی گذر کر نرے و تلوار کی زوبت ہو چکی مگر دشمنوں کے پیرا دکھڑ گئے اور وہ

بھاگ گئے۔ رجب کو بادشاہی لشکر نے جا کر بیجا پور سے پنج کوس پر پڑاؤ ڈالا اور
سات روز تک قیام کیا عادل شاہ والی بیجا پور قلعہ میں محصور ہو گیا بیجا پور کا قلعہ پانچویں
دوسعت و مضبوطی میں مشہور و زگار تھا اور اس میں بڑی کثرت سے فوج و آلات
حرب موجود تھے علاوہ قدیمی لشکر کے تیس ہزار کرناٹکی سپاہ جمع کیے تھے اور تالاب
نور سپور و شا پور کو خالی کر دیا اور کنوئیں اور باولیان خاک و خاشاک سے پانڈیے
اور تمام عمارتیں و آبادی جو حصار کے باہر تھی سب بکھود کر زمین کے برابر کر دی غرض کہ
جو بادشاہی لشکر اس شہر کی بربادی کرتا اُس نے اپنے ہاتھ سے خود کر ڈالی اور جب ستودہ
اہل دکن کے محصور ہو کر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو اپنی فوج مقرر کی اور اسی حالت میں
شہزادہ مہدوی اور سیدی مسعود و غزنوی وغیرہ کو اشارہ کیا کہ تم بادشاہی ولایت میں جا کر
شورش برپا کرو تاکہ اس خبر کو سن کر بادشاہی لشکر متزلزل ہو اور محاصرہ سے ہاتھ اٹھا
ایک روز رسد کے لانے کے وقت ایک جماعت غنیم کی راجہ رائے سنگھ پر ٹوٹی راجہ
نے نہایت جرات و بہادری سے انکو پس کیا دوسرے گروہ نے قطب الدین خان
کی طرف رخ کیا جن میں دو سوتلوارین کھینچے ہوئے تھے خانہ مصروف بھی نہایت شجاعت
سے اُنکے دفع کرنے میں مصروف ہوئے اور نہایت مردانہ کوشش کی اور جب
اشخاص اپنی تلوار سے قتل و زخمی کیے راجہ بے سنگھ نے ولیہ خان اور داؤد خان
و کیرت سنگھ کو انکی مدد کو روانہ کیا اور خود راجہ بھی پڑاؤ سے باہر نکل کر معہ لشکر کے
جنگ کے انتظار میں کھڑے ہوئے بادشاہی لشکر سے اشخاص یہ کور دشمن کی
طرف جارہے تھے مگر راستہ میں راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خان دیگر اور سپاہ
نینم کو دفع کر کے فتنہ واپس آ رہے تھے ملگنے اور سب لشکر پڑاؤ کو روانہ ہوا

قریب ایک پہر کے رات گئی تھی کہ سب لوگ لشکر گاہ میں داخل ہو گئے چونکہ قلعہ
 بجا پور کا محاصرہ لشکر شاہی کے مد نظر نہ تھا اس لیے تو بچانہ سنگین جو اس استحکم قلعہ کے
 لائق ہوا اور دیگر آلات قلعہ کشانی کے ہمراہ نہیں لئے تھے اور شاہی سرحد سے قلعہ
 بجا پور تک کوئی دقیقہ بادشاہی لشکر نے غرابی کا اوٹھانہ رکھا تھا اور کوئی آبادی کا
 نشان اس اطراف میں نہیں باقی چھوڑا تھا اور لشکر میں پانی دغلہ وغیرہ کی رسید کی
 بھی نہایت قلت تھی اس لیے صلاح وقت اسی میں دیکھی کہ اب دشمن کے اس لشکر
 کی جسے شاہی حدود میں غبار شورش کا اوٹھایا ہے تنبیہ کرنا چاہیے لہذا ۱۹ رجب
 کو نواح بجا پور سے لشکر شاہی نے کوچ کیا اور قلعہ منگل سیدہ کی طرف روانہ ہوا اور تالیخ
 کو دریا سے بہرہ پر قیام کیا اس دن جب راجہ اپنے پڑاؤ کو پہنچے اور ابھی فجر صفت
 بستہ کھڑی تھی کہ غنیم کا لشکر اپنی عادت کی موافق پیچھے پیچھے لشکر شاہی کے آکر نمودار
 ہوا ایک حصہ غنیم کے لشکر کا لیر خان کی طرف بڑھا و لیر خان نے ایسا مردانہ حملہ کیا
 کہ ان کو ہلاک کر دیا ایک گروہ داؤد خان کی طرف بڑھا اور دوسرا گروہ سجان سنگ
 کے مقابل ہوا اگر شاہی بہادر وں کے مقابلہ میں کچھ نہ چلی اور آخر کار وہ مفروز ہو گئے
 اسی زمانہ میں سکندر خان جو قلعہ پر بندہ سے لشکر شاہی کو آ رہے تھے چھ ہزار دشمنوں
 نے اوپر نرغہ کیا اور خان مذکور نے انتہائے شجاعت سے مقابلہ کر کے جانی
 اور یہ نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا اسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان میں
 بیان ہو چکا ہے۔

القصہ جو غنیم کی فوج لشکر شاہی کے پیچھے جمع ہوئی تھی راجہ نے ان کے دفع کرنے کے لیے
 لے جاتے بظرف و لیر خان نے جسارت آور دند خان مذکور بتایا و حملہ مردانہ گروہ ملاز روزگار خان برآورد (۴۰۰۰) عالمگیر نامہ

چند روز قیام کیا دیانت راسے جو عا و لشاہ کا بڑا مہتمم تھا وہ اسکی طرف سے حسب
 کے پاس پیغام لایا اور نہایت عاجزی سے صلاح کی درخواست کی اور کچھ مرصع
 آلات بھی جو اسنے بھیجے تھے دیے یہاں سید عبد الغفر بن بخاری کو قلعہ منگل سیدہ کی قلعہ
 داری اور محافظت پر مقرر کر کے یہ تجویز ہوئی کہ شاہی لشکر شولا پور اور پریندہ کے
 درمیان قیام کرے اور وہاں سامان رسد وغیرہ چھوڑ کر ہریدہ طور پر دوسری باتوں
 بجا پور کو روانہ ہو اسی ضمن میں سیوا جی کے فوج کا سپہ سالار تیا جی سیوا جی سے جدا ہو کر
 مٹاٹون سے جا کر مل گیا ۲۶ تاریخ کو شاہی لشکر موضع لوہری پر گنہ پریندہ میں آیا اور دشمن
 کے دریافت حال کے لیے قراول ہر طرف بھیجے گئے دلیر خان حسب معمول
 ایک منزل پہلے پہونچے اور حسب دستور روزانہ کے پڑاؤ کے آگے سفین باندھ دین
 اسوقت لشکر کے داہنے طرف سے دشمن کی فوج ظاہر ہوئی اور داؤد خان راجہ کے
 اشارہ سے نالہ سے اوتر کر اس طرف کھڑے ہوئے دلیر خان جب جگہ تھے وہاں سے
 اس قدر آگے اور بڑھ گئے کہ دشمن کا بان پہونچ سکتا تھا وہاں پہونچ کر ٹھہر گئے راجہ نے
 قطب الدین خان کو لشکر کے پیچھے اور راجہ رائنک کو بائیں جانب اپنی جگہ پر چھوڑا کہ
 لشکر کو نالہ سے آثار کر پڑاؤ کی محافظت کریں اور خود نہایت جلد نالہ سے اوتر کر دلیر خان
 اور داؤد خان کے درمیان کھڑے ہو گئے قریب سات ہزار سوار کے غنیم کی بڑی فوج
 سے جدا ہو کر راجہ اور داؤد خان کے روبرو صف آرا ہوئے اور مابقی دلیر خان کی طرف

۱۵ دلیر خان با فوج ہرا دل بر تم مہودیشتر تر منزل رسیدہ بدستور ہر روزہ پیش لشکر گاہ منتقل ہوئے ۱۰۰۰ مالکین

۱۶ دلیر خان از جگہ کہ بودہ پیشتر آمدہ بجائے کہ بان اعدا سے میر سید قرار گرفت

۱۷ مابقی فوج روبرو سے دلیر خان نہادندہ از جگہ این ہفت ہزار سوار کہ در برابر راجہ داؤد خان بودند پیشتر

بسمت دلیر خان شتافتہ ہر دو جم آوردند و کیاس از روز ماندہ مقوران با فوج دلیر خان بکار زار درآمد آن خان

جھکے راجہ نے کیرت سنگھ اور فتح جنگ خان کو معہ ایک لشکر کے دلیر خان کی مدد کو بھیجا اسکے تھوڑی دیر کے بعد بھلان سات ہزار سواروں کے کہ جو راجہ اور داؤد خان کے برابر تھے اور میں سے زیادہ تر دلیر خان کی طرف دوڑے اور اوپر هجوم کیا جب راجہ نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنی سپاہ لیکر دلیر خان سے جا کر ملیا ایک پہر دن باقی تھا کہ دشمنوں نے دلیر خان کی فوج سے کارزار شروع کیا دلیر خان اوس کل فوج کے مقابلہ اور دفع کر نیکو اوٹھے اسی تلاش مردانہ اور حملے دلیرانہ کیے کہ انکی جمعیت کو توڑ دیا اور دشمنوں کے ایک گروہ کو تلوار سے قتل کر کے خاک پر ڈالیا

غیرت خان اور مظفر خان خاصہ صوف کے دونوں بھتیجے ساتھ تھے اور انھوں نے بھی اپنے چچا کے ساتھ ہو کر خوب خوب بہادریاں دکھائیں دلیر خان کا یہ حال تھا کہ مثل شیر کے بچھڑتے تھے اور جس طرف اپنی فوج پر دشمن کا غلبہ پاتے فوراً وہاں پہنچ جاتے اور دشمنوں کو مغلوب کر دیتے تھے اسوقت ایسی غیر معمولی شجاعت دلیر خان سے

بقیہ صفحہ ماقبل شہادت شہانہ فتح ناچار ورنہ تیرا شہاے مردانہ و علمائے دلیرانہ ملکیت آنا را از ہم نیست جبکہ از گروہ اوبار پڑوہ راجہ تیغ الماس گون چون جنگ معرکہ برآیمخت غیرت و مظفر برادر زادہ اور دیگر مبارزین جانشین وینہ دیاے اعلان نشان کہ وراں فوج بودند و سیر و ہارے نمایان نمودند و در ہر طرف کہ ہر سپاہ نصرت پناہ از استیلائے سردار و هجوم خیم کاڑنگ میشد دلیر خان جو را سانیہ دشمنان منکوب را مغلوب می ساخت چون مخالفان از مقابلہ فوج دلیر خان طرف نہ بستند فاسر و نا کام از ان سمت عنان بہت بر ثبات بنویسکہ متابل راجہ داؤد خان بہ خلق شدہ ضمیمہ ۳۰۰ مالگیر نامہ

در ہر طرف کہ برفوق باوشاہی غلبہ دیکنان میشد دلیر خان خود را میر سائید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۳۰۰

عمل میں آئی کہ دشمنوں کو سنبھلنے نہ دیا اور ان کی صفیں نہ بند ہونے
 دین جب مخالف دلیر خان کی فوج کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے تو ناکام و ذلیل ہو کر
 اس طرف سے باگ پھیر کر اور اپنی اس فوج سے جو راجہ اور داؤد خان کے مقابلہ میں
 تھی شامل ہو کر راجہ جے سنگھ نے اس وقت نواب و کیم خان کو اپنے پاس
 بلایا اور بائیں جانب انکو اپنی حمایت کے لیے رکھا اور فتح جنگ خان غیرہ کو اپنے
 آگے کر کے ان ظالموں سے جنگ کا قصد کیا اس عرصہ میں مخالفوں نے اور بھی
 شوخی شروع کی شرارت سے قدم آگے بڑھایا فتح جنگ خان وغیرہ نے مخالفوں پر
 حملہ کیا خوب لڑائی ہوئی راجہ نے بھی خوب دلاوری کو دخل دیا وکیشون کا جس قدر
 مقدور تھا وہ سون نے کوئی کوشش لڑائی کی اور ٹھانزکھی مگر آخر مجبور ہو کر ناکام ہلکے
 لشکر شاہی نے دس کوس اؤٹکا تعاقب کیا اور فتح مند واپس آیا ایک سو نوے بادشاہی
 بہادر کام آئے اور دو سو پچاس آدمی زخمی ہوئے اور دشمن کے چار سو سے زیادہ
 لوگ قتل و زخمی ہوئے بعض زخمی آدمی دشمنوں کے جو گرفتار ہوئے ان سے معلوم ہوا
 کہ خواص خان و شباز خان سرداران فوج مخالف بھی زخمی ہوئے لشکر شاہی نے تین
 منزلیں طے کر کے غرہ شعبان کو قلعہ پیندہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر چوبیس روز قیام
 کیا یہاں معلوم ہوا کہ قطب الملک والی حیدر آباد نے عادل شاہ سے اتفاق کر لیا
 ہے چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شہزادہ کے ہمراہ پہلے بھیجے
 تھے اور اب اپنے خواجہ سردار رضا قلی کو جو نیک نام خان مشہور ہے اسکو چھ ہزار سوار اور
 پچیس ہزار پیادے دیکر والی جیلاور کی مدد کو بھیجا ہے ۲۵ شعبان کو بادشاہی لشکر
 نواحی پر پیندہ سے اس قصد سے کہ عادل شاہ کی ولایت کو دوبارہ جا کر جانتاں مگر

برباد کرے روانہ ہوا۔ رمضان ۹۷۰ جلوس کو تلپور لشکر پہنچ گیا پھر وہاں سے
 جا کر قلعہ کنہوتی کو فتح کیا اور پھر قلعہ نیلکھ فتح کر کے قیام کیا اس عرصہ میں نیتاجی بھی
 دشمنوں سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر میں آگیا اور سیواجی بادشاہ کے سلام کے لیے
 دہلی کو روانہ ہوا۔ سنبھاجی اسکا بیٹا اور پانسو سوار اور ایک ہزار پیادے اسکے ساتھ
 تھے۔ سترہ بھری کا زمانہ تھا راجہ جے سنگھ نے اسکے قدمبوسی حاصل کرنے کی
 عرضداشت بادشاہ کو بھیجی تھی جب سیواجی دار الخلافت کے قریب پہنچا
 تو بادشاہ نے رام سنگھ ولد جے سنگھ اور نخلص خان کو اسکے استقبال کو بھیجا۔ اسنے
 پندرہ سو اشرفیان اور چھ ہزار روپیہ کل تیس ہزار روپیہ کی نذر گزرائی بادشاہ کے
 اشارہ سے وہ چمزاری منصب والوں میں بٹھلایا گیا سیواجی ہفت ہزار منی منصب
 کا متوقع تھا۔ فرودہ خاطر ہوا اور اسکے چہرہ پر خجالت و جہالت کا اثر بادشاہ کو محسوس
 ہوا۔ عالمگیر پہلے ہی سے اسکے افعال سے ناراض تھا اور بھی ناخوش ہوا۔ اسکے لیے
 خلعت و جواہرات و ہاتھی موجود تھے مگر وہ عیاری سے بیاری کا بہانہ لایا اور آپ
 کو نہ میں علیحدہ بیٹھا بادشاہ سے آداب کے خلاف اسکی ادائیں معروض ہوئیں
 وہ دربار سے رخصت کیا گیا اور راجہ جے سنگھ کے مکان کے پاس شہر کے باہر
 ٹھہرایا گیا اور راجہ جیسنگھ کو اسکی حقیقت لکھی گئی کہ اس سے کیا قول و قرار ہوے
 ہیں اور وہ مجھ سے محروم رکھا گیا مگر اسکا بیٹا مجھ کو برابر حاضر ہوتا رہا۔ فواد خان
 کو تو ال کو نگرانی کا حکم تھا مگر راجہ جیسنگھ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ وہ مجھ سے
 ہمیشہ کی اطاعت اور ترک بغاوت کا وعدہ کر کے گیا ہے اگر فضل و کرم بادشاہ
 اسکے جرم سے درگزر کریگا تو میں احسانمند ہوں گا۔ بادشاہ نے راجہ کی سفارش سے

پہرہ اوٹھا دیا سیوا جی موقع پاکر ۲ صفر کو وضع بدل کر معہ اپنے بیٹے سبنہا جی کے
بھاگ گیا جب عالمگیر کو سیوا جی کے فرار ہو جانیکا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے
راجہ جے سنگھ کو لکھ بھیجا کہ نتیجی جو سیوا جی کا عزیز اور اسکی فوج کا افسر ہے
اسکو گرفتار کر کے دلیر خان کے ہمراہ بھیج دینا چاہیے اور حملہ متوراد
کے نام گرز برداروں کے ہاتھ حکم بھیجا گیا کہ سیوا جی جسجگہ ملجائے اسکو گرفتار کر کے
ہمارے حضور میں روانہ کرنا چاہیے۔

القصہ جب سیوا جی دہلی روانہ ہوا تو اس زمانہ میں بادشاہی لشکر کے قریب شہزہ
مدوی معہ فوج کے پڑا ہوا تھا اسنے ترکتاز خان دو تاجی پر نرغہ کیا بادشاہی
بہادرؤں نے خوب بہادری سے مقابلہ کیا مگر قاتل سپاہ سے ادھر میدان تنگ
ہوا بہت سے لوگ کام آئے آخر زمین دلیر خان کو اسبات کی خبر ہوئی تو وہ
خان شہامت نشان فوراً بلا وقت معہ اپنی فوج ہراول کے روانہ ہوئے جسجگہ
لڑائی ہوئی تھی وہاں پہونچے رات کے وقت وہاں قیام کیا اور فوراً پیر آدمیوں
کے جو کام آئے تھے انکی لاشیں اٹھانے کا حکم دیا کہ لاشیں خاک سے اٹھا کر
جو مسلمانوں کی ہیں وہ دفن کیا جائیں اور ہندوؤں کی جلانی جائیں راجہ رائے سنگھ بھی لشکر گاہ
سے کوچ کر کے آخر رات کو دلیر خان کے پاس پہونچے دلیر خان دوسرے روز

ملہ اور روز دلیر خان اپنی آگئی دادا آن خان شہامت نشان بلا وقت با فوج ہراول روانہ آفتاب شہر بجائیکہ
جنگ واقع شدہ ہو رہی تھی اور قریب صد پنجاہ تن از مبارز اسنے کہ جان نثار شدہ ہو وندنا شاہ
کر دے شہماے آنہارا از خاک برداشتہ مسلمانان را دفن کردند و ہندو انرا سوختند و راجہ رائے سنگھ نیز با شاہ
راجہ ادا خٹہ رفتہ باد پیوست خانہ کو روز دیگر بدفع اعادے کے بمسافت سے کردہ از جنگ گاہ اقامت شہنہ
روان شد و مخالفان از استماع خبر آمدن اور دہادی و از ہند آمد ۱۱۰ عالمگیر نامہ

دشمنوں کے دفع کرنے کے لیے جو اس جنگ سے تین کوس کے فاصلہ پر قیام رکھتے تھے روانہ ہوئے مخالفوں نے دلیر خان کے آئین کی خبر سنی تو بھاگ گئے ہ شوال کو نیلنگہ سے لشکر بادشاہی اوسہ کی طرف پلٹا اور اے کو مقام کیا جب یہ معلوم ہوا کہ لشکر بجا پور و گلکنڈہ کا سوائے ابو الحمد اور رضا قلی کے جو چھ پڑتین فوجوں پر تقسیم ہو گیا ہے اور ایک حصہ فوج کا سردار شہزادہ مدوی اور دوسرے حصہ کا سردار خواص حلشی اور تیسرے حصہ کا سردار نمبرہ بھلول ہے اس خبر کو لشکر بادشاہی لشکر ہوشیار اور مستعد کارزار بھیجا تھا اتنے میں سے ہر کوئی اپنی فوج لیکر شاہی رسد لانیوالہ کے سر پر آگیا اور تھوڑے اونٹ جو لشکر سے دور تھے اوسنے لے لیے ہن اور دونوں فوجیں اگر داود خان و قطب الدین خان سے جو رسد لانیوالہ کی خبر گیری کے لیے مقرر ہوئے تھے مقابل ہوئی ہن اور انھوں نے اونٹوں کو آگے رکھ لیا ہے اور لڑتے ہوئے آ رہے ہن جب راجہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس وقت دلیر خان نے اپنی ہر اول فوج کے جہات تک جلد ممکن تھا اس جگہ پہنچنے

۱۰۔ لیر خان با فوج ہر اول تمپیل ہر چہ تمام تر کواکت سیدہ خانہ کو رسیستہ کہ داود خان قطب الدین خان با غلام لیم آویش
دشمن روانہ شدہ وچو پاپا پورہ راہ آقا فوج از اعدا بقصد انیکہ از قطب فوج داود خان قطب الدین خان را پیدا جنود
مخالفت پیدا شدہ باہن سمت کہ خانہ کو رسیستہ آمدہ بود آنخان جلادت پرورد بر آن رو باہ عنقمان حملہ آور شدہ انہارا
ستفرق ساخت و از انجا میتر رفتہ در مالئیکہ داود خان و قطب الدین خان و اب کبی را سلمہ از تعرض معاندین و از
مسکرت لغت قرین نمودہ از سرجمیت خاطر با غلام خویش معرکہ آرا کے نبرد وندہ بانہا پیوستہ بود آنخان غیرت بر آورد
دلیر خان کہ پیش روئے او بودند مرکب جلادت بر آئین تختہ دلیرانہ بر مخالفان تاختند و رایت علیہ استیلا فراتختہ بسیار
را بر خاک ہلاک انداختند و چون فوج دیگر از ان خیال آو بار یکبارک رسیدہ دلیر خان از خیال شہزادہ آمدہ بر اسباب
سوار شدہ و جلوتر بر سران سید بختان رسید بطریق سرخسہ بہت و دیر ی رودے جہات و جہات
شان از غریبہ کا از اہر تافت و بسیار سے رابطہ سمضمات مقام تا و کردہ و در سبب آن مہربان شہادت
بزرگہ تاج ۱۰۱۲ء الگینامہ

دلیر خان جس طرف داؤد خان اور قطب الدین خان غنیم سے لڑ رہے تھے بڑے
 تھوڑے گئے تھے کہ ایک فوج دشمن کی اس ارادہ سے کہ داؤد خان قطب الدین
 خان کی فوج کے پیچھے سے آکر حملہ کریں اپنے لشکر سے جدا ہو کر آ رہی تھی دلیر خان
 نے ان رو باہ صفتوں پر حملہ کیا اور اسکو متفرق کر دیا دلیر خان اسجگہ سے فرصت
 کر کے آگے بڑھے دیکھا کہ داؤد خان و قطب الدین خان رسد کے چوپایہ دشمنوں
 سے چھین کر اپنے لشکر گاہ کو روانہ کر چکے ہیں اور نہایت اطمینان سے دشمنوں کے
 ساتھ معرکہ آرائی کر رہے ہیں دلیر خان اوتسے جا کر ملے لودیمان اور غیرت خان
 دلیر خان کے بھتیجے جو انکے سامنے تھے اونھوں نے اپنے گھوڑے اونٹنوں کے
 اور نہایت شجاعت سے مخالفوں پر بہا ورنہ چلے کیے اور انکو پسپا کر کے خاک پر
 ڈال دیا جب مخالفوں کی فوج اور ملک کو آگئی دلیر خان پانچھی سے اوتر کر
 گھوڑے پر سوار ہوئے اور جلوہ زراونکے سر پر پہونچے اور اپنی خدا داد
 شجاعت سے وہ دلاوری کے جوہر دکھائے کہ مخالفوں کا منہ
 میدان سے پھیر دیا اور بہت سے شہریت تیغ بیدریغ کیے
 دو کوس تک دشمنوں کو بھگاتے لے گئے دلیر خان کی روانگی
 کے بعد راجہ بے سنگہ نے کچھ بند و قبیون اور افسر و نکو لشکر کی محافظت پر چھوڑا اور
 غنیم کی جوداہنے جانب نمودار ہوئی تھی اونپر حملہ کیا اور خوب بہادری کی داد دی فتح
 جنگ خان اور کیرت سنگہ بھی لشکر سے بڑھ کر خوب لڑے آخر کار دشمن مغلوب ہو کر
 بھاگے راجہ دلیر خان کی طرف جانیکے لیے بڑے مگر سنا کہ دلیر خان مظفر و منصور ہو کر آئے
 ہیں پھر رات گئے کل فوجین بادشاہی اپنے قیام گاہ پر آگئیں اس لڑائی میں دو سو

آدمی بادشاہی لشکر کے کام آئے اور چار سو پینسٹہ زخمی ہوئے دشمن کے لوگ اس سے دو چند قتل و زخمی ہوئے اور الیاس مددوی معروف بہ شرزہ خان جو رکن عظیم ملک دکن کا تھا اور فنون سپہگری میں کامل سردار تھا اس کے ہاتھ میں گولی کا زخم اور موٹہ سے میں نیزہ کا زخم لگا اور وہ زمین پر گر پڑا لوگ اس کو اٹھا لیکے اس کا چھو بھائی بھی زخموں سے چور ہو گیا اس معرکہ میں بائیس ہزار سوار بچا پور اور گلکنڈہ کے تھے ۵ ذیقعدہ کو بادشاہی لشکر تلچاپور سے کوچ کر کے قریب قلعہ تیر کے جو پر گنہ دہو کی متعلقہ بجا پور کے ہے پہنچا اور پڑا وڈالا ابھی کل لشکر نہیں آنے پایا تھا کہ بجا پور گلکنڈہ کے لشکر نے بادشاہی لشکر پر حملہ کرنا چاہا مگر آج یہ خبر سنکر فوراً دشمن کی طرف روانہ ہوئے اور دلیر خان اور بعض عمائدین لشکر کو کھلا بھیجا کہ جہاں تک ممکن ہو جلد آئیں دلیر خان

سلطان راجہ بدلیہ خان دیگر سرداران غریزی نشان پیام دیا کہ خود را زود تر برساند و آنا نیز در راہ بر اہم پیوستند چون لغیر نزدیک رسیدند دلیر خان پیش روئے راجہ شد راجہ پہلے در دست خان مذکور قرار گرفت و از غنیمت حاجت خیم خواص دہر شرزہ مددوی و دیگر بجا پوریان و حیدر آبادیان قطب الملکی با قریب ہفت ہزار روہر و اوڈیانا و قطب الدین خان مفت آراگشتند و نہرہ ہللول با تمام افغانان بجا پوری و انکو بیونسند و مانک بجی کو اپرہ ددیگر مرہٹہ سے بجا پور و شرزہ حیدر آبادی کہ منجے گران بودند بدلیہ خان مقابل شدہ بائے چند انداختند آن خان شہامت نشان ببنگ تو پخانہ مقیدہ ناشدہ دلیرانہ سجد جلا دت بدیع مخالفت ان براہی گفت و نزدیک بانہا رسیدہ بہ تیغ تیرہ سنان خونریزان گروہ باطل ستیزہ را و بخت و چون ہشتعال نیران حرب و قتال شدت پذیرفت اندلسہ بد سنگال سطوت و صلوت مجاہدان عیش اقبال را تاب نیاوردہ روئے ہمت از مقابلہ بر تافتند و دلیران عرصہ نیرو و شیرازی بیشہ نوردان رو بہ عنقان شقاوت کیش را پیش افختہ بتقابل درآمد غیرت و نصرت برادرزادہ اسے خانہ زار کہ از پیش روان معرکہ کارزار بودند کوشش شہاے مردانہ بجائے آوردند و حیدر برادرزادہ دیگرش زخمی اسے کار سے برداشتہ از مرکب فرو افتاد دلیر خان ہر جا غلبہ از سپاہ مخالفت مشاہدہ میکرد و بجا پور سے شہادت و مردانی خود را سائیدہ بدیع آزمای پرداخت راجہ نیز کہ دست

نہ آں خانہ سلامت آئیں بود مساعی شایان و تماشا شناسے نمایان بتقدیم رسانیدہ صفحہ ۱۰۵ عالمگیر نامہ

یہ سنکر فوراً بڑھے اور راہ میں راجہ سے مل گئے جب غنیم کے نزدیک پہنچے
 دلیر خان راجہ کے آگے بڑھے اور راجہ رائے سنگ دلیر خان کے ایک طرف ہو گئے
 دشمن کی فوج سے غواص اور فرزند شہزادہ مہدوی اور دیگر جیا پوری و حیدر آبادی
 قریب سات ہزار سوار کے قلعہ الدین خان و داد خان کی طرف بڑھ کر صفت آرا
 ہوئے اور نہر بہلول معہ تمام افغانان جیا پوری اور انکوئی بھونسلہ و مانجی کو اوپر
 اور دیگر رہے جیا پوری و شہزادہ حیدر آبادی جنکے ساتھ عظیم الشان فوجیں تھیں
 دلیر خان کے مقابل ہوئیں آئے پہلے انھوں نے چند بان حب عادت چھوڑ
 اوسوقت خان شہامت نشان دلیر خان تو چخانہ کی جنگ
 کے پابند نہ ہوئے دلیرانہ اپنی شجاعت کا سمندر اٹھایا اور مخالفوں
 کے سرو پیر ہو چکے اور نہایت بہادری سے تیغ تیز اور سان
 خون ریز سے ان نابکاروں کو خونیں ڈبوں نے لگے نہایت سخت
 مقابلہ پیش آیا جب شعلہ جنگ کا انتہائے حد پر پہنچ کر پھر
 اٹھتا تو دشمن مقابلہ کی تاب نہ لائے اور اس شیر شجاعت کے
 سامنے سے مثل رو بہا کے بھاگے اور انھوں نے انکا
 تعاقب کیا غیرت خان و نعمت خان دلیر خان کے بھیڑتے
 ہوا شہیدان مہر کہ کارزار سے تھے انھوں نے بھی خوب
 بہادری کی اور حیدر خان دلیر خان کے تیسرے بیٹے ^{بھتیجے} ^{موت}

سے چور ہو کر گھوڑے سے گر پڑے بعضے جو انہر دوج نے
 اس جنگ میں کاری زخم کھائے دلیر خان جسبکہ مخالفت کی
 فوج کا غلبہ مشاہدہ کرتے تھے اپنی کمال دلیری و شجاعت کے
 وہاں پر فوراً اپہونچتے تھے اور انکو دفع کر دیتے تھے راجہ نے
 بھی جو اسوقت دلیر خان کے واسطے ہاتھ کیطرف تھے خوب بہادری و مردانگی دکھائی
 دشمنوں نے موقع پا کر جادون راہے پر جو فوج سے کسیقدر دور تھا ہجوم کیا اسنے
 بھی مع اپنے ہمراہیوں کے دشمنوں کے ہٹانے پر نہایت جرات سے کام لیا
 کچھ اسکے ہمراہی کام آئے اور کچھ نہ تھی ہوئے راجہ رائے سنگھ اسکی مدد کو پہونچنے
 جب مخالفوں کی کسی طرف کچھ نہ چلی مجبور ہو کر بھاگے سات کوں تک بادشاہی لشکر نے
 مخالفین کا تعاقب کیا پالکی و چتر اور بہت سے اونٹ اور دیگر سامان و آلات حرب
 غنیم کے جو چھوٹ گئے تھے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے راجہ جیسنگہ داود خان
 و قطب الدین خان کو خواص اور سپہ شمرزہ ہمدوی وغیرہ کے مقابلہ میں چھوڑ کر دلیر خان
 کی خبر اور کمک کو روانہ ہوئے ایک کوں پہونچے ہونگے دیکھا کہ یہ گروہ غنیم کا اس
 قصد سے کہ دلیر خان کے پیچھے سے حملہ کریں داود خان و قطب الدین خان کے مقابلہ

۱۔ داود خان قریشی بھیکن خان کے بیٹے تھے یہ ہمارے فیروزہ کے شیخ زادے تھے انکے باپ خان بہان خان لودی
 کے ملازم تھے جو اسکے ساتھ دہلی پرین مار گئے شیخ داود شہزادہ دارا شکوہ کے ملازم ہوئے اور تھراہا میں ولسیہ
 میں فوجدار رہے انھیں ایام میں حسب استدعالے شہزادہ کے بادشاہ کے حضور سے خطاب خانی سے ملے اور
 بعد محاربہ دارا شکوہ کی دعا لکیری کے بہکے سے یہ جدا ہو کر خانہ نشین ہوئے عالمگیر نے خلعت بھیج کر بلوایا جنگالین
 سلطان شجاع سے عالمگیر کیطرف سے یہ خوب لڑے اور چار ہزاری منصب اور تین ہزار سوار کی سرداری سے

سے منہ پھیر کر آ رہا ہے مگر اس جگہ سے پھر گیا اس حال میں خیر آئی کہ دلیر خان کے ہمراہی دشمنوں کو بھگا کر دور لے گئے ہیں اور ان کے تعاقب میں متفرق ہو گئے ہیں اور دلیر خان کے پاس کل تین سو آدمی رہے ہیں راجہ یہ سنکر فوراً ایک پہاڑی جوان کے اور دلیر خان کے مابین حائل تھی اسکو طے کر کے دلیر خان کے نزدیک سے کیرت سنگ و فتح جنگ خان جو راجہ کے فوج کے مقدمہ تھے وہ بھی دلیر خان کے پاس پہونچنے لگے مگر راجہ سے کہ مخالفت کی بڑی فوجیں گوشمالی پا کر بھاگ چکی تھیں اور دن آخر ہو چکا تھا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور دلیر خان سے پیام کیا کہ آپ اپنی باگین کھینچ لیں اور اپنی فوج متفرق کو فراہم کر لیں اور لشکر گاہ کو روانہ ہوں سبھی میں فتح جنگ خان کا ہاتھی زخمی ہوا اور مخالفین نے اسکو پکڑنا چاہا جس پر فتح جنگ خان و راجہ نے دشمنوں کو بھگا دیا ہے جسکا مفصل قصہ مذکور فتح جنگ خان میں ہم نقل کر چکے ہیں۔ جب شام ہو گئی اور لشکر شاہی کو ہر طرح فتح حاصل ہو گئی تو غوشی کے تقاریر بجاتے ہوئے اپنی قیام گاہ کو واپس آئے اس جنگ میں حیدر ترکمان جو قطب الملک کے لشکر کا سردار تھا زخمی ہوا اور پانسو سے زیادہ جیا پور اور گلگتہ کی فوج مار گئی جس میں موسیٰ افغان و دہیرہ بہلول اور مانکوی سپہنایک امرارہ اور دیگر مخالفت کے سردار مار گئے اور قریب ایک ہزار کے غنیمت کے آدمی زخمی ہوئے اور

تیمہ صفحہ ماقبل سرفراز ہوئے پٹنہ کے صوبہ دار ہے اسکے بعد زٹھار پلاوی کی گوشمالی کی اور اسکے دار الخلافت میں حاضر ہو کر سیوا جی کی گوشمالی کے لیے حسب حکم شاہی دکن گئے اسکے بعد خالیس کے صوبہ دار کیے گئے اسکے بعد صوبہ ہزار کے صوبہ دار ہوئے دلیر خان کے ساتھ مدت تک یہ رہے ہیں اور خوب خوب بہادران کی ہیں بڑے کار گزار اور بہادر شخص تھے اسکے بیٹے حمید خان تھے جنگاقتال

۵۲ عالمگیری میں ہوا ہے۔

بادشاہی لشکر کے ایک سو پچیس آدمی کام آئے اور سات سو چورانوے تہی ہوئے
 بادشاہی لشکر نے تین روز وہاں قیام کیا اور ۵ تالیخ کو دو منزلیں کر کے دس
 کوس پر دریائے مانجرہ کے کنارہ فتح آباد عرف دہاروین پراؤڈالیاں یہ آکر
 رائے قرار پائی کہ دشمن نے پیشہ قزاقی کا اختیار کیا ہے اس لیے بادشاہی لشکر سامان
 لشکر گاہ میں چھوڑ دے اور سبکیا ہو کر دشمن کا تعاقب کرے چنانچہ ۲۲ ذیقعدہ
 کو اسی طور پر دریائے مانجرہ سے کوچ کیا گیا اور دہاروین پراؤڈالیاں کی طرف جہاں دشمن
 کے موجود ہونے کی خبر سنی گئی تھی رخ کیا اٹھائے راہ میں یہ خبر سنی گئی کہ غنیم کی فوج
 نے بادشاہی لشکر کے انیسویں خبر پاکر فرار کیا اور تلجا پور چلی گئی ۲۷ تالیخ کو موضع سحری
 میں جو پرگنہ پر بندہ میں ہے دریائے سین سے گذر کر دریائے بہرہ کے کنارہ قیام
 کیا وہاں مخبروں سے معلوم ہوا کہ کل فوج مخالف کی شولا پور کی طرف جمع ہوئی ہے اور
 عادل شاہ نے یہ امر یقین کر کے کہ بادشاہی لشکر کے مقابلہ میں میری فوج کو کافی
 نہیں ہو سکتی مسلمان لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے سردار ابوالحمد بنیرہ بختہ کہ معہ
 اس لشکر کے جو خاص خیل مشہور ہے بلایا اور دیگر سردار و کلو ترک جنگ کا حکم بھیجا
 اور یہ بھی لکھ دیا کہ جب تک لشکر بادشاہی ہمارے حدود میں رہے تم شولا پور کی طرف
 پڑاؤ رکھو اسی طرح قطب الملک نے اپنا لشکر جو بجا پور کی ملک کو بھیجا تھا حیدر آباد
 بلوایا۔

چونکہ بادشاہی لشکر صرف مخالف کے ولایت کی خرابی و بربادی کے لیے مقرر
 ہوا تھا اور اسے کوئی دقیقہ بربادی کا اٹھانہ رکھا اور تمام محالات بجا پور کو کمزور
 و تاراج کر ڈالا اور جتنی مرتبہ سمت آرائی ہوئی بادشاہی لشکر دشمنوں پر غالب رہا

اور اب موسم برسات کا بھی سر پر آگیا لہذا فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ شاہی لشکر اورنگ آباد چلا جائے اور موسم برسات کا وہیں گزارے اور بعض سردار اپنی جاگیر و پیر جائیں تاکہ وہ وہاں آرام پا کر آسودہ حال ہو جائیں۔

تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۵۶ میں خان بہادر شمس العلماء لکھتے ہیں کہ جب بادشاہی لشکر بجا پور کو بر باد کر چکا اور کوئی کسر خرابی نہ اٹھانے لگی اور موسم برسات کا سر پر آگیا اور آمد و رفت میں دشواری ہو گئی اس لیے راجہ جیسنگہ اور دلیر خان نے یہ امر مصلحتاً ضروری تصور کیا کہ چند روز زخمیوں کے علاج کے لیے اور بازو و غیرہ کے جمع کرنے کے لیے اور لشکر کے آرام کی واسطے قصبہ دہارو کے متصل ٹھہرنا چاہیے اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی اس ضمن میں دکنیوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ اور غلہ ختم ہو گیا لہذا انہیں بیکار ہو گئیں تیرونگے پر اور گئے تلوار و نکی دھارین کش ہو گئیں ان وجوہات سے وہ جان سے عاجز آ گئے دونوں طرف کے سردار مصلحت کے لیے یہاں نہ جو ہوئے اہل بجا پور المفلس فی امان اللہ کا اظہار کر کے امان طلب ہوئے جب بادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اسے حکم بھیج دیا کہ بادشاہی لشکر محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا جائے اور ہر سات وہیں گزارے اور بعضے امرا و سردار اپنی جاگیر پر جائیں اور دلیر خان میرے پاس آئیں۔

عالمگیر نامہ میں ہے کہ قلعہ منگل سیدہ میں شاہی فوج تھی وہ ایسا مضبوط تھا کہ لشکر بادشاہی کے چلے جانے کے بعد دشمن نہ لے سکتا لہذا راجہ جیسنگہ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ وہاں جا کر تو پناہ اور دیگر جو سامان ہے اسکو لیکر قلعہ خالی کر دیں دلیر خان ماہ ذیقعدہ کی چاند رات کو مع قباد خان اور راجہ رائسنگہ کے قلعہ منگل سیدہ کو گئے

اور قلعہ میں جس قدر باروت وسیسہ تھا بند و قیون اور بیلزارون وغیرہ کو تقسیم کیا کہ لشکر گاہ کو لیجائیں اور تمام غلہ اور دیگر ذخیرے جس قدر موجود تھے انکے بابت لشکر والوں کو حکم دیا کہ جہاں تک ممکن ہو خرچ کریں اور جو کچھ بچے آگ لگا دیں اور قلعہ کے انکڑوں کے گرانے کے واسطے بیلدار مقرر کیے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے منہدم کر دیں غرض کہ بعد فراغت ان کاموں کے دلیر خان نے جتنے کہ آدمی قلعہ میں تھے سب کو اپنے ساتھ لیا اور ۶ ذی الحجہ کو لشکر گاہ کو آگئے اسکے دوسرے روز بادشاہی لشکر نے دریائے بھرہ کے کنارے سے کوچ کیا اور پرہند کے نواح میں جا کر قیام کیا او اور وہاں سے بھوم ہوتا ہوا اطراف بیرمین آیا اور ۷ ربیع الثانی تک اسطرت قیام رہا اسی زمانہ میں سیواچی نے دار الخلافہ سے فرار کیا اور راجہ جیسنگہ کے نام شاہی حکم پہونچا کہ نتیجہ سیواچی کا عزیز اور اسکے لشکر کا سردار ہے اسکو قید کر کے دلیر خان کے سپرد کر دو اور خان زکورا اسکو اپنے ہمراہ لیکر ہمارے حضور میں آئیں راجہ نے نتیجہ کی فتح آباد میں تھا اسکے قید کرنے کے لیے ایک جماعت بھیج دی او وہ ۵ جمادی الاول کو گرفتار ہو کر لشکر شاہی میں آگیا راجہ نے اسکو مع اسکے بیٹے کے دلیر خان کے سپرد کر دیا اور اسکے دوسرے روز دلیر خان قریب بیر کے راجہ سے جدا ہوئے اور حسب الطلب بادشاہ کے دار السلطنت کی طرف روانہ ہو

سلطنت میں پہونچے جہاں راجہ جیسنگہ صادر شدہ کہنتی سے غیش سیواراد سنگہ نمودہ دلیر خان سپارو و خانہ کورا اور ہمراہ گرفتار بہ بنجاب خلافت آ رہا جیسے بہت آوردن نیو کہ در نسخ آباد بو تعین نمود و آن جامہ اور انجم جادی اللہ لے بلشکر نظر اثر رسانیدند و راجہ آن مسعود العاقبت را کہ حقیقت رسیدش بعد سپہ احترام و شرف اندوزی اباد را کہ شرف اسلام سبق ذکر یافتہ یا پیش خدا دلیر خان نمودہ و آن خان بابت نشان روز دیگر بہ بیراز راجہ جدا شدہ بموجب فرمان طلب و اندر گاہ علی شدہ ص ۱۰۲ عالمگیر نامہ۔

اسکے بعد ۹ ماہ مذکور کو راجہ جے سنگھ وہان سے چلکر جمادی الثانی کو اورنگ آباد پہنچ گئے جب نتیجی دہلی میں آیا اور مقید ہوا تو وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا اور عالمگیر نے اسکو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عنایت کر کے موہلیخان کا خطاب مرحمت کیا۔

نواب دلیر خان کو عالمگیر کا شاہ ایران کی مہم کے لئے طلب کرنا

جب دلیر خان بجا پور کی مہم سر کر چکے اور حسب اطلب والی سلطنت آرہے تھے
تیناچی مقید انکے ہمراہ تھا اس عرصہ میں کہ نوان سال جلوس کا تھا شاہ عباس
کا ہنگامہ پیش آگیا یعنی اسنے سرحد ہندوستان پر فوج کشی کر کے عالمگیر سے مقابلہ
کا ارادہ کیا جب عالمگیر کو یہ خبر ہوئی تو بادشاہ نے دلیر خان کے نام فرمان بھیجا
کہ جہاں تک ممکن ہو جلد آنا چاہیے دلیر خان کمال عجلت سے آرہے تھے اور
دریائے نرپدہ سے اوتر پچکے تھے کہ نیرنگی تقدیر سے شاہ ایران خاق کے مرض
بین مبتلا ہو گیا اور مر گیا اور اس آشوب کا شعلہ ٹنڈ ہا ہو گیا اس جنگ کے ہونے کی وجہ
ایک یہ بھی مورخوں نے تحریر کی ہے کہ شاہ عباس فرمانروائے ایران نے ستم
جلوس عالمگیری میں اپنے سفیر لوداق بیگ کو معہ ہینت نامہ کے ہندوستان بھیجا
تھا جب وہ اورنگ زیب کی خدمت میں مع نامہ و تحائف کے آیا تو اورنگ زیب
نے اسکی نہایت عزت کی اور جواب لکھا اسکے بعد ۶ مہینے اورنگ زیب

نے اپنے بیٹے تربیت خان کو ایران کی سفارت کے لیے بھیجا اور اسکے ساتھ تحفہ جات اور تہنیت نامہ روانہ کیا مگر جب تربیت خان اصفہان پہنچا تو شاہ ایران کچھ مکدر خاطر نکلا اور سفیر مذکور کے ساتھ نہایت کج ادائی سے پیش آیا اور سفیر کے ساتھ کوئی سلوک نہ کیا بلکہ بعض اوقات ہندوستان پر فوج کشی کا ارادہ ظاہر کیا جب تربیت خان ایک سال کے بعد فرح آباد آیا اور ہندوستان کی روانگی کا قصد کیا تو شاہ ایران نے ایک بڑی فوج اور توپخانہ ہندوستان کے لیے خراسان میں متعین کیا اور خود فرح آباد سے اصفہان میں آکر سامان جنگ میں مصروف ہوا جب سفیر مذکور یہ حال دیکھ کر ہندوستان کے حدود میں پہنچا تو اس نے اس امر کی عسر اور نگ زیب کے حضور میں روانہ کی اور نگ زیب عالمگیر کو بھی غیرت یاد دلایا کہ ہنس گیر ہوئی اور اس نے ایران پر فوج کشی کا قصد کیا اور پہلے شاہزادہ محمد معتمد کو معہ راجہ جسونت سنگھ کے میں ہزار سوار اور توپخانہ ساتھ کر کے کابل کو بھیجا اور کہا کہ تمہارے پیچھے شاہی خمبہ بھی آنا ہے شاہزادہ موصوف فوار روانہ ہو گیا اس ہم کے لیے اور نگ زیب نے اکثر لشکر کے سرداروں کے نام طلبی کے احکام جاری کیے اس ضمن میں دلیر خان کے نام بھی فرمان بھیجا اور خان موصوف حسب حکم منزل مقصود

ملک چون دلیر خان تاران ولایت پور پر اختہ عادل شاہ ! انشا اللہ بعد و بنا برہنگہ گام شاہ عباس ثانی کہ عزم سپاہ کشی در زم از نائی، اعیز ترادون لشکر پسر ہندوستان اظہار سیکر و از جانب عالمگیر با اکثر سرداران سپہداران و حکام طلب عزت و یافت دلیر خان نیز در سال نہم حسب الطلب برخارج سرعت و تمہال روانہ گشت از دریلے نزد گذشتہ بود کہ از نیز گئی تقدیر بیات مستعار شاہ ایران میرے گردید و ناہ آشوب با طفا قرطیہ دلیر خان وصول برلغ ایتمے از امر بادشاہی کہ چہرہ داشتہ عطف عنان بجانب چاندہ دو گولہ نمودہ ماتر الامہ مستانہ عالمگیر نامہ لہذا شلہ جلیلا طلب دلیر خان و بہادر خان و داود خان و دیگر سرداران سپہداران کہ از پایہ سریر کردون نشان دور و نزدیک ایتمے کہ برنات سرعت و استعجال خود را بسایہ چتر اقبال رسانند ۵۵ عالمگیر نامہ

کی طرف راہی ہوئے اور پنجاب کی طرف بادشاہ اورنگ زیب بھی روانہ ہوا آگے چلکر ملتان اور قندھار کے زمینداروں کی عرضیاں آئین کہ شاہ ایران جب فرخ آباد سے اصفہان کی طرف چلا تو رادین اسکو خناق کا مرض پیدا ہو گیا اور تھوڑے عرصہ میں ماریہ نے اسقدر ترقی کی کہ مرض لاعلاج ہو گیا اور وہ مارچ الاول میں اس دار غرور سے انتقال کر گیا اس سانحہ کے پیش آنے سے بودلاق بیگ لشکر ایران سے جدا ہوا اور نہایت عجلت سے اصفہان پہونچا اور وہاں امرا و ارکان دولت کے اتفاق سے اسنے صفی مرزا کو جو پڑا بیٹا شاہ ایران کا تھا تخت نشین کرایا اسکے بعد کل لشکر ایران کا اس سے جا کر مل گیا مالمگر کو شاہ ایران کے مرثیہ خبر سننے سے خوشی نہوئی بلکہ ملال کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر شاہ زندہ رہتا تو قیام بین میرے اور اس کے صفت آرائی کا مزہ تھا اور اب ناقصائے مروت نہیں رہتے کہ ایران پر لشکر کشی کی جائے لہذا شہزادہ کو واپسی کا حکم بھیج دیا۔ اور اس معرکہ کا اس طرح پر خاتمہ ہو گیا

نواب دلیر خان کا دیو گڑھ و چاندہ پر لشکر کشی کرنا اور وہاں تک

راجاؤن سے پیشکش وصول کرنا

جب ولایت چاندہ اور دیو گڑھ کے راجاؤن نے سرکشی کر کے بغاوت

کلیہ دیو گڑھ اورنگ آباد کن کے متصل واقع ہے اسکو مر شاہ تغلق نے دہلی او جاڑ کر آباد کیا تھا اور اس کا نام دولت آباد رکھا تھا اکثر اولیاء اللہ بھی دہلی سے لیا کر آباد کیے تھے جو دہلین مہون ہوئے اسنے وسط ہند میں مقام واقع ہونیسے شہر بسایا اور دارالسلطنت بنایا تھا ۱۲

اختیار کی تو اور تک ریل کو اونکی گوشمالی منظور ہوئی اسلیے اوسنے دلیر خان کو
 سپہ سالار لشکر کا مقرر کیا اور اوسکے نام فرمان بھیجا دلیر خان جیپور کی سرکوبی کر کے
 حسب الطلب بادشاہ کے حضور میں آ رہے تھے کہ اسی اثنائیں ایران کی مہم کا
 معاہدہ پیش آگیا اور اونھوں نے حسب الحکم او دہر کو رخ کیا تھا مگر شاہ ایران کے
 انتقال سے وہ مہم معطل ہو گئی یہ ہنوز دو منزل دریا سے نربہ سے گزرنے پائے
 تھے کہ وہاں پر بادشاہی فرمان انکو مل گیا اوسمیں لکھا ہوا تھا کہ جسجگہ پہنچے ہو وہاں
 سے فوراً واپس ہو کر چاند اور دیو گڈہ کی ولایت کو روانہ ہو جانا چاہیے اور وہاں
 کے باغی راجاؤں کی واجبی سزا کرنا چاہیے دلیر خان فرمان کے پونچتے ہی اسطرح
 کو روانہ ہوئے او سوقت اوتکے ساتھ اپنا ماتحت لشکر اقانون کا تھا اور اوسکے
 علاوہ دیگر سردار جنین قادر داد خان وزیر دست خان و آتش خان برق انداز خان
 رند و لہ خان راجہ سجان سنگہ بندیلہ راوہا و سنگہ ہاڈہ راو کرن بھوریہ راجہ نرسنگہ

۱۔ درین ہنگام تعین افواج ہاتھ لکھا است بسر کردگی دلیر خان بر سر زمین پانڈہ ویدار گشتن اور انکا شہادت
 و دارن پیشکش شائستہ باو لیلے دولت

۲۔ بنا بر تبقیہ آن و گوشمال آن خسران مال پیش نہاد بخت خسرو انگشتہ فرمان قمران بلال بدلیر خان
 کہ با برنے از حکم منہر رود کن بعد منہر رخ از تاخت ولایت جیپور بہ پیشکاہ مشور طلب شدہ بود صداد
 گشت کہ بہ جاکہ رسیدہ باشد بھرودہ نشور لامع النور برگشتہ با ہر امان بر سر ولایت آن مشور رود
 آن خان مذکور و منزل از دریا سے نربہ گشتہ بود کہ بوصول یر لٹ کر امت نشان مباہی گشتہ بازند و لٹ
 و راجہ سجان سنگہ بندیلہ راوہا و سنگہ ہاڈہ راو کرن سنگہ بھوریہ و راجہ نرسنگہ کور جلگت سنگہ ہاڈہ و قادر داد
 خان وزیر دست خان و آتش خان و برق انداز خان و گمہ سے دیگر از مبارزانی نصرت نشان و آخسر
 جمادی الآخر نازم متعہ گشت ۲۳۔ صفحہ ۱۱۱ لکیر نامہ

کوریگت سنگه و غیره سبب آنکه تاج و همراه تھے آخر جاویں آخرین دلیر خان منزل

سلطان واسط شعبان دلیر خان بالفوج قاهرہ کی ولایت چاندہ رسیدہ باغی ملاو زمیندار بیطوت عساکر ظفر قریب خوف درعب بریاطن ضلالت موٹھش استیلا یافت ناکیا نام شخصے کہ مدار المہام او بود نزد دلیر خان فرستاد اظهار غم و بہتال نہامت بر سو ابق جراثیم نموده واستدعا کرد کہ چون آن خان مذکور نزدیک شود بآئین مسکنت و خشوع آمدہ ملاقی گردد خان مذکور منسلک اور اپرایہ انجارج بخشید و فرستادہ را بارگرزید کہ نویہ معمول این مامل بدور ساندہ آن ضلالت کیش را بیاورد چون ناکیا از لشکر فیروزی معاودت نمودہ خاطر وحشت زدہ اور از جانب دلیر خان مطمئن گردانید او این معنی را غرض عظیم و نعمتے ترگ شناسندہ بلا توقف بغرم ملاقات آن خان شہامت کیش باہر نام پسر مہین خویش روان شد و مبلغے از زر و سیم مسکو کہ بہت پیشکش سرکار بادشاہی کہ عجلہ آوردن آن میسر بودہ ہمراہ برداشت و بہت و سیم شعبان کہ دلیر خان بموضع ماندورہ کہ سرحد ولایت چاندہ ست نزول نمودہ زبان مذکور باشکر ظفر آخر پستہ چون قصد ملاقات نمان مذکور نمودہ باشا ارہ آن خان شہامت نشان آتش خان در تھم خان برادر ایرج خان رفتہ آن جہالت پرورد را با پیہشش آئین بھران میان بند در گردن آگندہ بے سلاح و یراق نزداد آورد و در نہایت عنون و سہرا غلندگی ملاقات کرد و تمہید مرسم نہامت اعتذار و اظهار مراتب عجب و انکسار نمودہ ایکہ از اشرفی و دود ہزار روپیہ دودہ سراپ و یک زنجیر خیل برسم نیاز بہ دلیر خان گذرانید و ہفت ہزار اشرفی و پنج لک روپیہ کہ ہمراہ آوردہ بود بتینہ بیہانہ و شکرانہ امان بسرکار خاصہ شرفیہ سپرد خان مذکور باو گفت کہ اگر سلامتی جان و ناموس و قلبے موطن و ولایت خویش میخواہی باید کہ پیشکشے لایق بر اسے سرکار بادشاہی بزودے سرانجام بری و من بعد باغوائے دیوخلان و تحریک شقاوت و نکال قدم از شاہراہ بندگی و فرمان پذیری بیرون نہئی او از کار آگہی و معاملہ شناسی سخن دلیر خان را آویزہ گوش و ہوش ساختہ سرمایہ ہیود کار و سود روزگار خویش دانست و چنین قرار یافت کہ بیانی یک کرد روپیہ از نقود و نقائس اشیاء مثل جواہر مرصع و آلات و فقرہ فیلان کوہ پیکر و سوائے آن پنج لک روپیہ بہ دلیر خان کہ واسطہ اصلاح کار و ذریعہ عفو میرایم در حضرت خلافت گشتہ بود نہ بطریق شکرانہ بہرہ و ہر سالہ دو لک روپیہ پیشکش مقرے بسرکار خاصہ شرفیہ مودے سازد و بموجب التماس خان مذکور فرمان مالیشان از جناب فسل و احسان شتمل صفر ما تھم آن مورد نکال عصیان و تقویض جانشینی او بہرام سنگہ

مقصود کی طرف روانہ ہوئے اور شاہی حکم سے ایرج خان قوجہ ارالچوہر قلعہ خان
قوجہ ارالچوہر وغیرہ لکھنؤ میں مقرر ہوئے وسط ماہ شعبان میں دلیر خان معہ فوج
قاہرہ کے ولایت چاندہ کے حدود پر پہنچ گئے مانجی ملاروہان کا راجہ بادشاہی
لشکر کی آمد سن کر نہایت گھبرایا اور غلبہ خوف سے اوسنے اپنے بہادر المہام کو جس کا نام
ٹالیا تھا دلیر خان کے پاس بھیجا کہ میرے طرف سے جا کر عاجزی کا اظہار کر اور یہ
عرض کر کہ میں بجائے بغاوت کے اطاعت کو تیار ہوں مجھ کو میرے جان و ملک کی
امان دیجئے جب وہ بہادر المہام دلیر خان کے پاس حاضر ہوا تو نہایت خوشامد سے
ملا اور اوسنے امان کی استدعا کی دلیر خان نے اوس کی عرض قبول کی اور راجہ کی
خطا کی معافی کا وعدہ کیا جب بہادر المہام مذکور نے اس قول و قرار کا معاہدہ کرنا چاہا

بقیہ صفحہ ماقبل کہیں پسرش بسد و پرہونہ و دلیر خان حقیقت معاملہ راہ پیشگاہ سلطنت و جہان بینی معروض داشت
بر وقت التماس آن خان بسالت نشان رقم معافات ہر شہ ذلات مرزبان نہ بزرگشیدہ از موافقت لطف و
واعظان یرلیغ گیتی مطلع مبنی بر این معنی بطرف سے نفاذ پیوست و با خلعت فاخر بہت سرفرازی و اطمینان
اواز حضرت خلافت مرسل گشت با جملہ دلیر خان مانجی ملاروہان را نزد خود نگاہداشت و کلاسے اور نصرت
کرد کہ رفت سرانجام پیشکش کے مقرر شدہ ہو و بکوشند و مہد لطیف دیوان با جج از سوار و پیادہ بہرام قلعہ
مانک درک تعین نموده و پس از دو ماہ کہ ہفتاد و ہشت لک روپیہ از وجہ پیشکش وصول رسید
چون زمیندار مذکور مریض و علیل گشتہ احوال و لاتیش فتور و اختلال پذیرفتہ لاہرم دلیر خان اُڑوسنے
سلطان انیشی مقرر نہ وہ کہ مانجی ملاروہان نے چند رخصت نماید مشروط بہ اکلہ سہ لک دیگر از حاجتہ
پیشکش سرکار بماندار با مبلغ پنج لک روپیہ کہ قبیل دادن آن بجان موئی ایسے نمودہ بود کہ مجموع
ہشت لک روپیہ باشد و عرض مدت دو ماہ و اٹھ ماہ درین باب چکلہ از گرفتہ این ہنگام سلامت
فاخرہ دلیر خان مسلماً باونداد و جہد ہر جمع و ہست دیگر از آلات و یک زنجیر قبل بار دادہ بارام سنگہ
پسرش مرخص ساخت ۱۲

تو دلیر خان نے او سکی تسلی کر کے اوسکو واپس کر دیا کہ تو اپنے راجہ کے پاس جا کر
 معافی کی خوشخبری سنا دے چنانچہ وہ درالمہام لشکر گاہ سے واپس ہو کر اپنے
 راجہ کے پاس گیا راجہ نہایت گھبراہٹاً درالمہام نے دلیر خان کی خوشخبری سنا کر
 راجہ کو مطمئن کیا راجہ نے ملک بچ جانا اور پناہ ملنا اک بڑی نعمت سمجھا اور وہ بلا
 توقف خان شہامت نشان یعنی دلیر خان کی ملاقات کو معہ اپنے بڑے بیٹے
 نہ بکر کے روانہ ہوا اور اس جلدی میں کچھ زلفت بھی پیشکش کے لیے ممکن ہوا
 ساتھ لیا ۲۳ شعبان کو جب دلیر خان موضع ماند درہ میں جو دلایت چاندہ کی سرحد
 پر ہے لشکر لیے ہوئے پڑے تھے وہ دلیر خان کے پاس حاضر ہوا دلیر خان
 کے اشارہ سے آتش خان و رستم خان اور ایرج خان گئے اور راجہ کو معہ اوسکے
 بیٹے کے بطور مہرمون کے گردن میں کمر بند ڈال کر بے ہتیاروں کے دلیر خان
 کی خدمت میں حاضر لائے راجہ نہایت عاجزی سے پیش آیا اور معافی کا خواستگار ہوا
 ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو کھوڑے اور ایک
 ہاتھی دلیر خان کو نذرانہ میں دیے اور سات ہزار اشرفی اور پانچ
 لاکھ روپیہ جو چند ہاتھیوں اور اونٹوں اور گائیوں پر لاد کر ہمراہ لایا تھا وہ بقاوت
 کے جرمانہ اور امان کے شکرانہ میں سرکار بادشاہی کے لیے دلیر خان کے سپرد
 کیے دلیر خان نے راجہ سے کہا کہ اگر تم اپنی جان و آبرو کی سلامتی اور ملک
 کی خیریت چاہتے ہو تو سرکار بادشاہی کے لائق نہایت جلد پیشکش فکر کر کے ادا کر دو
 اور اس کے بعد بجز فرمانبرداری کے کبھی سرکشی نہ کرنا ورنہ ابھی تمہارا ملک پامال کر کے
 نیست و نابود کر دیا جائیگا راجہ نے دلیر خان کی نصیحت کو گوش جان سے

سنا اور اپنی بہبودی کا سرمایہ سمجھا اور نہایت تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے حکم کی تعمیل
 کا پابند ہوا بعد صلح کے یہ شرائط قرار پائے کہ مبلغ ایک کروڑ روپیہ
 جرمانہ مین راجہ باقسط ذیل ادا کرے جس میں زر نفست و جواہرات و مرصع آلات
 اور دیگر نفیس اشیاء اور ہاتھی بھی ہوں اور دو ماہ کی مدت میں اس رقم کا انتظام
 کر کے لشکر گاہ مین پہنچا دے اور مبلغ پانچ لاکھ روپیہ بطریق شکرانہ کے
 دلیر خان کو نذر کرے کیونکہ وہی بادشاہ کے حضور مین معافی جبرائیم کے
 واسطہ اور اصلاح کے ذریعہ ہوئے ہیں اور راجہ ہر سال دو لاکھ روپیہ
 بطور خراج کے خزانہ بادشاہی کے لیے دار الخلافہ کو بھیجتا رہے اور قلعہ مانک
 درک جو نہایت مضبوط اور باعث سرکشی کہلے اس کو بادشاہی لشکر منہدم و مسمار
 کر دے اور دلیر خان بادشاہ سے التماس کر کے اس کی خطائیں معاف کرا دیں
 اور اس کا چھوٹا بیٹا رام سنگھ جو نائب و ولیعہد ہے اس کی جانشینی کا سہارا
 منگوادین غرض کہ یہ امور ات قلبند ہو کر صلح نامہ مرتب ہو گیا دلیر خان نے
 کل حقیقت بادشاہ کو لکھی اور اس کی خطاؤں سے درگزر کر نیکی بارہ مین
 سفارش کی عالمگیر بادشاہ نے دلیر خان کے التماس کے بموجب اس کی
 خطائیں معاف کیں اور الطاف شاہانہ سے فرمان پر اپنی مہر کر کے معہ خدمت فائز
 کے خانم صوف کے پاس بھیج دیا دلیر خان نے مانجی ملار والی ملک کو اپنے پاس
 نظر بند رکھا اور اس کے وکلاء کو رخصت کیا کہ تم جا کر معاہدہ کے مطابق پیشکش کا
 سر انجام کرو اور محمد لطیف دیوان لشکر کو سوار و پیادہ کی ایک جماعت دیکر قلعہ
 مانک دوک کے مسمار کرنے کے لیے بھیجا وہ نہایت جلد گیا اور تھوڑی مدت میں

اوسنے اوس مضبوط قلعہ کو گر کر خاک کے برابر کیا اوسین بہت بڑی رقم روپوں کی جو بجا بجاہ فون تھی کھلی اور قریب پچاس عدد کے توپیں آہنی و راجھنگلی اور بہت سی بندوقین اور دیگر سامان توپخانہ کا نکلا وہ سب بادشاہی لشکر گاہ میں یا اور قلعہ جھولی جو دیوگڑھ کی سرحد پر تھا اور نہایت مضبوط تھا اسکے گرانے کے لیے بھی ایک جماعت مقرر کی گئی بعد دو ماہ کے **ستتر لاکھ** روپیہ پیشکش کا وصول ہوا چونکہ راجہ وہاں کا نہایت مریض تھا اور اس کا ملک نہایت خراب و برباد ہوا تھا اور تمام رعایا اوسکی بھاگ کر متفرق ہو گئی تھی اس لیے دلیر خان نے راجہ کو رخصت کرنا مصلحت وقت سمجھا اور اس شرط سے اوسکو جاتکی اجازت دی کہ تین لاکھ روپیہ شاہی پیشکش کا اور پانچ لاکھ روپیہ خان مومی الیہ کا جو بھینفہ شکر گزاری قرار پایا تھا غرض کہ کل آٹھ لاکھ روپیہ دو عرصہ میں ادا کر دے اور تیس لاکھ روپیہ جو باقی رہا ہے وہ تین بیچ تین برس کے عرصہ میں ادا کر دے اس بارہ میں راجہ سے چھلکہ لیا گیا اور اتنا انھیں امور رات کے قرار پانچکی وجہ سے خلعت و فرمان جو بادشاہ کی طرف سے آیا تھا اسکو مصلحتاً نہیں دیا گیا تھا اب دلیر خان نے ایک جوہر صرغ اور چند آلات اور ایک ہاتھی راجہ کو عنایت کیا اور پوچھوال کو راجہ کو معہ اوسکے بیٹے رام سنگھ کے رخصت کیا کہ ولایت چاند دین جا کر چلے جائے ملک میں خرابیاں پڑ گئی ہیں انکی درستی و انتظام میں مصروف ہو دے اور بقیہ پیشکش کی فکر کرے۔ اس عرصہ میں قنبح خان فوجدار پونا کا انتقال ہو گیا انکی جگہ پر تادرواد خان بادشاہ کے حکم سے مقرر کیے گئے دلیر خان نے جو روپیہ کہ پیشکش کا راجہ کے ذمہ باقی تھا اپنی وصولیائی قادر واد خان کو سپرد کی

اور راجہ کے بڑے بیٹے مہر کو آٹھ لاکھ روپیہ کے معاوضہ میں جسکی ادائیگی جلد قرار پائی تھی نظر بند رکھا اسکے بعد دلیر خان نے جو زر نقد اور مرصع آلات اور ہاتھی پیشکش میں وصول کیے تھے انکی روانگی کا یہ انتظام کیا کہ ایرج خان فوجدار الہی پور اور محمد لطیف دیوان لشکر معہ ایک جماعت کے یہ سامان لیجاؤں اور کچھ اشیاء رستم خان برادر ایرج خان دوسری جماعت ہمراہ لیکر الہی پور پہونچائیں اور وہاں سے یہ سامان خاندنیں جاسے اور وہاں سے خان زمان خان صوبہ دار خاندنیں اور اوسکا دیوان زمین العابدین برہانپور پہونچائیں اور وہاں سے دار الخلافت لیجا کر بادشاہ کے حضور میں گزرائیں۔

جب دلیر خان ولایت چاندہ کے انتظام سے فرصت کر چکے تو ولایت دیوگڑھ کی طرف چوچاندہ کے قریب سے متوجہ ہوئے کیونکہ کوک سنگہ والی دیوگڑھ

سلسلہ دیوگڑھ کی ولایت دیوگڑھ کہ ولایت چاندہ قریب اطوار است نیز از نا عاقبت اندیشی در ایصال پیشکش تہان و اممال و زید چنانچہ پانزدہ لک روپیہ از پیشکش سنوات ماضیہ بر ذمہ او جمع آمدہ بود دلیر خان فرمان شدہ بود کہ بدو اندیشیت ہم چاندہ تبا دیب آن تیرہ بخت عدا پر داند و در انیز از گران خواب غفلت بیدار بسازد و آن خان بستا شعار در اثنائے اشتغال ہم چاندہ زمیندار مذکور را تحویل و تہدید نمود آن ضلالت فرجام شخصے کہ مدار لمسام او بعد فرستادہ تا بہ تہدید ماسم نہ امت و اعتذار نماید لاجرم خان دلیر نابہ کمال خشوع و ابتهال آن پیشکش باطل سگال را بہ قبول معذرت و تعہد التماس عنوزلات در پیشگاہ خلافت منت پذیر گردانیدہ مقرر ساخت کہ پانزدہ لک روپیہ کہ از پیشکش سنوات سابقہ بر ذمہ او لازم او بود با قریب سہ لک روپیہ دیگر بر ہم چاندہ در عرض مدتے ہر کار و الا رساند و از انجملہ شش لک روپیہ در مدت دو ماہ و اسل سازد و بہین بعد واد اسے پیشکش مقرر سے کہ ہر سالہ یک لک روپیہ بود و ماہ و مسامحہ نورزیدہ سراز نہ بندگی و فرمانبرداری نہ چہید و چون خانہ صوفیہ مجدد ولایت دیوگڑھ سیدہ کوک سنگہ مر زبان آغا بقدم عہد خشوع آمدہ بان نان عقیقت آئین طاقی شد و برنے از دیوہ پیشکش وصول رسانید

نے بادشاہ کو سالانہ خراج بھیجنے میں سستی کی تھی اور پندرہ لاکھ روپیہ اس کے
 دسہ سنوں ماضیہ کے باقی تھے مگر وہ جیلہ کر کے ادا نہیں کرتا تھا اس لیے
 دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ مہم چاندہ کی فرصت کے
 بعد اس غافل باغی راجہ کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرو چنانچہ دلیر خان
 نے جبکہ چاندہ ہی کی مہم میں مشغول تھے اس کو اپنے عتاب سے خوف دلایا تھا
 اور راجہ مذکور نے اپنا مدارالمہام بھیجا تھا اور نہایت عاجزی سے اپنی خطاؤں کی
 معافی مانگی تھی دلیر خان نے اس کی معذرت قبول کر کے جواب دیا کہ تیری عاجزی
 بادشاہ کے حضور میں عرض کر کے عفو جرائم کی التماس کی جائیگی تجھ کو چاہیے کہ مبلغ
 پندرہ لاکھ بابت بقایا اور تین لاکھ بابت جرمانہ کے باقسط ادا کر جو مین سے
 چھ لاکھ عنقریب داخل کر دے اور باقی دو ماہ کے عرصہ میں اور ایک لاکھ روپیہ
 جو سالانہ خراج کا ہے وہ بادشاہی خزانہ کے پہونچانے میں کسی سال سستی نہ کرنا
 اور کبھی دائرہ فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھنا دلیر خان کا یہ حکم والی دیوگڈہ نے
 سنکر دس باقی نہایت جلد پیشکش میں بھیجے جب دلیر خان ولایت چاندہ
 کے انتظام سے فرصت حاصل کر چکے تو دیوگڈہ کے وکیل کو جو لشکر میں حاضر تھا
 رخصت کیا کہ آگے جا کر پیشکش کا سراجام کرے۔

۵۱ ذیقعدہ سنہ جلوس کو دلیر خان تین مہینہ کے قریب ولایت چاندہ میں
 رہ کر مع اپنے لشکر کے دیوگڈہ کی طرف روانہ ہوئے اور مانجی ملار والی چاندہ کو بھی
 طلب کیا کہ وہ بھی مع اپنے متعلقین کے اگر بادشاہی لشکر کے ہمراہ چلے جب
 دلیر خان ولایت دیوگڈہ کے حدود میں پہونچے تو ک سنگھ و بانکارا راجہ نہایت

عاجزی سے پیشوا کی کو حاضر ہوا اور خان دیشان سے نہایت عہدیت سے
پیش آیا اور پیشکش کے ادا کرنے کے لیے چند روز کی رخصت لیکر اپنے قیام گاہ
کو واپس گیا دلیر خان نے چند روز اس کے مدد میں قیام کر کے کچھ رقم پیشکش
کی وصول کی اور بابت بقایا کے حکم دیا کہ بہت جلد اس کو بھی ادا کرنا چاہیے ورنہ
تساہل کے کل قلعے اس ملک کے تسخیر کر کے نام و نشان بیان کی حکومت کا
برباد کر دیا جائے گا وہ اسی انتظام میں مصروف تھے کہ اٹناے حال میں فرمان
بادشاہی خان شہامت نشان کے نام صادر ہوا کہ زمیندار دیو گڑھ کا معاملہ
جس طرح ممکن ہو جلد انجام کو پہنچا دو بالفعل دوبارہ تنبیہ و تادیب عاویل شاہ
اور تارا جی ولایت بیجا پور کی منظور خاطر ہے لہذا فوراً مع اپنے لشکر کے دکن کو جانا
چاہیے اور وہاں شاہزادہ عالیقدر محمد معظم کچھ مدت میں تادمہ و حکم ثانی اس مہم
کے لیے قیام رکھو۔ اس وجہ سے دلیر خان نے بمقتضی مصلحت دیو گڑھ کے
راجہ کو جو تنگ دستی اور پریشان حالی کا اظہار کرتا تھا اور ملت دی اور اس سے
وعدہ لیکر میعاد معینہ کا چمک لیا اور اس کی تحصیل قادر واد خان کے سپرد کی اسی عرصہ
میں مانجی ملار والی چانہ مئے آٹھ لاکھ روپیہ جو بابت پیشکش کے باقی تھا اور اس کی

سطح دور نکال این حال شمال کرا مت شمال از جانب خلافت مہانداری بال خان شہامت پرورد صادر شد
کہ معاملہ زمیندار دیو گڑھ لاہر متوان باشد زود صورت داد چون تادیب و تنبیہ عادلان و تاخت نہایت بیجا پور دیگر بارہ مہم کو
خاطر والا و جہمیت چنانکہ آشتی با افواج قاہرہ از آغاجہ کن شہاب چون دلیر خان خاطر از سات ولایت چاند و دیو گڑھ
پر و اخت ہو جو بیرون لغتی مطاع ہستم بیع الثانی با عا کر فروزی روانہ رکن شد و علاقہ بادشاہ بندہ پرورد
قدردان آن خان بسالتمشس را بغایت خلعت خاص و اسب با سار طلا و از شش و دیگر زر و سوار از انبیا
اور او اسب سے اسب مقرر ساخت کہ منصبش از اصل و امنافہ چنڈری چنڈر سوار از انجملہ سہ ہزار سوار و اسب
سہ اسب باشد عالمگیر نامہ ۱۴۰

اور ایسی جلد قرار پائی تھی لاکر پہونچائے اب کل پچاسی لاکھ روپے اسنے ادا کیے
جب دلیر خان ولایت چاندھ اور مملکت دیوگڑھ سے اطمینان خاطر حاصل
کر چکے تو ہجرتِ ثانی کو معہ لشکر کے دکن کو روانہ ہوئے بادشاہ نے
نہایت قدر دانی سے دلیر خان کو خلعت خاص اور کھوڑا معہ سارے
طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکے ایک ہزار سواروں کو دو اسپہ سہ اسپہ کیا
اور انکا منصب پنجہزار می پنجہزار سوار کا تھا منجملہ انکے تین ہزار
سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے اور ایرج خان کے منصب
میں اضافہ پانصدی گھر کے دو ہزار پانصدی دو ہزار سوار کا درجہ عنایت ہوا
اور قادر داد خان کا منصب ہزار می آٹھ سو سوار کا تھا منجملہ انکے چار سو سوار
دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے۔



اعلان افسوس کہ ان واقعات کے بعد دلیر خان کے حالات متفرق طور پر دیگر کتب سے لکھے جائینگے۔ اب تک جو لکھا گیا وہ مفصل اور مسلسل عالمگیر نامہ سے عالمگیر نامہ دوم و تالیف عالمگیر نے فرمائش کر کے منشی محمد کاظم بن محمد امین سے لکھا یا تھا اسکے باپ محمد امین کو مرزا امینا کی کاشی بھی کہتے ہیں جسے شاہجہان نامہ لکھا ہے بادشاہ موصوف کو اسکی انشا پر داری پسند آئی تھی لہذا اسکو حکم دیا تھا کہ ہماری حکومت کا سچا حال لکھیے اس ضرورت سے واقع نگار و نکو ہدایت کر دی تھی کہ جتنا مورخ سوانح نگاری کرے اسکو نسخہ واقعات اور فہرست واردات ماہ بہ ماہ سال بسال جملہ صیحات اور دار السلطنت کے حوالہ کرتے رہیں اور یہ امر بھی مقرر کیا تھا کہ جو سوانح و اخبار تحریر میں آئیں وہ ترتیب پانیکے بعد مناسب اوقات خلوت میں ہمارے داستانستان سنائے جائیں تاکہ اسکی تصحیح و تصدیق بادشاہ بھی کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ نامہ میں ہماری شاہزادی کا مفصل حال لکھا جا چکا ہوا ہے اسیام سلطنت کا حال جمادی الاول سنہ ۱۰۸۷ کے آغاز سے لکھا جائے چنانچہ سنہ مذکور سے ماہ رجب سنہ ۱۰۸۷ تک دس سال کا حال تالیف کیا گیا اور پیش کیا گیا اسکے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ باطن کے حالات کے مقابلہ میں ظاہر کے حالات کوئی چیز نہیں لہذا اب دس سال کے آگے ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھی جائے اسوجہ سے چالیس سال کے حالات جو عالمگیری حکومت سے تعلق رکھتے ہیں انکی کوئی ایسی تاریخ نہیں ہے جیسی کہ عالمگیر کے آباء و اجداد کی موجود ہے۔

ماثر عالمگیری مستعد خان نے خفیہ لکھی ہے مگر وہ روزنامہ ہے مختصر طور پر واقعات میں کہیں کہیں صراحت کر دی گئی ہے دوسری منتخب لباب تاریخ خانی خان کی ہر سکا باپ سلطان مراد بخش کا ملازم تھا وہ عالمگیر سے ناخوش تھا یہ مورخ اسکا بیٹا ہوا اسنے

باپ کو قعات سنکر لکھے ہیں جن کے عداوت آتی ہے نعمت خان عالی جس کا لقب و نشانہ
 خان تھا اس نے بھی عالمگیری حالات رانا کی لڑائی محمد معظم بہادر شاہ کی جانشینی تک
 لکھے ہیں مگر سخت قصب اور متسخر سے عبارت و قابلیت ضرور اس کی اعلیٰ درجہ کی ہے۔
 خانی خان شیعہ ہوا اس کی تحریر تقیہ آمیز ہو وہ عالمگیری کے نیک کاموں کی تعریف کر کے ایک ایسی
 بات لکھ دیتا ہے جس سے بادشاہ کی نیکنامی خاکیں طباتی ہو اگر بادشاہ نے کوئی اچھا قول
 بنا کر جاری کیا تو اس کی توصیف لکھ کر یہ ظاہر کر دیا کہ وہ عمل میں نہیں آیا مثلاً محصول معاً
 کیا گیا مگر دار الخلافہ کے نواح میں بجز دوسری جگہ اس کی تعمیل نہیں ہوئی جا بجا ظلم و ستم ہو گیا
 عالمگیری عہد اچھا تھا لیکن ایران کا دائم انجمن بادشاہ اس سے بہتر تھا کہ اس نے دشمنوں سے
 وہ سلوک کیا جو اس نے بادشاہ نے اپنے باپ یا بیوی سے کیا غرض کہ اس کے ہر کام میں مکر و
 فریب ثابت کرتا ہو اور اس کی خوبی و دینداری کو پورستی بات تھی چھپایا یا دلچھے کام میں بھی خیر
 نکالا اس کی تاریخ لکھنے کی مانگت بارہ میں بھی یہی رائے نکالی کہ اس کے بعض کام ایسے تھے
 جو عظیم الشان بادشاہ کو نہیں زیب آتے ڈاکٹر برتیر فرانسسی ایک میر کا ملازم وہ بھی نسیانی
 باتیں زیادہ لکھنے پر پابند ہو لغرض دس سال کے جس طرح مفصل و ترتیب احوالات عالمگیری میں
 لکھے گئے ہیں اس طرح دیگر حالات کتب میں نہیں ملتے ولیر خان کے حالات اور کارنامے دس
 سالہ جس کی تاریخ لکھی گئی اس قدر زیادہ ہوئے تو اس کے بعد سترہ سال کے دوسرے کارنامے
 اس قدر زیادہ ہوئے کیونکہ ولیر خان عالمگیری کی سلطنت کے ستائیس سال تک زندہ رہے ہیں مگر
 افسوس کہ سترہ سال کی تاریخ ہی تفصیل اور نہیں ملتی کچھ محل واقعات دیکر کتابوں میں لے گئے وہ لکھے
 گئے۔ بادشاہ نامہ ملا عبد الحمید لاہوری نے شاہجہان بادشاہ کی عہد حکومت کی تاریخ میں
 لکھا ہے وہ صرف بیس سال کے واقعات میں ہو باقی بارہ سال کی دوسری تصنیف شاہجہان نامہ

سلطنت کے متعلق غیر مطلوبہ ہونے سے دستیاب نہیں ہوئیں بادشاہ نامہ جب نصیحت پہنچا وہ
 دلیر خان کی ترقی کا ابتدائی زمانہ ہوا جو ہائے دلیر خان کے حالات ابتدا سے نشانگ
 فراہم نہیں ہو سکے باوجود ان مجبوریتوں کے صرف دس سال کے کارنامے اس قدر حیرت ناک
 عالمگیر نامہ غیرہ میں پائے جاتے ہیں کہ دوسرے امرا اور ارکانِ ولایت کے نہیں سنہ جلتے
 عالمگیر نامہ میں ایک سو کئی جگہ دلیر خان کا نام نامی درج ہے
 ایک مقدمہ نواب دلیر خان کے متعلق جو شاہجہان بادشاہ کے عہد میں ہوا اور وہ
 شہنشاہ نامہ غیرہ میں درج ہو یہی راجہ امر سنگھ کے والد کا جب انتقال ہو گیا تو اس کے بعد
 راجہ جیسونت سنگھ حسب وصیت باپ کے مسند نشین ہوئے حالانکہ راجہ جیسونت سنگھ اپنے
 سے چھوٹے تھے اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے چھوٹے بھائی کا ریاست پر حکمران ہونا
 دستور اور آئینِ اچھوتیہ کے خلاف تھا اس وجہ سے راجہ امر سنگھ مغموم رہا کرتے تھے اور
 دربار بادشاہی میں بھی رنجیدہ و بیدل حاضر ہوا کرتے تھے ایک بار صلابت خان نے
 ان کے نصیحت کچھ کلمات سخت کہے راجہ امر سنگھ مغموم اور غلیل تو تھے ہی صلابت خان
 کی طرف سے ان کے دلین کینہ پڑ گیا اور وہ صلابت خان پر حملہ کرتی فاکٹرین ہوئے لکڑی
 شام کی وقت دیوانخانہ میں شاہجہان بادشاہ مغرب کی نماز پڑھ کر عبداللہ خان فیروز
 کے نام فرمان دستخط خاص سے لکھنے میں مشغول تھا مصنف شاہنشاہ نامہ کا بیان ہے
 کہ میں کمرت خان اروغہ عمارات شاہی سے ایک گوشہ میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ
 علی حضرت آجکل شاہزادہ محمد اورنگ زیب کم توجی فرماتے ہیں کہ تین میں امر سنگھ چپے

یعنی جس نامہ میں کہ شاہزادی بہان آرا یکم شمع سے جگمگا رہی ہو نصیب یام میں اورنگ زیب بعض اطوار سے شاہجہان بادشاہ کو
 اورنگ زیب سے کہہ کر دروت پہنچا جب شاہزادہ اورنگ زیب کو شاہ نامہ اور پردہ زکوار کی کم توجی معلوم ہوئی تو مصنف کا استفادہ کیا اور
 ہمدردی لکھ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیے اور گوشہ نشینی اختیار کی شاہجہان نے نصیبی جاگیر کا حکم صادر کیا اور کچھ عرصہ تک حالت

ایک چہرہ صلابت خان کے سینہ پر ایسا مارا کہ قبضہ تک سہیست ہو گیا صلابت خان نے
ایک آنکھ نیچی اور سید وقت مر گئے خلیل اللہ خان وراجن سنگھ ولد بھٹلا اس کو نے جب ایسی
گستاخی و جرات اس اچوت کی بادشاہ کے حضور میں بھی اور وہ نزدیک بیٹھے ہوئے تھے
اسپر چھپے امر سنگھ نے اس کے وارو کے اور ارجن سنگھ کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا امر سنگھ
باہر بھاگنا چاہتے تھے کہ تین گرز بر دار و دیگر بادشاہی ارجن سنگھ کی مدد کو پہنچ گئے اور
متواتر زخموں سے امر سنگھ کا کام تمام کیا امر سنگھ نے گرجانیکے بعد بھی ایسا کاری چہرہ
ارجن سنگھ کے مارا کہ کان بھر سے لنگیا اس واقعہ کے بعد میر خان میر تونک و ملوک چند
مستئم و لختانہ امر سنگھ کی نقش اٹھا کر باہر لے اسعر صہ میں پندرہ خدمتگارا اور ایک مشعلچی راجا جو
اپنی بہا و پرین و سوسواروں کے برابر تھے گرز بر داروں و ملوک چند و دیگر بادشاہی آدمیوں پر
حملہ آور ہوئے تلوار و ہر چھی و جہر سے وار کرنا شروع کیے اور ایسی سخت لڑائی لڑے کہ گرز بر
کی جماعت یا وجود یکے کے دفعیہ پر مستعد تھی مگر ملوک چند مع عزیز اللہ خان یعقوب خان
وغیرہ مند خان تین منصبداروں کے کام آئے باقی اور بادشاہی لوگ بھی زخمی اور ہلاک ہو
اور میر خان فیر زند صلابت خان کے بھی کاری زخم آیا اور ایک بلوہ عظیم بر پا ہوا آخر کار پندرہ
خدمتگارا و امر سنگھ کے ساتھ تھے ہلاک ہوئے احوال کو دیکھ کر امر سنگھ کے دیگر ہمراہی راجا
رات میں بھاگ گئے مگر صبح کی وقت ان کے انتقام کے لیے ارجن سنگھ کے دروازہ پر چڑھ گئے
اور وہاں جو کوئی ان کے سامنے آیا قتل کروا یا شاہجہان بادشاہ نے ازراہ تلخ و قار بادشاہی
کے انیوان اپنے پیر فرج بھیجنا مناسب سمجھا خیال کیا کہ قتلہ زیادہ بڑھ جائے گا رحمدلی کو

تھیں قصہ باقی قلم رہی لیکن جہان آرا سیکر کو شفا حاصل ہوئی اور غسل صحت کا جشن منقاد ہوا اور پارس لاکھ و پیر ابتدا اعلیٰ ستارہ غسل
صحت و صحت و طلاق و ادوام غسل میں فرج ہوئے اور کل امرا و شاہزادہ خلعت انعام سے سرفراز ہوئے تو جہان آرا سیکر کی سفارش سے
اور گائیک کی خطا بھی معاف ہوئی اور بدستور یا نژاد ہزاری منصبداروں سے ہزار سواری کے صلہ میں احمد آباد پر مقرر فرمایا گیا تھا

کام فرمایا اور راجپوت سمجھدار تجربہ کار انکی فہمائش کیلئے بھیجے ان صلاح کاروں نے سمجھا یا کہ امر سنگھ اور
 جو جماعت کہ فساد کی مرتکب ہوئی تھی اپنی سزا کو پہنچائی تو لوگ بخیا ہو بلا وجہ اپنی ہلاکت کے پیچھے سر
 ہو ان جاہل راجپوتوں نے اس بادشاہی پیغام پر توبہ نہ کی اور سخت کلامی اور جنگ سے باز نہ
 آئے آخر شاہجہان بادشاہ ناچار ہوا اور اس وقت جلال خان عرف نواب لیر خان کو مع لشکر
 و توپخانہ کے جنین اور بھی چند نامی منصبدار تھے راجپوتوں کی گوشمالی کیلئے بھیجا صبح سے شام تک
 بادشاہی لشکر اور راجپوتوں سے برابر لڑائی ہوتی رہی نہایت سخت جنگ ہوئی آخر امر سنگھ
 کی جماعت پسپا ہوئی کچھ بھاگ گئے اور کل تلوار کے گھاٹ اتر گئے چھ ہزار کے قریب یہ جماعت
 شمار میں آئی بعد غروب آفتاب کے لڑائی ختم ہوئی بادشاہی لشکر کے بھی چند نامی سردار کام
 آئے سید عبدالرسول خان بابرہہ جو جوان بہادر تھا مع اپنی جماعت کے کام آیا اور سید غلام محمد
 جو جماعت میں مشہور سردار تھا اور دیگر منصبدار بھی زخمی ہوئے بادشاہ نے ان سب کو خلعت
 و انعام سے سرفراز کیا اور پس ماندگان صلابت خان اور ملوک چند اور دیگر جان سالار
 سردار و سکے فرزند و نگو عنایت شاہانہ سے خوشدل کیا اس معرکہ میں نواب لیر خان نے
 خوب بہادری کے جوہر دکھلائے تھے یہ واقعہ سلج شاہجہانی مطابق شہنشاہ کو ظہور میں آیا تھا
 اب تک نواب لیر خان کو دلیر خانی خطاب میں ملاتا تھا اور وہ جلال خان صلی نام کے ساتھ موسوم
 تھے مصنف کتاب شاہنشاہنامہ بھی اس جنگ میں موجود تھا مصنف مذکور چونکہ شاہی
 ملازم و منصبدار تھا اسلیے اکثر واقعات جو شاہنشاہ نامہ میں درج ہیں اسکے چشم دیدہ ہیں اور
 آسام کی جنگ مصنف نے خود لیر خان کی زبان سے سنی تھی یہ مصنف مختلف شاہی خدمات
 مامور رہا کبھی خدمت خانسامانی پر اور کبھی داروغہ غسٹخانہ شاہجہانی پر مع خلعت اسپنیل
 کے سرفراز ہوا کبھی شاہزادہ محمد شجاع کی اتالیقی اور شاہزادہ کے ہمراہ وقائع نویسی کی خدمت میں

مقرر ہوا اور کبھی قتر جاگیر کا صدر یا اپنا نام ابو الفضل محمودی لکھتا ہو عہد عالمگیری میں قتر پٹن کا دائرہ پکا
ماثر الامراء میں ہو کہ عالمگیری کا دسواں سال جلوس تھا کہ دلیر خان سرحد دیو گڑھ سے دکن کو
روانہ ہوئے اور بادشاہی حکم کے کار بند ہوئے۔ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۱۰۲) میں مرقوم ہے کہ
۷ ذیقعدہ کو بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دلیر خان دیو گڑھ کے راجہ کو بدستور سابق
اسکے ملک پر مستقل حکومت ٹیکر اورنگ آباد چلے گئے ہمعصرین عید الفصحیٰ اور بادشاہ
نے دلیر خان کو خلعت و جہر ہر صرع گرز بردار کے ہاتھ بھیجا۔

پیشتر یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب دلیر خان کو بادشاہ نے بلایا تھا تو راجہ جیستنگ اورنگ آباد
بھیجے گئے تھے اور اس صوبہ کے صوبہ دار مقرر کیے گئے تھے اس عرصہ میں اچھے سنگہ کو

۱۷ خانہ کور در سال دہم از سرحد دیو گڑھ روانہ گشتہ کار بند حکم گردید ماثر الامراء ۱۷ ہفتہ ہم بغرض واللہ سید کہ دلیر خان مینار دیو گڑھ اور
بدستور سابق بر حال زمیندار یعنی استقلال دادہ باورنگ آباد شافٹ صفحہ ۱۰۰ ماثر عالمگیری ۱۷ دہم ادب فتن عید گاہ ہست دلے
صلوہ عید الفصحیٰ و قربانی تقدیم و سید دلیر خان خلعت و جہر ہر صرع مصحوب گرز بردار اثرات ارسال پذیرفت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری۔
راجہ جیستنگ راجہ مالنگہ کی بیٹی کو گدو ریا کر کے کوڑن سے پرستے گئے باپ کا نام ماسنگہ تھا جو جگت سنگہ کی بیٹی سے بیٹے ہوئے۔
انتقال لپکے یہ حسب طلب ہمالیہ بادشاہ کی ملازمت میں پہنچے اور ۱۲ ہجری میں منصب ہزاری ذات اور پانسو سوار و باغی سے
سرفراز ہوئے سلطان پرویز کے ہمراہ ہم دکن کے لیے تعینات ہوئے اور متواتر اضافہ مناصب سے سربلند ہوتے رہے بعد وفات جہانگیر
کے جب خابخانی دی کے علم بغاوت بلند کیا تو یہ ناچار اسکے ہمراہ ہوئے مگر جیسے اس سے جدا ہو کر وطن چلے گئے اور جب شاہ جہان
تحت نشین ہوا تو اسکے حضور میں حاضر ہو کر باضافہ پانسو سوار چار ہزاری منصب اور نقارہ سے سرفراز ہوئے اسی سال نذر محمد خان الہی پٹن
نے فساد کر کے جب کابل کا محاصرہ کیا تو ہمراہ مہاراجہ خاندان یہ اسکی کو شالی بھیجے گئے اسکے بعد خابخانی لودی کے تعاقباً سلطان
شجاع کے ہمراہ ہم دکن اور ساہو بھونسلہ کی تادیب اور سلطان مراد بخش کے ہمراہ کابل کی روانگی میں متحدہ خدمات بحال سے مشغول
شاہ جہانی میں منصب ہزاری سے سرفرازی پائی جب ملک کن میں آئے تو خدشہ میں تو شاہ جہان نے راجہ کو خلعت خاص بھیجا بعد
مالے مروا یریدی اور باغی و خطا میرانی سے شاہ جہان کے حضور میں سرخرو ہوئے سلمہ میں بحالے خاندان خان کے دکن کی صفحہ ۱۰۲
مستقل راجہ کو عطا ہوئی سلمہ میں ملایم میں اورنگ زیب کے ہمراہ بھیجے گئے اور سلمہ شاہ جہان میں جہد الملک شاہ خاندان کے وزیر عظم
کے ہمراہ قلعہ چور کے اندام کو بھیجے گئے سلمہ کو شاہ جہان کی علالت میں جب بھری سیلانی شکوہ محمد شجاع کی ہم کو بھیجے گئے تو
دارا شکوہ کی سفارش سے شاہ جہان نے منصب ہفت ہزاری اور پانچزار سوار و اسپہ پر ترقی دی اسکے بعد راجہ اورنگ زیب
عالمگیری سے ملا و فرخ چیمبر کے بعد ایک ٹبری جاگیر سے مالامال ہوئے سیوا جی اور عادل شاہی تہنہ کے بعد حسب طلب لکھنیا چیمبر کے
سے دار السلطنت کو آ رہے تھے برہان پور میں سکھ کو انتقال کیا راجہ صاحب نہایت عمدہ اور سنجیدہ زمانہ شائس سردار۔

ماثر الامراء میں قتر پٹن کا دائرہ پکا
ماثر الامراء میں قتر پٹن کا دائرہ پکا

بادشاہ نے اپنے پاس بلا یا اورے اشوال سنگھ کو شاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر
رحمت کیا اور اسکے ساتھ صف شکن خاں و صفی خان وغیرہ کو بھی بھیجا اور راجہ جیسنگ کو لکھا
کہ جسوقت شاہزادہ وہاں پہونچے تم میرے پاس چلے آؤ چنانچہ راجہ جیسنگ حکم اورنگ آباد
سے آئے تھے اور برہانپور پہونچے تھے کہ ۲۸ محرم سنہ کو انتقال کر گئے انکے مرنے
بالگھاٹ کا انتظام جس سے مراد دولت آباد و احمد نگر وغیرہ ہے کیا گیا راجہ جیسنگ دلیہ خان
کے بڑے دوست تھے قصہ دلیہ خان جب دکن پہونچے تو یہاں کی ہمہ کلیہ بادشاہ
خاں بہادر کو کلتاس کو بھی مقرر کیا تھا مگر فوج کے مقدمہ پیش دلیہ خان تھے دلیہ خان
کے کارنامے دکن میں ایسے عظیم الشان ہوئے ہیں کہ جو تمام ملک کے باشندوں کی
زیان پر چڑھ گئے تھے دریلے ہمرہ کے اسپاہ جو لڑائی کے بجا پوریوں سے ہوئی تھی اس ستم زمانہ
سے وہ وہ بہادران طور میں آئی تھیں کہ دوست دشمن سبے تحسین کی تھی
یہ جنگ اس قیامت کی ہوئی تھی کہ کئی کوس تک آمیبوں کے سرور ہاتھیوں کی سوئیں میں

گوئے چوگان کے میدان رزم میں پڑی ہوئی تھیں مصنف لکھتا ہے

فلندہ ہمہ دشت خرطوم فیل فتادہ تن کشنگان چنہ میل

زخرطوم فیل و سرچنگوئے ہمہ دشت پاشیدہ چوگان گوئے

اس لڑائی میں حواس کی درستی اور انتہائی جرات سے چارپائی روز ہاتھیوں کو ٹکڑوں

کی پٹھیں سوار لڑتے ہوئے بجا پوریوں کے تعاقب میں اتنا چلے گئے کہ جب لشکر بادشاہی پہ

لے کا زناہ ہے دلیہ خان رو یا دکن لہندہ افواہ و شیع و شریف ایر و سایر است و جنگ کے خاتمان بجا پوریوں کو کلتاس بہرہ دلیہ خان انظر کچہرہ

بے سار بجا پوریوں قشد تلاش لے نمایاں ثبات ہے پابر جا کلازان رتم زمان طور یافت موجب سیریں آفرین و مست دشمن کو یہ پانچ لڑ

خرطوم فیل سترم گوئے چوگان لیران بود۔ و پس زان کہ عرصہ برفوج بادشاہی تنگ گردید ناچار باخرونی ہمت و دیتی حواس لہے کہ در

چہا پنج روز بالے پشت فیلان سپان جنگ کنان بنال بجا پوریوں طے نمود وہ بودند و مستہتر قنارہ قری نصرت نمودند۔ از ناثر ارا

میدان جنگ تنگ ہوا تو تین ہفتونہیں اپنی جگہ پر واپس آئے۔
 اسکے بعد قلعہ سالیہ کو نواح بگلانہ میں ہوا اور وہ غنیم یعنی مرہٹوں کے ہاتھ میں آ گیا تھا اور قلعہ
 کو معقوب بے منصب کیا گیا اس زمین میں فرمان گرز بردار کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا گیا کہ
 قلعہ مذکور کے قریب جا کر دست اشقیاء سے قلعہ چھینا چاہیے دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ کے
 پہلے قلعہ تک گئے اور محاصرہ میں مشغول ہوئے نہایت شجاعت کو دخل دیا بہت سے
 لوگ کام آئے مگر اس عرصہ میں بان باکی شدت ہوئی اور آب و ہوا نہایت ہی ہو گئی تمام
 لشکر کے لوگ مرنے لگے محاصرہ کو بھی عرصہ ہو چکا تھا بادشاہی حکم پہونچا کہ لشکر و ہانسی
 ہٹانا چاہیے چنانچہ دلیر خان حکم کے کار بند ہوئے اسی ضمن میں سیوا جی جب ہلی سے
 بھاگ کر دکن پہونچا اور پھر قزاقی اختیار کر کے لوٹ مار چائی تو عالمگیر نے حکم دیا کہ دلیر خان
 اور خانجہان بہادر اسکے سر پر جا کر اچھی طرح گوشمالی کر دیں خانجہان نے اس خیال سے
 کہ سیوا جی سے لڑنے کے لیے ابھی سپاہ کافی نہیں جمع ہوئی لہٰذا نہیں توقت کیا اور جس قدر گھاٹ
 تھے انکی راہیں بند کیں کہ ان مقاموں سے مرتبے حملہ نہ کر سکیں اور جا بجا درون پر توپخانہ
 لگایا مگر یہ تدبیر دلیر خان نے ناپسند کی کیونکہ اورنگ زیب کے سردار و نہیں سے زیادہ
 دلیر و شجاع تھے اور ابھی قلعہ چاکنہ کے حملہ میں کامیاب ہو چکے تھے انھوں نے جنگ
 محفوظہ کی غلطیوں کو بتایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اس سے قلعہ پیر حملہ کرنا چاہیے مگر
 خانجہان اسکو نہ سمجھا مرہٹوں کے سوار جنگی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خاندیس کو لوٹنے کے
 لیے ان درون سے جنگو خانجہان نے روکا تھا آئینکے مگر وہ مختلف گروہوں میں منقسم

قلعہ سالیہ بگلانہ بکسر کفار اور آمد قلعہ اور بے منصب معقوب فرزند درویش لافران مصوب گرز بردار ان تمام دلیر خان اور گرز بردار
 بالائے قلعہ ماندہ قلعہ زاشقیاء اور دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ پہلے قلعہ آمدہ بجا حصرہ پر داخل و جلالت بجا آورد و مسیرو مردان
 کشتہ و شہید گشتند و جانگزا اب ہوائے آفتاب متضیع و ہلاک مرد کشتہ بعدہ کلابام محاصرہ بطول کشید بختور بختہ حکم خاندیس نے دلیر خان کو

ہو کر اورنگ آباد و احمد نگر چلے گئے اگرچہ خانبھان نے انکو بہت اہونے روکا مگر وہ اس ارادہ
 میں کامیاب نہ ہوا دہر سیوا جی نے اپنے سوار و نکوچہ وصول کر تیکے لیے چار و نطرت
 پھیلادیا سیکھۃ میں دلیر خان سیوا جی کے ملک پر دست رازی شروع کی جب میرا
 سیوا جی کے فوج کا ایک سردار گودادری سے اتر کر اپنے گھر کی طرف آ رہا تھا تو راہ میں
 دلیر خان نے اسکا تعاقب کیا وہ بڑی مشکل سے اپنی بیش قیمت لوٹ گھر کو لے جاسکا۔
 جسوقت دلیر خان و خانبھان دوسری طرف لڑائی میں مصروف تھے تو ہمیرا و مغولوں
 کے ملک میں آیا اور خوب لوٹا سیکھۃ میں جب علی عادل شاہ والی بیجا پور فوج میں مبتلا
 ہو کر مر گیا اسکا کوئی بیٹا سوائے سکندر عادل شاہ کے دوسرا نہ تھا جسکی عمر پانچ سال
 کی تھی اور ایک بیٹی بادشاہ بی بی تھی عبد المجید وزیر تھا اور خواص خان و عبد الکرم
 بھلول خان و مظفر خان یقین ارکان سلطنت تھے سیکو اپنے مطلب سے مطلب تھا اس
 گھر کا کوئی خیر خواہ نہ تھا اسلئے سیوا جی نے بیجا پور کو کمزور سمجھا کر بادشاہی لشکر سے صلح
 کی اور بیجا پور کی غارتگری شروع کی خواص خان رکن سلطنت نے بیجا پور کی نازک حالت دیکھ کر
 خانبھان بہادر سے عہد و پیمان کیے کہ بیجا پور کی سلطنت شاہ دہلی کے ماتحت رہے گی اور
 اورنگ زیب کے کسی بیٹے سے بادشاہ بی بی شہزادی بیابھی جائیگی لیکن عبد الکرم
 اور دیگر امیروں نے ان عہد و پیمان کے سبب سے خواص خان کو سازش کر کے مار ڈالا
 اور لڑائی کا سامان فراہم کیا جب خانبھان بیجا پور کی طرف آیا تو بیجا پور والے اس سے
 کئی لڑائیاں لڑے جن میں بیجا پور والوں کا پلہ غالب ہا عبد الکرم و دلیر خان کا
 ہموطن دوست تھا اسلئے اسکے ذریعہ سے دونوں میں صلح ہو گئی۔

عبد الکرم کا خطاب بھلول خان تھا پہلے اسکا باپ عبدالرون عرف دلیر میاں دو ہزار پانصدی کے منصب شاہجہان پاشا میں ہوا

سیوا جی نے خانبھان سے درخواست کی کہ میں بادشاہی ملک نہیں بونگا مگر اورنگزیب بادشاہ میری حمایت کرے بادشاہ نے یہ صلح منظور نہیں کی دلیر خان نے بادشاہ کو یہ تدبیر لکھی کہ والی گولکنڈہ پر حملہ کیا جائے اور عبدالکریم وزیر بجا پور اور بجا پور کی فوج سے اعانت لی جائے بادشاہ نے دلیر خان کی یہ رائے پسند کی اور خانبھان کو اپنے پاس بلا لیا اور دلیر خان کو اسکی جگہ پر مقرر کر دیا۔

قطب شاہ والی گولکنڈہ پر حملہ کر چکی یہ وجہ تھی کہ اسنے سیوا جی سے سازش کر لی تھی عبدالکریم وزیر بجا پور نے اعین مہر گیا تو دلیر خان نے یہ کوشش کی کہ مسعود خان جیشی اسکی جگہ پر مقرر کیا جائے وہ جو ہر سیدی کا داماد تھا دلیر خان کی کوشش سے سلطنت بجا پور کا وہ وزیر مقرر ہو گیا اسنے فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ اور دلیر خان کے قرضہ کی ادائیگی اور ملک میں امن اور بادشاہی بی بی کو بادشاہی لشکر میں پہنچا دینے کے اقرار کیے۔ دلیر خان بجا پور سے ان عہد و پیمان لینے کے بعد بیرگرم میں گئے مگر دلیر خان اور مسعود خان کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ بادشاہ کے منشاء کے خلاف تھا بادشاہ نے دلیر خان کو لکھا کہ بجا پور کی چڑھی ہوئی سپاہ کی تنخواہ کو اپنی طرف کر کے جتنی سپاہ زیادہ ہو سکے اپنی طرف کر لینا چاہیے کیونکہ ولایت بجا پور کو بادشاہ اپنے ملک میں شامل کر لینا

بصیغہ ماقبل پھر وہ خانبھان لودی کے ہمراہ نظام الملک جالما اسکے بعد اسکا بیٹا عبدالکریم جبکا خطاب ہلول خان بہار کے تھا بجا پور میں صاحب منصب جو انواص خان و ہلول خان کے درمیان میں بیچ ہوئیے دکن و اور افغانوں کے باہم ملاج ہوا ہوا بعض اہل حیدر آباد سے رجوع ہوئے نواب دلیر خان اور عبدالکریم ہلول خان سے بوجہ مناسبت ہتھیاری اور ہتھیاری نہایت لطف تھا دونوں سردار اتفاق کر کے لشکر کو لیکر ساتھ ساتھ حیدر آباد پر چڑھے اسے صمدی ہلول خان کا انتقال ہو گیا اسکے بعد اسکا بیٹا سردار ہوا اسنے جلوس عالمگیری میں بعد فتح بجا پور کے جبکہ نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا اورنگزیب نے دلیر خانی کا خطاب دیا اور شہزادہ کو رستم خان کے خطاب سے سرفراز کیا اور ان ہر دو بجا پوری سرداروں کو شمشیر ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

چاہتا تھا اس لیے یہ بھی حکم ہوا کہ مسند نشین بجا پور سے جو اسکے ذمہ مطالبہ تھا زیادہ مواخذہ کرنا چاہیے دلیر خان بحیثیت سپہ سالار ہونیکے اس مطالبہ کی تعمیل میں آمادہ ہوئے اول بادشاہ بنی کی کا تقاضہ کیا گیا بعد ایک جھگڑیکے بادشاہ بنی خود دلیر خان کے لشکر میں چلی آئی کہ بھائی کی سلطنت کی سی طرح بیخ جلے دلیر خان نے اسکو اورنگ آباد بھیج دیا اور بجا پور کا محاصرہ کیا جب بجا پور والے مایوس ہوئے تو وہاں کے وزیر مسعود خان نے سیوا جی سے مدد مانگی اسنے دلیر خان کی فوج پر حملہ کر نیکا وعدہ کیا تا کہ محصورین کا پیچھا چھوڑے اس مطلب کے لیے سیوا جی نے نیا لہ میں بہتے سوار جمع کئے اور بجا پور کی طرف چلا مگر اس سیلے نے گھاگ نے دیکھا کہ اسکے بازو نہیں عالمگیری لشکر کے صدر مہ اٹھاتی تھی تاب نہیں ہے اس لیے وہ محاصرہ کے ۱۲ میل کے قریب جا کر کترایا اور بادشاہی علاقہ پر حملہ کرنے لگا دلیر خان جو فن سپہ گری میں بیکتا ہے روز گارے تھے اسوقت انکے پاس زیادہ فوج نہ تھی مگر جتنے سپاہی تھے وہ سب انکے ہمت قوم ذی جرات اور بڑے دل گردہ کے آدمی تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوج نہ بھی بڑھ کر کام دے سکتی ہے دلیر خان نے محاصرہ کو نہیں چھوڑا سیوا جی نے وہاں کو جلا کر خاک سیاہ کیا شاہزادہ محمد معظم جو اورنگ آباد میں تھا اسکے حکم سے دس ہزار سواروں نے جمع ہو کر سنگم نیر کے قریب سیوا جی کو ایسا گھیر لیا کہ مار ہی لیا تھا مگر بقول عالمگیری پھاڑی چاہا تھا کسی بل میں ایسا دبا کر جا بیٹھا کہ کسی کو خبر تک نہوئی مسعود خان وزیر نے پھر اسے بلایا وہ دلیر خان کے مقابلہ کے لیے بڑے ٹھاٹھ سے فوج لیکر چلا ہزاروں مرہٹے ہر چھیت ساتھ تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نیستان لڑا جاتا ہے مگر ابھی یہ لشکر بجا پور تک نہ پہنچا تھا کہ یکایک سکا بیٹا سنبھال گیا بھاگ کر دلیر خان کے پاس گیا

دلیر خان نے اسے نہایت تپاک سے خیمہ میں اتار اسیدواجی نے سنبھاجی کو عیاشی کی وجہ سے ناتواش ہو کر قلعہ پر نالہ میں قید کر دیا تھا وہ ایک بے ہن کی بیوی سے ناجائز تعلق کرنا چاہتا تھا وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیر خان کے پاس آیا دلیر خان نے بادشاہ کو لکھا کہ باپ کے مقابلہ میں بیٹے کو لڑانا چاہیے یہ خوب سکھتے ہوں سے واقف ہے وہ مرہٹوں کو توڑ کر اپنی طرف بلائیگا غرض کہ گوشت خرد وندان سگ کا تماشہ دکھائیگا بادشاہ نے دلیر خان کے نام حکم بھیجا کہ اسے پابزنجیر ہارے پاس بھیج دو دلیر خان نے یہ وضعیتاری کے خلاف سمجھا اور اس سے چشم پوشی کی وہ بھاگ کر سیدھا باپ کے پاس آیا چند روز باپ کی بیٹے کے سبب پریشانی رہی جب سیوا جی کو دلیر خان کی بدولت اس پریشانی سے نجات ملی تو اس نے ہمیراؤ کو بچا پور کی مدد کو بھیجا وہ آکر دست خان سے لڑا اور دھر خاندیس میں مرہٹے لوٹ مار کر رہے تھے اور ادھر ہمیراؤ اپنی فتح لیے ہوئے دلیر خان کے لشکر کے ارد گرد پھر رہا تھا اور محصورین کو مسعود خان خوب لڑا رہا تھا دلیر خان بھی انکو دبا رہے تھے مگر انکی ذاتی شجاعت فتح کے لیے کافی نہ تھی جا بجا انکی رسد پر بھاپہ مارے جلتے تھے اور سیطرح رسد انکے لشکر تک نہیں پہنچتی تھی اب برسات آگئی اور چھڑ اٹھالیا گیا آخر برسات میں وہ میدان ملک کے لوٹ میں مصروف ہوا معلوم نہیں کہ سیوا جی کے ولین کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب کے سب خالین ملگے کہ اسکو نچا پور کا ایک ایسی طبیعت بگڑی کہ ۸۰۰ عین ترین برس کی عمر میں سیوا جی دنیل سے انتقال

سلہ سیوا جی کے انتقال کے متعلق یہ بھی ایک وایت مستند کتاب میں مندرج ہے کہ جب سیوا جی کے ظلم و آزار خد سے زیادہ مخلوق برطاری ہو گئے تو مظلوموں کی آہ کے علاوہ ایک صاحب حال درویش کی دعا بھی سنی بالاکت کی باعث ہوئی جسکی تفصیل تاریخ محمد باشم خانی خان کے صفحہ ۳۴۰ میں یہ ہے کہ جب سسلہ جی مالگیری مطابق سن ۱۸۰۰ میں

کر گیا اور بجائے اسکے اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا بعد سیوا جی کے اسکے بقاعدہ لشکر
میں بے انتظامی پھیل گئی تھی سنبھاجی کے ظلم اور غارتگری سے مقتوحہ ملک بے باد ہو گیا تھا
کیونکہ سنبھاجی بعض مظالم میں اپنے باپ سے بڑھ گیا تھا سیوا جی سوائے غارتگری قافلانہ فی
کے اور امور سے پرہیز رکھتا تھا بلکہ قیدیوں کے اہل و عیال و عورت کے متعلق اپنے
سپاہیوں اور ملازموں سے تاکید رکھتا تھا بر خلاف اسکے سنبھاجی شرابخوار و عیاش
تھا غیر قوم کی عورتیں اکٹھا کرتا تھا اور رعایا کی ناموس و آبرو پر دست درازی کرتا تھا
اور اسکے علاوہ اپنا پیشہ آبائی جو فزاقی و راہزنی تھا وہ علیحدہ اختیار کیا تھا سنبھاجی
بعد باپ کے دس گیارہ سال تک زندہ رہا اور یہی کردار کرتا رہا اسکے ادنیٰ ظلموں سے
صرف یہ ایک اقصیٰ بطور نمونہ کے تحریر کیا جاتا ہے پہلے سال بعد باپ کے سنبھاجی میں
ہزار سے زیادہ سوار لیکر صوبہ برار کے اطراف کو لوٹا ہوا بھاڑ پورہ پر ٹوٹ پڑا یہ
قصبہ بہادر پورہ بیرہا پورہ سے کوس ڈیڑھ کوس تھا اور اس میں جوہری صراف و تجارت کی
آباد تھے لاکھوں روپیہ کا کاروبار کرتے تھے اور ہفت اقلیم کا سامان و زرو جو اصر
رکھتے تھے یہاں تک باشندے غافل و بخیر تھے کہ کیا رگی صبح کے وقت یہ ڈاکو آکرے

بقیہ صفحہ ۱۵۵ قبل سیوا جی سلطان غازی کو فتح خاند میں آیا اور قصبہ بہرگاز جو اس زمانہ کی تجارت کی منڈی تھا لوٹا ہوا قصبہ جالبہ میں پہنچا
اس قصبہ میں سید جان محمد جو درویشان و اہل فی اللہ و صاحب عت سے تھے رہا کرتے تھے جس وقت کہ اس قصبہ میں مرتے ہوئے آئے
مسلمان و دیگر غریب اپنے اہل و عیال لیکر حضرت حقایق و معارف آگاہ کے گھر چھپے اور پناہ ملتے اس سال بھی اکثر خانوں
معد اپنے مال و عیال کے سید صاحب موصوف کے گھر پناہ لگے ہیں ہوسے سیوا جی نے سید صاحب کا گھر پناہ میں ادب نہ کیا اور سید صاحب
کے گھر بڑھ گیا سب کو لوٹا اور قید کیا لیکہ مخالفت کرنے سے سید صاحب اور اسے جو لوگ متشبہ تھے انکی زہر و توفیق پر بھی زبان
دیا تھا ورنہ انکی یہ حرکت اسکی کڑی تھی کہ سید جان محمد جو مقبولیت و عا میں شہرہ آفاق تھے انھوں نے بدو حاکم کے ہاتھ اٹھائے
اور انکی توجہ باطنی سے فوراً ترقی کا اسکے لگا اور سیوا جی اسی ہند میں نواح مرتضیٰ آباد میں مر گیا یہی مضمون شہنشاہ
کے صفحہ ۱۵۸ میں بھی مرقوم ہے۔

اسکو ایسا لوٹا کہ کوئی شخص ایک جہہ از قسم مال اور بال بچو کو باہر نہ لیا سکا ان ظالموں نے تمام آبادی میں آگ لگا دی کا کر خان جو نہ صدی منصب دار تھا اور خاتر ناخان صوبہ دار برہانپور کا نائب تھا اور تین سو سے زیادہ سوار اسکے پاس نہ تھے وہ اس واردات سے اس وقت خبر دار ہوا کہ آگ کے شعلے آسمان تک پہنچتے تھے اوسنے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور ناچار محصور ہو گیا۔ جسکے جسکو نور حسن خان نے آباد کیا تھا اور شاہ گنج جسکو شاہ بدیع خان نے بسایا تھا اور شاہجان پورہ جسکو بہادر خان نے آباد کیا تھا اور خرم پورہ جسکو خرم عرف شاہجان نے ایام شاہزادی میں بسایا تھا غرض کہ یہ بیس نامی قصبے جو برہانپور کی شہر سپاہ سے متصل آباد تھے اور ہر ایک قصبہ میں لاکھوں روپیہ کمال و سامان تھا لوٹ لیے اور جلا کر خاک سیاہ کر دیے تین ورت تک بازاہ ظلم و لوٹ کی گرم رہی اسکے بعد اپنی راہ لی برہانپور کے علاوہ فضل نے عرضہ شہر حسین مسلمانوں کی مال و ناموس کی بربادی و رنج تھی بادشاہ کے حضور میں بھیجی اور اورنگ زیب نے اسکے جواب میں لکھا کہ مایدولت خود ان ظالموں کی تنبیہ کو دکن کے آئین کا غرم رکھتا ہوں اسکے بعد ایک ماہ تک سنبھاجی یوں ہی مخلوق کو آزاد پہنچاتا رہا مگر جب اورنگ زیب کن گیا تو سنبھاجی مطابق لکھ کو وہ اپنے شامت اعمال سے گرفتار ہوا اور اورنگ زیب کے حضور میں قتل ہوا اس واقعہ کی تاریخ ۱۷ فروری سنہ ۱۷۰۷ء سے نکلتی ہے۔ سیدواجی کا ایک خط اورنگ زیب کے نام راجہ کولاپور کے پاس اتنا موجدو ہے۔

ماثر عالمگیری میں ہے کہ سنبھاجی کے قلعجات و محلات خاں بھان بہادر کو کلتا سون لیر خان

۱۔ خاں بھان بہادر ظفر جنگ کلتاس و دلیر خان و غازی الدین خان بہادر فرور جنگ دیگر امرا یان عظام باناموس قلعجات و محلات متعلقہ ان گز از تصرف غلام خیم خیم تا این مدت کوشش مرادان و ساعی نمایان ہوا و وہ اندر قلعہ و محروم رہے۔

محرر سہ گردید ۳۴ م ۳۵ م اثر عالمگیری۔

وغازی الدین خان بہادر فیروز جنگ و بعض دیگر امر کی کوشش سے مسیح تک
بادشاہی ملک میں شامل ہو گئے تھے۔

سیوا جی کو یہ فتوحات حاصل ہوئے انکے اسباب یہ مہیا ہو گئے تھے اول یہ کہ بادشاہ
خود شمالی و مشرقی فوج کے ساتھ لڑائیں مصروف تھا دکن کی طرف بذات خود جانا نہیں سکتا
تھا دوسرے شاہزادہ محمد معظم جو صوبہ اردکن تھا اسکے پاس سپاہ مرہٹوں کے مقابلہ کیلئے
کافی تھی باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا ہر ایک شہزادہ باپ کے مرتبے بعد بادشاہ ہونیکے لیے
اپنی سپاہ و طرفدار و نکو قوی کرنا چاہتا تھا اس لیے بیٹے کو ملک بھیجنے سے بادشاہ بکا رہا
کرتار با اسکے علاوہ بیجا پور و حیدر آباد کے سلاطین کی کمزوری و نا اہلی سے بھی بچا
اور ہر ہو کر کام نکال لیتا تھا اور کبھی اوہ ہر چلا جاتا تھا جب عالمگیر کو اس امر کا یقین ہو گیا
کہ دکن میں کثیر فوج کی ضرورت ہے تو اُس نے اسے ۸۱ ہاتھیوں میں مہابت خان کو معہ آغرخان کے
کابل سے بلا کر چالیس ہزار سوار دیکر دکن کو روانہ کیا مہابت خان شہزادہ محمد معظم
کو خیال میں نہیں لاتا تھا اسے شاہزادہ کے پاس صرف ایک ہزار آدمی رہنے دیے بادشاہ
نے راجہ جسونت سنگھ کو بلالیا مہابت خان نے یہاں آکر سیوا جی کے قلعہ نکو فتح کرنا
شروع کر دیا آدھی فوج دلیر خان کی ماتحتی میں تھی دلیر خان نے قلعہ چاکنہ پر
حملہ کیا اور آدھی سپاہ نے سکھیر کا محاصرہ کیا سیوا جی اس قلعہ کی بڑی قدر کرتا تھا اور
سکھیر پانیہیں جاؤں دل سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکنہ میں خیرہ اور سامان سدا
کافی نہ تھا اسکے نواح میں جو عہدہ اور منتخب ہزار سوار تھے پٹھانوں نے انکے پرے اڑا دیے
آغرخان نے پھول پتہ کی تعمیر میں بی بی بہادر بی کھانی اسو خان بھان بہادر کو کلنا س کیساتھ ابتدا میں دلی میں
اور دکن کے آغرخان تہا بھرا بھان کو کلنا س بازو در قراولی دلیر خان شیر دل نمودہ اگر مفصل بزرگوارہ مول باغراق میں گورد

کی ہراولی میں بڑے بڑے کار نمایان کیے دلیہ خان کی مرہٹوں کی فوجوں سے اکثر لڑائیاں ہوتی ہیں مرہٹوں کی قوم کا یہ طریقہ تھا کہ ابتدا میں وہ تھوڑی فوج سے نمودار ہوتے اور پھر پیچھے ہٹ جاتے جب لشکر بادشاہی انکا پیچھا کرتا تو دشوار گزار جنگلوں کی طرف سے ہزاروں نکل آتے اور گھیر لے تنگ کرتے۔

ایک روز دلیہ خان کے مقابلہ میں چار پانچ سو سوار پہلے نمودار ہوئے اس وقت آغرخان کے ساتھ ہر اول میں بہت کم آدمی تھے مگر وہ ان کے مقابلہ کے لیے دوڑا اول حملہ میں دشمن اسکے آگے سے ہزیمت پا کر بھگے اور وہ ان کے تعاقب میں گیا مرہٹوں نے فوج مغلیہ کو تین چار کوس اپنی طرف کھینچا پھر سات آٹھ ہزار سوار مرہٹوں کے نمودار ہوئے اور ہجوم کر کے لڑنے لگے آغرخان اپنا ایسا گرجا جیسے کہ بھڑوں پر شیر گرتا ہر طرف وہ تلوار سے انکا منہ پھیرتا تھا تین نامی سردار مرہٹوں کے مار گئے اب مرہٹوں کو شکست عظیم ہوئی دلیہ خان نے آغرخان کے پاس آکر سبکی تحسین آفرین کی آغرخان نے اسے لکھا ہے

بقیہ صفحہ ماقبل درین میں لیر خان نزد آغرخان رسیدہ آفرین گفت چنانچہ در آغرخان نظم آوردہ ۱۲ شاہنشاہ نامہ

۱۲ آغرخان کا نسب قوم اغر سے ہے قوم اغرا ولادیاقت بن فوج علیہ السلام سے تھی لہذا اسی نام سے لقب ہوا اسکا نام امام قلی بیگ تھا اکثر معرکوں میں آغرخان نے بہادری کے جوہر دکھائے ہیں نہایت بدھڑک و صاحب جرات شخص تھا دلیہ خان کے ساتھ اکثر رہا ہے بنگالہ میں جب محمد شجاع سے مقابلہ ہوا اور آسام کی جنگ میں یہ دلیہ خان کے ہمراہ تھا چنانچہ ان اقدار میں اسکا تذکرہ آچکا ہے خانخانان اسکی بہادری سے راضی تھا مگر اہل دیہات پر تعدی کرتا تھا اسوجہ سے وہ ناخوش رہتا تھا ایک روز یہ بلاد تنگ خانخانان کے گھر آیا اور زبردستی اجازت لیکر دارالسلطنت چلا جس سے معتبوشاہی ہوا پھر حال ہوا انکیسیان کابل میں تعینات ہوا وہ غنیمت میں جب ہمنہ و بسنت زئی افغانوں نے شورش کی تھی تو اسنے خوب تنبیہ کی تھی اسنے اسقدر نامی پٹھاؤں کے سر کاٹے تھے کہ اسکی عنایت نہائی تھی اسکا نام وہاں پچھنے ڈرائین مشہور ہو گیا تھا اس سخت محنت میں بادشاہ نے ہومیائی و تہوہ نے خط مبارک لکھا کہ اسکو بھیجنا تھا استیج عالمگیری سے اسنے خطاب خانی پایا تھا اسلئے میں فقارہ مرحمت ہوا تھا اسلئے کہ بعد ازاں اکبر آباد میں جاؤں نے سرٹھایا اور قطع الطریق اختیار کی چند گاڑیاں ایک قافلہ کی جاؤں سے اسنے چھپکرا کر لے لی اور عمل کیا اتفاق سے ایک بندوق کی گولی اسکے لگی اور اسلئے میں آغرخان جان بحق ہوا۔

بہر یک از ایشان ہزار از غنیم	مقابل شد ندیدیدہ جسم
چنان کشتہ شد از عدد و بحساب	ندیدہ زمین پر تو قستاب
چو دشمن بگردید عاجز جنگ	براہ گریز آمدہ بے درنگ
دلیر خان رسید از قہا آن مان	اگر د آفرین بر جهان پہلوان

دلیر خان جس پہلوان بہادر کی تعریف کرتے تھے اسکے لیے موجب فخر و ناز ہو جاتا تھا چنانچہ مصنف غرنامہ نے دلیر خان کی تحسین آغرخان کی بہادری کی سند بھی ہے اور اسکو نظم میں لایا ہے۔

دو نشان اور بہت سی چھتریان مرہٹو کی شاہی لشکر کے ہاتھ آئیں پونہ تک جہل سیواچی کا مسکن تھا ناخت کیگئی اور بہت غنیمت ہاتھ آئی آغرخان کے بیٹے نے جو آغرخان ثانی کے لقب سے مشہور تھا اپنے باپ کی نمایان فتح کی یادگار میں مرہٹو کے نشانوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا دلیر خان فتوحات کے علاوہ بعض ایلیان ملک کے ساتھ دوستانہ سلوک بھی کیا کرتے تھے اور انکی بادشاہی خدمت میں سفارش کرتے اور خطا بھی معاف کر دیے کرتے تھے رانا والی او دیپور راجپوتانہ کی جنگ میں جب بادشاہی لشکر سے عاجز آگیا تو اسنے بددیہ شاہزادہ محمد اعظم کے پناہ مانگی اور ننگ نیسے اسکی معافی منظور کی لہذا رانا کو او دیپور، اجمادی الثانی کو تالاب اج سمندر پر بادشاہ کی ملازمت کے لیے حضور ہوا اسوقت دلیر خان رانا کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور میں لائے رانا نے پانسواشرنی اور اٹھارہ گھوڑے معہ ساز طلائی و نقرئی کے پیشکش میں

لے ہفتہ چادی الثانی رانا بہر تالاب سمندر بدولت ملازمت شاہزادہ ابرو بخش کو کم ستر لے کر ورنہ کار خوش آمدید دلیر خان پیرا شدہ اور رند رانا رانا بنو نہ شہامت و نادر دلیر خان قت خان فکورا قاضی گویاں زلف خود بادشاہ و سانیہ پارچہ ستونہ زور شیر مرغہ بیکہ چہرہ گل مرغی بہت کار نہ ستر لے دیکے خیر فیض پر پیرانا پارچہ تقویر و خوش مرغ وایسی مرغ و بازو بند مرغ و دوسرے شایستہ کو دہ

گذاڑنے اور آداب بجالایا دہنے جانب بیٹھنے کا حکم ہوا اور اسکو خلعت و تلوار مرصع اولہ
 جہ مرصع پھول کٹارہ اور ایک گھوڑا مرصع ساز طلائی اور ایک ہاتھی مرصع ساز نقرئی کے
 عطا ہوا اور خطاب انا بھی بدستور بجال رکھا گیا اور منصب پنجزاری پخیزار سوار کا مرتب
 ہوا اور اسکے ہمراہیوں کو ایک خلعت اور دس جہ مرصع اور چالیس گھوڑے عنایت ہوئے
 اور اجازت رخصت ہونی کی دی گئی وہاں سے رانا والی او دیپور دلیر خان کے گھر آیا
 دلیر خان نے اسکو ٹھہرنی کی دعوت دی اور اپنی طرف سے نہ پانچ بے قیمت اور ایک
 تلوار مرصع اور ایک قبضہ سپر مرصع جسپر چڑا پھول بنے ہوئے تھے اور ایک چھٹی نہایت کار
 اور نو گھوڑے اور ایک ہاتھی رانا کو دیا اور تین پانچ کا خلعت جو نہایت گر نقد تھا
 اور ایک خنجر مرصع اور ایک بسی مرصع اور ایک جوڑ بازو بند مرصع اور دو گھوڑے
 دلیر خان نے رانا کے بیٹے کو دیے۔

رانا وہ خاندانی راجہ ہے جسکو اپنی قدامت و اصالت اور کثرت شتم و خدم پر پڑا تھا
 اور اسکے خاندان کو یہ بڑا فخر تھا کہ وہ ہندوستان کے کسی عالیشان بادشاہ کی اطاعت
 نہیں جھکاتا تھا بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی کسی شاہنشاہ کی خدمت میں نہیں بھیجتا تھا یہ رانا
 نہ بابر نہ ہمایون نہ اکبر کے عہد میں پورا مطیع ہوا نہ اسکے ساتھ جنگ پیکار ختم ہوئی نہ شاہ
 اکبر نے اگرچہ پچاس سال تک حکومت کی اور رانا پر تابستگ کو فرمانبردار بنانے کی غرض
 سے شاہزادہ جہانگیر کو راجہ ماتسنگ اور دیگر امر کے ساتھ بھیجا جہانگیر نے فوج کشی کی
 مگر وہ پورا مطیع نہ ہوا وہ ہمیشہ سے اپنے طریقہ قدیم پر چلتا تھا اور لوازم اطاعت کے نہیں
 بجا لاتا تھا جب سپر لشکر کشی کی جاتی تو وہ دشوار گزار پہاڑوں میں چلا جاتا مگر نہ جھکاتا
 رانا سنگا جو بابر سے لڑا تھا اسکے دو بیٹے تھے ایک و دیننگہ جینے او دیپور آیا دیکھا تھا

اور دوسرا پرتاب سنگہ جسکا بیٹا امر سنگہ تھا جسکو گوشالی شاہ جہان نے دی تھی دلیر خان
اس ملک کے ساتھ ایسے احسانات کیے کہ وہ صرف انکے گھرا یا اس سے دلیر خانی عزت و
وقت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس پایہ کے امیر اور کسے صاحب عزم و شجاع سردار تھے
راجپوتوں نے جب سسلج میں قومی اتفاق کر کے اورنگ زیب پر سخت چڑھائی کی
تھی اور عالمگیر نے بھی رانا اور راجپوتوں کے مطیع کر نہیں پوری قوت صرف کر دی تھی
مگر شاہزادہ اکبر کے باغی ہو جانے سے بادشاہی لشکر کو نہایت کشمکش کا معاملہ پیش آیا
تھا لیکن آخر کو شاہزادہ اکبر راجپوتوں کی طرف سے بھاگ گیا اور راجپوت عاجز ہو کر صلح
کے خواستگار ہوئے اس جنگ میں دلیر خان کے واسطے سے اصلاح ہوئی تھی چنانچہ
نامہ رجستان اس جنگ و صلح کی تفصیل جسکو لفظنت کرن جیمس ٹاڈ صاحب سابق
پولیکل اجنٹ راجپوتانہ نے تصنیف کیا ہے اور وہ شاہ جارج چارم کے ملاحظہ و
منظوری سے طبع ہوا ہے اور اسکا انگریزی سے اردو میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے
یہ تحریر ہے کہ ایک لشکر شاہنشاہ کا دلیر خان کی سرکردگی میں مارواڑ سے دہلی
کی طرف سے شہزادہ اکبر کی بلا سے نکلنے کے لیے آگے بڑھایا پہاڑی لڑائی راجپوت
نہایت ہوشیاری سے لڑتے تھے جسوقت کہ بادشاہی لشکر کو رورہ میں شکست ہوئی
اسوقت رانا نے نہایت جلدی سے اورنگ زیب پر جو اپنے فرزند محمد عظم کے مفت
دہ باڑی میں دلیر خان اور شہزادہ اکبر کی جنگ کے نتیجہ دیکھنے کا منتظر بیٹھا تھا حملہ کیا
مگر ایک فسر نے جو قوم کا راجپوت تھا اور دلیر خان کے زیر حکم خد متگذاری کرتا تھا
ان مشکلات کو آسان کر دیا وہ اپنے وطن کے جانیکے بہانہ سے فوج سے جدا ہوا اور
جس طرح کہ کوئی شخص سفر میں نہایت محبت سے ملاقات کو آتا ہی رانا کے پاس آیا اور اسے

معاملات جنگ میں گفتگو کی اس سے اسکو معلوم ہوا کہ درحقیقت اچھوت لڑائی کے
چھڑنیسے مغموم ہیں اسوقت اسنے رانا سے کہا کہ شاہنشاہ خود تو صلح کا پیغام بھیجنا پسند
نہیں کر رہا لیکن اگر کوئی شخص مصالحت کا خواستگار ہوگا تو وہ شرائط صلح کو ضرور منظور
کر لے گا یہ سنکر رانا نے اس راجپوت کو اختیار دیا کہ تم صلح کا پیغام میری طرف سے شاہنشاہ
کی خدمت میں پیش کرو چنانچہ اسنے اس صلح کی سلسلہ حبیبانی شروع کی اس امر کی تصدیق اچھوتوں
تالیخ بھی ظاہر کرتی ہے اور توالیخ میں اس سردار کا نام جسکی معرفت صلح کا پیغام درمیان
میں آیا تھا راجہ شیام سنگھ ساکن بہیکانیر درج ہے رانا جسنگھ نے اورنگ زیب سے
عہد و پیمان کیے اور شاہنشاہ عظیم اور دلیر خان اس عہد نامہ کے سربراہ کا مقرر ہوئے
دلیر خان ہمیشہ ہموں پر جبکہ صلح نامہ کے بارہ میں گفتگو ہوا کرتی تھی رانا راج سنگھ کی
طرف داری کرتے تھے۔ رانا کے ساتھ دس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے
ماسوا اسکے بہت سے اشخاص پہاڑی سیر کے لیے جمع ہوئے تھے یہ سب تعداد میں
ایک لاکھ سے زائد ہونگے شہزادہ محمد عظیم نے جو رانا کے حسب و نسب و عالی خاندان
ہوئیے خوب اہت تھا بادشاہ اور رانا کے درمیان صلح کرادی عہد نامہ میں جرمانہ
برائے نام تفویض ہوا اور تین ضلع بابت اس جرم کے کہ وہ شہزادہ اکبر کی سرکشی
و بغاوت میں مددگار ہوا تھا ضبط ہونا قرار پائے اور یہ امر شاہنشاہ کی بزرگی قائم
رکھنے کے لیے عہد نامہ میں درج ہوا اور علامات شاہی یعنی قرمز چھنڈاوشامیانہ چھتر
آئندہ سے رانا کے استعمال سے موقوف ہونے لگے کیا گیا۔ اس صلح سے رانا کو بھی فوائد
حاصل ہوئے فرزند ان دلیر خان اس مصالحت کے دوران میں بطور یرغمال
و سپردگی کے دیے گئے تھے اور یہ امر واقعی اس گفتگو سے جو نصرت کے وقت

دلیر خان اور رانا سے ہوئی تھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ کشکویہ تھی کہ تمھارے امیر تو اکھڑ
ہیں اور میرے فرزند بطور یرغمال کے تمھاری حفاظت میں تم خاطر جمع رکھو کہ میں انکی
جان قربان کر کے تمھارے ملک کو بحال کرادوں گا بدینہ وجہ کہ
تمھارے باپ سے مجھ سے کمال دوستی تھی۔

لیکن تقدیر سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ سوائے تلوار کے اور کچھ کام نہ آیا دلیر خان
اگرچہ وقتاً فوقتاً بدل سعی کرتے تھے لیکن وارداتیں ایسی واقع ہوتی تھیں کہ کوشش کچھ کاہر
نہوتی تھی رانا کو مجبوری ملک چھوڑ کر موری کے ان مقابلات پر جو ناقابل رسائی تھے
بھاگنا پڑا اسکے بعد دلیر خان کی سعی سے صلح ہو گئی۔

بیان مذکورہ بالا سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں اول نواب دلیر خان کی مہم راجپوتانہ
میں موجودگی دوسرے رانے اودیپور سے دوستی تسیر کے امر صلح میں کوشش چوتھے
بادشاہ کی طرف سے انکے فرزندوں کا ضمانت رانا کے یہاں بھیجا جانا لیکن افسوس ہے کہ
راجپوتانہ میں جو اور ننگ یہ سب جنگ ہوئی تھی اسکی کوئی مفصل تاریخ نہیں ملی جس سے
نواب دلیر خان کے کارنامے اور انکے فرزندوں کے نام کہ کون کون صاحبزادہ
یرغمال میں بھیجے گئے تھے معلوم ہو سکے گا صاحب موصوف نے صرف رانے کے
واقعات کو تحریر کیا ہے جس میں مختصر طور پر یہ واقعہ بھی شامل ہوا ہے۔

یہ تو پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ دسویں سال جلوس کے حسب احکام دلیر خان
دکن کو روانہ ہوئے اور وہاں پر اہل بیجاپور وغیرہ سے معرکہ آرا رہے ہیں مگر
میں بعد کئی برس کے دکن سے حسب الطلب دہلی میں بادشاہ کے پاس گئے اس عرصہ میں

۱۵۰۰ سال سیزدہم باستان ہوس خلافت چہرہ دولت برافروخت و از تغیر عابد خان بصدید داری ملتان رخصت یافت ۱۲۰۰

عابد خان کی تبدیلی ہوئی اور بجائے اسکے دلیر خان صوبہ ارملتان کیے گئے اور وہاں جا کر اپنا صوبہ اری کو انھوں نے رونق دی اور ملکی و مالی تہظام میں مصروف رہے۔ شیخ عالمگیری میں جب صوبہ ملتان شاہزادہ محمد عظیم کی جاگیر میں دیا گیا تو دلیر خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر بادشاہ نے دارالسلطنت سے انکو مہات دکن کے لیے بھیجا۔

شیخ میں جب خانبھائی بہادر جو دکن کا ناظم تھا معتبوب ہوا تو دلیر خان

سے عابد خان کا عرفی نام قلعہ خان تھا یہ باپ کی طرف سے شیخ شہاب الدین سروردی کی اولاد میں ہیں۔ شاہ جہان کے عہد میں ہندوستان میں وارد ہوئے۔ غازی الدین خان فیروز جنگ کے پیر بزرگوار اور نظام الملک اصفہان کے دادا تھے یعنی حضور نظام فرمانروائے دکن کے مورث اعلیٰ ہیں۔ صوبہ ملتان میں انھیں عابد خان کی جگہ پر دلیر خان مقرر ہوئے۔ پہلے عابد خان چار ہزاری منصب پر فائز ہوئے بعد کو پنجہزاری منصب کو پہنچے صدارت کل کا منصب بھی انھیں حاصل ہوا۔ اس زمانہ میں قلعہ گو لکھنؤ کے محاصرہ میں توپ کا گولہ آپکے شانہ پر لگایا کہ کمال قوت سے اپنے قیام گاہ پر واپس آئے۔ حمید الملک اسد خان وزیر عظیم انکی عیادت کو آئے جراح ہدیوں کے ریزے نکال رہا تھا اور یہ بدستور بیٹھے ہوئے ایک ہاتھ سے قہوہ پیتے جاتے تھے اور حاضرین سے باتیں کرتے جاتے تھے اور پیشانی پر شکن نہیں آتی تھی کہتے تھے کہ نجیبہ دوزخوب ہاتھ آیا ہے اور حالت میں ششہ کو انتقال کیا انکے والد شیخ عالم فاضل اعظم سمرقند کے تھے اور وہ پیر الدود و صاحب ہیں عبدالرحمن صاحب صاحب بجاہد کے فرزند تھے عابد خان صوبہ دار دکن و امیر ملتان کہیں جگہ کے رہے ہیں انکے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کو اب سعادت اللہ خان وزیر اعظم کی بیٹی منسوب تھی۔ ۱۰ سالہ و در سال نو زہد خان صوبہ بٹول شاہزادہ محمد عظیم شاہ قریش خان مذکور حضور سیہ و بیسیاق دکن عرض کردیدہ۔ ۱۱ سالہ چون سال بستم خان جہان بہادر ناظم دکن معتبوب شد خبر دے آئے دیار بان سردار نامدار مفوض گشت کہ تانہین صوبہ دار مہات آغا بصوابدیدہ و تقدیر کیا۔

۱۲ خانجہان کی معنوی کی یہ وجہ تھی کہ اوسکے لشکر میں فسق و فجور بہت ہوتا تھا اور بادشاہی فرمان اور اعتراض پر وہ مشاعرہ نہیں ہوتا تھا شاہزادہ محمد اکبر کے قریب پہنچ کر اوسنے گرفتاری کا حاضر کیا اور بار بار بادشاہ کے کہے کو کہنے صناعی بجائی ہوئے سے گستاخانہ جواب دیتا تھا اور دیگر مقدمات ملکی و مالی میں بد خیالی کرتا تھا اسلئے جلوس مطابق سن ۱۰۶۰ھ کو یہ عرض الموت میں مبتلا ہوا۔ ۱۱ جمادی الثانی کو خود بادشاہ عالمگیری اسکی عیادت کو گیا۔ ۱۲ ماہ مذکور کو وہ دنیا سے رخصت ہوا اس امیر عالی شان کی محفل نہایت شاندار رہتی تھی جو چاہت

اوسکی جگہ پر مقرر ہوئے تمام صوبہ دکن کی صوبہ داری و فوجی سپہ سالاری
دلیر خان کے سپرد ہوئی یہ صوبہ اتنا وسیع تھا کہ ایک سلطنت کا ہم پلہ تھا وہاں
جملہ مالی و فوجی مہمات انکی رائے سے انجام پاتے تھے۔

سلیمین دلیر خان اور حیدر آبادیوں سے ایسی سخت جنگ ہوئی کہ ایک ہفتی
انکا زخم بان سے ہلاک ہو گیا اور خاتمہ صوف کی سواری کا جو ہاتھی تھا اسکے ایک
گولہ کا زخم لگا اور انکا خدمتگار جو پیچھے انکے ہاتھی پر بیٹھا تھا وہ بھی بان کے زخم سے
ہلاک ہو گیا اور بان سے دلیر خان کے گریبان میں آگ لگ گئی مگر چھال کے
پانی سے جو ساتھ میں رکھی ہوئی تھی وہ آگ بجھائی گئی اُس روز بیشمار آدمی غنیمت کے قتل
کیے گئے اور ایک بڑی جماعت دلیر خان کے فوجی بھی کام آئی دلیر خان اس روز
لڑتے ہوئے اور اپنے لشکر کی خبر لیتے ہوئے شام کی وقت اپنے خیمہ میں پہنچے۔
سلیمین قلعہ منگل بیدہ دلیر خان کے حسن تردد سے سیوا جی کے قبضہ سے
نکل آیا چنانچہ ماثر عالمگیری میں ہے کہ جب قلعہ منگل بیدہ دلیر خان نے سیوا جی
سے چھین لیا ہے تو اس امر کی اطلاعی یادداشت بھی بادشاہ کو لکھی ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل وہ کہا کرتا تھا اکثر اکی مجلس میں نظم و شروتلو اور جو اسرات و باتھی و گھوڑے وادو شیتھی کا ذکر رہ رہ کر کرتا تھا
سلہ و قلعہ گار و عرضداشت کہ دلیر خان بامنازعان گلکنڈہ کو نیزہ سے سخت دست داد ایک فیل بزخم بان بکار آمد و فیل
سواری خانہ کو زخم قننگ رسید و خدمت گاری کہ عقب خان مذکور فیل نشستہ بود بزخم بان جان در باخت آتش
بان در گریبان خان افتاد و از آب چھاگل فرو نشانند مردم بسیارے از مخالفان برخاک ہلاک افتادند و جمع کثیر از فوج خان
بکار آمدند جنگ کنان خبر شکر یافتہ شام خیمہ رسید ماثر عالمگیری ۱۶۵۔

۱۶۵۔ ہنرمندان عرضداشت دلیر خان رسید کہ قلعہ منگل بیدہ و از تصرف سیوا برآمد۔ ماثر عالمگیری۔

۲۹
سہ مین جب بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن میں رونق افروز تھا اوسنے
دلیر خان کو بیجا پور کی محکم کے لیے مقرر کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک شاہزادہ
محمد اعظم شاہ نہ حاضر ہوئے تم بھی میرے حضور میں نہ ہو اس زمانہ میں دلیر خان
سخت علیک نظر تھے۔

نواب دلیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا

بوجہ تعلقات حکومت دہلی سے صوبہ اودھ کی طرف دلیر خان کی آمد و رفت اکثر رہا کرتی تھی
شاہجہان بادشاہ کے عہد میں سرکار قنوج و کالپی انکے متعلق تھی اور اورنگ زیب کے
زمانہ میں سرکار اودھ دلیر خان کے سپرد ہوئی تھی اور جب اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی
کے چند ماہ بعد صوبہ اودھ کی حکومت دلیر خان کو عنایت کی تو بوجہ اسکے کہ دلیر خان اکثر
مہمات شاہی میں رہا کرتے انکے فرزند جمال خان کو انکے عہدہ کا نائب جانشین
مقرر کیا تھا غرض کہ صوبہ اودھ سے رسل و رسائل کا سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا
جبکہ ہر کہ اب یہ قصبہ شاہ آباد آباد ہے ایک قصبہ انگلی کہرہ کے نام سے بستا تھا اور
اس میں ٹھٹھروں کی قوم آباد تھی ایک قلعہ اور چند گڑھیاں خالی تھیں ٹھٹھروں کی حکومت
بصورت ایک خود مختار ریاست کے تھی ایک ٹکے بعد یہاں کی حکومت برہمنان کے ہاتھ
کے قبضہ میں آئی وہ برہمن اس وقت میں پانڈے کہے جاتے تھے جب انھوں نے پیشہ
بغاوت و راہزنی کا اختیار کا لیا اور خزانہ شاہی جو ملک و دھ دار سلطنت دہلی کو جا رہا
لوٹ لیا تب ان پر عتاب شاہی نازل ہوا دلیر خان اس قوم باغی کے استیصال کیلئے
مقرر ہوئے بعض مستند ذرائع سے معلوم ہوا کہ پیشتر دلیر خان پر گنہ کا ٹھٹھ ضلع شاہجہانپور

مین آئے اور اپنا لشکر والا اور یہاں کے باغیوں کے دریافت حال کے لیے مخبروں کو مقرر کیا مخبروں نے جا کر یہ خبر ہو چائی کہ جملہ باغی متفرق طور پر گڑھیوں وغیرہ میں رہا کرتے ہیں ایک روز ان کے نہان کا ہوگا اور سرور موقع حملہ کر نیکا اچھا ہوگا چنانچہ ایک روز تالاب تہتا پر جو اس قصبہ کے دکن جانب واقع ہے وہ پانڈے ٹھانیکے واسطے جمع ہوئے میلہ لگا ہوا تھا کہ نواب دلیر خان ان کے سر پر ہو چکے اس مقام پر بعض راوی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ نہان کے زمانہ کے قریب دلیر خان نے کانٹھ سے کوچ کر کے یہاں سپہ سالاروں کے لشکر کا پڑاؤ والا تھا اور قصبہ پالی میں قیام کیا تھا جاسوسوں کے خبر دینے سے وہ یہاں آگئے اور انکی گڑھیوں پر جنگ ڈھیر حملہ کثیرہ کے قریب پائے جاتے ہیں چڑھائی کر دی اور تالاب رشتے کا محاصرہ کر کے لڑائی چھیڑ دی گڑھیان چھین لیں اور میلہ پر سبکو پسا کر کے بہت تلوار کے گھاٹ اتار دیے اور بہت اسیر کر لیے مشہور ہو کہ بارہ ہزار جہاز راج دلیر خان کے ساتھ تھی اس میں سے بارہ سو پٹھان بھی قتل ہوئے اور شیخ پانڈے اور دیگر ہنود مفرور ہوئے بعد فتحیابی کے اس مہم کے صلہ میں بیشکاہ سلطانی سے یہ علاقہ مع قصبہ انگلی و میس پور کے جسمین مواضعات آباد و کچھ غیر آباد تھے دلیر خان کو عطا ہوئے۔ آبادی شاہ آباد کے متعلق تاریخ اقبال اودہ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب لکھنوی ترجمہ گزیر سرکاری میں یہ مرقوم ہے۔

ٹھٹھور کا ٹکٹنا اور ان کے بعد چھتر نوکا حال اور انکی ترقی دلیر خان کی کامیاب لڑائیاں اور بعد ازاں شاہ آباد اور تعلقہ باسطنکر کا تقرر۔ تاریخی واقعات جسے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھٹھور کی آبادی انگلی کھیرہ میں تھی جسکی جگہ پر بالفعل شاہ آباد واقع ہے۔

ان ٹھٹھور و پٹنہ فوج مسطرح کی گئی کہ چند پانڈے بردار برہمن جو کاشی سے ہر دور جاتے تھے

بیان پھرے اور ٹھہرونگو کو زخیال کر کے واپسی کی وقت تک نکال دیا مگر ان پانڈے بر وارونکا
 حال نہیں معلوم کئے سروا کا نام انگد تھا۔ پانڈے بر وار انگئی کھیرہ اور اسکے قرب جوار
 پر اور تک نیب کے زمانہ تک قابض رہے۔ ایک خراب ساعت میں ان لوگوں نے سرکاری
 خزانہ جو کہ خیر آباد سے دہلی جاتا تھا لوٹ لیا سلطان نے غصہ میں کر دلیر خان افغان کو انکی
 سرکوبی کیلئے بھیجا شاہجہانپور پہونچ کر تنہا دلیر خان انگئی کھیرہ کی طرف چلے تاکہ دشمنوں کی قوت
 دریافت ہو راستہ میں انکو پیاس معلوم ہوئی ایک ٹھہیا سے انھوں نے پانی مانگا دو ٹھہروں
 کے انعام نے اس عورت کی زبان کو کھول دیا اور دلیر خان نے اس سے تمام حالات پائید
 بر وارونکے دریافت کیے معلوم ہوا کہ ایک دن سب لوگ تین تینا تالاب پر نہانے کے لیے
 جمع ہوتے ہیں یہ سنکر دلیر خان شاہجہانپور واپس گئے اور وہاں ایک ٹی فوج جمع کر کے
 انگئی کھیرہ پر چڑھائی کر دی اور ہر ہمنو کو کھیر لیا اور قتل و قمع کر دیا اس چالاک و بہادری
 کے صلہ میں ان ہر ہمنو کی کل ریاست انکو جاگیر میں مرحمت ہوئی اور نواب دلیر خان ہاید
 پنجرہ زری کا منصب خطاب ملا انکی اولاد اس معافی پر نواب سعادت علی خان کے زمانہ
 تک قابض رہی یہی سلسلہ میں دلیر خان نے انگئی کھیرہ کے مقام پر شاہ آباد بسایا
 اور اس شہر کو اپنے رشتہ دار افغانوں و سواروں سے بھر دیا۔ اور انکو قرب جوار کی معافیاں عطا
 وسط میں بڑی ڈیوڑھی کی عمارت بنوائی باون محلے انکے ساتھ تھے نام سے مشہور ہیں
 کپتان گارون نیک صاحب موضع دریا پور کے بابت اپنے فیصلہ میں لکھتے ہیں کہ انی باون
 رہن باجیل و فریبا وریا بزر و شیرانی ریاست حاصل کی اور پچاس یا ساٹھ ہر سکا حصہ گزارا
 کہ اسپر مالک ہے بعد ازاں انکو زوال آیا اور تعلقہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اکثر موقع پر
 قدیم زمینداروں نے چند حصہ اپنے مول لیے اور اوسپر قابض ہو گئے۔

بموجب تحریر تین تھیلے صاحب کے شاہ آباد کی بنیاد نے جو راجپوتوں کا بھانجا تھا ڈالی تھی اگر
ایسا ہے تو یہ قصبہ بہت قدیم ہے کیونکہ امجد رسول سورس پشیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
گزرے اور اورنگ زیب کے زمانہ میں نواب لیر خان نے اسکو بنوایا اور آباد کیا تھا۔
اسکے بعد اچکھ دیلیر خان نے ایک شہر موسومہ بہ شاہ آباد اپنی یادگار و سکونت اولاد
کے لیے بسانا چاہا چونکہ اسکے قریب شاہچانپور ایک بھائی کی طرف سے شاہجہان کے عہد میں
پندرہ برس پہلے آباد ہو چکا تھا اور وہ ان کے اصلی نام جلال خان کی نسبت سے ایک
محکمہ جلالنگر اور خطابانی نام دیلیر خان کی مناسبت سے دیلیر گنج آباد بھی ہو چکا تھا اس لیے اس
خیال میں انکی اور ترقی ہوئی اور اپنے نام و نشان کے لیے ایک علیحدہ شہر بسانا منظور ہوا تاکہ
تھاؤ نکا ایک ٹکڑا ہندوستان میں آباد ہو کر انکی قوم کی جمعیت و قوت زیادہ ہو۔ اور آدھی
ملنے سے ہمیشہ کے لیے حکومت حاصل ہو اور ہزار ہا بچان جو انکے ہمراہ فوجیں بصورت
چھاوئی کے جا بجا قیام رکھا کرتے تھے انکی خانہ آبادی بھی ہو جائے اور آئندہ نسل چلے
ان مصلحتوں سے اپنے شاہ کی نسبت سے شاہ آباد نام رکھا اور شہر بسانا شروع کیا سب سے پہلے
موضع دیلیر پور عرف نعمت پور میں قلعہ یعنی بڑی ڈیوڑھی کی بنیاد ڈالی اور باضابطہ اجازت
حاصل کرنے اور بنا بر وطن انعام لہتھا آدھی ملنے کی غرض سے ایک عہد شہت عالمگیر شاہ
کے حضور میں گذرانی چنانچہ حسبِ خواست بادشاہ موصوف نے بنا بر وطن آدھی ملنے کے
انعام لہتھا کا فرمان عطا فرمایا جس میں چھبیس لاکھ دام کی جاگیر بھٹیہ تنخواہ اور چھ لاکھ دام بنا
وطن انعام لہتھا غرض کہ چھبیس لاکھ دام کی جاگیر عنایت فرمائی اور اس فرمان کی تحریر کا
زمانہ ماہ مبارک رمضان سنہ لغایہ ۱۰۸۰ مطابق ماہ اردی بہشت ۱۰۸۰
ہو سینتیس موضع مع قصبہ لنگی کے جو متعلق شاہ آباد ہیں فرمان میں لکھا ہے

نام بنام پشت فرمان پر تحریر ہے القصہ یہ فرمان حاصل کیا گیا اور شاہ آباد کی آبادی کی قیصر
توجہ کی گئی جامع مسجد بڑی ڈیوڑھی مقبرہ کی بنیاد دلیر خان نے اپنے ہاتھ سے ڈالی اور عمارت
بنوانا شروع کی تعمیر کا سلسلہ پھر ہوا تھا کہ دلیر خان حسب الطلب بنگالہ وغیرہ کی مہم پر چلے گئے
اور انکے بڑے بیٹے نواب کمال الدین خان نے یہ عمارت تکمیل کو پہنچائیں چھ لاکھ ان ہزار
عمارات کا پونے تین لاکھ روپیہ جو فی زمانہ اس مضبوطی و خوبصورتی کیساتھ دس لاکھ روپیہ میں
بھی نہیں بن سکتے کیونکہ اس مالکینی شخصی حکومت پر چیز کی ارزانی کم مزدوری ہوتی تھی کہ ان
میسر شکتی ہو عمارت کی تفصیل انشا اللہ کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کیا گیا اب ہی
یہ بات کہ نواب دلیر خان نے شاہ آباد کباب و کس سنہ میں فتح اور آباد کیا ہو سکے بھی تاریخی فرمان
اور تحریری دلائل موجود ہیں بعد فتح اجمیر کے دلیر خان دار السلطنت دہلی آئے اور وہاں جلوس
ثانی میں خلعت انعام وغیرہ پانچے بعد انکو اجازت جاگیر جانیکی مرحمت ہوئی یہ نامہ ۱۰۸۰ھ
کا تھا انھیں ایام میں دلیر خان اپنی جاگیر پر آئے اور شاہ آباد فتح کیا بہر کیف ۱۰۸۰ھ سنہ ۱۰۸۰ھ
تک دلیر خان نے شاہ آباد فتح کر لیا کیونکہ یہی زمانہ انکے قیام کا اپنی جاگیر میں پایا جاتا ہے
اسکے بعد حسب احکم دلیر خان جنگ بنگالہ پر چلے گئے اور پھر وہاں سے اسام وغیرہ جا کر دوسری
مہمات سر کی ہیں ورنہ سال اتکوان مہمات میں مصروفیت رہی اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ نواب صاحب بنگالہ جانیکی پیشتر شاہ آباد فتح کر چکے تھے اور اسکا نام بھی شاہ آباد قرار دیا
چکے تھے کیونکہ فتح بنگالہ کے بعد دلیر خان کا جاگیر پر آنا کیسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ بنگالہ
سے کوچ ہمار فتح کرتے ہوئے اسام چلے گئے تھے اور وہاں سے ۱۰۸۰ھ میں جاگیر پر آئے ہیں
فرمان بادشاہی جو ۱۰۸۰ھ میں تحریر ہوا ہو اس میں شاہ آباد کا نام تحریر ہوا اور اگر یہ کہا
جائے کہ فتح اسام اور سلج میں آئے بعد نواب صاحب شاہ آباد فتح کیا اور اسے

بسیا تو اس سے بیشتر شہج میں قبل از موجودگی شاہ آباد کیسے فتح ہوا اور فرمان میں اسکا وجود کیونکر پایا جاتا ہے بہر کیف یہ امر لازمی ہے کہ سلسلہ شاہ آباد کی بنیاد پڑ گئی تھی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بنا بر آباد کرنے شاہ آباد کے بادشاہ سے دلیر خان نے زبانی بھی عرض کیا اور اسکے بعد کسی ہم پر جانیکے بعد تحریری درخواست دی ہو اور باضابطہ فرمان شاہی تحت ہو ہو ہو جب دلیر خان ہم بنگالہ و آسام وغیرہ میں مصروف ہوں تو انکی عدم موجودگی میں انکے لایق فرزند نواب کمال الدین خان آبادی شاہ آباد میں مشغول ہوں سکے بعد جب دلیر خان ہمتیہ یہاں تشریف لائے ہوں تو پھر انھوں نے آبادی میں زیادہ ترقی دی ہو۔

سچ میں دلیر خان کن گئے ہیں دسٹہ میں ہاں سیوا جی کی ہم سر کر کے دسٹہ میں جا پورا قلعہ فتح کیا ہے۔ واجب عرض سرکاری میں جو زمانہ آبادی کا سلسلہ اور سلسلہ لکھا گیا ہے وہ اسوجہ سے ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ بعد فتحیابی اور حصول فرمان کے سولہ برس تک شاہ آباد کی آبادی کیونکر معرض التوائ میں ال دیجاتی بلکہ خود فرمان سے شاہ آباد کی اصلیت ظاہر ہوتی ہے غالباً بندوبست سرکاری میں باشندگان شاہ آباد نے بالتحقیق جو جیساں بائی روایت کہ آبادی شاہ آباد کے چھ سات برس کے بعد بانی شہر یعنی نواب دلیر خان نے انتقال فرمایا ہے لہذا سلسلہ لکھا یا کیونکہ سلسلہ میں نواب دلیر خان نے عدالت فرمائی ہے راقم نے تواریخ اور فرامین شاہی اور دیگر اسناد کے ہر پہلو پر غور کیا جو گزشتہ سلسلہ میں شاہ آباد کی آبادی کسی طرح ثابت نہیں ہوتی خاکسار کے پاس نواب دلیر خان کے دستخطی اسناد موجود ہیں انھوں نے چودہری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا پاس بیگاہنہ معافی میں مرحمت کی ہے اور اسکی سند سلسلہ میں تحریر کی ہے اگر ہیکل آبادی موجود نہ ہوتی تو قبل سلسلہ کے سلسلہ میں ہند کیسے دیجاتی اسکے بعد سلسلہ میں

کچھ ارضی دلیر خان نے اپنے چوہدار فیروز والہ بخش کو عنایت کی ہے اسکی سند میں گرد و نواح کے مکانات کے حدود بھی درج ہیں اگر یہ خیال کیا جائے کہ قبل از فتح لکھنؤ اور آبادی شاہ آباد کے یہ اسناد و اراضیات بطور خود تقسیم کر دیے تھے تو حدود اور مکانات نام بنام کیونکر معرض تحریر میں آسکتے اسکے علاوہ سنہ ۱۸۷۰ء میں دوسرا پروانہ دلیر خان نے شیخ محمد مدد نصیر قادری کے صاحبزادگان شیخ محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منور صاحبان کے نام جبکہ مکانات محلہ محلہ بڈیا میں ہیں اور یہ اپنے باپ کے جانشین ہوئے ہیں تحریر کیا ہے جب شیخ مدد نصیر کا انتقال ہو گیا تو انہی جاگیر موضع جوگی پور و کنھرو پور انکے صاحبزادوں کو دی ہو اگر قبل از سنہ ۱۸۷۰ء کے شاہ آباد کی آبادی نہ ہوتی اور شیخ مدد نصیر صاحب یہاں آباد نہ ہوتے تو از روئے سند سابق جو دلیر خان کی طرف سے شیخ محمد مدد نصیر صاحب کے نام تھی دوسری سند منجانب دلیر خان صاحبزادہ نام کیونکر تحریر کی جاتی اور وہ دیہات کس طرح دیے جاتے غرض کہ ان لائل سے سنہ ۱۸۷۰ء سے پیشتر شاہ آباد کا آباد ہونا پورے طور سے ثابت ہو سکتا ہو اور اسناد مذکورہ بالا مستند ہیں اور انپر دلیر خانی مہر جو ایک شعر میں بطور جمع کے ہو پڑی ہوئی ہو اور وہ شعر یہ ہے

جلال دشت زرو ز ازل جو صدق ضمیر

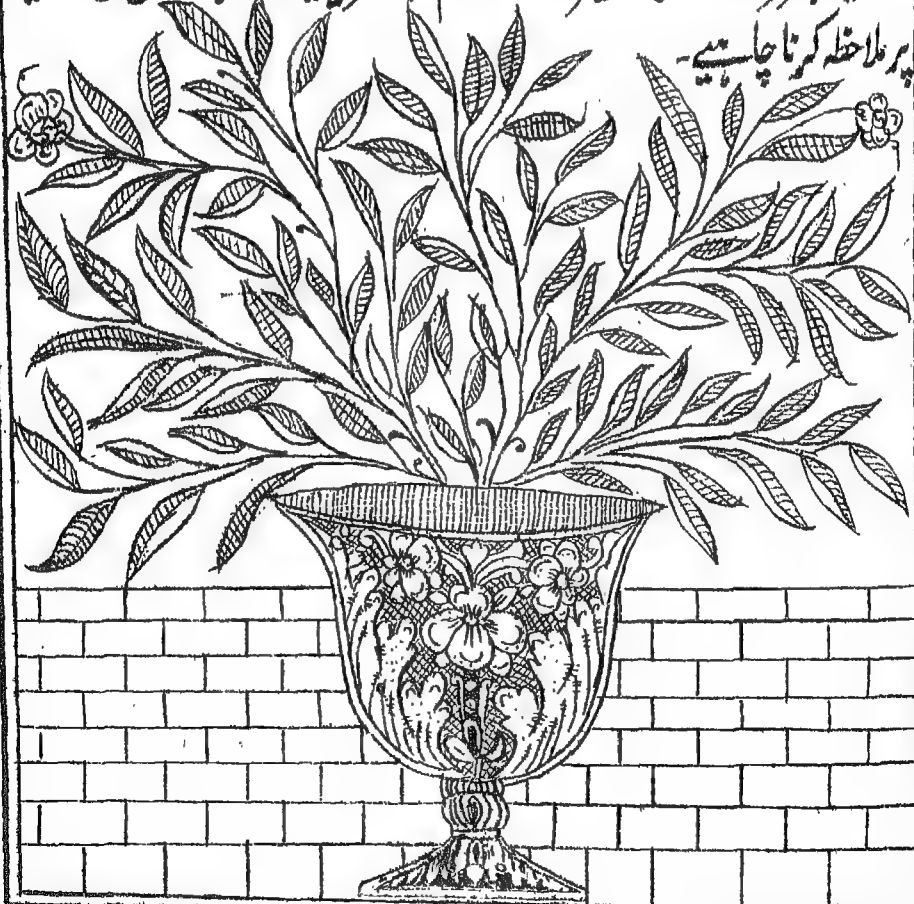
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالم گیر

اس مہر کے بعد اسناد دہ پروانوں کی پشت پر دفتر کے کار پر دازوں کی تصدیق وغیرہ بھی تحریر ہے جبکہ کثرت آبادی کے قصبہ لکھنؤ کے حدود باشندگان شاہ آباد کے مکانات و باغات تجاوز کر گئے تب محمد طاہر عامل شہزادہ نے محصول طلب کیا سپر کمال الدین خان نے بارگاہ شاہی میں عدم فراحمیت اور اضافہ دیہات کی عرضداشت گدوانی چنانچہ بموجب استدعا کے جو مواضعات کے میران افتادہ تھے علاوہ ان دیہات جو دلیر خان کو پیشتر عطا

ہو چکے تھے دوسری بار کمال الدین خان کو رحمت ہوئے اور اسکا فرمان ۷۱ اجادی الٹا
 ۹۶۷ھ کو جناب بادشاہ عالمگیر تحریر ہوا جسکی نقل تذکرہ کمال الدین خان میں بحسنہ و
 ہے اسکے بعد آبادی شاہ آباد کی توسیع و ترقی ہوتی رہی اور شاہ آباد کے یہ حدود قرار پائے
 پچھم و اوتر کی طرف موضع اودھ پور و بل پچاس ہزار احد پور و باغ لکھ پیر موسومہ بہ بڑا باغ
 حد درکن موضع سرے کمال الدین خان جسجگہ کہ سرے پختہ ویران آجتک پائی جاتی ہے
 غرضکہ یہ طول و عرض قائم کیا گیا اور باون محلے مندرجہ ذیل آباد کیے گئے اور اب قبلہ اس قصبہ
 شاہ آباد کا زر و پے پائیش انگریزی کے نو ہزار سات سو پچاس سبکہ جہیز پختہ ہو جوہ ویرانی
 او ضلع تھونیکہ یہ شہر قصبہ ہی رہا مگر ملک و وہ میں سب بڑا یہ ہی قصبہ ہو آبادی غیر مسلسل
 ہونیکہ یہ وجہ واقع ہوئی کہ بطور لشکر کے جا بجا فاصلہ پر محلے بسائے گئے تھے عہد شاہی کہ
 زمانہ عام ہتھیار بند ہی اور سپاہ گری و زور آزمائی کا تھا روزمرہ جنگ و جدال برپا رہا کرتی
 تھی اسلیے شہر سپاہ شجاع اور جری افغانوں کے محلوں کی آبادی سے بنائی گئی اور وسط شہر
 میں بیلے قلعہ منہدم کے بڑی ڈیورھی قائم کی گئی اور اندرون قصبہ کے علما و حکماء و فقرا
 کا قصبہ برہمن و ودیکر پشیہ و رعایا کو آباد کیا گیا اور بازار و نکو بسایا گیا اور محلوں کے نام جو قوم
 کہ اوہیں آباد کی گئی تھی نامزد کیے گئے مثلاً امند سلیمانی۔ باقر زئی۔ غلزی کہ ہر ایک
 قبیلہ کی قوم سے جو پھان جس قوم کا جسجگہ کہ آباد ہوا تھا وہ محلہ اسکے نام سے منسوب
 کیا گیا اور چکات باون کے مشہور ہونیکہ وجہ یہ ہے کہ قصبہ ہذا کی آبادی کی وقت جو فسر و
 رفیق تہرہ و لیر خان کے باغیوں کے تدارک میں کام آئے انکے ورثا کو ازراہ قدر وانی پٹا
 ویران ارضی و جنگ آبادی کے لیے علی قدر مراتب تقسیم کیے گئے اور جو دوسرے
 اشخاص بذات خاص اہل استحقاق سے تھے انکے نام بھی محلہ داری کے پر وانی

Handwritten text in Persian script, likely a historical document or manuscript. The text is arranged in horizontal lines across the page, with some lines appearing to be part of a larger section or heading. The script is dense and characteristic of 18th or 19th-century Persian calligraphy.

منجانب نواب لیر خان و نواب کمال الدین خان مرحمت ہوئے یہ قبائل تعداد میں
 باون تھے اراضیات کے زمین و بیع کا اختیار بھی اصلی مالکوں کے ورثا کو تسلماً بعد
 آجتک حاصل ہے کمال الدین خان کے فرزند نواب سردار خان نے خود شاہ آباد میں
 ان لوگوں کی حقین خریدی تھیں چنانچہ چار سیکہ زمین محلہ اللہ پور میں متعلقہ حویلی اختیار خان
 کے انکی دختر سماء گرامی بی بی اور انکی پوتی تاج بی بی بنت دولت خان سے مبلغ
 پچاس روپیہ کو محمد معقول اپنے وکیل کے ذریعہ سے مولیٰ اور اسکا بیعنامہ غرہ صفر
 ۱۲۳۷ھ کو تحریر ہوا تھا جسپر قاضی شہر اور دیگر شرفا کی مہر ثبت ہیں۔
 اب یہاں فرمان شاہی جو لیر خان کے نام ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ نقل سکی صفحہ آئندہ
 پر ملاحظہ کرنا چاہیے۔



نقل فرمان بادشاه عالمگیر بنام نواب لیرخان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



محرم الحرام ۱۰۵۸
 و در وقت ازین پیل در محرم
 بود بهر شادمانی
 قمران نظر دایا لیرخان

چون بعضی شرف تقدیر علی کیه شجاعت و شجاعت شجاعت
 جلادت و بسالت آثار سزاوارم نمایان لایق عنایت

والاحسان لیرخان التماس ارد که بر جمع پایی من اعمال سرکار خیر آباد متعلق
بصوبه داده که مبلغ بشت و شش لک دام بجا گیر خان مشارالیه نخواه است
شش لک دام اضافه شود که اصل و اضافه جمله سی و دو لک دام باشد
و مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام لهما از مواضع پشته شاه آباد عرف
تکلی و غیره من اعمال پرگنه مرقوم بجبت وطن به بند مرحمت شود و
حکم جهانمطاع و اجبا لا تباع شرف صدور یافت که دیوانیان عظام
مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنه مزبور اضافه نموده موازی سی و هفت موضع
پشته مسطوره و غیره را از ابتداء فصل ربیع پارس میل در وجه نفاس
خان مومی الیه بجبت وطن بطریق لهما سوا می طلب من حسب اضمین مقرر
دائمه تتمه بشت و شش لک دام بجا گیر خان مشارالیه اعتبار نمایند
می یابید که فرزندان کامگار بختیار و امراے ذی شوکت نامدار و وزیر
صائب لے کفایت شعار و خوانین رفیع القدر عالیقدر و ناظران
علیخاقانی و مباشران اشغال دیوانی و جاگیرداران و کوریا جان حال
و استقبال در استمرار و استقرار این حکم والا کوشیده
مواضع مذبوره را تبصرت خان مشارالیه ظمرا بعد ظهرو نسلا بعد نسل و بطناً

بعرضین او باز گذارند و در هیچ وقت زمان تغییر و تبدیل بقواعد و ضوابط آن راه
ندهند و از تجمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع اقامت شمرند
و درین باب هر ساله حکم و سند مجدد تظلمند سبیل چو دهر یانی قانونگویان و
رعایا و مزارعان آن مواضع آنکه دیهات مسطورہ را انعام آنها مقرر
دانسته مالوچی و حقوق دیوانی را موافق بحق و حساب بخان موی لیس
جواب گوید از انجلی خیزی قاصر و منکسر نگردانند و از اصلاح و صوابدید حسابی
آنها بیرون نروند و از فرموده تخلف و انحراف نورزند بتایخ بستم ذی حجب
سینه پنج از جلوس والا نوشته شد.

جانب پشت زمان

شرح یادداشت واقعه تاریخ روز شنبه سوم شهر رمضان المبارک ششم جلوس مقدس
مطابق ششمه موافق اردی بهشت ماه الهی بر ساله نواب سی القابی رحدہ خلافت
ابہت نور حقیقہ سلطنت دولت فروغ دودمان عز و اقبال چرخ خاندان جاہ جلال والا گہ
بلند مکان فیج القدر منبع الشان ستودہ خصال نجمہ شیم و بعرفت وزارت پناہ کفایت
و تنگاہ شایستہ اضافات و مراحم تقدمات سزاوار صنوف عواطف قلمطفاہ ابہ کباب کئی
نوبت واقعه نویسی کہترین بندگان در گاہ خلافت پناہ محمد علی حسینی قلمی میگردد کہ چون درینو
بعرض اشرف اقدس علی رسید کہ امارت پناہ دلیر خان از در گاہ فضل و کرم اتماس دارد

که در جمع برگشته پالی من اعمال سرکار خیر آباد متعلق بصوبه او ده مبلغ بشتش لک دهم
 بجایگیر خان مشارالیه تنخواه است شش دهم اضافه شود که جمله اصل و اضافه سی و دو لک
 دهم باشد مبلغ شش لک دهم مذکور بطریق انعام التمغا از مواضع ته شاه آباد عرف انکی
 و غیره از مواضع برگشته مذکور بموجب مسطور فی الزیل بحجت وطن مرحمت شود و اندک
 جهان مطاع عالم مطیع صادر شد که مبلغ شش لک دهم بر جمع برگشته مذکور اضافه نموده
 مواضع ته شاه آباد و غیره دیات مذکور را من تبدیل به بیع پارس سل با انعام خان
 موسی الیه بحجت وطن برسم التمغا سولے طلب منصب عطا فرمودیم تتمه بشتش
 لک دهم را بجایگیر خان مشارالیه حساب نمایند و مطابق فهرست جات قلمی شد
 شرح تخط وزارت پناه کفایت دستگاه راجه رکھاب کھی بر ساله نواب قدسی
 القاب ستوده تحصال نجمه شیم و معرفت کترین بندگان درگاه دخل و قعه نمایند

شرح حاشیه بخط واقعه نویس مطابق واقع است شرح بخط
 وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اضافت مرآت تفقدات
 سزاوار صنوف عواطف و تلطفات راجه رکھاب کھی بعضی مکرر
 نمایند.

شرح بخط سیادت پناه رفعت و معالی درگاه اشرف خان آنکه
 نهم شهر رمضان شنبه جلوس مبارک مکرر بعضی تقدس نمایند
 شرح بخط وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اضافت مرآت
 و تفقدات سزاوار صنوف عواطف و تلطفات راجه رکھاب کھی
 فرمان عالیشان قلمی نمایند.

نقل بدست صاحب الامر
 سید محمد اکرم صاحب
 تاریخ ۱۲۸۵

نقل بدست مستقر
 سید محمد اکرم صاحب
 تاریخ ۱۲۸۵

موضع
اصل داخل
جمع دایه حسب الحکم

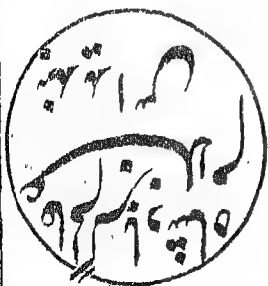
بواقع مطابق باشد
داخل و زناچه و اهدا اب و آب دیگر
بتاریخ ۱۲ شهر محرم ۱۲۸۵ هجری

لک
چھ دام

نقل
بتاریخ ۱۲ شهر محرم ۱۲۸۵ هجری
نقل بدین منشی الملکی

از تہ شاہ آباد عرف انگلی
موضع
اصل داخل
جمع دایه

نقل
بتاریخ ۱۲ شهر محرم ۱۲۸۵ هجری
نقل بدین منشی الملکی
بمقتضی



فی التاریخ ۱۲ شهر محرم ۱۲۸۵ هجری

[illegible]

اب یہاں پر کچھ قدیم آبادی کی حالت بھی جسپر شاہ آباد بسایا گیا ہے بیان کر دینا
 مناسب معلوم ہوتا ہے اس قصبہ انگلی کی آبادی کے متعلق ہمیں کوئی تاریخ ہندی
 نہیں ملی مگر چارے ایک محقق دوست نے جو قوم کے ہندو ہیں ایک سنسکرت کی پوچھی
 سے ترجمہ کر کے کچھ حالات لکھائے ہیں جو نذر خاطرین کیے جاتے ہیں انکی روایت میں
 ہے کہ انگلی میں ایک گدہ تھا راجہ انگل نے یہ بستی اپنے نام سے بسائی تھی راجہ انگل
 ہمارا راجہ راجندر کے سپہ سالار تھے ہمارا راجہ راجندر سورج بھٹی خاندان سے تھے
 جو ہندوستان کے مشہور فرمانروا گذرے ہیں انکے والد راجہ دسر تھے جنکا پایہ
 ابودھیا تھا جب ہمارا راجہ موصوف نے جنوبی ہندی یعنی ملک کن کی راجدھانی کو جو
 اسوقت میں جزیرہ لنکا اور ایار دو میں سنگلدیب اور انگریزی میں سلون کہتے
 ہیں فتح کرنا چاہا اور اپنے باپ کے حکم سے وہاں چڑھائی کی تو اسوقت راجہ انگل
 نے چوپا پور ضلع ناسک واقع سنٹرل انڈیا کے باشندہ تھے بڑی بہادری دکھائی
 اور بڑی بڑی لڑائیاں جیت کر ہمارا راجہ راجندر کے دل میں بہت گنجائش اور محبت
 پیدا کر لی جب وہاں سے وہ کامیاب ہو کر اپنی راجدھانی ابودھیا کو واپس
 آئے تو ہمارا راجہ راجندر نے اپنے پایہ تخت کے چھیم کی جانب تختیاں کو س کے فاصلہ پر
 راجہ انگل کو جاگیر عنایت کی اور انھوں نے یہاں اگر اس مقام پر ایک بستی
 بسائی جسکا نام اپنے نام سے منسوب کر کے انگل گدھ یا انگلی رکھا اور اس میں
 پانچ کنوئیں جنکے نام - گنگوٹ - سمتھ رکھا - سو بھدرہ - کوشوٹک - پوہرت
 اور نو تیر تھے جنکے نام - تریدا - گروٹھ - برہمہ ورت - مہنکا - باراہ - ساگر
 درائے برت - تھینٹھ - برنگداگا - قائم کیے یہ مقام نکھار سے ۲۸ کوس

کچھ کم کی طرف واقع ہے اور بموجب اس کے عقیدہ کے سکیم دیو کا تعلق نزدیک سے ہے اور جالتی دیوی کا تعلق گرو تھ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بعض راجہ انگد کو مہاراجہ راجندر کی اولاد میں بھی بتلاتے ہیں و انشد علم بالصواب۔

شاہ آباد کے محلوں کے نام جو تعداد میں ۵۲ تھے

سید خیل	اندپور	ہن زی	شیخوپور
ملکا پور	جنگلیان	خلیل	نئی بستی
ولی بین	محلہ شمشیر خان	عنلزی	احاطہ حکیم عبد السبحان
میران کی بستی	محلہ جعفر خان عرت موخاگن	نیکو زی	بازید خیل
مولانگ محلہ حاجی حیات خان	مہمند	سلیمانی	گدھی کلان
گدھی بغیا	بازید خیل مہش خان	باقر زی	تاچپورہ
سید خیل ثانی محلہ علی شیر خان	محلہ سورون	دلاور پور	اختیار پور
عنایت پور	یونس خیل	بنی بی زی	کھیرہ عظمت خان
گلیمانی	ماہی باغ	محلہ بھصیا	ٹیڑھانیب
کوٹ غرو میان	بازید خیل نعمت خان	گنجی خانزاد	ابن زی کھتہ والا
نعلبندان	سید واڑہ	بازید خیل ثانی محمود والا	مکھو اویران
ہرو اویران	ٹلیا اویران	کھتہ	بھوڑیا
بارا پور ویران	محلہ امیل خان	کوٹ باچیل	محلہ سنہر خان

نواب دلیر خان کے ہمراہی اور محلہ داہ

دیوان عظمت خان۔ انھیں کے نام سے محلہ باقر زئی عرف ہوا اولہ آباد ہوا ہے
یہ باقر زئی قوم کے پٹھان تھے اس لیے ان کا یہ محلہ باقر زئی مشہور ہوا یہ فتح مین
نامور افسر تھے اور ان کا حضور رس ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو سند کہ نواب
دلیر خان نے انکو محلہ وغیرہ کی عنایت کی تھی انھوں نے اس اراضی کا فرمان
بھی بادشاہ سے حاصل کر لیا تھا ان کا مقبرہ مابین دلاور پور و باقر زئی کے اب تک
شاندار بنا ہوا ہے انکے والد کا نام آدم خان تھا جو نیکنام خان کے نامور فرزند
انکے ایک بیٹے اجمیری خان تھے جو شاہ آباد میں عابد اور یا خدا انسان گذرے
ہیں بعض کاغذات کتبہ میں انکا نام خاثرزادہ کے لقب سے لکھا ہوا ہے بعض کاغذوں
میں عظمت خان کے نام کے پیشتر اجلال پناہ وغیرہ باوقعت الفاظ لکھے ہوئے
راقم کی نظر سے گذرے ہیں سلسلہ میں خان موصوف نے ایک موضع زناہ
دارون سے خرید کیا تھا جس سے انکا متول ہی زمانہ سے پایا جاتا ہے

نقل فرمان شاہی منسلک ہے

نقل فرمان مالگیر بادشاہ بنام دیوان عظمت اللہ خان باقر زئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم



چون بعض مقدس رسید که بموجب سند
 دلیر خان موازی یکصد و بیست بیگه زمین از پیرگنه پالی
 سرکار خیر آباد مضامین بصوبه آورده از آنجمله بیست بیگه بخت باغ در سواد قصب
 شاه آباد و باقی در وجه مدد معاش عظمت الله مقرر است و مشار الیه
 اراضی مذکوره را قابض و متصرف التماس فرمان والا شان دارد
 حکم جهان مطاع عالم مطیع صادر شد که موازی مذکور از محل تدریم
 بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجه مدد معاش و باغ و حسب اضمین
 مقرر باشد که حاصلات آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت
 خود نموده بدعای بقای دولت ابد طراز اشتغال میداشته باشد و بیایید
 که حکام و عمال و جاگیرداران و کوریان حال و استقبال این حکم والا
 را استمر دانسته اراضی مسطوره را بتصرف او باز گذارند و عمل او
 مطلقاً تغییر و تبدیل بدان راه ندهند و بعلت مالوجات و اخراجات مثل
 قتلغ و پیشکش و جریبانه و ضابطانه و محصلانه و مهرانه و دار و عکانه و بیکار و شکال
 و دونهی مقدمی و صدوقی و قانوقی و ضبط هر ساله و تکرار زراعت و کل تکالیف
 دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و در نیایب هر ساله سند مجدد
 نه طلبند و اگر در محله دیگر چیزی داشته باشد آنرا اعتبار نکنند تا کید و اند

بتاریخ بیست و دوم شهر رمضان المبارک
 سنه بیست و پنجم از جلوس والا تحریر یافت

عبارت بجانب پشت پروانه

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز دوشنبہ ہفتہ ہم شہر سلج والاموافیق ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۲ شہر ماہ الی بر سالہ سعادت و نجابت پناہ شجاعت و شہامت و ستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الی صدر رفیع القدر قلیچ خان و نوبت واقعہ نویسی کترین بستگان درگاہ خلاق پناہ نور الدین محمد قلی میگرد کہ بعرض مقدس مکمل رسید کہ بموجب سند لیر خان موازی یکصد و بیست بیگہ زمین از پیر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودھ از انجملہ بیست بیگہ بختہ یاغ در سوا و حصہ شاہ آباد و باقی در وجہ مدو معاش عظمت اللہ مقرر است و مشار الیہ اراضی مذکورہ را قابض و متصرف التماس فرمان والا شان دارد حکم بہا منطلق عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذکور از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدو معاش و یاغ او مرحمت فرمودیم اگر در محل دیگر چیزے داشته باشد آنرا اعتبار نکنند۔ واقعہ بتاریخ شہر جاوی الاولی ۱۲۸۵ھ مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد۔ شرح بخط سیادت و نجابت پناہ شجاعت و شہامت و ستگاہ صدر رفیع القدر قلیچ خان آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط موتمن الدولۃ العلیۃ معتمد السلطنۃ الیہ عمدہ و ذرا سے رفیع الشان زبہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک مال ناہج مناج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان حمہ الملک مدار المہام آنکہ بعرض مکرر رسانند۔

شرح بخط خانه زاد لایق العنایه والاحسان قابل المرحمه والامتنان لطف الله خان
آنکه دوازدهم شهر شعبان ۱۲۳۰ جلوس مینت مانوس مکرر بعرض مقدس رسید
شرح بخط خان شجاعت نشان جده الملك مدار المہام آنکه فرمان عالیشان قلمی بنمای
ماعسوسه زمین از محققیم

بایق مطایق داخل روزنامه شعبان ۱۲۳۰
شهر ذی الحجه ۱۲۳۰ جلوس

۱۵ شهر محرم الحرام ۱۲۳۰ داخل سیاه به حضور
بنایخ ۱۴ ذیقعدہ ۱۲۳۰ نقل بدفتر استفسار
الهی نقل بدفتر صاحب الوجوه شد ابوالفتح
بنایخ ۱۵ شهر شوال ۱۲۳۰ و از موافق ۱۲۳۰ مطایق ۱۳



محرر ۱۳۰۰ هجری قمری بمقام
مستتر ۱۳۰۰ هجری قمری بمقام

دیوان پایہ خان یہ محلہ مہمند کے بانی و مورث اعلیٰ اور نہایت پاکباز و شجاع انسان
محلہ مہمند میں مسجد بھی دیوان موصوف کی بنوائی ہوئی ہے جو آج تک آباد ہے اس سے
انکی ہیک نیتی و پاک کمائی کا پتہ چلتا ہے اسی مسجد کے ملحق پورب جانب انکا مزار ہے
افسوس کہ انکا کوئی کاغذ دستیاب نہیں ہوا۔

دیوان رحیم داد خان یہ محلہ سلیمانی کے مورث اعلیٰ اور نہایت دیندار و جباری
بزرگ تھے چونکہ قوم کے سلیمان خیل پٹھان تھے بدینہ وجہ سلیمانی انکا محلہ مشہور ہوا انکی اولاد
کا شجرہ تذکرہ حافظ غلام علی خان میں تحریر کیا گیا ہے راقم کے یہ بزرگ تھے۔

دیوان دلاور خان یہ محلہ دلاور پور کے بانی اور وضع داری و بہادری اور دیگر
خوبیوں میں ممتاز تھے انکی اولاد نے محکم دولت لے کے خاندان کو غسلِ صحت کے موقع پر
اکثر چک و بلغ دیے ہیں جنکے کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں میں جنسے انکا حساب
ثروت ہوتا ثابت ہے آپکی اولاد میں بادل خان تھے جنکے فرزند ان ارشا و علی خان کہ علی خان
نگاہ علی خان فضل حسین خان ہوئے ہیں باعتبار دنیاوی امور کے یہ گھر خوشحال یا تو قیر
ہو چند سال ہوئے کہ اسخاندان کے ایک ممبر اسناد علی خان صاحب نے جو آنریری مجسٹریٹ
تھے انتقال کیا وہ خلیق و متعل انسان تھے دلاور خانی سلسلہ میں امتیاز علی خان بھی شریفان
وضع اور آن بان کے تھے۔

دیوان عنایت خان دیوان رحیم داد خان سلیمانی تذکرہ بالا کے داماد تھے اور
بعض کاغذات سے ایک دوسرے شخص بھی پائے جلتے ہیں اور محلہ کے بانی اور
سرگروہ ثابت ہوتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی دوسرے پٹھان انکے ہم نام ہوں۔
حاجی حیات خان یہ محلہ مولا گنج کے تھے ایک حیات خان ہ بھی تھے جو

زبردست خان کے خطاب سے مشہور تھے اور جو دلیر خان کے چچا زاد بھائی تھے جنکے کارنامے اکثر ہنگالہ و دکن وغیرہ کی مہمات میں منقول ہیں مگر یہ امر تحقیق نہ ہو سکا کہ وہی حاجی حیات خان تھے۔

دیوان سنجر خان و مشیر خان یہ حضرات بھی اپنے محلہ کے بانی ہیں انھوں نے اپنا محلہ غلڑی سے قریب آباد کیا تھا قوم کے ان کی اولاد یہاں سے قصبہ ملیج آباد میں جا کر سکونت پذیر ہوئی چونکہ صوبہ اودہ کی نظامت مسیواڑہ و ملیج آباد و سندیلہ وغیرہ کے پرگنات دلیر خان کے متعلق تھے اور بعض اوقات وہ ملیج آباد میں بھی رہا کیے اسلئے بعض مہقوم پٹھان شاہ آباد سے جا کر ملیج آباد میں آباد ہوئے شمشیر خان کے فرزند فتح خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان مولف تاریخ محزن اخبار ہیں عہد شاہی میں بہقام ملیج آباد رہے ہیں اور سنجر خان کی اولاد میں بہرہ مند خان وغیرہ بھی ملیج آباد میں رہے ہیں جنکے فرزند احمد خان نے ایک کتاب اپنے بزرگ سنجر خان عبدنی کے حالات میں لکھی ہے محمد خان و سرمست خان بھی شاہ آباد سے جا کر ملیج آباد میں سکونت پذیر ہوئے ہیں ان حضرات کی اولاد محلہ بختیارنگر وغیرہ میں گذری اور اب تک امداد علیخان و عبدالحیخان وغیرہ اسی نسل سے باقی ہیں۔

القصہ شاہ آباد کے اکثر محلہ جات نیکو زی۔ خلیل۔ سیخیل۔ بازید خیل۔ غلڑی۔ اپنے بانیوں کے قوم سے منسوب ہیں اور بعض محلے دوسری خصوصیت کی وجہ سے اور کسی نام سے بھی موسوم ہوئے۔

یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ اکثر اراضی محلوں کی آبادی کیلئے بارہ بیگہ بختہ الہی گٹر سے محلہ اورونکو دیگی تھی مگر بعض اسناد میں چالیس بیگہ بھی دیکھنے میں آئی دلیر خان نے

ہو سیدین آبادی کے لیے اہل استحقاق کو دی ہیں زمین سے بعض ہر اس پر درج کیجاتی ہیں
ولیر خان نے اپنی حیات میں اپنے بیٹوں کو بھی مواضع و مکانات تقسیم کیے تھے
اور انکو بھی جداگانہ اسناد عطا کیے تھے منجملہ ان کے قلمو خان کو موضع او دھر نور دیا تھا
جسکی پہلی سند ولیر خان کے ہاتھ کی راقم کے پاس موجود ہے نقل اسکی مندرجہ ذیل ہے

نقل سند نواب لیر خان بنام پیر محمد خان

متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ پالی از تہ شاہ آباد
سرکار خیر آیا دصوبہ او دہ بد انسد۔
موضع خانپور خاص از تہ شاہ آباد از جملہ دیہات لقمع
علمہ پر گنہ مرقوم در وجہ انعام بر خوردار اقبال آثار قلمو خان من
ابتداءً فی فضلہ رفیع قوی نیل شہنشاہ یکزار و ہشتاد و ہفت فصلی حسب الفصن
مرحمت گشتہ باید کہ از موضع مسطور تعلق و تصرف کسان بر خوردار و اگر اندک کہ چلا
آئرا مشصرف بودہ در از و یاد آبادانی و تکمیل زراعت و عمارت چہد بلینج یکار بر بندہ
در نیاب قدغن دانند۔ فی التایخ نوزدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۲۰۶
جانب پشت

ملاحظہ نمایند

ضمن نویسی

۲۴ رمضان ۱۲۰۶
یک موضع اصل
بتایخ ۲۴ رمضان ۱۲۰۶
بجانب خان نادہ



شرح ضمن دروجہ انعام خان اودہ فتح معمر خان از موضع خانیور تہ شاہ آباد از جملہ دیہات
اہم مقامات پر گتہ پالی من ابتدا فی فضلہ رفیع قوی سل شہادت مرحمت شد قلمی شد۔

۱۔ رمضان المبارک شہادت	۲۔ فیض دیوانہ	۳۔ خواجہ پیندا	۴۔ سبب الام از ابتدا فی فضلہ رفیع	۵۔ قوی سل شہادت قلمی شد	۶۔ شہادت	۷۔ امرت کہ دروجہ انعام	۸۔ تخواہ دہستان ابتدا فی فضلہ رفیع
------------------------	---------------	----------------	-----------------------------------	-------------------------	----------	------------------------	------------------------------------

شرح و تظہ و اذیت چاہ
ایک موضع محل
۱۔ رمضان المبارک شہادت

اس کے بعد ایک باغ خواہل خانہ نواب دلیر خان کا تھا اور وہ سندھ میں داخل
ہونے سے رہ گیا تھا دلیر خان کے عاملوں نے اس سے مزاحمت کی فتممور خان
نے اپنے والد بزرگوار سے اس باغ کے لیے عرض کیا اسکی سند بھی دلیر خان نے
عطا کی جسکی نقل بحسبہ تحریر کیجاتی ہے۔

ایضاً

متصدیان مہات حال و استقبال تہ شاہ آباد محال
وطن بدست

مہر
جلال اشد نور و نائل صدق غیسر
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

کہ موضع خانیور عرف اودہ ہرنپور دروجہ انعام بر خور دار اقبال منہ فتممور خان من
ابتدا فی فضلہ رفیع شہادت کیلئے از ہشتاد و ہفت فیضی مرحمت گشتہ بود و در نیو لاکسان

شرح ضمن حاصل گذر راه موضع خانیور عرف او دهر نپور و باغ حضرت ولی نعمت حیوانه
محال وطن که در وجه انعام بر خور دار اقبال مند فخر محمود خان من ابتدا ۸۵۰
مقرر گشته بود و عامل محال مرقوم جهت حاصل مذکور مزاحم شده بنا بر آن حاصل گذر راه
و باغ مسطور من ابتدا ۸۵۰ فصلی فخر بی بی ییل ۸۵۰ مر حمت گشته و از حصول ۸۵۰
مزاحم نشوند و تعلق و تصرف بر خور دار اقبال مند و اگر اندر ضمن قلی شد

۱۰۰
 تیر رمضان المبارک
 دفر دیوان رسید
 شریعت و تخت وزارت پناه
 خواجہ کاشی رام دیوان مکہ
 حسب الامر و جیب پڑائی
 اسلام محمد شریعت و تشکیلات
 سنا غلام قمری شد
 شکر الہ بود الی غفلت
 در داشتند و تشکیلات
 شهبان الی غفلت
 در فرستادند و تشکیلات
 اقدام بدینو

سلا محمد بن و غنی شریف مولانا

عزت او دهر بخور
بلغ مغفوره مرحومه حضرت علی
نعمت که در موضع مسطور است

ایک پانچ بیگہ پختہ اراضی کی دلیر خان نے اپنے چوہدار و نکو جنگا نام فیروز والہ بخش تھا بنا بر تعمیر مکانات محلہ کھیرہ میں عنایت کی یہ اصل سند بھی آج تک موجود ہے۔

مہر نواب متصدیان مہات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بداند
دلیر خان موازی پنج بیگہ زمین پختہ برے آبادی از قصبہ شاہ آباد مذکور بہ فیروز
والہ بخش چوہداران مرحمت نمودہ شد باید کہ زمین مذکور متصل حویلی ہزارے پیوودہ ہند
کہ نامبردہا محلہ خود را علیحدہ آباد کردہ بخاطر جمع آباد باشند و از رعایا لے ہر امون حویلی انھا
جمع یکے مزاحم نشود و در نیاب تاکید حسب السطو ریل آند تحریر فی التایخ غرہ ستر
تھہ نہ یک ہزار و ہشتاد ہفت ہجری

سیطرح ایک سند دلیر خان نے اپنے چوہداری میگو کو جو بازار کا منتظم تھا پچاس بیگہ
ارضی کی دی ہے جسکی نقل بھی درج ذیل ہے۔

مہر نواب متصدیان تھا حال استقبال پر گنہ پالی بعنایت امیدوار بودہ بداند
دلیر خان موازی پنجاہ بیگہ بگڑا الی زمین بنجر افتادہ خارج جمیع لایق زراعت
در وجہ انعام میگو چوہداری بازار شاہ آباد من ابتدائے فصل کھیت لوی سبب
مقرر گردید باید کہ اراضی مذکور بجائے کہ مناسب دانند پیوودہ و چک بستہ و ہند کہ
مزدور و ساختہ حاصلات آنرا متصرف شدہ در سربراہ خدمت مذکور بہ دیانت انت
و حسن سلوک بار عایا و سکنتہ قصبہ مسطور کہ باعث مزید آبادانی ست سرگرم و ساعی شاہ

زیادہ مبالغہ رفت۔ تحریر تاریخ شہر صفحہ ختم اللہ وسیلہ الطفرستہ
غرضکہ اسطرح بیسیون سنین معافیات کی دلیر خان نے تحریر کی ہیں ان سب کا
فراہم کرنا اور لکھنا موجب طوالت ہے صد یا بیگہ اراضی دلیر خان صاحب نے

اچنانچہ دو موضع مسلم موسومہ بہ موضع جوگی پور و کنہر پور حضرت شیخ محمد مدظلہ العالی کا درجہ
کو جاگیر میں دیے تھے جنکی سند علیحدہ تذکرہ حضرت شیخ مدظلہ صاحب صوف میں درج ہے
دلیر خان کی عدم موجودگی اور بعد انتقال کے انکے بڑے صاحبزادہ کمال الدین خان
جو قائم مقام اپنے باپ کے ہوئے انھوں نے اہل استحقاق کو تقسیم اراضیات کی سکینا
دی ہیں جو انکے تذکرہ میں انشاء اللہ درج ہوتی۔

بعض ہمراہی افتخار جو نواب دلیر خان کے ساتھ معرکہ بنین شہید ہوئے ہیں انکی لاشیں
بھی دلیر خان نے انکے ورثاء کے پاس دفن ہونکی غرض سے صلی وطن شاہ آباد میں
بھجوائی ہیں چنانچہ اسماعیل خان امینہ زی جو ملک دکن میں شہید ہوئے تھے انکا تابوت
دلیر خان نے دکن سے شاہ آباد بھیجا تھا اور وہاں سے لا کر بیان دفن کیے گئے تھے
اسماعیل خان کے فرزند ملک سول خان ایک مشہور پٹھان گذرے ہیں جنکے بیٹے
شہاب الدین خان اور پوتے زبردست خان تھے جنسے دولہ کے سرست خان
اور بخش اللہ خان پیدا ہوئے تھے جب یہ دونوں بھائی دکن جا کر مفقود و خیر ہو گئے
اور انکی ملکیت اور محلہ پر اے موہن لال اور ہیر لال کا یہ تھوں نے نواب
اعزاز خان کی طرف سے ایک جعلی سند بنا کر جھگڑا کیا ہے تو اسوقت انکی سیوہ کی طرف
سے صورتحال لکھی گئی تھی اور باشندگان شاہ آباد نے اس پر مہرین اور گواہ بیان
کثرت سے تحریر کی تھیں اس صورتحال میں یہ سب مفصل قصہ لکھا ہوا ہے جو فارسی
عبادت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

نواب دلیر خان کا مختلف مقامات پر عمارتیں تعمیر کرانا

نواب دلیر خان نے عہد صوبہ داری اور سپہ سالاری میں جبکہ قیام کیا وہاں کچھ چھپنے نام و نشان کا یادگار ضرور چھوڑا انکی عادت میں داخل تھا جہاں انکے لشکر کی چھاوتی پڑتی یا کسی صوبہ کی حکومت انکے متعلق ہوتی تو وہاں آبادی اور مکان غیرہ بنوانیکی ضرور کوشش کرتے فی نفسہ انہیں بعض صفات لاجواب تھے مثلاً جبکہ انکے فوج سے کچھ لوگ کام آتے تو وہ خیال کر کے مسلمانوں کی نعشیں دفن کر دیتے اور ہنود کی لاشیں جلوادیتے اور کوئی زیر دست کسی کمزور پرانکے روبرو ظلم نہ کرنے پاتا۔

نواب دلیر خان جب شاہجہان کے عہد میں دہلی میں قیام فرما تھے تو ایک جوہلی اور بلخ شاہجہان یا دشاہ نے دلیر خان کو شاہانہ نوازش سے مرحمت کیا تھا اور نو سو بیکہ خام ارضی حسبِ درخواست بادشاہ کے حضور سے مکانات بنانے کیواسطے معاف ہوئی تھی اسکے علاوہ اسکے متصل بکشت ارضی وہانکے زمینداروں و مالکوں سے انھوں نے خرید کی تھی بعض حقیقت کا بیغنامہ انکے نام اب تک موجود ہو بیغنامہ موضع نرولہ کا ناظرین کے ملاحظہ کیلیے رقم نے حاشیہ پوچ کر لیا ہے

نقل بیغنامہ موضع نرولہ زو غریب دلیر خان
اشد اکبر ظل سبحانی صاحبقران ثانی

عرض زمین نوشتہ آئیکہ جن میں از موضع نرولہ مال پرکنہ جوہلی شاہجہان آباد کردہ گان حضرت قلد قدرت سلیمان
منزلت جمشید شوکت سکندر مرتبت حضرت بہ اقبال پناہ دلیر خان پختہ بارغ جوہلی مرحمت
فرمود تدر منکہ ناموسہ ولد و پند و واحد ولد جادون و مانا ولد گوپی و پختہ ولد کنس و آسا ولد نہان ساکھان لدر و را
مالکان موضع مذکور ایم۔ اراضی بست بیگہ زمین پختہ از موضع مذکور کہ در ہشو تکر می امان ہست بیغنامہ یکصد و بست و یکصد و
روپیہ نصیب شمسیت و نیم روپیہ میشود برضا و رغبت خود چاہدست خان مشارالہ فی فروختیم و ہائے آذراد قرض آئیکہ نوشتہ خود

دلیسر خان نے دہلی میں جمیری دروازہ کی طرف قریب جلیسننگ پورہ کے جو
مقام رسد کا تھا اپنے سکونت کے مکانات بنوائے تھے اور عایا
آباد کر کے اسکا نام دلیسر پورہ رکھا تھا سلطنت تیموریہ کے زوال تک قریب چار باغ

تعمیر ہوئے مابقی اور دیر اگر ثانی الحال وارث اراضی مذکور ظاہر شود یا دعویٰ خود پیش نماید عند الشرع دروغ و نامسموع بود
این چند کلمہ بطریق سند نوشته و ادیم کہ ثانی الحال صحت بوده باشد حد و بدین تفصیل

شہر دہلی در گاہ کند واسع ہری قانگوئے شاہجہان آباد
از چار دیواری خاص شاہجہان آباد چارہاوسی صدیکہ اراضی خام در دہلی بنا بر تہیت
مکان خود بہادر خان منہ صدیکہ خام اراضی دلیسر خان از حضور بادشاہ دین پناہ درخواست نموده و حضرت
خلافت مرتب بموجب درخواست ہر دو ہزار ایکڑ زمین صدوسی ہیکہ اراضی خام معاف فرمودند و اراضی کثیر از مالکان زمیندار
انجا از خرید نموده چنانچہ بہادر خان در دہلی قریب بہادر گنج و جلیسننگ پورہ بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پناہ تعمیر
مکانات خود و آبادی رعایا کردہ موسوم بہ بہادر پورہ شہرت دادہ بہ ہمین دستور جلال خان مخاطب بہ
دلیسر خان صد ہیکہ اراضی از خرید نموده قریب بچے سنگ پورہ کہ مقام رسد دیوار ہیرون است مکانات سکونت
خود و آبادی رعایا تعمیر ساختہ موسوم بہ دلیسر پورہ گردانیدہ تا این دم در دہلی قریب چار باغ ذاب قمر الدین خان
ذیر غلیم بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پناہ شاہجہان آباد دلیسر پورہ آشتہ تہار دار دو اکثرے در ان برف سازان
سکونت میدارند و در اکثر جا صویجات ذاب بہادر خان و ذاب دلیسر خان مکانات عمارات عالی و قصبات
و مساجد و مقابر و مراکے مسافران و چاہ ہلے و پلہلے بنا کردہ آہناست و در سرکار کالجی و سرکار قنوج
مجلس و دیوانخانہ و جلہ خانہ و باغات و بسیار چاہ ہا و مراکے نزول مسافران و در گاہ حاجی شریف زندنی
و مقبرہ ہلے حضرت بالا پیر و حضرت جدی و چند مکانات بدو گاہ بہ بیع الدین المشہور بہ حضرت شاہ مدارہ و موضع
لکن پور بنا کردہ آہناست و در الہ آباد و حویلی سکنی محلہ بنا شدہ است و در سرکار لکھنؤ و در ہلے کہ متی عمارات عالی
لکھکان آن لراب شجاع الد و لہ بیخ محلہ تعمیر نمودہ آن حویلی ذاب دلیسر خان است۔

دست آنگو
لکھنؤ
شاہجہان آباد

نواب قمر الدین خان وزیر عظم کے وہ مکانات آبادی باقی تھی اور سہین بت زہرا کرتے تھے اکثر صوبیات میں دلیر خان اور بہادر خان دونوں بھائیوں نے مساجد سر کچا ہات پل بنوائے سرکار کالپی و قنوج کی جاگیر جہانکے متعلق تھی اور وہاں یہ قیام فرماتے تو وہاں بھی انھوں نے مجلس دیوان خانے جلو خانے و باغات و سرانہولے اور درگاہ حاجی زندنی و مقبرہ حضرت شیخ کبیر بالا پیر و حضرت شیخ محمد مدد صاحب تعمیر کرائے مقبرہ بالا پیر پر نواب بہادر خان کے نام کا کتبہ آج تک لگا ہوا ہے جو آئینہ اسی سلسلیہ بیان میں تحریر ہے اور مکن پور میں شاہ بدیع الدین صاحب عرف شاہ مدار کے درگاہ کے قریب مدرسہ اور حجرہ دلیر خان نے بنوایا ہے جسکا ذکر خود تاج مکن پور میں بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری نے جمعیت خانہ تعمیر کرایا ہے اسکے نام کا کتبہ بھی چسپان ہے مگر مدت دراز ہو جانے سے خراب ہو گیا پڑھا نہیں جاتا۔ جمعیت خانہ کے دائیں بائیں دو حجرہ ہیں ایک حجرہ سلخ خانہ کے نام سے اور دوسرا توشہ خانہ کے نام سے موسوم ہے جمعیت خانہ میں صاحبزادگان درگاہ کی نشست ہوتی ہے اور عہد زندگی میں اس جگہ حضرت قطب المدا بھی رونق مند ہوتے تھے اور اسوجہ سے اس مقام کو شرف حاصل ہے غسل و نصب فقرائے مدار یہ کا بھی یہی مقام پر ہوتا ہے اور صاحبزادگان درگاہ یعنی اولاد ہر سہ خواجگان یعنی جواوڑا آپکے برادر کی ہے انکی جانشینی کا فخر حاصل ہونا اس جگہ سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ عبارت بنا بر ثبوت درج ذیل ہے (جمعیت خانہ) بعد جنت آشیانی شاہجہان پشاہ نور اللہ مرقدہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری تعمیر کتنا یہ کتبہ بر طاق مہر ایش چسپانیدہ است در خواندن نیاید در (جمعیت خانہ) دو حجرہ است

یکے موسوم بہ (سلخ خانہ) ودگیرے بہ (توشہ خانہ) ود جمعیت خانہ نشست گاہ صاحبزادگان شد نیز حضرت قطب المدار قدس سرہ دین حیات خویش زینجا تشریف آرائی می فرمودند لہذا باین اعتبار باین مقام شرفی دار و عزل و نصب بر گروہ قہرے خاندان عالیہ مدار یہ ازینجا میشود و از زمرہ صاحبزادگان یعنی اولاد ہر سہ خواجگان کہ در اولاد برادر آنحضرت وجانشینان مے قدس سرہ اند بہ استعداد قابلیت علمی و عملی و اتباع طریقت چنانکہ معمول است داشتہ باشد و برابر آن سجادہ راہ وہند۔

صفحہ (۱۵۶) تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے حضرت بدیع الدین مضاف سید امیر حسین صاحب ہمدانی مطبوعہ مطبع عزیز می و قع کانپور۔

اور سرکار الہ آباد میں جب تک قیام تھا تو وہاں ایک حویلی سکونت کے لیے تعمیر کرا لی تھی اور جب صوبہ اودھ کی قظامت دلیر خان کے متعلق تھی اور دلیر خان کا قیام سرکار لکھنؤ میں تھا تو دریلے گوشتی پر انھوں نے نہایت شاندار مکان بنوایا تھا اسکے پچاس ساٹھ برس کے بعد نواب شجاع الدولہ نے وہاں پر پنج محلہ تعمیر کرا یا پچاس ساٹھ برس پیشتر وہ مکان وجگہ انھیں کی حکومت میں تھی اسکے عرصہ کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں صوبہ اودھ سلاطین اودھ کے قبضہ میں آیا اسے پہلے کمال الدین خان بھی اودھ کے ناظم رہے اور لکھنؤ کی اراضیات وغیرہ کے بہنلے و بیعنامے نواب کمال الدین خان کے نام اب تک موجود تھے قبل زمانہ آصف الدولہ کے لکھنؤ کوئی بڑا شہر نہ تھا ایک معمولی قصبہ تھا جس میں شاہان ہلی کی طرف سے صوبہ دار رہا کرتے تھے سب سے پہلے نواب سعادت خان برہان الملک جو مورث اعلیٰ سلاطین اودھ کے بہن صوبہ دار ہو کر وہلی سے اودھ کی طرف آئے ہیں۔

ملیج آباد میں عرصہ تک انکی چھاؤنی رہی وہاں انھوں نے ایک سرائے اور چند مکانات بنوائے تھے دلیر خان کے ایک بیٹے کا مقبرہ ملیج آباد میں نالہ بیٹا پر واقع ہے قصبہ سندیلہ کے پرگنہ میں موضع دلیر نگر عرف موضع کندولی بھی دلیر خان کا آباد کیا ہوا ہے ملک دکن میں بھی ایک چھوٹا سا قصبہ دلیر خان نے آباد کیا تھا اور اس طرح انکے کٹرے و گنچ و صطبل اور پل و کنوین و مسافر خانے جو زمانہ صوبہ دہلی میں اورنگ آباد و برہانپور وغیرہ میں بنوائے تھے لوگوں نے دیکھے ہیں اسی طرح لاہور میں حویلیاں و کٹرہ بنوایا اور اکبر آباد میں بھی مکانات و باغات تعمیر کرائے اور دریائے گنگا کے کنارہ میان دو آب کے ایک قصبہ پوٹھہ اسکے اندر انکے والد دریا خان نے ایک قلعہ تیار کرایا تھا اور اس قصبہ کے دو تین کوس کے فاصلہ پر بہادر گڑھ آباد بہادر خان نے آباد کیا تھا اور ملتان میں اکثر مکانات و مزار حضرت بھاء الحق ذکر کیا اور حضرت شمس تبریز کی تعمیر بھی نواب بہادر خان کے متعلق تاریخ اخبار محبت میں مرقوم ہے اور ملک اسام و ولایت خٹک میں بمقام ستر پور بہت سے مکانات دلیر خان نے بنوائے تھے جو چھاؤنی دلیر خان کے نام سے مشہور تھی اور مائثر عالمگیری میں ہے کہ

سلاہ و در ملیج آباد و مکانات و مقبرہ پیرش و سرائے تعمیر اوست و قصبہ خرد و حوالی و کن ہم آباد ساختہ و دیگر عمارات و سرائے ہا و دو بولی و چاہ ہا و کٹرہ جات و گنجات و صطبل ہا و در اورنگ آباد و حیدر آباد و برہانپور وغیرہ و عسکریہ و داری خود نواب دلیر خان تعمیر نموده و آباد ساختہ و در لاہور نیز حویلیات و کٹرہ و در بخارا بسیار مکانات است و در اکبر آباد حویلیات و باغشاہ کٹرہ تعمیر کردہ و در میان دو آب برب گنگ قصبہ پوٹھہ است و در ان قلعہ تعمیر دریا خان و در کردہ از قصبہ مذکور بہت مغرب بہادر گڑھ آباد کردہ نواب بہادر خان است و در ملتان اکثر مکانات و در گاہ از سر نو حضرت بہادر الحق ذکر کیا و حضرت شمس تبریز قدس اللہ سرہ تعمیر کردہ نواب بہادر خان است و در ملک اسام و ولایت خٹک بمقام ستر پور بسیار مکانات تعمیر کردہ و در خان ست کہ بچھاؤنی دلیر خان شہزادہ دار و صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۵ اخبار محبت

۱۰۰۰ سیم دی اکو قلعہ احمد نگر ساختہ دلیر خان مضرب خیام نصرت احتشام گردید صفحہ ۲۳۵ سیمہ جلیوس مائثر عالمگیری

انجمن کمرین قلعہ خام و لیر خان نے بنوایا تھا جس میں خود عالمگیر شاہ نے دکن جاتے وقت قیام کیا تھا۔

ہم نے خیال سے کہ کوئی صاحب مبالغہ نہ سمجھیں تاریخ اخبار محبت کی عبارت بہت عجیبہ ہے پر تحریر کر دی ہے اس قدر جا بجا عمارت تعمیر کرانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہو سکتی جس صوبہ کے گورنر اور جس فوج کے سپہ سالار ہونگے وہاں مکانات اور چھاؤنی کی ضرورت پیش آتی ہوگی صاحب فوج اور دولت تھے جس جگہ قیام کیا وہاں کچھ کچھ بنوایا ہوگا

تو اب لیر خان کا کھڑہ تو نہ رہا وہی کھڑہ کو فتح کر کے اپنے بھائی تو اب بہادر خان کی طرف سے شاہ جہان پور آیا و کرنا

یہ تو محل طور پر پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ شاہ جہان بادشاہ کے عہد میں قنوج و کالپی کی جاگیرانہ دونوں بھائیوں کو دی گئی تھی اور یہ ہر دو برابر وہاں قیام رکھتے تھے اور وہاں انھوں نے عالیشان عمارتیں بنوائی تھیں چنانچہ قنوج میں درگاہ شیخ کبیر بالاپیر صاحب پر یہ عبارت کندہ ہے کتبہ (درخانہ اول) این گنبد عالی

لے درہنگام آبادی دار اختلاف شاہ جہان آباد کہ سرکار کالپی و قنوج بہادر خان بجاگیر خود ہامیداشت و در قنوج بہادر خان و لیر خان طرح عمارات عالی و درگاہ حضرت بالاپیر قدس اللہ سرہ و سراسے نزول مسافران تعمیر ساختہ و چالے سکونت متعلقان خود ہامقرر کردہ بودند و نہ سبچ لک روپیہ معہ دیگر اسباب بسیار از وہلی بہ قنوج روانہ فرستادہ بودہ از اختلاف راہ گذریش براہ پرگنہ کانٹ کو لہ اقتادہ قریب پرگنہ مذکور مردمان ہنود قوم جوت باپھل و کورمسلہ راہ ہلے آنجا بر سر اسباب مذکور ہجوم آوردہ تمام اسباب اتاخ و تاراج و غارت کردہ بودند و در مقابلہ و مقاتلہ اکثر جمعداران و بسیار سپاہیان بکار آمدند چون این خبر بہ بہادر خان رسید بغضب آمدہ خان موصوف بجنوب بادشاہ جم جاہ شاہ جہان معروض ساختہ ان سرزمین را برائے آبادی وطن خود ہادخواست نمودہ از حضور پر نور بادشاہ عالم پناہ چاؤہ موضع کہ ہر یک موضع بمنزلہ محال بود معاف فرمودند و بہادر خان برائے قطع شجر حیات مفسدان

در زمان دولت نواب علی القاب بھادر خان بن یحیی خان
افغان غوریہ خیل داؤد زئی عمارت پذیرفت۔

(در خانہ دوم) این گنبد عالی در سنہ ہزار و پنجاہ و ہفت ہجری
در سلطنت ابولمظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی
شاہ جہان بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ سلطنتہ تعمیر پذیر شد

سرکار قنوج پر انکا تصرف تو ان جلی عرفوں سے ثابت ہو گیا غرضکہ انی آمد و رفت
دہلی و قنوج سے اکثر ہا کرتی تھی ایکیا پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سا سیلاب نواب
بھادر خان نے دہلی سے قنوج کو بھیجا تھا اتفاق سے جن لوگوں کے ہمراہ وہ نہایت و
سامان بھیجا تھا وہ کانٹ ہو کر نکلے جس مقام پر کہ اب شاہ جہان پور آباد ہے وہاں
کثرت سے جنگل خار دار تھا اور تین خود سر لوٹے راجہ آیا دتے اور نھوں نے اپنے
راجپوت وغیرہ غارتگری کو بھیجے چنانچہ ان آدمیوں نے اگر وہ سب سامان و روپیہ

بقیہ صفحہ ما قبل راجہ ہائے آندیاہ مارا المہام ولیر خان برادر خود را مقرر کردہ رخصت فرمود و ولیر خان در انجا سید
قریب کھیرہ نوہر مقابلہ کارزار نمودہ راجہ ہائے باجمیت بشمار پیش آمدہ کارنامہ رستے بطور آوارہ و بعد از خود خورد
بسیار و جانبازی سپاہیان جان شاعر حق سبحانہ تعالیٰ نسیم فتح آن سرزمین بنام ولیر خان و زید و کھیرہ نوہر و کھیرہ
لوی و کھیرہ بخاری کہ اماکن سکنی راجہ ہائے عمدہ بودند و دیگر مکان تواریج آن قبل رسیدند و پنجاہ و دو راجہ ہائے
ذیل نشین نمہ یازدہ ہزار و سہ صد زن و مرد و زیر تیغ سرواہہ بشمار آمدند و یکصد افغان باتور و پشیہ شجاع نشان
خانیض سپاہ شہادت گشتند و دو زخم بیک گولہ قفقگ و پائے و دیگرے تیرہ پاؤں شہباز خان قوت بازو سے ولیر خان
رسیدہ افضل الہی زخم ہائے کارگر نشدہ و چپے نام زمیندار سلطانپور و بھادر آوارہ و ولیر خان لفتح و نصرت و غفل
نیمہ شدہ و حکم پر اسے بریدن جنگل کہ عظیم بودند و پسران قوم راجپوتان باچھل و کور و دیگر قوم ہاکہ گرفتار آمدند

لوٹ لیا اس مقابلہ اور مقابلہ میں اکثر سپاہی و جمہور نواب بہادر خان کے جان سے مار گئے چند آدمی جو جان بچا کر بھاگ گئے تھے اونہوں نے جا کر نواب بہادر خان سے سب حال عرض کیا نواب بہادر خان یہ حال سن کر نہایت غصہ میں آئے اور شاہجہان بادشاہ سے حقیقت بیان کی اور کہا کہ بجائے ان مفسدون کے خود اپنا وطن آباد کر کے اس سرزمین کو آباد کروں بادشاہ نے انکی درخواست منظور فرما کر چودہ موضع کہ ہر ایک موضع ایک محال کے برابر تھا انکے نام معاً فرمائے تب نواب بہادر خان نے اپنے بھائی نواب دلیر خان کو اپنا نائب مقرر کر کے ان مفسدون کے استیصال کے لیے رخصت کیا دلیر خان اس جگہ آئے

بقیہ صفحہ ما قبل محبوبس ساختند و این فتح بسر زمین دیکھ چور بطور پوست و گنج شہیدہ و خلیفہ و قبور اطفالان در وید مذکور کہ از قلعہ دو گروہ بہمت شمال واقعہ است مدفون اند و ہر سال بعد فراغ نماز عیدین بزرگ دیگر اہل فستمانان بنا بر فاتحہ خوانی بزرگان شہد امیر وند و ہر سال دو میلہ عظیم در انجا میثوند القصد دلیخان عقیقہ معہ احوال مفصل نویخت بہ بہادر خان ارسال کردند بہادر خان از خبر یافتن فتح عظیم خوشدل شدہ شادان و فرحان بحضور بادشاہ غازی صاحبقران ثانی نذر مبارکباد فتح مذکور رسانیدہ و از حضور بادشاہ غازی دین پناہ خلعت خاصہ بہ بہادر خان و دلیر خان و شہباز خان عطا فرمودند و نوشتہ بہادر خان معہ خلعت حضور مصوب خواجہ بلند بہ دلیر خان شرف و درود فرمود معزز و مکرم ساخت و در ان مکتوب مرقوم بود کہ بلند خواجہ سرا و انور معمار نردان برادر میرسد لازم کہ طرح عمارات قلعہ و مکانات محلہ کے سکونت قبایل اینجانب و خود بجائیکہ امن باشد مقرر سازند و تجویز آبادی شہر شاہجاں پور بجائے مناسب کردہ و خواجہ سرا کے و معمار مذکورین فہمائیدہ و پسران راجپوتان غیرہ را مشرف باسلام در آورده دان سرزمین را از خار بقیہ مفسدین پاک ساختہ خود متوجہ انیمو بہ شوند دلیر خان بموجب فرمودہ آن تجویز قلعہ بر کھیرہ نو نہر کہ جائے صدر کشین بود بہمت جنوب کہ ہر سہ طرف قلعہ و نہر جاری کیے گزارد و مکھنود نام جاری است تجویز فرمودہ و آبادی شہر از روئے پیش قلعہ بہمت شمال قرار دادہ و بجائیکہ گوش زد بر آوڑہ فتح نصیب دلیر خان شدہ بود بران طبقہ زمین برائے نہادن باغ لک پیڑہ حکم کرد و دیگر باغ نام خود موسوم بہ دلیر باغ مشہور است نہادند و آبادی قصبہ جلالنگر سخی خود آباد ساخت و در انجا شہباز خان بعد فتح قصبہ برپا ساختہ بود بران آبادی شہبازنگر تجویز کردہ و خواجہ بلند را امیر ہتھام مقرر فرمودہ و قرا

اور قریب کھیرہ نوہر کے تین راجہ جو یہاں بستے تھے وہ اپنی جماعت کثیر مقابلہ

کے صفحہ ماقبل عمارات یا نوہر عامہ کی را قرار واقعہ تھیں کہ احدی کسی دقیقہ فرو گذاشت نکلند و طفلان راجہ پتہ را
راجہ پتہ تان قوم با چہل و کو رو دیگر قوم ازل و غیرہ کہ در ہندی مقید بودند شرف دین محمدی در اورہ آہنہا را خطاب
خاص خیلان بخشیدہ نمود متوجہ در گاہ سلطانی شدہ چون دلیر خان بحضور فریدو جہاں رسیدند مور و عنایات سلطانیہ شستہ
تخصت یافتہ در آن زمان کہ بہادر خان متعین ہم بدخشان بودند در آنجا رسیدند چون بہادر خان را دیدند بہر خوشش
بوسیدند و در آغوش محبت کشیدہ عنایات بے پایان فرمودند چونکہ در ولایت پشاور و دیگر اطراف قندھار و بدخشان
و بلخ و ملتان و غیرہ لکھو کھا افغان برادر ہمدوم برادر خان و دلیر خان سکونت داشتہ بودند بعد الفراع جنگ
بدخشان خوانین محمد و حسین سرداران افغانان رئیسان آنجا کہ ملقب ملک مشہور بودند جمع کردہ درخواست
از آہنہ آبادی شاہ جہانپور وطن خود کردند چنانچہ ہزار افغانان ہر یک قوم سہری و غیرہ بنا بر آبادی
شہر شاہ جہانپور تیار شدہ بہادر خان از افغانان قوم خیل خیل علی علیحدہ کردہ در سر خیل مدبر الخلیق
و ہمداری دانستہ بخطاب ملک ممتاز ساختہ شمار فرمودہ پنجاہ دو و خیل بشمار آمدہ از ملک آہنہا فرمودند
از یک خیل علیحدہ علیحدہ در شاہ جہانپور آبا و شود آن محلہ را بنام آن خیل نام زد کند چنان شدہ کہ کسے فغان
خیل خود را گذاشتہ در خیل دیگر آبا و شود و گرد آبادی شہر افغانان و در میان رعایا و پیش و چپ
راست قلعہ خاص خیلان نو مسلم آبا و شوند و باین طور ہر یک افغانیدہ افغانان مذکورین را ہمراہ نیکنام خان
و یوسف خان شہ باز خان برادر خود کردہ بر اسے آبادی شہر شاہ جہان پور رسیدہ بموجب حکم آن آباد
شہر تہ را دادہ نیکنام خان ہم محلہ بنام خود بہمت شمال از قلعہ آباد ساختہ نیکنام پورہ نام نہاد
گویند کہ بعد آبادی شہر شاہ جہان پور و تقیم قلعہ بہادر خان و دلیر خان شریف اورہ شہر و قلعہ
را نظیر غور و ملاحظہ فرمودہ حکم بنا بر آبادی بہادر گنج و دلیر گنج فرمودہ بعض گویند کہ بہمت روز
و بعض گفتہ کہ دوازده روز بہادر خان استقامت داشتہ بار دیگر تہیہ حیات خود تشریف
نہ آورده۔ از اخبار محبت صفحہ (۲۲۹)



کو لے کر قین میں نہایت سخت لڑائی ہوئی بعد ایک بڑے معرکہ کے دلیر خان
 کو فتح حاصل ہوئی یہ تینوں راجہ ہاتھی نشین تھے اور ان کے ماتحت تابع بادن
 زمیندار جو چھوٹے چھوٹے تھے تعلقہ دارو کی حیثیت رکھتے تھے وہ معہ گیارہ ہزار
 تین سو مرد و عورت کے قتل ہوئے اور ایک ہزار ایک سو پٹھان جو نہایت جبری
 تھے وہ سب شہید ہوئے دوزخ میں ایک گولی اور دوسرے تیر کا شہباز خان کے
 بازو پر لگا مگر زخم کارگر نہ ہوا چھبے سنگہ راجہ بھاگ گیا دلیر خان فتح مند ہو کر خیمہ
 میں داخل ہوئے اور جنگل کاٹنے کا حکم دیا اور راجپوت و باہل وغیرہ جو گرفتار
 ہوئے تھے وہ قید کیے گئے اور جو پٹھان کام آئے تھے وہ سب موضع چنور میں
 دفن کیے گئے چنانچہ بعد عید کے انکی فاتحہ خوانی کیغرض سے ہر سال جاہلیکا دستور تھا
 جو رفتہ رفتہ چنور کے میلہ سے موسوم ہو گیا اس فتح کے بعد بفضل حالات کا ایک
 عریضہ دلیر خان نے اپنے بڑے بھائی بہادر خان کو بھیجا بہادر خان
 اس فتح عظیم کو سنکر نہایت خوش ہوئے اور شاہجہان بادشاہ کے حضور میں جا کر
 اس فتح کی مبارکبادی میں نذر دی شاہجہان بادشاہ نے خلعت
 بہادر خان۔ دلیر خان۔ شہباز خان کے لیے مرحمت فرمائی
 بہادر خان نے وہ خلعت اور ایک نوشتہ خواجہ بلند کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا
 بہادر خان نے دلیر خان کو جو مکتوب بھیجا تھا اس میں یہ مرقوم تھا کہ سہمی بلند
 خواجہ سرا اور انور معمار اس برادر کے پاس پہنچتے ہیں لازم ہے کہ قلعہ کی بناؤں
 اس میں مکانات و محاسن بنوائے اور اپنے لیے مناسب جگہ پر تجویز کر کے بنواؤ اور
 کل امور شاہجہانپور کی آبادی کے متعلق خواجہ سرا اور معمار مذکور کو سمجھا دو اور

سپران راجپوت کو دین اسلام سے مشرف کر کے انکو بھی دین آباد کروا سکے بعد
 تم چلے آؤ دلیر خان نے اپنے بھائی کے ارشاد کے بموجب قلعہ کی تعمیر کھیر
 نوہر پر تجویز کی کیونکہ وہ مقام بلندی پر تھا اور اسکے ارد گرد دور یا گرا اور کھنود
 جاری تھے شاہ جہانپور کی آبادی قلعہ کے اوتر دروازہ کی طرف قرار دی اور جس جگہ پر
 دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی تھی وہاں پر لکھ پیر اباغ لگانیکا حکم دیا اور
 دوسرا باغ جسکا نام بعد کو دلیر باغ رکھا گیا تھا نصب کرایا اور ایک بہت بڑا محلہ
 جسکو قصبہ سمجھنا چاہیے اپنے نام کا جلا لنگر آباد کرایا اور جس جگہ پر شہباز خان نے
 بعد فتح کے اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہاں پر شہباز لنگر بسانا تجویز کیا ان سب تجویزوں
 بعد دلیر خان نے خواجہ بلند کو میرا ہتمام مقرر کیا اور کل عمارتوں کے قریب انور
 کو سمجھا دیے کہ کوئی شخص انکے حکم کے خلاف ایک شمشیر بھی اپنی رائے سے
 عمل نہ کرے اور سپران راجپوت اور دیگر قوم جو زیل و اجلاط مقید تھے انکو دین
 اسلام سے مشرف کر کے خاصخیلون کا خطاب عنایت کیا ان سب انتظامات کے
 بعد دلیر خان درگاہ سلطانی کی طرف متوجہ ہوئے جب دلیر خان شاہ جہان
 بادشاہ کے حضور میں پہونچے مور و عنایت شاہی ہوئے اور
 نصرت کیے گئے چونکہ اس زمانہ میں نواب بہادر خان بدخشان کی مہم پر متعین ہوئے
 تھے دلیر خان اپنے بڑے بھائی سے ملنے گئے جب بہادر خان نے دلیر خان
 کو دیکھا انکے سر اور آنکھوں کو پوسہ دیکر فرط محبت لپٹ گئے اور بہت
 مہربانیہ عنایتیں فرمائیں چونکہ ولایت پشاور اور اطراف قندہار و وردہ و بدخشان
 بلخ و ملتان وغیرہ میں لاکھوں افغان انکے ہمعوم اور برادر آباد تھے جب جنگ

بدخشان سے فرصت کر چکے تو ان دونوں بھائیوں نے وہاں کے افغانی سرداروں کو جو
 بلقب خان اور ملک کے مشہور تھے جمع کیا اور اپنے شہر نو آباد شاہجہانپور میں
 چل کر آباد ہونے کی درخواست کی چنانچہ نو ہزار افغان سڑن وغیرہ ہر ایک خیل کے
 شاہجہانپور آئیکے لیے تیار ہوئے چنانچہ وہ جماعت انکے ہمراہ آئی بہادر خان نے
 ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ کیا اور ہر خیل میں جولائق و مدبر تھا اسکا وفسر کر کے ملک کے
 خطاب سے ممتاز کیا کل خیل باون شمار میں آئے اور ان گرد ہونے کے ہر ایک سرگروہ و
 ملک محلہ سے کما کما علیحدہ علیحدہ اپنا خیل شاہجہانپور میں آباد کریں جو خیل کا محلہ جسے آباد
 ہو اس محلہ کو اس خیل کے نام سے نامزد کریں اور ایک خیل دوسرے خیل میں نہ
 آباد ہو اور شہر کے ارد گرد افغانوں کی آبادی اور درمیان میں دیگر دو کاڈرا اور
 رعایا اور قلعہ کے قریب خاص خیل نو مسلم بسائے جائیں وہی طرح ہر بات چٹھا تو نکو
 سمجھا دی اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان اور برادر یوسف خان کے
 ہمراہ شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے روانہ کیا جب ہر دو بیہ خانہ صوف وہ
 جماعت لیکر شاہجہانپور آئے تو حسب قرار داد منشا شہر آباد کیا نیکنام خان نے
 اپنے نام کا ایک محلہ و ترکیطرف نیکنام پورہ آباد کیا۔ روایت ہے کہ بعد آبادی
 شاہجہانپور اور تعمیر قلعہ کے نواب بہادر خان اور نواب دلیر خان
 دونوں صاحب نیشرف لاسے شہر اور قلعہ کو بہتر غور و تحقیق اور
 حکم فرمایا کہ بہادر خاں اور دلیر خاں ہمارے نام کے آباد کیے
 جائیں بعض روایت کرتے ہیں۔ بارہ روز نواب بہادر خان
 نے شاہجہانپور میں قیام کیا اسکے بعد دوسری بار زندگی میں

شاہجہانپور میں تشریف لائے کا اتفاق نہوا۔

یہ کل مضمون تاریخ اخبار محبت کا ہے جو ایک ایرانی مستند کتاب اسی خاندان کے نواب محبت خان نے لکھی ہے ہم بمقابلہ اسکے کسی زبانی روایت یا کسی اور رسالہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

حافظ اسماعیل صاحب مراد آبادی وکیل شاہجہانپور نے جو کچھ تہذیب کاغذ میں لکھا ہے کہ جب سرسید احمد خان ۱۸۹۷ء میں شاہجہانپور تشریف لائے ہیں شاہجہانپور کی تاریخ پر لکھا تھا اس میں تحریر کیا ہے کہ نواب بہادر خان نے خود اگر باغی راجا دن کو قتل و اسیر کیا ہے اور پھر اپنی جاگیر پر پھونچ کر بادشاہ کی خدمت میں باغیوں کی گوشمالی اور محال وطن پانے کی درخواست بھیجی ہے چنانچہ بموجب عرضداشت شاہجہانپور آباد کرنے کی اجازت شاہجہان نے مرحمت فرمائی اسی عرصہ میں ہم بدخشان جانیکا حکم انکے نام صادر ہوا اور بہادر خان نے اپنے بھائی دلیر خان کو شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے اس طرف روانہ کیا اور بدخشان کی واپسی میں توح کابل و پشاور وغیرہ سے پٹھانوں اور کھتر یوں کو ساتھ لیا جب سرحد ہندوستان پر پہنچے تو خود دہلی گئے اور اس جماعت کو اپنے چچا نیک نام خان کے ہمراہ اپنے بھائی جلال خان عرف دلیر خان کے پاس شاہجہانپور بھیجا اور دلیر خان نے اپنے انتظام سے شاہجہانپور آباد کیا چونکہ بہادر خان نے کچھ کلمات گستاخانہ شاہزادہ اور ننگ زیب کو کہے تھے اس لیے شاہجہان نے انہی جاگیر ضبط کر لی اور انکے بھائی جلال خان عرف دلیر خان کو وہ جاگیر مرحمت فرمائی چنانچہ حسب احکم شاہی دلیر خان شاہجہانپور سے قنوج وکالپی کی جاگیر پر گئے اس بیان اور اخبار محبت سے کسی قدر اختلاف

راقم کو نواب بہادر خان کا خود اگر شاہجہانپور فتح کرنا کسی طرح ثابت نہیں ہوا اسی لیے ہمارے ہر فرقہ اختلاف کتاب اخبار محبت اور لکچر کو رد حافظ اسماعیل صاحب کے پاس راقم لیس کر چلا گیا اور ہر دو مضامین دکھلا کر دریافت کیا کہ اپنے اس لکچر میں جو نواب بہادر خان کا اگر شاہجہانپور کے باغی راجاؤں کو قتل کر کے آباد کرنا تحریر کیا ہے آپ نے کسی کتاب یا روایت سے لکھا ہے حافظ صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ روایت زبانی طور پر کسی نواب صاحب سے پہنچی تھی جنکا نام یاد نہیں ہے مگر جو کچھ اس کہنے کتاب اخبار محبت میں تحریر ہے وہ صحیح ہے لہذا حضرات ناظرین اس لکچر کو ملاحظہ کر کے اس بات کا یقین نہ کر لیں کہ راقم نے غلطی سے نواب دیر خان کا باغی راجاؤں کو تاراج و سپا کر کے شاہجہانپور آباد کرنا تحریر کیا ہے بلکہ اصلی واقعہ ہے نواب بہادر خان کو مہات سے ملت ہی نہیں ملی جو آسکے صرف ایک بار اپنے شہر کو دیکھنے آئے ہیں یہ ضرور ہے کہ نواب دیر خان نے اپنے بہائی کی طرف سے اونکی ہدایت کے بموجب شاہجہانپور آباد کیا ہے دفعہ مغالطہ کے لیے اس اختلاف کا ظاہر کر دینا مناسب سمجھا گیا۔

اور ہم بدخشان میں انتظامی بے عنوانی اور حاسدین کی فتنہ پر دازی تو ضرور نواب بہادر خان کے متعلق تاریخوں سے ثابت ہے مگر شاہزادہ اورنگ زیب کو کلمات نازیبا کہنا بجز زبانی روایت کے کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

شاہجہانپور کی آبادی کا زمانہ ۱۷۵۷ء اس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو کلچر کی مسجد پر چسپاں ہے اس سے قبل کا کوئی کاغذ و کتبہ نہیں پایا جاتا تعمیر مسجد کا یہ قلعہ کندہ ہے جسکا مادہ نقر ہے۔

نواب دلیر خان کے مجددیگر مصاحبین کے کمال خان اور دیوان
 بہادر خان بھی مصاحب تھے یہ دونوں افغان محمد خان کے فرزند تھے جو دریائے
 کے ہمراہ موضع گل بیلہ متصل پشاور سے ہندوستان آئے تھے اسی قبیلہ
 میں ایک پٹھان سرمست خان تھے وہ نہایت بہادر و نامی شخص تھے انھوں
 نے نواب دلیر خان اور نواب کمال الدین خان کے ہمراہ خوب خوب بہادری
 کے جوہر دکھائے ہیں ایک بار بادشاہ نے سرمست خان کی بہادری کا حال
 سنا اور انھیں طلب کیا دلیر خان نے اس کے زخمی ہونے اور دربار شاہی
 کے آداب وغیرہ نہ جاننے سے غیر حاضری کا عند پیش کیا اسپر ایک مخبر نے
 اورنگ زیب سے سرمست خان کے زخمی ہونے کا حال کہا اور خود اس کے لیجا بیگا
 بیڑہ اٹھایا اسکے بعد وہ مخبر سرمست خان کے پاس آیا اور ہر خچہ اسے بادشاہ
 عالمگیر کو پاس چلنے کے متعلق اصرار کیا اور شاہی اعزاز و تقرب حاصل ہونے کے
 وعدے کیے مگر وہ بلا اجازت اپنے افسر کے بادشاہی حضور میں نہ گئے اور
 حسب الامر دلیر خان کے فوراً پر گنہ بیج آباد کو چلے آئے اس حکایت سے ایک
 نہایت اچھا نتیجہ نکلتا ہے کہ دلیر خان کا اپنے لشکر و ہمقوم پٹھانوں پر اثر غالب تھا
 کہ وہ دلیر خان کی اطاعت کے روبرو کسی اپنے ذاتی نفع اور شاہی اعزاز کو
 بھی کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اور ان کے اشار و پیر چلتے تھے صفحہ ۳۳ میں ہے کہ
 بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب صاحب موصوف کی والدہ زندہ تھیں
 انھوں نے سرمست خان کو اپنی سرکار میں روزگار دینا چاہا مگر انھوں نے
 دلیر خان کے انتقال کی وجہ سے ملازمت قبول نہ کی اور بختیار نگر واقع بیج آباد

میں خانہ نشینی اختیار کی ایک لاکھ روپیہ فوجدار ہونے کے زمانہ میں پیدا کر لیا تھا جس سے گذر اوقات کرتے رہے سرمست خان کے فرزند شمشیر خان تھے اور کمال خان کے صاحبزادہ سنجر خان تھے۔

یہ بھی اسی کتاب میں ہے کہ ایک بار نواب دلیر خان اپنے بڑے بھائی نواب بہادر خان سے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر معہ چار سو جوانوں کے شاہجہان پور چلے آئے جب شاہجہان بادشاہ نے یہ سنا تو فرمان جلال خان عرف دلیر خان کے نام صادر فرمایا اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کے رسالہ میں انکو منصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا اور خطاب دلیر خانی اور صوبہ اودہ کی نظامت سربلند کیا مخزن اخبار میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک کتاب ملیح آباد میں احمد خان لد بہرہ نے اپنے آبا و اجداد عبدالنبی خان و سنجر خان کے متعلق جو نواب دلیر خان کے ہمراہی ٹھکان تھے لکھی ہے اور اوس میں دلیر خانی حالات بھی ہیں مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب دستیاب نہ ہوئی ورنہ اوس سے بھی مفید مطلب واقعات کاپی چلتا جیسا کہ واقعات مذکورہ بالا سے نواب دلیر خان کی نظامت کاپتہ ملیح آباد میں چلتا ہے اسی طرح کاغذات سے سندیلہ پر بھی دلیر خانی حکومت کا ثبوت ملتا ہو ایشاک سندیلہ میں نواب دلیر خان نے جو معافیان اہل استحقاق کو دی ہیں انکے پروانے پائے جاتے ہیں اور انکے نام کا ایک موضع ولیر نگر بھی موجود ہے اسجکہ پردوسرین جو بہمن نگر می راجہ درگا پر شاہ صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے جو ایک ذمی لیاقت اور صاحب تصنیفات رئیس میں عنایت کی ہیں درج کرتے ہیں جسکے متعلق راجہ صاحب موصوفت راقم کو خط میں جستجو فرماتے ہیں

تقریبات نواب دلیر خان در سند یله بسیار اند نقول دو پروانجات
روانه خدمت شریف میکنم از انجمله یک پروانه نواب
جعفر خان وزیر اورنگ زیب عالمگیر است که در ان ذکر
سند نواب دلیر خان بوده است موضع کند ولی دلیس بنگر
در علاقه راقم است که در ان دلیر نگر آباد کرده نواب
دلیر خان ست پس نمونه اخر وای ارسال دشتم و از شنوی
سنگاسن تبسی نقل ضروری کرده تبلیغ خدمت میکنم ذکر پینی و ذکر
نواب دلیر خان هم در ان موجود است.

نقل پروانه نواب دلیر خان بمهر قاضی سند یله

از قرار بتالیخ چهاردهم شهر محرم الحرام سنه ۱۲۸۷ آنکه
متصدیان محامات حال و استقبال برگنه سند یله سرکار لکهنو صوبه آورده بدانند
که چون بموجب وقوع دولتهواهی موضع دلیر نگر عرف کند ولی در قریات کماری من
اعمال برگنه مذکور از ابتدای فصل خریف سنه ۱۲۸۷ در و بست در و جب ناکال
پرتاب مل قانوگو برگنه مذکور نموده باید که موضع مذکور از مجلات هر سال حشونها
بقلم داشته به تعلق مشارالیه و گذارند و تکلیف بجهت و بکار و غیره فرمایش

معاف دارند که متصرف گشته در کفایت سرکار و فائزایا سرگرم بوده باشد و بهر حال
سند مجدّد طلب نه دارند و بیتاب تا کید تمام دانسته از فرموده تخلّف و

انحراف نورزند فقط

چرخ عالم شکسته

دیگر

گماشته باے جاگیر داران و کرومیان حال استقبال پر گنه سند یله سرکار لکن
مضاف بصوبه اوده بدانند

که چون بموجب سند امارت پناه شجاعت و شهامت و شجاعت
لائق العنایت والاحسان و لیرخان و تجویر صمروازی پنجاه بیست
زمین بگز الهی از پر گنه مذکور در وجه مدد معاش شیخ مصطفی و غیره مقرر است اینها
نیز بموجب فرمان عالیشان سعادت نشان بندگان حضرت خدیو زمین و زمان
خداوند مبین و مکان ذریعہ امن و امان و سیلہ آسایش عالمیان ظلّ ظلیل
ایزد متعال نائب نبیل و اوار و بیہال مظهر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار بانی
مبانی جهان بانی مشید قوانین کیتی ستانی خلافت پناه ظلّ اللہ مسطورہ تاریخ
دوازدهم شهر جمادی الاول سالہ جلوس والاموازی مذکور از محلّ تقدیم
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف از فضل خریف سخی یسل در خوب مدد
معاش مشار الیه الیمحی و قائم حسب الفہن مقرر گشته می باید که بر طبق فرمان
والاشان عمل نموده از فی مذکور را بتصرف آنها باز گذارند و اصلاً مطلقاً تغیر و
تبدیل بدان راه نہ ہند و بوجه بین الوجوہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصلات

آزاد فصل فصل و سال بہ سال صرف معیشت خود یا نودہ ہونے کا کوئی
دوام دولت قاہرہ اشتغال نمایند اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ ہشد
آزاد اعتبار نکنند درین باب قدغن نمایند بتاریخ ۹ اشہر شوال ۱۲۰۳ جلوس
مہنت قلمی ہشد

نواب لیر خان کے نوابی خطاب کے متعلق تذکرہ

دلیر خان کو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خانی خطاب اور نقارہ و فیل و جاگیر
اور جن شاہانہ عنایتوں سے سرفراز کیا تھا اونکی تفصیل تو ماثر الامرا و غنیمت
تاریخی کتب میں تحریر ہے لیکن نوابی کے خطاب کا تذکرہ نظر سے نہیں گذرا
جس طرح کہ اونکی شہ زوری کے واقعات عالمگیری تاریخ کے نامکمل ہونے
سے چھوٹ گئے ہیں اسی طرح یہ امر بھی فرو گذاشت ہو جانا کوئی تعجب خیز بات
نہیں بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی منصبہ اور درجہ امارت و منصب
چھڑا دی و حضور سی پر پہنچتا تھا لوگ اسکو نوابی کے لفظ سے مخاطب کرتے
تھے گو یا یہ عزازی لقب ہے مگر اسوجہ سے کہ بعض حضرات یہ خیال نہ کریں
کہ صرف باشندگان شاہ آباد بوجہ بانی شہر اور عظمت مآب ہونے کے نواب
کے خطاب سے انکا نام لیتے ہیں اسکی صراحت کر دینا مناسب معلوم
ہوتا ہے بلکہ تاریخ خانی خان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دلیر خان کی حیات
بہی میں وہ نوابی کے لقب سے مخاطب تھے اور حاضر و غائب ملک میں

اونکے نام کے ساتھ نوابی کا خطاب استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ ملا امیدی نے جو قلعہ کہ انکے فرزند فتح خان کے غرقاب ہونے کے متعلق نظم کیا ہے اوس میں انکے نام کے ساتھ نوابی کا لفظ شامل کیا ہے اگر یہ خطاب امکان نہ ہوتا تو بادشاہ کے عہد حکومت میں وہ اس خطاب کے لکھنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا حالانکہ اس عرصہ میں ملا امیدی نواب دلیر خان سے رنجیدہ تھا اور انکے فرزند کے غرقاب ہونے پر اوسے خوشی ظاہر کی ہے جب دلیر خان نے اوسکی نظم جو بہت جلد مشہور ہو گئی تھی اپنے بوائے بھگت بھٹے کے ماتم میں سنی تو بہت رنج ہوا دلیر خان نے ملا امیدی کو بڑا فاضل اور مشہور شاعر بھٹا اوسکے پکڑنے کا قصد کیا ملاخوف سے بھاگ کر سلطان شجاع کے لشکر میں پناہ گزین ہوا جب وہاں بھی امن نہ دیکھی تو خاٹخاناں کے ذریعہ سے معافی کا خواست گار ہوا اور اپنے ہاتھ رو مال سے باند بکر دلیر خان کے حضور میں حاضر ہوا جب دلیر خان نے اوسکا یہ حال دیکھا تو اپنی عادت کے موافق اوسکی خطا معاف کر دی اور اوسکو نقدی دخلعت دیکر مالا مال کر دیا اور اپنا مصاحب کر لیا یہ مستند قصہ مفصل طور پر تاریخ مذکور میں لکھا ہوا موجود ہے راقم نے اسکا ترجمہ تحریر کیا ہے۔ فوج میں بالاسر جاکر مقبرہ پر پتھر پراپنکھائی بہادر خان کے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہو۔ اگر نواب نہوتے تو شاہجہان کے عہد میں پتھر پر خطاب کندہ کر سکتے۔ نواب دلیر خان کے حالات مدح کو ضیقین نے بھلی نئی تصنیف میں لکھا ہے چنانچہ منشی سدا سکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگاسن بتیسی جو ۱۲۵۰ ہجری میں

۱۵ چنانچہ منشی سدا سکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگاسن بتیسی جو ۱۲۵۰ ہجری میں لکھا ہے چنانچہ منشی سدا سکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگاسن بتیسی جو ۱۲۵۰ ہجری میں لکھا ہے

تصنیف کی ہے اوسمین نواب دلیر خان کی مدح کے متعلق اشعار لکھے ہیں شائق
موصوف خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی کے لائق شاگرد و نمین تھے ۷

بود شاہ آباد از مسکنم	از ان دم باد صاف او میں غم
پوخی چو او شہر زیبا ترے	نباشد ہندوستان دیگرے
نباشد چو نواب مالِ جناب	دلیر آمدش در جان خوش خطاب
چو شد نام او در جان شیر ہند	زدشش شرف یافت شمشیر ہند
بدور جاندار شاہ جهان	زغشش بلر زید ہندوستان
امیر دکن را بان رنگ و زیب	تہ کر در دور اورنگ زیب

دلیر خان کی شجاعت کے متعلق نواب عبداللہ خان شاہ جہانپوری
نے ایک تاریخ لکھی ہے اوسمین تحریر کیا ہے کہ نواب دلیر خان بڑے تنگ
دوش کے جوان تھے زور و قوت میں بیکمال روزگار تھے تاریخ انہار البھر
کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ملک دکن کی ایک قلعہ کی تسخیر پر دلیر خان مامور
تھے جب یورش کرنے کے دلیر خان قلعہ کے دروازہ پر پہنچے تو اسکا دروازہ
بند تھا اور محاصرہ کو عرصہ ہو گیا تھا دلیر خان بذات خاص پھانک کی طرف متوجہ
ہوئے اس کے کواڑ نہایت مستحکم تھے لوہے سے جڑے ہوئے تھے مگر انھوں
نے ایسا زور کیا کہ کواڑ ٹوٹ گئے اور یہ قلعہ کے اندر گھس گئے اور اسکے بعد
انکی کل فوج ان کے پیچھے چلی آئی جو شخص فریق مخالف کا خان موصوف کے سامنے
آیا اسکی گردن پکڑ کر اوٹھالے پھینک دیا جس کے گھونسا مارا اسکا کام تمام ہو گیا
جسکا سر دیا دماغ نکل گیا آخر کار اہل قلعہ عاجز ہو کر امان کے خواستگار ہوئے

یہ حکایت بھی اسی کتاب میں ہے کہ ایک شخص وحشی پہاڑ میں رہتا تھا
 اوسکی غذا آدمی کا گوشت تھا۔ اوسنے قلعے کے قلعے تباہ کر دیے تھے
 اتفاقاً ایک امیر زادہ اوس موذی درندہ کے پنجہ سے بچکر اپنے گھر آیا اور اپنے
 باپ سے سارا قصہ کہا کہ ایک مردم خور آدمی فلان مقام پر رہتا ہے آج میرا
 گزشتکار کی تلاش میں اس طرف ہو گیا تھا وہ مجھ پر بلا کی طرح بھینٹا مگر خدا نے مجھے
 بچا دیا میں بھاگ کر گھر آیا اوسکا باپ بادشاہ رس تھا اوسنے جا کر قیسم
 اور نگ زیب سے عرض کیا عالمگیر علی الصبح چند نامور سردار لیکر اس آواز
 خلق کے دفعیہ کو گیا جب اس مقام پر پہونچا وحشی آہٹ پا کر پہاڑ کے غار سے
 نکلا اور سامنے آکر کھڑا ہوا بادشاہ کے اشارہ سے ایک پہلوان آگے بڑھا
 وحشی نے ایسا طمانچہ مارا کہ اس پہلوان کی روح فنا ہو گئی اسی طرح چند اور پہلوان
 بھی ضائع ہوئے آخر نواب دلیر خان کو حکم ہوا عرض کیا کہ وحشی خالی ہاتھ ہی
 میں بھی بے ہتیار جاؤں گا یہ کہہ کر آگے بڑھے اور اوسکے نزدیک پہونچے
 وحشی نے حسب معمول بڑھ کر حملہ کیا دلیر خان نے دونوں ہاتھ اسکے پکڑ لیے
 اور دیر تک کھڑے رہے اور پھر چھوڑ کر چلے آئے اور بادشاہ سے عرض کیا
 کہ اوسمیں حملہ کی طاقت باقی نہیں رہی ہے اسکے ہاتھ بیکار ہو گئے دیکھا تو ہڈی
 چور چور تھی اوسکے بعد اس وحشی کو گرفتار کر کے لے آئے اوسکا روزانہ رات ب
 ایک بکری کا گوشت تھا۔

یہ روایت بھی عبداللہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ دلیر خان کے دو شاگرد تھے
 جنکا نام خدا داد و قادر داد خان تھا وہ ایسے زوردار تھے کہ دلیر خان کا ایک

گھوڑا بڑا شرمیلہ و بد ذات تھا اونھوں نے قادر دلاو خان کو اسکی سواری کا حکم دیا وہ سوار ہوئے گھوڑے نے شرارت شروع کی اونھوں نے ایسا دیا کہ گھوڑا بیکار ہو گیا۔

ایک روز خان موصوف نے کنوین پر بٹھکر اپنے اونھین دونوں شاگردوں سے کہا کہ زور کرو اونھوں نے کہا کہ مباد آپ کنوین میں نہ گرجائیں مگر انھوں نے اجازت دی شاگردوں نے ایسا زور کیا کہ تھنوں سے خون نکل آیا مگر دلیر خان ایسے شہ زور تھے کہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ جنبش کی خدا داد خان کی خدا داد طاقت کا یہ حال تھا کہ ضعیفی میں ایک روز تکیہ لگائے بیٹھے تھے کسی نے پوچھا کیے آپ کیا حال ہے کچھ جوانی کی قوت اب بھی باقی ہے کہنے لگے کہ اب میرا کون وقت ہے لیکن اب بھی کوئی سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب آجائے اور گھوڑے پر میرے ہاتھ میں پڑ جائیں تو پھر اسے آگے نہ بڑھنے دوں گا اور سیطرچ بیٹھا رہوں گا ایک شخص انہیں سے انکے اس قول کی جانچ کے لیے کہ واقعی زور بھی ہے یا خالی باتیں ہیں گھوڑا دوڑا کر انکے پاس آیا خدا داد خان نے اسے پیر پکڑ لیا اور جگہ سے نہ ہلنے دیا اور سیطرچ بیٹھے رہے۔

دلیر خان کے زور و طاقت کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں ایام غدر میں ایک شخص مدراس کے آئے تھے وہ ناقل تھے کہ اورنگ آباد کن میں ایک مکان تھا جسکی چھت پتھر کی تھی اوس میں تیر دلیر خان نے مارے تھے جو اس پتھر کی چھت میں پیوست ہو گئے تھے وہاں کے لوگ اسکو اک یادگار سمجھ کر بڑے شوق سے جا کر بطور زیارت کے دیکھتے تھے دو تین تیروں کا اپنی آنکھوں سے

دیکھنا وہ شخص بھی بیان کرتے تھے۔

روایت بھی بعض ثقہ نے بیان کی ہے کہ ایک بار دلیر خان کے سر پر بال بڑا ہر
 کا کلون کی حد تک پہنچ گئے تھے اور انکے بڑے بھائی عمدة الملک نواب
 بہادر خان نے دیکھ کر کہا کہ فوج کے افسر کے لئے اس قدر لمبے بال سر پر ہونا
 جنگ کی مصلحت کے بالکل خلاف ہے دلیر خان نے کہا کہ یہ بال مجھ کو مجبور
 نہیں کر سکتے اسوقت وہاں پر ایک سیڑھی کھڑی ہوئی تھی اور سپر تھوڑا
 چڑھے اور ایک آدمی سے کہا کہ میرے بالوں کو کھینچ اور سننے پڑ کر کھینچا شروع کیا
 دلیر خان اوپر چڑھتے چلے گئے اور دو آدمی لپٹا ہوا چلا گیا۔ عالمگیری دس سالہ
 حکومت کے بعد سلطنت کی مفصل تاریخ نہ ہونے سے اکثر کارنامے دلیر خان
 کے لکھنے سے چھوٹ گئے ہیں۔ مثلاً قبضہ بلور ضلع کا پتور میں جب کایستھون
 کے خاندان کو جو بادشاہی دفتر میں ملازم تھے وہاں کچے چودہریوں نے
 ستایا تو بادشاہ نے ادن مفسدون کی سرکونی کے لیے دلیر خان کو بھیجا تھا اور
 دلیر خان نے بلور آکر ان ایذا دہندوں کی واجبی گوشالی کر دی تھی اس واقعہ کی
 تصدیق ان کایستھون کی اولاد آج تک کرتی چلی آئی ہے۔ راجہ نرہر کا قصہ بھی
 قابل الذکر ہے جو صوبہ آودھ میں ایک بڑا سرکش راجہ تھا جب اسے بادشاہ
 سے سرکشی کی تو دلیر خان اسکی تنبیہ کو متوجہ ہوئے وہ راجہ بھی بڑا بہادر تھا
 اسنے دلیر خان کو کہا بھیجا کہ فوج کے قتل ہونے سے کیا فائدہ ہم اور تم دونوں بڑا
 مقابلہ کر کے ہارجیت کا فیصلہ کر لین دلیر خان نے اس بات کو بڑی خوشی سے
 منظور کیا آخر کار مقابلہ ہوا دونوں سرداروں نے انتہائی شجاعت سے گریے

جو ہر دیکھنے والے اور بہادری کے فن کو ختم کر دیا اس دوران میں راجہ کی تلوار ٹوٹ گئی دلیر خان نے اپنی دوسری ولایتی جو لٹکی ہوئی تھی اوسکو دی اور کہا کہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ میں اس حالت میں تیرے حملہ کردن تم پہلے اپنا ہر طرح سے حوصلہ پورا کر لو اسکے بعد جو غالب و مغلوب ہوگا اسی پر نتیجہ مترتب ہوگا راجہ دلیر خان کی یہ شجاعت اور انصاف دیکھ کر انکا بندہ بنگیا اور اطاعت قبول کر لی مستند روایت ہے کہ ایک بار بادشاہ نے انکے ضبط و تحمل کے امتحان کے لیے دلیر خان کو خلعت دیا اور اسکے اندر بچھور کھوادے جب خانموصوف نے وہ خلعت پہنا اور بچھور نے نیش مارنا شروع کیا تو یہ سمجھ گئے مگر جس انداز سے بیٹھے تھے تو ہر مین فرق نہ آیا بدستور بیٹھے رہے اور اپنا وقت پورا کر کے شاہی بزم سے اٹھے اور مکان پر آکر وہ خلعت اوتار ڈالا۔

ایک روایت انکے بھائی کے متعلق بیان کی جاتی ہے اور غالباً وہ یوسف خان ہونگے کیونکہ بعد دلیر خان کے وہ زور و طاقت میں شہرہ آفاق تھے خود بادشاہی تاریخ میں شاہی واقعات نگار نے انکے شہ زوری کی تعریف لکھی ہے۔ دلیر خان سے بادشاہ نے انکے بھائی کی حاضری کے متعلق ارشاد کیا دلیر خان نے عذر کیا کہ وہ شاہی دربار کے آداب سے ناواقف ہے سلام وغیرہ جھک کر باقاعدہ نہیں کر سکے گا بادشاہ نے ایک چھوٹا دروازہ تعمیر کر کے اسکے اندر سے حاضر ہونیکا حکم دیا تاکہ اسطرح اسکا مہر اہو جلے جب انکے بھائی کو یہ حال معلوم ہوا تو جسوقت یہ دروازہ پر پہنچے ایسا زور لگایا کہ دروازہ کی دیوار ٹوٹ کر گر گئی ممکن ہے کہ بادشاہ ان افغانوں کے زور دیکھنے کی وجہ سے ان حرکات سے

دیکھی رکھتا ہو۔

دلیر خان کے مزاج میں مروت از حد تھی مگر اسکے ساتھ افغانی مغلوب انجمنی بھی جو شجاعت کی دلیل ہے موجود تھی

تعل بھی نہایت تھکتے کہ اپنے زبردست اور چھوٹوں کی گستاخی سے چشم پوشی کرتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک نقل لکھی ہوئی ہے انکے ایک بھتیجے بنکست خان تھے جو نواب بہادر خان کے فرزند تھے انکے مزاج میں بہادری کے ساتھ غصہ اور جلدی بہت تھی ایک روز نواب دلیر خان کا ایک بازداراوتکے باز کو جوتاڑ اور کلنگ کو بھی شکار کر لیتا تھا ہاتھ پر ٹھلے ہوئے جاتا تھا اتفاقاً وہ باز چھوٹ کر بنکست خان کے قریب آیا بھتیجے نے چچا کا باز پکڑ لیا بازدار نے غدر کیا کہ بے حکم نواب صاحب کے میں یہ دے نہیں سکتا بنکست خان اس بازدار پر ایسے غصہ ہوئے کہ اوسکے حواس جاتے رہے حتیٰ کہ اوسی غیظ میں اپنے چچا کی مجلس میں چلے گئے اور جا کر برابر بیٹھ گئے تھوڑے عرصہ کے بعد بازدار اگر نواب صاحب کی پشت کی جانب کھڑا ہو گیا بنکست خان نے اوس سے باز کو چھین کر چپکے سینہ پر دے مارا وہ جانور مر گیا دلیر خان کو بہت ناگوار گذرا مگر کچھ نہ کہا اور مجلس سے ہٹ کر محل کے اندر چلے گئے اسکے بعد اسی مجلس میں بنکست خان سے تلوار چلی اور کئی شخصوں کو زخمی کر کے بنکست خان مارے دلیر خان نے انکی زوجہ کو محل پر بلایا اپنی ملکیت کا دیکر راضی کیا۔

نواب دلیر خان کی وفات

ماثر الامراء میں لکھا ہے کہ عالمگیر کے جلوس کا پچھیتھوان سال تھا کہ بادشاہ مذکور نے دلیر خان کو شہزادہ محمد عظیم کے ساتھ جیابور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور اس زمانہ میں بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن میں موجود تھا اس عرصہ میں دلیر خان سخت علیل تھے آغاز میں جلوس شاہی مطابق ۹۴ھ عین دلیر خان نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا یہ روایت بھی مشہور ہے کہ عالمگیر نے

سالہ در سال بست و ششم کہ بلدہ اورنگ آباد بطرح الویہ عالمگیری بود اور اباسران دیگرہ بیاق بجا بود تعیین نموده تار سید عظیم شاہ بخجور موقوف داشتہ بودند در ان ایام بیماری شدید کشیدہ در مبادی سال بست و نهم ۹۴ھ بجاوید سرالشتافت اگرچہ مشہور آفت کہ خلد مکان بعضے آثار خود سری و سرکشی از و تفرس نموده مستحسن فرمود اما انجہ تحقیق پیوست ایخرفت پر توے از فروغ راستی ندارد و بعضے ثقات بر نرسد کہ برادر زادہ اش تبدیل جسے کہ متعادل و شت کارش تمام کرد اما عالمگیر بادشاہ آن فرط غیرت و شجاعت کہ بسپاہ گری بیج کیے را بخاطر پی آورد از دلیر خان حساب بر میداشت گویند ہنگامیکہ او بادشاہ عالم در دکن بود شاہزادہ خواست کہ اورا بخود چہستان ساختہ علم خود سری برافرازد دلیر خان سر از ان پیچید سرگرائی طریق بنانوشی آنجا سید دلیر خان برسم یلغار روانہ حضور گشت شاہزادہ بتعاقب فطرہ نمود چون عرضی دلیر خان از نظر بادشاہی گذشت کہ شاہزادہ خیال باطل داشت من ترک رفاقت نمود و احرام حضور بستم متصل ان عرضی شاہزادہ رسید کہ این افغان پر شور و سرخو است غبار طغیان برانگیزد من بالمشکل اوروانہ شدم بوصول این عرایض بادشاہ را غریب اضطراب در گرفت و مکر بہتوفضا شتافت ہمت خان چون اربسن صبا تر میت یافتہ دوش و کنار بادشاہی بود بسیار گستاخانہ عرض میکرد بادشاہ گفت کہ اینمہ ندارد چہر حضرت این قدر اضطراب میفرمایند بادشاہ تند شد فرمود کہ مرا نکر شاہ عالم نیست مشکل آفت کہ مبادا باہم ساختہ باشند و فوجے کہ سردار شش


کچھ انکی طرف سے آہار خود سری کے پلئے تھے اسوجہ سے اونکو نہ ہر دلو ادیا
تھا مگر مصمام الدولہ شاہنواز خان کا قول ہے کہ ہانشک تحقیق سے ثابت ہوا
اس خبر کی کچھ اصلیت نہیں پائی جاتی۔

بعضے ثقہ راویوں کی یہ رائے ہے کہ دلیر خان کسی قسم کی ایک گولی رو نہ کھایا
کرتے تھے اونکے ایک بھتیجے نے وہ گولی بدل دی اور بجائے اسکے زہری
گولی نہیں کھلا دی جسنے انکا کام تمام کر دیا۔

مصنف مائثر الامر لکھتا ہے کہ اسین شک نہیں کہ عالمگیر بادشاہ فرط
غیرت اور شجاعت سے اپنی سپاہیگری کے مقابلہ میں کسی کو خیال میں نہیں
لاتا تھا مگر دلیر خان سے کھٹکتا تھا کیونکہ انکی دلیری اور شجاعت کا جواب نہیں تھا
اسی سلسلہ میں مصنف موصوف لکھتا ہے کہ جب شاہ عالم دکن میں تھا اور شاہنشاہ
نے چاہا کہ انکو ہندوستان کر کے بادشاہ کے مقابلہ میں علم افادت بلند کرے
دلیر خان نے اسکو نامنظور کیا آخر کار طرفین میں بد مزگی پیدا ہو کر نا اتفاقی پیش آئی
دلیر خان فوراً کوچ پر کوچ کرتے ہوئے بادشاہ کی طرف روانہ ہوئے شاہنشاہ
بھی انکے پیچھے آیا بادشاہ دلیر خان کی عرضی پڑھ رہا تھا کہ شاہنشاہ خیال باطل کرتا
تھا اوسکی ترک رفاقت کر کے میں حضور میں آیا ہوں۔ اسی حالت میں شاہنشاہ بھی
آگیا اور کہنے لگا کہ یہ افغان پر شور و شر چاہتا تھا کہ غبار سرکشی کا اٹھائے میں بھی
اوسکی سرزنش کے لیے حاضر ہوا ہوں بادشاہ کو یہ حالات سن کر عجیب اضطراب ہوا
تقصیر یا قبل۔ دلیر خان باسشہ در مقابل اوغیر از خود دیگرے رانی بنیم پس ہر گاہ مرا با او سر و کار
آئند جنگ دوسرا در۔ مائثر الامر انکرہ دلیر خان۔

ہمت خان جو لڑکپن میں بادشاہ کے ساتھ کھیلے تھے اور بہت گستاخانہ عرض کیا کرتے تھے بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ بات کچھ حقیقت نہیں رکھتی حضرت اس قدر اضطراب کیوں فرماتے ہیں بادشاہ یہ سنکر نہایت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ کو فکر شاہ عالم کی نہیں ہے مشکل یہ ہے کہ مباداد و نون باہم ساز نہ کر لیں جس طرح کاسر دار دلیر خان ہو گا پھر اپنے میں کسی کو اس کے مقابلہ کا نہیں دیکھتا اور جب وقت مجھ کو اس سے سروکار پڑیگا اس وقت کے لیے (جنگ دوسر دار د) کا قول مشہور ہے۔

دلیر خان کے اسباب مرگ میں جو اختلاف تھا وہ مفصل ماثرا لامر اجسی مستند کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ خان بہادر شمس العلماء اپنی تالیف ہندوستان کے صفحہ (۳۴۰) میں خانی خان کا یہ بیان لکھتے ہیں کہ دلیر خان جو صاحبان کا طلب اور افتخاران صاحب غیرت سے یا نام و نشان تھے بغیر کسی عارضہ بدنی کے انتقال کر گئے اور عوام میں یہ شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیر خان کے دیکھنے کے لیے خفیہ عظم شاہ گیا تھا دوسرے شاہزادہ نے جس کا نام سلطان معظم تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو پہونچائی اس لیے خود دلیر خان نے زہر کھا لیا۔

ماثر  عالمگیری کے صفحہ ۲۳۷ جلوس میں تحریر ہے کہ تیسری شوال کو حسب احکم بادشاہ کے شہزادہ شاہ عالم بہادر کا پیش خیمہ اور نگ آباد سے ملک

سہ سیم شوال مطابق یرلیغ محلے پیش خانہ دولت نشاۃ شاہ عالم بہادر از اورنگ آباد بارادہ استیصال سے کوکن در اندرہ و دیگر مالک غنیمت مال شادیا نہ نظر قال نوانتر بر آورده۔

کو کن کی طرف روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ میں دلیر خان جو بیماری شدید اٹھ چکے تھے اس دارفانی سے ملک بقا کی طرف راہی ہو گئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی رحلت کا مہینہ ماہ شوال ہو گا۔

اگر دلیر خان کے انتقال کا زمانہ شروع سن جلوس سے لگایا جائے تو ذی الحجہ و محرم میں رحلت کا زمانہ ہو سکتا ہے کیونکہ عالمگیر شہید داراشکوہ پر فتحیابی حاصل کر کے غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۵ھ و جمعہ کو دہلی کے قریب باغ آغا آباد میں تخت نشین ہوئے مگر باہمی جنگ و جدال کی وجہ سے جشن و سکھ وغیرہ کے دیگر مراسم کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا تھا مگر جب جنگ اجمیر میں بھی عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی تو ۲۴ رمضان ۱۰۶۵ھ کو تخت نشین ہوا اور اسکے بعد ہمیشہ جشن عید الفطر کے بعد ہوتا رہا۔

اگر موتغ نے پہلے جلوس سے مراد لی ہے تو ذی الحجہ اور محرم کے ماہ میں بھی رحلت کا خیال ہو سکتا ہے۔ ورنہ ماہ شوال میں رحلت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ذاتی شجاعت اور اخلاقی خوبیوں کے متعلق و ماثر عالمگیری اور ماثر الامرا میں دلیر خان کی تعریف لکھی ہوئی ہے وہ قابل قدر عبارت جیسے ناظرین کی آگاہی کے لیے یہاں پر تحریر کیا جاتی ہے اس سے انکی وقعت کا اندازہ

۱۔ دلیر خان افغان بیماری شدید کشیدہ بجا وید سر اشافت دور اکثر عارضات خود مصدقہ روایت نمایان شدہ قوی کل زور مند بود و غریب قوت و اشتہار ضبط بر اوس و یاور ہی ظاہر لا اہتمامے عمر تا انتہاء داشت صفحہ ۲۳۔
ماثر عالمگیری۔ اسکا ترجمہ خان بہادر شمس العلماء نے اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھا جو اور غالباً یہی ماخذ ماثر الامرا کا ہے۔
بعد انتقال کے دلیر خان کے نام شاہی و قریب لفظ مغفور کی لکھی گئی اکثر امر کے نام بغیر خطاب و مغفرت کے لکھے گئے ہیں دلیر خان کا تذکرہ بعد رحلت کے سنبھالی کے بیان میں ماثر عالمگیری میں آیا ہے سن مرتبہ ثانی اور خود دلیر خان مغفور براہ خدر و احتیال گریختہ ۱۲

ہو جائے گا۔

دلیر خان مذکور قوی ہیکل و بسیار زور مند بود و حکایت ہائے سب
از قوت و شہتہائے او شہتار دارد و بر الوس خود بسیار ضابطہ
و ہمیشہ فتح نصیب بود و از موافقت زمانہ و یاوری طالع از
ابتداء سے عمر تا انتہا اوج پایے دولت و شوکت مانند چچا گاہ
سیلی زمانہ مخور و دولت و خواری نہ شدید۔

یعنی دلیر خان نہایت قوی ہیکل اور شد زور تھے او کی قوت اور شہتہائی
حکایتیں عجیب و غریب عالم میں مشہور ہیں وہ اپنے قوم اور لشکر کے بڑے منظم
اور ضابطہ دان تھے اور خدا نے انکو فتح نصیب کیا تھا خوش نصیبی اور یاوری
مقدر سے ہمیشہ زمانہ انکے موافق رہا اور ابتداء سے عمر سے انتہائے حیات
تک انکا ستارہ عروج پر رہا اور ہمیشہ دولت و شوکت کی ترقی ہوتی رہی
اور مدۃ العمر کبھی گردش زمانہ سے ٹھوکر نہ کھائی اور ذلت و رسوائی نہ اٹھائی
دلیر خان کی عمر چالیس برس کی بیان کی جاتی ہے اور تک آباد کن میں انکا انتقال
ہوا اور وہاں سے انکا تابوت لا کر شاہ آباد میں جواؤنکا مقبرہ نریدۃ تالاب کے
کنارہ واقع ہے وہاں کیا گیا مقبرہ انکا عالیشان عمارت ہے جسکے بارہ میں
ایک سیاح انگریز نے اسکے پتھر و نئے نقش و نگار کی مثال آگرہ کے تاج
محل سے دی ہے۔ او کی تاریخ رحلت کا ایک قطعہ جو کسی اساتذہ نے
قلم کیا ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال دلیر خان مرحوم

غبار آلودہ شد دنیا ز ماتم خان الاشان
نظر کردم بتارخیش برآمد از مصرع
مکتد شد ہمہ عالم فخل شد بسا دوران
دلیری از جهان بردہ شجاعت ملکیت و ستان
لفظ عجم جان بھی دلیر خان کی رحلت کا تاریخی مادہ ہے کثرت رواج سے بعض
انگریزی دان حضرات بجز سنہ عیسوی کے سنہ ہجری نہیں جانتے لہذا
راقم نے وہ سنہ مسیحی بھی شامل کر دیا ہے تاکہ انگریزی مذاق کے صاحبان کو
حساب میں دقت نہ ہو۔

قطعہ تاریخ وفات نواب دلیر خان بانی شاہ آباد از خاکسار منظر

اہل عالم میں جلیل القدر خان جلال
زیب و تیا تھا انھیں بیشک دلیری کا خطاب
انکی فطرت دلیری کے تھے وہ جو ہر عیان
وقت بازوے شاہ وقت رکن سلطنت
آبروے قوم افغان عزت و فخر وطن
قدردان شاہ چھان تھا اور عالمگیری
انکی شہ زوری کے قصے آج تک شہور ہیں
ہو گئے دار فنا سے راہی ملک بقا
انکی خلقت کو شجاعت کی تھی خالق نے عطا
آئے جس میدان جنگی میں تو وہ روشن ہوا
تھے بہادر اور پھراوسیر حسین و یاحیا
رشتہ ستم شیر دل لشکر کش و کشور کشا
دونوں شاہوں کے انھیں برابر سے جلوت
شوق سے سنتا ہے اسکو ہر جگہ چھوٹا پڑا

غلبہ بیہوش تھرتے تھے سب اہل و عا
 فتح و نصرت سلسلے کے جہان ڈھکا بجا
 اکے پانی سلسلے ہو سخت ہو کوئی بلا
 خود بڑھے تلو الیس کہ ہو گئے شیر و غا
 دیو گدھ چاندھ کو بجا پور کو بھی سر کیا
 فتح کر کے ملک بچے مفتوح کو واپس دیا
 حکم شاہی انکی مرضی کے مطابق کیا
 خیر خواہی کا دیانت کا نتیجہ بھی یہ تھا
 بیسیوں میں یادگارین انکی باقی باصفا
 ظلم عاجز پر کبھی رکھتے نہ تھے ہر گز روا
 اور بے سائے شہر اونے صرف کر کے روپا
 نے رہی انکی زنجیت باپ دادا کا پتا
 کہ رہی ہے دیکھ لو اخبار ام اپنا یہ ہوا
 بیگانہ نقش باشد حیرت و حیرت فرا
 اپنی حالت کو سننا حالین ہو شین میں ذرا
 حال جو سچا ہے معلوم تھا تو نے لکھا

لشکر شاہی میں اوکا سا بہادر تھا کمان
 رعب انکی جنگ کا ایسا تھا غالب ہند
 جب اٹھائی باگ گھوڑی کی تو پھر رکتے تھے
 جب کیا دشمن نے حملہ فیل بیکر جم گئے
 صوبہ بہگل و آسام و دکن ملک آودھ
 تھے وہ ایسے بامروت فتح میداں تک
 مقبرے شاہ کے ایسے سفارش کی اگر
 رد نہیں ہوتی تھی جو کچھ بات کہتے تھے
 نام نامی تاقیامت انکے مٹنے کا نہیں
 پھر نہ ہوتی کس طرح تائید حق چل انہیں
 وہ ولایت سے بہادر لوگ لاؤ قوم کے
 انکی تسلیوں میں ہیں ایک کچھ شجاعت کے نشان
 مقبرے مسافرین اب قبریں سینہ جہان
 پر در و دیوار کہنے نقشش پارسینہ نگر
 ان سلسلے کے کارناموں کو سبق لیکر خلف
 بس منظر ختم کریں نظم بجا طول ہے

مصر کے تاریخ ہے یہ فخر سال وفات

شیر میرا شجاعت نیک آنکھوں سے چھپا

نواب دلیر خان کا پشت نامہ

نواب دلیر خان کی قومیت کے متعلق ایک کتاب کسی محقق نے انکی فرمائش سے
انکی زندگی میں لکھی تھی حسین انکے آبا و اجداد کی قومیت کا سلسلہ حضرت الہ شہر
آدم علیہ السلام تک پہنچا یا تھا اور ہر قبیلہ کی شاخیں اس میں علوہ علیہ شامل کی تھیں
اور وہ کتاب شاہ آباد میں غدر تک موجود تھی جن صاحب کے پاس وہ کتاب
تھی اور انکو اپنے بزرگوں سے پہنچی تھی راقم سے وہ اس کتاب کی خوبی اور
کی تحقیق کی بڑی تعریف کرتے تھے اور یقین غالب ہے کہ خانہ صوفیہ یا اس کے
فرزند نواب کمال الدین خان وغیرہ نے خود اس کے مصنف کو مدد دی ہوگی کیونکہ
بغیر تبادیے ہوئے انکے خاندان کی شاخیں اسکو کیونکر معلوم ہو سکتیں مگر افسوس
ہے کہ وہ کتاب ضائع ہو گئی اور اسکا پتہ نہ چلا اخبار محبت میں چونست نامہ درج
ہے عجیب نہیں کہ اسی کتاب سے لیا ہوا نواب محبت خان جو دلیر خان کی اولاد
میں تھے انھوں نے اپنے ذاتی علم سے مرتب کیا ہو اور وہ پشت نامہ یہ ہے۔

جلال خان عرف دلیر خان ابن دریا خان ابن براہیم خان
ابن علی سعید خان ابن پایو ابن عمر
ابن باقر ابن ہامون داؤد ابن داؤد ابن دولت غری خیل نبیرہ شہنہ
ابن قیس جلال شہید ابن عیص ابن سلول ابن نعیم ابن عیسن
ابن مرہ ابن حلدہ ابن اسکندر ابن زمان ابن بطلول
ابن ہشام ابن صلاح ابن قارود ابن عیسم ابن قیلول

بن کرم بن عمال بن حدیقہ بن متال بن عقیس
بن عیم بن سمویل بن ہارون بن عمرو بن ابی
بن طلل بن لوی بن عامیل بن تارخ بن ارمد
بن مندول بن سلیم بن افنہ بن ارمیا بن رول الملقب طاووس
بن قیس بن عتبہ بن عیص بن رؤیل بن ملک طاووس
بن یہود بن ہتر یعقوب اسرائیل بن ہتر اسحاق بن ہتر بن ہتر بن ہتر بن ہتر
بن تارخ کہ اور آذر میگویند بن ماعور بن سرفع بن سارفع
بن ہتر بن علیہ السلام بن عامر بن صالح بن ارغد بن شام
بن فوح علیہ السلام بن ملک بن سلح بن ہتر ادریس بن برد
بن ملائیل بن اوش بن ہتر شیش علیہ السلام بن حضرت آدم علیہ السلام
اکثر نام اسمین مختلف زبانوں کے ہیں اسلئے انکی تصحیح کی ذمہ داری ہر قسم نہیں
کر سکتا ہے اور نہ درمیانی سلسلہ کی وقفیت کا دعویٰ ہو سکتا ہے جو نام کتاب مذکور
میں درج تھے بحسنہ نقل کر دیے گئے واللہ اعلم بالصواب
اسکے بعد دلیر خان کی اولاد کا شجرہ حتی الامکان نہایت تحقیق سے مرتب کر کے لکھا
ہے اسمین کوئی شک نہیں کہ انکے بعض فرزند کی نسل منقطع اور بعض شلخ درمیان سے
محول النسب ہو گئی اور بعض ایک شریف النسب موجود ہے۔
جہاں تک ممکن ہوا انکی اولاد کا حال تحریر میں لایا گیا البتہ بعض شلخ جو دیہات
یاد و سرے شہروں میں منتقل ہو گئی ہے انکے ناموں کی فراہمی میں زیادہ مغربی
نہیں کی گئی۔

نواب دلیر خان کے عزیز واقارب

نواب دلیر خان کے چار بھائی تھے اور دو بہنیں تھیں تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ دریا خان پہلی بار جب ہندوستان آئے ہیں تو شیخ رکن الدین بایزید خلجہ منصب ارشاد شاہی تھے اور وہ ایک درویش کی خدمت میں نہایت عقدا رکھتے تھے اونھوں نے اپنی دختر دریا خان کے عقد میں دی تھی جبکہ بطن سے یاولا دنیا پیدا ہوئیں مگر اس خاندان میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ پہلی اُن بیوی سے جنکا ذکر ابھی ہو چکا ہے نواب بہادر خان اور محمد خان وغیرہ پیدا ہوئے تھے جیسا کہ بیوی کا انتقال ہو گیا تو دریا خان نے دوسرا عقد اپنا اپنے چچا کی بیٹی سے کیا جس سے نواب دلیر خان اور اونکے بھائی یوسف خان پیدا ہوئے۔

تاریخ مخزن اخبار سے دلیر خان کی والدہ کی زندگی دلیر خان کے انتقال کے بعد تک پائی جاتی ہے۔

نواب دلیر خان کی بیوی انکے چچا عثمان خان کی بیٹی تھیں شاہ آباد میں اونکے یادگار میں بعض چیزیں منسوب ہیں مثلاً محلہ والدہ جو کمال الدین خان نے اونکے نام سے منسوب کر کے آباد کیا تھا انکا بلوغ بھی اودھرنور میں نصیب کیا گیا تھا جسکا تذکرہ فتح معرہ خان کی سند میں بیان ہو چکا ہے اور انکا انتقال دلیر خان کی زندگی میں ثابت ہوتا ہے۔

عثمان خان دریا خان کے بھائی اور دلیر خان کے چچا تھے نہایت باوقار و عظم انسان تھے عرضہ تک یہ دکن میں لکھی فوج کے ملازم رہے صاحب منصب

تھے شاہجہان کے عہدہ دار و نین تھے صوبہ خاندیس کے فوجدار بھی رہے ہیں انھوں نے افغان قوم کے لشکر بڑھانے میں نہایت کوشش کی تھی اور اچھے اصول قائم کیے تھے بادشاہ نامہ میں انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار کا مرقوم ہے مگر ماثر الامرا میں ہشتصدی سوار تحریر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعد کو انکی ترقی ہوئی بادشاہ نامہ میں لکھا ہے کہ جب ساہو ملازم نظام الملک کی تنبیہ کی گئی ہے اسوقت اونکی سہ صدی سے ہفت صدی پر ترقی ہوئی ہے اور صفحہ ۶۸ میں بتقریب جشن شاہی انکی ترقی پانسو سوار کی تحریر ہے اپنے عہد میں معزز و مشہور رہے اور تھے سن ۲۰ جلوس شاہجہانی میں انکا انتقال ہوا شاہجہان نے اپنی تخت نشینی کے روز انکو بھی خلعت و منصب ہزاری ذات کا دیا تھا۔

نیک نام خان دلیر خان کے دوسرے چچا تھے نہایت شجاع نیک نام پٹھان تھے اپنے بھتیجے بہادر خان کے ساتھ انھوں نے شاہی مہات میں خوب خوب بہادریاں کی ہیں جنگ بند لیکھنڈ و بدخشان میں داد مروانگی کی دی ہے اولیٰ بلخ و بدخشان میں نیک نام خان کے منصب میں شاہجہان بادشاہ نے ترقی بھی فرمائی ہے انکا تذکرہ نعمتا بہادر خان کے حالات میں درج ہے اخبار محبت میں انکا منصب ہفتصدی ذات اور تین سو سوار کا مرقوم ہے۔

شیر خان دریا خان کے چچا تھے اسم باسمے شخص تھے انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصدی سوار کا لکھا ہوا ہے۔

۱۰ یازدہم شوال عثمان خان روہیلہ ازہرسل و اضافہ منصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار معزز

مباہی گفت بادشاہ نامہ صفحہ ۱۳۱ جلد دوم۔

مصری خان دلیر خان کے چچا تھے ہفتصدی ذات اور پانصد سوار کے افسر تھے۔

حیات خان عرف زبر دست خان دلیر خان کے چچا زاد بھائی اور حضور اس تھے اور تنگ زیب نے انکو زبر دست خانی کا خطاب دیا ہے عالمگیر کے ساتھ ہو کر انھوں نے دارا شکوہ کو شکست دی ہے اسوقت بادشاہ نے انکو خطاب اور پانچ ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے تھے۔

جنگ بنگالہ اور دکن میں بھی انھوں نے نہایت بہادری کو جمل ویلے اپنے بھائی دلیر خان و فتح جنگ خان کے ہمراہ اکثر محلات میں یہ شریک رہے ہیں جا بجا انکے تذکر و نمین انکے حالات موجود ہیں عالمگیر نے انکو گوالیار و ہوشنگ آباد کا فوجدار بھی کیا اور خلعت میں گھوڑا بھی عنایت کیا ہے۔

انکا منصب ہزار و پانصدی ذات و پانصد سوار کا تھا جنہیں ہزار سوار دوا سپہ سہ اسپہ تھے شاہ آباد میں مولانا گنج محلہ حیات خان اور شاہ جہانپور میں حیات پورہ انکے نام سے منسوب ہے۔ انکا منصب و تذکرہ عالمگیر نامہ میں دیکھنا چاہیے سکندر خان کا خطاب صلابت خان تھا یہ فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح نامور اور جری تھے شاہی محلات میں انے بہادریاں بھی کثرت سے ظہور میں آئیں ہیں جسکا تذکرہ غمنا عالمگیر نامہ وغیرہ میں مندرج ہے معاربہ دارا شکوہ میں انکو بھی عالمگیر نے پانچ ہزار نقد خلعتا مرحمت فرمائے اور منصب ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصد سوار سے سرفراز کیا ہے۔

فتح خان کا منصب اخبار محبت میں ہزاری ذات و ہشت صد سوار کا تقرر ہوا
یہ دلیر خان کے چچا زاد بھائی تھے مگر باثر الامر اور عالمگیر نامہ وغیرہ میں جو دلیر خان
کے چچا زاد بھائی کا تذکرہ درج ہے اس میں فتح خان کے والد کا نام ذکر یا خان
ہے اور انکو عالمگیر نے داراشکوہی فتح میں فتح جنگ خان کا خطاب و علم و تقارہ
و منصب دو ہزاری و پانصد ذات اور دو ہزار پانصد سوار کا مرحمت کیا تھا
اور جنگ کچھ کے سر کر نیلے بعد سہ ہزار و پانصد ذات اور سہ ہزاری سوار
سے سرفراز کیا ہے اور اس کے بعد میں ہزار روپیہ نقد انکو مرحمت کیا گیا ہے
فتح جنگ خان کا مفصل تذکرہ علیحدہ راقم نے لکھا ہے۔

یہ بڑے منصبدار و نہیں تھے ممکن ہے کہ اول الذکر فتح خان اس خاندان میں
کوئی دوسرے عزیز ہوں یا مصنف اخبار محبت کی نظر انکے اضافہ منصب خطاب
پر نہ پڑی ہو اور غلطی سے فتح جنگ خان کو فتح خان اور قلیل منصب لکھ گئے ہوں
واللہ اعلم۔

مجر خان یہ سب سے بڑے دلیر خان کے بھائیوں میں تھے یہ اپنے باپ
دریا خان کے ہمراہ خانبھان لودی کے واقعہ میں کام آئے انکا منصب ہزاری
ذات و سات سو سوار کا تھا یہ لاولد جو انمگ جان بحق ہوئے تھے۔

ویوان عنایت خان یہ دلیر خان کے دوسرے بھائی ہیں انکا منصب
ہزار پانصد ذات پانسو سوار کا تھا نواب بہادر خان نے قصبہ بہادر گڑھ ضلع
مراد آباد میں قریب قصبہ حسن پور کے جو انکا ناٹھال تھا آباد کیا تھا جب
نواب صاحب موصوف صوبہ دار ملتان ہوئے اور بعد آبادی کے شاہجہانپور

دیکھنے لے ہیں تو قصبہ بہادر گڑھ میں دو روز قیام کیا اور پھر یہ قصبہ اپنے بھائی
دیوان عنایت خان کو عنایت کیا۔ غالباً دیوان عنایت خان کی پود و باش میں
رہی جنگ پنج و بدخشان میں عنایت خان صاحب اپنے بھائی بہادر خان صاحب
کے ساتھ تھے اور اس عظیم الشان مہم میں انھوں نے خوب شجاعت کے جوہر
دکھائے ہیں جس کے صلہ میں شاہجہان بادشاہ نے دیوان عنایت خان کے منصب
میں اضافہ کیا تھا بادشاہ نامہ میں ان کے حالات درج ہیں بہادر خان کے تذکرہ
میں منہ حالات بھی ضمناً درج کیے ہیں۔

دیوان یوسف خان دلیر خان کے حقیقی متحد لہٹن چھوٹے بھائی تھے ان کا
منصب اخبار محبت میں پانصدی ذات و پانسو سوار کا لکھا ہے یہ اپنے
وقت کے رستم زمانہ تھے زور و طاقت میں دلیر خان کے بعد انھیں کا نمبر تھا
ان کے بارہ میں عالمگیر بادشاہ کا منشی عالمگیر نامہ کے صفحہ (۱۰۴) میں بیان الفاظ
و عبارت انکی تعریف لکھا ہے یوسف خان برادر دلیر خان کہ
افغانان اور ازبک جو انان دلاور و مراتب سپاہی ثانی آئین
مہین برادرش پیشروند از آب تیغ مجاہدان شہامت پرور
شربت ہلاک چشید۔

یعنی یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے یہ ایسے خوش رو اور شہزادہ
تھے کہ تمام افغانان ان کو کیتے روز گار سمجھتے تھے اور دلاوری و سپاہی
کے فن میں اپنے بھائی دلیر خان کے بعد درجہ رکھتے تھے افسوس کہ عمارتِ راشکوئی
و عالمگیری میں یہ داراشکوہ کی طرف شریک ہو کر جو امرنگ کام آئے ہیں۔

اور تمام چھوٹے بھائی کی قیامت ناک موت کا فسوس و صدمہ لاحق ہوا۔

تاریخ انجیلاریت کے صفحہ ۳۵ میں مرقوم ہے کہ دیوان یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے انکی جاگیریں اٹھنی و گھاگٹ مولیا مہر آباد مارہرہ اترولی پھر پنڈراول و بہادر پور تھے ایک بار نواب محمد خان نیکش فرخ آبادی جو نواب عزیز خان سے ملنے آیا کرتے تھے اور اس خاندان سے انکار بیا و ضبط بہت تھا انھوں نے دیوان یوسف خان کے صاحبزادہ سے کہا کہ آپکے زیر سایہ میں بھی بود و باش کہتا اور شہر بسانا چاہتا ہوں اگر مرضی جناب کی ہو تو بادشاہ کے حضور میں عرض کروں میر دل خان نے جو ابدیہ کہ نہایت بہتر ہے آپ قوت بازو میں چنانچہ نواب محمد خان نیکش نے بادشاہ سے عرض کیا اور بارہ موضع انعام لہذا محمد خان کو بنا بر وطن کے عطا ہوئے نواب نیکش نے اپنا شہر فرخ سیر کے عہد میں آباد کر کے فرخ آباد نام رکھا جس زمانہ میں کہ دلیر خان کے خاندان کا عروج تھا نواب نیکش وغیرہ ہم پلہ نہ تھے شاہ مبارک خان کا منصب پانصدی ذات و پانسو سوار کا تھا دیالپور و کوہستان چو وغیرہ کے فوجدار بھی رہے تھے بعض انکو نواب بہادر خان کا تہنہ و بعض اوی بہادر خان کے کسی چھوٹے بھائی کو یہ خطاب ملتا بیان کرتے ہیں ایک شہباز خان دلیر خان کے چچا زاد بھائی اور فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے جو جنگ بنگالہ میں کام آئے

سلط دیوان یوسف خان برادر خود دلیر خان باست بھیجی داشت نواب محمد خان نیکش فرخ آبادی از سپرد دیوان محمد و علی التاج اور وکیر خواجہ محمد و علی حاجت انجناب برائے بود و باش خود شہرے آباد سازم اگر مرضی جناب عالی باشد بحضور بادشاہ عرض نمایم پر دل خان در جواب فرمود کہ ازین بہتر جو خوب شاقوت بازو سے مناست ازین جو بہتر چنانچہ نواب محمد خان بحضور بادشاہ عرض کردہ و از وہ موضع التماس ام محمد خان عرض شدہ و او شہرے فرخ آباد و عہد فرخ سیر آباد ساخت اٹھنی و گھاگٹ مولیا مہر آباد اترولی و پھر وہ پندر اول و بہادر پور وغیرہ جاگیر دیوان یوسف خان بودہ ۵۳۰۔ اخبار مجتہد۔

پرو دل خان کا منصب ہزاری ذات ہزار سوار کا تھا یہ فوجدار بھی نہیں کے رہے تھے انبار محبت میں یوان یوسف خان کے فرزند تحریر کیے جاتے ہیں مگر مستند و دیگر کاغذات سے نواب چاند خان کے فرزند یعنی نواب دلیر خان کے پوتے ثابت ہوئے ہیں عہد فتح سیر میں انکو داؤد خان کا خطاب ملا تھا۔

لودیخان کا منصب سہ ہزاری ذات و ہزار پانسہ سوار کا تھا نامور افغان تھے اکثر فتح جنگ خان زبردست خان غیرہ کا اور انکا ساتھ رہا ہے چنانچہ سبارہ میں عالمگیر نامہ کے صفحہ ۲۴۵ جنگ شجاع وقع بنگالہ میں یہ عبارت تحریر ہے و جمعے از دلیران عرصہ قاف ثابت قدماں معریہ جیامثل فتح جنگ خان و لودیخان و زبردست خان و سکندر خان و وہلہ و غیرہ پیشقدم میدان نصرت گشتہ گوئے مسابقت از اقران ربود غرضکہ جانباڑ و پیشقدمی کرنیوالے بہادر و نہیں تھے۔

جمال خان لودیانی ہزار و پانصدی ذات اسٹھ سوار کا منصب تھا اور نواب بدایون خان و نواب دلیر خان کے لشکر میں افسر تھے۔

چھبے سنگھ راجپوت سہ صدی ذات و سو سواروں کا افسر تھا نواب بدایون خان و دلیر خان کے لشکر میں بہادر شخص تھا اور انھیں کا پرورش یافتہ بھی تھا۔ روشن اسلام خان و بہادر خان لودیانی یہ ہردو افسر ہفتصدی ذات اور پانسو سوار و نیکے سردار تھے۔

ستہر خان ہزار و پانصدی اور پانسو سوار کے سردار تھے۔
نور خان پانصدی ذات و سو سوار کے سردار تھے۔





نواب جمال الدين خان

نواب کمال الدین خان بہادر

نواب کمال الدین خان کا خطابی نام رستم خان تھا یہ نواب لیر خان کے خلیفہ کبر
اور اپنے پدر بزرگوار کے قائم مقام و جانشین تھے آبادی شاہ آباد کی گیل نہیں
ہاتھوں ہوئی مہات شاہی میں انھوں نے اپنی حسن لیاقت اور شجاعت سے ایسے
ایسے کار نمایاں کیے کہ روز بروز انکی ترقی ہوتی رہی آپ کو اپنے نامور باپ کے زمانہ تیسارین
منصب عطا ہو چکا تھا اور سیوقت سے بڑے بڑے معرکہ سر کرنا شروع کیے تھے بار بار
مشکاہ بادشاہی سے انکو خلعت اور اضافہ منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی تھی اور بادشاہ
دریاز میں تقریب و حضور سی کا درجہ تمام و کمال حاصل کر لیا تھا موروثی جاگیر کے علاوہ
سات لاکھ سات ہزار دام کی جاگیر جو کالیمتعلقہ صوبہ الہ آباد کے تھی اور سات پرب
ہندون بیانہ کے جو متصل اکبر آباد کے تھے انکو زائد ملے تھے جب کبھی کوئی ضرورت
انکو پیش آئی تو وہ فوراً بادشاہ کے حضور سے پوری کی گئی تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ
نواب کمال الدین خان کا منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار
کا تھا تاریخ ماثرا مالگیری میں انکے ابتدائی زمانہ کا منصب ہزاری ذات و سات
سوار کا تحریر ہے اور جب ۸۵۱ھ میں دو صدی کا اضافہ ہوا تو انکی اور باقر خان
کی ترقی ساتھ ساتھ ہوئی ہے اسکے بعد جب ہندون بیانہ کی عظیم الشان فوج انھوں
سے کمال الدین خان لدیر خان باقر خان ہر کدام باضافہ دو صدی ہزاری میں سے سوار سرفرازی یافتہ

سال بیچدیم جلوس ۸۵۱ھ صفحہ ۱۲ ماثرا مالگیری

۸۵۱ھ سال سی و ششم جلوس ۸۵۱ھ غوغہ شہر بیچ الاولی کمال الدین خان فوجدار ہندون بیانہ - تاریخ

ہتھمال سرکشان آبن نواح باضافہ پانصدی پانصد سوار کثیر لخت دو ہزار سوار

فتح کی ہے تو پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہو کر دو ہزاری منصب کیا گیا۔
 اچھل آخر زمان تک یہ چار ہزاری منصب کو پونچھ بیسٹر اکثر مقامات پر یہ فوجدار ہے
 بین اسکے بعد صوبہ داری کے معزز عہدہ پر سر بلند ہوئے چنانچہ صوبہ اودھ کی
 صوبہ داری پر مامور رہے تھے تاہم انہما لہجہ میں نواب محمد خان شاہجپانپوری اسکے
 متعلق لکھتے ہیں کہ نواب کمال الدین خان لاغر و نحیف البدن بود در شجاعت یکتاے
 زمان بود گاہے چشم از اعداں پوشید و ہر بلائیکہ آمد رونمی یافت۔ جبکہ شاہ آباد کی آبادی
 کا رقبہ بادشاہی فرمان کے حدود سے تجاوز کر گیا اور محمد ظاہر جو شہزادہ کا عامل تھا اسنے
 محصول طلب کیا اس زمانہ میں نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا آخر کار کمال الدین
 خان نے بارگاہ شاہی میں اس امر کی عرضداشت پیش کی اور وہ منظور کی گئی صرف ہم
 مرحمت کا حکم صادر نہیں ہوا بلکہ اسکے ساتھ چھبیس موضع اور توسیع آبادی کے لیے
 معاف ہوئے اور اسکا فرمان سرفہ کو عالمگیر نے مرحمت فرمایا اسکے بعد جب
 سرکار خیر آباد کے فوجدار نے پیشکش اور سائر کے حقوق کا جھگڑا اٹھایا تو اس امر کی
 درخواست بھی انھوں نے عالمگیر بادشاہ کے حضور میں گذرانی وہ بھی نہایت توجہ سے
 سنی گئی اور اسکے بارہ میں بھی پروا نہ عنایت کیا گیا کہ یہ جاگیر انکو نسل ابودسل و بطنابعد
 بطن ابودسل سے مرحمت فرمائی ہو اور کل حقوق مالی و دیوانی اور جملہ بواب خلی و خارجیہ
 انکو معاف کیے گئے ہیں کوئی اہلکار شاہی کبھی کسی امر میں انسے مواخذہ نہ کرے
 عنوان خطاب اسکے نام بہت اعزاز کے ساتھ بادشاہ کی جانب سے تحریر ہوا ہے
 اور وہ الفاظ مثل رفعت پناہ شجاعت شعار لائق المرحمت الاحسان
 کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم استعمال میں لائے گئے ہیں۔

اور دوسرے پروانہ میں کمال الدین خان کو اورنگ زیب نے ان جلیل القدر فخرات عزت بخشی ہو کہ جو بڑے بڑے امرا کو بھی نصیب نہیں ہوئے مثلاً پیش مناصب کا طلب خانہ زاد بادشاہی سپاہی وغیرہ الفاظ تحریر میں تاریخ انہار البحر میں ہو کہ ایک بادشاہ جہان بادشاہ ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا ناگاہ ایک ہاتھی شاہزادہ اورنگ زیب سے حملہ آور ہوا کمال الدین خان بھی وہاں کھڑے تھے انھوں نے کمال دلاوری سے بڑھکر ہاتھی کے پسے تلوار ماری کہ سو نڈ دو ٹکڑے ہو گئی اور شاہزادہ محفوظ رہا۔

سلجق میں جب بادشاہ عالمگیر لاہور سے دار الخلافہ دہلی کو مع لشکر کے آیا ہے تو کمال الدین خان کو خانی کا خطاب بادشاہ نے مرحمت فرمایا یہی جتبادشاہ کے حضور سے خانی کا خطاب نہیں ملتا تھا اس وقت تک کسی سرکاری کاغذ میں اس کے نام کیساتھ لفظ خانی کی نہیں لکھی جاتی تھی چنانچہ ایک عرصہ تک کمال الدین خان کا نام بھی بغیر خان کے لکھا جاتا تھا سیطرہ نواب کمال الدین خان کے صاحبزادہ نواب محمد سردار خان کو بجالی جاگیر کا جو فرمان بادشاہ دہلی کی طرف سے عنایت ہوا ہو چونکہ وہ خطاب یافتہ تھے اس لیے ہمیں صرف محمد سردار لکھا ہوا ہو اگرچہ لفظ خان قبیلہ افغان کا قومی لقب ہو مگر بادشاہ کے یہاں سے نام کیساتھ یہ قومی نسبت بھی نہیں لکھی جاتی تھی غلط فہمی سے یا قرزی جو نواب لیر خان کے افغان نہیں تھے شجاع اور جبری شخص تھے اور جب تک دلی لیر خان کی سند کے بموجب بادشاہی فرمان حاصل ہوا ہو اس میں بھی صرف عظمت اللہ لکھا ہوا ہے۔

اگرچہ عالمگیر کے آخری عہد کی مفصل تاریخ نہ ملنے سے اور شاہ عالم نامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے تو ذہم ذی الحجہ ۱۱۰۷ھ اور رایات مالیات جانب دار الخلافہ ارتقاء یافت کمال الدین خان لیر خان

خطاب خانی یافت صفحہ ۱۵۴۔ ماثر مالگیری

ہونے سے کمال الدین خان کے کارنامے مخفی ہو گئے ہیں مگر جو شاہی مہمات مائثر
عالمگیری میں انکے نام سے درج ہیں وہ مختصر طور پر ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں
ساتھ جلوس میں جب میوات کے سرکشوں نے بغاوت اختیار کی اور انکی
تعداد مورخ سے زیادہ بڑھ گئی اور پانچزار باغیوں نے قصبہ نارٹول کے نواح
میں لوٹ مچائی اور وہاں کے دیگر قصبات پر گنات پر دست رازی شروع کی طاہر خان
وہاں کا فوجدار باغیوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بھاگ کر بادشاہ کے حضور
میں آیا تو بادشاہ عالمگیری نے ان مفسدوں کی سرکونی کے لیے ۲۶ ذیقعدہ ۱۱۲۳ھ کو
کمال الدین خان کو مع لشکر حیرا کے بھیجا اور باغیوں کے بابتہ بادشاہ نے انکو
حکم دیا تھا کہ اسکے قتل و قید میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا جاوے اور موزیوں کا نام
نشان اس سرزمین سے مٹا دیا جائے جسوقت کمال الدین خان میوات میں

لے مفسدان سرزمین میوات ناگانی چون دیوچہ از زمین شنیدند و مانند از آسمان رختند القصبہ قنہ غیسہ
قریب خیرا کس در نواح نارٹول رفت عصیان نشی بہن کردہ قدم جرات و جہارت پیش گذاشتہ و دست نیب
و عارت بر قصبات و پر گنات دراز کردند طاہر خان فوجدار تاب مقاومت و مجاہدت در خونیدہ بخشور آمد عزم
چیم بادشاہ عدو بندہ کا فر کش برستصال کفار غبار مصمم شد بسبب و شتم ذیقعدہ کمال الدین خان ولد ولیر خان
باہمیت سرکار ایشان قہقہل و اسیر بیدریان شرارت نشان فرمان پذیر گردیدند ہر گاہ فوج منصوبہ بدان مرز رسید
حرے صعب و رزمے شدید و داد اکثرے از بہادران چہرہ سعادت بگلگونہ شہادت رنگین و بسیارے
مجرع شدند و باصطلاح اہل ہند ماہجارت کہ عبارت از کشتہ شدن افیال در زمگاہ باشد درین معرکہ
مرد آو باظہور آمد عاقبت الامر باطل ستیزان رد بگریز آوردند نصرت مند ان تعاقب گریختہ پیرداختہ فراوان ابنجاک
ہلاک انداختہ فتح و ظفر میامن اقبال خدیو دین پرورد نصیب و لیلے دولت شد غازیان نصرت شعار ہمعنان
فیروزی زمین پس شدند و بشنیدن تحسین آفرین از زبان دربار سرا فقار بفلک وارسانیدند جمیع خرد و بزرگ
نکاش و زان لاضات سرگ باضافہ ہائے نمایان و خلایع امتیاز یافتند۔ انتخاب زماثر عالمگیری صفحہ ۱۱۶۔

پونچے باوجود اسکے کہ اس گروہ باغی کے پاس آلات میگزین وغیرہ کی کمی تھی مگر انھوں نے بڑے زور سے مقابلہ کیا اور نہایت شدید جنگ پیش آئی اور یہ سپہی سخت لڑائی ہوئی کہ گویا مہاجرات جو ایک ہندوستان میں عظیم الشان لڑائی ہوئی تھی اسکی نظیر دوبارہ ظہور میں آئی بہتے بادشاہی لشکر کے بہادر بھی کام آئے اور بہت سے زخمی ہوئے آخر کار اک بڑے معرکہ کے بعد وہ باغی بھاگے اور شاہی لشکر نے انکا تعاقب کیا بہتے بھاگنے میں قتل ہوئے اور بہت سے قید کیے گئے غرض کہ کمال الدین خان کی کمال بہادری سے وہ سرزمین ان شرمیوں سے پاک ہوئی اسوقت انکے ساتھ رعد انداز خان و رومی خاں و توپخانہ اور شاہزادہ محمد الہی والی جماعت اور انکا ذاتی لشکر تھا۔

جب یہ بادشاہی فتح چل ہو گئی اور کمال الدین خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خود بادشاہ عالمگیر اور نگ زیب نے اپنی زبان سے تحسین و آفرین کی اور خلعت و اضافہ منقصب سے سرفراز فرمایا اور انکے ہمراہی بہادروں کو بھی عنایت شایانہ سے سربلند کیا۔ یہ زمانہ دلیر خان کی زندگی کا تھا۔

۲۲۔ جلوس عالمگیر می مطابق سن ۱۰۸۵ھ میں ہمارا جہ جسونت سنگہ کے انتقال کے بعد جو جھنگر اپیش آیا جو اس معرکہ میں بھی نواب کمال الدین خان نے نہایت شجاعت کو دخل دیا جو اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارا جہ جسونت سنگہ والی جو دھورو جو اکثر صوبجات میں صوبہ دار رہے اور اکثر لڑائیوں میں بادشاہ کی طرف سے شریک ہوئے جبہ کابل میں لمکی صوبہ دار تھے اور وہاں فوت ہوئے تو

کوئی انکار نہ تھا اس کے نوکر و خین رگھوناتھ داس وغیرہ بڑے معتقد تھے انھوں نے
بادشاہ کو ایک عرضداشت لکھی جس میں راجہ کے مرنے اور انکی رانیوں کے حاملہ ہونیکا
حال و سچ تھا اسکے بعد راجہ مذکور کی دونوں رانیوں سے دولہے کے لاہور میں اگر
پیدا ہوئے اس امر کی اطلاع بھی ان ملازموں نے بادشاہ کی خدمت میں پہنچائی
بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں لڑکوں کو ہمارے روبرو لاؤ جب سن تین کو پہنچے
اپنے باپ کے راج و منصب سے سرفراز ہونگے اسکے بعد راجہ کے متعلقین و ملازم
دہلی آئے اور ان لڑکوں کے نام بادشاہ سے راجہ کے ملک و منصب کو لیکر اپنے
قبضہ میں کرنے کے لیے حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس عرصہ میں راجہ کا ایک لڑکا مر گیا
بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ راجہ کے راجپوتوں کا جو دھپور اگر فساد برپا کرنے کا
ارادہ ہے تو ۱۶ جمادی الثانی کو بادشاہ عالمگیر نے فرمان صادر کیا کہ راجہ کی دونوں
رانیاں جو روپ سنگھ راٹھور کی جوہلی میں ٹھہری ہیں یہ نور گٹھ میں جا کر ٹھہرن بان
فولاد خان کو تو ال اور سید حامد خان جا کر جوہلی پہرہ بٹھائیں اور کمال الدین خان

سے چون بساج جاہ و جلال رسید کہ این طاقت بد سگال ارادہ فاسد دارند شانزدہم جمادی الآخر میں لکھنؤ میں توفیق
یافت کہ ہر روز وہ ہمارا راجہ را کہ در جوہلی روپ سنگھ راٹھور میں باشند با سپر آوردہ در نور گٹھ واردند فولاد خان
کو تو ال و سید حامد خان بابت ہمارے چوکی خاص و کمال الدین خان سپر دلیر خان و حمید خان سپر داؤد خان
و خواجہ میر کہ صلابت خان خطاب یافت با ملازمان رسالہ بادشاہ ہزارہ محمد سلطان مرحوم این فرقی قتال
را الذین عزم و بال بازداشتہ و اگر از راہ خدلان پرستی بختک پیش آیند تنبیہ و گوشمال شودہ کفر
کفران نعمت رسانند تعین شدہ بموجب فرمان کار پابند گشتہ بلوازم اندر زوضیعت پر دست کھلا
نگونسار چشم از بہود کار خود پوشیدہ و تیر و پیکار پوشیدہ جمع کثیر سر و جیب عدم کشیدہ و جمعے از
بند ہمارے بادشاہی بکار آمدند۔۔۔ انتہا باثر عالمگیری

معہ چند سرداروں کے اور شاہزادہ محمد سلطان مرحوم کا رسالہ لیا کر ان اچوتوں کو اس فساد سے باز رکھیں اور اگر وہ گروہ خام خیالی سے لڑائی اختیار کرے تو اچھی طرح انکی گوشمالی کی جائے چنانچہ حسب حکم کو تو ال مذکور نے وہاں جا کر ہر ہٹھا دیا اور نواب کمال الدین خان معہ اپنی جماعت کے راجپوتوں کے پاس گئے اور انکو نہایت نصیحت کی مگر وہ راجپوت اپنے اس راہ اور جہالت کا باز نہ آئے اور لڑائی پر آمادہ ہوئے طرفین سے خوب تلوار چلی بہت سے راجپوت مار گئے اور بادشاہی لوگ بھی کام آئے جب اچوتوں نے میدان جنگ اپنے حال پر تنگ دیکھا تو انھوں نے دونوں راہیوں کو جو مردانہ لباس پہنے تھے قتل کر کے لڑکے کو ایک شیر فروش کے گھر میں چھپا دیا اور خود بھاگ گئے فولاد خان نے بادشاہ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور بادشاہ کے پاس لڑکے کو پہونچا دیا بادشاہ نے جو لونڈیاں کہ راجہ کی قید ہو کر آئی تھیں اس لڑکے کو شناخت کے لیے دکھلایا انھوں نے پہچان کر بتلادیا کہ یہ لڑکا واقعی راجہ جسونت سنگھ کا ہے چنانچہ وہ لڑکا لونڈیوں کے ساتھ پرورش کے لیے شاہزادی زیب النساء بیگم کے سپرد ہوا اور اوسکا نام

یہ شاہزادی سلاطینِ مغلیہ میں باعتبار علم و قابلیت و شاعری کے مقرر خاندان ہوئی یہ زیب النساء بیگم ہاشم شاہ کو دہلیس یا توہمک چو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی اسکے بطن سے پیدا ہوئی شاہی دستور کے موافق تربیت و تعلیم ہوئی حافظہ ذہانت کا یہ عالم تھا کہ سات برس کے سن میں قرآن مجید ختم کیا اور اسکے بعد حفظ بھی کر لیا جسکے صلہ میں عالمگیر بادشاہ نے اپنی بیٹی زیب النساء کو تیس ہزار اشرفیان مرحمت فرمائیں ملا جیوں نے بسم اللہ کر آئی تھی چار برس کے عرصہ میں اس نے علم عربی میں پوری دستگاہ حاصل کر لی ریاضی ہئیت سے بالطبع میلان تھا وہ بھی بہت جلد حاصل فرماتا کہ عربی و فارسی علوم میں بہرہ تمام اچھی تھی شاعری سے طبعی مناسبت تھی مخفی مجلس لکھتی تھی اقسام خطوط جبینہ شیعہ شگستہ شامل تھے پوری خوشنویس تھی اسکی قدروانی سے ارباب علم

محمدری راج رکھا گیا اور جو اسباب کہ لوگوں کے پاس تھا وہ چھین کر بیت المال کے
 بقیہ سے ما قبل فضل و کمال اطراف سے اکٹرا جمع ہو گئے تھے علماء شرافت و خوشنویس اسکی
 سرکار میں وظیفہ پاتے تھے اسکے نام سے کتب و رسائل بہت تصنیف ہوئے چنانچہ زبیر لقا کہ
 ملا صفی الدین کشمیری اردی بی نے اسکے حکم سے تفسیر کبیر کا ترجمہ کر کے تصنیف کی ہے اسے کتب
 جمع کرنے کا نہایت شوق تھا اسکے استاد ملا سعید اشرف نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ شاہ ہزاوی غرہ
 ہوگی اسکیا شعر مشہور ہے اگر دشمن دو تا گرد و تپیش مشو غافل + کمان چند آنکہ ہم گرد و خاکش
 کار گر آید + وہ اکثر شعر پڑھا کرتی تھی دے دیوانہ نموش بعاقل برابر ست + دریاے آرمیدہ
 بسا حل برابر ست + ایک وزیر لب النساء چمن میں ٹہل رہی تھی دیوان حافظ بفل میں تھا ایک
 بلبل شاخ پر چھپاتی تھی اوسنے یہ فوجا جرتہ کہا اے عندلیب نادان دم در رہ گلوں سر
 نازک مزاج شاہان تاب سخن ندارند + ایک اسکی خواص امانی بیگم تھی جو نہایت سلیقہ شعار و قابلہ
 تھی ایک روز شاہ ہزاوی نے باغ کی گلگشت کے وقت یہ مصرع پڑھا اے امانی گل شد گچھا
 میخند + امانی بیگم بولی سے برقلے خود ویر غفلت ما میخند + ایک اور ایک بیگم فقیر چمن نے شاہ جہان کے
 بھیجا تھا جو عالمگیر نے اسکو ملا تھا وہ ایک پرستار کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اسنے رو کر کہا اے ازخدا اینتم
 چینی شکست + شہزادی نے کچھ ملال نہ کیا بلکہ ہنس کر کہا سے خوب شد اسباب خود بینی شکست + ایک بار
 طرح ہوئی سے در ابق کسے کم دید موجود + اسنے مصرع لگایا مگر اشک بتان سرمہ آلود + اسکا
 یہ بھی قلعہ مشہور ہے بشکند دستے کہ خم در گردن یار نشد + کور بہ چشمے کہ لذت گردیدار نشد
 صد بار آخر شد و گلہا بفرقے جا گرفت + غنچہ باغ دل ما زین ستار نشد + اسکیا شعر اسکے دیوان
 مخفی میں اسکی حالت پر شاہ ہے دفتر شاہم + لیکن رو بہ فقر آوردہ ام + زین زینت بس ہم
 نام من زین النساء است + چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر اسکے نام تھی جو علمی شوق کے پورا کرتی تھی وہ
 خرچ کرتی تھی لاہور میں ایک باغ بھی بنوایا تھا۔

کمال بیدماغی اور ماہ ہسری سے ازدواج کرنا پسند نہیں کیا ایک گوسفند کو دروزہ کی حالت میں
 دیکھ کر بولی سے اے صدق تشنہ ہمیر دسویں فیسان سنگر + بہر یک قطرہ آبے کہ شکم بشکا من

کوٹھنے میں داخل کیا گیا دونوں راینوں اور تیس راجپوت سرداروں کی لاشیں شمار
میں آئیں جو نامی راجپوت بھاگ کر ہم جمادی الثانی کو جو دہپور پہونچے وہاں انھوں
نے دو لڑکے جھلی راجہ کے قرار دیے ایک لڑکے کا نام اجیت سنگھ رکھا اور فساد
برپا کیا۔ طاہر خان جو جو دہپور کا فوجدار تھا وہ وہاں نہ ٹھہر سکا اس جرم میں عہدہ
اور خطاب معزول کیا گیا اور سر بلند خان کو ایک شائستہ فوج دیکر جو دہپور کے

بقیہ صفحہ ماقبل ایک بار جمیر شریف و اورنگ آباد کن بھی گئی تھی بادشاہ اکثر امور سلطنت میں
اس سے کام بھی لیا کرتا تھا حمیدہ بانو والدہ روح اللہ خان کے انتقال میں خلعت ماتمی اسکے
ہاتھ بھجوا گیا تھا شاہزادہ اکبر کی بغاوت میں اسکے نوشتہ اسکے نام پائے گئے اسلیے جاگیر و سکی
ضبط ہوئی اور قلعہ سلیم گڑھ میں مکان سکونت کو دیا گیا۔

۱۲۰۰ھ بمقام دہلی اسنے باپ کی زندگی میں قضا کی اورنگ زیب دکن میں تھا و تاج نويس کے
ذریعہ سے خبر معلوم ہوئی بادشاہ بہت رویا یہ زمانہ ستمہ جلوس کا تھا سید امجد خان شیخ عطاء اللہ
حافظ نور محمد کو حکم خیرات و تعمیر عمارت کا بھیجا۔ باغ سی ہزاری متروکہ جہان آرا میں مدفون ہوئی
کابل دروازہ کے پاس مزار بنام مسجد کے سرہانے کتبہ ہے کل من علیہا فان ہذا حق قد
بیت اکبر۔ لعبد المذنب المعاصی وھی الذی برحمۃ الرحیم الکریم لہ الفاظ زید بن النسا بسکرم
المجوس من عباد اللہ الصالحین یدعو الہا للفقراء الرضوان تارخ فتح قلعہ القولہ و آخری
اسکے شعر کے بموجب مقبرہ بنامہ اغنیاء سازم گنبد از طلا و نقرہ و بر سر گور غریبان گنبد
گردون بس است ہ نظم کے علاوہ نثر بھی خوب لکھتی تھی یہ رقم اپنے پیر و مرشد کے نام لکھا ہے
نقشہ پر کار تدویر و جو ہر قسم خط محیط صفحہ فلک شہم حضرت پیر من ظلم۔

مردان خدا در سیدہ زیب النسا فرمانے کہ دار و پایے نہ دار و اگر از تجرید خود ہم نغزید نہ ہم
رواست منکہ بصورت گرفتار نہ بمجنی خبر دار بالہ سنا زے چو گفتہ گفتہ آئے رواہ ہزبان
شہ جہا۔ نے نواشد گر چہ دار و صد ذرا۔

انتظام کے لیے بھیجا گیا راجسنگھ جو راجہ متونی کا ملازم تھا اس نے بشیار فوج فراہم کر کے تھور خان فوجدار اجمیر سے مقابلہ کیا اور تین روز تک خوب لڑائی رہی طرفین سے اس کثرت سے آدمی مار گئے کہ کشتوں کے انبار لگ گئے جسٹر راجسنگھ مار گیا اور تھور خان فتح مند ہوا اس عرصہ میں رانا والی اودی پور نے بھی سرکشی کر کے بغاوت اختیار کی اب عالمگیر خود دہلی سے اجمیر کو روانہ ہوا اور شاہزادہ محمد مظلم دکن سے بلا گیا اور شاہزادہ محمد اعظم بنگال سے بجلیٹ طلب کیا گیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑا لشکر دیکر راناکا کو شمالی کے لیے بھیجا گیا والی اودی پور نے اودی پور کو ویران کیا اور راجہ جسونت سنگھ کے آدمیوں کو لیکر دشوار گزار پہاڑ و ٹہن چلا گیا شاہی لشکر نے راناکا ناطقہ بند کیا جب راجپوت مقابلہ سے عاجز ہوئے تو انھوں نے شاہزادہ محمد مظلم کو ملانا چاہا کہ اسکے ذریعہ سے معافی مانگیں یا بغاوت پر اسکو آمادہ کر کے اپنا رفیق بنائیں مگر شاہزادہ مہو نے انکی باتوں پر کان نہیں لگایا اور نواب یانی اسکی والدہ سے بھی اسکو نصیحت کی کہ راجپوتوں کی معاونت نہ کرنا جب وہ پہلے مایوس ہوئے تو شاہزادہ محمد اکبر سے رجوع کی کہ چالیس ہزار سوار اور خزانہ بشیار موجود ہے آپ ہمارے بادشاہ بنیں شاہزادہ ناخبر بہ کاری سے راجپوتوں کے دم میں گیا اور باغی بغاوت اختیار کی اس زمانہ میں کل شاہی فوج راجپوتوں کے استیصال کو چلی گئی تھی اور بادشاہ کے پاس دو امیر ایک بہرہ مند خان اور دوسرے اسد خان اول تھے یہ دس ہزار کے فوج اور اہل دفتر اور چند خواجہ سرا تھے بلکہ بعض روایت میں سات آٹھ سو سوار تھے بہرین لشکر میں اکت لزلہ پڑا ہوا تھا بادشاہی لشکر بہرین

کسی شخص کو اس بلا سے نجات پانے کی امید نہ تھی اور یہ خبر مشہور تھی کہ شاہزادہ محمد اکبر
ستر ہزار سپاہ لیکر باپ سے مقابلہ کو آتا ہے اگرچہ محمد معظم دس ہزار سوار سپاہ
باپ کے پاس آیا مگر باپ بیٹوں کا لشکر ملکر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سواروں کا مقابلہ
نہیں کر سکتا تھا بادشاہ عالمگیر کے لیے یہ وقت بڑا برا تھا مگر اسکی عقل سلیم باقی تھی
اسی کمزور حالت میں کمال الدین خان بھی معہ اپنی جماعت کے بادشاہ
کے پاس مدد کو آ گئے اور بادشاہ کو نہایت تقویت اور خوشی حاصل ہوئی
بادشاہ نے امر کو شاہزادہ کے پاس سے نہایت خوش تدبیری کے ساتھ توڑ لیا
اور شاہزادہ پر غلبہ چل کر لیا اس لڑائی میں راناے اودھ پور کا زیادہ نقصان ہوا
چنانچہ اسکی بربادی کی تاریخ کسینہ نکالی ہے کہ رانا راندہ مشہور
ملک مسکن۔ آخر کار رانا نے مجبور ہو کر شاہزادہ کے ذریعہ سے معافی چاہی اور
دلیر خان کے توسل سے بادشاہ کی حضوری حاصل کی جسکا تذکرہ ہم دلیر خان کے
تذکرہ میں کچھ تحریر کرتے ہیں اسکے بعد شہج میں اورنگ زیب نے اجمیر سے
برہانپور کی طرف کوچ کیا اور ایک منزل بڑھ کر شاہزادہ محمد عظیم کو خلعت بخش بہا
دیکر موضع دیورانی سے اجمیر کو رخصت کیا اور جہرۃ الملک سے خان کو خلعت عنایت
کر کے اسکے ساتھ مقرر کیا اور کمال الدین خان کو بادشاہ نے بھی کارنامائی
اور وفاداری کے صلہ میں خلعت و جوہرات و ہاتھی و گھوڑے

کمال الدین خان دیکر ان آمدہ بارہوے محلے پرستند صفحہ ۲۳۷ جلوس مائر عالمگیری۔

کمال الدین خان سپرد دلیر خان اعتقاد خان سپرد اسد خان راجہ بھیم و پسر شردیند اسپر نامہ خان
مرحمت خان شد و دیگر ان خلایع جواہر و اسپہیل بہ تعیناتی این فوج کمر مثال بستند ۲۱۳ مائر عالمگیری

عنایت کر کے فوج کے ساتھ تعینات کیا۔ اسی عرصہ میں شاہزادی جہان آرا جو حسن صورت و سیرت میں بکثرت روزگار تھی انتقال کر گئی عالمگیر نے یہ خبر سن کر نہایت رنج کیا اور تین روز تک نوبت بچنے کی ممانعت کی اور نواب حجت مآب صاحبۃ الزمانی خطاب مقرر کیا۔

اس حالات جہان آرا بنت شاہجہان باو شاہ یہ شاہزادی ایسی لائق و عاقلہ تھی کہ بعض اوصاف میں اپنی ماں ممتاز محل اور پھوپھی نور جہان سے بڑھی ہوئی تھی جو خوبیاں کہ غورات میں ہوتی ہیں اس بیگم میں وہ کل موجود تھیں ۲۱ صفر ۱۰۲۸ ہجری کو ارجنند یا نو کے بطن سے پیدا ہوئی شاہجہان کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ یہ بڑی بیٹی محبوب تھی عقل کی تپلی ہونے سے امور سلطنت میں دخل تھی ساٹھ لاکھ سالانہ تک اسکی آمدنی ہو گئی تھی تخت نشینی کے بعد جب شاہجہان گھر میں آیا تو اس ناٹولی شاہزادی کو ایک لاکھ اشرفی اور چار لاکھ روپے مرحمت فرمائے اور پہلے سال جشن نوروز میں پچیس لاکھ روپیہ کا زرو جو اہر اسکو عنایت کیا اور باقی جملہ خاندان کو پچیس لاکھ کا سامان ملا جب اسکی ماں سنہ ۱۰۳۰ ہجری میں انتقال کر گئی اور ایک کروڑ سے زیادہ زرو جو اہر چھوڑا اس میں سے نصف جہان آرا کو دیا گیا اور نصف کل شاہزادوں کو بوجہ مزاجدانی اور کمال سلیقہ کے کل امورات محلسنہ کے اسکو سپرد تھے مہر سلطنت بھی بدستور اسکے زیر نگرانی سستی خاتم النساء کو سپرد کی گئی تھی۔ دارا شکوہ کی شادی جبین تیس لاکھ روپے صرف ہوئے اسکی زیر اہتمام ہوئی تھی اسکے باغات بھی نہایت دلکش تھے ایک باغ جو شاہجہان نے ایام شاہزادی میں نصب کرایا تھا وہ بھی اسکی ماں کے انتقال کے بعد اسکو دیا دوسرا اسکا باغ صفا پور میں و تیسرا انبالہ میں تھا صاحب آباد عرف اچھول اسکی جاگیر میں تھی ایک سرابھی اپنے نام کی تعمیر کرائی تھی نذر محمد خان الی توران کے اہل و عیال کی خاطر داری بھی اسنے نہایت کی تھی اجمیر شریف بھی اپنے باپ کے ہمراہ حاضر ہوئی جب ماہر اکبر آبادی نے ایک مثنوی اسکی مدح میں اللہ عنایت خان آتشا کے ہاتھ بھیجی اور اسکا یہ شعر بذات اوصاف کردگار است کہ خود پہناؤ فیض آتشکا بہت پڑھا تو نہایت مخلوط ہوئی اور پانچ سو روپیہ صلہ میں مرحمت فرمایا اور جیسا سکے

اسکے بعد ۲۰ جلوس مطابق سنہ ۹۱۰ ہجری ماہ شوال میں بادشاہ نے شاہزادہ

بقیہ صفحہ ماقبل جشن شفا میں قدسی نے قصیدہ پڑھا تو دو ہزار روپیہ خلعت عطا ہوئے بادشاہ ہنامہ
میں اسکے جل جانیکا مفصل قصہ مرقوم ہے جس سے اسکی شان و عظمت معلوم ہوتی ہے کہ کس قدر
شاہجہان بادشاہ کو صدمہ ہوا اور علاج میں کس قدر اہتمام کیا گیا ہے ۲۴ محرم سنہ ۹۱۰ ہجری کو اپنے
باپ شاہجہان کے پاس سے اٹھ کر خوابگاہ کو جا رہی تھی کہ ناگاہ شمع سے دھن میں آگ لگ گئی
چونکہ لباس شیشی و عطر جالگیری وغیرہ سے معطر تھا تمام لباس میں شعلہ بھڑک اٹھا چار خواص میں آگ
بچھاتی تھیں مگر آگ نہیں بجھتی تھی دونوں ہاتھ اور دونوں پہلو اور پسلیاں جل گئیں چونکہ خوبی لیاقت
سے تمام مجلس کا انتظام اسکے ہاتھ تھا اور بادشاہ کو نہایت محبت تھی اسلیے شاہجہان و فور غم سے
ایک دن دو لختانہ میں باہر آکر تخت عدالت پر نہ بیٹھا ہمہ تن تیمارداری میں مصروف رہا عبادت
گزار شب بیدار رہنے و دعائیں کرانی گئیں سید جلال صدر الصدور کے کہنے سے جو معافیوں کی تحقیقات
کا حکم ہوا تھا وہ سب بلا تفتیش بحال ہو گئیں۔ حاذق اطبا اور جراح اطراف عالم سے بلائے گئے
بادشاہ خود سجادہ عبادت پر بیٹھ کر شافی برقی سے دعا مانگتا لاکھوں روپیہ خیرات کیا گیا دو تہ صہین
جلکہ مرگئیں۔ محمد داؤد خان حکیم و مناجات حکیم سچ الزمان کے علاج و عارف جراح کے
مرہم سے چار ماہ میں رو بصحت ہوئی تھی مگر تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کشمیر کا سفر کیا گیا تو
پھر مرض نے خود کیا اور آخر میں ہیون درویش کے معالج سے غسل صحت ہوا شاہزادی پر سے
جو اہرات نثار کیے گئے چار لاکھ شہزادی کو مرحمت ہوئے جاگیر میں بند رسورت سات لاکھ سالار
آمدنی کا اضافہ ہوا اس میں سے لاکھ انعامات میں اور دو لاکھ سے زیادہ خیرات ہوئی پانچ لاکھ
لکھ معظریہ مدنیہ منورہ بھیجے گئے شاہجہان کے انتقال کے بعد بادشاہ عالمگیر نے قلعہ اکبر آباد میں خود
جا کر اوسکا مائتی لباس اترا دیا اور جملہ ارکان دولت و امر کو حاضری و نذر گذرانے کا حکم دیا اور
حاضر ہوئے اور آداب بجالائے عمر یاد الہی میں بسر کی بعد انتقال شاہجہان ۱۶ برس کے بعد ۹۱۰ ہجری
عمر میں سنہ ۹۱۰ ہجری کو جہان آرنے جہان فانی سے رحلت فرمائی ترکین تین کروڑ کا سامان چھوٹ
سلطان المشائخ نظام الدین و لیا محبوب الہی کے روضہ اقدس کے صحن میں عین حیات جو اوسنے

محمد عظیم کو خلوت دیکر بیجا پور کی محکم کے لیے بھیجا تو کمال الدین خان کو بھی شاہزادہ موصوف کے ہمراہ کیا اور انہیں بادشاہ نے نہایت شایانہ عنایتیں فرمائیں۔

انہیں ایام میں آنے والے نواب دلیر خان جو نہایت علیل تھے رحلت فرما ہوئے محاصرہ بیجا پور میں کمال الدین خان نے بڑی بڑی بہادران کی ہیں جب شہرہ بیجا پور کی ایک فوج عظیم لیکر شاہزادہ محمد عظیم کے لشکر کی طرف بڑھا اور نہایت سخت مقابلہ ہوا بہت سے لوگ قتل ہوئے آخر کار وہ منہ پھیر کر بھاگا کمال الدین خان نے کمال شجاع سے وہ دلیری دکھائی کہ اپنے باپ دلیر خان کا نام روشن کر دیا

بقیہ صفحہ ماقبل اپنے لیے محمد سنگ مرمر کا نہایت نفیس نبوایا تھا اس میں مدفون ہوئی جس پر عبارت یہ کتبہ ہے جو راقم کی چشم دید ہے ہو اسی القیوم ۵ بغیر سبزہ پوشد کسے مزار مراد کہ قبر پوش غریبان ہیں گیاہ پس است ہ الفقیہ القانیہ جہان آرا مرید خواجگان چشت بنت شاہ جہان بادشاہ غازی امار اللہ برمانہ سلطانہ اسکی تصنیفات سے کتاب منس الارواح سوانح عمری خواجہ اجمیری ہے جو اس نے عاقل خان خوشنویس شاہ جہان سے لکھائی ہے راقم نے دیکھی ہے عبارت بطور نمونہ کے جو اورنگ زیب کو خط میں لکھی تھی درج کی جاتی ہے۔ مناسب آن ست کہ آن برادر نامہ ارازمین ہوا ردیہ و افعال شنیعہ کہ نتیج سوے خاتمت و مشر و خاتمت عاقبت ست اجتناب لازم شمر دہ دستر ضلع خاطر قدسی مناظر شاہنشاہ دین پرور و خاقان معدلت گستر تا ممکن مقدور سعی نماید و خوشنودی آنحضرت را از موجبات حصول سعادت دارین فرا گرفتہ از اراقہ دم متابعان حضرت خاتم النبیین در ماہ رمضان مبارک محترمہ زیادت باشد و احکام مرشد و ولی نعمت والی سلطنت البجائیل امتثال نماید کہ فی حقیقت بمقتضائے اولی الامر منکم امتثال امر شاہنشاہ حقیقی است قدم در راہ خلاف خلیفہ الہی سپردن مخالفت فرمان مالک الملک نمودن است۔

کمال الدین خان دیگر متعینہ رکاب با شاہزادہ باصناف عنایات فتح گشتند ۳۳۶ ماثر عالمگیری

اور کمال الدین خان ایسے زخمی ہوئے کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی تھی چنانچہ وقایع بادشاہی سے مصنف ماثراً عالمگیری صفحہ ۶۶۲ میں یہ عبارت لکھتا ہے کمال الدین خان سپرد لیر خان و فتح جنگ خان میانہ گلگونہ زخم را پیرایہ چہرہ جلادت نمودند۔

یہ ایسی قیامت ناک لڑائی ہوئی کہ انکے چھوٹے بھائی فتح محمد خان شہید ہوئے اور امان اللہ فرزند الہ وردی خان بھی کام آئے اور فتح جنگ خان بھی نہایت زخمی ہوئے۔ روایت ہے کہ کمال الدین خان کے اس کثرت زخم آئے تھے کہ بدین جنبش کرنے کی قدرت نہیں باقی رہی تھی چالیس زخموں کے لیے بادشاہ نے چالیس جراح مقرر کیے تھے۔

ستہ جلوس میں کمال الدین خان کے زخم اچھے ہوئے اور یہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اس وقت عالمگیر نے کمال الدین خان کو خلعت تلوار اور عصاے سرا کی مرحمت کیا آخر کار ماہ ذیقعدہ ۹۷۷ھ ہجری مطابق ستہ جلوس کو قلعہ بیجا پور فتح ہو گیا سکندر شاہ عادل خود اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سکندر گرفت تاریخ فتح نکالی گئی اور بادشاہ عالمگیر نے نہایت خوش ہو کر کمال الدین خان کو خلعت

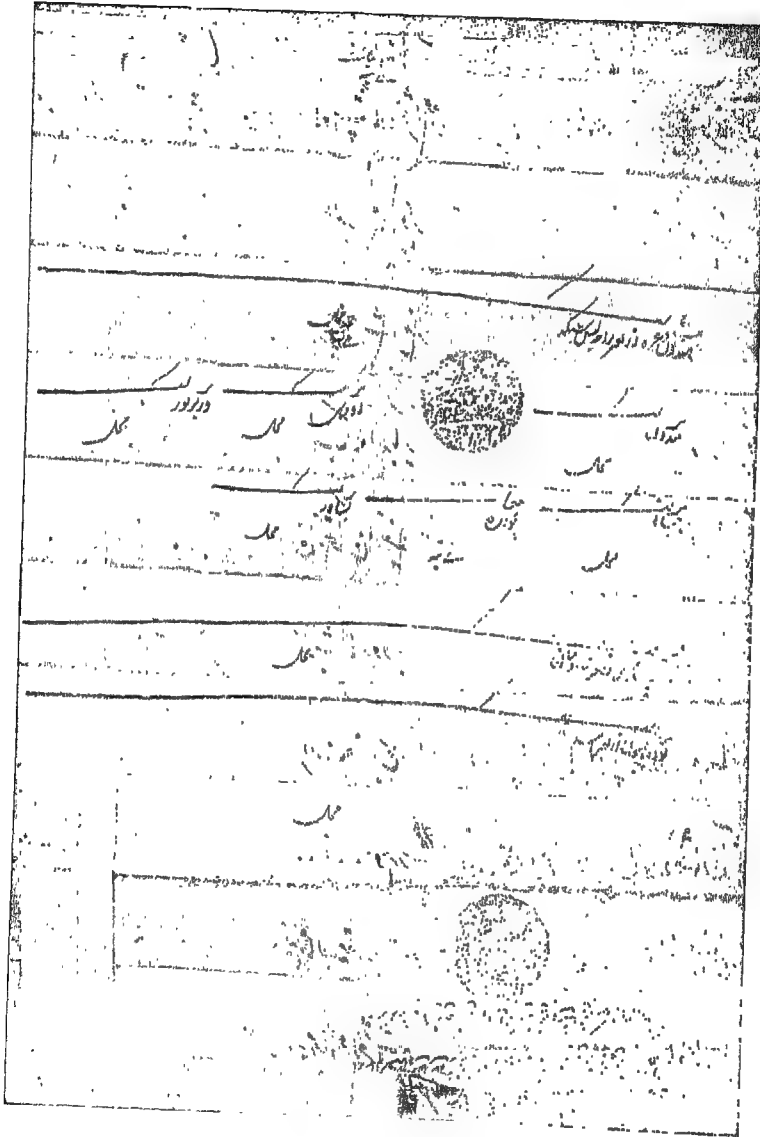
ستہ زخمی کمال الدین خان لیر خان بہ شد ملازمت نمود بموجبت خلعت و مشیر و عصاے سرا کی تشریف فرما آرد ویش التیام پذیرفت سال سیچ ۹۷۸ھ صفحہ ۶۷۸ ماثراً عالمگیری
ستہ متعینہ فوج فیروزی اوج کمال الدین خان وغیرہ و دیگر پیش منصب کم منصب یا نعام خلایع و جواہر و آواہ و فیل و اضافہ و خطاب بذل اصناف اعطاف و تشریح و دوا بردار و دند ۲۸۴ ماثراً عالمگیری۔

و خطاب جو اہرات اور ہاتھی گھوڑے اور دیگر شاہانہ عنایتوں سے سربلند کیا اور دیگر امر بھی جو اس مہم و اس فوج میں متعین تھے سب کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اسی مہم کے بعد ابو الحسن تانا شاہ کی مغزولی کی گئی اور قلعہ گوکنڈ فتح ہوا اور میر عبد الکریم نے تانیخ سے فتح قلعہ گوکنڈہ مبارکباد نکالی اور مور و تحسین ہوا یہ زمانہ سلسلہ جلوس مطابق سن ۹۸۰ ہجری کا تھا دکن کی ان مہمات میں کمال الدین خان نے خوب خوب کار گزاریاں کی ہیں۔ مگر فہوس کہ ماثرا لکیری کے بحر چند مختصر واقعات کے کوئی دوسری فصل تانیخ نہ ملی جو شرح و بسط سے کار نامے تحریر کیے جاتے۔

تانیخ محزن اخبار کے صفحہ ۳۱ میں ہے کہ جب فرقہ ست نامی جو بیراگی فقروں سے تھا اور اسنے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر کے بادشاہی ملازموں سے مقابلہ کیا جو تو اورنگ زیب نے کمال الدین خان کو انکی گوشمالی کیلیے بھیجا اور انھوں نے وہاں پہونچ کر انکی تہذیب کو شمالی کر کے ان باغیوں پر فتح حاصل کی اس مہم میں انکے لشکر میں پنجادیکھ چٹانوں کے سرمست خان نے بڑی بہادری کی ہے چنانچہ اسی عہد میں اس مہم کے متعلق ہندی زبان میں کبت بنایا گیا تھا جو کتابے کو زمین مندرج ہے اور اسکی نقل یہاں درج کیجاتی ہے اورنگ زیب پیر تبات بلے جن کو ب کمال دین بول ہکارو مار پڑی ست نامن کو تھان ہمت کو سبھی بارو تھان بھٹا نو بلے سرمست خان صاحب کرو گنوار کو دل مارو دیکھ رہے امر او سبھی جہان پا نو کٹو تھان پا نو تہ ٹارو۔

سلسلہ جلوس مطابق سنہ ہجری میں جب جاٹوں نے سراوٹھایا اور ہندون بیاتہ
 میں جو اکبر آباد کے متصل ہے وہاں آکر لوٹ مار چائی تو عالمگیر نے شہزادہ
 سید ارنجیت کو مع لشکر کے بھیجا اور شہزادہ نے وہاں جا کر قلعہ سنسنی کو جو ان
 سرکشوں کا مسکن تھا برباد کیا اور اسکے بعد شہزادہ نے راجہ بشن سنگہ کو اپنی جگہ
 پر چھوڑا اور حکم دیا کہ چھ ماہ کے عرصہ میں اس گروہ کو قتل و قید کر کے انکی گدیہاں چھین
 اور انپر اپنا قبضہ کر لو تاکہ ان موزیوں سے جو بے امنی پھیلی ہے وہ سر زمین پاک
 ہو جائے اور مخلوق کو راحت حاصل ہو۔ چنانچہ راجہ مذکور اس کام میں مصروف ہوا
 اور جو کچھ اوسنے پیشگاہ بادشاہی سے امداد چاہی وہ اسکو پہونچائی گئی تو پچانہ حسب
 التماس اسکے پاس بھیجا گیا راجہ نے انکے قلعہ واقع کرنے کے لیے بہت کوشش
 کی بلکہ جاٹوں کا قلعہ سو کر چھین لیا مگر جیسا کہ انصرام اس ہم کے لیے درکار تھا وہ راجہ
 سے ظہور میں نہ آسکا یہ جماعت بڑی اور نہایت شورہ پشت تھی اسلیے اک سخت
 زیر دست ہاتھ کی ضرورت تھی ایسا شخص جو مدبر شجاع ہو اور اوسین سرداری کے
 جملہ صفات موجود ہوں مطلوب تھا جب راجہ بشن سنگہ نے غالب آسکے تو وہ گروہ
 اور بھی میابک ہوا اور دست درازی شروع کی پر گنہ ہندون بیاتہ روپان ہوساؤ
 بشن سنگہ کا منصب ہزاری چار سو سوار کا تھا انکے باپ کے منیکے بعد ۱۱ رجب الاول شعب ۱۱۱۱ھ کو
 انکو خطاب ہلکا دیا گیا اور دیگر عنایتیں شایانہ بھی کیں کچھ دنوں یہ راٹھور وئی گوشمالی پر بھی رہے ہیں اور ایک
 مدت تک اسلام آباد عرن متھرا کے فوجدار رہے اسکے بعد انکا انتقال ہو گیا انکا بیٹا جیسنگہ تھا جسکو خطاب راجہ
 جیسنگہ کا دیا گیا تھا اور اسکا منصب ہزاری وپان سو سوار کا تھا بشن سنگہ کے باپ کا نام بشن سنگہ تھا جو رام سنگہ
 کے بیٹے تھے رام سنگہ راجہ جیسنگہ جے پوری کے فرزند تھے کشن سنگہ نے اپنے باپ کے عہد میں اچھا منصب پایا
 تھا اور کابل میں تعینات رہے تھے یہ اپنے پاتلی خانہ جلی میں زخمی ہو کر ۱۲ رجب الاول ۱۱۱۱ھ مطابق سنہ ۱۱۱۱ھ
 میں کام آئے۔ یہ خاندان ہمارا راجہ مانسنگہ نورتن دربار اکبری کا ہے۔

وغیرہ خوب لوٹے وہاں کے حامل و جاگیردار کوئی مقابلہ کی تاب نہ لائے اور دارالسلطنت
 اگرہ کو بھاگ آئے جب اورنگ زیب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس مہم کے لیے
 کمال الدین خان کو انتخاب کیا اور ان کے نام اس مضمون کا فرمان صادر کیا
 کہ تم شجاعت شعار پیش منصب کا رطلب خانہ زاد بادشاہی ہو تمکو ہندون بیانہ اور اسکے
 محالات کی جاگیر عنایت کی جاتی ہے جسکی تفصیل اس فرمان میں مندرج ہے اور تم خود دار
 وہاں کے کیے جاتے ہو لہذا نہایت جلد وہاں جا کر مفسدہ و فتنی سرکوبی کرو اور اگر وہ گروہ
 عدول حکمی کرے پھر کوئی دقیقہ انکی بربادی کا اوٹھانہ کھنا تاکہ وہ ملک اون
 شرکشوں سے بالکل صاف ہو جائے اور عامل و گماشتے مطمئن ہو کر وہاں کے محالات
 میں قیام رکھیں اور رعایا کی دیکھی اور مالگزاری کا اضافہ اور وصولیابی کا انتظام خاطر
 خواہ ہوتا رہے تمکو وہاں جا کر اپنی کارگزاری اور حسن لیاقت کا ثبوت ادا کرنا چاہیے
 بوجہ عجلت کے یہ فرمان گزیردار کے ہاتھ روانہ کیا جاتا ہے چنانچہ حسب احکم
 کمال الدین خان ہندون بیانہ تشریف لگئے اور اپنی ذاتی لیاقت و شجاعت سے اس
 گروہ باغی کا قلع و قمع کر ڈالا اور باغیوں کے ہستیصال میں کوئی کسر اوٹھانہ کھی سز میں
 ہندون سے فساد کا غبار بالکل مٹا دیا ہر طرح کی مہم پیل گئی اور بدستور کاروبار جاری
 ہو گیا۔ بادشاہ نے انکی کارگزاری و خوش تدبیری پر نہایت تحسین کی اور انکے
 منصب میں جسکا تذکرہ اوپر آچکا ہے اضافہ کیا اس جنگ میں کمال الدین خان کے
 لشکر کے بہت پٹھان کام آئے چنانچہ بعض انکے نامور افغانوں کے وارثوں کو بادشاہ
 نے جاگیریں دیں اور انکے نام پر وائے عنایت کیے ایام غارتگی ان جاگیروں کے
 فرمان جو عالمگیر کی طرف سے مرحمت ہوئے تھے شاہ آباد میں باقی تھے نہیں ہوئے فرمان کا یہ



بقیہ قومانی شاہی بنام نواب کمال الدین خان

سنگہ جلوس میں جب صوبہ ملتان میں ایک فرقہ نے جو فقیری لباس میں تھا
فساد اختیار کیا اور بلوچوں نے علیہ آشوب اٹھایا تو بادشاہ عالمگیر نے شاہزادہ
محمد معظم عرف بہادر شاہ کو لاہور میں اس مہم کے لیے مامور کیا اور وقت
کمال الدین خان کے نام فرمان صادر کیا کہ تم شاہزادہ
موصوف کی خدمت میں فوراً حاضر ہو تمہارے منصب کے لائق جو خدمت ہوگی
وہ شاہزادہ تجویز کر کے سپرد کر گیا اور اس سے مابعد دلت کو مطلع کر گیا شاہزادہ
نے لاہور میں لشکر کی فراہمی کے لیے توقف کیا اور وہاں جا بجائے لشکر جمع
ہونے لگا چنانچہ کمال الدین خان بھی حسب احکم شاہزادہ کے پاس گئے اور ان کے
متعلق جو شیر افگن خان کو خدمت دینی تھی سپرد ہوئی جب کل امرا جمع ہو گئے اور
لشکر کا انتظام پورا ہو گیا تو ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۸۸ ہجری کو شاہزادہ محمد معظم ملتان کو روانہ ہوا
اور ملتان میں اوسکا بیٹا شاہزادہ معز الدین صوبہ دار مقرر کیا گیا اوسکے بعد شاہزادہ
نے وہاں جا کر بلوچوں سے مقابلہ کیا اور نہایت سخت مقاتلہ پیش آیا مخالف کا
غلبہ حد سے زیادہ ہو گیا تھا مگر آخر کو خداوند کریم نے بادشاہی لشکر کو فتح عنایت کی
کمال الدین خان سرخرو ہوئے بادشاہی فرمان اصلی آجتک موجود ہے جسکی
نقل تحریر کی جاتی ہے۔

۱۔ شیر افگن خان شاہ وردی کے بیٹے اور نرور کے فوجدار تھے انکا منصب
ہزار و پانصدی ذات اور سترہ سو سوار کا تھا مگر وہ کسی وجہ سے خدمت مندرجہ فرمان
سے علیہ کیے گئے اور بجائے انکے کمال الدین خان نہایت تمسین و قدر افزا محاط بست
اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے۔

نقل فرمان عالمگیر بادشاه بنام کمال الدین خان



بموجب مسطور عمل منشور مطاع عمل نمایند

مسواک و دانه

خانواده شجاعت علی لایق المرحمت الاحسان کمال الدین خان فرزند شاهای
از آنجا که قبل ازین خدمت متعلقه او بشیرکن خان مرحمت شده حکمتی
مقتدا لازم الانقیاد و تقاضی یابید که بعد رسیدن ابطالی خانند کور باید که آن خانه زاد بزرگ
استیصال بخیر خدمت فرزند بجان پیوند بر خود دارند اراعه اراده شد کامکار عالی نسب
و الاتبار منظور نظر حضرت آفرید گار غره ناصیه دین دولت قره باصره ملک و ملت
مبیط انظار عنایت مطلع انوار مرحمت نعل جلیل القدر منبع الشان عظیم المنزلت رفیع
المرکان المحفوظ به حفظ به الحافظ الکلام لمتسک سپین محمد معظم بهادر شاه که بر فتن
در السلطنت لا یور مامور شده به شتاب و جمیع که آن قابل الاحسان به آورده نشان
آستان فلک نشان ملک پاسبان براه بندگی درگاه آسمان براه مامور بود آن فرزند غر
شد تجویز مناصب در غور حالت و رتبت آنها خواهد نمود بر طبق آن معروض مقدس
قدس خواهد گردید - نوزدهم ذی القعدة سال چهل و جلوس والا تحریر یافت -

بر ساله کترین فدویان



تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ جب اورنگ زیب نے ۵۱ برس فرمانروائی

۹۰ برس کی عمر میں ۱۱ سالہ کو احمد نگر میں عالمگیر نے رحلت کی مرنے سے چند روز پہلے وصیت نامہ بھی لکھا تھا اور سلطنت کا یہ انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بیٹے محمد کام بخش کو جو بہت پیارا تھا صوبہ چار اور وگلکنڈہ مرحمت فرمایا اور اپنے روپرور وانی کا حکم دیا اور محمد عظم کو صوبہ مالوہ کی صوبہ دار عطا کی اور حکم دیا کہ میرے پاس سے وہ جائے اور ہر منزل میں دور و قیام کرے تاکہ دور نہ ہو جائے اور لشکر میں غدر نہ پڑ جائے اور پاس رہنے سے شاہ جہان کا معاملہ پیش نہ آجائے اور مجھے گرفتار نہ کرے الفتحہ شاہزادی زینت النساء بیگم کے لکھنے سے باپ کے انتقال کے بعد عظم شاہ راستہ سے واپس آگیا اور ۱۳ روز ماقم میں رہا اسکے بعد تخت پر بیٹھا اور ہر محلہ جو سرحد کابل پر تھا باپ کے مرثیہ خبر سن کر تخت نشین ہوا۔ سلطان عظم کے کئی فرزند تھے جمیں دو شاہزادے نجستہ اور جہان شاہ اور رفیع القدر اسکے پاس تھے اور بڑا بیٹا اسکا محمد معز الدین جہاندار شاہ صوبہ بلتان کا حاکم تھا اور محمد بیٹا عظیم الشان بیٹہ عظیم آباد کا صوبہ دار تھا سلطان عظم نے محمد عظم کو لکھا کہ تم جو عظیم پوری کے ملک و کن پر قبضہ کرو عالمگیر نے عظم شاہ کے لیے کل جنوبی و مغربی ملک مودن کے تجویز کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اگر وہ دار السلطنت بنے اور سلطان عظم شمالی و مشرقی صوبوں پر قبضہ کر کے ولی کو دار الخلافہ مقرر کرے مگر سلف کا قول دو بادشاہ دراصلیہ لکھنہ مشہور ہو محمد عظم احمد آباد سے گویا رہتا ہوا اگر آگیا اور اسکے آنے سے پیشتر ہی سلطان عظم معہ بیویوں کے اگر ہند میں داخل ہو چکا تھا طرفین سے جان توڑ جھگڑا کرہ اوپر ہو چکا ہے لڑائی ہوئی شاہزادہ عظم جو نہایت شجاع تھا اور اپنے مقابلہ میں بھائی کی حقیقت نہیں سمجھتا تھا کام آیا اسکے بعد سلطان عظم مستقل بادشاہ ہوا۔

یہ واقعہ تاریخ الاول ۱۱ سالہ کو بعد وفات عالمگیر کے پیش آیا عالمگیر کی کل اولاد و ذیلیہ تھی جسکی تفصیل یہ ہے۔

محمد عظم ۱۲ شعبان سنہ ۱۱ ہجری کو دہلیس بانو بیگم کے بطن سے جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی پیدا ہوا تھا نہایت قابل و شجاع تھا عالمگیر اسکو مصاحبے بدل کہا کرتا تھا اسکا تابوت اکبر آباد بھیجا گیا تھا۔

کر کے انتقال کیا ہے تو اسکے بیٹوں میں تخت کے لیے خاتمی بنی ہوئی ایک

بصیرت ماقبل کام بخش ۱۰ رمضان سنہ ۸۰۷ کو اوڈی پوری بانی کے بطن سے پیدا ہوا حافظ کلام اللہ
خوشنویس تھا یاپ کے انتقال کے دو برس کے بعد باہمی محاربہ دکن میں مارا گیا۔

محمد معظم رجب سنہ ۸۱۷ میں نواب بانی کے بطن سے پیدا ہوا تھا علم حدیث میں اسکو قدوۃ الخیرین
کہتے تھے حافظ قاری خوش الحان تھا عربی ایسی فصیح بولتا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے نہایت
دیندار جمیل قیاض بادشاہ تھا اسکے عہد میں بڑی امن رہی پانچ برس حکومت کی لاہور میں کرشنی
تنبیہ کو گیا تھا ستر برس کی عمر میں سنہ ۸۲۷ کو انتقال کیا جو اقطاب صاحب بن مدفون ہوا۔

محمد سلطان شاہ ہزاہ محمد اکبر زیبا لہذا یہ ہر سہ باپ کے حیات میں انتقال کر گئے تھے سلطان معظم کے
بعد اسکے چار بیٹوں میں تخت کے لیے باہم جنگ ہوئی مگر معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر بالآخر
مکمل ۱۱ مہینے چند روز سلطنت کرنے کے بعد فرخ سیر بن عظیم الشان بادشاہ ہوا وہ بھی چھ برس

تین مہینے اور حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے مارڈالا اور مقبرہ ہمایوں میں دفن کیا گیا
اور اسکی جگہ پر مرزا رفیع الدرجات بن رفیع الشان بہادر شاہ کو تخت پر بٹھلایا مگر وہ تین ماہ حکومت

کر کے میں برس کی عمر میں وق کے مرض میں مر گیا جسکے بعد حسبِ ہیت اسکے اسکا بھائی شمس الدین
رفیع الدولہ تخت نشین کرایا گیا مگر وہ بھی چند ماہ سلطنت کر کے اور بیمار ہو کر مر گیا اسکے بعد شون

عرف محمد شاہ نیکلے جو نجستہ اختر جہان شاہ بن بہادر شاہ کے فرزند تھے تخت پر بیٹھے یہ بیٹے نیکلے
نیکلے عیش و غفلت میں تخت سلطنت کو کھو دیا نادر شاہ نے حملہ کیا دہلی کو قتل و لوٹنے پر بادکر ڈالا

جس سے پھر دہلی سنبھلی ۲۹ سال ۸ ماہ حکومت کر کے سادات بارہہ کا خاتمہ کیا اور آپ بھی ہی
جنت ہوئے اسکے بعد برائے نام بادشاہ مغلیہ ہوتے رہے روز بروز تنزل ہوتا رہا احمد شاہ نے

جلاوس کیا مگر کمزوری بڑھتی گئی مرہٹوں کا غلبہ ہوا احمد شاہ دہلی کے محاربے ہوئے چھ سال تین ماہ حکومت
کر کے احمد شاہ بھی سدھارے بعد عزیز الدین عالمگیر ثانی نے ۵ سال آٹھ ماہ حکومت کی اسکے بعد

سلطان علی گوہر شاہ عالم ثانی نے ۴ سال سلطنت کی لنگے بعد اکبر شاہ ثانی ۳ سال چھ ماہ قلعہ میں حصر
ہوئے کہنی انگریزی مسلط تھی لنگے بعد ۲۵ مہینے سلج الدین بوختر بہادر شاہ نے جلاوس کیا اور ۲۹

میں بالارام بغاوت سنہ ۱۱۸۷ کے رنگون بھیج دیے گئے اور اسطرچر سلطنت تیموریہ کا خاتمہ ہو گیا۔

طرف سے شاہزادہ محمد اعظم شاہ عالیجاہ مع اپنے لڑکوں کے اور دوسری طرف سے
 شاہزادہ محمد اعظم شاہ عالم الخاطب بہ بہادر شاہ مع اپنے بیٹوں کے و جہیں لیکر آیا
 اور نہایت سخت مقابلہ ہوا شاہزادہ محمد اعظم جو ولیعہد اور خلیفہ اکبر تھا اور سبکی
 طرف کمال الدین خان بھی شریک تھے اور خانہ صوفیہ کے ساتھ
 لڑنے کے بجائے بھتیجے بھی موجود تھے بیشتر میدان جنگ میں اعظم شاہ کے دونوں بیٹے
 والا جاہ اور بیدار بخت گولوں سے کام آئے جس پر اعظم شاہ نے آگاہی پرورد دل
 سے کھینچی اور کہا کہ اب کچھ لطیف زندگی کا نہیں ہے یہ کس مرنے پر کمر باندھی اور ایسے
 متواتر حملے کہ ہر اور مخالفت کی صفیں لوٹ دین قریب تھا کہ غلبہ پاکر فتح شکو
 حاصل ہو مگر نیرنگی تقدیر سے دوسرا واقعہ پیش آگیا عین ہنگام میں ایک تہی سیا
 ایسی اٹھی جس سے تمام عالم میں تاریکی چھا گئی اور ہوا کا رخ اعظم شاہ کی فوج کی طرف
 پیدا ہو گیا اس لیے ادھر سے جو پتھر پھینکا جاتا تھا وہ خود انہیں کی طرف پھر آتا تھا
 سلطان اعظم کی فوج نے یہ غیبی امداد دیکھی اور اعظم شاہ کی فوج کو پتھروں اور گولیوں کی
 بارش پر رکھ لیا مرنے والے خان و مصطفیٰ خان سپران محمد پو خان یعنی
 دلیر خان کے پوتوں نے اور کمال الدین خان کے دیگر بھائیوں نے گھوڑے
 اٹھائے اور اعظم شاہ کی فوج میں گھس گئے اور ایسے پیہم حملے کیے کہ قیامت پکڑی
 فتح خان جو دلیر خان کے عزیز تھے زخم کھا کر سرخرو ہوئے محمد اعظم شاہ
 کو ایروہ میں گھیر لیا اور تیروں کا میٹھ پر سنا شروع کیا اعظم شاہ نے بھی چارہ کرکش
 تیروں کے خالی کر دیے جس کے تیر تاک کر مارتا تھا وہ جوان خاک پر گر جاتا تھا
 اجمالت میں تیسرا شاہزادہ چودہ برس کا جو باپ کے پاس باگھی پر عماری میں

بیچا تھا وہ بھی تیر سے زخمی ہوا عظیم شاہ نے خود اسکے بدن سے تیر نکالا اور کہا کہ
 تو نظر سے جھکا کر لیٹ جا مگر وہ شیر بچہ رہی نہوا اور بدستور بیٹھا رہا عظیم شاہ نے
 کثرت زخموں سے پیاس کی شکایت کی فیلیان نے صراحی پیش کرنا چاہی مگر
 شہزادہ نے کہا کہ وقت اسکا نہیں ہے میں شہزادہ کا فیلیان بھی گولی کھا کر گر گیا
 محمد عظیم نے خود اشارہ سے ہاتھی بانکا اور ہمت نہ ہارانا گاہ ایک سو وق کی گولی
 شاہزادہ محمد عظیم کی پیشانی پر لگی اور اسکے ساتھ شکی بوج پرواز کر گئی اسکے بعد
 بہادر شاہ کی فتح ہوئی شادیانے بجائے گئے سلطان محمد عظیم نے تخت
 سلطنت پر جلوس کیا اور اپنے باپ کا دیا ہوا خطاب بہادر شاہ اختیار کیا
 جن سرداروں نے اس معرکہ میں جان بازی کی تھی وہ سب خلعت ترقی منصب
 سر فراز ہوئے علی الخصوص سادات بارہہ اور خاندان دلیر خان جو شریک غالب تھا
 سر فراز کیے گئے اس معرکہ میں سات اشخاص دلیر خان بہادر خان کی نسل سے
 شریک تھے کمال الدین خان اور انکے ساتھ عزیز خان مرتضیٰ خان
 مصطفیٰ خان بہادر خان و حیات خان وغیرہ تھے اور انھوں نے جہانستان

سلطنت میں گری ہنگامہ بادشاہ از طرف جنود کہ مقابل فوج عالیجاہ بود برخواست عرصہ عالم
 تاریک گردید تیر کی سپاہ عالیجاہ ہی انداختند ہم پانہا میر سید سپاہ بہادر شاہ ظہور این الطیقہ فہمی
 را از اہ او آسمان دانستہ مخالفان را بہ تیر و تفنگ و بان فرو گردانند خصوصاً مرتضیٰ خان مصطفیٰ خان
 و دیگر افغانان برادران و بتایر دلیر خان اولے حقوق تربیت یافتہ قدیم را بطور آورہ اسپہارا
 جولان کردہ بقول عالیجاہ سید خسرو نشر قیامت برپا ساخت و فتح خان برادر زادہ دلیر خان از زخم
 سرخروئی بر داشت صفحہ ۲۶۱۹ تاریخ اخبار رحمت تذکرہ جنگ پسران عالمگیر۔

حکم کیے تھے ہر ایک کو خلعت و منصب سرفرازی حاصل ہوئی اس جنگ
میں جو کمال الدین خان وغیرہ کے متعلق تذکرہ ہے وہ عبارت ہم بیان نقل کیے
دیتے ہیں بعد مقتول شدن عظم شاه شاه عالم بہادر شاہ
بر تخت سلطنت نشست درین جنگ اکثر دیوانہ بازی
نمودہ خصوصاً سادات دلاوران بارہہ و سرداران افغانان
مثل کمال الدین خان مرتضیٰ خان عزیز خان خان بہادر خان
وحیات خان بدرجہ تردد مردانہ کردہ ہفت کس سرداران
نامی از نسل دلیر خان و بہادر خان بکار آمد ہر یکے بختاب
و باضافہ منصب سرفراز نمودہ۔

نواب کمال الدین خان کا شاہ آباد کی تکمیل کرنا

یہ تو دلیر خان کے تذکرہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ دلیر خان کے بعد و نیز عدم موجودگی
میں جو شاہ آباد کی آبادی کا انتظام ہوا ہے وہ کمال الدین خان کی ذات سے
ہوا عمارات کی تعمیر ہر ایک محلہ دار کو راضی کی تقسیم معاملات شاہ آباد کی لوہا
سے عرضداشت یہ سب کام انھیں نے کیے بعض کاغذات جو زمانہ آبادی میں انکی آبادی
سے کا رہے دیے گئے ہیں انکی نقل یہاں پر بطور نمونہ کے تحریر کی جاتی ہے اور بعض
سناد جو انکی طرف سے قابل ذکر اشخاص کو ملے وہ علیحدہ انکے تذکرہ میں بھی شامل کیے گئے ہیں

نقل سند منجانب کمال الدین خان بنام اسماعیل خان جوہر
بست چہارم شہر رمضان المبارک ۹۷۰ھ مطابق مسیح ۱۵۶۳ء

متصدیان حال واستقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار ہوئے بدانتہ۔
موازی بست ویک بیگہ پختہ اراضی اقتادہ لایق آبادی در سوا و قصبہ طور من
ابتداء فصلت سال و کثرت برائے سکونت آبادی رعایا بنام
ملک اسماعیل خان قوم افغان من زمی از سابق تا حال بر فاقیت ہمراہی اینجانب
صبر و تحمل و دلاوری بکار بردہ لہذا معہ فرزند ان مقرر و معاف نمودہ شد باید کہ
ارضی مذکور پیمودہ و چاک بستہ حدود و جداساختہ بقبض و تصرف مشار الیہ آگذازند
کہ سکونت و آبادی و وزیدہ در شعاع تہور انہ سرگرم و ہوشیار باشند جوہی من او جو
معرض مزاحم نشوند بہر امور موجودہ لازمہ غور و حمانہ لازم دارند درین باب تاکید
مزید دانستہ محسب السطور عمل آرند۔

اسکے متعلق ایک حکنامہ بھی کمال الدین خان کی طرف سے اہلکاران بڑی دیوڑھی
کے نام صادر ہوا تھا کہ الماس امین دین محمد مرد بہہ و سیو کرے کارکن کاشی رام
و پھوپھند اراضی چمایش کر کے اور چاک باندھ کر کے اسماعیل خان اور اسکے
فرزندوں کو زمین بتا بر آبادی کے دیوین چنانچہ اس حکم کی اہلکاروں نے
اسمعیل کی حدود میں دیوانخانہ شمشیر خان شمالی حد میں واقع ہے مہرین وغیرہ
پڑی ہوئی ہیں۔

نقل سند بنام تلج خان منجانب نواب کمال الدین خان

بلا و شاہ عالمگیر متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ شاہ آباد امیدوار ہووے بد آئند
کمال الدین خان قلمب خان بازاخان سلطان خان تلج خان قوم افغان مہمند
در سرکار آمدہ التماس نمود کہ مایان بموجب ایلمے وار شاہ و نواب
قبلہ مرحوم مغفور برائے سکونت و آبادی جائیکہ تجویز فرمودہ موافق آن مکان
معمودہ آبادی داریم لیکن از باعث شرکت قصہ برادران دیگر مردانہ مکان آبادی
خود از سرکار میخواستیم الحال موافق اظہار نامبرودہ موازی چیل بیگہ اراضی پختہ
مع حدود اربعہ موافق آبادی قدیم از سرکار صادر شدہ باید کہ بخاطر جمع تمام معہ
فرزندان در مکان مذکورہ آباد ہووے باشند و گلبے متصدیان سرکار از اراضی مذکورہ
مزارع و معترض نشوند و دینیاب تاکید فرید دستہ حسب لمر قوم بعمل آرد۔ لک کہ پختہ

شرف غرض جوبہ شال

حدہ ہورہ دیوان پاخان حدہ ہورہ محلہ قرب خان حدہ محلہ باقری شرقی حدہ ہورہ محلہ باذہ خیلان
تقریری التاریخ بست و پنجم شہر صفر
سیطرح بازار شاہ آباد کا بھی انتظام عمل میں لایا گیا ہے پیشتر نواب لیر خان نے
میکوچو دہری کو پچاس بیگہ اراضی دیکر چودہ ہریت پر مقرر کیا تھا اسکے بعد کمال الدین
خان نے بازار دیر گنج اور دستونکی چودہ ہریت جمال خانیل کو عنایت کی ہے
اسکے بعد دیوان مبارک کو دیگئی ہے دیوان مبارک پیشتر متصدی تھے مگر ترقی
کر کے نواب سردار خان کے نائب ہو گئے تھے بعد انتقال دیوان موصوفت کے

چودھرائت اونکے فرزند عظم خان کو دیگئی تھی دیوان مبارک کی طرف سے انکا گماشتہ
نرخین داس کلو اور کام کرتا تھا اور ایک سو چاس روپیہ سالانہ اونکا محصول ادا کیا
جاتا تھا بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے انکے فرزند نواب سردار خان
اور پوتے نواب شیر انداز خان نے یہ چودھرائت محمد دلاور محمد نصیر محمد جعفر کو جو
عظم خان کے ورثا تھے عنایت کی ہے اسکے بعد بازار کا انتظام محمد قادر واد خان
کو جو دیوان مبارک کے نبیرہ تھے سپرد کیا گیا ان سب کے کاغذات اس وقت
پیش نظر ہیں۔

نقل سند چودھرائت بنام دیوان مبارک منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امید وار بودہ بداند
چون خدمت چودھرائی دلیہ گنج و گدرا از تغیر حال حاکمین معتاد خدمت مبارک
مقرر و مفوض فرمودہ شد باید کہ خدمت مامورہ را از حسن سلوک امتی و دوستی بتقدیم
رسانند تا بمورانا م و صاحبان بہاریان کاسبان آسپان سلوک بکار بردہ کہ
روز بروز آبادانی شہر وقوع آید و تنفس را از خود متفرق تشکی نگر و اند و مطابق معمول
از عمل و دستور قابض و متصرف بودہ باشند در نیاب تاکید و نسیہ حسب السطو عمل
آورد شہر بیچ الثانی سنہ ۱۲۰۵ جلوس والا قلمی گشت مطابق سنہ ۱۲۰۵

اسی طرح سنہ ۱۲۰۵ جلوس عالمگیری میں جب درگاہ دین اسلام سے مشرف
ہوا سپہ اور اسکا نام محمد حسین قرار پایا ہے تو نواب کمال الدین خان نے اپنے
علاقہ میں اسکو چودھری قانوگو مقرر کیا ہی پیشتر اسکے میس لے و امرے چودھری

اور پیرل دھرم اس قانون کو تھے مگر وہ کار گزار نہ ثابت ہوئے لہذا بجائے ان کے
 راجہ درگا سہائے کا تقرر ہوا اور چالیس موضع ان کے سپرد ہوئے انیس موضع اور وہ
 چک یوڑھی کے متعلق تھے اور اکیس موضعات علاقہ ایکوان کے تھے۔

سند چودھرائی و قانون گوئی علاقہ بنام راجہ درگا سہائے منجیا

نواب کمال الدین خان

متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ شاہ آباد تابع سرکار خیر آباد منصفانہ و بیدار
 چون مہینیں ام و امراے چودھرائی پیرل و دھرم اس قانونیان پر گنہ مذکورہ
 بغایت مجہول و ناکارہ بودند و در سربراہی کار و امور متعلقہ رسیدن نہ نمودند
 و رعایا و برابرا محال مذکور از دست بدسلوکی آہنا ہمیشہ ناش و اویلا میکہ و بنا بران
 نظیر بر سر آمد کار و رفاہیت رعایا داشتہ مشارالہا از خدمت چودھرائی و قانون گوئی
 در محال مسطورہ بر طرف ساختہ راجہ درگا سہائے کہ از سعادت ابدی مشرف اسلام
 مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردیدہ اورا چودھری و قانون گوئی پر گنہ
 مرقوم نمودہ شد باید کہ مشارالہ راجہ دھرائی و قانون گوئی مستقل نہستہ معاملہ تخصیص
 و تحصیل باستصواب و مینمودہ باشند و طرق مومی الیہ انکہ خدمات متعلقہ خود را برستی
 و درستی بتقدیم رسانیدہ و انچہ کفایت سرکار و آبادانی محال افزونی مال و منصبہ
 ظہور آید سعی و مجتہد باشد و رعایا و برابرا از معاش حسنہ و حسن سلوک خود راضی
 و شاکر و از دوستور عمدہ خود موافق آہمرا از سواے مال سرکار از رعایا متصرف نہ

در لوازم سربراہ کاری و دولتی و تخواہی کوشد و در نیایب تاکید و نسبت حسب السطوہ
بجمل آراء تحریر فی التاریخ نہم بیع الثانی سلسلہ جلوس والا۔

شرح ضمن خدمت چودہ ہرای و قانونگری سرگنہ شاہ آباد سرکار خیر آباد از فقیر
مہیں ام در امرای چودہ ہریان بیرون و ہر مداس قانونگریان اجہر گاسہ کام
کہ از سعادت پیدی شرف اسلام مشرف شدہ با ستم محمد حسین موسوم گردید مقرر شد

محال	اصلی	داخلی	موضع از اصل در آبادی قبضہ
لئے موضع ۲ چک	موضع ۲ چک	لئے	موضع از اصل در آبادی قبضہ
چولی متعلقہ موضع ۲ چک اصلی موضع داخلی	چک اصلی موضع داخلی	ایکوان لے اصلی سے داخلی	شہر آباد
تھوک داندو	تھوک	تھوک لہرو	اصلی لایعہ داخلی
آغا پور	پرٹھوان	پور وہ	سراے
تھوک چاند	خان پور	رسو پور	کونیان
کنہ ضرپور	گیان وان	نصیر پور	چٹھو
ہرولی	بند با	ایکوان	سراے راتک
فتح پور	ہری		

کھلیا اصلی سے داخلی لے

کمر نامو بھگوان روپا پور کچہ خواجہ کلان بیجا نر سیامو
بتاریخ و بیع الثانی سلسلہ نقل بد فترہ سید
محمد مراد جلال الدین کارپردازان دیورھی نواب صاحب

مہر

مہر

شاہ آباد کی عمارت

جن عمارتوں کی بنیاد نواب ولیر خان نے ڈالی تھی وہ سب کمال الدین خان نے تیار کرائیں عمارتیں عالیشان و مستحکم ہیں کہیں پر کوئی بات ببقاعدہ نظر نہیں آتی یہاں بھی لایق یا تو نئی امارت و نقاست اور معماروں کی دستکاری ثابت کرتی ہے بڑی دیوڑھی اسکی عمارت پتھر اور اینٹ کی تھی مصالحہ کی خوبی و عمدگی کا یہ عالم ہے کہ آج قریب ڈھائی تین سو برس کے زمانہ گزرا مگر جو حصے اسکی باقی ہیں وہ آج تک بدستور بلا صدمت کھڑے ہوئے ہیں اکثر مکانات کے قطعات بہت خوبصورت بنائے گئے تھے بعض مکانات کی بنیاد جو کھود گئی تو پانی کی سطح تک پائی گئی تمام محلات میں پانی جو برجی کے کنوئیں سے پہنچایا گیا تھا اندر قلعہ کے دیوار خانہ دو موتی محل بارہ دری وغیرہ نہایت نفیس قطعے تیار کرائے گئے تھے صحن مکان میں حوض پانی کے لبریز رہا کرتے تھے زیر پھاٹک پائین باغ کا ہر ابھر منظر پیش نظر رہتا تھا گری کی بلندی شہر کے دیگر مکانات کے بالا خانہ کے سطح کے برابر تھی دو پھاٹک جو جنوبی و شمالی تھے پتھر و چونہ سے بنائے گئے تھے اور بڑی اونچی دیوار سے بڑی دیوڑھی کا احاطہ گھیرا گیا تھا بازار کی طرف جو پھاٹک تھا اسپرین سیرھیاں بنائی گئی تھیں بارہ دری جو باہر اور اندر دونوں جانب کے منظر کی نشاندہ تھی وہ بہت خوشنما عمارت تھی افسوس کہ گردش زمانہ سے انکی اولاد نے وہ سب عمارتیں کھود ڈالیں اب صرف حمام باقی ہے جسکے اندر کے میل بوئے باوجود اس خستگی وہ کثافت کے اتنا پتھر رنگ و روغن اور آب و تاب

دکھلا رہے ہیں صد ہا برس سے نہ کسی نے مرمت کرائی نہ صاف کیا گیا مگر اپنے استحکام سے اب تک بدستور بنا ہوا ہے کہیں ایک قطرہ نہیں ٹپکتا یہ کل عمارت کڑے کی تختیں بٹخینا لاکھ روپیہ سے کم میں صرف حمام حسین تین درجے ہیں تیار نہیں ہو سکتا۔

نواب دلیر خان کا مقبرہ

یہ مقبرہ شاہ آباد کے شمال کی جانب واقع ہے نیچے کا حصہ چوڑے اور اینٹ اولہ کنکر سے اور بالائی حصہ سرخ پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے یہ عمارت نہایت شاندار ہے مضبوطی اور پتھر و نکلے نقش و نگار کے اعتبار سے فی زمانہ لا جواب ہو تیسرا حصہ جو سب سے بلند تھا اور جس کے اوپر کلس چڑھا ہوا تھا زلزلہ سے گر گیا مگر دھڑے اوسکے اب تک باقی ہیں جب پورا بلند تھا تو شام کی وقت اسپر بعض شخاص چڑھ کر شاہ جہان پور کے چرغ دیکھا کرتے تھے چھت جو کڑے کی ہے اسکی مضبوطی کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہیے کہ بالائی حصہ ہزار ہا من کا اسپر گر ہو مگر وہ ذرہ بھر نہ ٹوٹی اور ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکا اوپر کے درجہ میں جو سنگ سرخ پریل ہوئے بتائے ہیں انکے جال و درخت ایسے دلکش ہیں کہ جنکے دیکھنے سے نظر کوتاہی اور دلکشگئی حاصل ہوتی ہے اس مقبرہ کے متعلق کٹر پیٹر مصنفہ ایچ اے نیول سی آئی سی۔ ایس میں لکھا ہے کہ مقبرہ کا کنبداب گر گیا ہے یہ بھی مثل جامع مسجد کے مسطح کنکر و نکلے ٹکڑے بنایا گیا ہے اور بالاحاقہ کی دیوار و پتھر مثل تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام ہے

خارج مسجد شاهزادگان



اب یہ مقبرہ آثار قدیمہ میں داخل ہو گیا ہے تیرہ ہزار روپیہ اسکی مرمت کے لیے گورنمنٹ سے عنایت ہوا جس سے مرمت کرائی گئی مگر اتنی بڑی عمارت کے لیے یہ رقم کیا کام دے سکتی ہے کم از کم پچاس ہزار روپے اسکی درستی کے لیے کافی ہو سکتے تھے اس مقبرہ کے سالانہ مصارف کیلئے شاہ عالم بن ورننگ نے ایک موضع سرائے کنکو معاف کیا تھا اور اسکی معافی کا پیروانہ بھی تحریر کیا تھا مگر فسوس یہ کہ وہ موضع بھی مثل دیگر جاگیرات کے ضبط ہو گیا اسکا پیروانہ محمد بن خان صاحب اختیار پوری نے صید شاہ بریلوی کی معرفت نواب کلب علی خان جھٹا والی رامپور کی خدمت میں پیش کرایا تھا اور یہ امید تھی کہ نواب صاحب سو فیہ کی بیسیانہ فیاضی و قدر دانی سے اس مقبرہ کی از سر نو مرمت ہو جائیگی اور عمارت اپنے اصلی لباس سے جلا پائیگی لیکن محرومی قسمت کے کچھ ایسی پیچیدگی پیش آئی کہ وہ آرزو پوری نہ ہوئی اور نواب خلدیشیان خلدیرین کو روانہ ہو گئے اور اتفاق وقت سے اسکا پیروانہ بھی وہیں رہ گیا راقم نے حصول پیروانہ کے لیے کوشش کی مگر ریاست کے دفتر میں وہ بے پتہ ہو گیا ہے اور نہ دستیاب ہو سکا۔

جامع مسجد شاہ آباد

یہ عمارت ماشاء اللہ بہت اچھی حالت میں ہے کسی امداد کی محتاج نہیں نہایت وسیع عالیشان مستحکم خوشنما مسجد ہے قصبہ کاتوکیا ذکر بڑے بڑے شہر میں بجز شاہی مساجد کے ایسی خوبصورت شاندار مسجد نظر نہیں آتی جامع مسجد بابی کا نقشہ اور شاہجہانی معاون کی بنائی ہوئی ہے اس کے ہر سہ جانب غلام گردش کی کوٹھریاں

ہیں اور اکثر کی طرف تمام ہے پوربہ و دکن کی کوٹھریاں بازار حسین گنج میں شامل
ہو گئی ہیں اور اسے آٹھ سو روپیہ سالانہ کی آمدنی کر ایہ میں حاصل ہوتی ہے اس
ترمیم و آمدنی کے باعث حاجی محمد حسین خان صاحب شہ پوری ہیں جو ایک نیک
نیت و مخیر رئیس شاہ آباد میں گذرے ہیں یقین ہے کہ اس کوشش حسنہ کا جس
حق تعالیٰ انکو عالم آخرت میں عنایت کرے گا۔

اجکل اس مسجد کے پس پشت ایک گنج تعمیر ہو رہا ہے اور اسکے بانی خان بہادر
حکیم خادم حسین خان رئیس اختیار پورہ ہوئے ہیں اور وہ اپنی خوش تدبیری و ہمت
بیاقت سے اس کام میں مستعد و سرگرم رہتے ہیں انشاء اللہ گنج اگر تیار ہو گیا تو
انجمن اسلامیہ جامع مسجد کو بہت فائدہ پہونچے گا مسجد کی موجودہ آمدنی انجمن اسلامیہ
اور مسلمان شاہ آباد کے زیر انتظام ہے پیش امام مودن مدرسین مدرسہ اسلامیہ
کی تحواہوں اور مرمت مسجد میں صرف ہوتی ہے اس مسجد کے لیے بھی شاہ دہلی سے
ایک موضع چالپور معاف ہوا تھا جو مسجد کے مصارف کیلئے وقف تھا مگر فیسوس کہ
وہ بھی بھٹی میں ہے اصلی فرمان اب تک جو ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔ جامع مسجد
کے مینار تمام رہ جانے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کمال الدین خان کا انتقال
ہو گیا اور یہ عمارت پوری نہیں ہو سکی کتبہ کی جگہ بھی خالی ہے چھ لاکھ ان پڑ
عمارت یعنی بڑی دیوڑھی و مقبرہ نواب لیر خان جامع مسجد کا پوسے تین لاکھ
روپیہ ہے جو اسوقت پانچ لاکھ میں بھی تیار نہیں ہو سکتیں کیونکہ پہلی سی اشیاء کی
درزانی اور مرزوری کی کمی اسوقت میں کہاں ہے۔

نقل فرمان معافی موضع جالپور بنا بر جامع مسجد شاہ آباد بمبج

شاہ عالم بن عالمگیر بادشاہ ہلی

شاہ عالم بادشاہ غار
امجد خان صدر سید جهان
سطح

مکاشفہ جاگیر اراک و ریاحان استقبال پر گنہ پالی سرکار خیر آباد
مضاف بصوبہ اودہ بدین سند

بموجب فرمان عالیشان بندگان حضرت بادشاہ زمین زمان خلیفہ معدن نشانی فیض
من امان سبب آتش عالمیان ظل ظلیل ایندو متعال سر بلند داد اربہاں مظهر تہم پر دگا
رحمت اتم آفرید گار بانی مہمانی جہانیا فی مشید قوانین کتی ستانی خلافت پناہ ظل مرحوم
بست و نهم جادی الثانی سہ جلوس الاموضع جالپور تہ شاہ آباد عملہ پر گنہ پالی
از ثلث خریف پارس در وجه خرق امام و موذن خطیب صادر و وار و دست
و غیرہ جامع مسجد بنا کردہ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبہ شاہ آباد عملہ پر گنہ مسطور
حسب انصاف مقرر گشتہ باید کہ مطابق فرمان عالیشان عمل نموده موضع مسطور را تبصر
انہا باز گذارد و از جمیع وجہ و عواض معامرفی اقل شمارند کہ حاصل آنرا صرف عیشت
نمودہ بخائفت دعا گوئی مواظبت مینمودہ باشند و اگر در عمل دیگر خیر و خیرہ باشد
انرا اعتبار نکنند و دنیا بقبح غنی است حسب السطور عمل زندہ نهم شعبان سنہ قمری شمس

کیفیت بر پشت

شرح ضمن در وجه خرج امام و موزن و صادر و وار و و حرمت غیر
 لوازمہ جامع مسجد بنا کردہ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبہ شاہ آباد موضع جالپور کوئٹہ
 شاہ آباد پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضامین بصوبہ اودہ از ملک خریف بتاریخ یازدہم
 شعبان سنہ نقل بد فتر رسید۔ محمد صادق۔

نواب کمال الدین خان کی ذاتی لیاقت سے بڑی

ڈیوڑھی اور ریاست کا ترقی پانا

کمال الدین خان اپنے سب بھائیوں سے بڑے اور لائق تھے نہایت مدب
 نازک مزاج دیندار انسان تھے علاوہ شجاعت کے مدبر و منتظم بھی تھے انکی تصویر سے
 بھی وجاہت اور شائستگی پائی جاتی ہے بعد اپنے والد ماجد کے یہی منصب
 و صاحب اختیار ہوئے ہیں بادشاہی جاگیر بھی انھیں کے نام بحال ہی بلکہ انھوں
 نے بادشاہ عالمگیر سے درخواست کر کے اتنی بات اور بڑھوالی کہ تا بقلے نسل
 میرے وہ جاگیر کسی دوسرے امیر کی تنخواہ میں دیا وے چنانچہ اس امر کا فرمان
 بھی بادشاہ نے منظور کر کے عنایت کیا اودہ کے صوبہ دار ہونیسے بہت سے
 برکات انکے قبضہ میں تھے جنہیں اکثر ز خریدتے اور بعض از روے جاگیر معافی
 کے آئے تھے شاہ آباد اور اسکے گرد و نواح کے دیہات جو تعداد میں ساڑھے
 تھے انکے قبضہ میں تھے تاریخ اخبار محبت کے صفحہ (۲۶۰) میں تحریر ہے

کہ نواب دلیر خان و بہادر خان کی اولاد کے پاس قریب تین ہزار مواضع تھے۔
 تھے اور اکثر خرید شدہ تھے پر گنہ پالی۔ سائڈی۔ سندیلہ۔ لیج آباد۔ سرہ۔ باون
 بیرون۔ وغیرہ اور دیگر متفرق محالات جو صوبہ اودھ کے متعلق تھے و شیر انداز خان
 بنیرہ کمال الدین اور مرتضیٰ خان ابن فتح پور خان کے قبضہ میں تھے اور نواب
 بہادر خان کی اولاد کے قبضہ میں شاہجہانپور و پرگنہ کانٹ سرکار بدایون و دیگر محال
 تھے چنانچہ ان کے علاقہ کے دھڑے اور سرحد پر اکثر وہیلون سے تنازع رہا ہے
 ہم اس بیان کے ثبوت میں اخبار محبت کی جنبہ الفاظ و عبارت یہاں درج کرتے ہیں
 چون علاقہ دیہات زمینداری قریب **سہ ہزار زرہ خرید**
 پچندین لکھ روپیہ نواب دلیر خان و نواب بہادر خان
 پسران و بنایر آندا و سرکار بدایون و پرگنہ کانٹ و
 محال کنھار و دکنہ و سبنا وغیرہ از روئے محمد ظہور الدین
 خان رسیدہ و پرگنات سائڈی و پالی و شیریلہ و لیج آباد
 و سرہ و باون و بیرون و دریا و و دیگر دیہات متفرقات متعلقہ
 صوبہ آوہ شیر انداز خان و مرتضیٰ خان الخاں **طست**
 فتح پور خان در قبضہ میداشت۔

جبکہ تحصیل شاہ آباد میں پھر نواب کمال الدین خان کے کوئی اور حصہ دار اور جاگیر
 نہ تھا تو سوائے بڑی ڈیوڑھی کے یہاں کے جملہ دیہات کسی قبضہ میں چلتے۔

واجباً غرض سرکاری میں ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے موروثی جاگہ سے جو شاہ آباد کے متعلق تھی نواب کمال الدین خان نے اپنے ہر ایک بھائی کو کچھ دیہات اور قصبہ کا ایک ایک محلہ اور ایک ایک بازار حسب تفصیل ذیل عطا کیا تھا۔

نواب فتح محمود خان کو محلہ چوک اور بازار چوک اور موضع ایگوان مع دیگر بارہ مواضع کے دیئے گئے۔

نواب چاند خان کو موضع ہری مع بارہ مواضع کے اور محلہ کھیرہ بازار شنبہ نواب الہ دیے خان کو موضع نور پور مع بارہ مواضع کے اور اندر قصبہ ہرو بازار و محلہ نالہ۔

نواب دلدار خان کو موضع باسطنگیر مع بارہ مواضع کے اور بازار پھار شنبہ و محلہ زیرنگہ و کٹرہ۔

موجودہ اس تقسیم کے ہر ایک بھائی اور اسکی اولاد اپنے اپنے حصہ پر قابض ہی اسکے بعد کمال الدین خان نے اپنی جائداد بڑھانا شروع کی حکومت اور خریداری سے ایک ریاست قائم کر دی صد با آدمی بڑی دیوڑھی کے علاقہ کے منتظم اور محافظ رہتے تھے۔

جب شاہ آباد کی آبادی قصبہ انگلی سے تجاوز کر گئی اور محرم طاہر عامل نے محصول طلب کیا تو کمال الدین خان نے بادشاہ عالمگیر کی خدمت میں درخواست کی کہ پیشگاہ شاہی جو وطن کے لیے جاگیر انعام التمتع عنایت ہوئی ہے اور وہاں شاہ آباد نام کا ایک شہر بنایا گیا ہے اور اسکے باشندے وہی شرفاہین جنکے آباؤ اجداد ہمراہ دلیر خان

مہات شاہی میں کام آئے ہیں کثرت آبادی سے چھبیس موضع جو قلیل الرقیہ اور اقوام
تھے وہ مساجد اور یاغات اور قبرستان کے حدود میں آگئے ہیں شہزادہ کا حال
محصول طلب کرتا ہے اور یہ صورت خانہ زاد کے وطن کی ویرانگی کی ہے اسپر بادشاہ
نے حکم دیکر فرمان صادر کیا کہ ہم نے دیدہ و نہستہ چھبیس موضع وسعت آبادی کے
لیے علاوہ قصبہ اور پینتیس مواضع کے کمال الدین خان کو دیگر عنایت کی ہے
کوئی عامل کسی طرح اسے مزاحم نہو اور اسکا فرمان سننا کو نواب دلیر خان کے ہاتھ
کے دو برس کے بعد مرمت ہوا ہے۔ جسکی نقل درج ذیل ہے۔

اور اسکے دو برس کے بعد جب نائب فوجدار خیر آباد نے سائر فرج کا بھگڑا اٹھایا ہے
اور اسکی شکایت کی عرضی بادشاہ اورنگ زیب کے حضور میں کمال الدین خان نے
گذرائی تو اسپر بھی بادشاہ نے عدم مزاحمت کا حکم صادر کیا اور ہمیشہ کے لیے یہ جاگیر
اوتھین کی نسل و اولاد کے واسطے مخصوص کر دی تھی۔ اسکا فرمان بھی آج تک بدستور
رکھا ہوا ہے نقل جسکی منسلک کتاب ہذا ہے۔

چنانچه مردم شرفا که آیا واجد آنها همراه پیر غلام مرحوم در مهات بادشاهی بکار آمده بودند
تا هنوز در آن شهر آباد اند و درینو لا محمد ظاهر مقصدی قبول و کلاسه شاهزاده عالمیان از
اهل حرفه سکنه آنجا و باغات نواح آن شهر طلب محصول مینماید درینصورت باعث ویرانی
وطن خانه زاد است از فضل و کرم در ماده عدم مزاحمت فرمان عالیشان مرحمت شود
که جمهور سکنه آنجا بحیثیت خاطر آباد باشند لهذا حکم جهانمطاع واجب الاتباع شرف
صدر و عز و دیار است که موازی بست و شش موضع مسمی علیه پرگنه مذکور دیده و دانسته
است به اینصورت و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاه آباد مرحمت فرمودیم احدی مزاحمت
نرساند می باید که حکام و عمال و جاگیر داران و کوریان حال و استقبال بانحکام والا کوشیده
مواضع ملتزم به رعایت آبادی شاه آباد مرحوم بموجب مذکور الصدر و اگر اند و در پنج وقت
و زمان تغییر و تبدیل بدان راه نهند و از جاگیر و کور مستثنی شناسند و از جمیع وجوہات و
عوارضات معاف و موقوفه اقلیم شمارند و درین باب هر سال حکم و سند مجید و تظلمند و از فرموده
تخلت و انحراف نور زنده بتایخ بست و دومین شهر شوال بست و نهم از جلوس میمنت
مانوس نوشته شد.

بجانب پشت پروانه

شرح یادداشت واقعه بتایخ روز پنجشنبه هفتم شهریور سال ۱۲۸۰ جلوس مع
مواقف ۹۷ هجری
بر ساله موتمن الدوله العلیه محتمه سلطه البیعه و ذراک رفیع الشان زبده خوانین بلند
مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ و مناج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت نظر

صنات مرحمت جمده الملک مدار الملهاام اسدخان و نوبت واقعه نویس کترین بدگان
 درگاه خلایق پناه محمد شفیع قلمی میگردد که بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمت
 و الاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معطل رسید که مبلغ
 شش لک دام بر پرگنه پالی سرکار خیر آیا متعلق بصوبه اوده افزوده شده از مواضع
 شاه آباد عرف انکی و غیره من اعمال پرگنه مرقوم بطریق انعام التماس بنام پیر عتد
 دلیر خان مرحوم بحجت وطن مرحمت شده بودند مطابق آن در آنجا شهر موسوم بشاه آباد
 آباد کرده از کثرت آبادی شهر موازی بست و شش موضع قلیل الرقبه مرزعه دیهات
 نه کوره و غیره علمه پرگنه مرقوم که ویران افتاده بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و آب
 شاه آباد شده اند چنانچه مردم شرفا که آبادانها همراه پیر عتد مرحوم در دیهات و شاهی
 بکار آمده بودند تا هنوز در آن شهر آبادانند درینو لا محمد طاهر مستعدی تیول و کلاسه شاندر
 عالمیان از اهل عرفه سکنه آنجا و باغات آن نواح شهر محمول طلب مینمایند درینصوبت
 باعث ویرانی وطن خانه زاد است افضل و کرم در ماده عدم مزارعت فرمان لیشان
 مرحمت شود که جمهور سکنه آنجا بحجبت خاطر آباد باشند حکم جهانم قطع واجب الاتباع
 صادر شد که موازی بست و شش موضع ملتمسه مرزعه شاه آباد عرف انکی و غیره علمه پرگنه
 مرقوم دیده و دست و قلع آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاه آباد مرحمت فرمودیم
 بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد.

شرح بنظر موثرن الدوله العلیه معتمد السلطنه الهیه عمده و ذراکے رفیع الشان زبده خوانین
 بلند مکان ناظم مناظم ملک مال تاج مناج دولت و اقبال شائسته انواع عنایت نخل
 اصناف مرحمت جمده الملک مدار الملهاام اسدخان آنکه داخل واقعه نمایند شرح بنظر

واقعه نویس آنکه مطابق واقعه است شرح بخط مومن الدوله العلیه معتمد سلطه السیاده و زاده
رفیع الشان زبده خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ مناج دولت و اقبال شائسته
انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت حمده الملك مدار المہام اسد خان آنکه بعض مکرر
رساند شرح بخط قابل التبریت والاحسان شریف خان آنکه بتایخ بست و هفتم شهر
رمضان المبارک سلسله مکرر بعض مقدس و معلی باین شرح بخط مدار المہام اسد خان
آنکه فرمان عالیشان قلمی نمایند.

عنه موضع از اصل تصدیق منہائی نسخہ دیوان صوبہ اودھ

از تہ شاہ آباد عروت آنکی		عنه موضع از اصل	
تھوک اندو	کمانڈی	تودھک پور	شہباز پور
موضع	موضع	موضع	موضع
بہادر پور	محی الدین پور	مہیس پور	یوسف پور
موضع	موضع	موضع	موضع
تھوک دھرمکھہ	جالب پور کھول	جوگی پور	کنہر پور
موضع	موضع	موضع	موضع
جالب پور ہالس	بی بی پور کھاسی	بی بی پور اودیکر	لکھ گڑھ
موضع	موضع	موضع	موضع
از تہ اگوان	سور پور	جنک پور	کرم اشہ پور

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

یا جامع

یا نافع

یا رافع

یا جامع

یا نافع

یا رافع

چون بفرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید که شجاعت شعار لائق المرحمه والا احسان کمال
 الدین خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد که مبلغ شش لک ۲۰ ام از پیرگنه شاه آباد
 در بستان سرکار خیر آباد متعلق بصوبه او ده که از راه خانه زاد پروری بطریق محال وطن
 بجاگیر خانه زاد مرحمت شده از وقت آبادی پیر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران
 سرکار خیر آباد بعلت پیشکش واحد سرکار و غیره ابواب ممنوعه که معفوہ بارگاه والا است
 مزاحمت نرسانده در تینو لانا کتب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرساند در صورت
 باعث ویرانی محال وطن خانه زاد است از فضل و کرم در داده عدم مزاحمت پیشکش
 وسائر و غیره و تنخواہ پیرگنه مذکور تا بحیات بجاگیر خانه زاد و بعد آن تا بقائے نسل فرزندان
 خانه زاد بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود فرمان عالیشان مرحمت شود لهذا حکم ہما مطاع
 واجب الاتباع شرف صدور و عزور و دیافت کہ پیرگنه شاه آباد مذکور در بستان بحیات
 بجاگیر خان مشارالیه و بعد آن تا بقائے نسل فرزندان او بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود
 واحدے بعلت پیشکش واحد سائر و غیره ابواب ممنوعه کہ معفوہ بارگاه والا است
 بوجہ من الوجہ مزاحمت نرساند می باید کہ فرزندان کامگار و وزراے صاحب راے
 کفایت شعار و ناظران و فوجداران حال و استقبال در آئینہ و استقرار حکم والا کوشیدہ پیرگنه
 مذکور تا بحیات بجاگیر خان مشارالیه و بعد آن بجاگیر فرزندان او ظہر ابعہ ظہر و نسلاً بعد
 نسل و بطناً بعد بطن مقرر شناسند و در بیچ وقت و زمان تا بقائے نسل او بجاگیر دیگرے
 تنخواہ نہ ہند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمرند و از فرمودہ خلف
 و اخلاف نوزندہ بتاریخ ہفتم شہر ربیع الثانی سال سی و یک از جلوس مینیت مانوس
 نوشتہ شد۔

جانب پشت پروانه

شرح یادداشت واقعه بتاریخ روز جمعه بیست و هشتم شهر رمضان المبارک سلسلہ جلوس
 مقدس موافق ۱۲۰۰ مطابق ۱۲- اردی ماه الی- بر سالہ موتمن الدولۃ العالیہ محمد سلطنت
 البیہ عمدہ وزراء رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناسطہ ملک مال ناچ منایج
 دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت عمدۃ الملک
 ام المہام اسد خان و نوبت واقعه نویسی کترین بندگان در گاہ خلائق پناہ غلام علی
 قلی بیگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمۃ والاحسان کمال الدین خان
 ولد دلیرخان مرحوم بعرض مقدس معلی رسید کہ مبلغ شش لک ام پر گنہ شاہ آباد
 در بست سرکار خیر آباد متعلق بصوبہ اودھ کہ از راہ خانہ زاد پوری بطریق محال وطن کگیر
 خانہ زاد مرحمت شدہ از وقت آبادی پر غلام دلیرخان مرحوم احدی از فوجداران
 سرکار خیر آباد بعلت پیشکش و اخذ سائر وغیرہ ابواب ممنوعہ کہ معفوہ بار گاہ والا است محبت
 نرساندہ در نیولانائب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرساند در خصوصت یا عث فیانی
 محال وطن خانہ زاد است افضل و کرم در مادہ عدم مزاحمت پیشکش و سائر وغیرہ ابواب
 ممنوعہ و تنخواہ پر گنہ مذکورہ تا بحیات بجاگیر خانہ زاد و بعد آن تا بقلے نسل فرزندان خانہ زاد
 بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود فرمان عالیشان مرحمت شود حکم ہما منطاع عالم مطیع صادر شد
 کہ پر گنہ شاہ آباد مذکورہ در بست تا بحیات بجاگیر خان مشارالیه و بعد آن تا بقلے نسل
 فرزندان و بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود و احدے بعلت پیشکش و اخذ سائر وغیرہ کہ ابواب
 ممنوعہ معفوہ بار گاہ والا است بوجہ من الوجہ مزاحمت نرساندہ بوجہ تصدیق یادداشت قلی محمد

شرح بخط موتمن الدوله العلیه قمر السلطنه البیه عمدہ وزیر اسے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند
مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ مناج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار
اصناف مرحمت جمدہ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ دخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بخط موتمن الدوله العلیه قمر السلطنه
البیه عمدہ وزیر اسے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ
مناج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدہ الملک
مدار المہام اسد خان بعض مکرر رساں شرح بخط قابل الترتیب الاحسان شریف خان
آنکہ بتایں بست و ہفتم شہر محرم احرام سلسلہ جلوس مبارک مکرر بعض مقدس و معلی
باین شرح بخط مدار المہام اسد خان آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

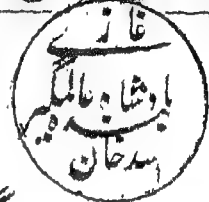
سے لک نام پر گنہ شاہ آباد و حال وطن در بست

بر سالہ موتمن الدوله العلیه قمر السلطنه البیه عمدہ وزیر اسے رفیع الشان زبدہ خوانین
بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ مناج دولت و اقبال انواع عنایت سزاوار
اصناف مرحمت جمدہ الملک مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویسی غلام علی۔



سرکار کا تجربہ کمال الدین خان کو جو جاگیر عنایت ہوئی تھی اسکا فرمان جو ملا تھا اسکی نقل
سیانہ تحریر یہ کجائی ہے۔

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان



نسب کہ

چودھریان قاتوگلیان مقدمان عیال و زارعان گنہ سہد سرکار کا تجربہ صوبہ الہ آباد
چون مبلغ ہفت لک و شصت ہزار و ام از پر گنہ مذکور از تغیر چاند من ابتدا سے خریف
تھا قوی بیل مطابق ضمن بجا گیر رفت و شجاعت پناہ کمال الدین خان مقرر گشتہ باید
کہ مالو احب و حقوق دیوانی را از قرار واقع در این موافق جهان و معمول بجان شہار الیہ
جواب میگفتہ باشند و از بیج حسلے و صلاح و صواب دیدن شان موی الیہ بیرون نروند
بتاریخ ۲۵ ربیع الاول ۱۰۳۰ جلوس اقبال مانوس قلمی گشت۔

جانب پشت پروا تہ

مقررہ ضمن باسم کمال الدین خان از پر گنہ سہدہ سرکار کا تجربہ صوبہ الہ آباد از تغیر چاند
کہ از ثلث بیج بجا قوی سل تا باقی ابتدا سے فضل خریف بجا قوی سل مرحمت شد

نواب کمال الدین خان کی بیوی

بیکم صاحبہ سندر خان کی صاحبزادی تھیں نہایت لائق و متین بیوی تھیں انھیں کے فرزند سردار خان تھے کمال الدین خان کی رحلت کے بعد عرصہ تک یہ زندہ رہی تھیں ان کے پاس اکثر شاہ آباد کی شریف بیویاں جو درو مند ہوتی تھیں جا کر استغاثہ کرتی تھیں اور یہ انکی دیکھنی کر کے فریاد کی طرف توجہ کرتی تھیں چنانچہ شیخ محمد مدد صاحب کی بیوی بھی جب اپنے بیٹے عبدالرزاق کے ظلم سے تنگ آئیں تو نواب کمال الدین خان کی پوچھ کے پاس آ گئیں تھیں اس عرصہ میں نواب سردار خان ان کے صاحبزادہ بھی انتقال کر چکے تھے مگر نہ تھیں کاغذات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اکثر معاملات ریاست میں انکی مداخلت تھی بعض کاغذات انکی مہر کے راقم کی نظر سے گذرے ہیں اللہ تک انکی حیات کا زمانہ ایک باغ کے بیغامہ سے جو انکا زرخیز ہے ثابت ہوتا ہے۔

مخلد دیگر کاغذات کے ایک بیغامہ ان کے نام کا ناظرین کی آگاہی کیلئے ہم درج کرتے ہیں

نقل بیغامہ بنام اہلخانہ نواب کمال الدین خان

اقرار معتبر صحیح شرعی نمودند مخبران باسم و نسب خود ہر یک شیخ غلام معین الدین خان عرف شیخ غلام محی الدین ولد شیخ غلام قطب الدین و شیخ قمر الدین و شیخ ظفر الدین و شیخ کریم الدین و مسماۃ نجیب النساء و مسماۃ جان بی بی ابنان و ابنات و انشور خان عرف شیخ محمد غوث بن شیخ محمد رضا بن شیخ عبداللہ و مسماۃ رابعہ خانم است بنت حاجی

محمد حسین بن حاجی محمد اسماعیل و مسماة بی بی گلاب بنت شیخ ولی محمد و مسماة بی بی راجی بنت
شیخ محمد زمان و له شیخ محمد داؤد زوجة له و انشور خان مذکور فی حال بصریح اقرار ہم
شرعاً بدین وجه کہ منقرین مذکورین مبلغ پانصد روپیہ محمد شاہی جید تمام وزن کہ نصف آن
دو صد پنجاه روپیہ موصوفہ میشوند از وجه قیمت یک قطعه باغ سچستہ کہ موازی آن
دو نیم سچستہ زمین سچستہ مع یک دهنه چاه مع شجار با اشمہ و غیرہ مشمرہ و محدودست بدینحدود
اربعہ متعینہ ذیل

شرعیست باغچه زلفک آن طاقی است باغ بگوینان آنقرق است باغ میرا ان الله آن پیوسته است بشاع عام
و بعض بزین باغ مذکور

بر و مسماة پیار بی بی و له سندرخان بن جلال خان و الہ امارت پناه محمد سردار خان
زوجہ رستم خان طلب دہتم آنرا تمام و کمال مبلغ مذکور گرفته در تحت و تصرف خود آوردیم
من بعد آن پنج حق و دعوی و خصوصتے بوجہ من الوجہ و یسبب من الاسباب
نیست و نمائندہ بنا بر آن اینچند کلمہ بطریق قبض الوصول و جہت بایں محدودہ مذکورہ را
نویساندہ و ادیم کہ ثانیاً حال سندی باشد کہ عندا حاجت بکار آید و کان لک بحضور المسلمین
تحریری التالیخ بست و ششم شهر محرم ۱۰۱۴ جلوس و الامطابق ۱۰۱۴

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
غلام علی الدین ولد انشورخان	قطب الدین ولد انشورخان	قرالدین بنده درگاه	ظفر الدین بنده درگاه	بنی بی چونی بنده درگاه
گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
عصمت الدین فرای جیلانی	عبد الباقی	درویش محمد	خیسر الله	شیخ محمد طاهر

نواب کمال الدین خان کی زرخیز ارضیاں دہلی میں اکثر تھیں منجملہ ان حقیتوں کے
موضع نہروں جو نواب دلیر خان نے خرید کیا تھا اور جسکا بیعنامہ تذکرہ دلیر خان میں نقل
ہو چکا ہے اسکی صورت حال نواب کمال الدین خان نے لکھائی ہے اور اسکی تصدیق
باشندگان دہلی سے کرائی ہے جسکی نقل یہاں پر تحریر کی جاتی ہے۔

نقل صورت حال دہلی۔ بادشاہ مالگیر

چون کتمان شہادت موجب اثم است

لہذا سوال میکند و گواہی میطلبد کمال الدین خان ابن دلیر خان بن دریا خان نہر یک
مسلمان ذوی الاحترام و مشایخ کبار و عظام و علمائے دین تین ازاہل اسلام
وزمینداران و سکان و احوالی و موالی موضع نہروں معمولہ جو علی دار الخلافت
شاہجہان آباد کہ برہر یک پشیمان روشن و مبہرین است کہ لیکچہ معلومتہ احد و
کہ واقع است در موضع مذکور و محدود است بہین حدود اربعہ مسطورہ و مشتمل بر جو علی
نچتہ و خام و چاہ و خانہا و محترقہ

شہر نہروں جو علی دار الخلافت
آن پوسہ است بدو اقلعہ کند آن ملوک مت بلانہ کار خامہ فرماید آن متصل است بہ بعضی بہ بنید و با آن ملوک است بعضی جو علی سید
بابتہ اگر سمن صراف بعضی بقبرستان عام بن سید مرتضی بن سید قطب

کہ حق ملکیت امارت پناہ دلیر خان مغزالیہ بموجب خط ثمرالی کہ از الماک آہنا خرید بہ بنید
بجہ نور جماعہ شہود و عدول و مبہر شریعت پناہ قاضی حبیب اللہ قاضی شاہجہان آباد و مبہر
قضی القضاۃ شیخ الاسلام قاضی لشکر ظفر اثر حضرت ظل ظلیل سبحان بہ بنود و بنود

در مجلس نقد ہیہ قبول کرد و بموجب آن بر قطعہ مذکور متصرف گشت بر بہر کس ظاہر و باہر
 است و برائتھے اطلاع و آگاہیہ داشتہ باشد اشتہاد سے خود ذیل مختصر بنویسے
 یا بنویساند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہد شد و کان ذلک فی استایح
 احد من عشر رمضان المبارک سنۃ الف و سبع ثمانین من الهجرة النبوت و صلعم۔
 گواہ شد گواہ شد

انچہ دین مسطور است بیان واقعہ سنیت ہوگا مکند اس ابن موہند اس چودھری وقانونگو
 رید اس مکند اس چودھری وقانونگو دارالخلافہ شاہجان آباد

نواب کمال الدین خان کی وفات

افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی وفات کا سنہ کہیں نظر سے نہیں گذرا
 لیکن انکی حیات کا زمانہ جو کاغذات سے ثابت ہوتا ہے اسکا یہ حساب ہے سنہ ۱۲۰۵
 عالمگیری مطابق سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں وہ اورنگ زیب کی طرف سے شاہزادہ محمد معظم کی
 خدمت میں کسی ہم کے لیے لاہور بھیجے گئے ہیں جسکا فرمان آجتک موجود ہے اور
 وہ اوپر درج ہو چکا ہے اور سنہ ۱۱۰۰ ہجری تک انکی زندگی تاریخ اخبار مجتہد ثابت ہوتی
 ہے کیونکہ اس سنہ میں وہ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جو باہمی شہزاد و نہیں
 تحت کے کیے جھگڑا ہوا تھا شریک و موجود تھے اسکے علاوہ سنہ ۱۱۰۰ ہجری تک بڑی
 ڈیوڑھی کے کاغذات سے بھی انکی حیات پائی جاتی ہے چنانچہ سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں انکی
 جانب سے محمد لاہور کو خدمت امانت و فوجداری کی دیکھی ہے اور سبطرح ۱۱۰۰
 میں بازار دلیر گنج کی چودھرایت کی سند محمد حسین خاصخیل کو دیکھی ہے اور ایک حکمنامہ

محمد مبارک کے نام چوبیس بیگہ اراضی پیر محمد کو سر اسے رانک میں عنایت ہوئی ہے اس کے متعلق موجود ہے اور وہ نواب صاحب کا دستخطی ہر شدہ حکنامہ راقم کی نظر سے گذرا ہے غرض کہ ان کاغذات سے سلسلہ تک انکی زندگی ثابت ہوتی ہے لیکن اسکے بعد کا کوئی کاغذ جو انکی مہر کا ہو خاکسار کی نظر سے نہیں گذرا بلکہ سلسلہ ہجری میں انکے صاحبزادہ محمد سردار خان کی مہر کے کاغذات دیکھے جاتے ہیں اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نواب کمال الدین خان نے سلسلہ ہجری کے آخر زمانہ میں یا سلسلہ ۱۱۵۰ کے شروع زمانہ میں انتقال فرمایا ہے کیونکہ کسی رئیس کا کوئی بیٹا اپنے باپ کی حیات حیات اپنی مہر میں بادشاہ کا خانہ زاد ہونا نہیں تحریر کرتا ہے ۱۱۴۲ ذیقعدہ ۱۱۵۰ کو ایک تخلیک نامہ ایک مکان کا سید احمد صاحب گیلانی نے اور ایک اقرار نامہ انکے صاحبزادہ سید محمد صلح صاحب نے اپنی والدہ یعنی گل بیگم صاحبہ کے نام تحریر کیا ہے اوسمیں گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم تحریر کیا ہے جس سے اچھی طرح تحقیق ہو گیا کہ وہ سلسلہ ہجری تک زندہ تھے اور اسکے بعد اسکا انتقال ہو گیا ہے

نواب کمال الدین خان کی اولاد

نواب صاحب کی اولاد میں محمد سردار خان اور ایک صاحبزادی گل بیگم صاحبہ بالائے قیادت ثابت ہیں لیکن بعضوں کو فرزندوں اور انکے ناموں میں اختلاف ہے نہال الدین جمال الدین خان کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ یہ لا ولد فوت ہو گئے اس لیے وجہ سے اسکا نام بعد کمال الدین خان کے جائداد وغیرہ میں نہیں لکھا گیا مگر موضع اترچی پر گنہ پانی کے بیعتنامہ میں جو سلسلہ ہجری کو انکے کارندہ نور محمد کے ذریعہ سے تحریر ہوا ہے اس میں

جمال الدین خان خلف نواب کمال الدین خان لکھا ہوا ہے دوسرے بازار جمال خان
 بھی اس کے نام سے آباد ہوئی ہے جس سے اسکا نواب صاحب موصوف کی اولاد میں
 ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک یہ خانزادہ نہوتے تو معمولی خفیل و خانہ زاد کی طرف
 سے بازار بسانا اور پھر چودھراہٹ کا دیا جانا عمل میں نہ آتا سیطرح نہال الدین خان کے
 نام سے نہال گنج آباد ہونیکا معاملہ ہے اس سے نہال الدین خان کا رئیس زادہ ہونا بھی
 ظاہر ہوتا ہے جیسی طرح کہ سردار گنج نواب سردار خان کے نام سے اور سعادت گنج
 نواب سعادت خان کے نام سے آباد ہوئے اسی طرح بازار جمال خان جمال الدین خان
 کے نام سے اور نہال گنج نہال الدین خان کے نام سے بسائے گئے ہوں اور یہ بھی
 ممکن ہے کہ نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی میں کوئی مقرب خانہ زاد اسنام کے
 ہوں واللہ اعلم ایک جمال نام خفیل بھی جسکے متعلق چودھراہٹ گنج و بازار کی ہے
 کا غذات میں پایا جاتا ہے اور ایک کاغذ میں جمال الدین ولد حسین خافیل کا نام
 بھی تحریر ہے جسکی اہلیہ محمد معروف کی دختر تھی اور اسکے اہلیہ کے نام عسکے ارضی
 کا معانی نام بھی محمد سردار خان کی طرف سے تحریر ہوا ہے بعض کاغذات میں محمد یار خان
 بھی کمال الدین خان کی ولدیت میں لکھے ہوئے ہیں نواسا کی دوسری دختر کا نام خیر النساء ہے

نواب کمال الدین خان کا مقبرہ معروف بہ قدم رسول

نواب صاحب نے اپنا مقبرہ جس جگہ پر کہ سر اے بنوائی تھی تعمیر کرایا تھا اسی کے
 قریب محلہ والدہ جو انکی والدہ ماجدہ کی ذات سے منسوب ہے آباد کیا گیا تھا
 اب یہ مقبرہ شفا خانہ سرکاری کے محاذ میں پچم کی طرف لب سڑک واقع ہے

چونکہ کمال الدین خان کی قبر پر بجائے تعویذ کے قدم رسول مقبول صلعم کا نصب ہے
 اسوجہ سے یہ مقبرہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے اس مقبرہ کی عمارت بہت
 خوشنما ہے چار دیواری کے وسط میں ایک کرسی دارچوبوترہ پر مقبرہ بنایا گیا اور گنبد
 قائم کیا گیا ہے اسکے ارد گرد ہر آدے ہین اور درمیان والے حصہ میں خاص فزار
 ہے جسکی دیوار و نیمین جالیان اور دروازے لگے ہوئے ہیں کچھ کھیرٹ او سکے
 مسجد ہے مقبرہ کے اطراف میں باغ نصب تھا تیس برس پیشتر اس مقبرہ کی حالت
 بہت اچھی تھی حاجی محمد امین خان صاحب حاجی محمد حسین خان صاحب اختیار پوری نے
 بڑی ڈیوڑھی سے لیکر اسکی صفائی و درستی کرائی تھی اور بہت اسپر توجہ رکھتے تھے
 از سر نو باغ نصب کرایا تھا مسجد و مقبرہ کے ہرے بھرے باغ میں ہر سال ربیع الاول
 میں مجالس میلاد شریف کی منعقد ہو کر تین تین اندرون احاطہ کے مسجد بھی آباد تھی مگر
 اب کئی سال سے اسکی حالت قابل توجہ ہو گئی ہے کئی جانب سے مقبرہ کی عمارت
 کے گوشہ ٹوٹ چکے ہیں ایک بے تمیز کاشتکار نے او سکے ستونوں سے جانور یا بھکر
 کثافت وغیرہ سے صحن کو خراب کیا تھا افسوس کہ جس مقبرہ کی خاک اہل نظر اور
 صاحب رادت کے لیے کل الجواہر سے زیادہ رتبہ رکھتی تھی اور وہ جگہ کہ جہاں محبوب
 خدا کا قدم جو کائنات کا سر تاج ہو موجود ہو ایسی عدم تو جہی سے ڈال رکھا جائے نہایت
 بے ادبی و بد نصیبی کی بات ہے۔ اس قدم مبارک کے آئینہ شاہ آباد میں یہ قصہ ہے
 کہ جب نواب کمال الدین خان سے کوئی بڑی مهم سر ہوئی تو بادشاہ نے خوش ہو کر کہا تھا
 کہ جو مانگو گے وہ پاؤ گے اسمو ق پر نواب صاحب نے بادشاہ عالمگیر سے عرض کیا
 کہ سامان دنیا تو حضور کی بدولت سب حاصل ہے مگر اب عالم آخرت اور بادشاہ

دین میں سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہوں قدم حضور سرور عالم صائم جو ملک عرب سے
آیا ہے اسکے پائیلی آرزو رکھتا ہوں چنانچہ حسب التماس انکے وہ انکی تمنا پوری کی گئی
اور قدم مبارک مرحمت فرمایا گیا کمال الدین خان یہ نعمت عظمیٰ اور دولت کبرے حاصل
کر کے با وضو اپنے سر پر رکھ کر ہاتھی پر سوار ہوئے اور نہایت ادب سے شاہ آباد لائے
یہاں اگر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں اور میری نعش قبر میں دفن ہو
تو یہ قدم پاک میری قبر پر سینہ کے محاذ چسپان کیا جائے تاکہ خدا کے روبرو میرے
لیے ذریعہ نجات ہو۔

اس موقع پر دو باتیں قابل الذکر ہیں اول یہ کہ قدم مبارک کے وجود کے متعلق کچھ کتب
صحیحہ میں اسناد بھی مرقوم ہیں یا نہیں دوسرے یہ کہ کتب مستند میں روایات صحیحہ
نقصہ راویوں سے اگر منقول ہیں تو یہ قدم مبارک جو شاہ آباد میں موجود ہے اصل ہے
یا نہیں اور اگر اصلی ہے تو اسکی عظمت اور تعظیم سے کیوں نہ برکت حاصل کی جائے
امراؤں کے متعلق تو تشکیک میں محققین نے تو اثر کے ساتھ مفصل طور پر بحث کی ہے
اور اسکے وجود کو احسن طور پر ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم کا یہ معجزہ تھا کہ پائے مبارک
کے نیچے پتھر مثل موم کے نرم ہو جاتا تھا اس بارہ میں مولوی عبدالحکیم صاحب ہلوی
نے جو مولوی عبد الرحیم صاحب کے فرزند اور مولانا قاسم صاحب کے شاگرد اور
نبیرہ تھے ایک رسالہ ہدیۃ احمرین عربی وار دو میں تصنیف کیا ہے اور اس پر علماء
حرمین یعنی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی مہرین ثبت ہیں اسکے علاوہ راقم نے اور مستند
کتب و مہاجرین حرمین شریفین سے بذات خاص بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔

شفاء قاضی میں ہے کہ لم یوت نبی معجزۃ الا وعذ بنینا مثلھا او ماھو بلغ منھا الخ

یعنی کسی نبی کو ایسا کوئی معجزہ نہیں عطا کیا گیا مگر وہ معجزہ یا اس سے زائد ہمارے نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کیا گیا ہو قرآن شریف میں خود خداوند کریم حضرت امیر اہم
 خلیل اللہ کے قدم مبارک کے متعلق کہ انکا نشان سخت پتھر پر نگیا تھا ارشاد فرماتا ہے
 تو حضرت سرور کائنات کے قدم کے نقش پتھر پر بنجانا بقاعدہ کلیہ ثابت ہے اور یہ بات
 آپ کی ذات کے لیے کوئی بڑی فضیلت کی نہیں آپ تو سید المرسلین و افضل الخلق و
 بنین جملہ خلائق پر تمام صفات میں خداوند کریم نے آپ کو فوقیت بخشی ہے اس سے بڑھا
 ہو آسمان پر شوق اتمر کا معجزہ آپ سے طور میں آیا ہے تو پتھر پتھر کا نرم ہو جانا آپ کے
 پائے مبارک کے نیچے کون بڑی حیرت کی بات ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی
 کتاب المنہاج للیب فی خصائص الحبیب میں اپنے استاد مصنف سیرت شامی سے
 لکھا ہے کہ جب جناب رسالت پتھر پر چلتے تھے تو نقش و نشان قدم مبارک کے
 اوپر نکلتے تھے اور نظم الدین مرزا جان برکی نے اس بارہ میں یہ تحریر کیا ہے کہ جب
 آنحضرت پتھر پر چلتے تھے تو ضرور اس پر اثر ہو جاتا تھا اور حافظ عبد اللہ دمشقی نے مولانا
 میں اس امر کو باین عبارت نقل کیا ہے کہ حضرت کے قدم کے نقش کا معجزہ مجکو نہایت
 شہرت کے ساتھ پہونچا ہے شائد منکر معجزہ نے کتب سیر کو نہیں دیکھا۔ اور محمد عبد الغفر
 خلال نے قائم قرطبی کی تصدیق سے بیان کیا ہے کہ پتھر پر نقش قدم کا معجزہ بالتحقیق
 ثابت ہے اور اسکو تمام محققین نے اپنی اپنی تصنیفات میں ثناء و ثناء سے نقل کیا
 ہے جو لوگ اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہیں وہ جاہل ہیں اور یہ امر انکی جمالت و
 ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ابن جوزی نے اپنی کتاب مولد میں تحریر فرمایا ہے
 کہ آنحضرت سے یہ معجزہ ظاہر ہوئے ہیں کہ چاند آپ کے اشارے سے ہوتا ہے اور

پتھر نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی کلمہ پڑھا ہے اور درخت آپ کے روبرو ویسا ہے
 اور ہرن نے آپ کو سلام کیا ہے اور حبوت آپ زمین پر چلتے تھے تو آپ کا سایہ سپر
 نہیں پڑتا تھا اور ریت میں آپ کے پائے مبارک کا نشان نہیں بنتا تھا اور سخت پتھر
 آپ کے قدم کے نیچے نرم ہو جاتا تھا اور اونچین مصنف ابن جوزی نے دو سری جگہ
 کتاب الوفا میں حافظ ابو نعیم کے حوالہ سے رقم کیا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں
 داخل ہوئے اور اپنے اپنے سر مبارک کو پہاڑ کی طرف مائل کیا تاکہ آپ کی صورت اس
 میں چھپ جائے پس نرم کر دیا حقیقتاً نے پہاڑ کو یہاں تک کہ داخل کیا آنحضرت
 نے اپنے سر مبارک کو اور آرام کیا اپنے جسطرف دل چاہا اور نشان ہو گیا اس پہاڑ
 کے پتھر میں آپ کی کلائی اور کئی مبارک کا چنانچہ حاجی لوگ آج تک اس کی زیارت
 کرتے ہیں اور سیطرح بیت المقدس کا پتھر غیر آئے کی طرح ملائم ہو گیا تھا اور وسیع جگہ پر
 شب معراج میں آپ کے براق کو باندھا گیا تھا اور آج تک اس متبرک مقام کو تلاش
 کر کے زیارت کرتے ہیں۔ انسان العیون میں علی برہان الدین نے مرقوم کیا ہے کہ
 شب معراج کو صخرہ مقدس جو بڑا پتھر کہ ہوا میں معلق ہے اوسپر آنحضرت کے قدم ٹپ
 کا اثر بن گیا تھا اور مشہور ہے کہ شب معراج میں حضرت صخرہ شریف پر سے آسمان کو اٹھ
 لیگئے تھے اور مصنف کتاب فتح المتعال نے تحریر کیا ہے کہ مصر میں سلطان ابی نصر محمود
 مرحوم کی قبر پر مینے ایک پتھر دکھایا ہے جس میں آنحضرت کے قدم مبارک کا نشان ہے
 جسکی لوگ زیارت کرتے ہیں اور وہ نہایت مشہور قدم مبارک ہے اور پروردگار
 نے یہ خاص اپنے حبیب پر عنایت کی ہے کہ پتھر کی سختی سے آپ کے پائے مبارک
 کی نرمی کو تکلیف نہ واسلیے وہ نرم ہو جایا کرتا تھا۔ ابو شجاع مالکی لہجی نے تفسیر درکنون

آیت و تخذ من مقام ابراہیم مصلیٰ کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدموں کے نیچے بھی پتھر خیر آئیے مثل نرم ہو گیا ہے اور اوپر اوتکے قدم مبارک بنگئے ہیں ایک بار جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ خاتہ کعبہ بنانے کے لیے کھڑے ہوئے تھے اور دوسری بار جس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی منکوحہ نے اپنے آپ کی ہونے آپ کا سرو حلائی ہے اور اس طرح جس وقت آپ نے لوگوں کو حج کے لیے آواز دی تھی تو آپ کے پاؤں اقدس کے نیچے پتھر نرم ہو گیا تھا اور اپر نشان منقوش ہو گئے تھے۔ ایسے ہی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ و صحابہ کرم کے قدم مبارک کے نقش بار ہا پتھر پر بنگئے ہیں بعض اوقات دونوں قدموں کے نقش معہ نعلین شریف کے منقوش ہوئے ہیں اور بعض وقت آپ کے برہنہ پائی کے نشان بھی بنگئے ہیں بلکہ آپ کے خیر کے سم کا نشان بھی پتھر پر بنگیا ہے اور کفار کے ہاتھ جس طرح کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نقش قدم نہ مل سکے اس طرح وہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو بھی نہ مل سکے جس وقت کہ شب معراج میں آپ براق پر سوار ہوئے ہیں اور وقت بھی آپ کا قدم پتھر پر بنگیا ہے۔ علماء کا ملین نے اپنی اپنی تصدیقا میں برابر اس معجزہ کو تحریر کیا ہے ان علماء سے بعض کے نام نامی ہم اس جگہ پر تحریر کرتے ہیں۔ امام ابی سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطائی۔ محمد بن مالکی۔ اسحاق بن ابراہیم معاویہ بن صالح۔ ثعلبی طرطوسی۔ بیہقی۔ ابو نعیم وغیرہ۔ امام عظیم کو فی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں اور امام ابراہیم نخعی اور شرف الدین ابو عبد اللہ قاضی نے قصیدہ ہمزہ میں یہ معجزہ لکھا ہے اور عبد الرحمن صفوری نے کتاب ترمہت میں قصیدہ جس کا ایک شعر یہی ہذا الذی ان مشی فی الرمل الاثر + یری له ویری فی الصخر و الجبل

یعنی یہ وہ نبی ہے کہ اگر چلتا تھا ریت میں تو اسکے پائے اقدس کا اثر نہیں نظر آتا تھا اور اسکے پائے مبارک کا نقش پتھر اور پہاڑ پر دیکھا جاتا تھا۔ اسکو حافظ حسن و یار بکر حبیب انیس نے احوال نفس نفیس میں تحریر کیا ہے

یعنیت پر آپ کے قدم مبارک کا نشان نہیں بنتا تھا اور پتھر آپ کے قدموں کے نیچے نرم ہو جاتا تھا۔

اس زمانہ کے علمائے بھی قدم شریف کے وجود کو دلائل عقلی اور شواہد نقلی سے ثابت کیا ہے منجملہ انکے مولانا فرید الدین صاحب مرحوم شہید واعظ جامع مسجد دہلی نے اپنی کتاب سیف المسلول علی انکراثر قدم الرسول میں جو تردید میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد کی کتاب دلیل الحکم فی نفی اثر القدم کے لکھی ہے اس معجزہ کو بیان کیا ہے اور مولوی کریم اللہ صاحب محدث نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور مولوی فضل رسول صاحب و مولوی حسن الزمان صاحب نے قول المستحسن میں اور مولوی عبدالرحمن صاحب اور مولانا حاجی قاسم صاحب نے بھی تصنیفات اسکے متعلق تحریر فرمائی ہیں جو قدم شریف کے دہلی میں خواجہ باقی باللہ کے مزار کے قریب شہزادہ فتح خان ابن فیروز شاہ کی قبور میں بادشاہ موصوف نے لگایا ہے اسکے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ بعض اکابر نے آنحضرت صلعم کے فعلین کے نقشے بنا کر تعظیم دی ہے اور انہیں فوائد و برکات حاصل کیے ہیں۔ خوش نصیبان خاص کے کہ جو چیز آپ کی ذات سے منسوب ہو اسکو واجب تعظیم سمجھیں اور اس سے سعادت حاصل کریں اور جس مقام پر کہ آپ کے آثار اور قدم مبارک کے انوار ہیں

اس سے برکت حاصل کریں اور وہ مقام کہ جسکے پر آپ کا قدم مبارک ہوگا ہمیشہ مضبوط
انوار الہی رہے گا اور اہل ارادت اُسکے پر جیہ سائی کرتے رہیں گے جسکے متعلق حافظ
شیرازی فرماتے ہیں :-

برزنیکہ نشان کفت پائے تو بود ۛ سالہا سجدہ صاحب نظر آن خواہد بود
راقم نے مکہ معظمہ کو جو عریضہ اس امر کی تحقیق کے لیے لکری مولانا مولوی فضل حق صاحب
مہاجر کینہ دست میں لکھا تھا اوسکے جواب میں مولانا نے ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ ہجری کو
یہ تحریر فرمایا کہ عربین شریفین کی ساری زمین تہہ سس قدم رسول ہے وفاق اپنی صلہ
کی ایک مکان کی دیوار میں ایک پتھر شکل زبان گاؤ کے نصب تھا اسکو حجر متکلم کہتے
تھے ہلکی روایت یوں مشہور ہے کہ ایک روز صبح کو حضور اقدس سرور عالم حرم
شریف تشریف لیے چلتے تھے ایک شخص ملا او سے عرض کیا کہ نماز ہو گئی آپ فوس
کی حالت میں کہنی ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور اس حجر میں نشان ہو گیا فقر نے بھی اسکو
دیکھا تھا اس پتھر نے عرض کیا کہ یہ شیطان ہے صحابہ سب حرم شریف میں حضور کے
منتظر ہیں مگر وہ پتھر شاد ایران نے شریف کہہ کو جنکا نام سید محمد عون تھا ہزار ہا شرفیاء لیکر
منگو آیا۔

اسی طرح راقم الحروف نے مدینہ منورہ کو منشی محمد رکن عالم صاحب تحصیلدار و مہاجر کینہ دست
میں اسکے متعلق عریضہ بھیجا تھا جسکے جواب میں مہاجر صاحب نے مدینہ منورہ کے مستند
حضرات سے حالات تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرمایا ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ
یہاں ایک مسجد ہے وہاں آپ کی سواری کا جو پتھر تھا اوسکے سم کا نشان موجود ہے
قدم مبارک یہاں تو آپ کوئی تر با سلف میں موجود ہونا ممکن نہ ہے کہ بتلو صاحب اقدار

لوگ تبرگاجا بجالے گئے۔ کہ مظہر میں مقام ابراہیم ہے وہاں حضرت ابراہیم کے
 قدم کا نشان ہے حج کے زمانہ میں وہ کھولا جاتا ہے اور زوار و حاجی زیارت کرتے
 ہیں اور اب زمزم اوسین بھر کر پیتے ہیں اور اپنے ساتھ دور دراز مقام کو لیجا تے ہیں
 امام فخر الدین رازی شرابجواہر میں تحریر فرماتے ہیں (کہ چون بر سنگ میرفت می پذیرت
 سنگ اثر قدم مبارک آن سرور) اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب
 مدارج النبوة میں لکھتے ہیں (کہ از انجلاست کہ چون بر سنگ میرفت فرد میرفت
 ہر دو پائے او دران) کتاب المعجزات میں ہے کہ حضرت رسالت پناہ تھیں ہر جب
 چلتے تھے تو آپ کے قدموں کے تحت میں نشان بنجاتے تھے جیسا کہ حضرت ابو بکر
 صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رات کو غار حرا میں جانے کے وقت آپ کے
 قدم کے نشانات تھیں ہر جگہ جس طرح کہ گیلی مٹی پر چلنے سے نشان بنجاتے ہیں پس
 نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کفار آپ کے قدموں کے نشان پہچان کر ہم لوگوں کو
 دیکھ لیں گے آپ نے فرمایا تم انکو محو کرتے جاؤ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت
 سے اونہیں محو کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی شایع صحیح بخاری نے فتح الباری میں اور حافظ الزبیری نے خصائص میں
 لکھا ہے کہ لوہا تو آگ سے بھی نرم ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے لیے پتھر کو نرم کر دیا جو آگ سے اور نہ کسی دوسری شے سے نرم ہوتا
 ہے مصنف فتح المتعال رقمطراز ہیں کہ میں نے اس قبہ میں جو زمزم کے پیچھے ہے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان کو دیکھا لوگ کہتے تھے کہ وہ آپ کے قدم
 مبارک کا نقش ہے غرض کہ علمائے متقدمین و متاخرین سبکی زبانوں سے یہ مشہور معجزہ

بیان میں آچکا ہے۔ ^{و اب سلطان علم الیہ ہوا} نے تقریباً ۱۵۰۰ سال قبل مہم شریف صلعم کی سلطان المظہم کے نزاعہ بنطین میں جو کی اپنی زیارت ^{مہم شریف} جس کا یہ قدم پاک ہے اس کے مراتب بھی تمام عالم میں روشن ہیں جس کے متعلق حدیث قدسی ہے کہ لو کہ محمد لما اظهر ربوبیتی یعنی ارشاد باری ہے کہ اگر نہ ہوتا تو اسے محمد صلعم تو نہ ظاہر کرتا میں اپنی الوہیت کو اس حدیث کو حاکم نے نقل کیا ہے اور دوسری حدیث قدسی یہ ہے ما خلقت خلقا کرمک خلقت الانبا و اهل الاخر فمکرمتک و منزلتک عندی و لو انما خلقت الانبا یعنی فرمایا ہستی تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا میں نے کسی کو مخلوقات سے بزرگتر تجھ سے بجز اپنے اور البتہ پیدا کیا جو دنیا اور اوسین ہے تاکہ پہچانیں اور معلوم کروں او کو بزرگی اور مرتبہ تیرا کہ جو میرے نزدیک ہے اور اگر نہ ہوتا تو بیشک میں نہ پیدا کرتا دنیا کو روایت کیا اسکو ابن عساکر نے اور اسپارہ میں ایک یہ حدیث ہے ان الله قد دفع الدنيا فانما انظر اليها وما هو كائن فيها الى يوم القيمة كما فنظرا الى كفى یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو پیدا کیا میں دیکھتا ہوں دنیا کو اور جو کچھ اوسین ہو تو الابہ قیامت تک اور میں اس طرح دیکھتا ہوں جیسے کہ ہتیلی دیکھتا ہوں اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے اور مواہب میں بھی اسکا ذکر آیا ہے اور مشکوٰۃ شریف میں وہ حدیث کہ جس میں فعلت واقع ہوا یعنی جو کچھ آسمانوں و زمینوں میں ہے وہ سب جانا میں اور یہ حدیث ابو ذر سے مواہب میں منقول ہے قال ابو ذر لقد مات رسول الله صلعم ما يحرك الظاهر جناحيه في السماء الا ذكره الله علما یعنی کہا ابو ذر صحابی نے کہ عالم میں پرندہ تک جو پر ہلاتا ہے اس کے ذکر کو بھی آنحضرت صلعم نے نہیں چھوڑا کہ بیان نہ کیا ہوا زورے علم کے اور خداوند کریم نے آپ کو خبردار کیا ہے اس سے زیادہ اور القا کیا۔

حضرت کو علم اولین و آخرین کا روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے ترمذی میں کہ ایک روز آنحضرت سرور عالم دو لٹکانہ سے یا ہر شریف لائے ہم سب حاضر تھے آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون کتابیں ہیں ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو نہیں معلوم آپ خبر دین پس ارشاد کیا آنحضرت نے کہ جو کتاب میرے سیدھے ہاتھ میں ہے یہ کتاب منجانب العالمین کے ہے اس میں نام جنتیوں کے ہیں اور اونکے باپ دادا اور قبائل کے اور پھر اس بیان کو مکمل رکھا اور فرمایا کہ دوسری کتاب میں دو ذیخوں کے نام ہیں اور انکے باپ دادا کے اور اس بیان کی بھی اس سے زیادہ صراحت نہیں فرمائی اور دوسرے کا کچھ حال نہیں ارشاد کیا جنتی اور دو ذیخ لوگ اس سے زیادہ ہونگے نہ کم۔ اور خطیب قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ زیارت کرنیوالے اشخاص کو حضرت سرور عالم اس طرح دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کے روبرو وہ کھڑے ہیں اور حضرت کا دیکھنا سنا اب بھی ایسا ہے جیسا کہ زندگی میں تھا اور سر مو فرق نہیں اس سے۔ حافظ سیوطی نے کتاب تنویر میں لکھا ہے کہ آنحضرت زندہ ہیں بدن اور روح کے ساتھ تصرف اور سیر کرتے ہیں عالم ملکوت اور زمین کے کنارہ زمین اور اسی ہیئت اور شکل کے ساتھ ہیں جیسے کہ زندگی میں تھے آپ وفات سے پہلے اور کوئی چیز نہ تبدیل ہوئی آپ کی ذات مبارک سے اور کل اختیار دیا گیا ہے انکو حق تعالیٰ کی طرف سے قبر سے نکلنے کا اور عالم علوی و سفلی میں تصرف کرنے کا اور اس بارہ میں خود حدیث شریف موجود ہے الانبیاء احیاء فی قبورہم ویصلون یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبور میں اور نماز پڑھتے ہیں اور دوسری حدیث ہے

حرم اللہ علی الاضغان تاکل اجساد الانبیاء یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا اللہ تعالیٰ میں
 پر انبیاء کے بدن کھانے کو کتاب حیات الانبیاء میں یہی قی نے اور اصحابی نے ترغیب
 میں انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا آنحضرت نے جو کوئی مجھ پر جمعہ کے دن یا رات میں
 درود شریف پڑھتا ہے وہ میرے روبرو ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اور میرا علم بعد وفات
 کے بھی اسی طرح ہے جیسا کہ زندگی میں تھا اخبار مدنیہ اور دلائل النبوة میں ابو نعیم نے
 سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ زمانہ یزید میں جب بے حرمتی اہل مدینہ کی
 کی گئی ہے اور کوئی شخص وہاں اس وقت میں نہیں رہا تھا جب نماز کا وقت آتا اور یہ
 صحابی نماز پڑھتے تو قبر نبوی سے تکبیر و اذان کی آواز آتی تھی اور ابن حجر نے شرح
 ہمزہ میں لکھا ہے کہ عدم سے ملک ہستی کی طرف آتا ہے وہ حقائق آنحضرت کے
 واسطے سے بھیجتا ہے اور آپ ہی کے وسیلہ سے پہنچتا ہے خواہ وہ علوم و معارف
 ہوں یا رزق کی تقسیم ہو جو اہل منتظم میں ہے کہ آنحضرت خلیفہ بن اللہ کی طرف سے روئے
 زمین کے اور آخرت میں شفیع کیے گئے ہیں چنانچہ حشر کے دن مقام محمود ایک شفاعت
 کے لیے عنایت کیا جائیگا اور خداوند تعالیٰ کے روبرو آپ کرسی پر تشریف فرما
 ہونگے آنحضرت نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود اس بارہ میں ارشاد فرمایا ہے
 اور فضیلت آپ کی قیامت کے دن مسلم ہے کہ اناسید ولد آدم يوم القيامة
 یعنی میں سردار ہوں اولاد آدم کا روز قیامت کے اور خود حق تعالیٰ قرآن مجید میں آپ کی
 شان میں فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ یعنی قیامت کے دن خدا اتنا دیگا
 کہ تو راضی ہو جاوے گا وَعَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا یعنی قیامت کے دن
 تجھ کو قیامت کے دن تیرا یہ مقام محمود میں و لکن رسول اللہ وخاتم الانبیاء

یعنی آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء میں حافظ عبد اللہ نے مصباح الظلام میں لکھا ہے کہ ایک بدو آپ کی وفات کے تین دن کے بعد قبر شریف پر آیا اور ایک مٹی خاک قبر سے بھر کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا کہ یا رسول اللہ ظلم کیلئے اپنی جان پر اب آپ کے حضور میں آیا ہوں کہ میری بخشش خدا سے طلب کرو پس قبر شریف سے آواز آئی کہ مقرر بخشید یا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

يَا صَاحِبَ الْجُمُالِ وَيَا سَيِّدَ الْكَشَمِ
مِنْ وَجْهِكَ الْمَيُّوْلَقَدْ نَوَّدَا لِقَمَرٍ
لَا يُمْكِنُ الْإِنْسَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ بَعْدَ إِذَا خَدَّ ابْنُ رُكَّ تَوْنِي قَصَّةً مُتَقَرَّرَةً۔

غرض کہ بیان مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ آپ بزرگترین مخلوقات سے ہیں جس نبی کے یہ فضائل ہوں اسکے قدم مبارک سے کیونکر نہ انوار و برکات حاصل ہوں اور اسکے پائے مبارک کے نیچے پھر کا نرم ہو جانا کون بڑی بات ہے۔

یہی دوسری بات کہ شاہ آباد میں قدم مبارک صلی ہے یا نہیں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اصلی و نقلی قدم مبارک کی ہیئت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جو حضور سید کے قدم مبارک کی زیارت کریگا اسکو صاف روشن ہو جائیگا کہ میں ذرہ بجز قدرتی طور پر نقش ہونیکے دستی تصرف نہیں ہے اگر یہ اصل نہ تو عالمگیر شریعہ عظیم بادشاہ اسکو اتنا عزیز کیون رکھتا اور کمال الدین خان سے و آٹھ کار بلا اسناد اپنے سر پر رکھ کر دہلی سے کیون لاتے اور بعد موت کے اپنے سینہ پر چسپان کر لیتی وصیت کیون کر جاتے راقم سے ایک استیاز با اوقات صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک فنرگ صاحب کشف نے اس مقبرہ کے اندر کشف القبور کا مراقبہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ

کمال الدین خان کی روحانیت پر رحمت الہی کے انوار برستے ہیں اور عالم آخرت میں
انکو درجہ اپنے باپ سے بلند ملا ہے اور یہ سب صدقہ حضرت سرور عالم کے قدم مبارک کا
جب لائل قوی سے اس قدم شریف کا مستند ہونا ثابت ہو گیا تو اسکی تعظیم و توقیر نہ کرنا
کیسی محرومی ہے۔ صاحبان ارادت کو توجہ چاہیے اور اسکی زیارت سے ہمیشہ فیض حاصل
کرنا چاہیے۔ اب اس مقبرہ کی شکستگی زبان حال سے یہ امر ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی
دیندار فیاض امیر اپنی مالی جہتی سے میری مرمت کر سکے دربار رسول اللہ پر خیر
حاصل کرے اگر وہ دنیا میں میری درستی کرے گا تو اسکے صلہ میں خداوند کریم اجر عظیم اسکو
عنایت کرے گا۔ طالبان صادق اس دائمی حسنت کا حصہ ضرور حاصل کریں اور اس
خدائی خزانہ سے ابد الابد کے لیے دولت دارین پائی ضرور کوشش کریں۔

نواب لیر خان نواب کمال الدین خان کی ڈیوڈھی کے اہلکار

نواب صاحب کی ڈیوڈھی بالکل شاہی ڈیوڈھی کے نمونہ کی تھی ہر ایک اہلکار کا باقاعدہ علیحدہ
محکمہ تھا خواجہ سرا۔ دفتر انشا۔ صیغہ جاگیر۔ صیغہ فوج۔ ہر ایک جداگانہ تھا اونکے اہلکاروں کے
نام بعض کاغذات میں پائے جاتے ہیں جو تحریر کیے جاتے ہیں۔ خواجہ سرانہایت
خوشحال و دیندار تھے ہر ایک نے اپنی اپنی یادگارین چھوڑیں ہیں چنانچہ چودہ
کنوئین سات مسجدیں شاہ آباد میں باشندگان قصبہ کی آرام کے لیے انہوں
نے بنوائی ہیں ایک کا نام خواجہ اقبال ہے جنھوں نے ایک مسجد لب سڑک
بازار چار شنبہ میں معہ پختہ کنوئین اور حجرہ کے تعمیر کرائی جو پچیس سال تعمیر ہو کندیہ ہے۔
امیر اے خدا مستر گاہ : خواجہ اقبال ساخت مسجد خواجہ

دوسرے کا نام خواجہ الماس ہے اونھوں نے ایک مسجد زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب مرحوم کے بنوائی ہے جسکی پیشانی کے پتھر پر یہ کندہ ہے۔

یہ الفت و نودتہ خود کرد اساس

براہ خیر مسجد خواجہ الماس

تیسرے کا نام خواجہ بلند ہے اوسنے ایک مسجد و کنواں و حجرہ لب سڑک بازار سردار گنج میں بنوائی ہے جو اب تعلقدار باسطنگر کے قبضہ میں ہے اور اسی علاقہ کے رئیسوں کی قبریں بھی اس میں موجود ہیں اسپر یہ تاریخ کندہ ہے

در چل ہفت سن جلوس پسند

مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند

ایک مسجد حکیم سید فرزند علی صاحب مرحوم کے پیش دروازہ بنی ہوئی ہے حکیم صاحب موصوف نے اس مسجد کی بھی مرمت کرائی تھی ایک مسجد سرائے میں ہے ایک مسجد قریب محلہ اشدر پور کے ہے جو لب سڑک باغین ہے جسکی مرمت حاجی محمد حسین خان اشدر پوری نے کرائی ہے اسکے متصل حاجی صاحب اور انکے برادر خرد احمد حسین خان اشدر پور کے مقابر میں ایک مسجد نا تمام بی بی بتو کے مقبرہ کے قریب ہے بی بی بتو نواب دلیر خان کی بہن تھیں اور انکا مقبرہ بدھ کی بازار کے دکن جانب ہے جہاں پر پتھر کا خان نواب صاحب موصوف کی ڈیوڑھی میں ایک تیار نام کے خادم تھے جنھوں نے نواب دلیر خان کے مقبرہ کے متصل تیار باڑی لگائی تھی اور اس میں مسجد و مکان کنواں وغیرہ بنا کر ایک پر فضا چمن سجایا تھا مگر اب مقام متدار نہ رہا خراب و خستہ ہو گیا اور ایک تھر سال تعمیر کا کندہ کیا ہوا ماتم نے دیکھا اور اسی سے یہ دلکش قطعہ نقل کیا ہے۔

از غوث چو یاقوت این بشارت ضوان

کہ بفضل گذر کند شفیع و جہان

ادبہر تلبے باغ پائین رسول

آوردنیا از باغ جہان

انھیں میں ایک خواجہ معقول اور خواجہ اسد اللہ وغیرہ تھے جنہیں بعض وکیل اور بعض بڑی ڈیوڑھی کے فوجدار تھے۔

نواب صاحب کے دفتر انشا کے منشی عبد الحکیم بن شیخ فتح اللہ محمد تقی اور کاشی رام دیوان تھے جو آخر میں ترقی کر کے نیابت کے درجہ کو پہونچ گئے تھے عالم چند چودھری قانوںگو تھے۔ سیوکر اے۔ پھونچند۔ حافظ منعم صدیقی کارپرداز تھے دیبی داس غلام خان ڈیوڑھی میں صاحب اختیار تھے اور یہ بھی نیابت کے درجہ کو پہونچے تھے۔ گھاسی رام نور محمد خان۔ اسلام محمد توٹکھانہ کے داروغہ تھے اور موہن سنگھ پسر بے سنگھ اور محمد منٹو میان بلال۔ پیر خان یہ سب کارندہ تھے نواب کمال الدین خان کے قاضی جواوکی طرف سے بعض کاغذات پر مہرین کیا کرتے تھے قاضی سید زمان تھے جنکی مہرین سید زمان اور کمال الدین خان دونوں کے نام بطور سیج کے کندہ ہیں۔

نواب کمال الدین خان کی مہرین تین قسم کی تھیں ایک میں رستم خانہ زاد عالمگیر بادشاہ دوسری میں کمال الدین خان خانہ زاد عالمگیر بادشاہ تیسری میں کمال الدین خان خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی کندہ ہے۔

قاضی صاحب کی مہرین یہ شعر اس صورت سے کندہ ہے۔
 غالباً چوتھی مہر بھی تھی جس میں خطابانی نام رستم خان عطیہ شاہی
 کندہ تھا۔

بڑی ڈیوڑھی کے کارپردازون میں دیوان محمد مبارک بڑے منتظم اور مالدار تھے نواب کمال الدین خان کے عہد میں یہ متصدی تھے اور چودھریاں وغیرہ بھی اسکے متعلق رہی تھی لیکن بعد نواب صاحب کے یہ محمد سردار خان کے زمانہ میں نیابت کے

از شاہ عالم بادشاہ
 یاقوت
 زمان از راہ صدیق
 خود کمال الدین خان

درجہ کو پہنچ گئے تھے انکی مقدرت کے ثبوت میں اوںکا تقسیم جو اوںھوں نے سہ ماہی
میں اپنے ہر سہ فرزند ان کو اشیا تقسیم کر کے تحریر کیا چارے پاس موجد دہے اور اوپر
قاضی صاحب کی مہر بھی ہے آپکے فرزند محمد دلاور۔ محمد اعظم۔ محمد بہادر تھے اور محمد نصیر محمد اکبر
محمد قائم پوتے تھے۔ اشیا متقسمہ میں تین ہزار دواشر فی۔ دس ہزار پانسو روپیہ۔ طلائی
ونقرئی ظروف۔ مسی ظروف۔ پارچہ جات ریشمی تیس تھان۔ پارچہ جات سفید میں ستر
سربند مقیشی پندرہ عدد۔ پٹکے گجراتی سترہ عدد۔ دو شمالہ پندرہ عدد تھے۔ ان سب کی تقسیم
تفصیل تقسیم نامہ میں درج ہے۔ زیور و خیمہ و فرش مع دیگر لوازمات اسکے علاوہ تھے
توشہ خانہ میں اپنی ذات کے لیے تانبہ زندگی سامان علیحدہ محفوظ رکھا تھا۔ دیہات
و باغات اپنے اختیار میں رکھے تھے لیکن انکا کاغذ اپنی بیوی کو حوالہ کر دیا تھا لوڈ بان
اور خدمتگار بھی اونھیں کے متعلق تھے فہرست دیہات و چکات کی جو محمد مبارک کی
زمیندار کے متعلق تھی یہ ہے۔

بیغنامہ موضع سراے رانک بیغنامہ موضع جمرا جو نواب لیر خان کے بیغنامہ موضع سارباہن پور موضع موہن پور
نام تھا گا برہو پور کے سکا بخشش کا نام لکھ دیا تھا

۲۰ بسوہ

۲۰ بسوہ

۲۰ بسوہ

۲۰ بسوہ

جو نام خانزادہ جلال الدین خان خلیف نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب سرواڑ خان
نے بصلہ کارگذاری اسکا بخشش نامہ بھی اسکے نام لکھ دیا تھا۔

بیغنامہ موضع عیسے پور متعلقہ سرو سنگر بیغنامہ موضع کندہ پرگنہ سرو من نگر

۲۰ بسوہ

۲۰ بسوہ

بیغنامہ موضع تریر پور جو نام نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب صاحب موصوف نے

یہ موقع پیر محمد کو مرحمت کیا تھا اور ایک مدت کے بعد پیر محمد کو رنے چھوٹے لال تواری کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تھا اور وہاں سے اس نے خاندان میں آیا تھا

بیغنامہ پٹی سرام پور	بیغنامہ موضع بھوڑا	بخشن نامہ موضع بہد اسی دو قطعے ایک بہر نواب شیراز خان
۲۰ سو	۲۰ سو	و دیگر بہر نواب شیراز خان
بیغنامہ موضع نگار پور	بیغنامہ موضع روپا پور	بیغنامہ موضع بسولی و امرا
۲۰ سو	۲ سو	۲ سو
پروانہ راضی موضع ڈاچور	پروانہ چک موضع نگار پور	بخشن نامہ موضع نمونہ پور گربا
بہر سردار خان شیراز خان	بہر نواب کمال الدین خان	سردار خان و شیراز خان بہر نواب شیراز خان
۵ سو	۵ سو	۵ سو
پروانہ چک موضع بہد اسی بہر	بیغنامہ موضع دلیر پور گورہ	چک بن محمد مرید دلیر خانی
مذکورہ بالا ۱۵ سو	۱۵ سو	۱۵ سو

ایک رہنما موضع گنگا موہو سرے شیخ صلاح کا منجانب چودھری ہر سہلے جو چین سنگھ کالٹر کا اور چودھری ہمتا تھ ساکن پالی کا پوتا تھا جو دہشتہ یہ ہر دو موضع دیوان مبارک کے قبضہ میں تھے۔ مگر دیوان مذکور کے انتقال کے بعد ان کے پوتے نامہ خان ولد دلاور خان نے دو ہزار روپیہ مرید دونوں موضع ۱۵ ارباب اللہ کو چودھری مذکور کے ہاتھ فروخت کیے اور قاضی ضیاء اللہ صاحب کی مہر سے بیغنامہ تصدیق کرایا

پیر محمد بڑی ڈیوٹی کے خدام میں تھا اور وہ محمد حسین خاں خلیل کالٹر کا تھاتیس گیا راضی سرے رائے میں اسکو نواب کمال الدین خان نے ۱۵ رمضان ۱۱۸۱ھ کو مرحمت کی تھی جسکی معافی اور پابش کا حکم نامہ نواب صاحب نے محمد مبارک اور سچا چند کارکن کے نام صادر کیا تھا چنانچہ حسب حکم فتح خان چہر داس گماشتہ نے انہی تیس کی تھی یہ کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں۔

اسکے بعد ۸۰ سالہ ہجری کو چودھری ہر سہا نے گنگا بٹن کے پاس پندرہ سو روپیہ پر مواضعات مذکورہ بن کیے۔ اسکے بعد ۱۲۰ سالہ ہجری کو رام پرشاد ولد گنگا بٹن و شیکوشن وغیرہ جو اس خاندان میں حقدار تھے اور پالی میں رہتے تھے انہوں نے پندرہ سو روپیہ پر امیر خان ولد قادر داد خان کے ہاتھ جو دیوان مبارک کے پوتے تھے وہ دونوں موضع رہن کر دیے اور یہ عجب اتفاقی بات ہے کہ کئی جاگہ پھر کہ وہ مواضعات پھر قدیمی زمیندار کے بیان آگئے اسکا کاغذ قاضی ابوالحسن صاحب کی مہر سے ۲۰ شعبان ۱۲۰ سالہ ہجری کو تحریر ہوا ہے جو اس وقت راقم کے پیش نظر ہے ایک ہیہ نامہ محمد مبارک نے اپنے فرزند محمد بہادر کو تحریر کیا ہے اس میں ۲۰ بسوہ کا باغ خواجہ الماس کا جو دلیر پور میں واقع تھا ہیہ کیا تھا پشتیر یہ باغ خانزادہ جلال الدین خان نے خواجہ مذکور کو دیا تھا اور خواجہ سے دیوان صاحب نے پایا تھا۔ اسکے علاوہ ایک موضع مسلم موسومہ بہ علی بادی پور پر گنگا پالی جو دیوان مذکور کو فتح محمد خان نے بخشا تھا اور پندرہ بسوہ موضع مراد پور پر گنگا پالی کے جو ذاتی ذخیرہ تھے اور ایک بسوہ سر اسے شیخ صلاح کا اور ایک باغ دلیر پور کا غرض کہ اس قدر حقیقت ہے ۲۰ و قاعدہ ۲۱ سالہ میں اس ہیہ نامہ کے ذریعہ سے اور تحریر میں لائی گئی ہے اور اس پر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی موجود ہے اور محمد مبارک کے دستخطی العبد بھی اور انکی مہر بھی دونوں قسم کی تصدیق تحریر ہے مہر میں محمد مبارک بندہ درگاہ شہ کندہ ہیں۔

اور ایک سند محمد مبارک کی طرف سے محمد بہادر کے نام دوسری حقیقت کی تحریر ہوئی ہے جس میں محمد پور پر گنگا پالی میں بسوہ اور کچھ اراضی قاسم اور قطبی فراش کے مکان کی درج ہے اس پر بھی قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر ہے۔

غرض کہ دیوان محمد مبارک کو بہت کچھ امارت حاصل تھی اور بہت سی جائیدادیں انھوں نے نواب دلیر خان کے خاندان سے حاصل کی تھیں اور خود زر خرید جائیداد بھی بہت کچھ پسیدہ کی تھی مرد دشمنہ کار گزار تھے اکثر موقعوں پر اپنی سرکار کو خوش کر کے خلعت و جائیدادیں حاصل کیں۔ دیوان محمد مبارک کا مکان پہاڑ خان کے احاطہ میں عالیشان بنا ہوا تھا مگر انقلاب زمانہ سے نہ اب وہ مواضع باقی ہیں نہ مکانات ہیں بہت سے لوگ انکو جانتے بھی نہیں انکے خاندان سے اب خان آخر زمانہ تک زندہ رہے تھے اب اولاد و حقیقت کا کچھ نام و نشان باقی نہیں۔

اس خیال سے کہ ناظرین سے بعض اشخاص یہ گمان نہ کریں کہ انکو بڑھا دیا کچھ اصلیت بھی تھی یا نہیں ایک کاغذ جس میں انکو نواب سوار خان نے ایک معافی نامہ میں مخاطب کیا ہے اور دوسرا کاغذ جو بخشش نامہ ایک موضع کا انکے پستے کے نام ہے ثبوت کے لیے اس جگہ پر ہم تحریر کیے دیتے ہیں اس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا کہ انکے خاندان میں یہ جائیداد کثیر اس طریقہ سے آئی اور جملہ کاغذات کے نقل کرنے سے بجز طوالت کے اور کچھ نتیجہ نہیں تصور کیا گیا ہے بعض کاغذات میں محمد مبارک نائب محمد سردار خان نام کے ساتھ نیابت کا خطاب بھی لکھا ہوا ہے بحیثیت یا اختیار ہونیکے نواب صاحب کی طرف سے یہ مقدمات بھی فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ سال ۱۱۸۷ھ کی صورت حال موجود ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ مسماۃ اتان بعد وفات اپنے شوہر کے جب اسلام سے مشرف ہوئی ہے تو اسے پیر قوم حایک سے نکاح کر لیا ایک لڑکا تین برس کا اپنے ہمراہ لائی تھی اسکے بعد اس لڑکے کی بچھو بھی مسماۃ حیونی نے اس امر کا دعوے کیا کہ یہ لڑکا مسیہ یحکارام میرا بھتیجا ہے اور اسکے باپ سرور نے

مجھے بخشا تھا لہذا وہ مجھے ملنا چاہیے اسکی عرضی دیوان محمد مبارک کے اجلاس میں
دی گئی تھی جب یہ عرضی انکے ملاحظہ سے گزری تو چونکہ قاضی بدیع الزمان اسوقت یہاں
موجود نہ تھے پالی میں تھے لہذا انکے آنے تک یہ فیصلہ ملتوی رکھا گیا اور وہ لٹر کا امائن
محافظون کو سپرد کیا گیا اور پچھین ایام میں مرزا محمد قاسم مقصدی جاگیرات کے آمد آمد کی خبر
گرم ہوئی اور محمد مبارک اس انتظام میں مصروف ہوئے وہ لٹر کا کوئی چورالیکیا جب
یہ خبر معلوم ہوئی تو صورتحال کھائی گئی بعض کاغذات سے انکے اختیارات کا تہہ چھینا

نقل سند معافی منجانب نواب سردار خان حسین محمد مبارک

مخاطب کیے گئے

۱۲۵ محمد فرخ سیر
بادشاہ غازی
حسن آباد
نور الدین احمد
شعاعی عقیدت نشان محمد مبارک بغایت امیدوار بودہ ہند
نظور پر پوست کہ چند سیکہ اراضی دروجہ مدو معاش الہیہ جمال الدین
ولد حسین خاضیل در سواد موضع خانپور علم پر گنہ شاہ آباد بموجبیہ و انہ
خانصاحب مرحوم مقرر است بنا بران قلمی میگردو کہ اراضی مذکور بعد ملاحظہ سنہ
یہر تا صاحب مرحوم بشرط قبض و تصرف مطابق معمول تبصرف الہیہ مرقوم و اگر اند
و مزاحمت نرسانند کہ بفراغ خاطر کشنکار نموده بدعاے ترقی و دولت اینجانب مخلصیت
دارو درین باب تاکید اکید دانستہ حسب السطور عمل آزند۔ بتاریخ دہم رجب المرجب سنہ
جلوس والامطابق ۱۲۵۲ ہجری قلمی رفت۔

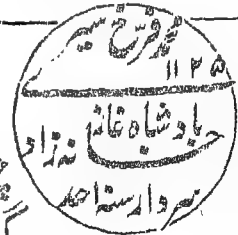
اس معافی کا پیر و انہ نواب کمال الدین خان بہادر نے ۵ صفر ۱۲۵۲ھ کو تحریر کیا ہے

کہ پچیس بیگہ اراضی الہیہ جمال الدین خان کو جو دفتر محمد معروف کی ہے چک بنا کر دینا چاہیے
اسی طرح پیر محمد ولد حسین خالصیل کے نام جو معافی کی سند نواب کمال الدین خان کی
طرف سے ۲۵ رمضان ۱۰۸۵ ہجری کو مرتب ہوئی ہے اسکے حکمنامہ کا حکم بھی
محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر ہوا ہے کہ تیس بیگہ اراضی پمیش
کر کے چک بنا کر دینا چاہیے چنانچہ حسب احکم محمد مبارک نے موضع سرے راتک
میں وہ اراضی گھاسی رام چودھری وقانوگوا اور نور محمد و امیر خان جریب کش سے پمیش
کر کے دی ہے اور اس حکمنامہ میں انکے نام کو رفعت پناہ امانت و شہ گاہ
باوقعت الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے جس سے انکا ذی عزت اور صاحب اختیار
ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس چک کا دیوان مبارک کے قبضہ میں آجانا
کاغذات سے ثابت ہوتا ہے۔

نقل بخش نامہ موضع بھدہ سی منجانب نواب سردار خان بنام محمد جعفر نیرہ دیوان محمد مبارک

متصدیان مہمات حال و استقبال سرکار اینجانب یاد

چون موازی بست بسوہ زمینداری موضع بھدہ اسی متعلقہ شاہ آباد
پر گنہ پالی سرکار خیر آباد صوبہ انٹرنگر اودہ زر خرید و موروثی سرکار
اینجانب بطوع و رغبت خود کججمع حدود و حقوق و مرائی و منافع آن اشجار و اثمار و ابار و
انہار و حیاض و ارتکاب و خاکدان جداول از قلیل و کثیر و ایضات و نیب الیھا



خارج از مساجد و مقابر و طرق عامہ و اوقات بہ محمد جعفر ولد محمد عظیم ابن محمد مبارک بخشیدم
و تکلیک بلا عیوض نمودم باید کہ بست بسوہ زمینداری موضع مذکور بقبض و تصرف شالہ ایما
و اگر اندکہ حاصلات آنرا از رسومات زمینداری موضع مسطور صرف احتیاج خود
نمودہ بدعائے ترقی عمر و دولت مشغول باشد در نیاب تا کید مزید نفسہ السطوہ علی آثار

شرفینت غروب جنوب شالہ

دھورہ موضع ہربائی حد دھورہ موضع چبا حد دھورہ موضع رامان پور زبائی حد دھورہ منکا پور میاری

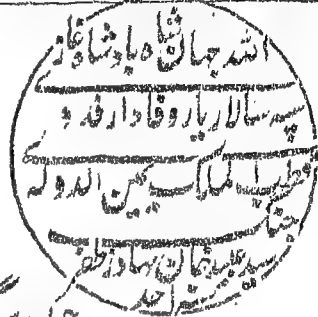
بتاریخ ہفتہ ہم شہر جامی الاول ۱۲۵۸ھ تحریر یافت۔

نواب محمد سردار خان ولد نواب کمال الدین خان

بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے محمد سردار خان اپنے باپ کے جانشین ہو کر
بڑی دیوڑھی اور ریاست کے مالک ہوئے انکے خود مختار اور رئیس ہونیکا زمانہ
۱۲۵۸ھ ہجری بذریعہ انکی مہر کے ثابت ہوتا ہے یہ عہد فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا تھا
نواب صاحب بادشاہ رس بھی تھے اور اپنے نامور باپ دادا کی عزت انھیں بھی
حاصل تھی انکی طرف سے جو باشندگان شاہ آباد کو پروانہ جات دیئے گئے ہیں اسنے
یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ بھی داد و دہش میں اور اخلاقی خوبیوں میں اپنے اسلاف کے
ہم صفات تھے کثرت سے معافیان انھوں نے اہل استحقاق کو عنایت کی ہیں
بہت سے انکے کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں۔ انکی رحلت کا زمانہ ۱۲۵۸ھ
ہے ۲۵ برس حکومت کی نواب کمال الدین خان کی جاگیر بھی انھیں کے نام بحال
ہوئی ہے اور بادشاہ دہلی سے اسکے متعلق وزیر اعظم کی مہر کا جو پروانہ انکے نام ملا

وہ آج تک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

نقل فرمان شاہی بنام نواب محمد سردار خان



باشد
خان محفوظ
یمن

رفت پناہ وزارت کفایت

چون پرگنہ شاہ در بہت من اعمال سرکار خیر آباد مضامین
صوبہ اووہ پہنچ مبلغ ہفت لک دام بجاگیر محمد سردار ولد کمال الدین خان
مرحوم بدستور سابق بحال و برقرار است لہذا نوشتہ میشود کہ پرگنہ مذکور در بہت
بہتہ دام مذکور حسب اقصیٰ بجاگیر مومی الیہ بحال دانستہ بر زمینداران آنجا قدغن
نمائند کہ مالو اجب را بعمال مشار الیہ جواب میگفتہ باشند بتلخ شعبان سنہ ۱۲۸۵ قمری شد

مضمون پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم محمد سردار ولد کمال الدین خان مرحوم پرگنہ شاہ آباد سرکار خیر آباد
اووہ کہ بدستور سابق بحال و برقرار است مملکت ام در بہت

نواب شیر انداز خان

یہ محمد سردار خان کے صاحبزادہ تھے بعد اپنے والد ماجد کے یہ بڑی ڈیوڑھی سسک
مالک ہوئے اور خوب ریاست کا انتظام کیا و ضعداری اور لیاقت میں اپنے بزرگوں
کے اوصاف سے متصف تھے اکثر معافیوں کی سندیں جو انھوں نے مستحقین سے

کو دی بن خاکسار کی چشم دیدہ بن سلسلہ مطابق سلسلہ جلوس محمد شاہی میں یکیس ہوئے اور سلسلہ ہجری تک انکی جانب سے اسناد دیا جانا پایا جاتا ہے سلسلہ ۱۱۶۲ء میں انھوں نے چودہ رایت اپنی جاگیر کی محمد قادر داد کو عنایت کی ہے سلسلہ ۱۱۵۵ء سلسلہ تک انکی زندگی کا زمانہ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جس سے ۲۲ برس انکا بڑی ڈیوڑھی پر با اختیار رئیس رہنا اور اسکے بعد انکا انتقال کرنا معلوم ہوتا ہے

نواب محمد اعزاز خان

آپ نواب شیر انداز خان کے فرزند رشید تھے بڑے ذی حوصلہ نہایت فیاض رئیس گذرے ہیں خوبصورت انسان تھے بیسیوں معافیوں کی سندیں انکی طرف سے دی ہوئیں دیکھنے میں آئی ہیں جنسے انکا اولوالعزم و مخیر ہونا ثابت ہوتا ہے نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ جب اودھ سے روہیلکھنڈ کو جاتے تو شاہ آباد میں قیام کیا کرتے تھے اور اسے بہت لطف فرماتے تھے انکی خوبصورتی کیوجہ سے نواب شجاع الدولہ نے انکی بہن سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی چونکہ حقیقی بہن انکی کوئی نہیں تھی اسلیے انکی چچا زاد بہن یعنی بنت محمد اعزاز خان سے انکا نکاح ہوا اسی رشتہ سے نواب آصف الدولہ نواب اعزاز خان کو ماتون کہا کرتے تھے ایک ہزار دو سو روپیہ ماہوار بطور وثیقہ کے اعزاز خان سے نام سرکار لکھنؤ سے مقرر تھے۔ بعض کاغذات میں جوہر اعزاز الدولہ طغر جنگ بہادر کی پائی جاتی ہے شاہ دہلی یا والی اودھ نے انکو یہ خطاب دیا تھا۔ نواب اعزاز خان نے ایک اپنی شادی نواب فیض اللہ خان ولد زین الدین خان عرف نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور

کی صاحبزادی سے کی تھی ان بویکیانام عجمی بیکم تھا اور خطاب ہو بیکم تھا اجمادین مر
 دولاکھ پچاس ہزار کا مقرر ہوا تھا انکے لطن سے جب کوئی اولاد نہ ہوئی اور چنبد
 سال کے بعد کچھ ناموافقیت پیش آئی تو انھوں نے اپنا دوسرا حلال مستماۃ
 عمرہ بیکم بنت نواب قائم علیخان سے جو داؤد خان کی پوتی اور نواب چاند خان بیس
 کھیرہ کی بیرونی بھین کرنا چاہا فرق ثانی نے یکدی ہونیسے رضا مندی ظاہر کی جب
 ہو بیکم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے اپنے باپ بھائی کو اس امر کی اطلاع دی
 اوتکے بھائی مرتضیٰ خان ڈیرہ سو آدمی شاہجہانپور سے لیکر شاہ آباد آئے اور پری
 ڈیوڈھی کے پھاٹک اور دیوانخانہ میں اپنا بندہ بست کر کے محمد اعزاز خان کو دیوانخانہ
 میں زبردستی بٹھلایا اور کل جائیداد کے لکھدینے کی خواہش کی نواب اعزاز خان صاحب
 نے چارنا چار اپنی جان بچا کر اسوقت تملیک نامہ لکھ دیا اسکے بعد نواب اعزاز خان
 نے نواب بندہ علیخان میں چھوٹی ڈیوڈھی کو کھلا بھیجا کہ غیر شہر کے آدمی اگر چھو مجھ پر
 کریں اور زبردستی مجھ سے کاغذ پر مہر کر والیں پھر اورانہ غیرت بھی نہیں آتی اسپر تہ علیخان
 نے اپنے صاحبزادہ لطف علیخان کو ایک جماعت کثیر دیکر بڑی ڈیوڈھی کو بھیج دیا وہ
 آدمیوں نے مرتضیٰ خان کے آدمیوں کو بڑی ڈیوڈھی سے نکال دیا اور کہا کہ اہل اسلام
 کے مذہب میں چار عقد تہا نہیں تم کس سبب سے مانع ہوتے ہو آخر کار مرتضیٰ خان
 مجبور ہوئے اور مجلس عقد منعقد ہوئی قاضی رضا اللہ خان نے سرست خان لیر خانی
 کی وکالت اور فقیرن میان صاحب اور غلام مصطفیٰ صاحب کی شہادت نواب
 اعزاز خان کا نکاح پڑھایا سات لاکھ روپیہ اور بیس ہزار اشرفی شاہجہانی کا دین مہر قرار
 پایا اسکے صبح کو اعزاز خان انتظام کر کے مرتضیٰ خان سے اپنی تملیکت پس لینے پر

آمادہ ہوئے مرتضیٰ خان یہ شکر جلدی سے روانہ ہوئے اور راجہ پلاس رائے
 کے بہائی رائے منسارام کے مکانات میں جا کر پناہ گزین ہوئے مرتضیٰ خان کی ملازمت
 جو محل میں تھیں اونسے اعزاز خان نے جا کر کہا کہ بغیر واپسی دستاویز کے آپ
 شاہجہاں پور نہیں جاسکتے اس پر رائے منسارام درمیان میں آئے کہ اپنی واپسی دستاویز
 کا میں ذمہ دار ہوتا ہوں آپ اپنی خوشامد من صاحب کو خدمت کرو میں چنانچہ
 رائے صاحب کے کہنے کے بموجب نواب صاحب نے مرتضیٰ خان کی ان
 کو خدمت کروایا اور بدستور قدیم اپنی املاک پر تاحین حیات قابض رہے بہت سے
 لوگوں کو باغ نصب کر دیے مکانات بنوا دیے چاکر معاف کر دیے انکی عالی مقامی
 و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ بیس موضع رائے موہن لال کو معافی میں دیدیے تھے انکے
 دم تک آبائی شان و شوکت بھی باقی تھی انکی سرکار میں ہزار بارہ سو آدمی تھے ملازم
 تھے اور پرورش پاتے تھے اسکے بعد نواب اعزاز خان نے دو نکاح اور بھی
 غریب شرفاکی لڑکیوں سے کیے جن میں ایک منکبہ بیوی سے اعزاز خان صاحب کی
 لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی یہ دونوں بیویاں اور لڑکی عمدہ بیگم کے پاس رہتی تھیں انکے بھی
 عرف ہو بیگم نے اپنے بھتیجے جمعہ میان عرف نواب محمد خان کو شاہجہاں پور سے لا کر
 متنبہ کیا تھا نواب اعزاز خان چکات شاہ آباد کی مالگزاری پانسو روپیہ سرکار او دھ کو دیا
 کرتے تھے دیہات جو انکے زرخیز اور آبائی جاگیر کے متعلق تھے اسکی مالگزاری
 سے اسکو کچھ بچت نہیں۔ نواب اعزاز خان کے حیات کا زمانہ سال ۱۱۰۰ ہجری تک
 کا فترات سے ثابت ہوتا ہے جب نواب اعزاز خان کا انتقال ہو گیا اور انکی زوجہ
 اولے یعنی بیو بیگم نے کل جائیداد پر قبضہ کر کے اپنے بھتیجے کو سب یا سٹ مینا چاہی

تو اس پر زوجہ اولے اور زوجہ ثانی سے جھگڑا ہوا اور نواب آصف الدولہ کے اجلاس
 میں مقدمہ پیش ہوا نواب وزیر الممالک نے اپنے فیصلہ سے دونوں کو نصف نصف تک
 تقسیم کر دیا اور اپنے حاملوں کے ذریعہ سے دونوں تعلقہ کی تقسیم کا عمل درآمد بھی
 کر دیا نواب اعزاز خان کے بعد بڑی ڈیوڈھی میں تنزل شروع ہوا وہ امیرانہ جاہ و شہ
 باقی نہیں رہا اور انکی دونوں بیگموں سے کوئی اولاد نہ بنی بھی نہیں پیدا ہوئی صرف
 ایک لڑکی تھی جو اہل شاہپانپور کی روایت ہے کہ نواب محمدی بیگم نے عہدہ بیگم کی
 رضامندی سے کہ انکی وہ پرورش یافتہ تھی اپنے بھتیجے محمد خان ابن مرتضیٰ خان
 کو بیاہ دی تھی جسے غلام غوث خان عرف نواب بعد انداز خان پیدا ہوئے تھے
 محمد خان کی دوسری بیوی نواب لطف علی خان کی دختر بتلائی جاتی ہیں اسے نواب
 امیر حسین خان پیدا ہوئے تھے۔ نواب محمد خان اور محمدی بیگم کی مہرین اکثر کاغذات
 پر کی ہوئیں راقم کے پاس موجود ہیں محمد خان نے ۲۹ محرم ۱۲۵۵ھ کو درگاہ
 کے مرض میں شاہ آباد میں انتقال کیا نواب محمد خان کی مہرین ۱۲۵۵ھ کاندہ ہیں
 اور ایک مہرین انھوں نے اپنی ولایت نواب اعزاز خان کی طرف بوجہ متنبہ ہوئی تھیں
 منسوب کی تھی محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان نے بھی ۱۲۵۵ھ سے کاغذات پر
 مہر کرنا شروع کیا تھا محمد اعزاز خان بہادر نواب اعزاز خان کی ایک مہرین کاندہ تھا
 اور ۱۲۵۵ھ ہجری بھی اوس میں مرقوم ہیں ۱۲۵۵ھ میں نواب اعزاز خان نے گھور شاہ
 تکیہ دار کو موضع لکھ پالی میں ایک بڑی معافی دی ہے۔ افسوس کہ نواب بعد انداز خان
 ۱۲۵۵ھ کے غدر میں بالزام بغاوت قتل کیے گئے یہ کتاب خوب لکھا کرتے تھے
 ایک کتاب راقم نے انکی لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اور نواب امیر حسین خان کے

فرزند نواب احمد حسین تھے جو لا ولد فوت ہو گئے۔ اب بڑی ڈیوڑھی میں نہ مواضعاً
ہیں نہ مکانات ہیں صرف چند نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ نواب اعزاز خان کی حکومت
اور ریاست کی مدت ۳۹ برس ہے اور نواب محمد خان کی تعلقہ داری ۴۴ برس
پائی جاتی ہے نواب محمد خان کی بعض مہرین نواب اعزاز خان کی فرزند ہی کندہ ہے

نواب فتح محمد خان

یہ نواب دلیر خان کے صاحبزادہ کمال الدین خان کے چھوٹے بھائی تھے چوک
کی ڈیوڑھی انھیں کے نام سے قائم ہوئی تھی اور چوک والی نسل کے یہ ہی مورث
اسلم ہیں فتح محمد خان اپنے نامور باپ کے ساتھ مہر کوں میں رہے ہیں اور بعد اپنے
والد کے علیحدہ بھی مہات شاہی بجالاسے ہیں انھوں نے اپنی ذاتی شجاعت اور
موروثی دلاوری سے خوب خوب کارنامے کیا ہیں یہ اسم باسمیہ فتح محمد تھے پیشتر
انکا منصب ششمدی تھا اسکے بعد سہ ہزاری ذات و سہ ہزار
سوار کا ہوا دکن کی مہات میں انکی بہادری مشہور ہوئی ہے جب ۱۷۵۸ء
جلوس مطابق ۱۱۳۳ھ ہجری میں بجا پور کی محم پیش آئی تو بادشاہ عالمگیر نے
پنجشی الملک روح اللہ خان اور فتح محمد خان اور شہاب الدین خان اور
خاص اپنے جیلو کے امر کو تعینات کیا ہے اور انھوں نے وہاں جاکر ایسی
جانیازی کو دخل دیا ہے کہ اپنا نام روشن کر دیا ہے پانچ برس تک یہ دکن کی
۱۷۵۸ء روح اللہ خان بااختیار پور مہر گرید شہاب الدین خان و بندہ اسے جلوس محمد خان لد دلیر خان

باو تعین گردیدند۔ ماثراً عالمگیری

مہات میں مصروف رہے جب آخری محاصرہ بیجا پور کا شروع ہوا اور اس کے چند ماہ کے بعد ہمیشہ کے لیے فتح ہو کر شاہی ممالک میں شامل ہو گیا ہے قیہ معرکہ ماہ رمضان ۱۰۹۷ھ میں ایسا سخت واقعہ ہوا کہ فتح معمر خان اور امان اللہ خان فرزند الہ وردی خان شہید ہوئے چنانچہ یہ واقعہ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۲۶۲) میں ابن عساکر درج ہے در جنگ مورچال بیجا پور فتح معمر خان پر دلیر خان و امان اللہ خان سپہ سالار الہ وردی خان مردانہ شہرت پاسبین نوشیدہ ماثر الامرا میں بھی دلیر خان کے تذکرہ میں جو انکی اولاد کا ذکر آیا ہے اس میں بھی فتح معمر خان کا مورچال بیجا پور میں کام آنا تحریر ہے۔

فتح معمر خان کی ڈیوڑھی میں بھی علاقہ بہت تھا موضع اودھر تنپور وغیرہ تو دلیر خان نے اپنے زمانہ حیات میں انکو علیحدہ دیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان کی باہمی تقسیم میں بارہ موضع انکے قبضہ میں جدا گانہ آئے تھے ذاتی منصب کی تنخواہ اسکے ماسوا تھی۔ زر خرید جائداد بھی بہت تھی۔

فتح معمر خان کو دو صاحبزادے تھے مرقن خان مصطفیٰ خان مرتضیٰ خان انکا پیشتر منصب پانصدی تھا اسکے بعد سب ہزاری ذات دو ہزار سوار کو پہونچے اور اپنے باپ کے نام کا خطاب فتح معمر خان حاصل ہوا ان دونوں بھائیوں نے عالمگیری کے بعد اسکے دونوں شہزادوں محمد معظم اور محمد عظم میں جب تخت کے لیے جنگ ہوئی ہے اس میں بڑی بہادری کو دخل دیا ہے اور میدان جنگ میں اپنی مردانگی سے گھوڑے دوڑا کر اعظم شاہ کے غول میں گھس گئے اور قلب لشکر میں پہونچ کر حشر و نشر برپا کیا تھا آخر کار فتح حاصل کی اسکے بعد معظم شاہ نے انکو خلعت و اضافہ

منصب سے سرفراز کیا اور جب اپنے بیٹے معز الدین کو جہاندار شاہ اور سپہ
دوم کو عظیم الشان اور سپہ سوم کو رفیع الشان چارم کو جہان شاہ کے خطاب سے
سربلند کیا اس وقت مرتضیٰ خان کو فتح معمر خان اور کے آبائی خطاب
سے سرفراز کیا تھا اس واقعہ کی کس قدر یہاں سے زیادہ صراحت ہم کمال الدین
خان کے تذکرہ میں تحریر کر آئے ہیں۔

اس کے بعد جب سلطان معز الدین جہاندار شاہ سے اور اسکے بھتیجے سلطان فرخ سیر
سلطنت کے لیے جنگ پیش آئی ہے تو جہاندار شاہ نے اپنے شاہزادہ اعز الدین
کو ایک فوج جہاد دیکر روانہ کیا اس وقت شاہزادہ کے ساتھ مرتضیٰ خان مصطفیٰ
کو بھی جنگی شجاعت مسلم تھی مقابلہ کو بھیجا تھا جس وقت فرخ سیر اور شاہزادہ اعز الدین
کی فوج کا مقابلہ ہوا ابھی تھوڑی سی جھڑپ پیش آئی تھی اس دار و گیر میں مصطفیٰ خان
نے ایک زخم تیر کا کھایا مگر کچھ خیال نہ کیا بدستور مستعد رہے
مگر شاہزادہ کچھ ایسا خالی تھا ہوا کہ میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر مرتضیٰ خان

۱۰ سلطان محمد متہم ہار شاہ بعد فتح سپہ کلان خود معز الدین را خطاب جہاندار شاہ و سپہ دوم را بشاہ عظیم الشان
و سپہ سوم را رفیع الشان و چارم را جہان شاہ سرفراز فرمودہ و مرتضیٰ خان نبیرہ دلیر خان را خطاب فتح معمر خان
اتیاز بخشید۔ اخبار محبت (۳۲۲)

۱۱ معز الدین تبرقرب رسیدن فرخ سیر شنیدہ پس میں خود اعز الدین را با فوج جہاد بمقابلہ فرستاد و
حوالی کردہ تلاقی افواج رو نمود سلطان فرخ سیر بمقابلہ شاہزادہ اعز الدین و محمد مرتضیٰ خان عرف فتح معمر خان
و برادر شش محمد مصطفیٰ خان ہر دو سپہران فواج فتح معمر خان کلان ابن دلیر خان نہ کو ہار
تعیین فرمودند ہر دو برادران کہ در ہوا نمودی و شجاعت مشہور و تدبیر اسے ستیز و دود و خورد و میان آمد و رفت
زخم سہل تیر برداشت پنج ملاحظہ کردہ و شاہزادہ اعز الدین بدون غریک آلات حرب راہ فراہ پیش گرفت
مرتضیٰ خان عرف فتح معمر خان فتح و نظیر مراجعت بلشکر خود کرد۔ اخبار محبت (۳۵۱)

کمال دلاوری و اطمینان سے اپنے لشکر کو واپس آئے۔

مرتبے خان کی وفات احمد شاہ کے عہد میں ہوئی یہ نہایت
شجاع حضور رس عالی جو عملہ انسان تھے۔

تاریخ اخبار ثبت میں مرتبے خان کی رحلت کا زمانہ جو احمد شاہ کے عہد میں لکھا ہے
تایما کامب کی غلطی ہے وہ بجائے محمد شاہ کے احمد شاہ لکھ گیا ہے یا مصنف

کتاب سے سہو ہوا ہے کیونکہ احمد شاہ سالہ ہجری میں بعد اپنے باپ محمد شاہ
کے تخت نشین ہوا ہے اور مرتبے خان کے فرزند محمد روشن خان کو جو

تقدیمی معافی کی بجالی کا پروانہ صفدر جنگ نے دیا ہے وہ سالہ ہجری میں لکھا
گیلے ہے اوسین مرتبے خان کے خطاب نام کے ساتھ مرحوم کی لفظ تحریر ہے

الغرض عہد احمد شاہ میں انتقال کرتے تو قبل سالہ ہجری کے وہ سالہ ہجری
میں مرحوم نہ لکھے جاتے بلکہ مرتبے خان کے انتقال کی صورت حال فارسی میں

موجود ہے جسپر عائدین شاہ آباد کی مہرین پڑی ہوئی ہیں اور ان کے دفن ہونیکے
وقت ایک جھگڑا پیش آیا ہے۔ صورت حال میں لکھا ہوا ہے کہ ۳ شعبان ۱۱۴۸ھ

کو مرتبے خان نے قصبہ بسولی میں جو سرکار لکھنؤ کے متعلق تھا قضاے الہی سے
انتقال کیا چند روز کے بعد اونکی لاش کاشس کا تابوت شاہ آباد لایا گیا اور باشندگان

وطن جمع ہوئے اور وقت انکی بیوی بادشاہ بیگم بنت امانت اللہ خان نے اپنی
ایک خواص مسماۃ چاندنی بی کو حاضرین کے پاس بھیجا کہ مبلغ ایک لاکھ روپیہ

اور پندرہ ہزار اشرفی میرے دین مہر کی خان مرحوم کے ذمہ ہے جو مستم کہ
واجب الادا ہے اور عندا طلب و سکی ادائی لازمی قرار دی گئی ہے لہذا پہلے لے

وراثت میرا دین مہرا دکر دین اوسکے بعد اونکی لاش قبر میں دفن کرین جب حاضرین
 نے انکی بیوی کا یہ پیام سنا تو ابراہیم خان جو مرتضیٰ خان کے چچا اور بھائی
 تھے اوٹھے اور اونکے ساتھ فرید خان لگیانی اور سمندر خان مہمند ہر دو مسند
 شاہ آباد کے تھے مجلس کے دروازہ پر گئے اور خانزادہ محمد روشن خان کو جو
 مسماۃ بادشاہ بیگم مذکورہ کے بطن سے تھے مسماۃ مذکورہ کے پاس بھیجا اور کہلایا
 کہ از روئے شرع شریف دین تمھارا مرتضیٰ خان عرف فتح محمود خان مرحوم کے
 ترکہ سے چاہے ریاست موجود ہے اور نواب صاحب کے دیگر فرزند ان
 خانزادہ بہرہ مند خان وغیرہ جو تمھارے شوہر کی زوجہ ثانی کے بطن سے پیدا
 ہیں حاضرین یہ بھی تمھارے لڑکے ہیں ہم سب باشندگان شاہ آباد تمھارے
 دین مہر کے ذمہ دار ہیں اور علاقہ آج سے آپ کے متعلق ہے جب یہ جواب
 مسماۃ بادشاہ بیگم نے سنا تو انھیں کچھ اطمینان ہوا غرض کہ ایک بڑی خوشامد کے
 بعد مسماۃ مذکورہ نے دفن کرنے کی اجازت دی اور مرتضیٰ خان دفن کیے
 گئے اس روز سے یہ بیوی گھر کی حاکم رہیں اور جائیداد کا انتظام بھی انھیں کی راے
 سے ہوتا رہا اور دوسرے لڑکوں کو بھی مثل اپنے فرزند کے سمجھتی رہیں اس
 سند پر قاضی فیض اللہ صاحب جو قاضی وقت تھے انکی مہربانی ثبت ہے
 المختصر محمد شاہ جو ۱۱ سالہ ہجری میں تخت نشین ہوا ہے اور انیس سال آٹھ ماہ
 سلطنت کر کے ۱۲ سالہ ہجری میں رحلت فرما ہوا ہے اوسکے عہد حکومت میں
 مرتضیٰ خان کا انتقال کرنا ثابت ہے۔

خان

فتح محمود خان کی امارت کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ جب زین الدین

نبیرہ نواب بہادر خان جو کچھ دیوانہ سے تھے شاہجہان پور سے فرخ سیر کے
لانے کے لیے بنگالہ کو روانہ ہوئے تو پاسو آدمی ان کے ہمراہ تھے شاہ آباد
آکر ٹھہرے مسافر یاد شاہ تکیم کو کسی بہانہ سے بلا کر کٹارا ان کے پیٹ پر رکھ دی
اور چچی سے کہا کہ جب تک زر نقد نہ دو گی تھاری رہائی نہ ہوگی بعد بڑی قیل و قال
کے پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سی اشرفیان نقد دیکر جان بچائی اور زین الدین کی رقم
لیکر چلتے ہوئے۔

مرتضیٰ خان نے اپنی حیات میں ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۳۵ ہجری کو ایک تملیک نامہ
بھی اپنی ملکیت کا بیٹون کے نام لکھا ہے اور اس پر مہرین اور دستخط قاضی فیض شہر
صاحب اور قاضی ناصر الزمان صاحب اور زبیر دست خان و نواب علی ازالہ الدولہ
ظفر جنگا نواب بہ علی خان و فتح محمد و درویش محمد وغیرہ کی ثبت ہیں اور اس کا مضمون
یہ ہے کہ میں نے اپنی جائداد کی تقسیم اس طریق سے کی ہے کہ موضع ایگوان مع مرنہا
و موضع انکپور و موضع کرسیلی و سین پور و کچرا و ہیبیت پور و باغات
و اراضیات شاہ آباد و محلہ چوک و بازار موروثی و زر خرید و نقد و غیر اراضیات

نواب زین الدین خان باپانند سوار پیاہہ برقاقت سلطان فرخ سیر زوانہ بنگالہ شدہ در شاہ آباد رسید
در اینجا بخدمت بادشاہ یگم زو فتح محمد خان ابن امیر عظام دلیر خان کہ در دشت چچی زین الدین خان شد بنابر ملاقات
رفتہ و بہانہ مشورہ درخواست خلوت نمود و قتلکے یک صاحبہ موصوفہ تھا شد زین الدین خان کٹارا کشید
بر شکم چچی خود نہادہ مستعد کشتن او شدہ و رہائی جان بشرط حصول زر خاطر خواہ قرار داد و بعد
قیل و قال بسیار بیخ لک روپیہ و اشرفی ہائے نقد از گرفتہ رہائی داد و از شاہ آباد بنگالہ ہجرت سپاہ جاری
نمودہ و روانہ پیشتر شدہ۔ اخبار محبت

محمد روشن خان کے حصہ میں دیا ہے اور باقی کل علاقہ مجھ سے مساوی بہرہ مند خانانہ
وہایت خان و خردمند خان و صلح محمد خان اور والدہ محمد روشن خان کو چھ حصہ
تقسیم کیا ہے اور موضع بنیاری قائم وغیرہ اپنے خاصخیلون کو دیا ہے۔

دوسرا قسمت نامہ ۱۱۴۴ھ محرم ۱۱۴۵ھ ہجری کو مرتضیٰ خان عرف فتح محمد خان نے مکانات
کا تحریر کیا ہے جس پر قاضی وقت اور محمد علی اور محمد مبارک و دیہی داس وغیرہ کی
مہرین بڑی ہوئی ہیں اس میں مکانات کے تقسیم کی یہ صورت ہے کہ دیوان خانانہ
مشرق رو یہ جو دالان در دالان ہے اور ہر دوسہ درمی مع پانچ کو ٹھہریوں کے
اور ایک مکان مغرب رو یہ جو دیوان خانانہ کے مقابل ہے اور ایک دروازہ بیڑی
مشرقی جسکی مغربی حد مجلس استیلا ہوئی ہے محمد روشن خان کو دیا ہے باقی مکانات
دیگر بیٹوں کو علیحدہ دینا پایا جاتا ہے۔

محمد مرتضیٰ خان کے جملہ فرزندان منصبدار شاہی ہوئے ہیں جنکے منصب و
ناموں کی تفصیل یہ ہے۔

محمد روشن خان ہزار پانصدی ذات ہدایت خان۔ بہرہ مند خان
خردمند خان۔ صلح محمد خان ہر چار فرزندان ہزاری ذات اور چار سوار
کا منصب رکھتے تھے تربیت علیخان ولد محمد روشن خان پانصدی تھے
محمد روشن خان کا اپنے بھائیوں میں سربراہ آورده ہوتا اس پر واسطہ
بھی ثابت ہے کہ جو نواب منصور علیخان صفدر جنگ والی اودھ وزیر عظم
دہلی نے انکو بعد انتقال مرتضیٰ خان کے انکی معافی کا دیا ہے اس میں
رفعت پتاہ شجاعت دستگاہ بیش قدر الفاظ سے مخاطب کیا ہو

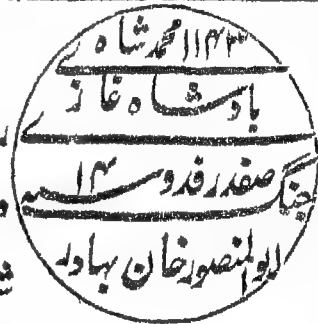
جس سے ذاتی طور پر اوئیں اپنے بزرگوں کی وقعت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے
انکی ہر کایہ صحیح تھا۔

از محمد مرتضیٰ روشن حیدر ایار

اسمیں بڑی رعایت یہ پنہان تھی کہ انکے فرزند کا نام خدایار خان تھا غرض کہ داد
بیٹے پوتے تین کا نام شامل ہے۔

نقل پروانہ

رفت و شجاعت و سنگاہ یعقوب علیخان محفوظ باشند
رفت پناہ محمد روشن خان و فتح محمود خان مرحوم نمود کہ
در باب معانی باغات و بازار و کثرہ مشار الیہ واقع
شاہ آباد شجاعت و سنگاہ نوشتہ شود لہذا نگارش میرود
کہ بدستور قدیم الحال ہم معاف دانند و متعرض نشوند بست و چہارم شہر شعبان
سلسلہ جلوس والا مطابق ۱۲۵۲ھ



مصطفیٰ خان یہ فتح محمود خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے پوتے تھے
یہ بھی اپنے بھائی مرتضیٰ خان کے ہمراہ شاہی مہمات میں شریک رہے ہیں
چنانچہ فرزند ان اور نگ زیب کی جنگ اور محاربہ فرخ سیری میں موجود تھے جنگ
تذکرہ کمال الدین خان اور مرتضیٰ خان کے حالات میں انکے نام کے ساتھ
اوپر ہم بیان کر چکے ہیں یہ شجاعت و وضع داری میں اپنے باپ بھائی کے قدم
بقدم تھے انکی اولاد بیٹے اور پوتوں تک باقی رہی اوسکے بعد یہ نسلخ لا ولد ہو

منقطع ہو گئی مصطفیٰ خاں صاحب کا انتقال ۶۰ سالہ ہجری میں کاغذات کتابت کے
بعد انتقال محمد روشن خان کے تین صاحبزادوں کے ترتیب علیخان
وسعد اللہ خان و خدیار خان زندہ تھے۔ تربیت علیخان و سعد اللہ خان سے اور
بہرہ مند خان و ہدایت خان و صلح محمد خان سے بابت ریاست کے بہت جھگڑا
رہا ہے اور ان چچا بھتیجوں کا تنازع دہلی تک گیلے ہے اور شاہجہان آباد میں قاضی
تاج الدین صاحب نے انکا باہمی فیصلہ کر کے صلح نامہ بھی کر لیا تھا مگر یہاں ان کے
بعد پھر جھگڑا اٹھا اور ماہ سفر ۶۰ سالہ ہجری کو دارالقضا شاہ آباد میں وہ مقدمہ
پہنچا اور وہاں قاضی فیض اللہ صاحب نے اسکا فیصلہ لکھا اور لالہ کرپا دیال کو
یہ تحریر کیا کہ بازار چوک پر قبضہ بدستور محمد روشن خان کا رہنا چاہیے اور
بہرہ مند خان و محمد ہدایت خان و خرد مند خان و صلح محمد خان ہر چار بھائیوں کا
قبضہ مثل تصرف مصطفیٰ خان مرحوم کے رہنا چاہیے۔ اور کٹرہ پر عہدہ آمد بموجب
فیصلنامہ سابق کے فریقین کا اور تربیت علیخان اور سعد اللہ خان کا عمل درآمد
مرتب خان مرحوم کے مطابق رہیگا۔

اگر اسکے خلاف کوئی فریق دست اندازی کرے تو آپ حاکم وقت ہیں تحقیقات
کر کے حسب عمل درآمد مصطفیٰ خان و مرتضیٰ خان کے دخل و لا دین۔

یہ خط متعلق اجراء فیصلنامہ کے قاضی رضی اللہ خان کا مرشدہ راقم کی نظر سے گذرا
ہے اور اسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

خاندان چوک اور بڑی ڈیوڑھی سے ہمیشہ نا اتفاقی رہی
چنانچہ ۶۰ سالہ ہجری میں یہ تنازعہ پیش آیا ہے کہ موضع ایوان وغیرہ جو دیہات

کہ فتح معمر خان کے متعلق تھے اور وہ پرگنہ شاہ آباد میں شامل ہونے سے شیر انداز خان کی جاگیر سے وابستہ اور کاغذات شاہی میں بڑی ڈیوڑھی والوں کے نام تھے اسپر ایک فریق دوسرے فریق سے جگہ اکڑتا تھا چنانچہ مقدمہ دار القضاہ ملک پہونچا اور وہاں ۱۹ رمضان ۱۲۵۸ھ ہجری کو قاضی ناصر الزمان صاحب نے خانزادہ بہادر علیخان و محمد علیخان و وزیر دست خان و پرول خان مستداروں کی رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ چوک والے قبولیت استماری لکھدین اور مبلغ ایک ہزار دو سو روپیہ بڑی ڈیوڑھی والوں کو جنکی جاگیر میں پرگنہ شاہ آباد ہے ادا کرتے رہیں اور دیہات پر اپنا علیحدہ علیحدہ قبضہ رکھیں اور اسی فیصلہ کے بموجب بڑی ڈیوڑھی والوں سے پٹ لکھالین چنانچہ ابتدائے فصل خریف ۱۲۵۸ھ سے یہ کاغذات فریقین کی طرف سے لکھ کر مرتب ہو گئے بہرہ مند خان بدایت خان خرمند خان صالح محمد خان جو فرزندان مرتضیٰ خان رئیس چوک کی طرف سے انکے گماشتہ محمد شہباز نے اور تربت علیخان و سعد اللہ خان و خدایار خان کی طرف سے انکے گماشتہ محمد بہادر نے قبولیت لکھ دی کہ ہم چچا بھیت جون کے گماشتہ جو متاجر موضع ایگوان وغیرہ کے ہیں اور یہ دیہات خان صاحب شیر انداز خان و محمد یار خان پسران نواب محمد سردار خان صاحب رئیس بڑی ڈیوڑھی کی جاگیر و محال سے تعلق رکھتے ہیں لہذا ہم ہر سال پانسو روپیہ ادا کرتے رہینگے اس سند پر مہربان شیر انداز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی اور سعادت خان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کی بڑی ہوئی ہیں وہ رعایت یہ تھے

ایگوان	محمد پور	بسولی	نگاہ شاہ
بنسی پور	مصری پور	نفس پور	اونان پور

اور باغات وغیرہ بھی مین جو مشترکہ علاقہ مین داخل تھے یہ کیتہ ہمیشہ دونوں دیوڑھیہ مین برابر قائم رہا اور یہ پڑانا غمخیزہ اعزاز خان اور شیر زمان خان مین محمد پروایت خان سے سالانہ ہجری مین از سر نو اوکھڑا ہے اور لکھنؤ تک پہنچا تو اب اعزاز خان اور مرزا حسن رضا خان وزیر اعظم اودھ سے نہایت مراسم تھے اسلیئے اعزاز خان نے حسن رضا خان کے ذریعہ سے نواب آصف الدولہ کے اجلاس مین مقدمہ دائر کیا وہاں سے دو شتر سوار رسالہ جھاؤ لال کے شاہ آباد آئے اور شیر زمان خان کے دروازہ پر دستک دی شیر زمان خان حسب الطلب لکھنؤ گئے اور انکے بعد اعزاز خان بھی لکھنؤ روانہ ہوئے جناب عالی یعنی نواب آصف الدولہ سے عرض کیا گیا کہ فریقین مقدمہ حاضر مین جناب عالی نے یہ مقدمہ راجہ جھاؤ لال کے سپرد کیا کہ وہ فیصل کریں اور مہاراجہ مذکور نے اسے بالکمرشیں اسے بالکمر کے ذمہ کیا کہ یہ دونوں صاحبان یہ جگہ فیصل کریں چند روز تک اسے صاحبان کے اجلاس مین شیر زمان خان حاضر رہے اور اعزاز خان صاحب کی طرف سے وکیل حاضر ہوتا تھا اور رو بجاری کرتا تھا مگر نواب اعزاز خان خود کچری نہیں جلتے تھے۔ اسے بالکمرام نے کہا کہ نواب اعزاز خان خود نہیں آتے ہین لہذا ہے یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا آخر کار جناب عالی نواب وزیر الممالک نے قاضی شہر کے پاس یہ مقدمہ بھیجا اور مفتی غلام حضرت صاحب کے اجلاس مین شرعی فیصلہ کے لیے یہ مقدمہ پیش ہوا شیر زمان خان حاضر ہوئے اور تین چار روز تک مقدمہ پیش رہا مگر اعزاز خان مفتی صاحب کے اجلاس مین بھی نہ گئے اور انکی طرف سے غلام محمد صاحب وکیل سوال و جواب کرتے رہے اور جو تمسکات کہ

نواب اعزاز خان کے پاس تھے اور ان کاغذات کی رو سے دعوے اپنے
جد امجد کے عہد تک کا کرتے رہے۔ مگر ثابت نہ کر سکے اس لیے مفتی صاحب
نے دعوے نام منظور کیا اور نواب اعزاز خان کے وکیلوں سے کچھ جواب
نہ بن پڑا اور شیر زمان خان کے حق میں وہ کاغذات کچھ نقصان ساز
نہ ہوئے اس عرصہ میں نواب آصف الدولہ نے شکار کی غرض سے لکھنؤ سے
کوئچ کر کے جنگل کی طرف رخ کیا اور مہاراجہ جھاؤل لال اور دیگر امرا بھی
اونکے ہمراہ روانہ ہوئے اور یہ معاملہ مذہب یون ہی پڑا اور اسکے
بعد فریقین اپنے اپنے گھر شاہ آباد چلے آئے۔

سالہ ہجری میں جب کہ شاہزادہ عالی گوہر دہلی سے بنگالہ کو روانہ ہوئے
تو پہلے مراد آباد ویریلی آئے اور وہاں سعد اللہ خان ولد علی محمد خان روہلہ
نے اپنے علاقہ میں نذر و دعوت کے مراسم ادا کیے اسکے بعد شاہزادہ
موصوف شاہجہان پور آئے اور یہاں نواب زین الدین خان عرت
عبداللہ خان نے حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی وہاں سے شاہزادہ بہاول

شاہزادہ عالی گوہر بصوب بنگالہ بعد فراہم شدن اسباب سفر و قدرے رفیقان زادہ مراد
ویریلی عازم گردید در عرض راہ سعد اللہ خان خلیف علی محمد خان روہلہ ضیافت در خور استعداد اجل
آورد و از انجا شاہجہان پور نزول اجلال فرمود نواب زین الدین خان عرف عبداللہ خان شہر
آمد شرف ملازمت حاصل نمود بہ خلعت و خطاب زین الدین خان بہادر چغتالی سر فرازی یافت
و بہ تمام ساندھی نواب صلح محمد خان بحضور رسیدہ بعد حصول ملازمت بخلعت و خطاب
ولیر خان مخاطب شد اخبار محبت صفحہ ۴۴۳۔

سانڈی تشریف لے گئے وہاں صلح محمد خان ابن مرتضیٰ خان حاضر ہوئے
 اوسوقت شاہزادہ نے محمد صلح خان کو خلعت و خطاب
 دلیر خان مرحمت کیا۔

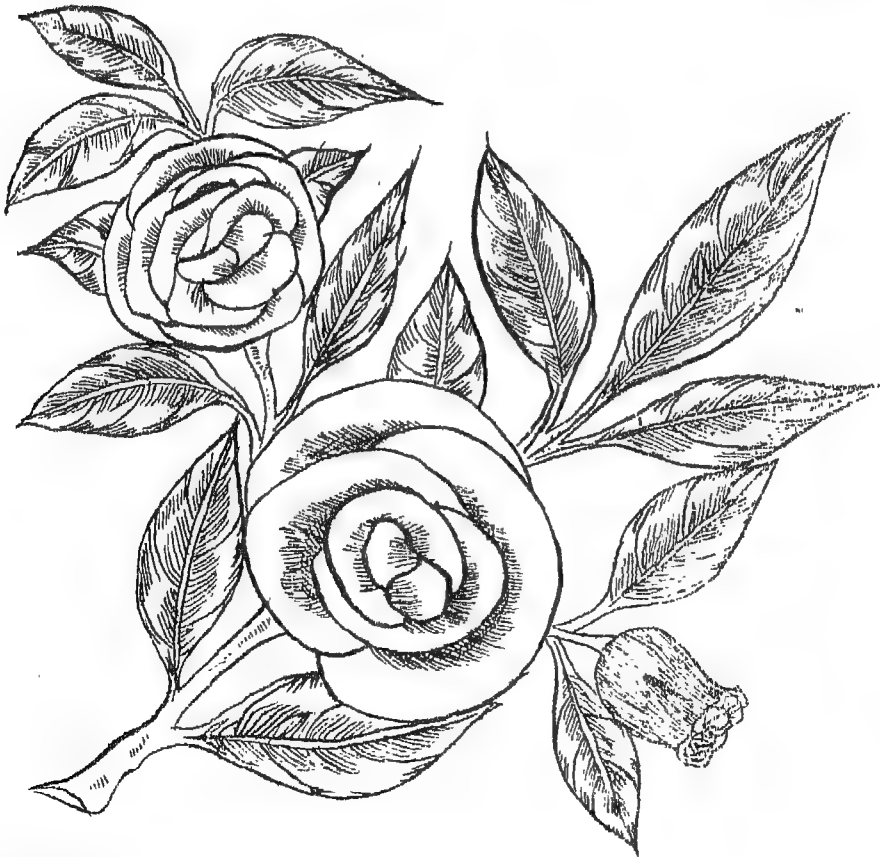
نواب دلیر خان کی اولاد میں چوک والوں کو دو خطاب خاندان شاہی سے دستیاب
 ہوئے اسکے بعد شاہزادہ صاحب لکھنؤ میں نواب شجاع الدولہ سے تدریس لیتے ہوئے
 الہ آباد گئے اور وہاں سے پٹنہ عظیم آباد روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں اپنے
 باپ عالمگیر ثانی کے انتقال کی خبر سکر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور پھر دہلی
 آکر مستقل طور پر دار السلطنت میں شاہ عالم بادشاہ ثانی کا خطاب اختیار کر کے
 حکمرانی میں مصروف ہوئے۔

خاندان فتح محمود خان میں شجاعت اور تیغ زنی کے علاوہ قلم کے جوہر بھی خداوند
 کریم نے عنایت کیے تھے نواب محبت خان جو فیض عطا خان کے فرزند اور
 صلح محمد خان کے پوتے تھے یہ صاحب تصنیف نواب گدرے ہیں انکی والدہ دینی بیگم
 نواب عبداللہ خان مخاطب بہ زین الدین خان بہادر صولت جنگ کی بیٹی تھیں
 جسے یہ اور انکے بھائی نواب مردان علی خان پیدا ہوئے تھے نواب محبت خان
 کا عقد نواب متاب خان شاہجہان پوری کی صاحبزادی سے ہوا تھا نواب
 محبت خان اپنے نانہالی و سرسالی رشتہ کی وجہ سے شاہ آباد سے جا کر اکثر
 شاہجہانپور کے قلعہ میں رہا کرتے تھے کتاب اخبار محبت انھیں کی تصنیفات
 سے ہم جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے وسیع النظر اور
 صاحب تحقیق انسان تھے شاہ آباد کے نوابوں میں ایسے ذی علم و لائق شخص

کم ہوئے ہیں بہت سے مستند خاندانی واقعات انھوں نے لکھے ہیں اور
 تاریخی کتابیں بھی بہت سی فراہم کی تھیں اکثر اپنے بزرگوں اور خاندان کے
 قابل الذکر لوگوں کے حالات سلاطین مغلیہ کی تاریخ میں ترتیب وار لکھے
 ہیں اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے جو حالات کہ انھوں نے
 اخبار محبت میں تحریر کیے ہیں وہ کتب شاہی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ
 راست و بے کم و کاست اور اصل وقایع کے مطابق ہیں نواب صاحب
 نے جن کتابوں کے نام اپنی کتاب میں لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا
 ذخیرہ ان کے پیش نظر تھا اور بڑی معلومات کے انسان تھے بعض رسائل
 نقلی نایاب روزگار ان کے ہاتھ آئے تھے جن کا اب کین نام و نشان نہیں ملتا
 مثلاً رسالہ دلیری یہ دلیر خان کے حالات میں معلوم ہوتا ہے اور وہ غالباً
 دلیر خان کا لکھا یا ہوا ہو۔ دریا دلیری دریا خان کی زندگی کے واقعات کے
 متعلق ثابت ہوتا ہے۔ فیض بخش نواب بہادر خان کے کارنامے ہمیں مندرج
 ہونا معلوم ہوتے ہیں جو انھوں نے خود لکھائے ہونگے۔ باقی کتب مندرجہ
 حسب اخبار محبت مرتب کی ہے یہ ہیں۔ اکبر نامہ ابو الفضل۔ تاریخ سلطان ناصر الدین
 بکتیکین و سلطان محمود مصنفہ عنصری۔ تاریخ سلطان شہاب الدین غوری۔ تاریخ
 علاء الدین خلجی۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ مولانا اعجاز الدین۔ تاریخ افغانیہ ہسلول و وہی
 و شیر شاہ مصنفہ حسین افغان۔ ظفر نامہ تیمور صاحبقران مصنفہ مولانا شرف الدین یزدی
 تیمور نامہ منظوم مصنفہ مولانا سہ حاجی برادر زادہ مولانا سہ جامی و قعات
 بابری۔ مترجمہ خانخاناں عبد الرحیم بربان قاری۔ تاریخ اکبری

مُصنّف عطا بیگ قزوینی اکبر شاہی مُصنّف شیخ الہدائشی مرتضیٰ خانی طبقات
اکبری مُصنّف خواجہ نظام الدین احمد بخش اکبری۔ اقبال جہانگیری مُصنّف معتدل خان
عرف محمد شریف خان ترک جہانگیری مُصنّف جہانگیر بادشاہ تاریخ شاہ جہانی مُصنّف
محمد وارث اصلاح کردہ علامی سعد اللہ خان طبقات عالمگیری عالمگیر نامہ تاریخ
ہما در شاہی مُصنّف مولانا شاہ آبادی۔

دیگر کتب ہندی مہا بھارت و رامائن برس بران سری کشن پوتھی بھاگوت
چوک بشت گل افشان عرف سنگھاسن بتیسی حال راجہ بکر راجیت پدماوت
وغیرہ کا حوالہ ہے۔



نواب چاند خان

یہ نواب دلیر خان کے تیسرے صاحبزادہ ہیں محلہ چوک کے مورث اعلیٰ تھے یہ بھی منصب دار شاہی ہوئے۔ چونکہ عالمگیری سلطنت کا مفصل حال حیرت و س سال کے مسلسل نہیں ملتا اسوجہ سے انکے عہدہ کی تفصیل نہیں مل سکی۔ انکے فرزند پر دل خان عرف داؤد خان دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصبدار تھے۔ پر دل خان کو فرخ سیر بادشاہ نے داؤد خان کا خطاب دیا تھا چنانچہ اس امر کا جمع بھی اونہوں نے اپنی مہر میں کندہ کر لیا تھا اور وہ یہ ہے

ز لطف حضرت فرخ سیر خدیو جہان

خطاب شوکتِ او دیافت پر دل خان

انکی دیورہی میں بھی مثل اپنے بھائی بندوں کے داد و دہش کا بازار گرم تھا چنانچہ ایک درگاہ کے فقیر کو جنکا نام اسمعیل شاہ تھا سنہ ۲۹۰ھ ہجری میں ایک معافی عنایت کی ہے جسکی سند آج تک موجود ہے نقل اسکی ناظرین کے حوالہ کے لیے تحریر کی جاتی ہے۔

متصدیانِ مہماتِ حال و مستقبل تعلق سرکارِ تعالیٰ امیدار ہو وہ بدانت
چون رسوم و جمیعہ معیشت شاہ اسمعیل ولد شاہ باقی
فقیران بموجب سند سابق از تغیر اسم وجہ شاہ محمد فقیر

ز لطف حضرت
فرخ سیر خدیو جہان
نواب پر دل خان
خطاب شوکت

ساکن موضع پریر از روش و رسم چراغ وغیرہ عرس در گاہ مقدس متبرکہ
حضرت شاہنشاہ قدس اللہ سرہ العزیز از سرکار اینجانب من ابتدا سے تاریخ
بست و یکم شہر رمضان ۱۱۱۰ ھجری مقرر نمودہ شد می باید کہ وجہ مسطورہ
سال بسال در تصرف مومی الیہ و اگر اندک بفراغ خاطر متصرف شدہ وقابض
بودہ بدعا و ذکر غیر و عبادت و ریاضت مشغول شدہ باید کہ بوجہ من الوجہ
مزامت بحال فقر امر قوم نرساتند در نیاب حسب الامر قوم تن قدغن دانستہ
یعل آرند۔ فی التاريخ بست و دویم شہر رمضان ۱۱۱۰ ھجری از جلوس والا تخریر یافت
پر دل خان کے بیٹے قائم علیخان و بہادر علیخان بھی مثل اپنے باپ ادا کے
نامور اور شجاعت و رئیسانہ اوصاف سے متصف تھے۔

اس خاندان کے آخری عہد میں رجب علیخان صاحب بھی معزز و ذی قدرت
شخص گذرے حکام اور برادری میں اونکا کحاظ کیا جاتا تھا عہد نوایی میں شاہ اوٹ
کی طرف سے جو چکلیہ ار شاہ آباد آتا تھا اور اس کے پاس زرہ مالگزار کی کسی کے
پاس پہونچنے میں تامل ہوتا اور اسکی جانب سے مالگزار شخص پر تشدد کیا جاتا
تو جسکی ضمانت زبانی بھی یہ کر دیتے تھے پھر اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا تھا
رئیسانہ فیاضی سے انھوں نے اکثر اہل استحقاق کو معافان دی ہیں جنکی
سندین راقم کی نظر سے گزری ہیں اور بعض سند موجود بھی ہے مگر بوجہ
طوالت کے قلم انداز کیجاتی ہے دس بارہ موضع بھی انکے قبضہ میں
تھے تھوڑا زمانہ گزرا ہے کہ انکا شاندار مکان و پھاٹک کھدا ہے۔
اقسوس کہ نواب چاند خان کے اور نیز انکے خاندان کے کاغذات نہیں

دستیاب ہوئے جس سے مفصل انکے حالات معلوم ہوتے۔
بعض شاخیں انکی اولاد کی صحیح النسب ہیں اولاد کے نام شجرہ دلیہ خانی میں
دیکھنا چاہیے۔

نواب السداد خان عرف اللہ دیے خان

یہ چوتھے فرزند نواب دلیہ خان کے تھے محلہ نالہ میں انکی ڈیوڑھی تھی ایسے
اوصاف میں اپنے باپ و بھائیوں کے ہمدوش تھے نوروز پور کا علاقہ انکے
قبضہ میں تھا مسماۃ فاضلہ خانم نعمت خان باقر زئی کی دختر انکو منسوب تھیں یہ اولاد
رہے انکے انتقال کے بعد انکی منکوحہ بیوی علاقہ کی مالک ہوئیں اور انھوں نے
اپنے حین حیات کل املاک کی دستاویز اپنے بھتیجے محمد علی خان کے نام تحریر
کر دی اور اس پر عمائدین شہر کی مہرین کرادین سہاگ پور علاقہ نوروز پور۔
ویڑا باغ اور ایک حویلی جو کمال الدین خان کے مجلس اکیطرف بڑی ڈیوڑھی میں
تھی غرضکہ اپنی ملکیت کی اکثر اشیاء اوسمیں شامل کر دین اور یہ ملکیت نامہ
۲۶۔ جمادی الاول ۱۲۳۱ھ ہجری میں تحریر ہوا ہے۔ محمد علی خان جو قطب خان کے
فرزند تھے انکے ورثا میں آخری شخص افضل خان تالین ہیں جو لا ولد تھے جس پر اس
خاندان کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

نقل ملکیت نامہ بہ خانہ اللہ دیے خان بنام محمد علی خان

بہر قاضی فیض اللہ و قاضی تادہ الزمان و قاضی ناصر الزمان و سواہیر خان زادہ

سعادت خان ولد دلد ار خان و محمد روشن خان و فتح محمد خان و خردمند خان بن فتح محمد خان
 مرحوم و اشرف خان و سعادت خان پسران نعمت خان ولد یوسف خان
 و عالم خان و قاسم خان و هادی داد خان و حامد خان فرزندان نعمت خان مرحوم
 و بهر خواجہ جو اهر و بهر سید آمدید و بهر سید فتح محمد و دیگر تمنداران شاه آباد
 از قرار بتایخ بست و ششم شهر جمادی الاول ۱۳۳۵
 آنکه اقرار کرده اعتراف صحیح کشرعی نمود مسماة فاضله خانم بنت نعمت خان
 ولد یوسف خان قوم افغان باقر زئی زوجه خانزاده الله دیه خان ولد نواب
 دلیر خان مرحوم ساکن قصبه شاه آباد سرکار خیر آباد مضاف صوبه اترکرا و دوم
 فی الحال بصیحت اقرار باشرعاً بر این جمله که چون سابق موازی بست بسوه
 زمینداری درو بست موضع جٹ پوره ساحت عمله پر گنه پالی سرکار و صوبه سطور
 و دو قطعه باغ نو دها و باغ متصل محینڈہ تالاب سواد قصبه شاه آباد مذکور
 که موسوم به باغ چوبے پیران نامده است و یک منزل حویلی تعمیر بخپت
 واقع قصبه شاه آباد مذکور که مشهور بکوٹھ پیران چوبے است بمسمی محمد علی خان ولد
 قطب خان ترین که ابن الاخت اعیانه است تملیک بلا عیوض کرده دادم حالانکه
 چهل بسوه درو بست موضع نور و زپور و موضع سٹھاگ پور عمله پر گنه پالی مذکور و
 یک محله روشن یا زار عرف بر و ابازار و یک منزل حویلی تعمیر بخپت داخل اندرون
 قلعه واقع شاه آباد و یک قطعه باغ کلان مع تالاب واقع سواد قصبه شاه آباد
 مرقوم که بمنحله عیوض زر مهر خود از ترکه خانزاده الله دیه خان مرحوم که زوج
 من بود در قبض و تصرف مالکانه خود تا زمان این تملیک بلا عیوض میدهم

بدین حدود اربعه معروفه مذکور کافصلت -

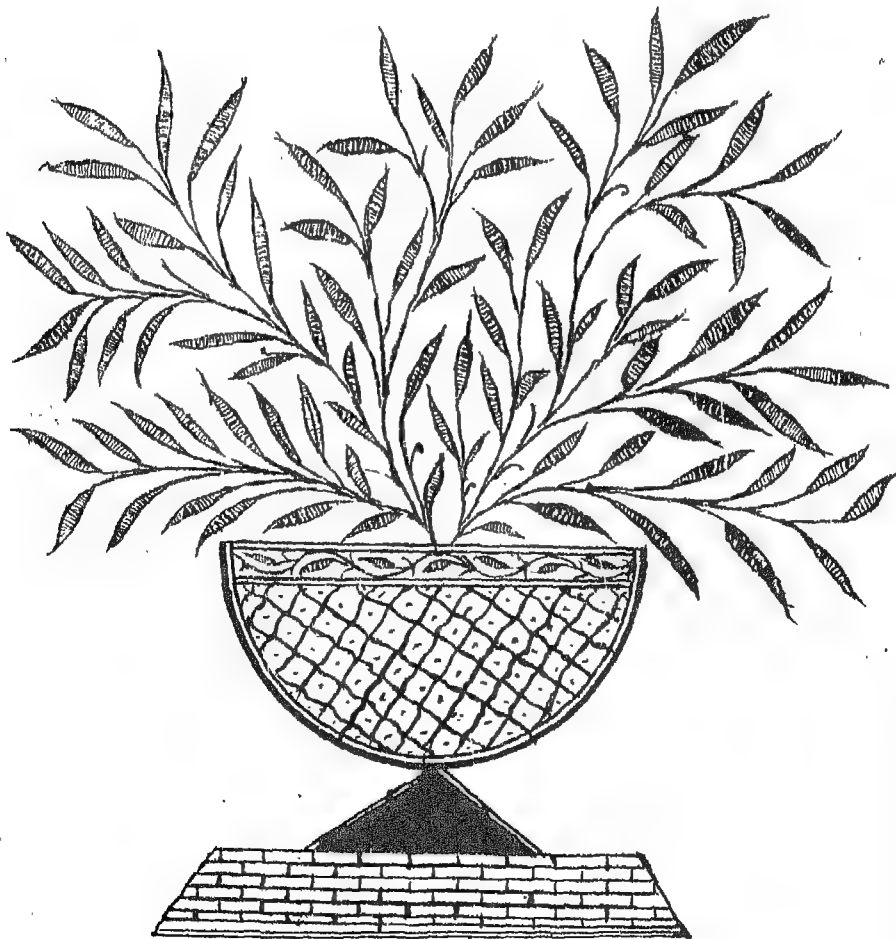
بسوه یا موضع نور و زپور ۴۰ بسوه

نور و زپور مسطور لپتن بست بسوه در بست - سوهاگ پور مسطور لپتن بست بسوه در بست
محل روشن بازار عرف بر و بازار مع اربعه حدود معروضه و مطابق مقبوضه تسلیم
مع اراضی آن یک محل باغ کلان مع تالاب و زمین و اشجار واقع شاه آباد مذکور -

حد شرقی	حد غربی	حد جنوبی	حد شمالی
پنجاه حیات حویلی تعمیر حد باغچه علاول جخیل	محل خضر خان لازاک	تالاب غیره و بلغ توپا	
داخل اندرون قلعه واقع و محاذی کقطعه مذکور	وسماه لینه خیل حشرتی کمال الدین خان مرحوم		
شاه آباد حد جنوبی کوها بدین حدود اربعه	دروازه مجلسه	حد جنوبی صحن مجلسه	
خاص اندرون دروازه یک منزل حویلی	کمال الدین خان مرحوم	تواب لیر خان مرحوم	
	مجلسه تواب		
	ولیر خان مرحوم حد		
	شمالی شارع عام		

بجمع حدود و حقوق و مرافق و منافع ان اشجار و اثمار و آبار و خاص و امکان
و خاکدان و غله حویلی مذکور مع سمله داخل و لکل قلیل و کثیر و بهایض و
بایضات و بسبب ایها خارج از مساجد و مقابر و طرق عامه و اوقاف مسی
محمد علیخان و له قطب خان مرقوم الصدرا از تملیک بلا عیوض کرده دادیم که
که قابض و متصرف باشد چنانچه عقد تملیک بلا عیوض در میان مملکه و
مملک له مرقومین واقع شد و تملیک له مذکوره مملک را در قبض و تصرف

مملکه بر آورده در قبض و تصرف خود آورد و تملیکاً محییاً شرعیاً جائزاً نافذاً پس ثمانه
 بعد از عقد تملیک بلا عیوض مملکه مذکوره را و من مقدم مقامها در ملک مرقوم حتی
 و دعوی و دستخط تملیک بلا عیوض با قرائستماة مذکور بتصدیق گواهی اشرف خان
 و قطب خان برادران علانی مستماة مذکوره و ستحسن عالم خان و ستانم خان
 و هادی داد خان و خانزادان برادران علانی مستماة مرقوم نوشته شد
 و کان ذلک تحریر مرقوم الصد شد



نواب دلدار خان

یہ نواب دلیر خان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ اور چھوٹی ڈیوڑھی کے
 یہی مورث اعلیٰ تھے صاحب منصب بیان کیے جاتے ہیں جب وہیں
 کے تھے انکی تصویر کھینچی گئی تھی جو آج تک موجود ہے اس سے امارت کے آثار
 پائے جاتے ہیں۔

انہارا بھرمین ہے کہ انکے فرزند ابراہیم خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان
 تھے اور انکے پسر بند علی خان تھے یہ دونوں باپ بیٹے نہایت زوردار اور
 گزرے ہیں شاہ آباد میں کیسی مجال نہ تھی کہ انکے خلاف چون و چرا کر سکتا
 بند علی خان کے صاحبزادہ احمد علی خان تھے جو ایسے شہ زور ہوئے کہ شیر کے
 پنجے پھیر دیے اور اسکی کلائیان بیکار کر دی تھیں اسکا یہ قصہ مشہور ہے کہ
 نواب احمد علی خان کو راجہ مظفر علی خان رئیس نانپارہ کی بیٹی منسوب تھیں
 یہ نانپارہ گئے ہوئے تھے وہاں خیمہ میں ٹھہرے تھے صبح کے وقت جنگل
 کی طرف نکلے شیر کا سامنا ہو گیا اسنے حملہ کیا اونھوں نے اسکی دونوں
 کلائیان تھام لین آخر کار دونوں شیروں کا مقابلہ ہوا خوب زور ہوئے
 مگر وہ جنگلی شیر انپر نہ غالب آسکا بعض یہ کہتے ہیں کہ اسکے اور انکے بیٹا
 ایک درخت حائل تھا جب وہ شیر انپر حملہ آور ہوا تو یہ درخت کے
 دوسری طرف تھے اسنے کلائیان بڑھا کر انکو دبوچنا چاہا مگر انھوں نے
 اسکے ہاتھ ایسے تھامے کہ پھر نہ چھوڑے جب یہ اسکا جھگڑا ختم کر چکے

تو اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔
جلہ میں جو خراش اوسکے پنجن سے آگیا تھا وہ لونڈی سے صاف کرایا اور خود
کسی سے کچھ نہ کہا اسکے بعد یہ خبر ہر جگہ مشہور ہو گئی۔

اوسکے زور کی یہ روایت بھی مشہور ہے کہ روپیہ کے نقش مٹا کر گولی بنا دیتے
تھے انکی ہدیت لوگوں کے دلون میں بہت رہا کرتی تھی ایک بار کا ذکر ہے
کہ راجہ بلاس رائے کے یہاں لکھنؤ میں نواب احمد علیخان بیٹھے ہوئے تھے
اس اثنا میں شاہ ادو کے کوئی عزیز آئے انھوں نے انکی کچھ تعظیم نہ کی تو انھوں
نے کوئی سخت کلمہ کہا انکو اپنی شجاعت کا زعم اونکو والی ملک کے عزیز ہونیکا
پتہ نہ اشتعال پڑھا احمد علیخان نے اونکے سر پر مجاہدس تپا نچہ مارا حاضرین
جلہ نے رفہ شہر کرایا اس جھگڑے کا قصہ نواب آصف الدولہ کے کانون
تک پہونچا مگر راجہ بلاس رائے نے رفہ فساد کرا دیا۔

اپنے بھائی بندون میں بھزدو تین صاحبون کے یہ کسی کا پورا نام بھی نہیں
لیا کرتے تھے۔

بعض لوگ انکے طرز عمل میں جابرانہ رنگ بھی بتلاتے ہیں مگر اسکے ساتھ
اتنی یہ غریبی نہایت مشہور ہے کہ کوئی زبردست انکے سامنے کسی کمزور پر
زیادتی نہیں کر سکتا تھا ہمیشہ زبردست کے شریک ہو کر اوس موزی کی مزاج
پرسی کیا کرتے تھے چنانچہ اسکے مصداق حافظ غلام علیخان مرحوم ایک
قتل بیان کرتے تھے کہ ہمارے والد احمد علیخان کہ وہ بھی ہمنام نواب احمد علیخان
اور شجاعت و بہادری میں نہایت مشہور شخص تھے جب اوسکے لکھنؤ میں

اونسے والد عبداللہ خان جو زور و قوت میں پہلوان تھے انتقال کر گئے تو ملک
 قادر داد خان نے حقیقت کے جھگڑے پر اوتکو دباناجا ہوا وہ تنہا تھے کوئی
 بھائی دوسرا اونکا نہ تھا وہ نواب احمد علیخان کے پاس چلے گئے اور انہیں
 سارا قصہ بیان کیا نواب احمد علیخان یہ سنکر ہاتھی پر سوار ہوئے اور محلہ
 سلیمانی کو آئے یہاں ملک لوگوں کو بلوایا اور کہا کہ اگر تم نے اس لڑکے کو چھو جا
 دوست ملک اکبر علیخان کا بھانجہ ہے ستانا چاہا تو تمہارے حق میں بہت رنج و گنا
 ہم اوسکے شریک ہونگے اور ہمارے ہوتے ہوئے کسی جرات ہو سکتی ہے
 کہ اسے مجبور کر سکے چنانچہ اسکے بعد دوبارہ ملک لوگوں کو لڑائی کی ہمت نہ پڑی
 نواب احمد علیخان نے اپنی حیات میں اپنے پس ماندگان کے نام میں نامہ لکھکر
 ہر ایک وارث کو علیحدہ علیحدہ حصہ تقسیم کر دیا تھا اور یہ ہبہ نامہ ماہ ذیقعدہ
 ۱۰۳۱ھ ہجری میں تحریر کیا ہے اوپر مہرین رجب علیخان و امانی خان سید غلام
 مصطفیٰ وغیرہ کی پڑی ہوئی ہیں۔ ایک ہزار دو سو روپیہ نقد اور ۱۰۰ گائے
 اراضی باسط نگر سے اور سات سو روپیہ سعادت نگر سے اور ۱۰۰ گائے
 اراضی سیر موضع سعادت نگر و سوہاگ پور و ٹمرکی وغیرہ سے اور حقوق
 زمینداری بازاہ سعادت گنج و جملہ زمینداری رانی صاحبہ کو مرحمت فرمائی
 اسکے بعد اپنے صاحبزادہ نواب دوست علیخان کو ۱۰۰ روپیہ نقد اور خیر محل
 یعنی مادر دوست علیخان کو دو سو روپیہ نقد اور ۱۰۰ گائے اراضی پنجتہ اور
 اپنی دختر والدہ جیون خان کو ایک سو روپیہ نقد اور اپنی بھانج زوجہ
 لطف علیخان کو ۱۰۰ گائے اراضی سیر کی دیات تعلقہ باسط نگر سے اور

تیس روپیہ نقد اسکے علاوہ حقوق بازار سعادت گنج کے دیے تھے۔

نواب احمد علی خان کے انتقال کے بعد اونکی رانی صاحبہ کا انتقال ہوا ہے چونکہ وہ لا ولد تھیں اسلیے شاہ اودہ کی طرف سے حکام قصبہ آسے اور اونکے اشیاء مقبوضہ کا حساب لگا کر فروبتائی کہ جب تک سرکار اودہ سے کچھ حکم نہ آئے یہ سامان مقفل و محفوظ رکھا رہے۔

اور یہ فہرست اسباب کوٹھ جات رانی صاحبہ کی ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۳۶ھ کو رانی صاحبہ کے وفات کے زمانہ میں تحریر کی گئی ہے اور ملا زمان سرکاری سے مرزا محمد مدی صاحب تحصیلدار اور ہرچہ شاد صاحب پیشکار دی سہارے متصدی چیت رام گماشتہ اخبار دی سنگہ جمعدار کمپنی تلنگہ وغیرہ تھے ایک والان میں ۶۵۹ عدد اور دوسرے کوٹھ میں ایکسویس عدد سامان کے نکلے جس میں پارچہ جات اور ظروف و کتب وغیرہ تھے یہ وصیت نامہ اور فہرست وغیرہ اسوقت ہمارے پیش نظر ہے فہرست قاضی وصی علی صاحب اور مولوی محراب علی صاحب اور قاضی شجاعت علی صاحب و حکیم عیوض رائے جینا تھ دوستہ دار پلٹن دگلہ پوش کی مہرین پڑی ہوئی ہیں۔

اسکے بعد نواب دوست علی خان نے تعلقہ داری باسطننگر کی حاصل کنیری کوشش کی اور دوسری طرف سے والدہ غلام غوث خان جوانکی سوتیلی بہن تھیں انھوں نے اور انکے لڑکوں نے دعوے کیا بیڑا بھگڑا ہوا دوست علی خان نے جو درخواست سرکار اودہ میں گذرانی تھی اسکے پیروکار و سفارشی فقیر محمد خاٹ صاحب سالہ دار

ملج آبادی تھے جو نہایت با اثر انسان تھے اسلئے دوسرے حقداروں کے مقابلہ میں انکو کامیابی حاصل ہوئی اور یہ تعلقہ دار باسط نگر قرار پائے انکی درخواست پر جو حکم شاہ اودہ کی رو بکاری سے صادر ہوا تھا وہ اسوقت موجود ہے نقل حکم فارسی حاشیہ پر تحریر کر کے ترجمہ اسکا یہاں پر لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔
 فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کو معلوم ہو کہ تمھاری عرضداشت ۱۹ ذیقعدہ سنہ جلوس معلیٰ کو نظر اقدس سے گذری اوسمیں تمنے خاندانی خدمات اور شاہان گذشتہ کی خدمات اور پرگنہ باسط نگر کی جاگیر داری کا جس میں ۲۵ موضع احمد علیخان متوفی کے قبضہ میں ہونا اور پانچزار روپیہ نانکاری کے مجرا ہونے کے بعد زر سرکاری کا ادا کرنا اور اسبب

نقل فرمان والا شان و بہر شاہی مرقوم سیوم ذی الحجہ سنہ جلوس معلیٰ۔ صادر خاص حضور والا۔
 فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر معلوم نماید عرضداشت آن فدوی معروضہ نو ذہم ماہ ذیقعدہ متضمن حال قدامت و سرفرازی بخدمات سرگ آباد و اجداد در حضرات سلاطین پیشین انارشد برہانم و جاگیر داری و تقریر جاگیر پرگنہ شاہ آباد و متعلق بودن پرگنہ باسط نگر چل و پنج وہیات قبضہ احمد علیخان متوفی معقبہ شاہ آباد و زر واجب الاداے سرکاری ادا نمودہ ماندن بعد مجرائی پانچزار روپیہ نانکار و تقیم الاحوالی خود بسبب نبودن حلاوت از سنگینی جمع مشغولہ و اجازت ملازمتی مردم یک ہزار سوار و پیادہ و چار ضرب توپ و اجازت عطائے تنخواہ ملازمان از خندانہ عامرہ و خواہ از تحصیل محال بنظر بندگان اقدس و اعلاے گذشت و انشاء اللہ العزیز عنقریب بعد فتح یابی کامل کہ بنابر انتظام ملکی افواج ظفر امواج روانہ آن طرف خواہد گشت و بندوبست آن طرف ہم بخوبی صورت خواہد بست

سنگینی جمع کے اضافہ کی گنجائش نہ باقی رہنا اور چار ضرب توپ ایک ہزار سوا سو پاونڈ کے ملازم رکھنے کی اجازت جملہ حالات تحریر کیے ہیں امور مندرجہ معلوم ہوئے انشاء اللہ عنقریب جو فوج کہ ملکی انتظام کے لیے اوسط رکھائی جائیگی وہ بندوبست تمھارے طرف کا بھی بخوبی کر دیگی تمکو بالفعل اتنے سوار کہ رعایا کی حفاظت اور کاشتکاری وغیرہ کی ضرورت پوری کر سکیں ملازم رکھنا کچھ مضائقہ نہیں تنخواہ انکی اسی محال سے ادا کرنا چاہیے تاکہ علاقہ سے آمدنی کا چشمہ جاری رہے اور تحصیل وصول کے زمانہ میں ادائے مالگذاری و تنخواہ ملازمین کے بعد کل جمع خرچ تمھارے حضور میں بھیجنا چاہیے اور ہر طرح سے اطمینان کھو اس خیر خواہی کی صورت میں منصب موردی و خدمات خاص تمکو پیشگاہ سلطانی سے عنایت کیے جائیں گے اور ہر طرح سے مورد الطاف خسروانہ رہو گے۔

زیادہ الطاف شاہانہ۔

اس کوشش اور کارروائی کے بعد نواب دوست علیخان مستقل تعلقہ دار باسطننگل کے ہوئے اور اپنی لیاقت و مکرمت رئیسانہ سے باشندگان شاہ آباد کو

ولیکن فی الحال بنا بر حفاظت نفوس و خلق اللہ و اجراء کشتکار و افزونی زراعت و آبادی رعیت بقدر ضرورت ملازم دہقان سوار و برات تنخواہ آئنا از آمدنی ہمان محال مضائقہ نہاد و تادرا عانت آئنا چشمہ تحصیل جاری گرد و وقت وصول محاصل بعد ادائے تنخواہ ملازمان و عین سال سرکار و ولتہ ارمہ حساب بمخریج ابلاغ حضور پرورد باید ساخت و اطمینان کلی باید داشت کہ در صورت ظهور اینگونه خبر اندیشی با سرفرازی خاص بخدمت و منصب موردی از پیشگاہ سلطانی خواہ شد و ہرگز نہ مورد التفات خسروی خواہ گشت زیادہ تفصیلات

ہمیشہ خوش اور ممنون رکھا نواب صاحب پابند صوم و صلوة اور خوش
آواز انسان تھے قرآن شریف قراءت سے پڑھتے تھے مذہبی فرایض کی
حمیت بھی مزاج میں تھی عشرہ محرم میں امام عالی مقام کی فائزہ وغیرہ بھی نہایت
خالص و شان و شوکت سے کیا کرتے تھے چونکہ نہایت خوش عقیدہ تھے
سلیف فقہ اور علما کی خاطر و عزت بھی نہ دے کیا کرتے تھے چنانچہ شمس الدین
میا نصاحب جھکا تلمذ میں مزار ہے اور وہ بزرگ عارف باللہ تھے آملی ہر سال
اسپتہ مکان پر دعوت کرتے نہروا کرتے تھے سید صاحب موصوف کے بعد
انکے خلیفہ سید شمشیر علی صاحب سے بھی وہ ہی برتاؤ رکھا سیطرح پیر زادگان
یا گرام کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن و سلوک سے پیش آتے رہے۔

نواب صاحب نے ایک صورت حال باشندگان شاہ آباد سے تصدیق کرائی ہے
کیونکہ علی شیر خان ساکن محلہ گھئی نے ایک نالش اتکے نام سرکار لکھنؤ میں اس
امر کی دائر کی تھی کہ نواب صاحب نے ہمارا باغ زبردستی کاٹ لیا اسپر لکھنؤ
سے انکے نام منراول جاری ہوئی نواب صاحب نے یہاں اس مضمون کی
صورت حال تصدیق کرائی کہ میرے والد نواب احمد علیخان خانزادہ و سب
شاہ آباد نے یہ باغ چھ سو روپیہ پر بہادر خان خلیل کے ورثا سے خرید کیا تھا اور
وہ پچیس برس تک اس باغ پر قابض رہے اب علی شیر خان نے مجھے اتہام لگا کر
در دولت پر استغاثہ کیا ہے میں نے اس باغ کو ذاتی سمجھ کر کٹوایا ہے کاغذ اس
باغ کا بھی تھا لیکن جس طرح کہ دیگر کاغذات رہنما میں بیٹھے فرامین شاہی
جو رانی صاحبہ کے قبضہ میں تھے اور انکا انتقال ہو گیا میں اس زمانہ میں لکھنؤ میں

جیون خان حسن علیخان اونکے نواسون نے چالاکئی سے اور اسیے اور وہ
کاغذات میرے ہاتھ سے جاتے رہے آپ جملہ صاحبان اس واقعہ کو تصدیق
کر کے دستخط کر دیں تاکہ یہ کاغذ عرضداشت کے ہمراہ رو بکاری حضور میں
ارسال کیا جائے۔

نواب صاحب نے اپنے نام کا بیج مہرین کندہ کرایا تھا جس میں ۱۲۳۲ھ ہجری
کندہ تھے لطیف احمد است دوست علی نواب دوست علیخان کے
فرزند نواب حسین علیخان تعلقہ دار باسط نگر تھے انکی اولاد نرنیہ کوئی تھی ایک
دختر مسماۃ لطیف النساء بیگم تھیں جو ولیعہد ریاست قراہ پانی تھیں پہلے انکا عقد
نواب اصغر حسین خان باون ہزاری رئیس فرخ آباد کے ساتھ ہوا تھا لیکن اسے
نا اتفاقی پیش آنی اسلیے اونہوں نے اپنا عقد ثانی شاہزادہ کیوان شاہ ثریا جاہ دہلی
سے کیا شاہزادہ صاحب بڑی شان و شوکت سے شاہ آباد شریف لائے

۱۲۳۵ھ شاہزادہ مرزا ثریا جاہ عرف مرزا کیوان شاہ نہایت مشین و قابل تھے ذاتی اعزاز کے
علاوہ حاجی اور حافظ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا ۱۲۳۵ھ عین پیدا ہوئے اور
۱۲۹۵ھ عین دہلی کے خاندان شاہی کے آپ بزرگ تسلیم کیے گئے گورنمنٹ نے عدالت
دیوانی کی حاضری سے آپکو مستثنیٰ کیا تھا شہر دہلی کے آپ آمریری مجسٹریٹ اور میونسپل کونسلر
اور جامع مسجد اور مسجد فتحپوری اور مدراس عربیہ کی منتظم کیٹیون کے صدر ممبر بھی تھے دو ہزار
نوسے روپیہ ماہوار علاوہ جاگیر کے آپ کو آمدنی ورثہ میں پہونچی تھی ۱۲۹۹ھ عین جناب
موصوف نے شاہزادوں کے لیے اسکول قائم کیا جسکی بڑی امداد حیب خاص سے
کرتے رہے اور درسگاہ کے لیے ایک مکان بھی بلا کر ایہ مرحمت فرمایا ایک لکچرین لکچر

مگر نواب امانت قاطبہ بیگم مادر لطیف النساء بیگم اور شاہزادہ صاحب سے
بقیہ صفحہ ماقبل | جو نواب کلب علی خان بہادر فرمانروا سے رام پور نے جامع مسجد دہلی کی حرمت
کی ضرورت کو عنایت کیا تھا وہ بھی کیٹی منظمہ کے صدر نشین ہونے کی وجہ سے آپ ہی کے زیرِ تہام
صرف ہو گئے۔ گورنمنٹ عالیہ نے ۱۸۹۱ء میں آپ کی وساطت سے خاندان مغلیہ کی چالیس
عورتوں اور پانچ مردوں اور پچھتر ۱۸۹۱ء میں باسٹھ عورتوں اور چالیس اشخاص کی پنشن
پرورش کے لیے مقرر کر دی۔ صاحب عالم شاہزادہ ثریا جاہ بہادر کے والد کا نام نامی
شاہزادہ مرزا ہدایت افرا عرف مرزا الہی بخش بہادر تھا جنکی دادی نوابیۃ الزمانی النساء
بیگم حضرت عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کی بیٹی تھیں شاہزادہ صاحب موصوف کی پھوپھی فتح الملک
مرزا فرخ ولید کو بیابھی تھیں شاہی محل میں آپ کے والد ماجد کا بڑا اثر تھا کیونکہ زینت محل
یعنی سراج الدین ابوظفر شاہ آخری بادشاہ دہلی کی بیگم آپ پر نہایت مہربان تھیں ایام غدر
میں مرزا الہی بخش بہادر سے سرکار انگریزی کی خیر خواہی ظہور میں آئی جسکے صلہ میں بیگم ۱۸۵۷ء
کو گورنمنٹ برطانیہ نے انکو بائیس ہزار آٹھ سو تیس روپیہ کی سالانہ منسل پنشن
عطا فرمائی اور ۱۸۸۷ء کو گورنمنٹ نے پانچ ہزار روپیہ سالانہ کی دوامی پنشن اس معاوضہ
جو ضلع رہتاک کے مواضعات سے مشترکہ طور پر آمدنی غدر سے پہلے ملا کرتی تھی عنایت
کی اور ۱۸۹۷ء کو اضلاع دہلی و میرٹھ میں دو ہزار دو سو چھ بیس روپیہ سالانہ آمدنی کے چند
مواضعات مرحمت فرمائے۔ اور ایام غدر میں جو اسباب تلف ہو گیا تھا اسکی تلافی میں
ایک لاکھ چودہ ہزار تین سو پچھتر روپیہ نقد گورنمنٹ نے عطا فرمائے اور ۱۸۹۷ء میں پنشن
روپیہ جو بطور قرضہ کے عنایت کیے تھے اوسمیں سے نصف رقم معاف کر دی اور جب
۱۸۹۷ء میں ملک مغلیہ نے قیصر ہند خطاب اختیار کرنے کا بار دہلی میں کیا تو بہت

مواقتت نہیں ہوئی شاہزادہ صاحب بڑی ڈیوڑھی میں جا کر بیٹھ رہے تھے۔
 بیٹھ کر ماقبل دو ہزار دو سو پچاس روپیہ ماہوار کا انکے لیے اضافہ کیا جب مرزا آگیا
 ۱۸۷۷ء میں رحلت کر گئے تو شاہزادہ صاحب کے بڑے بھائی مرزا سلیمان شاہ
 اونسکے قائم مقام ہوئے اور وہ بارہ برس جانشین رہ کر ۱۸۹۰ء کو انتقال کر گئے
 جبکہ بعد آپ یا اختیار و اکبر خاندان ہوئے۔ شاہزادہ شریا جاہ بہادر نے کئی شادیاں
 کیں پہلا عقد ہزارئیس نواب محمد علی خان والی ٹونک کی صاحبزادی سے کیا دوسرا
 عقد اپنے حقیقی مامون مرزا فیروز شاہ بہادر جو حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے
 پوتے تھے انکی دختر سے کیا تیسرا عقد لطیف النساء بیگم ولیمہ تعلقہ باسط مگریت نواب
 امانت قاطبہ بیگم تعلقہ دار و دیہہ شاہ آبا د سے کیا اسی تعلق سے شاہزادہ صاحب
 شاہ آبا د تشریف لائے اور آپ کے اوصاف درج کرنے کا تاریخ شاہ آباد میں موقع ملا
 بعد عقد جس زمانہ میں کہ شاہزادہ صاحب شاہ آبا د تشریف لائے ہیں آپکی شان شوکت اور
 خوشروئی و لیاقت کی بڑی دھوم تھی اور وہ آپکے شباب کا زمانہ تھا افسوس کہ اس عہد و وضع
 کی تصویر نہ دستیاب ہوئی موجودہ فوٹو آخری سن کا ہے۔ آپکی اولاد میں ایک فرزند مرزا جوا
 تھے جو ۱۸۷۸ء برسی عمر میں ۱۸۹۷ء کو زمانہ تاج پوشی حضور ملک معظم شاہنشاہ جان نجم رحلت کر گئے
 آپ دو شاہزادیاں یعنی نواب ملکہ جہان بیگم اور نواب بادشاہ جہان بیگم آپکی اولاد میں موجود
 کل املاک کی وارث ہیں اور یہ تین اولادیں آپکی ان بیگم صاحبہ کے بطن سے جو فیروز شاہ کی
 دختر ہیں پیدا ہوئیں اور یہی بیگم صاحبہ حسب منشاء گورنمنٹ بزرگ خاندان تسلیم کی گئیں بیگم صاحبہ
 ٹونک بھی زندہ اور گزرا پاتی ہیں مگر لا ولہ ہیں افسوس کہ کئی سال ہوئے شاہزادہ صاحب
 نے وفات پائی اور گورنمنٹ نے تمام اسے قرضہ انتظام کو رٹ کا فرما دیا ہے۔

عرصہ تک اونکا یہاں قیام رہا اسکے بعد وہ دہلی چلے گئے ایک مدت تک اس کے ملازم اور سامان جو کثرت ہر قسم کا تھا یہیں رہا اور پھر دہلی واپس گیا اسکے بعد نواب لطیف النساء سلیم کا جو امرگ انتقال ہو گیا انکے انتقال کے بعد نواب لیر خان کے چھوٹے فرزند کی نسل ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئی نواب امانت فاطمہ بیگم جو بعد اپنے شوہر نواب حسن علی خان کے تعلقہ باسطنگر کی سربراہ کار اور لطیف النساء سلیم کی ولیہ قرار پائی تھیں تعلقہ کی مالک و منتظم رہیں بیک صاحبہ موضع مگر نیہ کی جس کا کہ خاندانی تعلق محمدی سے ہے لڑکی تھیں انھوں نے اپنے بھانجہ کو پرورش کیا تھا اور انھیں کو علاقہ بھی دیا ستائہ میں بیک صاحبہ نے بھی انتقال کیا۔ اب اس کے بعد نواب محمد عبدالکریم خان صاحب تعلقہ دار باسطنگر مالک علاقہ ہوئے ہیں نواب صاحب موصوف فی نفسہ بامروت مستقل مزاج رئیس ہیں راقم کے گھنے سے کئی تصویریں اس تالیخ کے متعلق اپنے فراہم کر دیں۔

نواب
عبدالکریم صاحب
موصوف فی نفسہ
بامروت
مستقل مزاج
رئیس ہیں
راقم کے
گھنے سے
کئی تصویریں
اس تالیخ کے
متعلق اپنے
فراہم کر دیں۔



صوبہ آودھ کا سرکار شاہی سے علیحدہ ہونا اور شاہ آباد کا تنزل کرنا

آبادی کے بعد عرصہ تک شاہ آباد روز افزون ترقی کرتا رہا اور اسکی مردم شماری بڑھتی گئی تھی کہ اس کے حدود نہایت وسیع ہو گئے۔ اس پرانے قصبہ کی وسعت کافی نہ ہو سکی اور چھبیس موضع جو اسکے متصل افتادہ تھے اسکی آبادی میں شامل ہو گئے اسکے بعد جب دہلی کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو اسکے شاہ آباد میں بھی تنزل نے اپنا قدم بڑھایا چنانچہ گزیر ضلع ہر دوئی میں سٹراٹجی آرینول صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ آباد کی موجودہ آبادی بمقابلہ سابق اب تہائی باقی رہ گئی تھی۔ ۱۷۷۷ء میں فی فن ٹھلر صاحب یہاں آئے تھے انھوں نے شاہ آباد کو ایک بہت بڑا شہر لکھا ہے اور اسکی ویرانی کا زمانہ شروع ۱۷۷۷ء سے تحریر کیا ہے اور اسکے بعد بہت جلدی کے ساتھ اسکی ویرانی بڑھتی گئی ہے کیونکہ ٹیٹ صاحب نے اسکو بالکل برباد پایا اور بشب ہیر نے ۱۷۷۷ء میں اسکے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ بہت بڑا قصبہ قریب قریب شہر کے تھا جس میں بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی تھے۔

نواب کمال الدین خان جو بادشاہ رس اور یہاں کے مستقل رئیس تھے وہ صوبہ آودھ کے ناظم اور صوبہ دار بھی تھے انکی حیات میں شاہ آباد کے

شباب کا زمانہ تھا اور جب ان کا انتقال ہو گیا اور اس صوبہ کی حکومت اور
 افسری نکل گئی مگر تاہم چودہ پندرہ سو مواضعات کا مستقل علاقہ اپنے
 خاندان میں چھوڑ گئے وہ زمانہ بھی اچھا تھا لیکن جب محمد شاہ بادشاہ کا عہد آیا
 اور سلطنت کمزور ہوئی اور ارکان دولت سے ہر ایک امیر بجائے خود
 حاکم بن بیٹھا چنانچہ میر محمد امین نیشاپوری عرف سعادت خان برہان الملک
 صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے اور وہ بھی ان کے ملکیت میں آ گیا اسکے بعد
 شاہان دہلی کی حکومت روز بروز ضعیف ہوتی گئی اور سلاطین مغلیہ کی فرمائشوں
 پر اے نام رہ گئی اسوجہ سے صوبہ اودھ کے صوبہ دار کی تبدیلی کی دوبارہ
 نوبت نہ آئی اور مستقل طور پر یہ صوبہ برہان الملک کے گھر آ گیا جب برہان
 الملک کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعد ان کے بھانجے مرزا مقیم عرف نواب منصور علی شاہ
 صفدر جنگ صوبہ اودھ کے صوبہ دار ہوئے اور محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے
 عہد میں دہلی کے وزیر اعظم بھی ہو گئے اب کیا تھا ہر طرح کے اختیار ان کو ملکی
 و مالی حاصل تھے اور ان کی حکومت زیادہ مضبوط ہو گئی وزیر الممالک کا غلبہ
 اور خاندان دلیر خان کی کمزوری اور بادشاہی تسلط کا انحطاط ان اسباب
 کے پیدا ہو جانے سے نتیجہ یہ ہوا کہ کئی علاقے دلیر خانی ان کی اولاد کے قبضہ سے
 نکل کر صوبہ اودھ میں شامل ہو گئے۔

اس سے پہلے سعادت خان برہان الملک نے کئی پرگنہ جکا تعلق اودھ
 سے تھا اور وہ ان سے قریب تھے نواب دلیر خان کی اولاد سے ٹھیکہ میں لیے
 تھے مگر اسکے ساتھ زر ٹھیکہ برابر حسب اقرار ادا کرتے تھے کیونکہ جب تک

خاندان دلیر خان بھی حضور رس اور صاحب قدرت تھانہ بردستی اس کے
 علاقہ کا چین لینا آسان نہ تھا اسکے علاوہ سعادت خان برہان الملک
 کی کوئی برسر الکی سننے میں نہ آئی جب صفدر جنگ صوبہ داریا اور وزیر
 اعظم دہلی کے ہوئے اور مرتضیٰ خان عرف نواب فتحپور خان جو زوردار اور اولیٰ
 شخص تھے انتقال کر گئے تو صفدر جنگ نے چند برگنہ دلیر خانی جو نواب
 سعادت خان برہان الملک نے ٹھیکہ میں لیے تھے قرق کر کے ضبط کیے
 اور زور اجارہ نہ دیا اور ملک اودہ میں شامل کرنے مگر جاگیر محال وطن اور معانی
 انعام شہنشاہ جو اس خاندان کی تھی وہ بدستور بحال و برقرار رہی۔
 یہ سب شرح کتاب اخبار محبت میں درج ہے چند سطر میں اس حال کے
 متعلق اسکی درج کیجاتی ہیں۔

اکثر برگنات نواب سعادت خان صوبہ دار از آنہا
 اجارہ گرفتہ حاصلات آن قرار واقعہ میرسانید
 در عہد احمد شاہ و عالمگیر ثانی مرتضیٰ خان کہ عالی حوصلہ
 بود و وفات یافت و نواب وزیر الممالک ابو المنصور خان
 ز قلعہ نرسا نیدہ قرق فرمودند مگر جاگیر محال وطن
 جاری ماندہ۔

(کتاب اخبار محبت صفحہ ۵۳۲)

۲۳۔ الفصلی سے مسئلہ فصلی تک شاہ آباد نواب برہان الملک کی سرکار
میں داخل ہو گیا چنانچہ اس کارروائی کے متعلق نواب سردار خان اور پسران
فتح معمر خان کے باہمی اقرار نامہ تحریر ہوا ہے بڑی ڈیوڑھی والوں کی طرف سے
محمد معقول کریم بخش فوجدار و امین اور گلاب رام دیوان نے یہ تحریر لکھی ہے
کہ شاہ آباد کا اودھ کے ساتھ تعلق ہو جانے سے حسب احکام نواب سردار خان
فتح خان گماشتہ نے قبولیت لکھ کر سرکار اودھ میں داخل کی ہے مگر منظوم
کے وقت بندگان عالی نواب برہان الملک نے اپنے دستخط خاص سے یہ
اظہار کیا تھا کہ ان تعلقہ تین فتح معمر خان کا بھی تعلق ہے اس لیے خاں صاحب
مرحوم کے فرزندوں سے بھی دستخط و مہرین کر لینا چاہیے۔

بموجب اس حکم کے سرکار اودھ کے متصدیوں نے بڑی ڈیوڑھی کے گماشتہ
سے کہا کہ قبولیت پر پران فتح معمر خان بھی اپنے دستخط کر دیں اور جب
اس کے متعلق محمد روشن خان و بہرہ مند خان و ہدایت خان و غر مند خان سے
کہا گیا تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہمارا تعلق محال بادشاہی سے ہے ہم سے
یہ کچھ انتظام نہیں ہو سکتا اس بات سے بڑی ڈیوڑھی والوں کو اندیشہ یہ پیدا ہوا
کہ ہم سے سرکار برہان الملک سے بے لطفی و برہمی نہ ہو جائے اس وجہ سے
بڑی ڈیوڑھی کے اہلکاروں نے چوک والوں کے کارندوں سے اقرار لیا کہ
اس امر کی دستاویز کرالی کہ مبلغ سات سو پچاس روپیہ جو چوک والوں کے
تعلقہ کے ذمہ ہے وہ ہم سرکار برہان الملک میں پہنچاتے رہیں گے اور ہم
زیر مطالبہ علاقہ سے وصول کرتے رہیں گے یہ تحریر ماہ صفر ۱۲۸۰ ہجری مطابق

سلسلہ جلوس میں تحریر ہوئی ہے۔

بڑی دیوڑھی اور چوک والوں سے اکثر معاملات رہے ہیں چنانچہ ۱۳۲۳ھ ہجری
میں مصطفیٰ خان کے صاحبزادہ محمد حیات خان سے نواب سردار خان نے اپنی
خواہش کی تھی کہ موضع جمالیہ آپ کا ذخیرہ ہے اس کے چار طرف ہمارے دیہات
ہیں لہذا اسکی قیمت لیکر وہ موضع پہلو دیدیکھے چنانچہ انھوں نے حسب خواہش
نواب سردار خان کے سو روپیہ لیکر بیعت نامہ لکھ دیا اور انکار نہیں کیا اس بیعت نامہ
پر قاضی بدیع الزمان صاحب اور قاضی ہدایت اللہ صاحب کی مہر لپی ہوئی ہے
واجب الغرض سرکاری میں ہے کہ نواب شیر انداز خان کے زمانہ
تک کیفیت ریاست کی اچھی رہی اس کے بعد جائداد میں روز بروز زوال
ہوتا گیا مگر قدیمی عزت و وقعت باقی تھی چنانچہ نواب شیخ الدولہ و نواب
آصف الدولہ جب شاہ آباد ہو کر صوبہ کٹھڑ کو جایا کرتے تھے وہ بھی ان سے
نہایت توقیر سے پیش آتے تھے لیکن جب سعادت علی خان صوبہ اودھ پر
حکمران ہوئے تو انھوں نے جبر سے تمام معافیان ضبط کیں اور اپنی عادت
کی بموجب شاہ آباد پر بھی دست درازی کی اسوجہ سے سعادت علی خان کو
لوگ غارت علیخان کہنے لگے تھے بڑی دیوڑھی اور چوک اور کھڑے کی جائداد
کا بڑا حصہ کچھ ضبطی اور کچھ ورثا کی ناقابلیت سے تلف ہو گیا جب نوابی کا عہد
جاتا رہا اور انگریزی عہداری ہوئی تو جرنل جہانگیر ایک خاندان میں باقی تھی
وہ بھی برباد ہو گئی۔

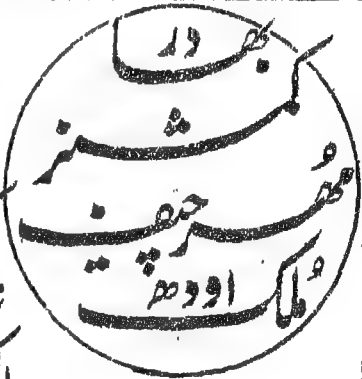
اب نواب دلیر خان کے چھوٹے فرزند نواب دلدار خان کا صرف علاقہ

چالیس پچاس مواضعات کا باقی ہے اور کسی کے پاس کوئی بڑی جائیداد نہیں ہی ہے۔
انگریزی بندوبست جب پہلی بار ہوا ہے تو گورنمنٹ نے (۱۷۲) ایکڑ موضع چڑیا اولہ
موضع سپریامین سپران نواب رعد انداز خان اور مسماۃ افضل النساء بیگم اور امیر حسین
خان کو عنایت کی تھی اور اوسکی سند ۱۹ دسمبر ۱۸۷۷ء کو تحریر ہوئی ہے۔

نقل سند معافی چکات شاہ آباد منجانب سرکار گورنمنٹ

بنام نواب امیر حسین خان وغیرہ

از انجا کہ بعد کمال تحقیقات کے یہ دریافت ہوا
کہ افضل النساء بیگم اور امیر حسین خان عہد
شاہی سے اکتیس ایکڑ اراضی موضع چڑیا اولہ
اکتیس ایکڑ موضع چڑیا اور تین سو چالیس ایکڑ



چکات شاہ آباد ضلع بہرہ دہی پر قابض رہے ہیں۔

جناب چیف کمشنر بہار حسب منظور بنندگان نواب متطاب معل
اقاب نائب سلطنت و میراے گورنر جنرل بہار و دام اقبالہ معہ جلسہ کونسل
کے اوس نصف اراضی کو نسلاً بعد نسل سپران رعد انداز خان کے تین باین
شرائط مرحمت فرماتے ہیں۔

اول یہ کہ اوس اراضی کے متعلق جو اسناد و دستاویزات انکے پاس

موجود ہوں وہ سرکار میں داخل کر چکے ہوں۔

دوسرے یہ کہ جو خدمات کہ متعلق زمینداروں کے ہوا کرتی ہیں اسکو بخوبی
بجالاتین اور مقدمات متعلقہ پولیس اور نیز امورات جنگی و ملکی میں جو اعانت سرکار
کو مطلوب ہوا اسکی بخوبی تعمیل کیا کریں۔

تیسرے یہ کہ نسبت دشمنان سرکاری سے کسی طور کی آمیزش اور اعانت کا
شبہہ انکے ذمہ نہ عائد ہو۔

در صورت انحراف ہونے کسی شرط مندرجہ بالا کے فضل النسا یگم و ہیرینینان
سے اراضی مذکور فوراً ضبط کر لیجائیگی۔

جواہر سنگہ محافظہ قمر محکمہ عالیہ چیف کمشنر ملک اودھ ۱۹ دسمبر ۱۸۶۱ء
تو لکشور پریس میں چھپا۔

عہد شاہی میں قصبہ شاہ آباد کی قبولیت مولوی عبد اللہ صاحب اور
امانی خان مہمند وغیرہ لکھتے تھے اور ۱۲۷۱ھ فصلی سے بدو بست
انگریزی میں باستانائے چند قطعات کے جیسے کہ شاہ زمان وغیرہ
کی معافی بحال ہوئی ہے مابقی کل دیہات و چکات پر مالگزار ہی شخص
کر لی گئی۔

اب اولاد نواب دلیر خان میں باعتبار مقتدرت اور لیاقت کے شاہ آباد
میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جسکے حالات میں خامہ سرسائی
کی جائے موجودہ حالت کا فوٹو گزیٹر سرکاری نے خوب
لکھنا ہے۔

نقل ترجمہ گزیر ضلع ہردوئی متعلقہ شاہ آباد مطبوعہ

گورنمنٹ پریس نئی تال مورخہ ۱۹۰۲ء مرتبہ و مصنفہ

مسٹر ایچ اینول آئی سی ایس

شاہ آباد پہلے بہت مشہور جگہ تھی لیکن چند سال سے باوجود عہدگی موقع کے زوال پذیر ہے۔ اسکی موجودہ آبادی بہ نسبت سابق کے ایک تہائی حصہ باقی رہی ہے اسکے زوال کی تاریخ سلطنت مغلیہ کے تنزل کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ سن ۱۷۵۷ء میں ٹی فنٹلر صاحب ایک انگریز یہاں آیا تھا اسنے اسے دیکھا تھا وہ ایک بڑا شہر شاہ آباد کو لکھتا ہے اسکے وسط میں ایک محل اینٹوں سے بنایا گیا تھا جسکی حفاظت مثل قلعہ کے برجوں کے توپخانہ سے کی گئی تھی اس مصنف کے قول کے مطابق یہ اس مقام پر واقع ہے جہاں ایک پرانا مشہور قصبہ انگد پور تھا جسکی بنیاد رام کے بھتیجے انگد نے ڈالی تھی قصبہ شاہ آباد جو اب موجود ہے اسکو ثواب دلیر خان شاہ جہان کے مشہور افسر افغانی نے آباد کیا تھا جو شاہ جہان پور کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا اس شخص نے انگلی کھیرہ کے پانڈہ پر وار کو شکست دی تھی

اور غالباً یقین ملے اسی مقام سے انکد پور کی مراد لی۔
 نواب دلیر خان کو شاہ آبا اور پرگنہ سر امین جاگیر دی گئی تھی جہاں
 کہ انھوں نے ۱۷۷۷ء میں شاہ آباد کی بنیاد ڈالی تھی دلیر خان
 نے اپنے افغانی رشتہ داروں اور فوج سے محلوں کو بھروسہ دیا
 اور ایک محل موسومہ بڑی دیوڑھی تعمیر کرایا جسکے دو بڑے پھاٹک
 اب تک موجود ہیں اور اس نے ایک عمدہ جامع مسجد اور اپنا خاص مقبرہ
 بھی تعمیر کرایا آخر الذکر کا گنبد گر گیا ہے یہ بھی مثل مسجد کے
 مسطح کتھر کے ٹکڑوں سے بنایا گیا ہے اور بالا خانہ کی دیواروں
 پر مثل آگرہ کے تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام کیا
 ہے۔ اس قصبہ میں باون محلے ہیں جس میں اکثر کے نام اسکے بانی کے
 نام پر رکھے گئے ہیں اس مقام کی بربادی ۱۷۹۹ء میں بہت
 سرعت کے ساتھ جاری تھی کیونکہ ٹینٹ نے اسکو بالکل تباہ پایا
 اور بشب میر نے ۱۷۷۷ء میں اسکے متعلق بیان کیا ہے کہ قصبہ
 قریب ایک شہر کے آباد تھا جس میں بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری
 کے نشان باقی ہیں۔

نواب دلیر خان کے چار لڑکے تھے۔ کمال الدین خان۔ چاند خان
 دلدار خان۔ فتح معمر خان۔ سب سے بڑی اولاد دیوڑھی والی مشہور
 ہے۔ چاند خان کی اولاد کھیڑہ والی کہی جاتی ہے اور دلدار خان کی
 اولاد تعلقہ دار باسط نگر ہے۔ بڑی دیوڑھی والے بالکل آوارہ ہو گئے ہیں



نواب بہادر خان ہائٹی شاہجہانپور

عمدۃ الملک فی اسباب درخان بانی شاہجہان پور

نواب بہادر خان کا اصلی نام سر ابدال خان تھا اور عمدۃ الملک بہادر خان چغتائے
ملقب تھے دریا خان کے فرزند اور نواب ولیہ خان بانی شاہ آباد کے بڑے بھائی اور
نہایت بہادر خوش نصیب امیر تھے انکی شجاعت نے ہندوستان سے بلخ و بدخشان تک
اپنی شہرت کا ڈھنگا بجا دیا تھا انکے کارناموں سے سیکڑوں صفحے تاریخ کے مملو ہیں۔ فتح
بندیکھنڈ و قلعہ ساراگندھ و بلخ و بدخشان وغیرہ ان سے ظہور میں آئیں صوبہ اری و سپہ
سالاری دونوں جلیل القدر خدمتیں انھوں نے انجام دیں اسلام آباد و صوبہ ملتان۔
بلخ و بدخشان کی گورنری اور قنوج و کالپی کی سرکار انکی جاگیر میں تھی اور پنجپوری
منصب تھا آپ شاہجہان بادشاہ کے قدیمی رفیق و مصاحب تھے یا اپنے
والد کے حیات ہی میں شاہجہان کی بدولت قدر و منزلت حاصل کر چکے تھے
بہادر خان پندرہ برس کی عمر سے شاہجہان کی مصاحبت میں آئے
باوجودیکہ انکے والد دریا خان خانجہان کی دوستی کے اثر سے نورجان کے جھگڑے میں
شاہزادہ سے جدا ہو گئے مگر بہادر خان شاہجہان کی خدمت میں علیحدہ نہ ہوئے اور میرا پر
حضر و سفر میں موجود اور ہمیشہ شاہجہان کی بلخ و خوشی میں شریک رہے چنانچہ خود
شاہجہان نے بادشاہنامہ میں انکا نام قدیمی جان نثار و نکی فرست میں لکھا یا ہے
اسبارہ میں کتاب عمل صلیح مصنفہ محمد صلیح کے صفحہ ۳۸۶ میں یہ عبارت مرقوم ہے

لے چون دیاغان متین سبکداری شاہجہان عہد بہادر خان کا زمانہ سالداشت و سلطنت اسے ملہ از شاہزادہ والا تبار افغانیہ

بہادر خان لہو دریا خان کہ برعکس بدر خلاف منش ہرگز در آئینہ عقیدت مراتب ادب و منش
چہر صورت صفائی اخلاص و نقشب و فاد و فاق مصور شدہ۔

جب نور الدین جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شاہ جہان تخت نشین ہوا تو پہلی
ہی مرتبہ بہادر خان کو خلعت و خیمہ مرصع اور منصب چار ہزاری ذات
اور دو ہزار سوار و علم واسپ خاصہ معہ زمین طلائی و باگھی اور چار ہزار
ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا۔

اتنی بڑی شاہانہ نوازش صرف بہادر خان کی اطاعت اور ذاتی خصوصیت سے ہونے لگی ورنہ
دیگر امر او صدی پانصدی کے درجہ سے تدریج ترقی پاکر چار ہزاری پنہاری منصب کو پہنچے
جب بہادر خان کو قنوج و کالپی کی جاگیر عنایت ہوئی تو وہ اس کے
سرکشوں کی گوشمالی بھی ان کے سپرد کی گئی سلسلہ جلوس شاہ جہانی میں جھارنہ
نے ہندو لیکنڈ میں بغاوت اختیار کی اور قلعہ اوڈھ پھر میں وہ محصور ہو گیا بادشاہی لشکر
ہر طرف سے اس کی گوشمالی کو متعین ہوا بہادر خان و عبداللہ خان فیروز جنگ اس عہد

میں بہادر خان و ہانگمت و خیمہ مرصع و چار ہزاری اتار و دو ہزار سوار و علم واسپ طویلہ خامہ بزمین مظاہر ایل انعام ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا۔
بہادر خان سپہ دریا خان اودھ کی دست در زندگی بدر بوسیلہ نیکی و ستاری بدولت و شہنشاہ شاہ جہان چہرہ امتیاز و فروخت و
پدشاحت ہو فانی پیوہہ از شاہ جہانہ جدا گشت بہادر خان ست تو سل نفتر اک عنایت بادشاہی مستحکم تر ساختہ از کابل قبیل
انفکاک نمودہ پس جلوس ہندو چار ہزاری دو ہزار سوار سرفراز گشتہ تیول داری سرکار کالپی مالش کر نشان آن مرزوم و ستوری یافت
ماتحت چون خوشستیاں بل جلوس چہا تیرہ روز گزافی دوزیدہ باوند چھ مخصن گشت افواج قاہرہ از ہرجانبے بلکافہ آورد عبداللہ خان
فیروز جنگ اتفاق بہادر خان ز جان بکالپی کہ مشرق رویدہ آن سرزمین است برآمدہ بر حصہ ایرج کہ ہر چہ شش ز کمال ارتفاع سرفراک میشود
سرسواری پوش خود مخالفت بر بہادر خان ہجوم تمام آوردہ ہنگامہ نبرد گرم گردانیدہ خاند کور یا تانیان خود پایادہ فیلے صفت شکست برآورد
بادشاہ کو راہ دوزیدہ بیاوردی آن ہرین نہاد و در ہم شکستہ قطرہ زنان بقلعہ آمد و ہندو آن سیغام را تنی سونک ناک غلا و در خان
نشانہ گلگونہ فتح برچہرہ دلاوری کشیدہ در جائزہ این ترد و نمایان فرخ شایان ہوا ز شقاہہ بلند گشت۔ از ماثر الامرا
نقد قلعہ اوڈھ چہر قصبہ جاوہر سے ۱۶ کوس تھا کالپی کے قریب قلعہ میرج تھا اس سے اوندھ چہر قصبہ جاوہر سے ۱۶ کوس تھا۔

محمد صلح شاہجہان بادشاہ کے دفتر کانشی اور منصبدار تھا۔ نظر انداز ہو۔ خصوصاً بہادر خان کہ
بہرے دلیری ذاتی و بہادری جلی چون کوہ پائیر جاقدم ثبات قرار استوار ساختہ برود و خود
در آمد چند انکہ چندین تن را بمیسر ساختہ جمع کثیر از خمدار از پائے در انداخت و خود نیز روز غم یکے
بر رود دیگرے بر پہلو برداشتہ از پر توڑ خمدار و ہماناروے تازہ یافت۔

جب ایک غم انکے چہرہ پر اور دوسرا پہلو پر کاری لگا تو یہ زمین پر گر پڑے بادشاہنامہ میں
صرف استفادہ ہو مگر ماثرا لامر میں یہ بھی لکھا ہوا ہو کہ مخالفوں نے انکے سر کو کاٹا چاہا انھوں
نے کہا کہ میں یادگار و پسر دریا خان کا ہوں شاہجہان نے یہ سنکر آدمیوں کو منع کیا اسے صحت
بادشاہی لشکر کے جوان بھی آگئے اور بہادر خان لودی کو قتل کیا۔ جب بہادر خان کی
اس جان نثاری کا حال شاہجہان بادشاہ نے سنا تو نہایت قدر دانی و بہادری کا
کو خلعت و خنجر مرصع بھیجا اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کر کے چار ہزاری
ڈاٹ اور تین ہزار سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اور ایک گھوڑا
معہ زمین طلائی اور ہاتھی عنایت کیا۔

صبح شاہجہانی میں قلعہ قندھار کی فتح کے بعد دکن میں جب بگنہ بھالکی و چت کو بہ
کی خرابی و تاراجی کے لیے شاہی لشکر وریسے ماجرہ کے کنارہ جا کر ٹپا پڑے تو اس وقت
زندہ خان عادل شاہی سردار نے شاہجہانی لشکر میں یہ مکر یہ پیام بھیجا کہ اگر بادشاہ

شاہ شہنشاہی آگاہ از قدر دانی و جوہر شناسی بجلوے۔ این فتح نمایان بہادر خان خلعت و خنجر مرصع محبت فرمودہ باضافہ ہزار
سوار منصب چار ہزاری سے ہزار سوار و عطیے اسب با زمین مطلا و فیل عز افتخار بخشید صفحہ ۳۶۲ بادشاہنامہ
شاہ بادشاہنامہ میں بہادر خان کا دو بیرون سے زخمی ہونا لکھا ہے زمین پر گرنا نہیں تحریر ہے مگر ماثرا لامر میں نہیں
پر گرنا اور انکے سر کاٹنے کا ارادہ تحریر ہے۔

قلعہ قندھار ملک کن تلنگانہ میں واقع ہے یہ قلعہ کامل و قندھار کے علاوہ اسام کا دکن میں ہے اس قندھار
کے قلعہ پر بھی نواب بہادر خان نے چڑھائی کی تھی۔

والی بیجا پور کی خطا معاف کر دے تو دوبارہ اس سے عہد شکنی نہ ہوگی یہ سکر عظم خان نے
شاہجہان لشکر کے حوالہ افسر سے مشورہ کر کے یہ رے قائم کی کہ برسات سرمرگئی ہے
بالفعل پر گنہ گیت کو بین جو صوبہ بدر کے متعلق ہے تو قوت کرنا چاہیے اگر نہ دلوں خان کا قول سچا
ہو تو شاہجہان سے عرض کر کے عادل شاہ کی خطا معاف کرانے کے ورنہ یہ محال تاج و برباد
کر ڈالنے کے اور اسکو عہد شکنی کا بدلہ لیاں گنا چنانچہ یہ خیال کر کے لشکر آگے بڑھا اور دریا کے
کنارہ ٹھہر گیا وقت یہ بات سنے پانی کہ جب تک لشکر کے خیمہ نصیب نہ تبا تک فوج کا اگلا اور
دایان و ربایان حصہ پنی جگہ پر کھڑا ہے اسکے بعد ہر روز ایک سردار اپنی فوج لیکر ایک کس
کے فاصلہ پر جا کر ٹھہرے تاکہ لشکر کے آدمی پڑاؤ سے باہر جا کر گھاس چارہ وغیرہ اطمینان
سے لائیں چنانچہ سہی طرح عمل درآمد کیا گیا پہلے روز دشمن کا کسی بک نشان نہ تھا دوسرے
روز رسد کا انتظام بہادر خان کے ذمہ تھا خانہ موصوف معہ شہباز خان رشید خان انصاری
یوسف محمد خان تاشکندری کے پڑاؤ سے باہر گئے مگر انھوں نے احتیاط کو دخل نہ دیا اور
تھوڑی جماعت لیکر آگے بڑھ گئے اور وہاں جا کر اطمینان سے بیٹھے لشکر کے آدمی گھاس
وغیرہ کیلئے چاروں طرف پھیل گئے کچھ فوج کے راجپوت تین کوس آگے بڑھ کر ایک گاؤں میں
لوٹ مار مچانے لگے گاؤں والے ایک یوار کی آڑ میں آکر اپنے مال و آدمیوں کی حفاظت
اور راجپوتوں کے ہٹانے میں مستعد ہوئے بہادر خان جب اس جگہ پر ایسے آگاہ ہوئے تو
راجپوتوں کی مدد کو پہنچے اور جو لوگ ان کے ہمراہی تھے وہ گانوں سے غلا و گھاس لیکر
پڑاؤ چلے آئے اب ان کے ساتھ ہزار سوار سے زیادہ نہ رہے اس عرصہ میں کچھ اہل فن
جو بارہ کوس کے فاصلہ پر خمیہ زن تھے اور لوٹ مار کے لیے ادھر آتے تھے جب
وہ اس موضع کے قریب پہنچے وراٹکو بہادر خان کے فوج کی کمی پر اطلاع ہوئی تو

و خوں نے اپنا ایک سوار اپنے سردار ونگے پاس بھیجا کہ غنیم موقع پر ملکیت اس کے
 بعد وہ جماعت بہادر خان کے سامنے آئی اور ان کے ہمراہیوں کو اپنی طرف مشغول کیا
 بادشاہی بہادروں نے اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور دوڑ کر اپنے پر علم
 کر دیا انھوں نے انکو اپنی طرف کھینچنا چاہا اور پیچھے ہٹتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ ونگے
 انکو اپنے پیچھے آویں کو بھگا لیکے اتنے میں رندولہ خان بہلول خان سرفراز خان و دیگر
 فسران عادل شاہی اور نظام شاہی پانچ چھ ہزار سوار لیکر جلدی سے آگے بہادر خان و
 ان کے ہمراہیوں کو دشمنوں نے حلقہ میں لیلیا اس وقت بہادر خان و ان کے ہمراہیوں کو دیکھ کر
 اوتر کر پیادہ ہوئے اور انتہائی شجاعت لڑنے لگے یہی کوشش مردانہ کی اور دلاوریوں
 دخل دیا کہ بڑی جماعت دیکھ کر قتل کر ڈالی اس حالت میں شہباز خان جو سہ ہزاری
 منہ سے میر تقی کے مع اپنے فرزند کے شہید ہوئے اور بہادر خان یوسف محمد خان کثرت
 زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے رشید خان زخمی ہوئے مگر ان کے بھائی بند کل شہید ہوئے
 اس قیامت ناک معرکہ میں بہادر خان کے اعزہ اور بھائی ماتحت آدمی کام آئے دشمنوں
 نے بہادر خان یوسف محمد خان کو زخموں سے بیہوش پایا اور بڑی دولت سمجھے اور اٹھا کر
 اپنے ہمراہ لے گئے اور قلعہ بیجا پور میں پہونچا دیا رشید خان زخمی ہو کر لشکر گاہ کو لوٹ آئے
 جب عظم خان نے یہ وحشتناک خبر سنی تو نہایت جلدی اور تیز سے میدان جنگ کو روانہ
 ہوئے مگر جب وہاں پہونچے تو مخالفت دریلے مانجھرہ سے پار اتر چکے تھے اور رات ہو چکی تھی
 تعاقب بیکار سمجھنا چاہا بادل بریاں وریا چشم گریان شاہی لشکر اپنے پڑاؤ کو واپس آیا
 جب شاہجہان بادشاہ نے یہ حال سنا کہ بہادر خان کثرت زخموں سے بیہوش ہو کر زمین پر
 گر پڑے اور اہل دکن انکو بیجا پور لے گئے تو اسے بین الدولہ آصف خان کو ایک جہاز

لشکر و کپروانہ کیا کہ عادل شاہ اپنے بیٹے کے ہاتھ پیشکش بادشاہی اور جو نظام شاہی
 ممالک تسخیر ہو چکے ہیں وہ سپرد کر دے ورنہ قلعہ سیا پور جڑ سے اکھڑ کر پھینک دینا چاہیے
 چنانچہ مہینہ لدولہ اس قصد سے روانہ ہوا اور پہلے قلعہ گلہ گہ کی تسخیر کا ارادہ کیا پھر سی
 مصلحت سے واپس کوئٹہ کر کے دریائے بہمیر کے کنارہ قیام کیا اور وہاں سی پور
 خاک تر تالابی رسید اور شاہ پور کے قریب غنیمت زن ہو اور سیا پور کا محاصرہ کیا چند روز
 صفائی دینی آخر سیا پور یوں نے مجبور ہو کر سیاہ مانگی اور چالیس لاکھ روپیہ عین ہرات
 ہر صبح آلات و دیگر نفیس اشیا تین پیشکش دخل کرنے پر فیصلہ کر لیا اور عہد نامہ تحریر ہو گیا
 بہادر خان یوسف محمد خان کو خیریت خان جیسی اور مصطفیٰ خان بہمن الدولہ
 آصف خان کے پاس پہونچا گئے اور شیخ عبدالحیم خیر آبادی جو بہمن الدولہ کے معتبر
 تھے وہ عہد نامہ پر عادل شاہ سے مہر کرالے اس زمانہ میں شاہجہان بادشاہ میرٹھ
 سے اکبر آباد آ رہا تھا اٹھارے راہ میں بہادر خان اور یوسف محمد خان شاہجہان
 کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے کمال مہربانی اور قدر دانی
 سے ہردو کو خلعت تلواریں سپر اور کھوڑے ہاتھی سے مع سائر طلائی
 کے سرفراز کیا اسکے علاوہ بہادر خان کا پانصدی کا اضافہ کر کے
 چار ہزار می ذات اور سائے تین ہزار سوار کیے اور پچیس ہزار

لے جو بہمن الدولہ خیر ملک عادل شاہی کو بخشہ جالی گیا پور رسید عادل شاہ ہر دور راہ نمونہ بہادر خان باسلام سہہ تھا اور فرخوردہ
 باضافہ منصب فروغی اعتبار اور عواطف شاہانہ گردید بتاؤ گی جاگیر داری کالچی قبیضہ قاقان مال سر بلندی یافتہ اثر الامارہ کر کے
 ستر روز دیگر بہادر خان و یوسف محمد خان شکندی کی کیفیت مردانی و گرفتاری اینان کا کش یافتہ لشکر حضرت آدم بدولت میں پونہ
 رسید بادشاہ مہربان قدر دان ہر اہم بادشاہانہ کہ ہوا در بارہ بندگان فاکرین عقیدت آئین مزدولست تدارک لکشتہ مذکورہ
 ہر کدام را ہر محبت خلعت و شمیر و سپر با براق طلائی مینا کار و ہر پیل سر ہر افراتہ شخصیت باضافہ پانصد سوار منصب چار ہزار
 ذات و سہ ہزار پانصد سوار و بانعام بست و پنہزار روپیہ نقد مہابی گردانید ۱۲۴۰ ہ بادشاہنامہ

روپیہ نقد مرحمت کیے اس اضافہ منصب کے ساتھ جاگیر قنوج و کالپی کے متصل چند محال بھی اور عنایت کیے گئے لیکر حافظ اسماعیل صاحب میں لکھا ہے کہ جس وقت بہادر خان دشمنوں سے چھوٹ کر آئے تو شاہجہان بادشاہ نے بغلگیر ہوا اور خلعت و انعام سے سرفراز ہوئے چونکہ بہادر خان موزوں طرح آئیے انھوں نے یہ شہر تصنیف کر کے اپنی مہر میں کندہ کرایا ہے

شدہ بجنگ کن جانفشان بہادر خان

حیات یافت دوبارہ زلف شاہجہان

اسکے بعد بہادر خان اپنی جاگیر پر رخصت کیے گئے اور ملکوسہ کے سرکشوں کی گوشمالی کو بھیجے گئے وہاں کی رعایا کا یہ حال تھا کہ سپاہی سے کاشتکار تک کوئی شخص بے ہتھیار نہ رہتا تھے کہل والا بھی جب ہل جاتے جاتا تو بندوق کا توڑا روشن کر کے اپنے ہل پر رکھ لیتا اسکے بعد اپنے کام میں مشغول ہوتا اس عہد میں تمام ہندوستان کے مردوں سے وہاں کے باشندے سرکشی میں نہ یا وہ مشہور تھے نصیحتیں جو بات سے وہ مشکل دوسری رعایا کے اطاعت نہیں کرتے تھے ان ایام میں جلاباغی سیر کاؤنچ وہاں کے مقامات میں محفوظ مقام تھا اگر جمع ہوئے اور شرارت کے حرکات شروع کیے۔

بہادر خان انکے پیچھے ہوئے نکلے اور انھوں نے تائید الہی پر بھروسہ کر کے ان کو ذیو پر کیا لڑائی حملہ کر دیا طریقین سے سخت مقابلہ ہوا اور بہت بڑا معرکہ پیش آیا دشمنوں نے

۱۵۰ ہفتائی تائید الہی ہمت گماشتہ و فخر بر سر آن بدعا قہتان ترکتا ز خودہ غریب کا ز اسیہ فیاضین در پست بہادر خان سپہ سالار الہی بر سر کشیدہ بدوا پشت رسیدہ مقام ہائے کی نیاوردہ بدست از جلالت و تہور نہداشتہ انجام کار دست و گریبان شدہ ہم دواؤں و عیسے خفیرہ بہرہ برداران نہ راجتہ بقیدہ اولیعت رو بفرا گذشتند بہادر خان بخریب آن مکان پروا خندہ بمقر خود بازگشت و از این کوثر فرخ کہ در آن سرزمین مفسد غیر نصیب کسی کس شدہ بود نقش خاطر ظفر قرین بردنی و خواہ درست نشین گردید۔ ماثرا لامر اندکرہ بہادر خان

کوئی بات اٹھانیدیں بھی نوبت دست گریبان کی پہونچائی اور دونوں طرف کی فوجیں
ملکئیں خوب تلوار چلی مگر دشمن بہادر خان کی افغانی تلوار کے رو برو ٹھہری
تا ب نہ لائے آخر کار بھاگے خانہ و صوف نے انکی گڑھی کو نیست و نابود
کر دیا اور اپنے قیام گاہ کو واپس آئے یہی فتح اس سرزمین میں بجز بہادر خان کے
کسی شخص کو نصیب نہیں ہوئی تھی انکی فتحندی کا سکہ وہاں بیٹھ گیا تھا۔

اسی ضمن میں ۳ شوال ۱۲۸۷ھ جمعہ کو شاہجہانی جشن منقہ ہوا اور بہادر خان
اپنی جاگیر سے حاضر ہوئے شاہجہان نے بعد اختتام جشن کے بہادر خان کو
خلعت اور پانصدی اضافہ کر کے چار ہزاری فی ذات و چار ہزار سوار
کے منصب سے سربلند فرمایا اور جاگیر پر جانیکی رخصت دی۔

اسکے بعد دوبارہ جہاں سنگہ نے بعد معاف ہو جانے خلع کے عیم نرائن والی گڈھ کو دھوکا
دیکر قتل کیا اور اسکے قلعہ چور الگڈھ پر متصرف ہوا اس مظلوم کا بیٹا بادشاہ کے پاس حاضر
ہو کر فریادی ہوا شاہجہان نے اسکی گوشمالی کے لیے بہادر خان کو بھیجا عبداللہ خان
فیروز جنگ اور خاندوران خان بھی اس مہم کے لیے تعینات کیے گئے بہادر خان
ہراول و مقدمہ کش تھے جب وہ باغی راجہ ولایت گڈھ کنکھ اور ملا نچی سے کھلمکھ
ملک چاندین پہونچا تو بہادر خان نہایت عجلت سے اسکے پیچھے گئے چونکہ اسوقت خان مروج
کا مزاج طویل تھا اس لیے بہادر خان نے اپنے چچا نیکنام خان کو جو منصبدار

۱۵ بہادر خان از اطلاع خود آمدہ قبیل استان سلاطین متنازعہ با عطا خلعت باضافہ پانصدی و چار ہزار سوار بمبا
ساختہ باطلان حضرت فرورد صغیر بادشاہانار ۱۵ جہاں سنگہ پسر سنگہ دیو کا جو اسکا پٹنج افضل کا قاتل تھا جاکر اس
صلہ بینی سنگہ دیو کو بہت کچھ ملکہ جاگیر سے الما مال کیا تھا جب جہاں سنگہ اسکا جانشین ہوا تو یہ کثرت مال و سامان پر مغرور
ہو کر باغی ہو گیا تھا جہاں سنگہ کا بیٹا کمر اجیت مخاطب بجگرا ج تھا۔

شاہی تھے معہ ایک جماعت کے اسکے مقابلہ کو بھیجا کہ وہ اسکو اپنی
طرف مشغول کھین چھا رسنگہ نے تھوڑی جماعت دیکھ کر جرات کر کے نیکنام خان کو حلقہ
میں لیلیا اور حملہ کیا وہ زخمی ہو کر معہ سات آدمیوں کے گر گئے اس اثنائ میں بہادر خان
اور خاندوران بھی پیچھے سے آگئے اور راجہ کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ایسے لڑے کہ اسکا
گروہ پر نشان کر دیا آخر کار وہ بادشاہی لشکر کے خوف سے بھاگتا پھرا اور ایک جنگل میں
گوند کی قوم سے معہ اپنے بیٹے بکر باجیت کے مارا گیا اور اُنکے سر بادشاہ کے پاس سپرد
میں بھیجے گئے اور قریب ایک کروڑ کے روپیہ نقد جو جنگل میں کنوین کھود کر دفن کیا تھا او
پچاس لاکھ آمدنی کا ملک بادشاہ کے قبضہ میں آیا اور اسکو خون ناحق نے زندہ اور ستر
نہینے دیا یہ جھانسی اور دتتہ وغیرہ کا راجہ تھا اسکے بعد جب بہادر خان شاہجہان
کے حضور میں آئے تو خلعت و خنجر مرصع اور اسپ تپچاق سے معہ
زمین مطالکے سرفراز ہوئے۔

بعد ازاں جب ساہوچی کی گوشمالی اور مادشاہ والی ججا پورا و قطب الملک والی گولکنڈہ
کی تنبیہ کیلئے لشکر کشی کی گئی تو اس لشکر کی بعض مقامات پر ہراولی اور بعض مقامات پر
چند اولی بادشاہ نے بہادر خان کے سپرد کی جب بادشاہی لشکر دکن پہونچا اور
والی ججا پور نے بادشاہی فرمان کا استقبال کیا اور اسطرح قطب الملک نے اپنی واسطانت
سے پانچ کوس چل کر فرمان بادشاہی کی پیشوائی کی غرض کہ یہاں بادشاہی لشکر سے جنگ

۱۱۷ اور وادراں قاہرہ سترین فتنہ آگیا مال آن بہ آل و معرض تلف اقامہ و از جلد و فائن نقود سے کہ با خود گرفتہ بود۔ ہرات
قریب یک کروڑ روپیہ خزانہ عامرہ سپرد و لایہ کہ نزدیک پچاہ لک و پیہ حاصل دار و تصرف درآمد ۱۱۷ بادشاہناہ
۱۱۸ بہادر خان و سیدہ خاتون استاذ و خنجر مرصع خلعت و خنجر مرصع و اسپ تپچاق و زمین مطالکے سرفراز گردید ۱۳۳ بادشاہناہ
۱۱۹ رمضان کو بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع و اسپ خاصہ و قیل خاصہ معہ ساز طلائع کے مرحمت کیا گیا

کی نوبت نہیں آئی اور مصالحت ہو گئی مگر ساہو جی سے مقابلہ ہوا اور اسکے اکثر قلعے بادشاہی لشکر نے تسخیر کیے جب ساہو جی بھاگ کر اور پارگانہ سے ہٹ کر چوتھے کوٹہ پہنچا کہ وہ پہاڑ و جنگل کے درمیان میں تھا تو ان قلعے کی محافظت بھی بہادر خان کے دستہ مقرر تھی جس وقت خان زمان کو لاہور روانہ ہوا اور جو سامان کہ لشکر میں لیا وہ تھا وہ بھی بہادر خان کے سپرد کیا گیا اور جب باشندگان کو لاہور نے جمع کر کے بادشاہی لشکر کو مغلوب کرنا چاہا اس وقت بھی بہادر خان سرگروہ لشکر تھے انھوں نے پہاڑ پر چڑھ کر اپنی تلوار جو ہر دھلے اور دو ہزار آدمی گرفتار کر لیے اور بہت سا مال و مٹھی لٹکے ہاتھ آئے ساہو جی مقابلہ میں آتے ہی ورتک بیان اندازی اور معرکہ آرائی یہی آخر کار مغلوب ہو کر بھاگا جس وقت بادشاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اس وقت غنیمت نے موقع پا کر بہادر خان کے لشکر پر حملہ کیا مگر خان شہامت نشان نے اس بہادر سے مقابلہ کیا کہ سیکو بھگا دیا اس اثنا میں عادل شاہ نے رندولہ خان کو بادشاہی لشکر کی مدد کو بھیجا تو اس وقت قلعہ جنسیر کی فتح کے لیے بہادر خان مع کار طلب خان کے متعین ہوئے مگر آخر کار ساہو جی نے عاجز ہو کر بادشاہی اطاعت کے لیے سر جھکایا اور عادل شاہی ملازمت کی درخواست کی اور منہ ختم ہوئی بادشاہی لشکر منظر و منظور ہو کر بہت قلعے لیکر واپس آیا بہادر خان شرفِ حضوری سے مشرف ہوئے ۱۷۷۷ء جب کو شاہ جہان بادشاہ نے بہادر خان کو خلعت و سب عہدہ خاص طویلہ کا معہ زین طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکو انجی چاکیر قہوج پر رخصت کیا۔

بست و قہوج شہان بہادر خان بحرمت خلعت اسب عہدہ خاص طویلہ کا معہ زین طلائی انجی قہوج پر رخصت فرمایا بادشاہ جہان

اسکے بعد جب قندہار کی مہم پیش آئی اور لشکر کی فراہمی ہوئی تو بہادر خان کے نام فرمان صادر ہوا کہ تم جاگیر سے اگر شہزادہ محمد شجاع کے ساتھ قندہار کی مہم کے لیے روانہ ہو اور یہ حسب حکم کمربستہ ہوے جب شہزادہ کابل کے قریب پہونچا تو شاہجہان نے شہزادہ کے استقبال کے لیے بہادر خان کو مع چند امراء کے بھیجا بعد ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ کو حسب التماس سعید خان ظفر جنگ کے کابل سے مع چند امراء و برق انداز و سوارانِ دلچ لاکھ روپیہ کے بہادر خان کو قندہار کی طرف روانہ کیا جب قندہار میں صف آرائی ہوئی تو وہاں ایران کا لشکر مغلوب ہوا اور شاہجہان پاشا کی فتح ہوئی بادشاہ مظفر و منصور دارا خلافت کو واپس آ رہا تھا جسے زبانِ حسن بدل میں وفاقِ افروز ہوا تو شہزادہ دارا شکوہ نوشہرہ سے آکر اپنے والد بزرگوار کی محبت میں حاضر ہو بہادر خان بھی شہزادہ کے ہمراہ کابل تھے یہ بھی بادشاہی حضور ی سے مشرف ہوئے۔

بعد ازاں شہزادہ مطابق تلج شاہجہانی میں جب عبداللہ شریف و جنگ سے چھپنے کے بندیلہ کی گوشمالی نہو سکی تو بہادر خان نے خود اس امر کی عرضداشت

۱۔ وادجا کہ عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ سے چھپنے سے ساقی قندہار یا بانی پانچہ بایر تو ہست نمود و بہادر خان عرض داشت کہ تقسیم این خدمت بہ بندہ مفوض اگر دوسہ ہزار سوار اور از منصبیاد کہ چارہ ہزاری چارہ ہزار سوار بود و اسبہ سہا سہ ہزار و قلعہ قلع بندیلہ بندیلہ او با زکذا شند بادشاہنا ہفتہ ۱۹۔ ۱۰۳۷ھ چھپت سنگد ہمار سنگد کے لیے یونین تھا اسنے ایک لاکھ چار ہزار سنگد کا سسی پرتیراج کو اسکا وارش قرار دیکر قلعہ و نہر و جھانسی میں فساد برپا کیا تھا چنانچہ مفسدہ پردانین پرتیراج گرفتار ہو کر قلعہ کو الیا زمین مقبضہ ہوا اور چھپت سنگد مع ہمار ہوسکے مفروز ہوا ۱۱ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ یہ بجاوت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

۲۔ ۱۰۳۷ھ رمضان ۱۰ عرصہ داشت بہادر خان کا پیشگاہ خلافت بہ بنی چیت و دیگر مفسدان بندیلہ میں گشتہ بود و قلعہ نگاری کر با او بود با مع خاق جامع رسید کہ خان مذکور جنگ بری نمودہ گر وہ ابنوہ اذان مظاہر تھیل رسائید و چھپت سنگد جہانی با کئے ہمار بان او بارہ ہزار گشتہ بادشاہنامہ ۲۲۱۔

بادشاہ کی خدمت میں پیش کی کہ یہ خدمت بندہ کے سپرد کیجائے چنانچہ حسب
 خواہش انکے بادشاہ نے اس سرکش راجہ کی گوشمالی انکے ذمہ مقرر فرمائی اسوقت منجملہ
 چار ہزار سواروں کے تین ہزار سوار دو سپہ سہ سپہ کیے خاصہ خصوصیت لکھنڈ
 پہونچے انھوں نے وہاں جنگل کٹوایا اور ہزاروں دشمنوں کو قتل کیا اس امر کی اطلاع
 شاہجہان کے دربار میں بھی چنانچہ انکی عرضداشت ماہ رمضان میں پہونچی اور وقت جنگ
 نے بھی تحریر کیا کہ بہت باغی تتبع بیدار ہوئے اور چلت سنگلاہ و سجانی سنگلاہ ہزاروں مفور ہوئے
 ۴ شعبان سنہ کو بہادر خان کے نام فرمان جاری ہوا کہ اسلام آباد
 سے جلد روانہ ہو کر شہزادہ مراد بخش کی خدمت میں جاؤ اور جگت سنگلاہ کی گوشمالی میں شریک ہو
 بادشاہنامہ میں صرف ہتھیار مضمون ہو مگر ماثلاً امر میں اس واقعہ کے متعلق یہ بھی فقرہ
 لکھا ہوا ہے کہ اہل حسد نے نفسانیت اور خود غرضی سے یہ بات شاہجہان
 بادشاہ کے ذہن میں جانی کہ بند لکھنڈ کو روکھا لکھنڈ کو نا ملکی مصلحت
 کے خلاف ہے اسلیئے یہ وہاں سے ہٹائے گئے آخر شعبان المعظم میں
 بہادر خان حسب حکم اسلام آباد و عرف بند لکھنڈ سے روانہ ہوئے اور بمقام پٹھان
 شاہزادہ کی خدمت میں پہونچے اسوقت انکے ساتھ تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تھے
 قلعہ منوا اور نور پور جو کوہستان میں نہایت مستحکم بنے تھے اور وہاں کاراجہ جگت سنگلاہ حسنہ
 پر تھی چند والی چنبیہ کے باپ کو قتل کر کے مضامعات چنبیہ پر قبضہ کیا تھا بہادر خان
 اسکے قلعہ و قمع کو بڑھے وہاں کے مفسدون نے تمام راستے بند کر دیے تھے بہادر خان
 سالہ درال سیر و ہم بہادر خان تیلواری اسلام آباد و قلعہ واقع آن شہادت گراہت یافت اما بغرض گذشتہ
 و بادشاہ خاطر نشان کر دیکہ بند لکھنڈ کو روکھا لکھنڈ کو نا ملکی نیست ماثلاً امر

دیو این گراتے جنگل کٹاتے ہوئے قلعہ منو کے قریب پہنچ گئے جگت سنگھ اپنی
 پہاڑی جماعت کو لیکر خوب دل کھول کر اہل باہادری خان نے اس مہم میں
 انتہائے شجاعت سے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے
 اور افغانی جرات و مردانگی اہل عالم پر ظاہر کر دی پانچ روز تک
 قیامت ناک لڑائی ہوتی رہی بہادر خان کے پھانوں نے
 فرط دلاوری سے لاشوں کے پشتے لگا دیے اور انکی سیڑھیاں
 بنا کر مورچوں پر دوڑتے پھرتے تھے اس معرکہ میں
 سات سو پٹھان بہادر خان کے کام آئے آخر کار بہادر خان
 نے قلعہ فتح کر لیا اور اس کے اندر جس کئے راجہ نے اپنے متعلقین
 قلعہ تارا گڑھ میں جو پہاڑ پر نہایت بلند بنا ہوا تھا بھیج دیے تھے جیسے یہ حال کیا
 تو خود بھی وہ وہیں بھاگ گیا اسکے بعد نور پور کا قلعہ بھی خالی ہو گیا جب
 شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کی اس غیر معمولی بہادری کا حال
 سنا تو چار ہزاری سے پنچ ہزاری منصب پر بہادر خان کو سر بلند کیا

سن درم جگتا و غیر منو او شجاعت جلالت دادہ تر و نمایان خود بر عالم ظاہر ساخت ہر باغی خان کو بکار فرمائی ہزار ارکشتہ
 نرو باغی اختہ پرورد چال مقام ہرمید پروردان و زہر مقتدر افغان زبانیان و بکار آمدند ماثر الامراسہ نورد ہم محرم بہادر خان قلعہ
 وقع کوہستان معین شدہ بود و نہایت سلام سندہ سندہ رفعت مستعد گشتند بادشاہنامہ ۲۹۱-

۱۷ جولائی باجرا باساع بشایر مجاہد رسید خاقان مالک شان بر منصب بہادر خان ہزاری ذات افراد و ہزار و
 از سواران او و اسپیہ اسپیہ نقر فرمودہ اور بمنصب پنچ ہزاری چار ہزار سوار و سپہ اسپیہ نواز ش فرمود ہر کہ دین ہم
 خوشنکشی کے رسیدہ بود اور انہو نواز شہ خاص و عنایتی مخصوص سر بلند گردانید ۲۷۳ بادشاہنامہ

ایادشاہی لشکر ابھی دریلے نیلا کے پار اترنے پایا تھا کہ شاہ صفی زبیر شاہ عباس نے
 اکثر شراب اٹھا رہا روز بیمار پڑ کر ۱۲ صفر ۱۰۵۷ھ کو انتقال کیا جب یہ خبر شاہجہان
 کو پہونچی تو اسنے شاہزادہ کو معہ لشکر کے واپس بلا لیا اور کہا کہ سلطان محمد مرزا جو
 تھوڑا سا بچہ ہے اور ارکان سلطنت نے اسے حال میں تخت نشین کیا ہوا اسے
 مقابلہ میں سلطنت پر چڑھائی کرنا مروت سے بعید ہو غرضکہ یہ مہم اس طرح پر ختم ہو گئی
 ۲۱ رجب کو بہادر خان قندھار سے واپس آکر ملازمت بادشاہی سے مشرف ہو کر
 ۲۲ سلیمین بہادر خان صوبہ ملتان کی حراست و نظامت پر متعین ہوئے چونکہ
 اسوقت فصل بیج کی تیاری تھی اور اسکو اتنی جاگیر سے کچھ تعلق نہ تھا اسلیے دیوانی کے متعلق
 حکم ہوا کہ اس فصل کا جو مطالبہ ہوا اسکا حساب کر کے انکی تنخواہ میں محسوب کر دیا جاوے
 ۱۰۵۷ھ میں امیر الامرا کابل سے جب بدخشان کی تسخیر کے لیے بلایا گیا ہے
 تو یہ تجویز ہوئی کہ بہادر خان جاگیر سے بلائے جائیں اور ملک کے لیے مقرر
 کیے جائیں نذر محمد خان والی توران سے مستابلہ اور بلخ و
 بدخشان لینے کی یہ وجہ تھی کہ جس سال شاہجہان تخت نشین
 ہوا اس زمانہ میں نذر محمد خان نے موقع پا کر کابل پر حملہ کیا تھا لیکن ناکامی
 سے واپس گئے تھے شاہجہان کو اسے اسکا عیوض بھی لینا مناسب تھا
 اس کے علاوہ بلخ و بدخشان شاہجہان کا موروثی ملک بھی تھا کیونکہ امیر تیمور کا
 سمرقند پایہ تخت تھا اور بلخ و بدخشان کے صوبے اسکے تابع تھے نذر محمد خان کا طرز عمل کچھ
 ایسا ناقص تھا کہ ملک میں بے امنی پھیل گئی تھی اور عام شورش برپا تھی اسلیے شاہجہان

بہادر خان و اصالت خان وغیر انان از قندھار آمدہ دولت ملازمت اندوختند (۳۱۰) بادشاہنامہ

یہ مظلوم مسلمانوں کی اعانت و حمایت لازم آئی تو ران میں فتنہ اور فساد کے پیدا ہونے کا
 پیش آئے تھے کہ امام قلیخان بڑے بھائی نذر محمد خان کے جب حکومت سے برسرِ کار
 ہو کر حرمین شریفین چلے گئے تو نذر محمد خان بجائے اپنے بھائی کے تو ران میں تخت نشین
 ہوئے انھوں نے بخارا کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور حکمرانی میں مصروف ہوئے
 اس زمانہ میں اسفندیار خان حاکم خوارزم مرگیا اسکے بیٹوں نے نذر محمد خان کی اطاعت
 کا خطبہ پڑھا مگر انھوں نے حرص کو دخل دیا اور اسکے صوبہ پر بھی دستِ رازی شروع
 کی تھی قسم کی حرکتیں اسے سرزد ہوئیں اور تمام اوزبک قوم بگڑ گئی ہر چند کہ نذر محمد خان
 اپنے بڑے بیٹے عبدالغفر خان کو سمرقند وغیرہ کی حکومت عنایت کی اور تاشکندہ واسطے
 محالات بہرام خان کو مرحمت کیے اور نظر بے جو امام قلیخان کا مالیق اور با اثر سردار تھا
 سکون کے انتظام پر مقرر کیا مگر کچھ ایسی بے تدبیری اور بے عجبی ظہور میں آئی کہ رعایا
 انکے قابو میں نہ آئی اندجان میں فرقہ قرغز نے طرح طرح کی زیادتیوں شروع کیں تو نذر محمد خان
 نے وہاں کی رعایا سے کہا ابھیجا کہ تم خود اپنی رائے سے کوئی حاکم انتخاب کرو تمہیں ایام میں
 جہانگیر قراق نے لکھا کہ مجھے لشکر قلاق نے چڑھائی کی غرض کہ ہر طرف سے یورش کا بادل
 اٹھا اور کوئی تدبیر کا تیر تقدیر کے موافق نہ بیٹھا سلیبے عنان حکومت انکے قبضہ اختیار سے
 بھٹک گئی اور ملک میں ظالموں نے بے نظمی برپا کر دی شاہجہان تو عرصہ سے نذر محمد خان کی
 پیشقدمی کا جواب دیا چاہتا تھا اسکے علاوہ خسرو خان پسر نذر محمد خان نے رعایا کے
 ہاتھوں سے تنگ ہو کر ایک سفیر اسی غرض سے پوشیدہ طور پر شاہجہان کی خدمت میں بھیجا تھا
 سلیبے شاہجہان نے شہزادہ مراد بخش کو پاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دیکر
 اس مہم کے لیے تعین کیا اس لشکر کی تیاری و سامان بھی قابل ذکر ہے ایسا

اجہا انتظام لشکر کا سابق میں بھی شاید ہوا ہو گا چار سو اشخاص صرف امر و منصب اور
تمام مسلمان سرداروں کی فہرستیں بڑے بڑے نامی جوانوں و امیر
تھے بہادر خان کو عطا کی گئی اور ہندو سرداروں کی سرگروہی ہتھم ہونیکیوچ سے
راجہ تھلہ اس کے متعلق کی گئی اور بہادر خان کو شہزادہ کے ہمراہ جانیکا
حکم دیا گیا چنانچہ روز شنبہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۹ صبح میں شہزادہ روانہ
ہو گیا بہادر خان پشاور پہنچے تھے کہ انکے لیے شاہجہان بادشاہ نے خلعت
خاصہ اور جہر صر صر معہ بھو لکٹارہ اور ایک گھوڑا اور ہاتھی خاصہ کا
اصالت خان کے ہاتھ بہادر خان کو بھیجا اور ہر طرح کی دجوی سے
مطلہن و خوشدل کیا اور خود شاہجہان بھی ۱۸ صفر یوم پنجشنبہ کو لاہور سے کابل کو
روانہ ہوا ۱۹ ربیع الثانی کو شہزادہ کابل پہونچ گیا ہی درمیان میں بہادر خان
بھی معہ اپنے لشکر کے مقام بنگش سے کوچ کرتے ہوئے
کابل میں شہزادہ سے ملے جب شہزادہ پائے کتل کو پہونچا اور وہاں سے
بدھشان تک ایک تنگ و ناہموار راستہ تھا اسکی درستی کے لیے کئی ہزار سیلہ
امیر الامرا علی مردان خان نے اطراف کابل سے فراہم کر کے اصالت خان کو بھیجے
تھے کہ سرائیر سے سراپا لاک جو برف کہ راستہ میں پڑا ہوا ہو اسکو اٹھا کر ادھر
اووھر دال دین اور راستہ اتنا بنا دین کہ ایک ونٹ معہ بوجھ کے نکل جائے اور باقی
برف کو کوٹ کر ایسا برابر کر دین کہ گھوڑے اور اونٹ کے نکلنے میں وقت نہ ہو مگر یہ کام

ملکہ و سردار و مسلمان یہ بہادر خان پیشوائی راجہ پوتان راجہ پوتہ لاسمقرر گردید بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۵۔ و فوج ہراول بہ چار صد و ہشتاد کس
از امر و منصبہ ازان کہ از انجملہ بہت بہادر و خالصت و راجہ تھلہ اس بادشاہ نامہ ۴۸۲ ملکہ بہادر خان کہ در پشاور و دولت خاصہ چہ ہر
مرتبہ با پیو لشکر و اسباب و طویلہ خاصہ یا ہر اقل و طویلہ خاصہ کو بہ اصالت خان شہزادہ سرکار گردانید بادشاہ نامہ صفحہ ۴۸۸

اصالت خان سے اچھی طرح انجام کو نہ پہونچا اور بغیر راستہ بنانے نکلنا مشکل تھی
 دوسرے روز بہادر خان نے اصالت خان کو اپنے ہمراہ لیا اور تمام
 اپنے سوار و پیادے برف اٹھانے اور راستہ بنانے کے لیے
 لگا دیے اور کل لشکر اتکا جس جگہ کہ برف پاتا تھا اسکو راستہ سے
 اٹھا کر پھینکتا تھا بہادر خان کی اس کوشش سے ایک کوس
 تک دو گز چوڑا راستہ جہاں کہ بھید برف پڑا ہوا تھا بن سکا
 جمادی الاول کو شاہزادہ وہان پہونچ گیا اور ۹ جمادی الاول کو خسر و پسر نذر محمد خان معہ
 فرزندان متعلقین کے آکر شہزادہ سے موضع سراب میں مل گیا حسب حکم بادشاہ کے خسر
 خلعت فاخرہ جہین با تھی و گھوڑے و چپاس ہزار روپیہ نقد تھے سرفراز کیا گیا پھر وہاں
 خسر و کابل پہونچ کر شاہ جہان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہ جہان نے شاہ با خلعت
 و الطاف سے شاد کام کر کے کشش ہزاری منصب و چپاس ہزار روپیہ و مرہمیت کیا
 اور خاندوران بہادر نصرت جنگ کی حویلی میں اسکو ٹھہرایا اور نہایت پر تکلف سامان
 مہمانی کی اسی اثنا میں شاہ جہان نے نذر محمد خان الی تو راں کے نام میں مضمون کا نامہ لکھا
 کہ آپ کے ملک میں یاغیوں نے جو بدہنی پھیلانی تھی اسکے دفعیہ کیلئے ایک لشکر معہ
 شہزادہ کے بھیجا گیا کہ وہ اپنی اعانت کرے اور ناہنجار یاغیوں کو بد کرداری کی نرا پہونچائے
 شاہ جہان کا بھی ارادہ تھا کہ نذر محمد خان کو بلخ و بارہ دید یا چلے اور ایک جہاز لشکر
 پر خشان میں رکھا جائے کہ ظالم یاغیوں کی شرارت سے رعایا کو نجات بخشتا رہے اسکے بعد

ملکہ جون کا رازا نیا منشی نشو و بدن عید و تہذیب و بہادر خان با اتفاق اصالت خان تاجی سوار و بہادر و با خود بہر شہنشاہ بن و کشن
 راہ داشت لشکر بانیان دوست فرازے کیا فتنہ برت را کئدہ بد اس دوست پر کنا و از راہ میر نمکتہ بعد کا رسے بہادر خان تا یک کردہ کہ
 برف بسیار بود و بعض دو گز راہ پیدا شدہ با اثر الامر اخلاص بادشاہ نامہ۔

بادشاہی لشکر نے قلعہ کھر و حصار غوری قندز فتح کر لیے اور بلخ کے قریب پہونچے
 تندر محمد خان الی تو ان نے چند ارکان دولت و سبجان قلی و بہرام اپنے ہر دو فرزند
 شہزادہ مراد بخش کینیست میں بھیجا اسنے انکا نہایت اعزاز و احترام کیا اور سبکو
 خلعت دیکر واپس کیا۔ ۲۸ جمادی الاول کو شہزادہ مراد بخش نے لشکر آراستہ کیا
 اور کمال عظمت و شوکت سے بلخ کے اندر بھیجا اور میر آتش کو قلعہ کی ضبطی اور بلخ پر قبضہ
 کرنے کا حکم دیا اور خود شہزادہ بھی روانہ ہو کر حصار کے دروازہ کے قریب جا کر ٹھہر گیا
 اور تندر محمد خان کو کہلا بھیجا کہ آپکی ملاقات کے لیے دل نہایت مشتاق ہے آپ تشریف
 لائیں اسکے بعد میں حاضر ہوں تندر محمد خان نے بوجہ بڑے ہونیکے یہ امر ناپسند کیا چونکہ وہ
 اس بات کے متوقع تھے کہ خود شہزادہ میرے مکاتین آئے اسوجہ سے وہ آرزوہ خاطر فرما
 کی طرف متوجہ ہوئے۔ ظہر کی وقت ایک ٹیکہ جس میں چند لعل ٹکے ہوئے تھے کمر سے باندھا اور سپہ
 زرہ اور جامہ پہنا کچھ اشرافیان و جواہرات وغیرہ اٹھائے اور اپنے ہر دو فرزند سبجان محمد و قلی محمد
 اور چند اوزبک غلام ہمراہ لیکر ضیافت کا بہانہ کر کے بلخ مراد کو چلے گئے اور وہاں سے مفروہ
 ہو گئے انکے جانیکی کسی کو اطلاع بھی نہوی کیونکہ یہ شہر بڑی بلخ کی چار دیواری بلخ کو اس کے گرد
 میں ہی لوگ و ہر آدمی ہر مسرور و شادمان تھے بشیر مقصود علی بیگ کو اس امر کی اطلاع ہوئی اسنے یہ اطلاع
 کو مطلع کیا اور امیر الامراء نے شہزادہ کو خبر دی شاہزادہ نے بہادر خان کو تندر محمد خان

۱۵ شاہزادہ بہادر خان و امراء خان و غیرہ راجت خان تندر محمد خان رخصت نمودند اور ان شب تار میر قندز قندز و سیدہ کردہ زمین سر
 رہائے کردہ راہ گم کردہ راہ با قلاب راہ و زچہ راہم آخر آبادی یافتند غیر سید کردہ ہزار ازبک باند تندر محمد خان فراہم آمدہ بود ہر چند
 کا زائے شہزادے سافت نمایند بہادر خان از شہیدین این خبر با حالے کہ مدت سخت جانی نمود اسب تاختہ بجاقت آن خصم پر غلبت
 ازبک ہمت یافتند تا آنکہ تندر محمد خان صہ غلامان و قریب ہزار با مادہ ایران بغرض امداد و ستان مطون دشت فوج بادشاہی و اسپان
 تو تندر محمد خان با خبر و زور و سوا آبادی رسیدہ اسب و شتر و گوسفند و خیر و خیر از کان تاراج نمود و روگیر و ضد اشد بہادر شاہ
 تو تندر محمد خان و آفرین گشتند اسب و ہر اجات نمودن کردید۔ خانی خان

والی توران کے تعاقب کو بھیجا خانموصوف معہ اصالت خان و رائے لشکر کے شدت گزنی میں پہر دن پہرے سوار ہوئے اور دوسرے دن پہر دن چڑھے تک جہاں تک جلد ممکن تھا گھوڑے دوڑاتے چلے گئے شب تا دین سترہ اٹھارہ کوس زمین ریگ و غیرہ کی طے کی اٹھارے رات میں راستہ بھول گئے جب ان نکلا تو راستہ ملا شیرخان کے قریب جب پہونچے بہادر خان نے سنا کہ نذر محمد خان جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں بہادر خان نے نہایت جانفشانی سے یہ مسافت طے کی اور حسب قاعدہ فوج کی ترتیب دی قلب لشکر میں اپنی جگہ قرار دیکر اپنے چچا نیک نام خان و رحیات خان ابن علا دل خان جمال خان لوہانی بہادر خان وغیرہ کو ہراول مقرر کیا اور راجپوتوں و سنیوں و اہلین طرف تعینات کیا اور اصالت خان کو معہ اپنے ساتھیوں تک بائیں جانب قائم کیا اور نہایت تزک و شان کیساتھ بہادر خان مقابلہ کو بڑھے اور بک و لمان جو قریب دس ہزار کے شہر خان میں جمع ہوئے تھے اکثر بہادر خان کے آئینی خبر سنکر بخود کی طرف بھاگ گئے نذر محمد خان شہر خان سے کلکر اپنی فوج کو تین حصوں پر تقسیم کر کے لڑائی پر آمادہ ہوئے ادھر سے بادشاہی لشکر نے پہلے بندوق کی بارود ماری اور بان چھوڑا نذر محمد خان کے پاس جو نا تجربہ کار بھیڑ جمع ہوئی تھی اسے کبھی لڑائی کا شور بھی نہیں مانتھا بے اختیار بھاگی ناچار نذر محمد خان نے پیٹھ پھیری اور اند خود بھاگ گئے اور اس کے بہت سے لوگ قتل و قید ہوئے سجان قلی انکا بڑا بیٹا جو بخارا کی طرف بھاگ گیا تھا اسکا بہت سا مال و سامان بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگا اسکے بعد بہادر خان رعایا کے بند و بست اور نذر محمد خان کے حالات کی تحقیق کے لیے پٹھر گئے اگر خانموصوف فتح پر قناعت نہ کرتے اور نذر محمد خان کا تعاقب نہ کرتے تو نذر محمد خان یقینی گرفتار ہو جاتے

خدا معلوم کہ بہادر خان نے نذر محمد خان کے تعاقب میں قصد اغراض کیا یا ہمہ ہون
کی سستی و صلاح سے باز رہے یا کسی دوسری موجودہ مصلحت سے وہ گرفتار کرنے پر
متوجہ ہوئے اور اس فتح کی عرضداشت بہادر خان نے شاہ جہان بادشاہ
کے حضور میں بھیجی اور بادشاہ قدردان کرم گستر نے بہادر خان کو
خلعت خاصہ اور ایک ہزار سوار و کھانہ اضافہ کر کے پنجہزاری ذات
اور پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دو لاکھ روپیہ نقد
خر تاج سے مرحمت فرمائے۔

اور اصالت خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سربلند کیا نیکنام خان عنایت
خان بھی اضافہ منصب سے ممتاز ہوئے حیات خان لد علی تارین خان کو خلعت
و منصب ہزار و پانصدی ذات اور ہزار سوار اور علاوہ خان تارین کو خلعت و منصب
ہزار و پانصدی ذات و چھ سو سوار سے عزت بخشی گئی۔

اس واقعہ کے بعد نذر محمد خان ایران چلے گئے مگر وہاں دیکھا کہ مدد نہ ملی شاہ جہان نے
انکو دہلی کا نامہ لکھا مگر وہ کچھ ایسے دہم میں مبتلا ہو گئے تھے کہ شاہ جہان کی عنایت و
تاج بخشی سے اسوقت محروم رہنے نذر محمد خان کے دولہے کے عبدالرحمن بہرام اور تین
لڑکیاں اور تین بیویاں تھیں یہ سب بلخ سے شاہ جہان کے پاس بھیجے گئے اور بادشاہ
عادل رحیم مزاج ان سب کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس فتح کے متعلق
یہ شعر مشہور ہے: شدہ نبل و بخشان نذر محمد خان بزر و قبیلہ و املاک گذشتہ دران

طہ و چون شہزادی الثانیہ حقیقت جدکاری و جانسپاری کیفیت فیروزی اولیا این دولت بلند مصلحت از عرضداشت بہادر خان بکرامت
انعام و افتخار بیگاہ سرور جہانیاں رسید بہادر خان خلعت خاصہ و اضافہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ منصب پنجہزاری پنجہزار سوار دو اسپہ
سہ اسپہ و بانعام دو لاکھ روپیہ از خزائن بلخ سرفراز گشتہ مظفر محمد بادشاہ نامہ

کتاب بیع الصنائع میں نظام الدین احمد صاحب جالپے والد محمد صلح صاحب کیساتھ
جنگ بدخشان میں شاہزادہ مراد بخش کی ہمرکابی میں تھے رنمطر ازہین کہ مرزا عبد اللہ
نے بلخ و بدخشان کی فتح اور نذر محمد خان کے تنہا نکلنے پر یہ بیت تاریخ لکھی ہے
شہدہ بلخ و بدخشان نذر محمد خان پزر و قبیلہ و املاک الگ نہشت دران پڑ جب عدا
بلخ و بدخشان سے اعدا و نذر محمد خان معہ عدد ہر دو دال مہملہ کے نکالے جائیں اور
اعدا و نذر اور قبیلہ اور املاک کے بڑھائے جائیں تو سترہ سہ نکل آئینگے۔

سلسلہ جلوس میں شاہجہان بادشاہ کا خطبہ بلخ میں پڑھا گیا۔

اس فتح کے بعد بلخ میں شاہزادہ مراد بخش کی دلچسپی نہ ہوئی اور اسنے اپنے والد بزرگوار
کی خدمت میں ہانسی واپس آنے کی درخواست کی بادشاہ نے لکھا کہ یہ بوقت خصت کیسی اور
ہموقع واپسی کیسی نہ ابھی وہاں پورے طور سے تسلط ہوا ہے نہ اچھی طرح باغیوں کا ستیصال
ہو سکا اس حکم کے بعد بھی دوبارہ مراد بخش نے عرضداشت بھیجی اور یہ لکھا کہ اب یہاں
کوئی بڑا کام باقی نہیں رہا بہادر خان بندوبست کے لیے موجود ہیں ملک فتح ہو چکا ہے
میں بغیر حاضری کے یہاں نہیں بٹھہر سکتا شاہزادہ کی حالت کو دیکھ کر فوج زیادہ برداشتہ خاطر ہوئی
اور اپنے وطن کے آنے پر آمادہ ہوئی شاہجہان بادشاہ نے مراد بخش کی دوسری
عرضداشت پر یہ فرمان تحریر کر کے صادر کیا کہ تم سے قبل فتح کے یہ کہا گیا تھا کہ اگر خدا

۱۔ در جواب فرمان صادر شد کہ قبل فتح ولایت بربان گزشتہ بود کہ ہر گاہ افضل اچستہ نعت ملک بلخ و بدخشان تسبیح و آید بان تو شرم کار کا رشتہ خواہم نمود
۲۔ احوال کے بعد ان کے والد نے دوسرے وزیر میں سے ایک کو مقرر کیا کہ اسے قلعہ آبادی ملک بربان قلعہ کا لشکر تعین حکام و اہتمام تھا کہ بدین
آمر یا صورت گرفت این را دہ بجایا عشت زیادہ ہمدردہ ساختن لیسے تباہ رہا یا و سپاہ و ہمہ سکنہ آتجا خواہد گردید مخصوص چغتای اخلاص آثار کا زودت تم نہا
بدعا این را خدا آرد تمنا و تمند و حق سبحانہ تعالیٰ ملو و درینہ دل آتہا پر آوردہ نہایت طول خاطر خواہند گشت صلاح دولت و در این بہت کہ چہرہ و عیون
کا مرانی و در آنجا فرمانروائی نمودار و تسلط و مالے ستم ویدہ و آبادی ملک غارت گشتہ کوشتہ و باوجود رسیدن بی جواب غایت آتہ عتاب ہائے دول
مراد بخش از تہ تحسید و پیشخانہ بر آوردہ چغتای خاقانی

نے کیا کربخ و بدخشان کی ولایت فتح ہو گئی تو یہ ملک ہم پر خوردار کو دیا جائیگا اب کہ
خداوند کریم نے یہ پرانی آرزو اس فرزند کی کوشش سے پوری کی اور ہنوز نہ رعایائے
مظلوم و لشکستہ کی تسلی ظہور میں تکی ہے نہ حکام مقرر ہو چکے ہیں نہ جا بجا تھانہ بھلاؤ گڑ
ہیں ایسی حالتیں اس راہ سے بجز رعایا و سپاہ کی دشمنی کے اور کیا نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہے
ہماری قوم چھٹائی جسکی عرصہ دراز سے خدا سے یہ دعا تھی کہ یہ ملک پھر ہماری قوم میں
آئے وہ مراد انکی پوری ہوئی وہ تمہارے چلے آئیے نہایت رنجیدہ ہو جائیگے مناسب
اک کچھ دنوں بانٹش کامیابی کیساتھ قیام کر کے ملک کی آبادی اور رعایا سے ستم دیدہ
کی دیوبی کیطرت توجہ رکھو اسکے بعد دیکھا جائیگا چلے آنا باوجود اس عنایت آمیز قیامش
کے کچھ مراؤنٹش کے دلپر اثر نہ ہوا اور وہ یکبارگی سب نظام نو مفتوحہ ملک کا چھوڑ کر
وہاں سے کابل چلا آیا بادشاہ شہزادہ کی اس حرکت پر نہایت برہم ہوا اور اپنے رویہ
آئیے منع کرو یا اور منصب جاگیر شہزادہ کی ضبط کر لی اور صوبہ بلخ کی حکومت و خطات
بہادر خان کو سپرد کی اور بہادر خان کے بارہ مین خود شاہجہان بادشاہ نے اپنے
روزنامہ بادشاہ نامہ کے صفحہ ۵۵ مین یہ فقرہ لکھا یا ہی بہادر خان کہ بجا ست و
جمہیت اقصاف دار و دوسر دار جمعیت دار است۔

غزائنکی داد و ستد سپاہ کی نگرانی رعایا کی پرداخت اصالت خان کے متعلق کی گئی
گویا دیوانی کی خدمت لے کر زیر انتظام مقرر کی گئی اور ان جملہ احکام کے جاری کرنے کے لیے

سلط مراد بخش کمر چلایا ونگو جانکی ممانت کی گئی اور شہر مین آنا بند کیا گیا اور پشاور مین بینکی اجازت دی گئی ایک مدت تک

یہ عتاب ہوا لیکن شہزادہ محمد شجاع جبے یا تو اسنے بہائی کی خطاب سے معاف کرا دی اور ۲۴ بیج الثانی کو پشاور سے مراؤنٹش آیا

اور شاہجہان کے حضور مین ایک ہزار عمرگد رانی اور ۱۶۰۰ قعدہ پھر بجائے دو آڑہ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر مقرر فرما ہوا

علامہ سعد اللہ خان نے خط نم کیں بھیجا گیا اور مدارالہمام موصوف کے ہاتھ
ایک تلو اور مرصع بہادر خان کو بھیجی اور زبانی بھی شاہجہان نے سعد اللہ خان
سے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ وہ قابل قدر ارشاد جو شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی زبان
سے جس امر کے حق میں نکلے اسے ٹھیک مایہ افتخار ہو سکتا ہے وہ فقرہ بادشاہناں اور
خانی خان وغیرہ سے یہاں نقل کیا جاتا ہے و خدیو و وزیرین یہ مدارالہمام
علامی سعد اللہ خان حکم فرمودہ حکومت صوبہ پنج راہ بہادر خان
و استیضہ الایہل و العیال و قضاویہ بہادر خان کہ کماست و جمیست
انصاف دار و دوسر و جمعیت دامت مقرر ساز و صفحہ ۵۶۲) بادشاہ
اور یہ بھی بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے نہایت اصرار کے ساتھ بہادر خان
سے کہنا کہ تم اور اصالت خان ہر دوسرا صاحب ارٹھل شیر و شکر کا اتفاق رکھنا
اور نہایت مستعدی و دلسوزی سے رعایا کے مظلوم کی خبر گیری کرتے رہنا۔
غرض کہ حسب حکم سعد اللہ خان کیا رہا وزیرین پنج پوچھے اور وہ ان جا کر ان انتظامات
حسب ہدایت بادشاہ کے عمل میں لائے اور صوبہ داری پنج کی بہادر خان
کے سپرد کی اور بانیس و پنج زمین رکھ کر شعبان کو کابل آئے۔ اسکے بعد

۵۶۲) بہادر خان را با رسال شمشیر مرصع محو بہ علامی عز افتخار شمشید صفحہ ۵۶۲) بادشاہناں
۵۶۳) بہادر خان و اصالت خان را تسلیم صوبہ داری پنج فرمودہ و باتفاق اینان شروع در استخراج حیات و عمارت قلان و
تعمانہ داران انجا مقاصد آہنا نمود۔ بادشاہناں صفحہ مذکورہ بالا۔

۵۶۴) سعد اللہ خان شاہجہان را باخبر و کہ بہادر خان اودری را بر قافقت ہر کہ مناسبانہ تاویب سر کشان خواست۔ انکار انی اصالت خان
را برداخت و لاشی را بر مستقل سائنہ بیا نظار زبان مارشاد نماید کہ نظر فرہم آوردن ان و جمعیت فراغ خاطر فرمودہ ہر دوسرا صاحب
باہم چون شیر و شکر آمیزش اتفاق نمودہ و در آباد ساختن ملک میران و گردآوری رعایا سے سوختہ مالگزار و پرواخت حال تجارت
و دیگر اہل حرفہ و تمام سکنا بخاک و شیدہ از انجان غارت پرواز و او با شان مردم آزار و پرویدہ ریزندہ آفت جانی و مالی غنائہ رسد۔

حالات محاربات بلخ ہزارانہ صوبہ اری بہادر خان

جب بہادر خان نے سنا کہ بلخ چھ ہزار سوار قوم المان کے دریا بے جیون سے اتر کر
 کلیف کے راستہ میں جمع ہوئے ہیں اور فساد پر آمادہ ہیں تو بہادر خان لشکر لیکر غرہ
 شعبان کو بلخ سے مومن آباد پہونچے اور انکو مار کر کھگا دیا اور جو مویشی وغیرہ وہ لوٹ کر
 لائے تھے وہ بھی چھین لیے اور انکے دریافت حال و ستیصال کی فکر میں تین وزموں آباد
 میں قیام کیا یہ مقام بلخ سے سولہ کوس پر واقع تھا اس اثنا میں دوسری خبر یہ آئی کہ
 ہس ہزار باغی قبا دیان کی راہ سے آکر بلخ میں لوٹ مار کر رہے ہیں بہادر خان سینکر
 کیا رگی انکے سر و نہر پہونچے مگر وہ باغی انکے آئنی دہشت بھاگ گئے اسکے بعد
 ایک فوج جسکے سردار شاہ محمد قطغان اور قاسم وغیرہ تھے آئی اور اسکے سردار تھوڑی
 تھوڑی فوج لیکر چار و قطر پھیل گئے اور یہ ارادہ کیا کہ غوری سے جو خزانہ بادشاہی
 بہادر خان کے پاس آ رہا ہے اسکو لوٹ لیں بہادر خان نے اسباب آگاہ ہو کر چنپا پنے
 زفا مثل راجہ ہیرام و گویاں سنگہ و راے تلوچند و جگ رام و خوشحال بیگ قاضی نظاما
 بخشی بلخ و میر مقتدی کو آگے روانہ کیا اور خود بھی دریائے جیون تک گئے باغی کوہ شمر
 سے نکلے اسوقت نیکنام خان ہراول فوج تھے وہ معہ اپنے بھتیجے عنایت خان کے
 نہایت تیزی سے بڑھ کر مقابل ہوئے غنیم کی تعداد زیادہ تھی خوب تیر و تلوار کی لڑائی
 ہوئی بہت باغی قتل و قید ہوئے نہایت شجاعت کے ساتھ بادشاہی لشکر کو فتح حاصل ہوئی
 اور غنیم کے پیر اکھڑ گئے اس جنگ میں کچھ لوگ بہادر خان کے لشکر کے بھی کام آئے
 شام کے وقت بہادر خان مظفر و منصور نیکی ارق کو واپس آ رہے تھے اثنائے راہ

میں معلوم ہوا کہ امان کچھ مال لوٹے ہوئے موضع غلم میں گئے ہیں اور وہاں خزانہ کے
لوٹنے کے انتظار میں بیٹھے ہیں لیکن ۲۴ شعبان کو خزانہ بحیریت پہنچ گیا مگر چند روزان
ڈاکون کے دریافت حال کے لیے بہادر خان اس نواح میں ٹھہر گئے اور پھر
۱۱ رمضان کو بلخ میں داخل ہو گئے۔

۵ شوال کو امان بیگ و آتش قلاق کچھ روسانواح چکیتو اور مہمینہ کے لائے اور
بلخ میں انھوں نے بہادر خان سے شاہجہانی لشکر کی طرفدار کی ظاہر کی بہادر خان نے
ہر ایک سردار کو سرکار شاہی کی طرف سے خلعت عنایت کیا اور امان بیگ کو ساٹھ ہزار
شاہی اور محمد سعید مخاطب بہ آتش قلاق کو تیس ہزار شاہی انعام میں دیے اور امان بیگ
جو مرد فہیدہ اور تجربہ کار اور قوم چغتاکا سرگروہ تھا اسکو دو ہزاری ذات اور ہشتصدی
سوار کا منصب عنایت کیا اور آتش قلاق جو استقلال و وضعدار میں معمولی شخص
تھا اسکے لیے ہشتصدی ذات اور چار سو سوار کا منصب تجویز کیا اور امان بیگ
کو حسب التماس محالات مہمینہ اور قلعہ چکیتو و غرجستان فارابی خیراب جاگیر میں دیے
آتش قلاق نے اپنے باپ بھائی کے لیے مناصب کی استدعا کی اور چند قلعے اپنے
قبیلوں کے لیے چاہے بہادر خان نے قلعہ مہمینہ و شیرخان اسکے متعلقین کے رہنے
کو مہرمت کیا۔ مگر زیادہ انکا اعتبار نہ کیا۔ امان بیگ کی خیر خواہی دیکھ کر بہادر خان نے
اس کیفیت کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو لکھ بھیجی اور شاہجہان نے انکی سفارش
امان بیگ کو خطاب قیچا قحانی کا عنایت کیا۔

۱۲ محرم کو بہت بڑا گروہ المانوں کا بچھلی رات کو آکر ایک تھانہ پر ٹوٹ پڑا بہادر خان نے
بیشکر دو ہزار سوار اپنے چپا نیکنام خان کو دیکر مع چند سرداروں کے مقابلہ کے لیے

روانہ کیا نیک نام خان نے وہاں پہونچکر ان مفسدون کو بھگا دیا۔
 ۲۵ محرم کو المان کی جماعت نیلگون کے راستہ سے شیرخان کے قریب ہوتی ہوئی پہل
 کی طرف گئی بہادر خان کو جب خبر پہونچی تو انھوں نے اپنے چا نیک نام خان کو دو ہزار سواروں
 دیے اور مع چند سرداروں کے روانہ کیا ڈاکوؤں کو نوح شہرم و سرپل کو غارت کر کے اونٹ
 لکھوڑے گلے بکریاں بہت سی لیے ہوئے دریائے جیون کی طرف جا رہے تھے اُدھی تا
 کو اس امر کی اطلاع بادشاہی لشکر کو پہونچی یہ خبر سنکر بادشاہی جو انفرادہ وڈ کرانے کے سرپر
 پہونچے بہت سے باغی قتل کیے اور جو بھلے انکا چھپا آخرون تک کیا گیا اور جو
 لٹکے پاس مویشی تھے سب چھین لیے چونکہ رات ہو گئی تھی اسوجہ سے وہیں قیام کیا
 پہر رات گئے پانچ چھ ہزار سوار ناگانی طور پر آگئے اور انھوں نے حملہ کیا ادھر سے
 بھی مقابلہ کیا گیا مارڈ باڑکی بازار خوب گرم ہوئی اس حربہ میں بھی بہت سے باغی تہ تیغ
 ہوئے اور چونکہ وہ بڑی مصیبت جان بچا کر بھاگ سکے مگر اس لڑائی میں باغی
 لشکر کے بھی کچھ لوگ کام آئے دشمنوں کے مقتولوں میں کچھ سر بعضے اوزبک
 سرداروں کے مثل نظرمینگ وغیرہ کے بھی نکلے آخر کار بادشاہی لشکر فتح مند پھرا۔
 ایک بار جب اڑبکون نے بہت بڑا ہجوم کیا تو تین روز تک ایسا سخت معرکہ رہا کہ
 سوار گھوڑوں کی زمین سے نہ اتر سکے اور دونوں طرف کے سپاہی کشت سے قتل ہوئے

۱۷ تاسر روز ۱۰ کارزار گرم بود کہ از پشت زمین و زمین تاسپ جدا کردند و جمع از ہر دو طرف کشتہ شدند و قریب بود کہ ابھ
 او گریں کچھ ہم بدست سواران الحاقی علی لغز خان ستگیر گرد و دوزین ضمن فوج بہادر خان بر کت سید المانان و بغرا اور و
 و با خبر یافتن بہادر خان خود بجو الی بلخ رسانیدہ و دشترو گو سفند بشمار بدست آورد کارزار صعب رونمودار المانان و

بغرا و آورد و نیک نام خان سردار فوج بہادر خان غلام بسیار بدست آورد۔ خانی خان

قریب تھا کہ راجہ اوگر سین کو امیر عبدالغفر خان کے المان سواروں کے ہاتھ گرفتار ہو جاتا مگر اس عرصہ میں بہادر خان کی فوج انکی کمک کو پہونچ گئی اور المان بھاگ گئے بلخ کے پاس کثرت سے مویشی ہاتھ آئے۔

۱۶۔ بیج الاول کو خیر کی زبانی اور نیز شمشیر خان تھانہ دار کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خوشی لب چاک حق نظر منگ پانچ چھ ہزار سوار لیکر عبدالغفر خان کے اشارہ سے علی مغل کے چشمہ کی طرف گئے ہیں ورنہ انکا قصد ہے کہ درہ کراور شاویان کے پورا گاہ سے بادشاہی لشکر کے گھوڑے اور درغایا کے مویشی لوٹ لیں بہادر خان یہ خبر سن کر انکی کوتاہی پر آمادہ ہوئے اور سوار ہونے لگے اس روز اصالت خان نے کہا کہ انکی مرتبہ آپ شہر کی حفاظت کا انتظام کر دیجیے اور ایک بار بجو ان موزیوں کی تنبیہ کی اجازت دیجیے بہادر خان نے انکی اس خوشی کو قبول کیا اصالت خان نے لشکر سے راجہ پارسنگہ و راجہ جیرام و معتد خان جال خان لوہانی اور محمد حسن لد حاجی منصور اور دیگر جو ائمہ دین اپنے ساتھ لیے اور نہایت جلدی سے مفسدوں کے سر و پیر پہونچے ڈاکو ان حدود کے مویشی لوٹے ہوئے جاتے تھے اصالت خان نے انکو گھیرا اور کارزار شروع کی بڑی جنگ ہوئی سخت مقابلہ کے بعد ایک جماعت کو تلوار کے نذر کر دیا اور سب مال لوٹا ہوا چھین لیا آخر کار باغی بھلے کے اصالت خان نے تھوڑا تعاقب بھی کیا جب ات ہو گئی تو وہ درکنز سے اترے تمام دن زرہ چلتے بکتر وغیرہ پہنے رہنے سے لباس و بدن تر ہو گیا تھا اسوقت انھوں نے نماز مغرب عشا کے وضو کیلئے اپنا چلتہ اتارا اور پرہتہ ہو گئے سرد ہوا بدن میں لگی بخار آگیا۔ بہادر خان نے وہی کے متعلق جانکدہ لکھی تھی لہذا اصالت خان شہر کو واپس آئے۔

۸ ربيع الاول کو قریب پندرہ ہزار سوار و تکتے خیر المان و فولا و سرائے و مراد قرغ و غیرہ
عبد الغفریز خان کے حکم سے خان آباد کے تھانہ پر آئے پیشتر ایک ہزار سوار طاہر ہوئے
باقی چھپکر ادھر ادھر پھیلے رہے شمشیر خان اور مراد قلی سلطان نے اپنی جماعت سے
ان ایک ہزار کا مقابلہ کیا وہ ہٹتے گئے اور یہ پیچھے ہٹتے گئے ناگاہ گھاٹی سے وہ
مفسد جو چھپے بیٹھے تھے نکل پڑے خوب سخت لڑائی ہوئی چونکہ بادشاہی تھانہ
کی جماعت سے وہ موذی دس گئے تھے بھی زیادہ تھے اس سبب سید سادات
پسر سید صدر خان بخاری و بھلول خان برادر شمشیر خان و چند منصبدار دیگر مع اپنی
جماعت کے کام آئے بہت سے اوز تک بھی قتل ہوئے جب ن آخر ہو گیا اور
تھانہ کی حفاظت بھی ضروری تھی اس لیے باقی جو افراد و ن نے لڑتے اور ہٹتے ہوئے تھانہ
تک اپنے آپ کو پہنچایا اور تھانہ کے آس پاس بند و قید و نکوٹھلایا مخالفین نے تھانہ کو حلقہ
میں لپی لیا دور و نزدیک اندر و باہر اسی جانبازی سے تھانہ والوں نے بسر کیے۔

۹ ربيع الاول کو یہ خیر بہادر خان کو پہونچی انھوں نے اسی لیے اصالت خان کو درہ کمر سے

۱۰ اصالت خان کا اصلی نام میر عبد المادی ہے سلسلہ جلوس شاہانہ نے انکو اصالت خانی کا خطاب عطا کیا تھا
یہ میر میران یزدی کے بیٹے تھے لنگہ باپ سے جیشاہ عباس صفوی فرمانروا سے ایران کا مزاج منہ ہوا تو وہ اپنی جان
لیکر ہندوستان چلے گئے اور لنگہ بڑے بھائی خلیل اللہ خان عراق میں رہ گئے جب میر میران بادشاہ جاناگیر کے حضور میں
حاضر ہوئے تو سلسلہ جلوس میں جاناگیر نے اپنے سفیر کے ذریعہ سے لنگہ بیٹو کو شاہ ایران سے طلب کیا اور شاہ ایران نے
کمال مروستان ہرو کو ہندوستان روانہ کر دیا مشہد میں جب یہ لنگہ کے ساتھ اصالت خان عادل شاہ کی گوشمالی کو گئے
ہیں تو وہاں کمال بہادری سے یہ قلعہ پر چڑھ گئے تھے بان کی آگ سے انکا خور و خور و خور کا اور ایک ہاتھ جل گیا انت
اسکے بعد یہ شہزادہ شجاع کے بخشی مقرر ہوئے بعدہ مہابت خان سپہ سالار جن کی خلق میں مشہور تھا اسے اپنا نائب
انھیں کیا ایسے بد مزاج شخص کے ساتھ نہایت خوشنوی سے نباہ کرنا انھیں کا کام تھا اسکے بعد یہ دہلی کے صدر بازار
مقرر ہوئے اور سہ ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا اصالت خان اور بہادر خان کا ساتھ بار بار چنا ہے

تاکید کر کے بلا لیا تھا اور شہر کی حفاظت ان کے ذمہ کر کے خود مع بہادر و سیکے اُدھر کا رخ کیا غنیم نے بہادر خان کے آئینی خیر سنگر بدو اسی سے فرار کیا خان موصوفی خانہ آباد کے تھانہ میں ان مفروروں کے دریافت حال کے لیے قیام کیا معلوم ہوا کہ کچھ تکلیف کی طرف چلے گئے اور کچھ رگستان چل گیا جانب ورا یک جماعت علی مغل کے چشمہ کے سمت اس غرض سے گئی کہ اس طرف کل مجمع مع خوشی لب چاک اور حق نظر سینگ کے دوبارہ جا کر درہ کرنے کے حدود کو ٹہن بہادر خان نے بارود و بان دیکر سامان حفاظت کا تھانہ دار کو دیگر خان آباد کے تھانہ سے کوئی کیا اور قریب درہ کمر اور کوہ مال و مول کے جا کر خمیہ زن ہوئے دشمن بہادر خان کے آئینی خیر سنگر بھاگ گئے اسکے بعد بہادر خان نے نمرل اور امام بکری میں قیام کیا اور ہر طرف خبر و نگر دوڑایا اس اثنائیں خبر آئی کہ ۲۲ صفر کو اصالت خان نے انتقال کیا اس حادثہ کو سنگر بہادر خان نے رام سنگر راٹھور اور عجب سنگر کھوہاہہ کو بھیجا کہ وہ جا کر مع حکم سنگر کے قلعہ بلخ کی حفاظت کریں اور شہر بلخ کی نگرانی

یقیناً مقبل والی مواد قلعہ تاراگدہ کی برادی انھوں نے ساتھ ساتھ ہی جو شہر میں چلتا آتا یہی انکو بخارا یا اسی مرض میں ہفتہ بجایا پھر تین چالیس برس کی عمر میں ۲۲ صفر کو اصالت خان نے انتقال کیا جب شاہجہان بادشاہ نے لکھنؤ کی خبر سنی تو فوس کر کے کہا کہ اگر یہ جوان روزندہ رہتا تو بڑے بڑے کام کرتا اور بہت کچھ عمدہ بین ترقی پاتا نہایت ذی مروت صاحب جیا انسان تھے ہمیشہ سب سے حسن سلوک سے پیش آتے کوئی کلمہ فحش کسی کو نہ کہا چار ہزاری منصب تک پہنچے تھے اس محم بلخ میں ہزاری منصب کا شاہجہان نے اضافہ کر کے پنجہزاری ذات چار ہزار سو اکر سفر کیا تھا وہ بادشاہ کا شہادت و تدبیر و دونوں جوہر سے ہم آغوش تھے خلیل اللہ خان میر بخش نے جب اس اپنے چھوٹے بھائی کی جو انگری کی تھی انھیں ایسا صدمہ ہوا کہ دنیا ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کی شہزادہ اورنگ زیب خود ان کے گھر پریم تقریت کیا اور بہت کچھ فحاش کی مگر وہ شاہی ملازمت پر راضی نہ ہوئے۔ اصالت خان کے بیٹوں میں سلطان حسین و فقار خان۔ ملقت خان بہادر الدین محمد ابراہیم نہایت لائق اشخاص ہوئے تھے۔

شیخ فرید الدولہ والد قطب الدین خان کو کہہ کے متعلق کی۔ اس دوران میں خبروں نے
 خبر پہنچائی کہ باغی المان دریائے جیون سے اتر آئے ہیں اور عبدالغفر خان الی
 تو ان قریبی سے روانہ ہو کر اس طرف معہ فوج کے آ رہے ہیں اور بیگ اوغلی کو ہتھے
 اور بکٹ المان دیکر ادھر پہنچ گیا ہے بہادر خان نے یہ سن کر اس طرف سے باگ پھیری اور بلج
 سے ایک کوس کے فاصلہ پر جا کر گزر کلیف کی طرف قیام کیا اور جنگ پر آمادہ
 ہو کر بہادر خان نے یہ کہا کہ اگر بیگ اوغلی مع اپنے بڑے ہنگامہ
 کے دریائے جیون سے اتر کر اس طرف آئے تو اُسکے
 ساتھ میں ایک ایسا معرکہ کروں جسکا کہ آئندہ زمانہ بھی
 ذکر باقی رہے اور قدیم وقتوں کی لڑائیاں بھول جائیں
 بہادر خان نے جو الفاظ کہ اپنی زبان سے اس معرکہ کے متعلق کہے تھے اور وہ
 بادشاہنامہ کے صفحہ (۶۵۷) میں تحریر کیے ہیں اسکی نقل بیان پر خالی از وچسپی
 نہیں (دو بہادر خان) استعداد خیر و نمودہ قرار داد کہ اگر بیگ اوغلی
 یا اگر ان حشرے کہ باؤ نشان میدان ہند از آب گذشتہ تباہ
 صوبہ بیاید خیر دے کہ در قرون آئندہ باز گویند و عروب گذشتہ
 را فراموش کنند پر وے کار آرد۔

بہادر خان نے اصالت خان کے انتقال اور عبدالغفر خان ابن نذر محمد خان کے
 لشکر کشی کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو بھیجی جب شاہجہان نے یہ کیفیت سنی تو
 اورنگ زیب کو بہادر خان کی مدد کو بھیجا اور شاہزادہ موصوف کے

ساتھ علی مردان خان امیر الامرا اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بھی متعین کیا۔ آخر
 کو شاہزادہ لاہور سے رخصت ہو کر ۹ صفر کو پشاور آیا اور یہاں تین روز قیام
 کر کے سد ماہ پیشگی فوج کو تقسیم کی اور ۲۳ تاریخ کو پشاور سے کوچ کر کے ۸ ربیع الاول
 کو کابل میں داخل ہو اور یہاں بھی تین روز قیام کیا بعدہ بلخ و بدخشان کی طرف
 رخ کیا بہادر خان بلخ کی حفاظت شیخ فرید صاحب کے سپرد کر کے ایک گیس
 کے فاصلہ پر بلخ سے لڑائی کے انتظار میں پڑے ہوئے تھے کہ شہزادہ اور تنگ زب
 سلج جادی الثانی کو نواح بلخ میں پہونچا بہادر خان نے ایک منزل بڑھ کر نذر محمد خان
 کے پل کے کنارہ شہزادہ اور تنگ زب سے ملازمت حاصل
 کی اور اوزبک کے لشکر کی آمد اور قتل محمد کے پہونچنے کے متعلق کیفیت بیان
 کی اسی زمانہ میں نذر محمد خان والی بلخ بھی ایران سے مایوس ہو کر توران کے خد
 میں آچکے تھے اور قلعہ میمنہ کے لینے کی فکر میں تھے مگر جب اسنے قلعہ کشانی
 نہوسکی تو بیچارہ میں جا کر قیام کیا اور جب آنکویہ معلوم ہوا کہ بلخ میں بہادر خان
 نہیں ہیں دارالسلطنت سے باہر استظام کو گئے ہیں تو انکے مشیروں نے مشورہ دیا
 کہ بلخ کو لینا چاہیے نذر محمد خان نے یہ جواب دیا کہ اول تو بلخ کا لینا ہی مشکل ہے اور
 اوس سے زیادہ اسکا ہاتھ میں رکھنا دشوار ہے۔

شہزادہ یہ سب حال سن کر غرہ جادی الاول کو بلخ میں پہونچا مگر شہر میں نہ آیا شہزادہ
 اور تنگ زب بہادر خان کے قیام گاہ کے قریب اترادوسرے
 روز شہر میں گیا خواجہ عبدالغفار ابن خواجہ صالح اور خواجہ عبد الولی جو خواجہ محمد پارس
 کی اولاد و امجاد اور اکابر ان شہر سے تھے اور عبد الغفر بن خان نہیں خواجہ عبد الغفار

مرد تھانکو انعام و اکرام سے سرفراز کیا قلعہ دیکھا اور تین روز لشکر وغیرہ کی تقسیم تنخواہ میں مشغول رہا اسکے بعد لشکر آہستہ کیا کل بلخ کے لشکر کی سرکاری بہادر خان کے سپرد کر کے اونکو تمام لشکر کا مفت دستہ بخش کیا اور امیر الامرا کو اپنے واسنے جانب اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بائیں طرف مقرر کر کے لشکر کو اس ترتیب سے دشمن کے مقابلہ کو نکالا۔

بہادری الاول کو علی آباد ہوتا ہوا تھوڑا آباد جو فتح آباد سے ایک کوس پر ہے پہونچا اور صف آرائی کی اوزبک کی فوج نے ہر طرف سے جھوم کیا مگر وہ آگے نہیں بڑھتی تھی جو اس کی طرف جاتا تھا اس سے مقابلہ کرتی تھی بہادر خان مع اپنے رفقاء کے آگے بڑھ کر اوس سے مھر کہ آرا ہوئے اور غستان کی طرف سے امیر الامرا نے جھوم کیا جب شہزادہ نے یہ سنا کہ امیر الامرا کی طرف دشمن کا بہت لشکر جھک پڑا تو اُسے الہ وردی خان وغیرہ کو اسکی مدد کو بھیجا شاہنشاہ وغیرہ میں ہے کہ بہادر خان اور امیر الامرا اپنے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں سرگرم ہے کہ اوزبکوں نے اطراف لشکر کو حلقہ میں لیا چند ہزار سواروں نے قلب لشکر کی طرف جا کر بھید شوخی شروع کی بہادر خان نے اوس وقت بازار کارزار کو نہایت گرم کیا تھا اور امیر الامرا نے بھی اس گروہ کے ساتھ جنگ عظیم کی تھی ہر چند کہ علی مردان خان امیر الامرا نے اس روز داد مردانگی خوب دی لیکن

سلطان و بھوپا بدیع خیر اندیشان چنین مقرر شد کہ فوج قول بوجہ نصرت آمد و بادشاہزادہ کاہ گار منتظر را باید و بہادر خان با تمام

سپاہی کہ بھراہ او در بلخ بود بہراول بادشاہنامہ ۶۸۷

سلطان امیر الامرا و بہادر خان براہ اقتادہ از ہر طرف فوج از بکیہ خود را تا خبر داریشہ ان بہادر خان امیر الامرا جوق جوق اطراف لشکر تاختہ حلقہ واریان گرفتہ القصد و پانزدہ ہزار سوار از بکیہ را بار و دو خان سائہ شوخی از حد گنہ را نیندہ و بہادر خان

بہادر خان نے وہ رستمہ بہادری کی کہ تمام لشکرین شہر ت
 ہو گئی جسوقت امیر الامرا پر میدان جنگ تنگ ہوا ہے اسوقت
 بہادر خان خود غنیم سے لڑ رہے تھے مگر انھوں نے اتنا ہی شجاعت
 سے اپنے روبرو غنیم کا لشکر تھا اسکو پسپا کر کے امیر الامرا کی کمک
 کو پہونچے اور پھر اسکو مدد دیکر اڑیکو نکو آگے سے ہٹایا اور بادشاہ
 لشکر کو غلبہ حاصل کرایا جسپر تمام سادات و راجپوتوں نے
 بہادر خان کی لاجواب بہادری تحسین و آفرین کی بادشاہنامہ
 میں ہے کہ سعید خان بہادر ظفر جنگ جو بلخ میں بیمار پڑے تھے شہزادہ نے چاہا کہ انکو
 بلخ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دے مگر وہ انتہائے جوانمردی سے پڑے رہنے پر
 راضی نہوے اور لشکر کے ساتھ چلے آئے تھے انکی طرف سے بھی تو چٹانہ لگایا گیا تھا
 ہر بار دو تین ہزار سوار اڑیکو کے بادشاہی فوج کے ہر حصہ پر حملہ کرتے تھے اور ہر

تقریباً ۵۰۰ گرم کارڈاگشت از بکان پیش از خود برداشت سے شان بخاطر قیامت عید و بگردون را کہ فیضان و سپاہی ہن
 و جوشان جنگ بہرہ گزینہ بیدار جنگ و ہم جنگ تنگ بست میان و بگردون در آرد گردان و ہر چند علی مردان خان
 دران روز واد مردانگی داد لکن بہادر خان بدست فرو رفتن دران شیخون خود را بعد علی مردان خان رسانیدہ ازان عین خان
 واد کہ ہمہ سادات و راجپوت ہر بہادر خان آفرین گفتند۔ شاہنشاہ نارقلی صفحہ ۲۴۹

بہادر خان بہراولی امیر الامرا را بر افکار وسیع خان را بر افکار نمودہ توجہ مقابلہ عبدالغنی خان گردید بہادر خان ابانگروہ نبرد
 غنیم و پکیا وغیرہ داہر چند کہ علی مردان خان ابان واد مردانگی درادہ باوجود فرو رفتن آن طرف بہادر خان خود را برق کردار
 رساندہ بران گروہ زدہ باعث امیدمان بہادر خان گردید و افغان پہاڑوں شیر نبرد و دستار نمودہ پیش صد
 رے فوج از بکان ہستقامت ووزید صفحہ ۲۴۹ خانی خان۔

بادشاہی لشکر کے جو ائمہ بھی نہایت استقلال سے جواب دیتے تھے جب غیب
مغلوب ہوتے تو حسب عادت پیچھے ہٹ جاتے اور پھر چالاکی سے اگر مقابلہ کرتے
جب کئی بار ایسا اتفاق ہوا تو بہادر خان نے دشمنوں کو ایک گھر رکھ لیا
اور توپ و بندوق کی بارود کا نشانہ بنا کر بہت سے قتل اور
بہت سے زخمی کیے امیر الامرا نے بھی ملک والوں کی مدد سے دشمنوں
کو متفرق کیا ہر ایک حملہ میں دشمن ناکامی سے منہ پھرتے تھے بادشاہی لشکر قلعہ
کے خیمہ تک جو بیگ اوغلی کے پڑاؤ کے قریب تھا پہنچ گیا اور اسکا سامان و چوپے
چھین کر اطمینان و سلامتی کے ساتھ اپنے پڑاؤ میں آگیا۔ سعید خان بہادر جو بوجہ ضعف
کے بامین لشکر کی حفاظت کے لیے مقرر تھے اور سوار نہ ہوئے تھے انہوں نے اپنے
بخشی صادق بیگ اور جان خان ملازم کو چار سو پانسو جوان دیکر نہر کے کنارہ کھڑا کر دیا تھا
اور کہہ دیا تھا کہ ادھر سے تم دشمن کو نہ آنے دینا اگر وہ تھوڑی جماعت سے بھی تمہارے
پاس آجائیں تو تم انکے پیچھے نہ جانا اور اس راستہ کو خالی نہ کرنا اتفاق سے چند ازبک
ان جوانوں کے پاس آئے اور یہ اس فمائش کو فراموش کر کے انکے پیچھے بڑھ گئے وہ
کمر سے انکو ہٹا لیا اور جب یہ اپنے مقام سے دور ہو گئے تو ازبک گھائی سے نکل کر
اپر حملہ آور ہوئے اور یہ لوگ گھر گئے جب سعید خان کو یہ خبر ہوئی تو انہوں نے لطف اللہ خان
و خانہ زاد خان اپنے بیٹوں کو کچھ فوج دیکر ان احمقوں کی مدد کو بھیجا ان ہردو بھائیوں نے پہنچ کر
خوب حملے کیے اور کمال شجاعت سے مخالفوں کی جماعت کو متفرق کر دیا مگر وہ ظالم ایک دھڑلہ
کی پناہ میں آکر تیر و کمانیہ برسانے لگے اور یہاں پر بہادر خان کی فوج کے اور کوئی حصہ فوج
کا نہ تھا حالانکہ بہادر خان کے پاس تمام لشکر بلکہ موجود تھا اور تو سچا نہ بھی انکے پاس تھا

مکر خدا معلوم کہ کیا سبب ہو کہ بہادر خان نے انکی خبر نہ لی جب دشمنوں نے سعید خان کی طرف جماعت کم دیکھی تو بہادر خان کی فوج کی طرف سے منہ پھیر کر سعید خان کی طرف رخ کیا جب انکی طرف بہت ہجوم ہوا تو سعید خان کے جو انمردوں نے بھی خوب جان توڑ کھلے کیے اور قدم پیچھے نہ ہٹایا حتیٰ کہ بہت سے اشخاص کام آئے سعید خان نے جب حال دیکھا تو باوجود علالت و ناتوانی کے خود سوار ہوئے اور اپنی جماعت لیکر شیر کی طرح ان رو باہر نکلے اور لوہے پر چھپے اور نہایت مردانہ کھلے کیے اور بہت خاص چند اشخاص کو زخمی کیا اور چار دشمنوں کا کام تمام کیا آخر کار زخم کھا کر گئے اور انکے گھوڑے کا اگلا پیر ایک گڑھی میں جا نرا ہا اور سعید خان بہادر زین سے زمین پر گر پڑے لطف اللہ خان انکے فرزند

سعید خان ازشنید زخمی گردیدن پیران جہان چشم او تار یک نمود با کمال ضعف چون شیر خران خود را بہادر پسران کی کمک پر آمدہ بود نہ باور سیدہ استمداد از پدر نمود نہ رسیدہ مقابلہ از بکان پر داخت و جمیع اطراف پیران آن داشتند چند نفر بہت خود از ضرب شیر جانشان از پا دور و دور خیال پائے اسپ سعید خان سکندری خود و از زین جدا گشت در ان حال زخمی پیا پیہ دور رسیدند و باوصف رسیدن زخمی کاری و ضعف عارضہ جانی باز برخاستہ کاچار نفر صرف کہ ہتھیار کاری و ضعف بدور ساندہ بودند با تمام رسائی شاہنشاہ نامہ ۲۵۱۔

سعید خان کا خطاب چغتائی تھا احمدیگ کابلی کے فرزند تھے ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے انکے بزرگ تیرہ کے عہد سے امر اسے تھے جنکی دس پتین گزری تھیں یہ شجاعت اور حسن تدبیر دونوں باتوں میں یکساں سے روزگار تھے۔ سعید خان صوبہ دار کابل بھی رہے خا بنجان لودی کے اغوا سے جب کمال خان روہیلے افغانستان میں شورش برپا کی تو انہوں اسکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور نہ تنہا کر کے پانچ کوس بھیگائے لیگیے۔ اور جو قوت میں کابل کے خفیہ المذہب لوگ لشکر خان صوبہ دار کے خلاف عقیدہ سے بگڑے تو سعید خان نے یہ شعلہ فساد کا ہی ٹھنڈا کیا اور سرگروہ افغانوں کو لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر ازای منصب اور نوادش شہانہ سے مرفرا ہوئے سلسلہ میں صوبہ دار لاہور اور سلسلہ میں صوبہ دار قندہار کیے گئے انکا بیٹا خانہ زاد خان پنجاب کا منتظم کیا گیا ستمبر میں انہوں نے لطف اللہ خان اپنے فرزند کو اپنا نائب کر کے ملتان میں شاہ جہان کے حضور میں حاضر ہوا اور اسی منصب ہفت ہزاری پر پہنچے۔ جنگ ہفت روزہ از یک مین اور رنگ زیب کے ہمراہ ہسکا قلعہ پر تھریے کیا گیا ہے زخمی ہوئے اور اسے ہو کر حسب حکم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بہت کچھ تسلی اور احسانات شہزادہ

نہایت جو انفرادی سے لڑے اور زخمون سے چور ہو کر ہزار نیکنامی کے ساتھ شہید ہوئے اور انکے دوسرے بیٹے خانہ زاد خان بھی کثرت زخمون سے بیہوش ہو کر لکھوڑے سے گر پڑے جب شہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال سنا تو فوراً انکی مدد کو فیل سوار اور توپخانہ اور فوج بھیجی جب یہ فوج مدد کو پہونچ گئی اور اسنے مقابلہ کیا تو اوزبک منہ پھیر کر بھاگے لشکر کے لوگ خانہ زاد خان کو اٹھا کر پڑاؤ لے گئے مگر وہ کچھ رات گئے انتقال کر گئے جسوقت شہزادہ سعید خان کی مدد کو آیا ہے تو چار پانچ ہزار اوزبک بادشاہی توپخانہ کی طرف بڑھے اس عرصہ میں بہادر خان اپنے دشمنوں کو بھگا کر لشکر گاہ کو واپس آ رہے تھے اونہوں نے اس جماعت کو دیکھا اور اپنے آگے دھریا اوزبک نے یہ کیفیت دیکھی اور بھاگے۔ چونکہ تمام دن ہنگامہ جدال و قتال کا گرم رہا اور اب شام ہو گئی تھی امیر الامرا بھی بعد مغرب کے فتحندی سے واپس آچکا تھا اسلیے لڑائی سے ہاتھ روکا گیا اور لشکر نے تمام رات بیداری سے بسر کی۔

دوسرے روز جمادی الاول کو امیر الامرا کی صلاح سے بادشاہی لشکر دشمن کے پڑاؤ کی طرف بڑھا موضع پشالی جو آقچہ کے متصل ہے وہاں ازبکوں نے جمع ہو کر زیادہ شوخی شروع کی اسلیے بادشاہی بہادروں نے او دھرتو تہ کی اور اونکو پسپا کیا۔ ایک بار خنیم نے بادشاہی لشکر کے دائیں بائیں حصہ پر حملہ کیا اور ہراول فوج پر بھی چاکی بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل شام کام فرماے گئے اور صوبہ بہار کے ناظم کیے گئے اور ایک لاکھ روپیہ جو انکے بیٹوں کے ذمہ تھا وہ معاف کیا گیا مسلمین جبکہ صوبہ دار کا بل تھے ستر لاکھ میں انتقال کیا بادشاہ نے انکی موت کی خبر سن کر تاسف کیا اور دس لاکھ مغرت جنابا لہی میں مانگی انکے بائیس بیٹے تھے بڑا کنبہ تھا موضع تھے تازہ بیت دولت مند رہے انکے فرزندوں میں عبداللہ خان فتح اللہ خان وغیرہ تھے جنہیں بعض دو ہزاری منصب تک پہونچے۔

بہادر خان نے معہ اپنے ساتھیوں کے نہایت بہادری سے
 اونکا مقابلہ کیا بہت سے دشمن قتل ہوئے آخر کار مخالف
 میدان سے منہ پھیر کر بھاگے اس اثنا میں بیگ اور علی بادشاہی لشکر کے
 برابر آیا اور اپنے بھاگے ہوئے لوگوں کو واپس لایا اور اونکو ہراول فوج کے
 مقابلہ میں رو برو کر کے آپ معہ تمام لشکر کے امیر الامرا کے مقابل ہوا امیر الامرا
 اور اسکے ہمراہیوں نے بھی خوب ثابت قدمی کی شاہزادہ بھی لکک کو آگیا جب
 اس مرتبہ بھی ازبکوں نے غلبہ نہ پایا تو پھر بادشاہی لشکر کو حلقہ میں لیکر چاروں طرف
 سے حملہ کرتے اور بھاگتے تھے اس زمین میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ قلی محمد اور بیگ قلی
 معہ دیگر ازبکوں کے علی آباد کی طرف گئے اور سجان قلی معروف بہ قلعان معالیک لشکر کے
 آیا ہے اور گمان ہے کہ بلخ میں فساد برپا کرے اسلیہ شاہزادہ نے اس طرف سے
 بلخ کی جانب رخ کیا علی آباد میں پہلے ازبکوں نے ہراول فوج پر حملہ کیا بہادر خان سے
 جنگ ہو رہی تھی کہ دشمنوں نے لشکر کے سامان لوٹنے کا ارادہ کیا یہ خبر سنکر
 بہادر خان نہایت جلدی سے ان ڈاکوؤں کے سر پر
 پہنچ گئے اور سیکو مار کر بھگا دیا اس روز بھی نہایت شدت سے جدال
 و قتال کا بازار گرم رہا شام کی وقت لشکر نے پڑاؤ کی طرف رخ کیا سیدن سجان قلی بڑے
 ہجوم سے آکر اپنی فوج میں شامل ہوا۔

۱۳۔ جمادی الاول شب دوشنبہ کو عبدالعزیز خان دالی توران جو اپنے والد
 نذر محمد خان کی طرف سے پشتی حکومت پاچکا تھا ایک عظیم الشان اور کثیر لشکر کے
 ساتھ آیا اور پلنگنوش سے ملکیا صبح کے وقت شہزادہ نے بہادر خان کو لشکر

کا چند اول کیا یعنی فوج پچھلے حصہ کی حفاظت سرداری انکے متعلق کی اور تھکا
زور شور کے ساتھ مقابلہ و مجاہدہ کیا۔

۱۴۔ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر نے فیض آباد کے نواح سے مقابلہ کے لیے
جنبش کی اسروز تین فوجیں غنیم کی مقابلہ میں آئیں۔ عبد الغفری خان و سبحان قلی بیگ
اوغلی نے اپنی اپنی فوجوں سے حملہ کیا امیر الامرا کے ساتھ مقابلہ کا اتفاق ہوا امیر الامرا
نے خوب واد شجاعت کی دی۔ عبد الغفری خان کی فوج کے سپرا و کھڑ گئے۔

۱۵۔ جمادی الاول روز چار شنبہ کو تمام دن معرکہ آرائی رہی اسروز نیکنام خان او
انکے دیگر ساتھیوں نے خوب بہادری کو دخل دیا۔

۱۶۔ جمادی الاول روز پچھلے کو بھی محاربہ شروع ہوا مگر آج کے دن عبد الغفری خان
والی توران کی طرف سے دو سوار آئے کہ کچھ شہزادہ اور ننگ زیب سے عرض کرتا
ہے شہزادہ موصوف نے میر محمد امین کو اپنی طرف سے بھیجا اور دالی توران کی جانب سے
میرک شاہ جو امام قلی خان کا دیوان تھا پیغام لایا کہ عبد الغفری خان کہتے ہیں کہ ہم نے سنا
ہے کہ علی حضرت شاہجہان بادشاہ کا ارادہ پھر نذر محمد خان کے یہ ملک اہس کر چکا ہے
اگر یہ خیال صحیح ہے تو انکا فرزند سبحان قلی حاضر ہے شہزادہ نے اسکے جواب میں
کہلا بھیجا کہ میں یہ امر لکھ کر دریافت کرونگا جو کچھ علی حضرت حکم دینگے او سپر عمل کیا جائیگا
اب اسکے بعد پلنگتوش اور بیگ اوغلی پیام و سلام کو آنے لگے۔

۱۷۔ جمادی الاول روز شنبہ کو بادشاہی لشکر نواح بلخ میں آگیا اب اگرچہ لڑائی بھڑائی
نہیں ہوئی مگر اور یک ساتھ ساتھ چلے آئے۔

یہ بلخ کا محاربہ نہایت سخت تھا سات روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی

اور یہ معرکہ جنگ بہت روزہ اوزبک کے نام سے مشہور ہے پانچ
چھ ہزار غنیم کے لوگ اس میں مارے گئے اور پانچ چھ سو اشخاص بادشاہی لشکر
کے بھی کام آئے اس جنگ میں قریب ایک لاکھ کے دشمن کا لشکر تھا
اس جنگ میں کئی ایک غلطیان سرزد ہو گئی تھیں اول یہ کہ شہزادہ مراد بخش کا
بلا بند و بست ملکی کے بلج سے فوراً چلا آنا دوسرے بہادر خان کا نذر محمد خان کو تعاقب
کر کے نہ گرفتار کرنا تیسرے شہزادہ اورنگ زیب کا بلج سے باہر جا کر ٹھہرنا اگر شہر
کے قریب رہ کر شہزادہ لڑتا تو دوبارہ حفاظت کے لیے شہر آئینی ضرورت نہ پڑتی
اور سامان غیر ضروری شہر میں چھوڑ کر عید العزیز خان کے مفروض ہونے کے بعد پیریدہ
طور پر تعاقب کرنے میں آسانی ہوتی یا تو وہ گرفتار ہو جاتے یا اضطرابی میں رہا کرتے
کے وقت ڈوب جاتے اور تمام ملک ماورالنہر کا فتح ہو جاتا چار کروڑ روپے
اس مہم میں صرف ہوئے اور کچھ حاصل نہیں ہوا چونکہ آمدنی کے مقابلہ
میں وہاں کا خرچ زیادہ تھا اس لیے دوبارہ تاج بخشی کا ارادہ شاہجہان بادشاہ نے
کیا جب نذر محمد خان بلج کی طرف آئے شہزادہ اورنگ زیب کی طرف
سے بہادر خان نذر محمد خان کے استقبال کو گئے اس وقت نذر محمد خان
نے بجائے اپنے بھتیجے قائم کو بھیجا شہزادہ نے کچھ زرہ نقد اور پچاس ہزار من غلہ
جو قیمتی پانچ لاکھ روپے کا تھا نذر محمد خان کو دیا اور یہ ملک موروثی دوبارہ شاہجہان
بادشاہ کے حکم سے انکو بخش دیا اور وہاں سے ہندوستان کی طرف کوچ کیا
دوران حکومت میں شاہجہان بادشاہ نے بدخشان و بلج کی رعایا کے ساتھ
نہایت عدالت و فیاضی سے برتاؤ کیا اور نذر محمد خان والی ملک کے اہل و

عیال کو نہایت احترام کے ساتھ خاطر و مدارت سے همان رکھا اور خلعت عنایت
ساتھ واپس بھیج دیا۔ اور بیک قریب باش لوگوں کی مدد ہی مخالفت سے امیر الامرا کو وہاں کی صلو
داری نہ دی اور بجائے اسکے بہادر خان کو ملک بلخ کی حکومت سے سرفراز کیا
اور امیر الامرا کو علیحدہ رکھا جب شاہجہانی لشکر نے بلخ سے کوچ کیا تو تمام لشکر کی

سلاہ امیر الامرا کا نام علی مردان خان تھا یہ گنج علیخان کو کے بیٹے تھے وہ شاہ عباس ایران کے منصبدار و نہیں تھے جہانگیر کے
زمانہ میں قلعہ قندھار ۴۲ روز میں جب عبدالعزیز خان سے لیلیا گیا تو وہاں کے حاکم کیے گئے تھے مگر یہ وہاں کے قلعہ سے گر کر
مر گئے تھے بعد اپنے باپ کے علی مردان خان حاکم قندھار ہوئے جب یہ شاہ ایران سے خاںت ہو کر ہندوستان آئے
اور قندھار کا قلعہ شاہجہان کے حسب حکم سید خان صوبہ دار کابل کے سپرد کر دیا تو لاہور میں یہ شاہجہان بادشاہ
کی حضوری سے مشرف ہوئے۔ چھ ہزاری ذات و چھ ہزار سوار و علم و نقارہ اور حویلی عتقاد الدولہ کی نہیں متعلق
ہوئی اور اس شخص کے ہمراہی صاحب منصب کیے گئے اور ناموافقت اب ہو کر خیال سے علی مردان خان کو
صوبہ کشمیر کی حکومت دی گئی۔ سترہ سال میں جب یہ دار الخلافہ میں حاضر ہوئے تو ہفت ہزاری منصب و ہفت
ہزار سوار و صوبہ داری پنجاب خلعت سے سرفراز ہوئے اور بعد تبدیلی سید خان کے کابل کی صوبہ داری پر فتر
کیے گئے۔ سترہ سال میں انکو بمقام اکبر آباد امیر الامرا کا خطاب و رایک کر و دام اور عتقاد خان کی حویلی کہ اس سے
عالیشان کوئی عمارت امرا کی مدھی مرحمت کی گئی بعد ازاں کابل کو رحمت کیے گئے۔ سترہ سال میں بلخ و بدخشان کی کم
میں چین و اب بہادر خان بھی تھے متعین کیے گئے اور انھوں نے اس معرکہ میں بڑی بڑی کارنامیاں کیں
بعض کی تفصیل تذکرہ بہادر خان میں آچکی ہے۔ سترہ سال میں کابل سے اگر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے
سترہ سال میں مطابق سترہ سال کو ہمال کے مرض میں علی مردان خان نے انتقال کیا انکی نعش لاہور میں انکے والد کے
مقبرہ میں فن کی گئی ایک کرور روپیہ کا ترکہ چھوڑا جنہیں نقد و جنس دونوں چیزیں تھیں شاہجہان کے مزاج میں کل امر سے
زیادہ انہوں نے گھر کیا تھا اکثر بادشاہ مخاطب میں آنکویا و فادار کہا کرتا تھا لاہور میں شاہ نہرا انہوں نے دوسرے گھر
انکے بیٹے ابراہیم خان تھے جنہوں نے نہایت ترقی کی تھی دوسرے بیٹے کا نام عبداللہ بیگ تھا جنکو عالمگیر نے گنج
علیخان کا خطاب یا تھا امیر الامرا کا ایک بیٹا شاہ ایران نے حسب الطلب شاہجہان کو بھیج دیا تھا علی مردان خان نے شاہجہان
کی دعوت میں تلوٹگری طرزی اور بن سوانگری نقری معہ پیش کے مجلس میں کئی تھیں۔

چند اولی و نگهبانی بہادر خان کے سپرد کی گئی بہادر خان ان
دشوار راہوں سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ لشکر
کو واپس لائے جب بہادر خان ہندوکوہ کی کتل کے قریب پہنچے اول تو وہاں
نشیب فرمایا دشوار گزار تھا کہ خدا کی پناہ دوسرے طرف پہلو کہ وہاں برقیاری
شروع ہو گئی ایک رات اور دن کے دوپہر تک غنی برف ہرستارہا نہایت
مصیبت سے اونھوں نے لشکر کو نکالا انکی جفاکشی کا اندازہ صرف اسی امر سے
ہو سکتا ہے کہ اوس شدت برقیاری میں ایک شبانہ روز بہادر خان
کھڑے رہے۔

خان خانی خان شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ اٹلے راہ میں شمشیر خان رسد لائیکے لیے
گئے تھے چند اوزبک اگر اٹیر ٹوٹ پڑے اور مار ڈھاڑ کا شور بلند ہوا بہت سے
اونٹ گلے وہ چھین لے گئے اور اکثر لوگوں کو زخمی کیا جب بہادر خان نے
یہ خبر سنی تو جا کر انکو اس بلا سے نجات دلانی اور وہاں یہ انتظام
کیا کہ جب تک غور بند تک لشکر نہ پہنچے اور اوزبک قوم کی آبادی پڑے برابر
باو شاہی تھانے قائم رہیں جسوقت درہ غور میں لشکر پہنچا اور وہاں خزانہ شاہی
لوٹنے کے لیے سات ہزار اوزبک اور آٹھ نو ہزار اشخاص ہزارہ و قلمان و المان
ہر طرف سے جمع ہو گئے اور لشکر کے آگے اگر سدا رہے بر انگیزہ بہر جا
کہ لشکر نکلیے دگر دروے راہ صریحہ اونکے حائل ہوئیے آروفت بالکل بند ہوئی اور
اونھوں نے جان توڑ حکم کر کے بہت سامان لوٹ لیا اور خزانہ پر اگر ٹوٹ پڑا
نور الفکار خان و نور الحسن جو خزانہ کے محافظ تھے وہ زخمی ہو گئے جب بہادر خان

نے سنا تو وہ آئے اور انکو دفع کیا غور بند تک تین بار نہایت
 سخت مقابلہ ہوا جسوقت لشکر کتل ہندو کش پر پہونچا اسقدر خونین برف گر اوندھیر
 ہوا چلی کہ اونٹ گھوڑے بیل کثرت سے مر گئے کھراستدر چھایا کہ آدمی نہیں
 دکھلائی دیتا تھا شاہزادہ اور تک زیب نے یہ حال دیکھ کر لشکر کو
 چھوڑا اور بہادر خان کو اسباب و خزانہ و بھیڑ وغیرہ سپرد کی
 اور لشکر کی خبر داری اونکے ذمہ کر کے خود کابل پہونچا ایک روز
 شدید ہوا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ بہادر خان لشکر سے جدا ہو گئے اور راہ
 بھول گئے اور روز بہت سی بھیڑ اور بار برداری کے جا تو تباہ ہو گئے بہادر خان
 چند کوس چل کر ٹھہر گئے اور ذوالفقار خان کے آئینکا انتظار کرنے لگے کہ تینہن
 پھر ہزارہ کی جماعت آگئی اور خزانہ پر ٹوٹ پڑی عجیب ہنگامہ جنگ کا برپا ہوا تمام
 سردار پیادہ ہو کر خزانہ کے پاس آ گئے اور ستمانہ تو تر چلے گئے آخر ایک
 بڑی لڑائی کے بعد لوٹے پسا ہوئے اور جان بچا کر بھاگے اور خزانہ بھگیا مگر
 چار پانچ ہزار مویشی اور لشکر کی شاگرد پیشہ جماعت وغیرہ کو وہ اوڑالے گئے بہادر خان
 کو ہزارہ کے تعاقب کی فکر ہوئی جب ہزارہ نے یہ خبر سنی کہ بہادر خان پھیلے آتے
 ہیں اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے بعد ازاں بہادر خان کے سپاہیوں نے ہزارہ کے
 بھاگ جانیکے خبر سنی تو وہ اسباب اٹھا لے جب بہادر خان لشکر سے مل گئے
 تو انکی فرج نہایت تباہ حالی و پریشانی سے بعد کو پہونچی اکثر منصبدار پیادہ ہو گئے
 تھے ڈاکو رات دن آتے تھے اور جو کچھ پلتے تھے لیجاتے تھے بار برداری
 چانور اکثر ضائع ہو گئے تھے اور جو بچے تھے انہیں خزانہ لیجانیکی بالکل طاقت

نہیں رہی تھی اس لیے بہادر خان نے خزانہ کے صندوق کو توڑا اور انہیں سے پھیل
سکالین اور روپیہ شمار کر کے ہر ایک معتبر شخص کو سپرد کیا کہ انکو منزل تک پہنچاؤ
اور باقی اسباب کو دہلین چھوڑ دیا اہل ہزارہ روز آتے مگر خزانہ نہیں پاتے تھے ان
ڈاکوؤں سے اگرچہ تین چار بار جدال و قتال ہوا مگر ہر بار وہ ہسپا ہوئے۔

ماثر الامرا میں ہے کہ ذوالفقار خان چیکے متعلق خزانہ کی حفاظت تھی اور وہ باہر
کے ساقط ہو جانے سے اپنی جگہ پر رہ گئے تو بہادر خان نے اپنے اونٹ جس قدر کہ
باقی رہ گئے تھے انہیں سے اسباب تروایا اور خزانہ لدوایا اور قوم ہزارہ سے ہر جگہ
لڑتے بھڑتے اٹکو گوالی دیتے ہوئے شاہزادہ کے آنیکے چودہ روز کے بعد کابل
میں داخل ہوئے اور شرف حضوری سے مشرف ہو کر مورد تحسین و آفرین کے ہوئے
شدت برفت و شوریدگی ہو اور دشواری راہ سے دس ہزار جاندار جہنم قریب
نصف کے آدمی باقی لشکر کے جانور تھے ہلاک ہو گئے بہت سا اسباب و
کے نیچے دب گیا۔

بہادر خان نے اگرچہ اس جنگ اوزبکیہ میں کہ وہ مورد ملخ سے اعداد میں زیادہ
تھے اپنی مردانگی و بہادری سے ایسے ایسے کار نمایان کیے کہ جنگی چار سمت عالم
میں شہرت ہو گئی لیکن بعض مخالفین حاسدین نے شاہجان بادشاہ کے دل میں خللا
واقعیہ باتیں جائیں۔ نذر محمد خان کے تعاقب میں امکانہ جانا سعید خان کی مدد کو نہ پہنچا
قصداً انکی بے پرواہی پر معمول کیا گیا اور تیس لاکھ روپے کا نقصان انکے ذمہ
عائد کیا گیا اور اسکے معاوضہ میں انکی جاگیر جو قنوج و کالپی تھی ضبط کی گئی باوجود
اس مشقت شاقہ کے انکو آرزوہ خاطر اور شکستہ دل کیا گیا اخبار محبت

میں لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان کے ساتھ یہ برتاؤ صرف چشم نمائی کی غرض سے تھا چنانچہ چھ مہینہ کے بعد انکی تنخواہ و جاگیر سب بحال کر دی گئی اور جو روپیہ کہ متصدیوں نے انکے ذمہ نکالا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا۔

بہادر خان کی جاگیر کی ضبطی کیوہ جسے انکے خاندان میں تو اتر کے ساتھ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بلج و بدھشان کی مہم میں بہادر خان نے کسی موقع پر شاہزادہ اورنگزیب کو چند کلمات سخت کہہ دیے تھے اور شاہزادہ نے اپنے باپ شاہجہان سے انکے اس امر کی شکایت کی تھی اسلئے بادشاہ نے انکی جاگیر وغیرہ ضبط کی کہ آئندہ کسی امیر کو شاہزادہ کی شان میں گستاخی کی جرات نہ رہے۔

سلطنت شاہجہانی میں جب پہلے بار قندھار کی مہم پیش آئی تو بہادر خان شاہزادہ محمد اورنگزیب بہادر کے ہمراہ پیچھے گئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اس قلعہ کے حصار کا محاصرہ کر کے دروازہ مالوری کے روبرو مورچہ لگایا تھا کہ ۱۹۔ رجب ۱۰۵۸ ہجری کو ضیق النفس کے مرض میں بہادر خان نے انتقال کیا قندھار کے واقعہ نگار نے لکھا اور شاہجہان بادشاہ کی سماعت میں آیا کہ بہادر خان جو افغانان تہور پشیشہ اور پیشقہ مان کا رطلب سے تھے قضاے طبعی سے راہی آخرت ہوئے یہ فقرہ بحسنہ تلخیص خانی خان کے صفحہ ۲۳۹ سے نقل کر کے یہاں پر تحریر کیا جاتا ہے۔

وازد واقعہ فوج قندھار بھروسہ رسید کہ بہادر خان از افغانان تہور پشیشہ و پیشقہ مان کا رطلب بود باجل طبعی رحلت پایاے سفر آخرت گردید۔

لکھا ہزارہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خان وزیر عظمیٰ نے بہادر خان کی فوج سے
دو ہزار سوار جو ہر ایک کا رگزار و اطاعت شعار تھا اپنی سرکار کے لیے منتخب
کر لیے اور علی قدر مراتب انکی ذات کے لیے منصب و ماہوار مقرر کر دیا باقی تخت
پٹھانوں کو دیگر امرانے لیا شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کے بڑے
فرزند دلاور خان کو جو اس وقت پندرہ برس کے تھے ہزاری منصب پانسو سوار
سے سر بلند فرمایا اور باقی دیگر چھ فرزندوں کو جو خیر و سال تھے علیحدہ علیحدہ منصب
عنایت کیے اور سوائے ہاتھیوں کے جملہ مال و سامان انکے بیٹوں کو مرحمت کیا
ماثر الامرا میں لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان نے بادشاہی کاموں میں اس قدر جانفشانی
و غیر خواہی کی کہ جو کچھ شاہجہان کے ولین انکے باپ دریا خان کی طرف سے خاجان
خان لودی کے اغوا سے غبار پڑ گیا تھا وہ بالکل بچ ہو گیا۔

مگر بہادر خان کو ہمیشہ اس امر کا فسوس رہا کہ میں نے اپنا انتقام بجا پوریوں سے نہ لیا
کیونکہ بجا پور پر دوبارہ لشکر کشی کا موقع انکے ہاتھ نہ آیا۔

بہادر خان کے متعلق یہ روایات بھی مشہور اور بعض رسائل میں بھی درج ہیں
کہ دریا خان کے قتل کے بعد جب بہادر خان شاہجہان بادشاہ کے حضور میں حاضر
ہوئے اور انکی ٹھہری دریا خان کے منہ سے نکلی تو اس وقت شاہجہان نے کمال
مکرم سے فرمایا کہ بہادر خان تمہارا باپ دریا خان خاجان لودی کو رباطن کے قریب
میں آکر مارا گیا لیکن اب میں تیرا باپ ہوں بہادر خان آکھو میں آنسو بھر لاسے
اور بادشاہ کا شکریہ ادا کر کے عرض کیا کہ جو کچھ قسمت میں لکھا تھا پورا ہوا لیکن اب
یہ میرے چھوٹے بھائی اور خاجان کی اولاد حاضر ہے اور بقیہ تصور ہے ان سبکی

پرویش کا مین فیل ہوا ہون میری خاطر سے علحضرت ان سبکی جان بخشی سن رہا مین
چنانچہ حسب التماس سبکی جان بخشی فرمائی گئی اور خطاب چغتای سے جو خاص خاندان تھیو
کا لقب تھا اور اس وقت تک کسیکو دیا گیا بھی نہ تھا نواب بہادر خان کو سرفراز
کیا اور علاوہ خلعت و انعام کے چغتائی خطاب کی رعایت سے ایک شاہزادی
بھی بہادر خان کے نکاح میں دی گئی۔

بہادر خان کی تنخواہ معہ ماتحت فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تھی
اور اس کے متعلق انکو قنوج و کالپی کی جاگیر دیدی گئی تھی۔
ہر ایک پنہزاری منصب کے امیر کی شاہجہان کے عہد میں ہی تنخواہ ہوتی تھی
چنانچہ اسبارہ میں بادشاہنامہ کے صفحہ (۵۴۳) میں یہ عبارت درج ہے۔

و شد احمد کہ درین دولت خدا داد ابد مدت ازل بنیاد بند ہاے
کہ منصب پنہزاری ذات و پنہزار سوار دو اسپہ سپہ اسپہ سرفرازند
ہر کدام بست و پنج لک روپیہ می باید۔

اور مواضعات محال وطن جو انعام اہمقا میں شاہجہانپور کے متعلق بادشاہ نے
انکو عنایت کیے تھے وہ علاوہ تھے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ان مواضعات
سے بھی حاصل ہو کرتی تھی خلعت و انعام بادشاہی سے وقتاً فوقتاً عہدہ مالامال
ہوتے رہتے تھے۔

بہادر خان نے عین جوانی میں بہر حلت کی ہی صرف ۳۲ برس کی عمر تھی حسب وصیت
قندھار سے انکی نعش شاہجہانپور لائی گئی اور بہادر گنج میں دفن کی گئی راقم بھی

۱۵ اقربائے نعش اور اہل بیت ساندند شاہنامہ صفحہ ۸۵

مقبرہ میں فاتحہ خوانی کی غرض سے گیارہ بیسیر انکی قبر سنگ مرمر سے بنی تھی مگر ۱۸۵۷ء کے غدر میں توڑ ڈالی گئی اب صرف اینٹوں کا شکستہ نشان مقبرہ کے اندر بنا ہوا ہے گنبد نہایت عالی شان ہے۔

انکی پیدائش کو زمانہ سن ۱۷۵۷ء بتلایا جاتا ہے سن ۱۷۷۷ء میں جب کہ بیس برس کے تھے منصب ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوئے بیس برس ملازمت کی شاہجہان بادشاہ نے انکی رحلت کی خبر سنی تو نہایت فسوس کیا اور جان نثاری کی تعریف کی انکی وفات کا مادہ داغ جان کسی اساتذہ نے نکالا ہے جسکو نواب غلام حسین خان شاہجہانپوری نے نظم بھی کیا ہے راقم نے بھی ازراہ حساب انکی رحلت کے متعلق یہ قطعہ موزون کیا ہے۔

مایہ فخر خان	ہمد و جان نثار شاہجہان
موجب ناز قوم بانی شہر	رفت از دہر سوے باغ جنان

این مظفر برائے سال وفات
گفت عالی ہم بہادر خان

نواب بہادر خان کو شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور خود بھی موزون طبع تھے ایک غزل انکی تصنیف درج ذیل کی جاتی ہے جس سے انکا اہل علم ہونے کے ساتھ صاحب قلم ہونا بھی ثابت ہے میدان نظم میں قلم کے نیزہ سے شجاعت کے جوہر کو فصاحت کے استعارہ میں خوب چمکایا ہے۔

ترک سر کردن بمیدان شیوہ زندان بود	مشکل است این کالین پیش مرد آسان بود
یر نہ گردنم ز دشمن دے در میدان جنگ	میکنم جنگ جدل گردستم و ستان بود

ہر کہ از کفار روز جنگ روگردان بود	روے او از قبلہ برگردد بوقت ہر نماز
پیر برآمد بر تنم صد تیراگر پران بود	قوت بازو شود اندر مصاف اندر خم تیر

اے برادر در جہان ہر باغ دارد میوہ
میوہ در باغ بہاؤ خیر و پیکان بود

نارنگی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر خان میں اخلاقی خوبیاں بھی
مثل شجاعت سخاوت اطاعت اولوالعزمی قومی ہمدردی وغیرہ کے نہایت اعلیٰ درجہ
کی تھیں جو حقیقتیں کہ انسان کو بلند پایہ پر پہنچاتی ہیں وہ سب بدرجہ کامل کیونکر موجود
نہ ہوتیں شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی تمام عمر مجاہدست و مصاحبت میں ایسے تھے
اسلیے شاہانہ آداب تہذیب کے رنگ میں ڈوب گئے تھے انکی امارت کے یادگار میں کثر
عمار تین جا بجا موجود ہیں جنکا تذکرہ شاہ آباد و شاہجہانپور کی آبادی میں آچکا ہے قلعہ میں
حضرت شیخ کبیر بالا پیر صاحب کے مقبرہ پر چلی عرفہ سے سنگین کتبہ اس کتبہ عالی در
زمان دولت نواب معلی القاب بہادر خان بن دریا خان افغان
غوریہ خیل داود زئی عمارت پذیرفت تحریر ہے۔ اگر ناموری میں باپ ریا تھا تو
لیاقت و شہرت میں بیٹا سمندر تھا بہادر خان کی تصویر جو صلی ہو اور وہ مصور کے
ہاتھ کا کھینچا ہوا مرقع آج تک موجود ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت
متین و سنجیدہ انسان تھے افغانی و ولایتی قدر و قامت اسپر فوجی لباس دہلی کی
ہند ب وضع نہایت مشین صورت معلوم ہوتی ہے۔

بہادر خان کی اولاد میں صاحب ماثرا لامر نے سات فرزند لکھے ہیں غالباً انکو
تین چھوٹے بچوں کا نام نہ معلوم ہو سکا اور خانی خان شاہنشاہنامہ میں انکے

چار سو سال بچوں کا یومیہ بادشاہ کی جانب سے مقرر ہونا تحریر ہے مگر نواب محبت خان نے اپنی تاریخ محبت میں جو اس خاندان کے محقق رئیس مصنف تھے ذاتی وقتیت سے دس فرزند لکھے ہیں اور ہر ایک کے علاوہ علیہ نام تحریر کیے ہیں جنکو بہادر خان کی اولاد بھی صحیح مانتی ہے اور فرزندوں کے اسماء یہ ہیں۔

دلاور خان۔ غیرت خان۔ بختیار خان۔ اختیار خان۔ مظفر خان۔ دلیر بہت خان۔ رنست خان۔ حسین خان۔ فتح خان۔ عزیز خان۔ انہیں دلاور خان نے جو انحرگ انتقال کیا۔ نواب عزیز خان نے بہت کچھ ترقی کی امکان ذکر علیہ مرتب کیا گیا ہے فتح خان کے بارہ میں شمس العلماء مولوی ذکا، اللہ صاحب تاریخ ہندوستان کی جلد نہم صفحہ ۹۸ میں لکھا ہے کہ فتح خان داروغہ توپخانہ جو بہادر خان کے فرزند تھے محاربہ فرخ سیر اور جہاندار شاہ میں موجود تھے دلیر بہت خان رنست خان غیرت خان غیرہ اپنے عم نامہ اردلیر خان کے ہمراہ مہات بنگالہ و دکن وغیرہ میں موجود رہے ہیں اور خوب خوب بہادری کو دخل دیا ہے جسکا تذکرہ تاریخ میں موجود ہے راقم نے غمنا جا بجا ذکر تحریر کیا ہے۔ نواب بہادر خان ان ہر دو پسران کو نواب لیر خان کی لڑکیاں منسوب تھیں۔ نواب لیر خان نے اپنے بھائی نواب بہادر خان کے مرتبے بعد کل ترکہ اپنے بھتیجیو پر حصہ مساوی تقسیم کر دیا تھا۔

بہادر خان کے ہم منصب سترہ اشخاص تھے جنہیں بعض خاندان شاہی کے اعزہ اور بعض ارکان سلطنت اور بعض راجہ اور نامی گرامی امرا تھے دو شخص ہنزاری منصب کی انکی حیات میں انتقال کر گئے تھے جنکی جگہ پر انکی زندگی میں کوئی میر منصبدار نہیں ہوا تھا نواب بہادر خان کی اولاد العزیز و ثروت انکی تعمیرات سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو

انھوں نے اپنے عہد حکومت میں جا بجا عمارات بنوائیں قنوج وغیرہ کی عمارت کا ذکر
 اوپر تحریر ہو چکا ہے مکن پور میں جو نواب صاحب نے حضرت شاہ مدار صاحب کی درگاہ
 کے متعلق مکانات بنوائے اسکا حال تاریخ مکن پور میں بھی درج ہے جسکا ترجمہ لکھا جاتا ہے
 والان تہ خانہ نمبر ۱۰ یہ عمارت پتھر کی ہے شاہ جہان بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی ہے نواب
 بہادر خاں شاہ جہاں پوری نے جو حضرت شاہ مدار کے معتقدوں سے تھے بنوائی ہے
 کتبہ میں یہ قطعہ کندہ ہے ۵ بر آستانہ مہر سپہیں نقین پد مدار عالم و علم و عمل ربیع الدین
 بعد شاہ جہان بادشاہ دین پرور پد کہ شد ز لطف ہمیش جہان بر آئین پد باعقاد دلالت
 بہادر خان پد کشید سر فلک این عمارت سنگین پد بحشم اہل نقین این مقام محمود است
 کہ گفت حضرت عیسیٰ فلک بحبل متین۔ اس دالان کے علاوہ اور مکانات بھی درگاہ
 کی چار دیواری کے اندر نواب بہادر خاں نے بنوائے ہیں کتبہ بھی انپر چسپان ہے مگر کندہ
 ہو جانے سے حروف پڑھ نہیں جاتے دیکھو صفحہ (۱۶۰) تذکرہ اہل نقین۔

نواب بہادر خاں کے منصب کے متعلق بھی تاریخ مکن پور مذکور میں مضمون درج ہے کہ وہ ہفت
 ہزاری منصب کے امیر تھے اور نواب صاحب مدوح کی اولاد بھی اس بات پر زور دیتی ہے
 کہ وہ ہفت ہزاری تھے چونکہ راقم کی نظر سے جو تاریخ سلاطین تیموریہ گذرین ان میں انکا منصب
 پنجہزاری تحریر ہے مکن ہے کہ بادشاہ نامہ کی تحریر کے بعد وہ پنجہزاری سے ہفت ہزاری
 منصب پر پہنچے ہوں اور جس طرح کہ چغتای خطاب بادشاہ نامہ میں درج ہوئی ہے چھوٹا
 سی طرح ماثرا لامرا وغیرہ میں ہفت ہزاری منصب تک پہنچنا لکھنے سے رہ گیا ہو۔ کل
 شاہ جہانی سلطنت کا روزنامہ یا مکمل تاریخ ہو راقم کو دستیاب نہیں ہوئی اور اسوجہ سے
 علم نہ ہو۔ واللہ اعلم۔ نواب ضمیر حسن خان صاحب تحصیلدار جو نواب بہادر خاں صاحب کی

اولاد میں ہیں وہ ہشت ہزاری منصب کے ثبوت میں یہ عبارت تاریخ مکن پوری پیش کرتے ہیں۔ نواب احمد خان شاہجہاں پوری اپنی تاریخ انھار لہجہ میں انکا منصب شہزاد ہزاری لکھتے ہیں۔ نواب بہادر خان کہ بعد شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ صوبہ الہ آباد کا پلوی و قنوج و بھادر گڑھ و شاہجہاں پور و قنہار و ملتان صوبہ اودھ وغیرہ وغیرہ بود منصب ایشان ہفت ہزاری و خطاب عمدۃ الملک چغتیا خان بہادر بود نام اصلی لے سر ابدال خان لدوریا خان سکونت بنوں پیشاور میداشت روسا شاہجہاں پور افغانان از نواح کابل و پیشاور اندر بعد شاہجہان بادشاہ بمعیت نواب بہادر خان در شاہجہاں پور آباد شدند الخ۔ دیکھو تہ کمرۃ المتقین فی احوال خلفائے حضرت سید بیچ الدین صاحب مدار مطبوعہ مطبع عزیز می کا پتہ پور۔

نواب بہادر خان شیخ آدم نبوی کے موبد اور نہایت خدا پرست دیندار و خوش اعتقاد تھے۔

ملہ خواجہ سید آدم نبوی قدس سرہ حضرت شیخ احمد مدنی کے خلیفہ اعظم ہیں آپ کی پیدائش حضور سرور عالم صلی علیہ وسلم کی عنایت سے ہوئی والد آپ کے سید اور والدہ قوم کی چٹانی تھیں مادر زاد لکھنؤ تھی ضعیفی سے آپ کو قرآن شریف حفظ ہو گیا تھا اور جامع کمالات شریعت و طریقت کے تھے ہزاروں طالبان حق آپ کی توجہ سے صاحب لایت ہو گئے ایک ہزار سے زیادہ طلبہ روزمرہ آپ کے لشکر سے کہنا پاتے تھے سترہ برس تک لاہور شریف آکر اور تین ہزاروں افغان و سادات آپ کے ہمراہ تھے مخالفین شاہجہان بادشاہ کے خیالات خراب کیے اور بادشاہ نے نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کو بھی اور لکھنؤ و ایدہ جانیکا پیام دیا آپ نور قادریہ کی قیدی ہو کر تین سو سترہ برس کے متعلق تھے واپس گئے اور پھر تین چلے گئے بہت سی کامیابی آپ کے پاس تھیں ایک لکھنؤ میں سید علی علی گڑھی کے صاحبزادے تھے دیر نہ ہو میں جب روضہ نبوی کے دربار کو گئے تو روزانہ روضہ مقدس کی کہلیا تھا اور ہر دو دست مبارک جو اس وقت مآب معلم کے مرقدہ میں آ رہے تھے وہ صاف کاشف و پاکو حاصل ہوا کل حاضرین آپ کا شاہد کیا تھا ۱۳۱۰ شوال ۱۲۸۰ھ میں بمقام مدینہ منورہ آپ نے وفات فرمائی اور جنت البقیع میں تدفین فرمائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔ باوی حق فخر آدم مادہ رحلت ہی

فتح جنگ خان

یہ ذکر یا خان کے فرزند اور نواب لیر خان کے چچا زاد بھائی تھے ذکر یا خان صاحب عسکری
اور دیگر اوصاف میں نہایت نامور اور مشہور زمانہ ہوئے فتح جنگ خان نے اپنی
کوشش و پامردی سے شاہجہان بادشاہ کے عہد میں ہزارہی ذات اور
ہشتصدی سوار کا منصب جو انکے چچا عثمان خان کا تھا حاصل کیا
حالانکہ انکے باپ و چچا بھی بہت ذی توقیر تھے مگر یہ ان دونوں سے بڑھ گئے
سلج شاہجہانی میں یہ تونڈ پور میں جو خاندیس کے متعلق اور بالاکھاٹ کے قریب ہو
فوجدار مقرر ہوئے اسکے بعد چوڑھ کی فوجداری پر کہ یہ مقام بھی صوبہ خاندیس کے
متعلق ہے سرفراز ہوئے۔ فتح جنگ خان بڑے خوش وضع اور ذی حوصلہ انسان
تھے امیرانہ ٹھانڈ رکھتے تھے انکی شان و شوکت اور ساز و سامان انکے منصب سے بڑھا
ہوا تھا ہمیشہ کشادہ پیشانی سے داد و بخش کیا کرتے تھے باوجودیکہ بڑے فرزانہ اور شہمنہ
تھے مگر نرمی و تواضع مزاج میں اسقدر تھی کہ اگر کسی ادنیٰ شخص سے بھی انکا کوئی کام
پڑتا تو اسکے گھر جا کر اسقدر تواضع کرتے کہ لوگ متحیر ہو جاتے تھے اور اپنے خاندان
کنیہ پروری کی صفت میں تو کوئی انکا نظیر نہ تھا اور تمنداری و فہری کی قابلیت میں
شہرہ آفاق تھے انکے بھائی بھتیجے اگرچہ وہ ہر طرح لائق و فائق تھے مگر انھوں نے
انکی ہر ایک امر کی خبر گیری کا بار اپنے بازوئے ہمت پر اٹھالیا تھا۔

اور تاک زریب ایام شاہزادگی میں جبکہ ملک دکن کا ناظم تھا انھوں نے
اسکی خدمت میں بڑی رسائی پیدا کی اور وہ انکو بڑا خیر خواہ و معتمد جانتا تھا۔

جس نامہ میں کہ قلعہ بدر اور قلعہ کلیان کی مہم پیش آئی تو اورنگ زیب اس مہم کے لیے
 انکو اور میر ملک حسین کو کہ کو تعینات کیا جب یہ دونوں قلعے فتح ہو گئے تو یہ قلعہ کلیان پر
 متعین ہوئے اس قلعہ کو فتح جنگ خان نے جا کر کھڑے کھڑے لے لیا
 سکے بعد جب شاہ جہان علیل ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر سلطنت کیلئے دکن سے
 دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت فتح جنگ خان بھی مع اپنے بھائی بندو تک
 شاہزادہ کے ہمراہ تھے ہر باہنور سے آگے بڑھ کر اورنگ زیب انکو خانی کے خطاب
 سے سربلند کیا اور جب ہمارا جہسونت سنگھ کی شکست ہوئی اور عالمگیر نے فتح پائی اور اس
 پہلے معرکہ داراشکوہی میں انھوں نے نہایت کار نمایان کیں تو عالمگیر نے بجائے فتح خاتمے
 فتح جنگ خان کا خطاب یا اور علم و نقارہ اور دو ہزار و پانصدی
 ذات اور دو ہزار و پانصد سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا
 سکے بعد جب ورننگ زیب اور داراشکوہ کا مقابلہ ہوا ہے تو اس محاربہ میں انھوں نے
 نہایت جانبازی اور دلاوری کو دخل کو دیا اور اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی۔
 سکے صلہ میں پانصدی ذات اور پانچ سو سوار کا اضافہ کر کے سہ
 ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کی سرداری سے سربلند کیا اور
 اسکے علاوہ بیس ہزار روپیہ نقد بھی عنایت کیے۔
 ہمیشہ مدعیان سلطنت کے محاربہ میں یہ عالمگیر کے شریک ہے چنانچہ جب جنگ

۱۷۰۰ فتح و فتح جنگ خان کو کرمت نقارہ و علم و اضافہ پانصدی منصب ہزار و پانصد سوار سربلند گشتہ صفحہ ۷۷
 عالمگیر نامہ جنگ جسونت سنگھ از طرف داراشکوہ۔

۱۷۰۱ فتح جنگ خان باضافہ پانصدی پانصد سوار منصب ہزار سوار باہی گشتہ عالمگیر نامہ صفحہ ۷۸
 فتح جنگ خان بہت ہزار روپیہ و زبردست خان سکندر خان ایچ پنج ہزار روپیہ عطا شدہ صفحہ ۱۲۸ عالمگیر نامہ بعد فتح جنگ داراشکوہی

اچھوہ میں سلطان شجاع کو شکست ہوئی اور اسکے تعاقب کو معظم خان خانان کو بھیجا گیا
 تو اسکی فوج کے مقدمہ تکبیش فتح جنگ خان مقرر ہوئے اس شکری
 ہراولی میں خانموصوف نے بڑی کارگذاری و جوانمردی دکھلائی بسلسلہ جلوس
 عالمگیری میں خانخانان اکبر نگر سے سونی کی طرف جو جاگیر سے چودہ کوس کے فاصلہ
 پر ہے روانہ ہوا تو اسے لشکر کے نامور بہادر و نکو انتخاب کر کے کشیون میں ٹھہرا کر دیا
 کے دوسرے کنارہ کی طرف جدھر مخالفوں کا مورچہ تھا بھجوا یا ہنوز ہندو شتھان شتی
 سے اترنے پائے تھے کہ دشمن سے لڑائی چھڑ گئی اور غنیم کے جنگی بیڑے نے انکو کر
 گھیر لیا اکثر نا تجربہ کار لوگ تو بغیر لڑے پھڑے بھاگ گئے مگر حیات خان مخاطب
 زبردست خان جو فتح جنگ خان کے بھائی تھے اور وہ اپنے چند قتل کے ساتھ
 ایک کشتی میں سوار تھے اگر مخالف سے مقابل ہوئے اور سخت حملہ کیا مگر قتل
 بہتے لوگ قتل اور زخمی کیے اور خود بھی ایک زخم گولی اور دو زخم تھپڑ کے کھائے مگر
 لڑتے اور بھڑتے ہوئے دشمنوں کی گھس گئے اور ایسی ثابت قدمی ظاہر کی کہ دشمنوں کو
 پسپا کر دیا شہباز خان اور شریف خان جو فتح جنگ خان کے لائق بھائی تھے
 اور رستم خان و رسول خان جو خانموصوف کے بھتیجے تھے انکے علاوہ اور دیگر اعزہ
 و تابعین جو دوسری کشتی میں سوار تھے ہنوز وہ اترنے بھی نہیں پائے تھے کہ دشمن کی فوج
 نے انپر حملہ کر دیا اور اپنے مست ہاتھی سے بھی مقابلہ کرایا ان جوانمردوں نے شیر کی طرح
 ہاتھی سے مقابلہ کیا مگر شہباز خان کو ہاتھی کے دانت سے ایسا صدمہ
 پہونچا کہ وہ ہلاک ہو گئے اور رستم خان و رسول خان بھی دشمنوں کی
 جماعت سے لڑ کر کام آئے اسکے بعد اہتمام خان بھی قتل ہوئے اور اکثر خانموصوف

کے ہمراہی جو زخمی ہو کر بیکار ہو گئے تھے دشمنوں نے انکو گرفتار کر لیا۔
 بعد ازاں جسوقت خانخانان نے نالہ سے عبور کر کے شہزادہ شجاع کے لشکر پر حملہ کرنا چاہا
 تو اسوقت لشکر کی محافظت ذوالفقار خان کو اور ہراولی فتح جنگ خان کے سپرد کی گئی
 اسوقت پٹھانوں کے دو ہزار سوار تھے جنہیں فتح جنگ خان کے اعزہ زبردست خان
 دلاور خان نیک نام خان۔ لودیان۔ وغیرہ اشخاص موجود تھے ان ہراول پٹھانوں نے
 دریائے اتر کر غنیمت سے مقابلہ کیا اور ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کو بھگا دیا اور جب نالہ
 لشکر پہنچا تو معلوم ہوا کہ شجاع نے کمال سرسنگی سے فرار کیا ہے اس خبر کو سنکر فتح جنگ خان
 معہ فوج ہراول کے تعاقب کے لیے بلا تحقیق روانہ ہو گئے اور اسلام خان بھی مع اپنی فوج
 کے دفعہ ہو چکے حالانکہ خانخانان انکو ممانعت کرتا رہا مگر یہ اپنی تیزی و دلیری سے
 نہ ملنے جب نالہ دو کا جی تک پہنچے تو وہاں مخالفت کی فوج مقابلہ کو تیار ہوئی۔ فتح
 جنگ خان اور اسلام خان نالہ پر گھوڑوں کی باگین کھینچ کر کھڑے ہو گئے تھے کسیکو مجال کے
 جانیکی نہ تھی اس عرصہ میں خانخانان معہ ذوالفقار خان و فدائی خان کے آگیا اور
 بادشاہی لشکر اور غنیمت سے خوب لڑائیاں ہوئیں۔ اور جب مخلص خان فوجدار اکبر نگر کے
 مقرر کیے گئے ہیں اسوقت فتح جنگ خان و زبردست خان بھی معہ ہزار سوار و سکنے
 انکے پاس متعین کیے گئے تھے۔ جب سلطان شجاع کی شکست ہو گئی اور فتح جنگ خان
 بنگالہ سے دارالسلطنت آئے اور بادشاہ عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوئے تو پیشگاہ شاہی
 سے انکو خلعت مرحمت ہوا اور اضافہ منصب سے سرفراز کیے گئے چونکہ عالمگیر نامہ میں جو امر
 کہ ہم بنگالہ سے بعد فتحیابی کے حاضر حضور ہوئے انکی خلعت وغیرہ سے سرفرازی تحریر ہے
 تفصیل نہیں کی ہے اسلیے محل ہی لکھا گیا۔ بعد واپسی بنگالہ کے چونکہ دکن کی تعیناتی

پر دلدادہ تھے اسلئے عالمگیر نے فتح جنگ خان کو ازراہ دلجویی ملکی فوج میں مقرر کر کے دکن بھیج
 اسکے بعد جب بجا پور کی مہم پیش آئی تو راجہ جیسنگ اور نواب دلیر خان کے ہمراہ تعینات
 کیے گئے اور انھوں نے اس معرکہ میں کمال مردانگی دکھائی بعض واقعات ہم تذکرہ
 دلیر خان میں تحریر کر آئے ہیں اور مختصر طور پر بعض محاربے یہاں پر لکھے دیتے ہیں جسوقت
 بادشاہی لشکر اہل دکن کے مقابلہ کے لیے آراستہ ہوا تو لشکر کا بایان فتح جنگ خان
 کی ماتحتی میں دیا گیا اور انکے اعزہ حسن خان عبدالرسول خان وہ بھی ہمراہ تھے جب
 حوالی بجا پور میں یہ خبر آئی کہ پانچ کوس کے فاصلہ پر غنیم کا لشکر پڑا ہوا ہے اسوقت
 فتح جنگ خان مع چند سرداروں کے انکی گوشمالی کو روانہ ہو گئے مگر جب وہاں پہونچے
 تو مخالفت وہاں سے مفروض ہو چکی تھی ناگاہ ہر صہ میں دھوکا دیکر غنیم کی فوج بادشاہی لشکر
 کے پیچھے آگئی اسوقت فتح جنگ خان نے کیرت سنگھ کو اپنا رفیق بنایا اور نہایت
 بہادر سے مقابلہ کیا اور جدال و قتال کر کے دشمنوں کو بھگا دیا اور سرخروئی حاصل کی۔
 جب بادشاہی لشکر اطراف بجا پور میں پہونچا تو ایک ٹھکانا قیامت ناکت واقعہ پیش آگیا
 کہ فتح جنگ خان کے بھائی سکندر خان مخاطب صلابت خان راجہ جیسنگ
 کے لشکر سے ملنے کے لیے قلعہ پر نیدہ کی طرف سے آ رہے تھے چار کوس قلعہ سے
 آگے بڑھے ہونگے کہ شہزادہ خان مہدوی کو انکے آئینکی خبر مخبروں سے معلوم ہو گئی تو
 اسنے کہلا بھیجا کہ یہاں آکر ہم سے ملاقات کریں سکندر خان نے بمقتضائے راستبازی
 یہ جواب دیا کہ ہماری تمھاری ملاقات کا موقع تو میدان جنگ میں ہے شہزادہ خان یہ
 جواب سنکر معہ چھ ہزار سواروں کے انکے سر پر آگیا سکندر خان بچارہ کے ساتھ کل
 ایک سو سوار تھے جنہیں چالیس سوار انکے ماتحت تھے اور ساٹھ سوار انکی رفاقت میں

پر نیدہ سے آئے تھے جب دشمن کے نزدیک آئے تو وہ ساٹھ سوار جو ان کے ساتھ آئے
 تھے جدا ہو گئے مگر سکندر خان کو شجاعت اور سپاہگہری کی غیرت دمنگیر ہوئی اور انھوں
 نے دشمن کے گروہ سے متھ پھیرنا گوارا کیا اور کمال دلاوری و مردانگی سے مع اپنے
 چالیس سواروں کے جو سب ایک دل تھے گھوڑوں سے اتر پڑے اور نہایت جان بازی سے
 مقابلہ کیا اور بہتے ان نامرد و نکو تلواریں کے گھاسے اتار دیا آخر کار اپنا نقد جان بھی
 نثار کر دیا اور سب شہید ہو گئے سکندر خان کا بیٹا معہ اور دو شخصوں کے زخمی ہو کر
 میدان جنگ میں گر پڑا تھا اسے دشمن اٹھا لگئے اور شولا پور کے قلعہ میں بھیج دیا۔
 جنگ جیسا پور میں لکیر و زشام کی وقت نواب لیر خان راجہ جیسنگہ دشمنوں کو سپاہ کے پراد
 کی طرف آ رہے تھے کہ فتح جنگ خان کا ہاتھی صدمہ بان سے زخمی ہو کر پیچھے گیا تھا
 اور پریشان پھر رہا تھا شرزہ خان اور خواص خان وغیرہ نے موقع پا کر اس ہاتھی کو
 پہاڑی سے بازہ دیا جب راجہ صاحب موصوف کو اس بات آگاہی ہوئی تو وہ فوراً اپنی
 تھوڑی جماعت پہاڑی پر پہنچ گئے جب مخالفوں نے دیکھا کہ راجہ کیساتھ آدمی تھوڑے
 ہیں تو ہاتھی چھوڑ کر وہ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور راجہ صاحب کے لڑنا چاہا اس عرصہ میں
 فتح خان اور کیرت سنگھ بھی پہنچ گئے اور اس گروہ پر بجلی کی طرح گرے اور بہت سے
 نامرد و نکو مار کر خاک پر ڈال دیا اور ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا جب غنیم بھلے کے تو ایک
 کوس ان کا تعاقب کیا اس جنگ میں راجہ بھی باوجود اس وقار اور سرداری کے
 چاروں طرف اپنے اہل لشکر کے پاس پہنچتے اور خوب بہادری کے جوہر دکھاتے رہے
 تاثر الامرا میں لکھا ہوا ہے کہ فتح جنگ خان کا ہر ایک بھائی بھی شجاعت و بہادری
 میں بی نظیر اور ذی عزت تھا پر گنہ جامیزہ جو خاندیس کے متعلق ہے وہ فتح جنگ خان کی

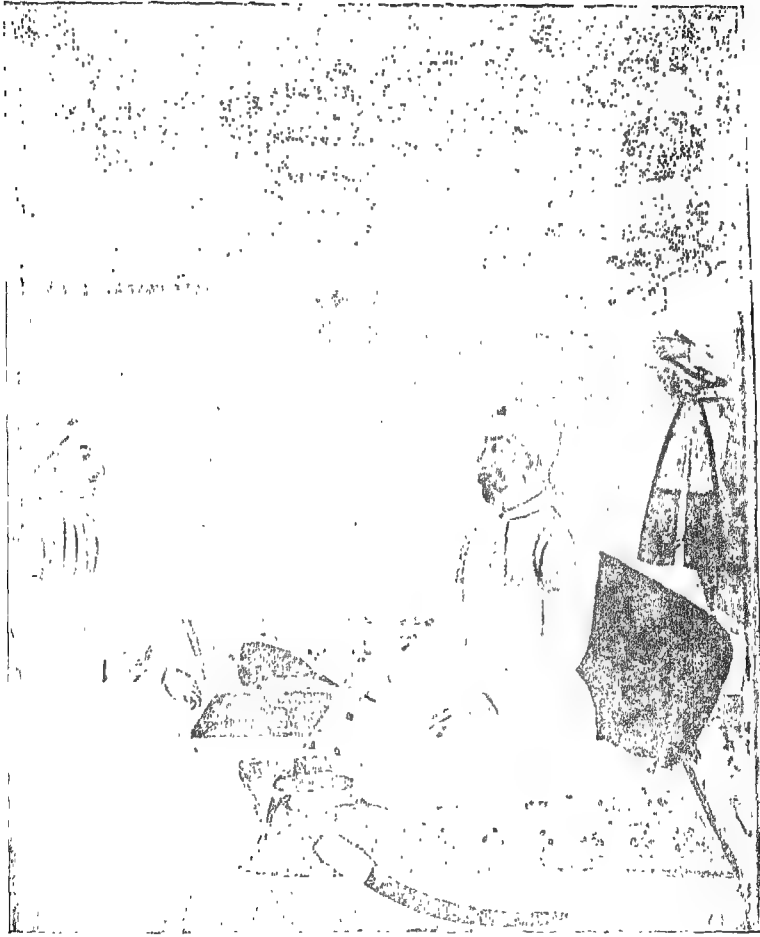
[illegible]

1

8

1

1
2
3
4
5
6
7
8
9
10
11
12
13
14
15
16
17
18
19
20
21
22
23
24
25
26
27
28
29
30
31
32
33
34
35
36
37
38
39
40
41
42
43
44
45
46
47
48
49
50
51
52
53
54
55
56
57
58
59
60
61
62
63
64
65
66
67
68
69
70
71
72
73
74
75
76
77
78
79
80
81
82
83
84
85
86
87
88
89
90
91
92
93
94
95
96
97
98
99
100
101
102
103
104
105
106
107
108
109
110
111
112
113
114
115
116
117
118
119
120
121
122
123
124
125
126
127
128
129
130
131
132
133
134
135
136
137
138
139
140
141
142
143
144
145
146
147
148
149
150
151
152
153
154
155
156
157
158
159
160
161
162
163
164
165
166
167
168
169
170
171
172
173
174
175
176
177
178
179
180
181
182
183
184
185
186
187
188
189
190
191
192
193
194
195
196
197
198
199
200
201
202
203
204
205
206
207
208
209
210
211
212
213
214
215
216
217
218
219
220
221
222
223
224
225
226
227
228
229
230
231
232
233
234
235
236
237
238
239
240
241
242
243
244
245
246
247
248
249
250
251
252
253
254
255
256
257
258
259
260
261
262
263
264
265
266
267
268
269
270
271
272
273
274
275
276
277
278
279
280
281
282
283
284
285
286
287
288
289
290
291
292
293
294
295
296
297
298
299
300
301
302
303
304
305
306
307
308
309
310
311
312
313
314
315
316
317
318
319
320
321
322
323
324
325
326
327
328
329
330
331
332
333
334
335
336
337
338
339
340
341
342
343
344
345
346
347
348
349
350
351
352
353
354
355
356
357
358
359
360
361
362
363
364
365
366
367
368
369
370
371
372
373
374
375
376
377
378
379
380
381
382
383
384
385
386
387
388
389
390
391
392
393
394
395
396
397
398
399
400
401
402
403
404
405
406
407
408
409
410
411
412
413
414
415
416
417
418
419
420
421
422
423
424
425
426
427
428
429
430
431
432
433
434
435
436
437
438
439
440
441
442
443
444
445
446
447
448
449
450
451
452
453
454
455
456
457
458
459
460
461
462
463
464
465
466
467
468
469
470
471
472
473
474
475
476
477
478
479
480
481
482
483
484
485
486
487
488
489
490
491
492
493
494
495
496
497
498
499
500
501
502
503
504
505
506
507
508
509
510
511
512
513
514
515
516
517
518
519
520
521
522
523
524
525
526
527
528
529
530
531
532
533
534
535
536
537
538
539
540
541
542
543
544
545
546
547
548
549
550
551
552
553
554
555
556
557
558
559
560
561
562
563
564
565
566
567
568
569
570
571
572
573
574
575
576
577
578
579
580
581
582
583
584
585
586
587
588
589
590
591
592
593
594
595
596
597
598
599
600
601
602
603
604
605
606
607
608
609
610
611
612
613
614
615
616
617
618
619
620
621
622
623
624
625
626
627
628
629
630
631
632
633
634
635
636
637
638
639
640
641
642
643
644
645
646
647
648
649
650
651
652
653
654
655
656
657
658
659
660
661
662
663
664
665
666
667
668
669
670
671
672
673
674
675
676
677
678
679
680
681
682
683
684
685
686
687
688
689
690
691
692
693
694
695
696
697
698
699
700
701
702
703
704
705
706
707
708
709
710
711
712
713
714
715
716
717
718
719
720
721
722
723
724
725
726
727
728
729
730
731
732
733
734
735
736
737
738
739
740
741
742
743
744
745
746
747
748
749
750
751
752
753
754
755
756
757
758
759
760
761
762
763
764
765
766
767
768
769
770
771
772
773
774
775
776
777
778
779
780
781
782
783
784
785
786
787
788
789
790
791
792
793
794
795
796
797
798
799
800
801
802
803
804
805
806
807
808
809
810
811
812
813
814
815
816
817
818
819
820
821
822
823
824
825
826
827
828
829
830
831
832
833
834
835
836
837
838
839
840
84



نواب عزیز خان جفا

جاگیر میں تھا اور اس طرف کے اکثر مواضع انکی زمینداری میں تھے موضع پیری
کو جو فروا پور سے آٹھ کوس پر برہانپور کے اٹلے راہ میں واقع ہے خانہ صوبے اپنا وطن
قرار دیا تھا اور اسکو آباد کیا تھا انکی اولاد بھی اسی جگہ آباد تھی تاج خان انکے فرزند
جو نہایت صاحب عزت اور باوقار تھے عالمگیر کے آخر عہد تک زندہ رہے اسکے بعد
جب سلاطین تیموریہ کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور امورات مملکت میں بے انتظامی ہو
ہوئی تو وہ موضع انکی جاگیر سے نکال لیا گیا اور انکے خانہ کے اعزاز میں گئی کے آثار شروع
ہو گئے مگر زمینداری کی حیثیت سے اسپرنگے ورثا قابض رہے تھے الہ داد خان جو
فتح جنگ خان کے داماد تھے وہ قصہ منگلور شاہ بدر الدین میں سکونت گزینے لگے اور اپنی
عویلی کا دروازہ نہایت عالیشان تعمیر کرایا تھا جنہیں انکی اولاد آباد تھی۔

نواب عزیز خان بہادر چغتیا ہفت ہزاری

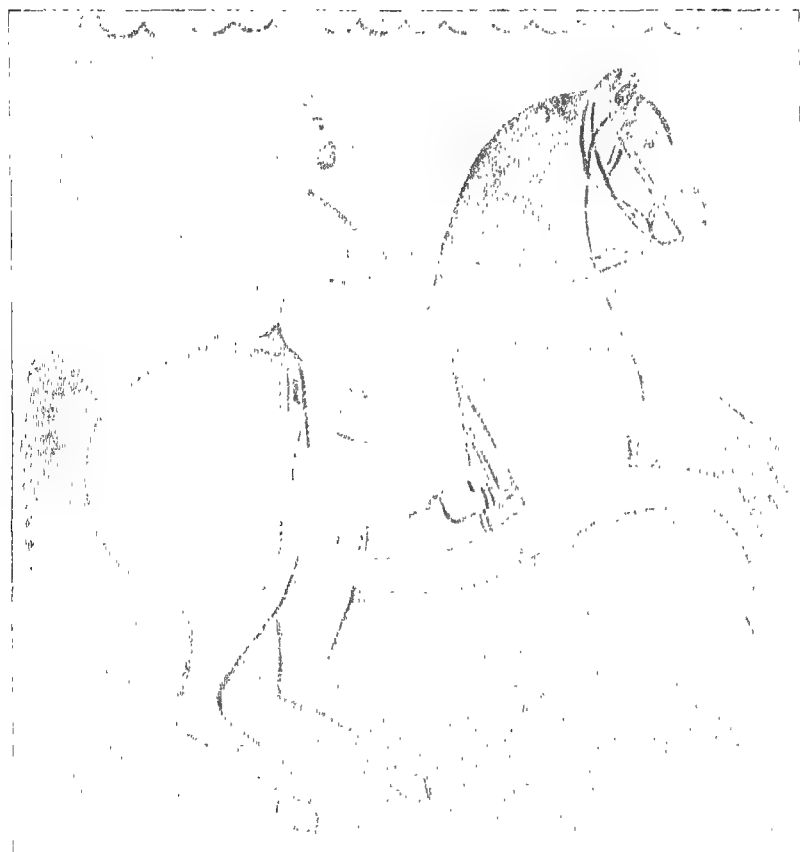
آپ نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے فرزند اور نواب لیر خان بانی شاہ آباد کے داماد
و بھتیجے تھے بڑے مہذب نہایت مدبر شجاعت میں مشہل ہوئے نواب بہادر خان کی اولاد میں
جس قدر انکو عروج ہوا اسیکو نصیب نہوا یہ ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار دوا
سہ اسپہ کے منصب کو پہونچے اور صوبہ دار بنی کہ آباد پور سر بلند ہوئے انھوں نے بڑے بڑے
سر کیے عالیشان عمارتیں بنوائیں چنانچہ جامع مسجد شاہجہانپور انھیں کی تعمیر کرائی
ہوئی ہر قدرت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ ذرا ذرا سی یا تو سپر لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالے

نواب عزیز خان داماد لیر خان امرنگ عالمگیری بعد محمد شاہ بختیار شاہ ہزاری بہ عہدہ داری البراراد سر فرزند بود

وبعد از ان عزیز خان رکن کین سلطنت و رفیق سلطان معز الدین بود۔

چنانچہ اسکی بھتیجی نواب بن الدین خان جو حقیقتاً یا بخوف انکے آوارہ اور دلوانہ بن گئے تھے
اور جابجا اعلانیہ طور پر بدزبانی کرتے پھرتے تھے جب ان سے یہ ناخوش ہو گئے تو اسوقت
دولاکھ روپیہ صرت کر کے اور بادشاہی وقایع نگاروں کو ہوا کر کے تاریخ فرخ سیری
انکا نام نکلوا دیا۔ نواب عزیز خان کی تصویر سے بھی شان شوکت امارت کے آثار پائے جاتے
ہیں۔ قسمت کے دنیاوی جاہ و چشم پانیکے ساتھ انکو عمر بھی بڑی ملی تھی اور تازہ لیست زمانہ برابر
موافق رہا شاہجہان بادشاہ کے عہد سے محمد شاہ کے عہد تک یہ زندہ رہے اور نگنہیب
عالمگیر محمد معظم شاہ عالم الخاطی بھادر شاہ معزالدین جہاندار شاہ سلطان فرخ سیر محمد شاہ
بادشاہ انکی قدر و منزلت کرتا رہا اور خوش نصیبی سے کوئی انقلاب انکے خلاف نہوا اور
ہر ایک بادشاہ انکے موافق رہا۔ بعد انتقال نواب بہادر خان کے خود شاہجہان بادشاہ
نے جسکو نواب بہادر خان کی اولاد سے وجہ انکی قدیمی رفاقت کے بہت انس تھا انکو
مشغف ماہوار سے سرفراز کیا تھا۔ نواب صاحب صوف شاہجہان بادشاہ کے سلطنت
میں بمقام دہلی پیدا ہوئے اور روایت یہ مشہور ہے کہ انکی ماں خاندان شاہی کی لڑکی
تھیں جو شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کے قتل کے بعد نواب بہادر خان کو خطاب چھتا
مرحمت فرمائی کہ وقت نکاح میں دی تھی۔ کتاب ہمارا البحر میں انکا نام صاحبہ خاتون لکھا
ہوا ہے۔ اس خاندان کے اشخاص یہ روایت مستند سمجھتے ہیں مگر بعض لوگ اس میں اختلاف کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ انکی ماں قوم کی بھجانی تھیں بلکہ بعض لوہانی قوم کی بتلاتے ہیں اسکا علم
بہر کیف یہ شاہجہان بادشاہ اور عالمگیر کے مقرب تھے یہ عہد عالمگیری میں اپنے شباب کو

۱۔ عزیز خان ازبک عداوت ازبکین الدین خان داشت دولک روپیہ خرچ نمودہ سعی فراوان کردہ وقایع نویسان را بہو
ساختم ازابتدائے تا آخر نام و نشان غیر خواہی و جانفشانی زمین الدین خان دیگر سپہان و خارج کنندہ لہذا نام آہندہ و تاریخ
سنج سیری مندرج نیست یہ اخبار محبت ۔



نواب عزیز خان

پہونچے اور شجاعت کو ہر دکھائے جب قلعہ و انکڑہ انھوں نے عالمگیر بادشاہ کے ساتھ
جا کر فتح کیا ہو تو اورنگ زیب عالمگیر نے اضافہ منصب کے ساتھ انکو آبائی خطاب چغتائی بھی
محرمت کیا تھا چنانچہ صمام الدولہ شاہنواز خان بی کتاب باثر الامرا میں لکھتے ہیں کہ
کے اڑپسران بہادر خان عزیز خان بہادر بہت کہ بسال چل ہوسم
عالمگیری در محاصرہ و انکڑہ مصدر تردد شدہ و بحر محرمت افزایش لفظ
چغتائی در خطاب سرمایہ افتخار اندوخت۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انکو پیشگاہ بادشاہی سے بہادری کا خطاب بھی عطا ہوا تھا کیونکہ
جب تک خانی یا بہادری کا خطاب نہیں ملتا تھا نام کیساتھ کوئی شاہی مولخ یا لفاظ نہیں لکھ سکتا
تھا۔ اس خطاب کے متعلق مائر عالمگیری کے صفحہ ۱۵۸ میں محمد ساقی الخطاب بہستہ خان شاہی
منشی قنطراہ نے کہ عزیز خان بہادر روہلہ بک برکت افزایش لفظ چغتائی کہ خمیر یہ
سرافرازی بہادر خان پدرش بود زیب و اذین نجت و دولت افزو۔
اور یہ بھی یہی کتاب کے صفحہ مذکورہ بالا میں تحریر ہے کہ اسوقت عزیز خان کا منصب ہزار و
پانصدی تھا پانصدی کا اور اضافہ کر کے عالمگیر نے سہ ہزاری منصب پر سرفرازی
کیا اہل عبارت یہ ہے عزیز خان بہادر چغتائی اصل دو ہزار و پانصدی
اضافہ پانصدی یافت۔

انکے بعد تیسری یہ ترقی پاتے رہے اور محمد شاہ کے عہد میں ہفت ہزاری منصب کو پہونچ گئے
قلعہ و انکڑہ جسکی فتح میں انکو اپنے ہمچشمین شاہی نسل کے خطاب سے سرفرازی چل ہوئی تھاکہ
مختصر حال یہ ہو کہ یہ قلعہ بمقام سکر ایک کوہ کے دہن میں واقع تھا اسکے زمیندار پیچم نامک نے
جب عالمگیر کے خلاف تانا شاہ کو مدد دی تو عالمگیر نے اسپر عتاب کر کے یہ قلعہ چھین لیا

اور اسکے بھتیجے سے پر یا کو دیدیا سے قلعہ کا حصار وغیرہ مستحکم کیا اور چودہ ہزار تیرا اندازہ
 اور چار پانچ ہزار سوار فراہم کر کے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کر لیا اور بادشاہ سے باغی ہونے
 اسکے بعد جب بادشاہ پوتانہ کے قلعوں کی تسخیر کو گیا اور ساڑھے سات مہینے سہڑت قیام
 رہا تو اس باغی کے فساد اور تمردی کی روزِ خبریں آتی تھیں اس لیے اورنگ زیب نے قلعہ
 واکتھر کی تسخیر کا ارادہ کر دیا اور وہاں مع لشکر کے پہونچ کر ایک کوس کے فاصلہ پر خمیہ
 لگایا امر افوج لیکر قلعہ کشائی پر مصروف ہوئے ایک روز صبح کو محمد امین خان بہادر و قلیچ خان
 فیروز جنگ اور عزیز خان بہادر بطریق طلایہ کے سیر کرتے ہوئے ایک پشتہ پر جو
 لال ٹیکری کے نام سے مشہور تھا اور وہاں کچھ قلعہ جو کا بھی ہوا تھا پہونچے اور سچا گھنٹی
 مخالفت کی جماعت تھی سبکو تہ تیغ کیا اور اس پشتہ پر مورچہ چال قائم کر نہیں مصروف ہوئے
 اس عرصہ میں دشمن حصار سے نکلے اور بہر طرف سیل بلا کی طرح پستی و بلندی پر پہونچے
 اور ہجوم کر کے بادشاہی بہادر و پیر نرفہ کیا ان جو انہروں نے بہادری کی شرط کو خوب

۱۔ سحر گلچے چون قلیچ خان بہادر و محمد امین خان بہادر و عزیز خان بہادر وہاں فرصت ہو یاں پشتہ لال ٹیکری کو نیندہ انگشتش
 کو نشانیان پس ستوہ متصرف شد نہ روم شراوان خبر یا ختم ہجوم آوردند و پشتہ گیر انرا از سنگ باریان آفت محال اقامت نہ اندہا
 پانہا ز قابو پیادہ بندی کردہ بودند تاثر عالمگیری صفحہ ۳۹۹۔ محاربات عظیم بیان آمد و از ہر دو طرف جمع کثیر شہید و کشتہ و زنی
 سیکر وید نہ تا آنکہ روز سے وقت طلوع نیز غلیم محمد امین خان و چین قلیچ خان بہادر و عزیز خان روہلہ و خلاص خان میانہ کشت
 و قابو چو یان بطریق اللہ اطراف سیری نمودند بر پشتہ کہ لال ٹیکری شہرت داشت و پارہ سر کو بہ حصار آن معمورہ بود جلوت
 رسیدہ جمع از ہر قندازان را کہ نگاہبان آن مکان بودند بضر شمشیر و نیز بچہ فرستادہ از پیش برداشتہ بقدر مورچہ چال قائم ہو
 تردد رستمانہ بظہور آوردند تا پنج خانی خان قلی صفحہ ۴۱۳۔ و از طرف دیگر ذوالفقار خان بہادر و عزیز خان روہلہ و متفرقا
 شان وغیرہ حملہ آوردند جنگ مصعب واقع شد زمانہ شور و محشر گردید جمعے از ہر دو طرف کشتہ و شہید گشتند و بہادران
 بکملہ ہاسے متواتر ابتدا پشتہ کہ بالاسے آن بازار بودہ بدست آوردند و مورچہ چال قائم نمودند و آن بدیشان رو بفرار آوردند
 و کوہ نور دان زیادہ از یکا کردہ تعاقب نمودند و بسیاریاے کفار غلظت تیغ گشتند و زخمی گشتند و لاواران بر فراز کوہ برآمد
 نزدیک دروازہ نشان فتح برداشتند شاہنشاہ نامتہ علی صفحہ ۴۱۲۔

اداکیا مگر کوئی فائدہ نہوا جانتان گولون کے اولے برس رہے تھے اور قیامت ناک
 لڑائی ہو رہی تھی اس اثنا میں مہر امین خان کے گھوڑے دو دن پانوں و قلع خان
 کے گھوڑے کا اگلا پیرا ڈگیا دونوں امیر پیادہ ہو کر خدا کا شکر بجالائے کہ ہماری جان
 تو بچ گئی۔ اس مہم میں بڑی بڑی مصیبتیں پیش آئی تھیں بادشاہ دشمن کی بد عہدی سے
 وہو کا کھا کر گھر گیا تھا ایک روز گولہ اس مقام پر قصداً جا کر اسے قیام کیا تھا کیونکہ وہ ملک
 کے ولین عرصہ سے آرزو تھی کہ کسی جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوں مگر اپنے اپنے
 سینوں کو سپر بنا کر دشمنوں کا ایسا مقابلہ کیا کہ ایک قیامت برپا کر دی تھی اس جنگ
 میں بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک شقہ لکھ کر بخشی الملک و القار خان نصرت جنگ
 کے پاس اس مضمون کا کہ لے یا رمی دہ بیکسان زود خود را برسان بھیجا تھا
 اور انکو اورنگ آباد سے بلایا تھا اور بجائے و انکر کے قلعہ کا نام رحمن بخش کھا گیا
 اس معرکہ میں نواب عزیز خان نے بڑی بہادری کو دخل دیا تھا اور فتحیابی کے
 صلہ میں خطاب و ترقی منصب و عزت و نیکنامی سے سربلندی پائی تھی۔

تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ نواب عزیز خان بہادر بڑے بیدھڑک اور دریدہ

سلطہ و وقتیکہ مورخ حال بزرگوں فرخ سیر نوشتہ و ہم سرداران پائے تخت چہا ہندوچہ از کیر ہنر و رضامندی خود داشت نمودہ
 مگر وہ کس کے ارادے نواب نظام الملک دیکرے نواب عزیز خان خود ہانکر دہ عزیز خان جواب صاف دادہ و بر و سید عبداللہ خان
 و سید حسین علیخان بر ملا گفت کہ اے حاضرین مجلس آگاہ شوی کہ من ملازم سلطانی و تابع تاج و تخت ہندوستان ام و از یک مدت
 مدید بزرگامجد و پدر من مراتب عمارت یافتہ و ماخوذ از عہد شاہجہان بادشاہ تاسلطان فرخ سیر پچہا ہاں آل حضرت تلمور دیدہ و نمک
 خوردم و از روزیکہ انقلاب خان جہان بودی و دریا خان افغان غیاثیل معہ ہزار کس بکھنوی در محاربات قبول رسید و پچہا کس
 از اسناد و سپہر شاہجہان خان سپہر چندان در دریا خان جان بخشی یافت و بیعت شاہجہان نمودہ از ان روز تا امروز پچہا
 قصورے در کار بادشاہی از ملک حرامی ویا ورجاسباری ویا گاہے پشت در محاربات ندادہ کہ اہمیت کہ در محبت و حیات
 از من کندیکہ خود ہمراہ بیان خود سرداران موجودہ پائے تخت را در ملک حرامی آوردن چہ مناسب معاذ اللہ تا وقتیکہ
 بندہ و سلطان فرخ سیر سلامت ست این سپاہے تابع امر و دست ہر چہ او حکم نماید بجا آرد و دیگر کلام زبان گفت و بر تاخت
 در دل عبداللہ خان اندیشہ گذشت ہر یکے غیر غواہان بہ بہانہ باطراف مملکت پرانگندہ ساخت ۱۲۔ از اخبار محبت

اور صاف گو تھے سردار بھی حلقوں سے نہیں رکتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال الہیک
واقعہ بیان کیا جاتے ہیں حسین علیخان اور عبداللہ خان سادات بارہہ جو امورات
سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے اور بادشاہ گرمشہور تھے جب انھوں نے فرخ سیر
بادشاہ کی معزولی کی صورت حال لکھی اور فرخ سیر کو مقید کرنا چاہا تو مختصر تمام اراکین دولت
سے دستخط کر لے مگر صرف دو شخصوں نے اس صورت حال پر اپنی مہرین نہ کیں ایک انہیں
نواب نظام الملک آصفیہ اور دوسرے نواب عزیز خان یہاں در تھے جب نے اب صاحب
موصوف سے سادات بارہہ نے اس امر کے بابت کہا ہے تو نواب عزیز خان نے سردار
حسین علیخان و عبداللہ خان سے یہ تقریر کی کہ اے حاضرین مجلس آگاہ ہو کہ میں ملازم
سلطانی تاج تخت و تاج کا ہوں مدت دراز سے میرے بزرگوں نے امارت پائی زمانہ
تور الدین جہانگیر بادشاہ سے میرے مورث دربار میں حاضر ہوئے اور خود میں شاہجہان
بادشاہ کے عہد سے سلطان فرخ سیر کے عہد تک پانچ بادشاہ خاندان تیموریہ کے دیکھے
اور انکا نام لکھا یا انقلاب مانہ سے جب خانجہان خان لودی اور دریا خان ایک نذر
لیجیدی افغان کیساتھ قتل ہوئے اور صرف پانچ شخص انہیں سے بچے تھے جنہیں دوسرے
خانجہان خان کے اور تین سپہ میرے جدا نام دریا خان کے تھے جنکی جان بخشی شاہجہان
بادشاہ نے کی تھی اور جسروز سے انھوں نے شاہجہان بادشاہ سے بیعت کی اسروز سے
آج تک کوئی قصور اسے بارگاہ شاہی میں سرزد نہیں ہوا اور نہ کسی نے کبھی کسی معرکہ میں
پیٹھ دکھائی کون ایسا شخص ہے کہ جو مجھ سے کوئی بیجا درخواست پیش کرے نا جائز مطلب
حاصل کر سکتا ہو خود اور نیز پائے تخت کے دوسرے سردار و نونامک حراموں کے زمرہ میں منسلک
کرنا یہ نہایت نامناسب بات ہے معاذ اللہ جتیک بندہ زندہ ہے اور سلطان فرخ سیر سے

یہ سپاہی اسکے حکم کا تابع رہیگا جو کچھ وہ حکم صادر کرے گا سب اسی قسم کے دوسرے کلمات بھی نواب صاحب ممدوح زیبا پیر لائے اور طول طویل تقریر کر کے دربار سے اٹھ آئے۔

عزیز خان بہادر جب تک سلطان معز الدین تخت نشین ہوا اسکو سلطنت کا وارث جانتے رہے اور اسکی اطاعت کرتے رہے اسکے بعد فرخ سیر حقدار و مالک سلطنت کا قرار پایا تو اسکے خلاف کارروائی و سازش نمک حرامی سمجھے۔ سادات بارہہ کے دلیمن اسی دن اس کے خاندان کی طرف سے مخالفت کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اسید وجہ سے انھوں نے جتنے خیر خواہ سلطان فرخ سیر کے تھے سب کو پائے تخت سے ہٹا دیا تھا کسی کو جاگیر پر بھیج دیا کسی کو کسی صورت پر تبدیل کر دیا اور وہ شطرنج کی سی چالیں چلے۔ مگر نواب لطف اللہ خان سالہ واد جو نواب زین الدین خان کے بیٹے اور نواب عزیز خان کے بھتیجے کی اولاد میں تھے وہ در دولت پر رہ گئے تھے جسروز فرخ سیر کی معزولی کا ہنگامہ پیش ہوا تو وہ مسلح ہو کر معز کی سوار ہو گئے جو نئے ماتحت تھے لڑتے ہوئے اور مخالف جماعت کو قتل کرتے ہوئے نقار خانہ بادشاہی تک پہنچ گئے تھے مگر سادات بارہہ کیساتھ ہزاروں آدمی تھے وہ اپر ٹوٹ پڑے اور یہ آخر میں لڑ کر قتل ہو گئے مگر جب تک تن میں دم رہا انکی مفسدہ پردازی میں شریک نہوے۔

مجاہد عظیم شاہ اور شاہ عالم میں بھی نواب عزیز خان نے بڑی بہادری دکھائی ہے جب عظیم شاہ قتل ہو گیا اور شاہ عالم معروف بہ بہادر شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو مثل دیگر امراء کے نواب عزیز خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سرفراز کیا ہے جسکی صراحت ہم نواب کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کر آئے ہیں۔

یہ امر بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ مثل نواب دلیر خان اور نواب بہادر خان کے نواب عزیز خان نے بھی میدان جنگ میں منہ نہیں پھیرا اور اکثر جگہ کامیاب ہی پھرے

ایک مرتبہ اتفاق وقت سے کل بادشاہی لشکر بھاگ گیا مگر عزیز خان پرستور اپنی جگہ پر کھڑی رہے جب کل معاملات لڑائی کے ختم ہو گئے تو یہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اس قسم کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ عالم بہادر شاہ نے پانچ برس حکومت کر کے انتقال کیا تو ہنگا برابیا معز الدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا اس نے بھی نواب عزیز خان کو اضافہ منصب سے سربلند کیا اس بادشاہ کی خدمت میں انکو ہڑات قرب حاصل ہوا اور خاص رفاقت کا درجہ عنایت ہوا حتیٰ کہ یہ محسود امر ہوئے انکے بھتیجے نواب بن الدین خان جو نواب غیرت خان کے بیٹے اور نواب بہادر خان کے پوتے تھے وہ ان سے نہایت صداقت رکھتے مگر چونکہ عزیز خان رکن سلطنت اور سلطان معز الدین کے رفیق تھے اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتے تھے اس لیے انکی کچھ نہیں جلتی تھی لیکن نواب بن الدین خان تحاسد اور غصہ سے اعلانیہ کہتے تھے کہ ہم سلطان معز الدین کو بادشاہ نہیں جانتے ہیں ہمارا بادشاہ فرخ سیر ہے اور اسی خیال سے انھوں نے شاہ جہانپور میں عید کے دن خطبہ بھی فرخ سیر کا پڑھا اور پانسو سوار و پیادہ و نگوں ہمراہ لیکر شاہ جہانپور سے فرخ سیر کی امداد کو بنگالہ گئے اس زمانہ میں فرخ سیر جو شہزادہ عظیم الشان کا فرزند تھا اور وہ بنگالہ کا ناظم تھا جب بن الدین خان بنگالہ میں فرخ سیر کے حضور میں پہنچے اور ملازمت حاصل کی تو عرض کیا کہ جب تک پیش خمیہ حضور کا سلطان معز الدین سے جنگ کے قصد سے باہر نہ نکلیگا غلام اپنی کمر نہ کھولے گا اگرچہ فرخ سیر کو ہنوز اس بارہ میں چندے وقف تھا مگر ان فغانو کو اپنا رفیق اور اس فوج کو نعمت خداداد سمجھ کر سجدہ شکر بجالایا اور اس وقت نواب بن الدین خان کی خاطر سے اپنی راوی باہر نکلائی اور نواب بن الدین خان کی سپاہ کے خرچ کے لیے بند لکھنڈ کی جاگیر مقرر کی اور اسکی سند بھی انکے نام لکھ دی چنانچہ انھوں نے اسی سند کی بنا پر سلطان معز الدین کے

عالم کو نکال بھی دیا تھا اور اپنا قبضہ کر لیا تھا القصد فرخ سیر سلطان معزالدین کے ساتھ
 جنگ کر نیکے قصد سے بنگالہ سے دارالخلافت کی طرف روانہ ہوا اور نواب بن لیدین خان
 ہمراہ ہوئے سید عبداللہ اور سید حسین علی جو سادات بارہہ سے تھے اور خانی کے خطاب سے
 مخاطب ہوئے بن لیدین و نون بھائی نہایت دل اور تھے ایک صوبہ وودہ اور دوسرا صوبہ الہ آباد
 کا ناظم تھا مگر ان دونوں کو سلطان معزالدین نے معزول کر دیا تھا اور وہ بیکار بیٹھے تھے وہ
 بھی حاضر ہو کر نواب بن لیدین خان کے توسل سے فرخ سیر کی ملازمت سے مشرف ہو
 اس ورائین جو غزانہ کہ بنگالہ سے دارالخلافت کو جا رہا تھا وہ بھی الہ آباد میں فرخ سیر کے
 قبضہ میں آ گیا محمد خان بگیش فرخ آبادی مع چند سواروں کے حاضر ہو کر ملازم ہوئے غرض کہ سلطان
 فرخ سیر اپنی جماعت بڑھاتا ہوا دارالخلافت آکر رہے کے قریب پہونچ گیا اور سلطان معزالدین
 کو اسکے آئین کی خبر ہو گئی مشیر سنے اپنے بڑے بیٹے اعزالدین کو فوج جہاد کے ساتھ مقابلہ
 کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ نواب مرتضیٰ خان عرف فتح علی خان ورنے کے بڑے بھائی
 نواب مصطفیٰ خان شاہ آبادی کو بھیجا جب و نون لشکر مقابل ہوئے تھوڑی جھڑپ کے
 بعد شاہزادہ اعزالدین بھاگ گیا جسکا مفصل قصہ ہم تذکرہ مرتضیٰ خان میں تحریر کر چکے
 ہیں جب اس فرار کی خبر سلطان معزالدین نے سنی تو خود ایک بڑا لشکر لیکر فرخ سیر کے
 مقابلہ کو آیا سلطان معزالدین کی طرف سے خاجمان بہادر کو کلتاس فوج کا ہراول ہمت اور
 نواب عزت خان بہادر فوج کے چند اول تھے اور فرخ سیر کی طرف سے نواب بن لیدین خان
 مقدمہ بجیش تھے جو ہاتھی پر سوار تھے اور فلیبان کو نہایت قہر سے ڈانٹتے چلتے تھے کہ
 کہ ہارا ہاتھی آگے بڑھائے جا اور قریب خاجمان بہادر کے پہونچا دے اور دوسری فوج
 میں جو کہ بار بار فلیبان سے کہتے تھے کہ ہودہ ہارا چچا عزت خان کے ہودہ کے برابر کر دے

غرض کہ یہ آگے بہت بڑھنے پر تیر و گولی کی لڑائی شروع ہوئی اسکے بعد نیزہ و تلوار کی کڑواہٹ ہو چکی خوب جدال و قتال ہوا بارہا نواب بن لدین خان چودہ زخم کھا کر جان بحق ہوئے اور سلطان معز الدین کی طرف سے خان بہمان کو کلتاس بھی امیر الامراذو الفقار خان کے پاس بھیجا مارا گیا لڑائی دونوں طرف سے برابر تھی ہزار ہا آدمی مجروح و قتل ہوئے سلطان معز الدین کی جانب سے اسکی معشوقہ لعل کنور تماشہ جنگ کی غرض سے مع اپنی خواصونکے جو پانسو ہاتھیوں پر سوار تھے ایک نشیب کی زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور امیر الامراذو الفقار خان ایک کھ سواری پر آگئے ہوئے علیہ کھڑا تھا اور نواب عزیز خان بہادر سلطانی غول میں کچھ فاصلہ پر بے حرکت حرکت یورش کیلئے سلطانی حکم منتظر کھڑے ہوئے تھے اور نیرنگی زمانہ کا نظارہ کر رہے تھے اتفاقاً نواب نظام الدین خان لطف اللہ خان سپران نواب بن لدین خان مقتول اول نواب محمد خان نگیش اور سادات بارہہ نے ادھر ادھر کھڑے ہوئے دیکھا کہ لعل کنور مع خواصونکے ہاتھیوں پر سوار ہو اور نشیب میں کھڑی ہوئی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی ہو اور تھوڑے سواری اسکے ہمراہ ہیں ان بہادر و نہیں باہم صلاح ہوئی کہ اپنی حملہ کرنا چاہیے فیلیباؤن نے یہ حال دیکھ کر ہاتھی بھگتے جب یہ ہاتھی سلطان معز الدین کی طرف سے نکلے تو بادشاہ نے اپنے ہمراہ جو ہاتھی جیگے تھے انکے فیلیباؤن کو حکم دیا کہ ہاتھی دوڑا کر بھاگتے ہوئے ہاتھیوں کو روکو اور آگے نہ بھاگنے دو چنانچہ حسب حکم ہزار ہا ہاتھی فیلیباؤن نے سدا راہ ہونیکے لیے دوڑا کر ناگاہ ان ہاتھیوں کے ہمراہ خاص بادشاہ معز الدین کی سواروں کی کاتھنی بھی بچا رہا ہو کر بھاگا

لعل کنور معشوقہ سلطان معز الدین برائے دیدن تماشہ جنگ حلقہ پانچویں نشیب ستادہ پانچ سو امیر الامراذو الفقار خان کی طرف ایک ایک سو اچرا ستادہ و نواب عزیز خان زفا علیہ و رہے حرب حرکت استادہ منتظر حکم یورش سلطان تماشہ نیرنگی میں کھڑے رہے غول خاص سلطان معز الدین بود و مقابل آہنا عبد اللہ خان و حسین علیخان بہادران سادات بارہہ و تیرہ و مشغول سیکھ ہر دیکھتے غالب ہوئے ناگاہ نظام الدین خان و لطف اللہ خان سپہا ناخہ طرفہ ماجرا دیدن لعل کنور یا فہد سوار فیلیبان کہ ہران اکثر سادات و معاجہ خود با سواران در زمین نشیب ستادہ تماشہ جنگ میگرد و این بہادران بانوہ صلاح کردہ عملہ آور شدہ۔ اخبار محبت

ہر چند کوشش کی مگر وہ نر کا جب قہج نے بادشاہی ہاتھی کو بہا گئے ہوئے دیکھا تو کل لشکر
 بھی بھاگ گیا مگر امیر الامراء و الفقار خان و نواب عزیر خان بہادر بدستور اپنی
 جگہ پر کھڑے رہے نواب نظام الدین خان بھی زخم کاری کھا کر گرے اور فتح کی
 مبارکبادی ادا کر کے اپنے والد نوابین الدین خان کی رفاقت میں ملک عدم کو روانہ ہوئے
 اس وقت تین فرخ سیر کی فتح اور سلطان معز الدین کی شکست ہوئی اور فتحیابی نواب نظام الدین
 اور سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہوئی نواب لطیف اللہ خان فرخ سیر کے حضور میں
 فتح کی مبارکباد بجا لائے اور سلطان فرخ سیر نے انکے باپ بھائی کی لاش اٹھانیکے لیے
 پالکی مرحمت فرمائی بعض مورخ اس شکست کی وجہ سلطان معز الدین کے بعض امرا کی سازش
 اور بعض راوی خانجہان کے قتل کے مشاہدہ سے خود سلطان معز الدین کا خوف کھا کر
 بھاگنا بیان کرتے ہیں اصل کلام یہ ہے کہ نواب عزیر خان کی ثابت قدمی میں قہج
 نہ آیا باوجودیکہ لشکر بھاگ بھی گیا مگر آخر تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے شکست فتح تقدیر الہی
 سے ہوا کرتی ہے ہمیں کسی کا اختیار نہیں مگر کسی امیر کا ثابت قدم رہنا اسکے لیے قابل
 ہوتا ہے جیسا کہ میر تقی میر نے اس امر کے حسب حال شعر لکھا ہے شکست فتح نصیب
 ہے ولے اے میر ہر مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا ہے بھی چند سال فرخ سیر تخت
 سلطنت پر بیٹھ کر حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے اپنے خلاف پاکستے سلطنت
 سے مہرول کیا اور یکے بعد دیگرے محمد شاہ کے تخت نشینی کی نوبت پہنچی اس بادشاہ
 کے عہد میں نواب عزیر خان بہادر کی قدرو منزلت اور بھی زیادہ ہوئی تاریخ خجستہ
 میں ہے کہ نواب عزیر خان داماد دلیہ خان جو امرائے عالمگیری سے تھے وہ محمد شاہ

امیر الامراء و الفقار خان عزیر خان بمقامیہ استادہ بود چنان شاہد ماند ۸۸۴۔ انجا بخت طے نواب عزیر خان چون داماد دلیہ خان

کے عہد میں منصب ہفت ہزاری کو پہونچے نواب عزیز خان کے دست نبرد
خان بہادر خان جو تیر اندازی کے فن میں محمد شاہ بادشاہ کے استاد
تھے اکثر خلوت میں انکو رو برو بیٹھنے کا بھی حکم تھا اور وہ بھی ہفت
ہزاری تھے باپ بیٹے دونوں صوبہ داری کے عہدہ پر سرفراز ہوئے
اور منصب داری میں ہم عصر تھے نواب عزیز خان کبر آباد کی صوبہ داری پر مامور تھے
اور خان بہادر خان اودھ کے صوبہ دار تھے اسکے ساتھ قاتو لگوئی اور چودہ ہریت پر
کانٹ کی بھی نکتے متعلق تھی اور سرکار قنوج و کالپی کی جاگیر بعد انتقال نواب
دلیر خان کے نواب عزیز خان کے نام بحال ہوئی تھی اور تازہ ندگی وہ
انکے متعلق رہی انکے بعد وہ بھی اس خاندان سے جاتی رہی۔

جب سادات بارہہ کی خود سری حد سے بڑھ گئی اور وہ بادشاہ کو برائے نام تخت پر
قائم کر کے اشارہ نہ پر چلانا اور خود درپردہ سلطنت پر حکومت کرنا چاہتے تھے سپر عام
طور پر تمام ارکان دولت میں ان سے ناراضگی پیدا ہو گئی اور سب نے انکے استیصال پر اتفاق
کیا اور بادشاہ کی مدد کی اس میں بھی نواب عزیز خان شریک ہوئے ہیں چنانچہ تاریخ
ہندوستان کے صفحہ ۱۹۲ میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب سید علی
امیر الامرا جو سادات بارہہ سے تھا بوجہ اپنی خود ستائی کے قتل ہوا تو اسکے بھائی سید عبد اللہ
خان قطب المملکت نے محمد شاہ پر لشکر کشی کی اور اس وقت بعض والیان ملک ہر شرکت

تصمیم ما قبل امراء عالمگیری ہر اتب ہفت ہزاری و پسرش بہادر خان بمنصب ہفت ہزاری برودہ پر و پسر محمد پور دہ
یکے صوبہ داری اکبر آباد و دیگرے صوبہ دارا وہ مع چودہ ہریت و قاتو لگوئی داشت و خان بہادر خان مسطورہ در علم تیر اندازی استاد
بادشاہ محمد شاہ بود اکثر خلوت رو برو بادشاہ حکم نشستن بود و جاگیرات نواب بہادر خان کہ سرکار کالپی و قنوج بود بعد
دلیر خان تاجات عزیز خان بحال ماندہ بعد شش آتم رفتہ۔ اخبار محبت

جنگ کیلئے بادشاہ کے پاس آئے تو عزیز خان بھی کیتازون کے ساتھ میں بادشاہ کے حضور پہنچے اور تاریخ خانیخان قلی کے صفحہ ۵۰۵ میں ہے کہ ۹ محرم ۱۰۸۰ جلوس محمد شاہی کو بادشاہی لشکر موضع شاہپور میں خمینہ نکلا کہ افراسے لشکر ترتیب میں مصروف تھے اور محمد شاہی لشکر قطب الملک کے لشکر سے نصف بلکہ اس سے بھی کم تھا سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر ولیر جنگ اور راجہ دھیراج جیسنگ کے آئینکا انتظار ہو رہا تھا کہ نواب عزیز خان بہادر اور بایزید خان بھی اپنی اپنی جانیازہ جماعتوں سے محمد شاہ کی ہمرکابی میں حاضر ہوئے اور علم فدویت کا اٹھایا پھر چند امر کے اکثر اس ہم میں شریک نہ ہو سکے۔ محمد خان نیکش الدینہ ۲۰ تین ہزار سوار و سوارے اگر شرف پاوسی سے مشرف ہوئے نقل ہو کہ محمد خان نیکش فرخ آبادی کہ اس زمانہ میں وہ منصب ہزاری کو پہنچے تھے بلکہ روز نواب عزیز خان کی ملاقات کو آئے نواب صاحب موصوف نے انکی تعظیم و توقیر انکے مرتبہ کے موافق کی جب محمد خان کی نظر نواب عزیز خان کی پشت کی طرف پڑی دیکھا کہ عبدالحمید نواب عزیز خان کا متنبہ نواب صاحب کے سر پر موچھل ہلا رہا ہے محمد خان نیکش نے اسے پہچانا اور فوراً کھڑے ہو کر عبدالحمید کے سامنے مہراجا لائے نواب عزیز خان نے عبدالحمید سے پوچھا کہ تو اسے کہا تکی و قنیت رکھتا ہے اسے عرض کیا کہ جس زمانہ میں فدوی صوبہ اوڑھ کی حکومت کی نیابت پر مامور تھا یہ خاں صاحب فدوی کے یہاں بعدہ جمعدار می ملازم تھے اس وقت

۱۰۸۰ محرم دوم محرم کرام کا از موضع شاہپور مضر شہام لشکر نظر انجام شاہ والا مقام گردید ام ایسے عظام باہتمام ترتیب میں نظر مورج پر وادہ ہوا کہ فرج بادشاہ قازانچ از نصف لشکر ختم کم بود و انتظار رسیدن سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر ولیر جگہ راجہ دھیراج جیسنگ و شہنشاہ عزیز خان و بایزید خان میواتی جمیع از ہراجیان جانیازہ در کاب نظر اتساب حاضر آمد علم فدویت برداشت ۵۰۵ تاریخ خانیخان محمد شہم بسبب بعد مسافت بعض و تخرابان و بعض موانع بروقت کار رسیدند و سوائے محمد خان نیکش کہ بادشاہ شہزاد سوار حضور رسیدہ سعادت ملازمت حاصل کر رہے تھے خانیخان۔

کبھی عزیز خان چغتائے محمد خان کی تعظیم نہ کی اور نہ کبھی محمد خان نکیش نے اس امر کی اسے
شکایت کی فیما بین نواب نکیش اور خاندان نواب بہادر خان کے بہت دوستانہ مراسم ہے
ہیں نواب عزیز خان کی بیوی مسماۃ حسنا بی بی جو نواب لیر خان کی بیٹی
تھیں ان کے بطن سے ایک صاحبزادہ تھوڑا خان و تین صاحبزادیان
مندرجہ ذیل پیدا ہوئی تھیں تھوڑا خان کو محمد شاہ نے خان بہادر خان کا خطاب
دیا تھا نواب عزیز خان کی بیوی کے نام یعنی نواب کمال الدین خان عرف مستم خان نے
اپنی بہن کو ایک باغ موضع مرید پور میں دیکر اسکی سند بھی لکھی ہے جسکی نقل بطور یادگاری کے
حاشیہ پر درج کر دی گئی ہے۔

نواب عزیز خان کی وفات ۱۲۵۷ھ میں قضاے طبعی سے ہوئی
اور یہ زمانہ محمد شاہ کی سلطنت کا تھا انکی رحلت کا مادہ تاریخی (گنجت رفت) ہے
جسکو راقم نے یوں موزون کیا ہے۔

شجاع و صاحب غیرت عزیز خان حیدر	ازین دیا پرورخت حیات را پر بست
بسال مرگ مظفر نمودت کربلیغ	ندار سید نہ یافت بلوہ گنجت رفت

نواب عزیز خان اپنے پوتے ہوئے مقبرہ واقع بہادر گنج منجملات شاہجہان پور میں
مدفون ہوئے نوے برس کی عمر ہوئی مشہور ہے کہ نواب بہادر خان کے مزاج میں

۱۔ نقل سند نواب کمال الدین خان عرف مستم خان بنام ہمشیرہ خود (عالمگیر شاہ) ہوائی تصدیق مات حال و استقبال پر گنہ شاہ آباد
(محمد خان) محال جاگیر بغایت امیدوار بودہ بر اند

چون باغ موضع مرید پور علیہ پر گنہ مذکور از ابتدا کے فصلیہ ۱۲۵۷ھ لکھنؤ ویکسند و از وہ فیصلی بنام ہمشیرہ مقررہ دادہ باید کہ باغ مذکور
بصرف مشارالہا و اگر اندک محصول آئے سال بسال و قبض و تصرف خود بماند پوچھے من لو جوہ مانع و مزاحم نشوند و درین باب
سایکسہ تمام و انتہ حساب السطور نقل آمد۔ تحریر فی تاریخ چہارم شہر ربیع الثانی ۱۲۵۷ھ نقل بدقت رسید۔

انانیت و غصہ بہت تھا ورنہ اسی بات پر مقدمہ اخذ مت لوگوں کو ذلیل کروا دیتے تھے بعض اشخاص انکا نام عبدالعزیز خان بتلاتے ہیں۔

نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان بھی مغلوب الغضب و سخت مزاج بیان کیے جاتے ہیں یہ اپنے باپ کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد اپنے ماموں کے ہاتھ سے قتل ہوئے انکو دوست محمد خان باز خیل کی بیٹی جو فاضل خان کی ہمشیرہ تھیں سیاہی تھیں خان بہادر خان لاؤدرہ نے انکی بیوہ بیوی عرف بہو صاحبہ اور بی بی میاں بنت عزیز خان سے بابت ترکہ عزیز خان اور خان بہادر خان کے بہت جھگڑا رہا اور تندرہ بھانجہ کی اس لڑائی کا فیصلہ محمد شاہ بادشاہ نے کرایا تھا بی بی میاں جو نواب لیر خان کی توہی تھیں بڑی متظم اور بہادر تھیں انکی مہرجو کاغذات پر ہے امین (ہمشیرہ خان بہادر خان بنت عزیز خان بہادر خٹا) اور سہ جلوس محمد شاہی) تحریر ہے

سلہ نواب عزیز خان بہادر خٹا و بعد محمد شاہ غازی وفات یافت و خان بہادر خان پشور بعد چند ہی نزدیکی بہان ایام از دست ناموان گشتہ شد و میاں بی بی بنت عزیز خان بر ترکہ پدر و برادر قابض و متصرف شد مسماۃ ستانی بی بی عرف بہو صاحبہ جو مستانی شد دوران زمان خدمت الصنع راجہ صاحب رام از حضور بادشاہ خلعت یافتہ ہنگام نخست بادشاہ مسماۃ ستانی بی بی زوجہ خان بہادر خان مرحوم بہ صاحبہرام سپرد و حکم فرمود کہ بموجب شرع شریف انفصال کردہ دہندہ اگر میاں بی بی برین ارضی نشود روانہ در گاہ سازند چون راجہ صاحبہرام در قلعہ پرگنہ کانٹ کولہ مستان بی بی از شاہجہان آباد رسیدہ بی بی میاں مستند پیکار شدہ با فوج براہن آہہ با صاحبہرام جنگ صعب رونمود بعد ستیز بسیار صاحبہرام در رزم گاہ گشتہ ستانی بی بی را مقید خستہ برد این خبر از روسے و قلعہ بجنور بادشاہ رسید فرمان عتاب امین نام میاں صاحبہ نظام نام احمد سے و رود فرمود بی بی میاں بور و دفرمان بہراہ احمد سے نہ کوہ بدر گاہ بادشاہ رسید چند گاہ از بحر احراروم ماندہ چون نواب وزیر الممالک قمر الدین خان پسر محمد امین خان تورانی میاں صاحبہ ہمیشہ خواندہ بود و بساطت ان بجنور محمد شاہ رسیدہ و بادشاہ لحوظ قدامت جاقہ نشانی بزرگانش عفو تقصیر فرمودہ و خلعت گرانمایہ عطا فرمودہ و فحاش قسم مبارک خود داد و فرمود کہ میان بی بی زوجہ خان بہادر خان را مقید نہ اید و بار دیگر قصد قتل یکدیگر نہ کردہ و نہ سازند بموجب شرع شریف قسمت با خود ہا کہ دم بگیرد از آنجا کہ اولاد نجب و دلیر خان نواب بہادر خان در حضور بماندہ - صفحہ (۵۳۱) اخبار مجتہ تلمی -

نواب عزیز خان کی صاحبزادی میان بی بی کا مگار خان کو اور دوسری صاحبزادی انجشی صاحبہ نامہ دار خان کو اور تیسری منامی بی بی نیکنام خان کو منسوب تھیں یہ ہر سہ فرزندان نواب عنایت خان برادر ولیر خان کے فرزندان تھے میان بی بی کی دو لڑکیاں تھیں ایک شہر بند صاحبہ جولال صاحبہ پیرزادہ کلہہ کو بیابھی تھیں انکے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو فخر الدین خان بن نواب محمد خان ننگش کے عقد میں تھیں دوسری صاحبزادی میان بی بی کی بھابی بی بی تھیں جو نواب جہان خان بن نیکنام خان کو منسوب ہوئی تھیں انکے بطن سے ایک دختر کی پیدائش ہوئی تھی جو نواب ذوالفقار خان بن نواب حسین خان بن نواب محمد خان غصنفرجنگ ننگش کو منسوب تھیں بھابی بی بی کی بیٹی کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ نواب مر خان شاہ جہا پوری سے منسوب تھیں جسے نواب محمد خان عرف جمعہ میان جانشین نواب عرا خان رئیس بڑی دیوڑھی پیدا ہوئے تھے۔

جب بی بی میان نے باپ بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کر لیا تو بہو صاحبہ یعنی بیوہ خان بہادر خان نے اس امر کا استغاثہ محمد شاہ باو شاہ کے حضور میں کیا اس زمانہ میں اس ضلع کی پختہ راجہ صاحبہ رام کو بادشاہ کی طرف سے حرمت ہوئی تھی نہایت کیوقت بادشاہ نے اس قصبہ کو راجہ صاحبہ رام کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ شرع شریعت کے بموجب ان کا فیصلہ کر دینا۔ اگر بی بی میان اس پر رضی نہوں تو انکو میان روانہ کر دینا صاحبہ رام پر گنہ گار کے قلعہ میں آئے اور زوجہ خان بہادر خان بھی دہلی سے ضلع شاہ جہا پور میں آگئیں تو بی بی میان جنگ مستعد ہوئیں اور بڑی حیران فوج سے انھوں نے مقابلہ کیا اور نہایت سخت لڑائی ہوئی آخر بعد اک بڑے معرکہ کے راجہ صاحبہ رام کو میدان جنگ میں قتل کر ڈالا اور اپنی بھانج زوجہ خان بہادر خان کو قید کر کے ہمراہ لکھنؤ میں

جب خبر وقایع نگار نے بادشاہ کو لکھی تو وہ اسے ایک فرمان عتاب آمیز بی بی میان کے نام ایک شخص نظام نامی لایا بی بی میان فرمان کے صادر ہوئیے دہلی کو گئیں اور چند روز دربار کی حاضری سے محروم رہیں لیکن اسکے بعد نواب قمر الدین خان جو محمد امین خان نورانی کے فرزند تھے وہ میان بی بی کو بہن کہتے تھے انکے واسطے سے محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے بلحاظ قد امت جانفشانی کے جو انکے بزرگوں سے ظہور میں آتی تھی انکی خطا معاف فرمائی بعد ازاں خلعت گرا تا مایہ عطا فرما کر نہایت اعزاز و احترام سے رخصت کیا اور جو انکے اور بھاج کے باہم بخش تھی اسکے بارہ میں فرمایا کہ تمہیں ضرور مصاحبت کر لینا چاہیے اور اپنے سر مبارک کی قسم دیکر ارشاد کیا کہ تم یہ وہ خان بہادر خان کو مقید نہ رکھو اور ایک دوسرے کی قتل کی درپے نہ ہو اور ترکہ بموجب شرع شریف کے تقسیم کر لو۔ میان بی بی کی ہیبت اسی تھی کہ انکے مکان کی طرف سے دیہات وغیرہ کے ڈاکہ بازین نکلتے تھے۔ نقل مشہور ہو کہ انکی ایک لڑکی تھی ایک بار اسکی دایہ نے کچھ بید روی سے اسکے سر کے بال صاف کیے جس سے وہ بچپن ہو گئی میان صاحبہ نے اس دایہ کی لڑکی کو آگ کی آگیش میں ڈال دیا اور کہا کہ اب تجھ کو دوسرے بچہ کا قلع آئیگا۔ یا اپنے باپ کی طرح بہادری میں بیٹھتیں گے عورت ذات تھیں مگر دلاوری و بہادری میں مردوں سے بڑھی ہوئی تھیں انہیں شجاعت کا جو ہر موروثی طور پر اپنے دادا ناتا سے پہونچا تھا میان صاحبہ قلعہ کے باہر محلہ لوہانی میں رہتی تھیں اور وہیں انکی ڈیوڑھی اور فوج اور دیگر کارخانے بھی تھے۔

۱۵ سال بست و ششم جلوس محمد شاہ فرارین شاہی بنا بر طلبی امرا یان صادر شد نہاد گیر فرمان طلبی فرارین بادشاہ و خان

تو منجھ و گیر امر کے ابو منصور خان صفدر جنگ صوبہ دار اور دھکے نام بھی فرمان سالک

بقیمہ ماقبل صفدر جنگ صوبہ دار اور دھکے ایام مساعی میان بی بی مخاطب بہ ہوساجہ زوجہ نواب خان بہادر خان
ابن عزیز خان داماد غفران پناہ نواب لیر خان بنام زین الدین خان بہادر پختائی برادر زاده خان بہادر خان مرحوم شوہر خود کہ ہم
عبداللہ خان مشہور بود بخضوریہ شاہ مستغنی آمدہ و انواع قدی و انواع ظلم و اظہار کرد و احوال قرابت کجی و شوہر خود ظاہر کرد
چون طوطا خاطر و پاس عزت میان بی بی برائے انور حضور بسیار بود و لہذا در فرمان ابو منصور خان اصدار یافتہ در ان پناہ شہرہ مرقوم کرد
کہ عبداللہ خان نام زمیندار شاہچہا پنور کہ متروک و بامتوسلان در گاہ خصوصت و عداوت بسیار میدارد و آن ناحق شناس سیوہ عزیز اللہ
خان بہادر خان اکثر اوقات ایذا میرساند چون مسکن و اثنائے راہ ایشان است بوقت ورود شاہچہا پنور نامبرہ را مقید ساختہ آرید و اگر
بمقرری پیش آید سرش بریدہ در گاہ آرید چونکہ ابو منصور خان قریب ہشت کردہ از شاہچہا پنور در شاہ آبا و نزول اجلال فرمودہ بود
و کس سالہ اراں لشکر خود حکم فرمود کہ قبل از ورود و ماید و لت ایشان در شاہچہا پنور رسیدہ عبداللہ نامی زمیندار از انجا ہست او را
مقید ساختہ بخضوریہ آرید و اگر مقابلہ نماید سزایش کرد و او در کنار راہ ہند رسالہ داران را حوالہ او وقت بودند و معروض نمودند کہ
نواب عبداللہ خان سردار است و بنیرہ نواب بہادر خان ہراول یا دشاہی است و جہاد ہزار یا افغانی ز ولایت آورده و شاہچہا پنور
آباد ساختہ وہمہ با یک یک خود را استم زمان پیشانند و ہفتاد ہزار کس افغانان شریف تابع فرمان اوست کہ حضور یا دشاہ بڑا تخت
تہوہ را میدکسا با کارش یا تمام خواہر رسید و اولاد او در ان شہر خان افغان ہست کہ ہر اہ خاجان خان لودی مقابلہ شاہچہا پنور
و مقابلہ نذر مجر خان دلی تو راں کردہ ہمزہ نواب لیر خان ملک سام تہ تیغ نمودہ و تمام و فقرات بہادری آہنہا سیاہ ہست سرہریدن او
صرصری نیست و علاوہ این عبداللہ خان بلکہ از نام اولاد لیر خان بہادر خان گلہے نا فرمانی سلطانی از آہنہا بعل نیلیدہ و از ان کسی
کہ کٹھنچی از امرایان یا سلطان نمودہ و اولاد لیر خان برا و طغیہ زن ہست امید کہ اگر حضور عبداللہ خان را طلب فرمائند از حکم حضور سرتانی
خواہد کردہ انیدہ ہرچہ حکم صادر کرد و بجای آرم بر طبق اظہار آہنہا حکم شد کہ از ایشان یک کس رفتہ با حترام او اگر ام اورا بیاہند چنانچہ رسالہ
دادند کہ پیشتر روانہ شدہ نزدیک اب عبداللہ خان رسیدہ با عبداللہ خان ملاقات کردہ و از احوال حکم بیان اظہار خود و مفصل بیان نمود
ہم در نیرصہ جناب عالی قریب شاہچہا پنور بوضع لودی پور نزول اجلال فرمودہ ہما وقت نواب عبداللہ خان ز مسکن غی و تبخل و شکوہ
شخصت ہزار افغان جزا کہ دہن جامہ با بکمر بستہ و تیغ بادر دست کردہ اگر مثل دور انگشتی پالکی سردار خود ساختہ و ت و دو تارہ
سرا نیدہ و آہنگ پستول بفلک میرسانید و مرد ملے از حیثیت او کہ ہمزہ سواری او بودند و نخل حساب نیست و قتیکہ سواری او قریب
او دور رسیدہ رسالہ دادند کہ از آنکہ پیش بخضوریہ آمدہ اطلاع نمودہ آن وقت نواب صفدر جنگ از مسند ہر خاست قریب سراپردہ خود
سراچہ را قدسے چاک کردہ شکوہ سواری و جمعیت او ملاحظہ کردہ از سالہ دار نہایت خوش شدہ فرمود کہ تو راست عرض کردہ
و قتیکہ عبداللہ خان لب فرس رسیدند نواب صفدر جنگ از مسند ہر خاستہ قدسے پیش آمدہ معاف کردہ ہستفسار حال نمود
او احوال مفصل کہ با ہم زوجہ خان بہادر خان مناقشہ و قضیہ میان دپیش بود و شکوہ و نواب صفدر جنگ فرمود کہ راستگی من
این احوال زبانی معتدیان شنیدہ ام لیکن مفصل حال معلوم نبود کہ این بزرگان شہا ہست « انجا صحبت -

اس عرصہ میں زوجہ خان بہادر خان نے اپنے شوہر کے بھتیجے نواب عبداللہ خان مر
 زین الدین کی شکایت بادشاہ کے حضور میں پیش کی اور ان کے ظلم کا استغاثہ کیا اور ان کے
 طرح طرح کے مظالم بیان کیے اور کبھی قرابت کا حال کچھ ظاہر نہیں کیا چونکہ پاس
 عزت ہو صاحبہ کا بادشاہ کو بہت تھا انداز فرمان طلبی کا ابولمنصور خان صفدر جنگ کے
 نام صادر ہوا اس میں یہ حکم تحریر کیا گیا کہ عبداللہ خان نام جو شاہجہانپور کا زمیندار نہایت
 متمرد اور سرکش ہے وہ ناحق شناس مابدولت کے متوسلوں سے عداوت رکھتا ہے زوجہ
 عزیز القدر خان بہادر خان کو اکثر اوقات ایذا پہونچاتا ہے چونکہ اسکا تھارے اٹلے
 راہ میں ہے لہذا شاہجہانپور پہونچنے کیوقت نامبروہ کو مقید کر کے ہمارے روہرولا تاجپا
 اگر وہ تمہرے پیش آئے تو اسکا سر کاٹ کر ہماری درگاہ میں حاضر کرنا چاہیے جب جنگ
 او دھ سے روانہ ہو کر شاہ آباد میں پہونچے تو رات کیوقت اپنے لشکر کے دور سالاروں کو
 حکم دیا کہ ہمارے پہونچنے سے پیشتر تم شاہجہانپور جانا اور وہاں عبداللہ نام ایک زمیندار کو
 اسکو مقید کر کے ہمارے روہرولا تاج کو وہ مقابلہ کرے تو اسکے کردار کی اسکو سزا پہونچانا
 وہ دور سالار نواب عبداللہ خان سے واقف تھے انھوں نے عرض کیا کہ نواب عبداللہ خان
 وہاں کا سردار ہے اور نواب بہادر خان ہراول لشکر شاہجہانی کا پوتا ہے اسکے دادا نے
 ہزار ہا افغان ولایت لاکر شاہجہانپور آیا کیا اور ہر ایک پٹھان انھن کا اپنے آپکو رستم
 زمانہ سمجھتا ہے ستر ہزار پٹھان شریعت القوم اسکے فرمان کے تابع ہیں اگر حضور بادشاہ
 بذات خاص بھی متوجہ ہوں تو امید ہے کہ سالہا سال میں اسکا کام تمام ہو اور اس شہر میں
 اولاد نہیں اٹھائے گی یہ جنھوں نے خانبھان لودھی کے ساتھ شاہجہان بادشاہ کا مقابلہ
 کیا ہے اور تندر محمد خان الی تو ران کو بلج وید نشان سے بیدخل کر کے بھگایا ہے اور ہمراہ

نواب لیر خان کے ملک آسام کو تہ تیغ بیدریغ کیا اور تمام دفتر انکی بہادری سے بھرے ہوئے ہیں عبداللہ خان کا سر کاٹنا کوئی سرسری کام نہیں ہو اس کے علاوہ عبداللہ خان بلکہ جسقدر اولاد بہادر خان و دلیر خان کی ہو اسنے سلطانی حکم سے کبھی سرتابی نہیں کی بلکہ جس کسی امیر نے بادشاہ کے ساتھ ٹھہر کر امی کی سپہ نواب لیر خان کی اولاد طعنہ نہ دی ہوئی اگر حضور نواب عبداللہ خان کو طلب فرمائینگے وہ حضور کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے آئندہ جو حکم حضور کا صادر ہو ہم بجا لائیں جب صفدر جنگ کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ ایک تم میں سے جا کر انکو باکرام تمام لائے چنانچہ سالہ اریشیر روانہ ہوا اور عبداللہ خان کے پاس جا کر ملاقات کی اور کل حال اور اس کے متعلق جو حکم بادشاہی صادر ہوا تھا مفصل بیان کیا اس عرصہ میں جناب عالی یعنی نواب صفدر جنگ قریب شاہ پور کے موضع لودی پور میں جا کر خیمہ زن ہوئے اسوقت نواب عبداللہ خان اپنے مکان سے نہایت شان و ثقل سے برآمد ہوئے اور ساٹھ ہزار چھان جہاز اپنے جامہ کے دھن کر سے باندھے ہوئے اور تلوارین ہاتھ میں لیے ہوئے دف اور دو تالا بجاتے اور سپاہیوں کی آواز آسمان پر پہنچاتے تھے ساتھ لائے ان پٹھانوں کے علاوہ دوسری جماعت عالی گئی سواری کے ہمراہ تھی جسوقت انکی سواری لشکر کے قریب پہنچی رسالہ دایسے تھوڑی دیر پیشتر اگر اس امر کی اطلاع دی اسوقت نواب صفدر جنگ اپنی مسند سے اٹھے اور قریب سراپر دہ کے جا کر تھوڑا سا اسکو چاک کیا اور سواری کی شان و شوکت اور انکی جمعیت ملاحظہ کی اسکے بعد نواب عبداللہ خان خیمہ میں داخل ہوئے اور جب فرش پر پہنچے تو نواب صفدر جنگ مسند سے اٹھے اور کچھ آگے بڑھ کر معافہ کیا اور حالات دریافت کیے انھوں نے مفصل طور پر خاندان کی

موروثی نفسانیت اور زوجہ خان بہادر خان کی باہمی عداوت کا قصہ بیان کیا
 ماوراثتی رُسوخ اور اپنے باپ بھائی کا تذکرہ جو فترخ سیر کے حالات میں تحریر
 ہو چکا ہے اور کچھ اپنے بزرگوں کی شجاعت کے کارنامے سنائے جنکو نواب
 صفدر جنگ نے سنکر فرمایا کہ تمھاری راستگویی میں کوئی شک نہیں ہے منے
 بھی یہ واقعات زبانی معتد و نیکے سنے ہیں لیکن مفصل حال معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ
 تمھارے ہیں اسلیے دریافت کرنا تھا کہ آپ اسوقت کمان ہیں اب حال معلوم
 ہوا خاطر جمع رکھیے میں دہلی جاتا ہوں انشاء اللہ آنہریان گے ہاتھ سے عمدہ کام
 لیے جائیں گے بعدہ عبد اللہ خان کو نہایت عزت سے رخصت کیا اور خود دربار
 شاہی کو روانہ ہوئے۔

عبد اللہ خان کے والد کا نام نواب زین الدین خان تھا جو نواب غیرت خان کے
 فرزند تھے اور نواب غیرت خان نواب بہادر خان کے خلف الرشید تھے
 نواب زین الدین خان نہایت شجاع اور جری شخص تھے مگر مغلوب بغضی اور تند
 مزاجی میں ضرب المثل گذرے ہیں۔ انکا مجملہ ذکر اوپر معرض تحریر میں آچکا ہے
 نواب زین الدین خان اور نواب عزیز خان میں ہمیشہ نا اتفاقی رہی اور چچا بھتیجوں
 کے باہم کبھی صفائی نہوئی نواب زین الدین خان خانہ نشین اور کاروبار ریاست
 میں مشغول رہتے اور نواب عزیز خان بادشاہی دربار کے حاضر باش و شاہی
 خدمتوں پر مامور رہتے تھے زین الدین خان بظاہر اپنے چچا کے خوف سے
 دیوانے بنے ہوئے تھے مگر انکے حرکات و سکنات تو دیوانہ بکار خویش
 ہشیار کے پورے مصداق تھے۔ انکے خوف سے اکثر مکانات شام

سے بند ہو جاتے تھے اور جدھر سے انکی آمد ہوتی لوگ اس طرف کے کوچہ و بازار
 سے ایسے بدحواس ہو کر بھاگتے تھے کہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے تھے اور یہ اکثر
 رات میں فقیری لباس پہن کر گشت کیا کرتے تھے وقایع نویس نے اکثر اوقات
 نواب عزیز خان کے اشارہ سے انکی شورش اور بد مزاجی کے حالات بادشاہ کے
 حضور میں پہونچائے لیکن بادشاہ نے بخیال قدامت و خیر خواہی نواب بہادر خان
 کے کہ جو انکے دادا تھے انکے بے باکانہ حرکات اور بے ادبانہ اطوار سے چشم
 پوشی کی ایک روز بادشاہ نے نواب عزیز خان سے سردار فرمایا کہ آپ اپنے
 دیوانہ بھتیجے کا علاج نہیں کرتے نواب عزیز خان نے اسکے جواب میں یہ عرض کیا
 کہ اسکے لیے بجز قتل کے اور کوئی داروئے شفا نہیں ہے اور خود انکے قتل پر کم
 باندھی مگر بادشاہ نے بسبب ہم ذاتی کے اسکا تذکرہ نہ کیا اور فرد واقعہ پر دستخط
 خاص کر کے یہ تحریر فرمایا کہ میرا دیوانہ حکم سیاست ناجائز اس عرصہ میں
 سمبھو نام کا بنجارہ جو بادشاہی لشکر میں غلہ وغیرہ کی رسد پہونچاتا تھا حسب اتفاق
 شاہجہانپور میں وارد ہوا زین الدین خان نے اس سے ہزار ہاروپے کی شکر لیکر
 خورد و کرد کر لی بنجارہ مذکور نے بادشاہ کے حضور میں استغاثہ کیا وہاں سے تادیباً
 نور احمد نام ایک شخص مقرر کر کے بھیجا گیا کہ یا تو راضی نامہ زین الدین خان مستفیض
 سے لیکر داخل کرین یا خود حضور میں حاضر ہوں حسب احکم بادشاہی فرستادہ
 شاہجہانپور آیا اور وہ یہاں سے جب واپس گیا تو اسنے بادشاہ سے عرض کیا
 کہ زین الدین خان درحقیقت ہوشیار ہے اور بظاہر دیوانہ ہے فدوی کے ساتھ
 اسنے عجب سلوک کیا ایک روز رات کے وقت دو جوگی روٹیاں لایا اور

کچھ ساگ کے ساتھ اسنے مجھ کو کھلانین ملازم اُسکے مجنونانہ حرکات سے اسکو اکثر
 غلہ مکانین مقفل رکھتے تھے مگر وہ ایک روز اندر سے آیا اور مجھ سے بہت منت
 سماجت کے ساتھ غلہ خواہ ہوا اور اپنے چچا عزیز خان کو بہت گالیاں دیں۔
 انکی والدہ دیوان یوسف خان کی بیٹی تھیں جو اپنے چچا زاد برادر غیرت خان کو منسوب
 تھیں یہ باپ بیٹے دونوں خوش رو جوان تھے راقم نے ان ہردو کی تصویریں دیہی
 بین شجاعت و امارت بشرہ سے برستی ہے۔ نواب زین الدین خان نے اپنی
 تصنیف کا یہ شعر جو بطور سجع کے ہے مہر پر کندہ کرایا تھا ۵ جو با فرخ سیر
 سلطانی آمد بہ بزین الدین بہادر خانی آمد ۵ اور یہ شعر بھی انکا جو اکثر اُسکے ورد
 زبان رہتا تھا بہت خوب ہے ۵ ہجو سیما ب تا نکشتہ شوم بہ نغم ترک
 بقرار یہاں ۵ انکی شہادت کا واقعہ شمس العلماء مولوی ذکا، اللہ نے بھی تاریخ
 ہندوستان کے صفحہ (۱۰۵) جلد نہم میں تحریر کیا ہے کہ زین الدین خان فرخ سیر
 اور جہاندار شاہ کے معرکہ میں کام آئے ہیں۔ جسکا تذکرہ راقم نے اوپر بیان
 کیا ہے۔

نواب زین الدین خان کے پانچ فرزند تھے اول نظام الدین خان جو اپنے والد کے
 ہمراہ سلطان فرخ سیر کے معرکہ میں ۱۶ برس کی عمر میں جان بحق ہوئے۔ دوسرے
 نواب لطف اللہ خان یہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت ۱۴ برس کے تھے
 یہ فرخ سیر کے رسالہ دار تھے اور ہمیشہ بادشاہ موصوف کے ہمراہ رہا کرتے
 تھے فرخ سیر کی معزولی میں سادات بارہہ کے مخیال تھونے سے قتل ہوئے
 انکی عمر ۱۹ برس کی تھی۔ یہ دونوں لا ولد رہے۔ انکی حویلی کو ٹلہ فیروز شاہ معروف ہے۔

قدیم مبارک کے قریب تھی اور مزار انکا جمیلی باغ گوہر آرا بیگم من متصل درگاہ خواجہ
 باقی باللہ کے پرانی دہلی میں ہے تیسرے بیٹے تاج الدین خان تھے جنکے بابت
 یہ کہا جاتا ہے کہ انکو خان بہادر خان نے بوجہ موروثی عداوت کے بادشاہ کے روئے
 باغی ظاہر کر کے قتل کیا تھا اور اسکا قصہ یوں لکھا ہوا ہے کہ خان بہادر خان جو محرم شاہ
 بادشاہ کے استاد اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتے تھے انھوں نے بادشاہ
 سے انکی بغاوت بیان کر کے اجازت قتل کی حاصل کر لی تھی تاج الدین خان کسی
 تقریب میں شاہ آباد آئے ہوئے تھے اور یہاں سے شاہجہانپور واپس جا رہے تھے
 موضع گنواڑی میں خان بہادر خان سے مقابلہ ہو گیا اسوقت تاج الدین خان نے
 اپنے دونوں چھوٹے بھائی یعنی نواب عبداللہ خان و ظہور الدین خان کو مصلحتاً ہاتھی
 پر سوار کر کے اپنے مصاحبوں کے ہمراہ نواب نگیش کے یہاں جنسے دوستانہ مراسم
 تھے فرخ آباد بھیج دیا اور آپ تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر خوب لڑے اور بہت سے
 لوگوں کو زخمی کیا آخر خود بھی چند تلوار و نیزوں کے زخم کھا کر شہید ہوئے اور دوسری
 روایت میں یہ ہے کہ تاج الدین خان کو خان بہادر خان نے تسلی دیکر اپنے
 ہاتھی پر سوار کر لیا اور مصری پور میں لیجا کر خمیہ میں اتار کر نظر بند کر لیا اور افضل خان
 یازد خیل نے جو خان بہادر خان کے لشکر کے ہراول تھے رات کے وقت قتل
 کیا اور انکا سر بادشاہ کے حضور میں بھیجا جو دہلی میں متصل مزار خواجہ باقی باللہ کے
 مدفون کیا گیا اور نقش مصری پور میں دریائے گھنور پر دفن ہوئی اور یہ زمانہ ۱۱۳۸ھ
 کا تھا۔ بعد انتقال خان بہادر خان کے افضل خان کو نواب ظہیر الدین خان نے
 اپنے باپ کے قصاص میں قتل کیا۔

اب نواب زین الدین خان کے دو بیٹے خرد سال جبکہ نام عبداللہ خان و ظہور الدین خان تھا باقی رہے نواب عبداللہ خان کو بعد انتقال خان بہادر خان کے پھر عروج حاصل ہوا اور محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے خلعت شش پارچہ و سہ رقم جو اہرات اور خطاب بن الدین خان بہادر چغتائی کا عطا ہوا تھا اس سرفرازی کی تفصیل یہ ہے کہ جب زوجہ خان بہادر خان کی شکایت سے نواب منصور علیخان صفدر جنگ نے نواب عبداللہ خان کو بلایا تھا اور جسم انکی ذاتی شجاعت اور باہمی عداوت جو نواب عزیز خان کے گھر سے تھی نواب صفدر جنگ دریافت کر چکے تو ان سے وعدہ کیا تھا کہ جب کوئی مهم پیش آئیگی تو آئندہ رہبان کو بلایا جائیگا۔

چنانچہ اسکے بعد صفدر جنگ کے اونٹ نواب علی محمد خان روہلہ کی عملداری میں چپائی کو گئے اور روہلہ کے آدمیوں نے نواب صفدر جنگ کے شتر بانوں کو زخمی کر کے اپنے حدود سے باہر نکال دیا تو نواب اودھ نے نواب علی محمد خان کے اخراج کی تدبیریں کیں اور بادشاہ کو ان سے برہم کر کے فوج کشی کا ارادہ کیا عہدۃ الملک امیر خان کو ہموار کیا راجہ نول رائے اپنے ملازم و مصاحب کو بلایا اور نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور کو بھی طلب کیا اگرچہ نواب کے کارپردازوں نے بطور فحاشی کے ان سے عرض کیا کہ آپ کے شاہجہانپور کے علاقہ کی سرحد روہیلہ کی سرحد سے ملتی ہوئی ہے آپ اس جنگ میں نہ شریک ہوں ورنہ روہلوں کے عمل قائم رہینگے بعد آپ کے علاقہ کی بربادی ہو جائیگی نواب صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں بمقابلہ بادشاہ کی نافرمانی اور امیر عظیم کی وعدہ خلافی کے جسمین دارین کی خرابی متصور ہے اپنی ریاست کا کوئی خیال نہیں کر سکتا چنانچہ نواب عبداللہ خان

وہ بارہ ہزار چھان لیکر راجہ نول رائے کے ساتھ جو صوبہ اودہ سے آئے تھے شاہجہانپور سے نواب صفدر جنگ کی مدد کو روانہ ہوئے اودہ ہر دہلی سے محمد شاہ بادشاہ شہ جلوس میں معہ امرا اور لشکر کے روہتھی تاراچی کے لیے بریلی و اتولہ کی طرف آئے سعد اللہ خان ابن علی محمد خان ثابت جنگ مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے اور حصار بن گدہ کی طرف مفروز ہو گئے اس وقت نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی وساطت سے بادشاہ کی ملازمت سے مشرف اور خلعت و خطاب مذکورہ بالا سے سربلند ہوئے۔ اس معرکہ میں نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی فوج کے ہراول مقرر ہوئے تھے۔

بعد ازاں علی محمد خان کی خطا بادشاہ نے معاف فرمائی اور پھر وہ ملازم شاہی ہو کر امرامین منسلک ہوئے۔

روہیلونکے اس انقلاب میں عظیم خان جو روہیلونکے سردار تھے دو ہزار سوار لیکر شاہجہانپور چلے آئے اور نواب ظہور الدین خان کے پاس ملازم ہوئے۔

اس عہد میں دو ہزار کے قریب دیہات شاہجہانپور کے نوابوں کے پاس تھے جس میں دیہات بدایون و پرگنہ کانٹ وغیرہ نواب ظہور الدین خان کے حصہ میں آئے تھے جب ان کے پاس روہیلونکی جمعیت آگئی تو انھوں نے روہیلون کے غوا سے پوایان وغیرہ کے دیہات جو ان کے بھائی نواب عبداللہ خان کی ملکیت میں تھے ان پر دست درازی شروع کی اور اپنے بھائی کو شاہجہانپور کے قلعہ میں نظر بند کر لیا۔ شاہباز خان تبنہ بھی ساتھ میں تھے نواب عبداللہ خان قلعہ کی کھڑکی سے باہر نکلتے تھے ان کا ٹکڑے کے یہاں پہونچے اور ملک زمان خان کے

نام بابت بلانیکے رقبہ لکھا اور خود عظیم خان خلیل کے یہاں چلے گئے اور وہاں شیخ
جی موسومہ بہ محمد اکرم کو بلایا اور حسین خان کو لباس نوشاہ کا پہنایا اور اپنے
ساتھ ایک بڑی جماعت خو خوار پٹھانوں کی لیکر لڑائی کو گئے اور ہر ظہور الدین
معہ عظیم خان روہلہ کے قلعہ میں جنگ کے لیے مستعد ہوئے عبد اللہ خان نے
دو ہزار پٹھانوں سے قلعہ پر یورش کی اور روہلون نے بند و قوتی باڑھ پر کھڑے
لیا مگر شیخ محمد فضل و نواب عبد اللہ خان نے رستمانہ حملہ کر کے قلعہ کا دروازہ کھول
لیا اور اندر گھس گئے اور دونوں جانب سے دست و گریبان کی نوبت پہونچ گئی
گویا عظیم شاہ و عظیم شاہ کی جنگ کا نمونہ تھا مگر نواب عبد اللہ خان کا قبیل
بر سر اوج تھا روہلون کے سردار عظیم خان مار گئے اور انکی جمعیت میں ترنزل ہو گیا
اور ادھر سے بھی بہت پٹھان کام آئے اب تک ظہور الدین خان مقابلہ پر نہیں
آئے تھے شیخ محمد فضل اور چند سردار اور کچھ سپاہ قلعہ کے خاص دروازہ پر پہونچی
اور نواب عبد اللہ خان نے بڑے محل کے دروازہ سے پیش قدمی کرنا چاہی اس وقت
ظہور الدین خان جو وقت کے منتظر تھے مسند سے اٹھے اور جیسا کہ شیر بکریوں
کے گلہ پر آتا ہے جھپٹے شاہباز خان جو مقید تھے انکے قتل کا حکم دیا اور وہ فوراً
مصاحبوں کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوئے۔ بعدہ وہ خود متوجہ کارزار ہوئے۔ اب
نواب ظہور الدین خان اور نواب عبد اللہ خان دونوں بھائیوں کی مقابلہ ہوا چونکہ
دونوں گل ایک ہی شلخ کے تھے اور ہر دو شیر ایک ہی نیستان کے تھے
ایک دوسرے پر حملہ کر کے قتل کر نیکی سبقت چاہتا تھا آخر ظہور الدین خان
زخمون سے چور ہو کر زمین پر گرے اور دو ہزار آدمی طرفین کے قتل ہوئے

نواب عبداللہ خان کی فتح ہوئی تو اب عبداللہ خان نے اپنے بھائی زخمی کو خانزادہ شہاب الدین خان کو جو انکے حقیقی بہنوئی تھے علاج کے لیے حوالہ کیا اس عرصہ میں ظہور الدین خان نے تدبیر کر کے راجپوتوں کو جنگل میں فراہم کیا اور قلعہ چھین لیا۔ کاقصد کیا شہاب الدین خان نے اپنی بدنامی اور سازش کے الزام سے نواب عبداللہ خان کو اس امر کی اطلاع دی تو اب نے زخمی بھائی کو بلا کر اپنی نگہداشت میں رکھا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز نواب عبداللہ خان اپنے بھائی کو دیکھنے گئے انکے زخم اچھے ہو چلے تھے مگر انھوں نے طیش میں آکر سب ٹانکے زخموں کے ٹوڑ ڈالے اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اسوجہ سے انکو نہایت اذیت ہوئی اور اسی میں انکا انتقال ہو گیا تو اب عبداللہ خان نے موضع کھریا اپنی بہن بصیرن بی بی کو خانزادہ مرحوم کی فاتحہ کی غرض سے دیاجب اس جھگڑے سے فرصت ہوئی تو نواب عبداللہ خان اور رولہوں نے باہم چشمک ہوئی عبداللہ خان علی محمد خان رولہ کی ملاقات کو گئے تو انھوں نے اعظم خان مقتول کے بھائیوں سے میل کرادیا اور انکے قیامی مکان پر رولہوں کو لا کر دوسو روپے کی شیرینی منگا کر فاتحہ خیر پڑھی اور ایسا ہی نواب عبداللہ خان کو انکے بیان لیجا کر انکی طرف سے دو روپے کی شیرینی منگا کر تقسیم کرادی اسکے بعد حافظ الملک رحمت خان نے اپنے بیٹے ارادت اللہ خان کا عقد نواب عبداللہ خان کی دختر سے کیا حافظ رحمت خان جو ایک صوبہ کے مالک تھے وہ معہ فوج اور سرداران رولہ کے بڑی دھوم سے بارات لیکر شاہپانور آئے نواب عبداللہ خان

کے یہاں بھی لکھنؤ اور دہلی کے امرا اکثر شریک ہوئے تھے ہمیز کا سامان اور کھانا ان کے اقسام شاہی خاندان کے طریق پر تیار کیے گئے تھے سلامی مین دیات بھی داماد کو دیئے تھے اس دھوم کی شادی دوبارہ شاہجہانپور میں نہوئی ہوگی۔ اسکے بعد جب شاہنژادہ عالی گوہر مخاطب بہ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی سے وسیعہ کے زمانہ میں صوبہ الہ آباد جانیے قصد سے شاہجہانپور ہو کر نکلے تو نواب عبداللہ خان نے حاضر ہو کر نذر پیشکش گزرائی تھی اور شاہنژادہ موصوف نے اس وقت زین الدین خان بہادر خٹائی کے ساتھ اپنی طرف سے صولت جنگ کا خطاب بھی مرحمت کیا تھا۔

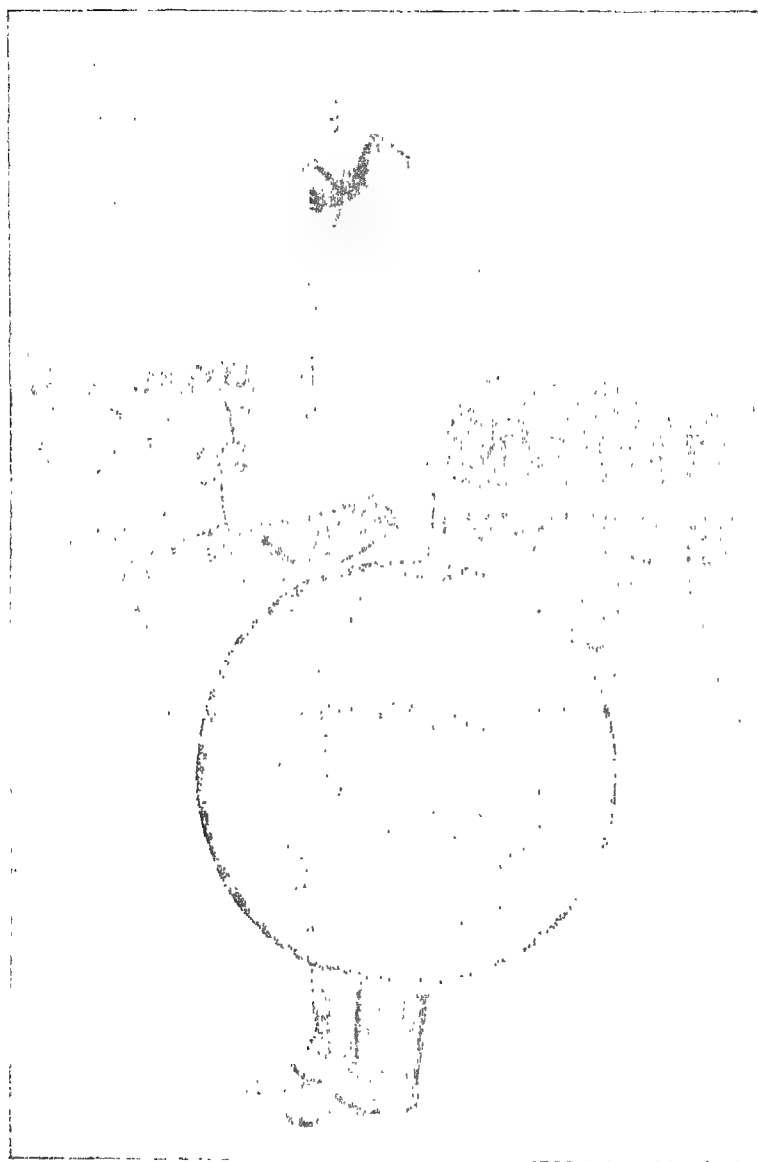
جس زمانہ میں کہ نواب قاسم علی خان بنگالہ سے شکست پاکر شاہجہانپور آئے ہیں تو نواب عبداللہ خان اس وقت موجود نہ تھے حافظ رحمت خان کی ملاقات کو گئے ہوئے تھے مگر ان کی بیوی نے انکو نہایت توقیر سے رنگ محل میں ٹھہرایا اور سامان ضروری اسکے پاس بھجوا دیا جب عبداللہ خان شاہجہانپور واپس آئے تو بہت خوش ہوئے اور مہینوں نواب بنگالہ کو مہمان رکھا اور مہمان نوازی کی کوئی حد نہ ٹھا نہ رکھی۔ نواب عبداللہ خان کو نواب شجاع الدولہ بہادر کچھ متین بھی بہت تکلفی تھی اور معرکہ حافظ رحمت خان میں عبداللہ خان نے شجاع الدولہ کو شاہجہانپور سے ہو کر جانیکی راہ دیدی تھی اور انھیں امور کے لحاظ سے نواب شجاع الدولہ نے انکا علاقہ قائم رکھا تھا اور اسکے داماد ہونیکی وجہ سے ارادت خان سپہر حافظ رحمت خان کو امن دی تھی غرض کہ نواب عبداللہ خان نے نہایت آسائش و ناموری و شہرت ظاہری سے زندگی بسر کی آخر وقت میں گردش فلکی سے کچھ آسمان تنزل کے پیدا

ہو چلے تھے کہ وہ دنیا سے ملک عدم کو چل بسے۔

دریا خان

خانموصوف نواب دلیر خان بانی شاہ آباد اور نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے والد ماجد تھے یہ بڑے شجاع اور با وضع امیر اور قوم کے افغان باقرزی تھے وادوڑی ایک بڑی قوم ٹھکانوں کی ہے اویسی شاخ باقرزی بھی ہے۔

دریا خان کا اصلی وطن قصبہ بربر تھا جو پیشاور کے نواح میں جنکو بس سمت مشرق شمال واقع یہاں کے رئیس و سردار تھے اور انکے پاس وہاں دیہات و باغات وغیرہ کثرت سے تھے اہل ولایت کا دستور ہے کہ وہاں کے سردار کو خان بولتے ہیں چنانچہ یہ بھی خان کے لقب سے مشہور تھے انکے باپ دادا کے وقت سے سرداری چلی آتی تھی دریا خان کے والد کا نام ابراہیم خان تھا دریا خان کا شکاری اور گھوڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے تبلیخ اخبار محبت میں ہے کہ شاہی ملازمت سے پیشتر بھی دریا خان ہندوستان آئے تھے ان ایام میں شیخ رکن الدین باز یخیل ایک منصبدار شاہی تھے وہ ایک درویش سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے حسب ارشاد اون درویش کے دریا خان کو صاحب اقبال دیکھ کر شیخ رکن الدین صاحب نے اپنی بیٹی انکے محل میں دی تھی اور یہ ازدواج قصبہ حسن پور جو دریائے گنگا کے کنارہ ضلع مراد آباد میں واقع ہے عمل میں آیا تھا اسکے بعد پھر ہواے وطن نے کشش کی اور دریا خان اپنے وطن کو واپس چلے گئے اسکے بعد انکے ایک سبب سے خود بخود یہ پیدا ہوا کہ میرالامیر خان جو خانبھان خان لودھی



دربا خان

نام سے مشہور ہے وہ نہایت جلیل القدر منصبدار تھا اور آخر میں ترقی کر کے
 صلاحیت خان یار و قادری سپہ سالار کے خطاب سے جہانگیر بادشاہ نے اسے
 سرفراز کیا تھا وہ تمام ہندوستان کی فوج کا سپہ سالار اور ملک و کن کے
 کئی صوبوں کا صوبہ دار رہا ہے وہ ایک مرتبہ اپنے وطن افغانستان کو گیا تھا
 حسب اتفاق بتقریب شکار ایک جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا قصبہ بربرین
 پہونچ گیا اس وقت وہ تقدیر سے تنہا تھا اور نہایت پیاسا تھا اس نے دریا خان کے
 خادم سے پانی مانگا چونکہ صورت اور سیرت سردار کی نہیں چھپی رہتی دریا خان کی
 نظر جب خانجہان پر پڑی اس کو سردار سمجھ کر گھوڑے سے اتار لائے پانی اور پکلف
 کھانا حاضر کیا خانجہان اس حسن اخلاق سے نہایت درجہ راضی ہوا اور اپنی دستار
 بد لکر انکو اپنا بھائی کہا اور باصرہ تمام اپنے ہمراہ نور الدین جہانگیر بادشاہ کے حضور
 میں لایا دربار شاہی میں اس نے دریا خان کو پیش کر کے اسے نذر دلوائی اور انکی شرف
 خاندانی اور موروثی اعزاز کی بہت کچھ مرح کی اور اپنے ساتھ جو عمدہ برتاؤ کیا تھا
 وہ بھی بیان کیا جس پر بادشاہ نے بنظر عزت افزائی خود دریا خان سے مخاطب ہو کر
 مختلف حالات دریافت فرمائے اور خلعت و منصب سے سرفراز فرمایا پھر
 دریا خان اور خانجہان کے درمیان اس قدر دوستی اور محبت کو ترقی ہوئی کہ صیغہ
 اخوت پڑھا گیا بادشاہ ممدوح نے اول دریا خان کو منصب
 ہزاری ذات اور ۳۰ ہزار سوار کا مرحمت کیا اور اسکے بعد
 انکا اس قدر سوخ بڑھا کہ شاہزادہ خرم ملقب بہ شاہجہان کا جہانگیر بادشاہ نے
 دریا خان کو سپہ گری کے فن میں اتالیق مقرر کیا اور انکے بیٹے سراب الدین

بہادر خان کو جنگی عمر اس وقت ۱۵ سال کی تھی وہ شاہزادہ کے امرا و مصاحبین میں منسلک ہوئے دریا خان نے خدمات بادشاہی کو نہایت عمدہ طور سے ادا کیا اور اکثر معرکوں میں افواج شاہی کے ساتھ شریک ہو کر فتوحات حاصل کیں یہ بیان مصنف اخبار محبت کا ہے اور مصنف ماثرا امرائے کسیتہ در فتاوت ماثرا امرائے صفحہ ۱۸ ردیف دال جلد دوم حصہ اول میں تحریر کیا ہے کہ دریا خان داود زئی ابتدا میں مرتضیٰ خان عرف شیخ فرید کے سلسلہ ملازمت میں منسلک ہوئے اور پھر ایام شاہزادگی میں شاہجہان کے پاس آکر سر بلندی حاصل کی اور یہی مضمون بادشاہنامہ میں شاہجہان بادشاہ نے لکھا یا ہے اس تھوڑے سے اختلاف کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں چونکہ مرتضیٰ خان بخشی فوج تھے اس لیے دریا خان شاہی ملازمت کی حالت میں مرتضیٰ خان کی ماتحتی میں رہے ہوں اور پھر شاہجہان نے انکو کار گزار و خوشرو جو ان پاکر اپنی سرکار میں لے لیا ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دریا خان افغانستان سے آکر چنپے مرتضیٰ خان کی ملازمت کی ہو کیونکہ مرتضیٰ خان شیخ فرید کے جو دو حنا اور

سے شیخ فرید سادات بخاری سے تھے ان کا نسب سید جلال بخاری تک پہنچتا ہے اور سادات واسطوں سے امام علی نقی تک منتہی ہوتا ہے انکے جد چارم عبدالغفار دہلوی نے اپنے فرزند کو وصیت کی تھی کہ گذر اوقات ہمیشہ کتب کرنا اور سب پاگہری کی نوکری کر کے معاش حاصل کرنا۔ چنانچہ شیخ فرید نے ترکین میں اکبر بادشاہ کی ملازمت کی اور حسن اطاعت اور کارگزاری سے نہایت قربت ایام پیدا کیا شجاعت اور عقلندی میں مشہور ہو کر زمرہ امرا میں یکتلاے روزگار ہوئے جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد انھیں مرتضیٰ خان کا خطاب دیکر کجرات کا صوبہ دار مقرر کیا شیخ کمال ظاہری و باطنی دونوں سے آراستہ تھے شجاعت و سخاوت ہر دو اوصاف کے مجموعہ تھے انکی فیاضی کا دروازہ

فیض و برکات کا غلطہ تمام ہندوستان میں بلند تھا وہ ایسے امیر فرشتہ خصلت

بصیرت و مہربانی اہل عالم کے لیے کھلا تھا جو کوئی انکے پاس پہنچا محروم نہ رہا جب تک دربار کو نہیں جانے
تھے مکمل چاد گیش و ردیش کو تقسیم کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے بچہ بزرگاری اشرفی و روپیہ کے
اور کچھ نہ دیتے ایک روز ایک درویش سات بار کرشمہ لیکھا اکھنویں بار شیخ نے کہا کہ ایسا نہ کہ لوگ
بناہیں اور تم سے لے لین اہل خانقاہ اور ارباب توکل و متاجین و بیوہ مستورات کے لیے جو یہ
وسالانہ مقرر تھا حاضر و نائب او کو برابر پہنچاتے تھے انکی جاگیر و معاش سب اسی میں صرف ہوتی
تھی سادات کی ایک فوج پالی تھی اوکے کل مصارف ادا کرتے تھے ایک سال میں تین بار خلعت
لوگو کو عنایت کرتے بعض دوستوں کو ایک لاکھ روپے تک سالانہ دیتے تین ہزار خوش لباس سوار
منتخب تیار کیے تھے کبھی حویلی میں نہ رہے ایک بار شیرخان تارین رخصت لیکر وطن گیا پانچ چھ سال کے
بعد آیا وہ ارکا داس بخشی خواہ سے کہا کہ اسے خرچ دید و اسنے فرد حاضری و غیر حاضری کی تیار کر دی شیخ
براہم ہوئے کہا کہ نوکر قدیم ہے اگر مکان پر جا کر عرصہ ہو گیا تو ہمارا کون کام خرچ ہو گیا تاریخ روانگی سے
سات ہزار روپے نکلے کل دلوادیے۔

دو کام اسے ایسے ہوئے کہ تمام ارکان سلطنت سے انکار تہ بلند ہو گیا تھا اول یہ جب اکبر کا وقت
آہر ہوا مرزا عزیز کو کہ اور راجہ مان سنگہ سلطان خسرو کو جو اکبر کا منظور نظر تھا تخت نشین کیا چاہتے تھے مگر
شیخ نے عین وقت پر جہانگیر کو قلعہ میں لا کر تخت سلطنت پر بٹھلادیا۔ دوسرے یہ کہ جب خسرو باغی
ہو کر آگرہ سے لاہور تک لوٹتا ہوا گیا ہے تو شیخ ہی نے اسے شکست دیکر بھگا دیا جس پر جہانگیر بادشاہ
فرط الفت سے شیخ سے لپٹ گیا اور شیخ ہی کے خیمہ میں رات کو رہا اس مقام مفتوحہ پر جو پورے
ہیروان وال مشہور تھا شیخ کے حسب خواہش پر گنہ فتح آباد کے نام سے موسوم کیا جہانگیر نے
شیخ کو صاحب سیف و القلم کا خطاب دیا تھا شیخ نے ایک انگلشٹری لعل بدخشان کی جس کا نگینہ و حلقہ
ایک پارچہ لعل سے تراش کر بنایا گیا تھا نہایت خوش رنگ و بھیس ہزار کی قیمت تھی بادشاہ کو پیشکش
دی تھی امیر الامرا شریف خان اور مہابت خان شیخ سے نہایت نفسانیت رکھتے تھے جب یہ بچا
کے صوبہ دار تھے شہنشاہ جہری کو قصبہ چٹان میں انتقال کیا اور دہلی میں اپنے آبائی مقبرہ میں مدفون
ہوئے حسب وصیت عمارت بنائی گئی ترکہ میں کل ایک ہزار اشرفی چھوڑی احمد آباد میں محل بنایا

تھے جنکی نظیر عالم میں ملنا مشکل ہے۔

نورضکہ دریا خان نے شاہجان کی ایام شاہزادگی میں ایسی ایسی خدمتیں نمایاں کیں کہ روز بروز انکا تقرب بڑھتا گیا مگر آخر میں شاہجان اور نور جهان کے باہمی نزاع میں انکی ساری خیر خواہی وجہان نشاری خاک میں مل گئی قاعدہ ہے کہ جب شاہی تہاندان میں حصول تخت کے لیے دو مدعیوں میں جھگڑا پیش آتا ہے اور ایک حقدار غالب آجاتا ہے تو فریق مغلوب کے جتنے طرفدار ہوتے ہیں وہ سب رد ہوا اور بدنام ہو جاتے ہیں یہی صورت دریا خان کو پیش آئی نور جهان تو حکمرانی کے لیے چلتا ہوا پرزہ تھی اور شاہجان ولیعہد اوسکا مد مقابل تھا اگرچہ شاہزادہ حق بجانب تھا اور نور جهان کی نفسانیت بجا تھی مگر چونکہ وہ جہانگیر کے مزاج پر غالب تھی اسلیے تمام ارکان سلطنت اسکی طرف تھے اور خانبہان خان دی بھی اوسکے جانب تھا اور دریا خان نے خانبہان خان کو اپنا ہمقوم و محسن سمجھا کر اسکا ساتھ نہ چھوڑتے تھے کہ جان و مال سے بھی دریغ نہ کیا اسوجہ سے دفتر شاہجہانی میں انکا نام ہمیشہ کے لیے خانبہان کی طرفداری اور بادشاہ کی کورنگی کے متعلق تحریر ہو کر مشہور ہو گیا۔

جب تک دریا خان شاہجان کے ساتھ ایام شاہزادگی میں رہے نہایت تسوئی سے شاہزادہ کی طرفداری اور کارگزاری کر کے ناموری حاصل کی۔ جسوقت کہ شاہجان کی جاگیریں پر گتہ دہو پور بھی تھا نور جهان نے جہانگیر بادشاہ سے لیکر

بہت سی صفحہ ماقبل انہیں کا آباد کیا ہوا ہے اور سجد و مقبرہ شاہ وجیہ الدین کا انھوں نے بنایا۔ دہلی میں فرید آباد

والا یہ دیکر عمارت یادگار چھوڑا و لادین لکے کی تھی وہ بھی لا لود فوت ہو گئی تھی۔

شہر یار کو دلوائی اوس زمانہ میں دریا خان شاہجہان پور کی طرف سے اس جاگیر کے جنم
تھے شہر یار نے اپنے ملازم شریف الملک کو پرگنہ دھولپور کا ناظم مقرر کر کے بھیجا
اور شریف الملک نے وہاں پہونچ کر اوس پر قبضہ کرنا چاہا تو دریا خان شاہجہان کی طرف
سے مقابلہ کو آئے طرفین میں نہایت جدال و قتال پیش آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شریف
الملک مارا گیا ایک تیراوسکی آنکھ پر ایسا لگا کہ جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اور دریا خان
بدستور اس جاگیر پر قابض رہے۔

بعض کتاب میں ہے کہ شریف الملک قلعہ دھولپور پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اور دریا خان
نے اس سے قلعہ چھیننا چاہا اور نتیجہ اوسکا متانہ ہوا اور یہ صورت بھی ہو سکتی تھی۔
کہ نزاع جاگیر پر ہوا اور قلعہ میں ہر ایک ناظم رہنا چاہتا ہوا سیلے فیما بین تناؤ اور چلی ہو
بہر کیف دریا خان نے فتح پائی شاہجہان نے دریا خان کی اس وساداری اور
اطاعت شعاری سے نہایت خوش ہو کر خلعت فاخرہ عطا فرمایا یہ واقعہ ۱۰۳۰ھ کا
اس محاربہ سے نورجان حکیم کامراج اور برہم ہوا اور آتش حسد بھڑک اٹھی اسنے
جائگیر کو شاہجہان کی طرف سے اشتعال دینا شروع کیا شاہجہان کی عرضداشت کو
نامناسب و قوت نہیں پیش کرایا اور تمام امور ات کو بگاڑ دیا شاہجہان سے نورجان
کی مخالفت کا یہ سبب تھا کہ اوسکی ایک بیٹی جو شیر افکن خان سے پیدا تھی اور
وہ شہزادہ شہر یار کے عقد میں آئی تھی اسلیے وہ چاہتی تھی کہ میرا داماد شہر یار
بادشاہ ہو اگر شاہجہان بادشاہ ہوا تو میرا یہ سبب عروج جاتا رہیگا اور شہر یار کے
سے دور جنگ دھولپور یا شریف الملک کو سلطان شہر یار نامی شجاعت بر آوردہ پایہ اعتبار
بہر افروخت۔ ماثرا الامرا جلد دوم تذکرہ دریا خان۔

سلطنت پانے سے میرا حکم و تصرف سلطنت پر جاری رہیگا۔

مگر شاہجہان ولیعہد اور سب شہزاد و نین لایق تھا بیسیوں بڑی بڑی فتوحات حاصل کر چکا تھا بلا بخش بادشاہ کے اوپر غلبہ نہیں پاسکتی تھی حالانکہ پہلے خود ہی نے اپنی بھتیجی ارجمند بانو عرف ممتاز محل سے شاہجہان کا عقد کر لیا مگر اب اس خود غرضی سے بالکل خلاف ہو گئی شاہجہان کے وکیل کی آمد و رفت دربار میں نہ کر دی اور قندہار کی مہم پر شہر یار کو نامزد کر کے اوسکی انالیقی کے واسطے مرزا صفوی کو مقرر کیا اور شاہجہان کے پاس سے کسی نہ کسی بہانہ سے کل امر کو طلب کر لیا شاہجہان ان وجوہات سے نہایت مکر رہا اور اسے فضل خان کو اپنے باپ جہانگیر بادشاہ کیند مت میں بھیجا اور اسے آکر شہزادہ کی طرف سے صفائی حاصل کرنا چاہی مگر نور جہان جہانگیر پر یہی حاوی

رہ نور جہان کا نام مہر النساء تھا یہ غیاث بیگ طہرائی کی بیٹی اور آصف خان کی بہن تھیں اسی زمانے میں بیگم مرزا علاء الدولہ آقا ملا کی دختر تھی اوسکا دادا محمد شریف جو شاہ طہاسب صفوی فرمانروا سے ایران کا وزیر اعظم تھا جب غیاث بیگ کا زمانہ ایران میں ناموافق ہوا تو وہ دوپیر اور ایک دختر اس کے ہندوستان کو روانہ ہوا انھوں نے راہ میں کل اسباب غارت ہو گیا اور بجز خچر سواری کے اور کچھ ساتھ نہ لیا جب قندہار میں پہونچا یہ مہر النساء پیدا ہوئی ملک مسعود تاجر قافلہ جو اکبر سے نہایت شناسائی رکھتا تھا اوسکے احوال سے مطلع ہوا اوسنے غیاث بیگ سے نہایت اچھے سلوک کیے اور جب فقہورین پہونچا تو تاجر نہ کو رنے غیاث بیگ کو اکبر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرائی اور وہ حسن خدمت سے دیوانی کابل پر نامزد ہوا اسکے بعد دیوان بیوتات ہو گیا جہانگیر نے آغاز سلطنت میں اسے مرزا شہزادہ الدولہ کا خطاب دیا اور مرزا خان بیگ وزیر الملک کے ساتھ دیوان وزارت کا شریک کیا مہر النساء عرف نور جہان پہلے ہی سے جہانگیر کی منظور نظر تھی مگر اکبر نے اسکو شیر افکن خان سے بیاہ دیا تھا جس کا نام علی قلی بیگ بہادر تھا اور وہ شاہ ایران کا سفر چڑھا شاہ کے مرنگے بعد وہ قندہار سے ملتان آیا اور خان خانان سپہ سالار کے ذریعہ سے اکبر کی ملازمت حاصل کی جہانگیر نے علی قلی بیگ کو رانا

ہو گئی تھی کہ کچھ فائدہ نہواشا جہان سمجھا کہ اب نامہ و پیغام سے کام نہیں چل سکتا۔

بقیہ صفحہ یا قبل کی ہم میں بہادری دیکھ کر شیر افغن خان کا خطاب دیا اور مردان میں جا کر
عنایت کی جب قطب الدین خان کو کلتاش بنگالہ کا صوبہ دار کر کے رخصت کیا تو مہر النساء کے
بارہ میں اشارہ کر دیا تھا خان کو کہ نے جب بنگالہ پہنچ کر شیر افغن خان کو بلایا تو وہ اس امر
پر مطلع ہو کر کو کہ پر حملہ آور ہوا اور کو کہ کا کام تمام کر دیا کو کہ کے آدمیوں نے اوپر جو ہم کیسا
اور انہی خان کشمیری نے اسے زخمی کیا وہ باوجود بے انتہا زخموں کے اپنی جرات سے لپٹے
مکان تک گیا اور چاہا کہ اپنی عورت مہر النساء کو قتل کر کے جھگڑا ختم کر دے مگر مہر النساء کی
مان نے اسے چھپا کر اس سے کہا کہ وہ تو زخمی ہوئی خبر سن کر کنوین میں گر گئی یہ خبر سن کر
شیر افغن خان نے جان دی قتل کی تاریخ (مطبوعہ) ہے اسکے بعد شیخ غیاث جو خواہر زادہ
قطب الدین خان کے تھے وہ مہر النساء اور اسکی مان اور اسکی لڑکی جو شیر افغن خان سے
پیدا ہوئی تھی لیکر جہانگیر کے پاس لائے وہ چند روز بوجہ قتل کرنے کو کہ کے جو اسکے
شوہر کے ہاتھ دھمکے ہوئے تھے مقبوض رہی۔ پیشتر جہانگیر نے اسے سلیمہ بیگم اپنی مادر مرضیہ کو ہم
کیا تھا چند روز نا کامی رہی پھر پیام سلام ہوئے لے نور جہان نے ایک گلدستہ زر گس
کا بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور شیخ پر یہ مصرعہ لکھا ہے نیت زر گس چشم قدرت کہ در شوق
روئے تو بہ جہانگیر نے اسکے جواب میں یہ مصرعہ لکھا ہے کاش باشد نور ہم در زر گس
دیوئے تو بہ اسکے جواب میں یہ قابلانہ شعر نور جہان نے جہانگیر کو لکھ کر بھیجا ہے نوراد چشم
از روز ازل جادادہ اندہ بینم اندر پردہ پانہان چال روئے تو بہ جہانگیر نے یہ رقعہ نور جہان
کو تحریر کیا۔ مہر روشن آہوے شیر افغن۔ کشیدہ زر کار بر حریر رومی است ملاحظہ گشت
خواہیاست ناز حیلہ نیاز چرا باشد حجاب ز عصمت بہتر نیست سخن باے قدسی بیگم را آویزہ گوش
باید کردے باہر و مہ کہ حسن بجا گیر دادہ اندہ مہرت بقلب شاہ جہانگیر دادہ اندہ اسکے جواب
میں نور جہان نے یہ معروضہ فرستہ کیا۔ مہر در سایہ ظل الہ است و آہوے شیر افغن ز عصمت
نخیر یک پلہ تیر در حریم شاہ عصمت بے پردہ چون شمع بے فانوس و جواب قدسی غیر عصمت
نباشد باقی پردہ پوش مہر سایہ ظل آلہ بس مہرتا در خانہ قطب است از جہان جنبدے

خود باپ کی خدمت میں چلنا چاہیے اور حقیقت معاملہ عرض کرنا چاہیے وہ معہ
 پیغمبر ماقبل خورشید را کہ نور جاگیر دادہ اند پد امراستان جاگیر دادہ اند پد
 جلوس مطابق سنہ ہجری میں جاگیر نے نور جانکو دیکھا پھر پڑا عشق جو شہنشاہ ہوا اور ہزار
 شہین سے اسکو ازدواج میں لایا پہلے نور محل پھر نور جان خطاب دیا اور اسی کی جہ
 سے اسکے باپ کو وکالت کل اور چھ ہزاری منصب سے سرفراز کیا جب وہ مرنے لگا جاگیر
 سر ہانے آیا نور جان نے باپ سے پوچھا یہ کون ہے اوستے یہ بیت انوری کی پڑھی ہے آنکہ
 کا بنیلے مادر زاد گر حاضر شود در جین عالم آرایش بہ بنید مہتری پد جاگیر کہا کرتا تھا کہ
 اسکی صحبت ہزار یا قوتیوں سے بہتر ہے۔ نور جان حکیم ظاہری کے علاوہ باطنی خویاں
 بھی رکھتی تھی بڑی رسا نہایت سلیقہ شعار مدبر بختکے روزگار تھی بادشاہ کتا تھا کہ جب تک
 وہ میرے گھر میں نہیں آئی تھی ذہن گھر کی نہیں آئی تھی اور کتھرائی کے معنے کو نہیں جانتا تھا
 اکثر زیور و لباس و اسباب زیب و زینت کے نور جان نے ایجاد کیے ہیں مثل دودھنی پیشوا
 پنجتولیہ۔ اور ڈھنی بادلہ۔ کناری عطر جاگیر۔ فرش چاندنی وغیرہ۔ جاگیر کا قول تھا کہ مجھے بجز
 دو کباب اور ایک پیالہ شراب کے کچھ نہیں چاہیے سلطنت سے کوئی سروکار نہیں نور جان
 جانے۔ تمام پروانے اور احکامات نور جان صادر کرتی تھی حتیٰ کہ بجائے بادشاہ کے جھرو
 میں بیٹھ کر امیر و کما مگر بھی لیا کرتی تھی سکے اسکے نام کا تھا۔ حکم شاہ جاگیر یافت صد زیور
 بنام نور جان بادشاہ بیگم زہرا فرما نو پیر عبارت ہو کر تھی حکم علیہ عالیہ مد علیا نور جان
 بیگم بادشاہ۔ نور جان گشت بفضل الہ پد ہم و ہمراہ جاگیر شاہ پد تیس ہزاری منصب
 کے موافق اسکی جاگیر تھی جملہ متعلقین اسکے منصب خانی و ترمانی سے سرفراز تھے حتیٰ کہ
 میرا شیر دل آرام والی جو اسکی مرضعہ تھی بجائے حاجی کو کہ کے صدر اناٹ ہوئی تھی
 کتھ خویس و تبار از تو ناز میزید بحسن یک تن اگر صد قبیلہ ناز کنند یہ بیگم بڑی فیاض تھی
 جسروز تمام جاتی تھی تین ہزار روپے کا خرچ مقرر تھا۔ مگر بمقتضائے عورت و ناقص العقل کے
 جاگیر بادشاہ کے مزاج کو شاہجان جیسے خلف الرشید و لیعد سے جو دارت سلطنت اور
 شاہ بلند اقبال کے خطاب سے سرفراز تھا منحرف کرنا چاہتی تھی سخاوت کے ساتھ بیگم

فوج کے اس غرض سے بڑھا مگر اس صورت کو نور جہان نے بادشاہ کے ذہن میں
یون جمایا کہ وہ مقابلہ کو آتا ہے بادشاہ لاہور سے دہلی روانہ ہوا اور شہزادہ کے
مہمات کے واسطے ایک لشکر مہابت خان کے ہمراہ بھیجا سلسلہ ہجری کو
پلوچپور اور قبو پور میں دونوں فوجوں نے زور آزمائی کی مگر اسکے بعد شاہ جہان
بمقتضائے مصلحت برہانپور چلا گیا اور شہزادہ پر وزیر بشمار لشکر لیکر جبین تین سو
جنگی با تھی اور بیس ہزار سوار تھے بادشاہ کی طرف سے شاہ جہان کے تعاقب میں
روانہ کیا گیا شاہ جہان کے امرا نے مہابت خان سے سازش شروع کی یہ حالت
دیکھ کر شاہ جہان دکن کو چلا گیا اور اوڈیسے تلنگانہ ہوتا ہوا بنگالہ آیا احمد بیگ حاکم
لکھن سدر راہ ہوا مگر شاہزادہ نے شکست دیکر ملک بنگالہ پر قبضہ کرنا چاہا اور

قبضہ مقیمہ ماقبل شجاعت بھی تھی شیرون کا شکار کھیلتی تھی چنانچہ اسکے متعلق جانگیر نے یہ شعر
حسب حال لکھا تھا نور جہان گرچہ بصورت زن است بد در صفت مردان زن شیر فلک است
جانگیر نے عید کا چاند دیکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ہلال عید براوج فلک ہویدا شد بد نور جہان
نے کہا کلید میکدہ گم گشت بود پیدا شد بد بادشاہ کے قبائے حریر میں تکتہ لعل رمانی
کو دیکھ کر نور جہان نے یہ شعر پڑھا ترا تکتہ لعل است در قبائے حریر بد شد است غلہ
خون منت گریبان گیر بد یہ شعر بھی اوسے کا ہے کشاد غنچہ اگر از نسیم گلزار است بد
کلید قفل دل ماتسم یا راست بد بعد انتقال جانگیر کے نور جہان نے بجز سفید لباس کے دوسرے
کپڑہ نہ پہنا اور مجالس شادی میں نہ بیٹھی شاہ جہان نے دو لاکھ سالانہ روپیہ مقرر کر دیا تھا
لاہور میں رہا کرتی تھی سلسلہ جلوس شاہ جہانی مطابق سلسلہ ہجری کو ۲۰ برس کی عمر میں
انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مقبرہ میں واقع لاہور میں مدفون ہوئی راقم مقبرہ پر گیا ہے
سکھوں نے شہہ کے غدر میں شکست و تاراج کر دیا تھا۔

دہاگے ابراہیم خان فتح جنگ صوبہ دار بنگالہ کے پاس پہونچا اور ابراہیم خان
 نے خبر لشکر جہانگیر نگر عرف ڈہاکہ سے نہایت جلد آلات حرب اور دست با تھی لیکر
 اکبر نگر جب کو پیشتر راج محل کتے تھے آیا اور اپنے بیٹے کے مقبرہ کے حصار کو لشکر
 لگاہ بنایا اور وہاں سے جنگی بیڑے جو اسکے پاس تھے انکے ذریعہ سے دریائے
 گنگا کو تر کر دیا کے کنارہ اپنا خیمہ لگایا شاہجان نے اسکو برسر پر خاش عاکر
 ایک فرمان لکھا کہ اگر تیری مرضی دار الخلافت جانیکی ہو تو بلا مزا حمت چلا جا اگرچہ
 میرے نزدیک اس ملک کی وسعت ایک نگاہ کی جولا نگاہ سے زیادہ نہیں
 ہے اس ملک میں جو جگہ تیرے پسند ہو وہ تجکو دیدیجائے اوسنے جواب دیا کہ
 یہ ملک آپکے بزرگوں نے میرے سپرد کیا ہے میں بلا اجازت نہیں دیسکتا
 چونکہ بغیر کشتیوں کے دریا کا عبور نہیں ہو سکتا تھا اسلیے دریا خان پانسو
 میٹھانوں کو لیکر آکے بڑھ گئے اور تیلیہ راج نے جو غیر مشہور رہتہ
 بتایا تھا اوس طرف سے اپنی جماعت کو لیکر پہونچ گئے ابھی دس بارہ گھوڑے بھی
 دریائے اوس طرف نہ پہونچنے پائے تھے کہ ابراہیم خان صوبہ دار بنگالہ کی فوج
 نے دریا خان کی فوج کو روکا مگر دریا خان نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور
 ثابت قدمی اختیار کی عبداللہ خان فیروز جنگ بھی یہی چاہتے تھے کہ میں بھی شہزاد
 کے لشکر کو اوسی راہ سے کہ جس راستے سے دریا خان لشکر کو لیگئے ہیں لیجاؤں
 مگر حالت کو دیکھ کر وہ نہ بڑھ سکے دوسری راہ کی طرف متوجہ ہوئے ابراہیم خان
 نے احمد بیگ خان کو اپنی فوج کی کمک کے لیے بھیجا جب شاہجان نے خبر
 سنی تو اسنے راجہ بھیم کو متعین کیا کہ عبداللہ خان کو ہمراہ لیجا کر دریا خان تک پہونچاؤ

منوڑیہ کوئی نہ پہونچ سکے کہ دریا خان نے دو مرتبہ مقابلہ کیا اور حقیقتاً
دیکر مخالفت کو بھگا دیا مگر پیادہ ہونیکی وجہ سے تعاقب کر کے گرفتار نہ کر سکے
ابراہیم خان احمد بیگ خان کی شکست کے بعد دوبارہ خود مقابلہ کے لیے بڑا
اور دریا سے اتر کر ایسی جگہ جسکے ایک طرف دریا اور دوسری جانب جنگل تھا
اپنی فوج جمع کی سید نور اللہ آٹھ سو سوار اور احمد بیگ خان سات سو سوار
لیکر اور خود اسکے ساتھ ہزاروں سوار پیادے تھے آگے آیا دونوں طرف سے
جنگ شروع ہوئی سید نور اللہ تو مقابلہ کی تاب نہ لایا اپنی جگہ سے بھاگ کر احمد
بیگ خان کے پاس پہونچا اور احمد بیگ خان نہایت پامردی سے لڑ کر زخمی ہوا
ابراہیم خان یہ حال دیکھ کر دوڑا مگر اسکے ساتھی شاہجان کے بہادر وکی ضرہوں
کا حملہ نہ برداشت کر سکے اور بے اختیار بھاگے اور سب انتظام بگڑ گیا
چاروں طرف سے اسپر آدمیوں کا ہجوم ہوا اور ابراہیم خان گھر کر قتل ہوا شاہجان
کو فتح نصیب ہوئی تمام سامان و ہاتھی و گھوڑے شاہزادہ کی سرکار میں ضبط
کیے گئے اور چالیس لاکھ روپیہ نقد ہاتھ آیا شاہجان نے ایک لاکھ
روپیہ نقد اور چند ہاتھی دریا خان کو عنایت کر کے شاہانہ
نوازش سے سرفراز کیا اور بنگالہ کی حکومت دار اب خان پسر خان خانان

شاہ خان خانان کا نام مرزا عبد الرحیم تھا برہم خان اسکا باپ اور جمال خان میواتی کی بیٹی سکیاں
تھی یہ سلسلہ کولابور میں پیدا ہوا جب اسکا باپ گجرات میں ایک افغان کے ہاتھ سے
شہید ہوا تو یہ چار سال کا تھا محمد امین دیوانہ اور زبور مرزا نے اسکی والدہ کو دہانکے آشوب سے
بھاگ کر احمد آباد پہونچا دیا سلسلہ جلوس میں اکبر نے اسے اگرہ طلب کر لیا اور خود پرورش کیا مرزا

گو دیکر ٹیپہ کی طرف روانہ ہوا جب صوبہ بہار بھی شاہجہان کے قبضہ میں آگیا تو

بقیہ صفحہ ماقبل خطاب دیکر بادشاہ نوہ شہر خان عظم سے انکا نکاح کروایا ۲۱ سالہ جلوس میں صوبہ
دار کی کجرات کی عطا ہوئی ۲۲ سالہ جلوس میں حضور کی بادشاہ میں جو خدمت میر عریضی کی تھی
عنایت ہوئی ۲۳ سالہ کوشہزادہ سلیم عرف جاگیر کی اہلیقی عنایت ہوئی مظفر گجرات کی فتح میں
جو کچھ اسکے پاس تھا کل تقسیم کر دیا ایک قلعہ دار باقی تھا ایک شخص آیا وہ اسکو دیدیا ۲۴ سالہ
میں وقایع بابر کا ترجمہ اٹلے ترکی سے فارسی زبان میں کیا اکبر بادشاہ نے نہایت تحسین کی
۲۵ سالہ جہری میں وکالت بادشاہی کا منصب عطا ہوا اور جو پورا اسکو دیا گیا ۲۶ سالہ میں صوبہ
ملتان اسکی جاگیر میں مقرر کیا گیا صوبہ ٹھٹھہ کی فتح بھی اسنے کی ملا شکیبی نے شہنوی فتح کی لکھی اسنے
صلہ میں اسکو ہزار اشرفی انعام میں دی خانخانان قابلیت و استعداد میں کیتلے روزگار تھا
عربی فارسی ترکی ہندی جملہ زبانوں میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اسکی شہر فہمی مشہور تھی فیاضی عالی
ہمتی میں ضرب المثل تھا تمام زبانوں میں گفتگو کرتا تھا ایک مرتبہ بجائے پیادے کے سوار کی تلواریں
پر دستخط کر دے پھر دینا کیسا کمر شان سہا ہزار دام کی جگہ ہزار روپیہ اسے دیے شہر کو مکر
سونے کے ہوزن تلوا دیا مظہری کو لاکھ روپے دیے فقرا علما کو باعلان رقم کثیر دیتا تھا
اسکے عہد میں اہل کمال مثل عہد سلطان حسین اور میر علی شیر کے جمع تھے شجاعت و سخاوت
و دانشمندی و تدبیر ملکی میں سرآمد زمانہ تھا عہد اکبری کا امر اسے عظم تھا اسکا نام نامی ہمیشہ صفحہ دنیا
پر باقی رہی گجرات تیسرے سندھ شکست سپیل خان بجا پوری اسکے کارنامے ہیں مخبر
بہت رکھتا تھا بعض باتیں اور چیزیں اسکے بیان ایسی استعمال ہوتی ہیں کہ مخبر شاہزادوں کے
اور کوئی انکو استعمال نہ کر سکتا تھا۔ باپ اسکا شیخ تھا مگر یہ اظہار اہلسنن کرتا تھا شاہنواز خان
داراب خان مرزا رحمن داد اسکے بیٹے تھے جب مرزا امرا اللہ اسکا بیٹا مرہٹے تو اسکا رخ ہو گیا
ایک کسی جال تھی اس سے اسکے مرثیہ ہر وقت قصہ کہکرتی تھی کیا کرتا تھا مگر حضرت شاہ
عیسے سندھی کی تسلی وہی سے اسکے دلو قرار آگیا محمد فہیم راجپوت کا لڑکا اسے متبہ کیا تھا
وہ ایسا متقی تھا کہ تادم واپسین تہجد و اشراق تھا نہ ہوئی۔ وہ درویش دوست تھا مگر
تند مزاج ہمیشہ صلے تازیانہ بلند رہتی۔ خانخانان کا تخلص رحیم تھا۔ ۵۰ لاکھ روپیہ اسکا

دریا خان و عبداللہ خان کو اپنے لشکر کا پیش خیمہ بنا کر الہ آباد کو پیشتر روانہ کیا اور اسکے بعد خود مع سپہ و دختر شاہنواز خان کے الہ آباد کی طرف متوجہ ہو اثنائے راہ میں اکثر اس صوبہ کے جاگیرداروں نے حاضر ہو کر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی اور قلعہ بہتاس کو سید مبارک قلعہ دار نے نہایت خوشی سے شاہجہان کے حوالہ کیا اور خود اسکی نوکری بھی اختیار کی شاہجہان نے تمام ممالک شرقی پر فتح حاصل کر کے اپنا قبضہ کر لیا صوبہ اودہ کا حاکم دریا خان کو کیا اور صوبہ الہ آباد عبداللہ خان کے سپرد فرمایا جب نورجہان نے یہ اخبار متوجش سنے تو اوسے شاہزادہ پر وزیر کو بادشاہ کی طرف سے شاہجہان کے مقابلہ کو بھیجا اور مہابیت خان سپہ سالار کو اسکا اتالیق کر کے ساتھ کیا اور تمام سرداران شاہی جنکو شاہجہان نے

قبضہ ماقبل امر کی نا اتفاقی سے جنگ دکن میں ضائع ہوا مگر قلعہ احمد نگر چین کر نظام شاہ کو برہانپور میں اکبر بادشاہ کے پاس لایا اور اسکی دختر جانان سلیم شاہزادہ دانیال کو منسوب تھی ستمین اسکی بیوی ماہ بانو کا انتقال ہوا لاہور میں بیمار ہو کر ستر سالہ عمر میں ۲۷ برس کی عمر میں خانخانان نے انتقال کیا دہلی میں ہمایون کے مقبرہ کے قریب دفن ہوا رقم مقبرہ پر لکھا ہے (خان سپہ سالار کو) تانچہ وفات ہے۔

۱۷ مہابیت خان کا نام زمانہ بیگ تھا یہ غیور بیگ کابلی کالٹر کا تھا سادات صحیح النسب امام موسیٰ رضا کی اولاد سے ہے اسکا باپ شیراز سے کابل آیا اور وہیں اکبر شاہ کا ملازم ہوا لڑکپن میں جہانگیر کی ملازمت میں بہت جلد شاگرد پیشہ ہو گیا جب جہانگیر راجہ اوجینہ سے ناخوش ہوا یہ راجہ کے لشکر میں پہونچ کر اسکے آدمیوں سے بولا کہ تم ہٹ جاؤ مجھے بادشاہ کا حکم تنہائی میں سنائے چنانچہ راجہ کاسر کا لکڑیال میں لپٹ کر بغل میں دبا لایا بادشاہ نے لشکر کے کوسٹا حکم دیدیا کل شکر منتشر ہو گیا۔ زمانہ بیگ کو مہابیت خان کا خطاب ہوا اسے ہزاری منصب سے صوبہ دار کابل ہوا آصف خان کی عداوت سے یہ عراق چلا جانا چاہتا تھا شاہ عباس صفوی

اپنی رفاقت میں لے لیا تھا اوسکے نام فرامین معافی قصور جاری کر کے شاہی

بقیہ صفحہ ماقبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ جانے دیا جب مہاراجا خان
صوبہ داری برہانپور سے صوبہ داری بنگالہ پر راضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سو
اسکے پکڑ لانے کے واسطے بھیجے تا چار یہ ہلا کچھ امرا بھی ہمراہ لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان
دیوان دکن نے سب سے کدیا کہ یہ معتبوب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا صرف
اسکی جماعت چھ ہزار ہمراہ تھی جانتیگر کابل کے ہنگامہ کو جا رہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع
ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تا اسے مطالبہ شاہی حضوری نہیں حاصل ہو سکتی اور یہ سننے
بھی سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی میں بٹھا لیا بعدہ قید کر دیا گا اور حکم ہو کہ
فوج سے نہ ملنے پاسے یہ ہوشیار ہو گیا جب کل لشکر اتر گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسنے
ایک ہزار پل کی حفاظت کو بھیج دیے اور راستہ میں شہر بارہ اور داؤد بخش شہزادہ کو ہمراہ لیلیا
اور دو تنخانہ بادشاہی میں بلا اجازت سہہ لگیا اپنے آدمی پہرے کے لیے دروازہ پر بٹھا دیے
جب مہابت خان کے راجپوت غسلا نہ میں جس آئے مقرب خان نے اس سے کہا کہ
او کوڑھی یہ کیا ہے ادبی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر مادی خون بہنے لگا
اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ میں دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منصور بخشی نے
عرض کیا کہ یہ وقت حوصلہ آزمائی کا نہیں ہے مہابت خان نے التماس کی کہ صلاح دے
یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے چلیے اپنے ہاتھی پر بادشاہ کو سوار کر کے اپنے گہرے گیا
اپنے بیٹوں کو بادشاہ پر قصد کیا اور بہت کچھ اوسپر نثار کیا اسکے بعد شہر بارہ کے گہرے گیا
جب نور جہان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو میں کر لیا غصہ نہ مرت
سے اوسکی حالت نہ پوچھو امیر و نکو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیوں چھوڑا مگر وہیل
ٹوٹ چکا تھا تاہم نور جہان نے اپنا ہاتھی دریا میں ڈال دیا اور چار ترکش تیرون سے
خالی کر دیے جب مخالفوں نے حملہ کیا بیلیم کی فوج کے قدم نہ جھے آصف خان قلعہ میں
چلے گئے مہابت خان نے غلیل اللہ خان کو حلف دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہابت
ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کر لیا اور سب کو بیدخل کر دیا جب بادشاہ کابل پہنچا تو وہ چوہدری

عنایت کا امیدوار کیا جب دریا خان و عید اللہ خان شاہجہان سے پیشتر الہ آباد
بقیہ صفحہ ماقبل وجہ سے مہابت خان کا غلبہ کم ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب میں بھیجا گیا
اسے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جانیگر کا انتقال ہو گیا اور شاہجہان دکن سے اگرہ تخت
نشینی کے لیے آ رہا تھا اور اجمیر میں خواجہ بزرگوار کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو مہتاب
خان نے قرآن مجید قبر شریف کے قریب پر رکھ کر عرض کیا کہ میری مراد اکھنڈ پوری ہو گئی اب
فرما دیجیے کہ اگر میری خطا معاف کیجائے تو حضور قسم کھا کر خواجہ بزرگ کو درمیان میں دین تو
فدی کو کعبہ شریف جانیکی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑے گا بادشاہ نے
اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانخانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا
اکثر صوبہ داری کابل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن میں اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہوچی کی
گوشالی کی اور جب نظام شاہی اور عادل شاہی فوجیں اسکے سر پر آ گئی ہیں تو یہ ایسا لڑاکا دکن
میں ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ ماکوٹ اسنے چھین لیا یا قوت خان حبشی مارا گیا غنیمت
بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر برہانپور آیا شاہجہان نے پانچ لاکھ روپیہ
اس فتح کے صلہ میں مہابت خان کو دیے اور اس مهم میں بیس لاکھ روپے صرف ہو چکے ہیں
لاکھ روپے غزانہ شاہی میں داخل کیئے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا اور حسب درخواست
اسکے جب شجاع دکن گیا اور اسنے بیجا پور پر چڑھائی کی اسوقت ساہو شاہی اور نظام شاہی
اور عادل شاہی کل فوجیں مقابل آئیں اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دوسو برس کے اندر
ایسی جنگ نہیں ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہو جاتا
کہ خان دوران اسکی مدد کو آ گیا اور سب کو پر آگندہ کر دیا جب خان دوران خان اور
ادس سے نا اتفاقی پیش آئی تو اسنے مجلسین بار بار کہا کہ میں مہابت خان کی جان
بچا دی اسی مهم میں آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور تیس ہزار جانور جل گئے تھے
سیدی مرجان وغیرہ سردار غنیم کے مار گئے مگر برسات سر پر آ جانے سے یہ جنگ ختم ہوئی
اسنے لاکھوں روپیہ بخارون کو جانوروں کے لیے دیے مہابت خان اس مهم کی بد نظمی سے
معتوب شاہی ہوا اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ وہ بگئی پر مہر نہیں کرتا تھا

اپنی رفاقت میں لے لیا تھا اور مکے نام فرامین معافی قصور جاری کر کے شاہی

بیمہ صفحہ یا قبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ جانے دیا جب مہاراجا
صوبہ داری برہانپور سے صوبہ داری بنگالہ پر راضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سوار
اسکے پاس لانے کے واسطے بھیجے ناچار یہ چلا کچھ امرابھی ہمراہ لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان
دوان دکن نے سب سے کہہ دیا کہ یہ مقرب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا عزت
اسکی جماعت چھ ہزار ہمراہ تھی جہانگیر کابل کے ہنگامہ کو جا رہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع
ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تاداعے مطالبہ شاہی حضوری نہیں حاصل ہو سکتی اور یہ سننے
بھی سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی میں بٹھا لیا بعد قید کر دیا گا اور حکم ہو کہ
فوج سے نہ ملنے پائے یہ ہوشیار ہو گیا جب کل لشکر اتر گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسے
ایک ہزار پل کی حفاظت کو بھیج دیے اور راستہ میں شہر یار اور داؤد بخش شہزادہ کو ہمراہ لیلیا
اور دو دو تنہا بادشاہی میں بلا اجازت پہونچ گیا اپنے آدمی پرے کے لیے دروازہ پر بٹھائیے
جب مہابت خان کے راجپوت غسٹا نہ میں گھس آئے مقرب خان نے اس سے کہا کہ
لو کوڑھی یہ کیا ہے ادبی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر ماری خون بہنے لگا
اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ میں دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منظور بخشی نے
عرض کیا کہ یہ وقت حوصلہ آزمائی کا نہیں ہے مہابت خان نے التماس کی کہ صلاح دو
یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے چلیے اپنے ہاتھ پر بادشاہ کو سوار کر اسکے اپنے گہرے گیا
اپنے بیٹوں کو بادشاہ پر تصدق کیا اور بہت کچھ اوسپر نثار کیا اسکے بعد شہر یار کے گھر گئے
جب نور جان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو میں کر لیا غصہ نہ مہرت
سے اوسکی حالت نہ پوچھا امیر و نکو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیوں چھوڑا مگر پل
ٹوٹ چکا تھا تاہم نور جان نے اپنا ہاتھ دریا میں ڈال دیا اور چار تر کش تیرون سے
خالی کر دیے جب مخالفون نے حملہ کیا بلیک کی فوج کے قدم نہ جھے آصف خان قلعہ میں
چلے گئے مہابت خان نے خلیل اللہ خان کو حلف دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہابت
ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کرانا اور سب کو بیدخل کر دیا جب بادشاہ کابل پہونچا تو پوچھا

عنایت کا امیدوار کیا جب دریا خان و عبداللہ خان شاہجہان سے پیشتر آباد
بقیہ صفحہ ما قبل وجہ سے مہابت خان کا غلبہ کم ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب میں بھیجا گیا
اسے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جانگیر کا انتقال ہو گیا اور شاہجہان دکن سے اگرہ تخت
نشینی کے لیے آ رہا تھا اور اجمیر میں خواجہ بزرگوار کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو شاہ
خان نے قرآن مجید قبر شریف کے قنویں پر رکھ کر عرض کیا کہ میری مراد احمد شہ پوری ہو گئی اب
فرما دیجیے کہ اگر میری خطا معاف کیجائے تو حضور قسم کھا کر خواجہ بزرگ کو درمیان میں دین تو
فدوی کو کعبہ شریف جانکی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑے گا بادشاہ نے
اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانخانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا
اکثر صوبہ داری کابل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن میں اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہوچی کی
گوٹھالی کی اور جب نظام شاہی اور عادل شاہی فوجیں اسکے سر پر آگئی ہیں تو یہ ایسا لڑاکہ دکن
میں ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ ماکوٹ اسنے چھین لیا یا قوت خان حبشی مارا گیا غنیمت
بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر برہانپور آیا شاہجہان نے پانچ لاکھ روپیہ
اس فتح کے صلہ میں مہابت خان کو دیے اور اس مہم میں بس لاکھ روپے صرف ہو چکے ہیں
لاکھ روپے خزانہ شاہی میں داخل کیئے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا اور حسب درخواست
اسکے جب شجاع دکن گیا اور اسنے بیجا پور پر چڑھائی کی اسوقت ساہو شاہی اور نظام شاہی
اور عادل شاہی کل فوجیں مقابل آئیں اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دوسو برس کے اندر
ایسی جنگ نہیں ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہو جاتا
کہ خان دوران اسکی مدد کو آگیا اور سب کو پر آگستہ کر دیا جب خان دوران خان اور
اوس سے باتفاق پیش آئی تو اسنے مجلسوں بار بار کہا کہ میں مہابت خان کی جان
بچا دی اسی مہم میں آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور تیس ہزار جانور جل گئے تھے
سیدی مرجان وغیرہ سردار غنیم کے مارے گئے مگر برسات سر پر آجانے سے یہ جنگ ختم نہوئی
اسنے لاکھوں روپیہ بخارون کو جانوروں کے لیے دیے مہابت خان اس مہم کی نظم سے
معقوب شاہی ہوا اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ وہ دق ہو گئی پر میر نہیں کرتا تھا

لیطرت روانہ ہوئے تو عبد اللہ خان نے الہ آباد میں لشکر آراستہ کیا اور قلعہ الہ آباد کے ارد گرد انتظام کیا اور دریا خان نے اپنا لشکر ناکپور میں دریائے گنگا کے کنارہ جمایا عبد اللہ خان نے دریا خان کو مدد کے لیے بلایا مگر دریا خان نے جانا پسند نہ کیا اسوجہ سے دونوں سرداروں میں کدورت پیدا ہو کر نا اتفاقی ہو گئی اس ضمن میں مہابت خان معہ سلطان پرویز کے دریائے گنگا کے کنارہ آگیا دریا خان نے جنگی بیڑے اور توپخانہ عبد اللہ خان کے پاس سے منگایا تاکہ جملہ راستے بند کر کے لشکر بادشاہی کو روک دیا جیسے اور وہ نہ اترنے پائے مگر عبد اللہ خان نے قصد انفسانیت سے توپخانہ وغیرہ نہ بھیجا اس باہمی نا اتفاقی سے شاہجہان کا کام بگڑ گیا اس عرصہ میں مہابت خان کشتیان فراہم کر کے دوسرے راستے سے اتر آیا دریا خان ناچار ہوئے اور راجہ بھیم اور عبد اللہ خان جو جوپور میں جمع

بقیہ صفحہ ماقبل اور کتا تھا کہ نجوم سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس مرض سے میری جانبری ممکن نہیں ہے قلم پر بندہ کے لینے میں جب بھی سستی نہ کی برہانپور سے نکلا تھا کہ نالہ موہن پور گئے اور انتقال کیا (سپہ سالار رفتہ) تالی نمبر کل اسنے ترکہ کی فرد بنا کر اپنی خاتم کو دیدی کہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا اور کل مال میرا بادشاہ کو بھیج دینا حسب وصیت جنازہ شاہ مردان ٹلی میں دفن ہوا شاہجہان نے ہجر ہاتھیوں کے سب ترکہ اسکے بیٹوں کو دیدیا نقدی تھوڑی تھی کروڑ روپیہ سالانہ اسکی آمدنی تھی سب خرچ کر ڈالتا تھا مرد صاحب ہمت تھا ایرانیوں کی صحبت کا عاشق تھا خانجہان خان لودی پر معترض تھا کہ اوسین فیاضی نہ تھی خوراک بالکل معمولی پوشاک بالکل سادہ پانچ روپے سے زیادہ نہوتی ہاتھیوں کا بہت شوق تھا انکو چاول کمود کے اور ولایتی خرچہ کھلاتا تھا۔ جوش اور نجوم میں کامل تھا آخر میں شیعہ ہو گیا تھا سفاکی اسکی مشہور ہے صوم و صلوة کا بھی پابند نہ تھا اسکے بیٹے خان زمان امانی لہر اسپ مرزا لیرت بہروز افراسیاب تھے اسکا دیوان کا کاپنڈ تھا۔

ہوے تھے جا کر اونسے ملے اور وہاں سے شاہجہانی افسر اتفاق کر کے بنارس
 پہونچے اور وہاں بادشاہی لشکر سے مقابلہ کر کے نالہ تونس پر معرکہ آرائی ہوئی
 جب بادشاہی لشکر کی طرف غلبہ کے آثار ظاہر ہوئے تو دریا خان کی نئی فوج
 جو انکی سختی سے آزدہ خاطر تھی میدان جنگ سے بھاگ گئی اور دریا خان کے
 واسطے فوج کا اگلا حصہ وہ بھی کنارہ کش ہو گیا دونوں طرف سے سخت مقابلہ
 ہوا راجہ بھیم مع اپنے راجپوتوں کے بادشاہی لشکر کو چیرتا پھاڑتا ہوا شہزادہ
 پرویز کے قریب پہونچ گیا اور ستائیس زخم کھا کر کام آیا اس گڑبڑ میں شاہجہان کے
 لشکر کا انتظام بگڑ گیا اور اسکے گرد بجز قوچیوں کے اور کوئی نہ رہا بادشاہی فوج نے
 پرکار کی طرح شاہجہان کو اپنے حلقہ میں لے لیا ایک تیر بھی شاہزادہ کے گھوڑے
 کے آگے لگا اور شاہجہان نے پیادہ ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا اس وقت عبداللہ خان نے
 جانا کہ شاہجہان میدان میں نہیں چھوڑے گا نہایت خوشامد سے اپنے گھوڑے پر سوار
 کر کے وہاں سے قلعہ رہتاس کو جان کہ اوسنے اہل محل کو چھوڑا تھا شاہجہان کو
 لے گیا قریب چالیس ہزار کے بادشاہی لشکر اور قریب دس ہزار کے
 شاہجہانی لشکر تھا۔

ظفر نامہ میں ہے کہ شاہجہان اپنے باپ کی فوج سے لڑنا مکروہ جانتا تھا مگر مجبور تھا
 آخر شاہجہان نے معافی چاہی اور جہانگیر نے اسکو لکھا کہ قلعہ رہتاس اور قلعہ اسیر
 حوالہ کر دو اور داراشکوہ و اورنگ زیب کو میرے پاس بھیجو تو تمھاری تقصیر معاف
 ہو جائے گی چنانچہ اوسنے ہر دو شاہزادے مع دو لاکھ روپے کے ہجرتی اثاثے
 شہنشاہ جہانگیر کو جہانگیر کے پاس روانہ کر دیے اور جب شاہجہان نے یہ دیکھا

کہ میری جمیعت ٹوٹ گئی اور تھوڑے آدمی میرے ساتھ رہ گئے تو وہ بھی مصالحتاً دکن کو چلا گیا دریا خان بھی شاہزادہ کے ہمراہ کاب گئے اور خیر تک ساتھ رہے لیکن وہاں سے شاہجہان سے جدا ہو کر شاہجہان خان لودی صوبہ دار دکن کے پاس چلے گئے بعض روایت میں ہے کہ دریا خان کے نام بھی بادشاہی فرمان عفو و تقصیر کے بابت اور شاہجہان خان لودی کا خط پہنچا لہذا دریا خان نے بھی عفو کی اختیار کی لیکن اس قدر وضع داری برتی کہ لشکر بادشاہی کے ساتھ ہو کر شاہجہان کے مقابلہ پر آنا بھی گوارا نہ کیا اس عرصہ میں شاہجہان کے ایام خمس ختم ہو چکے تھے پانچ سال تک اسنے زمانہ کے بڑے نشیب و فراز دیکھے مگر ان سب تغیرات کو نہایت کشادہ روی سے اور ثابت رائے سے انجام کو پہنچایا اور کبھی چین مجین نہوا۔

جہانگیر کا مرنا اور شاہجہان کا تخت نشین ہوتا اور

دریا خان کا دوبارہ منصب دار ہونا

تورالدین جہانگیر بادشاہ کشمیر سے واپس آ رہا تھا کہ لاہور کے قریب ۲۲ سال ۸ ماہ سلطنت کر کے ۵۸ برس کی عمر میں ۲۸ صفر ۱۰۳۸ھ کو انتقال کر گیا یہ خبر سنکر ۱۷ جہانگیر کے منہ کی مایہ ناز لاشفی نے ۱۷ جہانگیر از جہان رفت لکھی۔ اس بادشاہ کے مرنے کے بعد بڑا انقلاب ہوا شاہجہان کی تخت نشینی میں بڑے جھگڑے پیش آئے نور جہان جہانگیر کے جنازہ کو لائی اور شہر یار جولاہو میں داء الثعلب کے مرض میں مبتلا تھا اسنے اسکو پہلے

۸ ہجادی الثانی سنہ ۸۰۰ کو راجا جہان برہا پنور دکن سے دار الخلافہ آکر آگرہ آکر پہلے شاہزادگی والے مکان میں ٹھہرا اسکے بعد ساعت مقررہ پر گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ میں آیا اور دو شنبہ کے دن ۳۷ برس کی عمر میں سر پر تاج اور تخت پر قدم رکھا ارکان سلطنت نے مبارکباد دیکر نذرانین گذرانین اور منبر پر شاہ جہان بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اس نے سردار و نیکو انعام و منصب سے سرفراز کیا۔

بقیہ صفحہ ما قبل جہانگیر کے مرنے کی اطلاع دیدی تھی شہریار نے ستر لاکھ روپیہ خرچ کر کے ایک لشکر تیار کیا مگر آصف خان جو نور جہان کا بہائی تھا وہ اپنے داماد شاہ جہان کی تخت نشینی کی فکر میں مصروف ہوا اور ستہ شہزادہ داؤد بخش عرف بلاتی کو جو خسرو کا بیٹا تھا قید سے نکال کر شہریار کے مقابلہ کے لیے تخت پر بٹھلا دیا ارادت خان میر بخشی کو ملا لیا اور بنارس و اردنہ جیلانہ کو جو تیز روی میں مشہور زمانہ تھا شاہ جہان کے پاس دکن بھیج دیا کہ وہ آگرہ میں تخت نشین ہو جاوے اور جلدی میں کچھ لکھ نہ سکا صرف اپنی سروری وہ بیس روز میں دکن پہنچا اور شاہ جہان مطلع ہو کر آگرہ آگیا ادھر آصف خان نے نور جہان کے پاس لوگوں کی آمد و رفت بند کر دی داراشکوہ و اورنگ زیب کو نور جہان کے پاس سے لے آیا اور اپنی تھوڑی فوج سے مقابلہ کیا اور شہریار کی نا تجربہ کاری پھیلے حملہ میں بھاگ گئی شہریار کو قلعہ سے پکڑوا لیا اور خواجہ سرا قید کر لیا لکھنؤ دروی خان کے حوالہ کر دیا اور وہ رسی میں کمر باندھ کر داؤد بخش کے روبرو حاضر کیا گیا اور دوزخ کے بعد اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیر کر نابینا کر دیا اسکے بعد ۲۲ ربیع الثانی کو حسب منشاء شاہ جہان کے دار بخش کو قید کر کے شاہ جہان کا خطبہ پڑھا گیا اور ۱۶ ہجادی الاول کو وہ معہ گرشاسب اور اسکے بہائی اور شہریار و طہموش اور ہوشنگ جو سلطان دانیال کے فرزند تھے قتل کیے گئے اور شاہ جہان مستقل بلا کسی دعویدار کے بادشاہ ہوا اسکے بعد آصف خان معہ شاہزادوں کے ۱۲ رجب کو شاہ جہان کے حضور میں حاضر ہوا یحییٰ الدہلوی اور عمو کے لقب اور نہ ہزاری منصب اور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت ہوئی اور وکالت مطلق اور مہر سلطنت اسکے سپرد ہوئی ایک من شاہ جانی قول اسکے خوراک تھی ڈھائی کروڑ کا سنہ ترکہ چھوڑا ہر علم میں دخل تھا سائنسہ جبری میں بمقام لاہور انتقال کیا راقم اس کی قبر پر فاتحہ خوانی کو گیا ہے۔ نواب شائستہ خان اور تاج محل زوجہ شاہ جہان اس کی اولاد میں تھے۔

جو امرامقبوب تھے اُنکے قصورات معاف کیے اور خلعت و انعامات سے سربلند ہوئے دریاخان بھی حاضر ہوئے شاہجہان نے انکا قصور بھی معاف کیا اور خلعت خاصہ اور منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار سے ممتاز فرمایا سکے بعدہ اذی الحجۃ سنہ ہجری کو دوبارہ شاہجہان بادشاہ نے دریاخان کو خلعت خاصہ اور جہمہ مرصع اور سپ بازین مطلقا اور ایک ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد عنایت کر کے سرفراز کیا۔ اور اُنکے لیے یہ حکم صادر کیا کہ تمہارے لیے صوبہ دکن میں جاگیر مقرر کی گئی اور یہاں رخصت کیے گئے۔ یہ کل مضمون بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبد الحمید لاہوری کا ہے اور ماثر الامرا میں ہے کہ دریاخان کی جاگیر بنگالہ میں بھی مقرر ہوئی تھی اور قاسم خان صوبہ دار بنگالہ کے ہمراہیوں میں متعین کیے گئے تھے جبکہ دریاخان کی جاگیر صوبہ خاندیس میں تھی اس زمانہ میں دریاخان دکن میں موجود تھے اور وہاں انھوں نے شاہجہانی سلطنت کے خدمات خوب ادا کیے تھے۔

۱۷۰۰ء دین ہنگام کہ قوام اورنگ جہانبانی بجلوس مقدس اسمانی پایہ شد آن بدست باویہ بنے خروار و اطوار تاپسندیدہ ندامت کشیدہ ہزاران ضرعت بدرگاہ عرش جاہ آمدہ حضرت ازجراہم و اغراض نمودہ اور منصب چار ہزاری ذات سہ ہزار سوار سرفراز گردانیدند۔ بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۳۔

۱۷۰۱ء دریاخان روہڑہ را بعنایت خلعت و جہمہ مرصع و سپ بازین طلا و فیل و بست ہزار روپیہ سرفراز ساختہ بدکن دستوری داد و حکم شد کہ جاگیر اور دہان صوبہ تن شود بادشاہنامہ صفحہ ۲۲۶۔
۱۷۰۲ء و تیلش در صوبہ بنگال مقرر گشتہ ہمراہی قاسم خان صوبہ دار آغا تعین گردید و بعد از ان پر گنہ بنادر وغیرہ صوبہ خاندیس جاگیر یافتہ پسیاق دکن مامور شد۔ از ماثر الامرا صفحہ ۲۰۸ تذکرہ دریاخان۔

جہانگیر کے مرتبے بعد خاجان لودی نے بالا گھاٹ کے چند پرگنہ نظام الملک کو دیدیے تھے جب شاہجہان نے وہ پرگنہ طلب کیے تو نظام الملک نے وہ جملہ پرگنہ بادشاہی آدمیوں کے سپرد کر دیے اور یہ عرضداشت بھیجی کہ سید کمال قلعہ دار ہیر اپنے پرگنہ کو قبضہ سے نہیں چھوڑتا اور وہ میرے کتے میں نہیں ہے شاہجہان نے یہ سکر خانزمان کو ایک لشکر چار دیکھ بھجیا قلعہ دار مذکور نے وہ پرگنہ جسکی آمدنی پچیس لاکھ تھی نہایت عاجزی سے پیش کیا جب نظام الملک نے یہ حال دیکھا تو ازراہ شہادت اسنے ساہوچی مرہٹہ کو ورغلایا اور وہ بادشاہی ممالک میں غارتگری کو آیا اور چھ ہزار سوار ایک جماعت پیداوئی دولت آباد سے لایا اسوقت دریا خان اپنی جاگیر محال شاو دہ سے مثل آنڈھی اور بجلی کے ساہوچی کے سر پر آگئے اور اسکو ایسی سخت گوشمالی دی کہ وہ عاجز ہو گیا دریا خان نے اسے بادشاہی حدود سے باہر نکال دیا اس خبر کو شہر شاہجہان دریا خان سے نہایت اگے پہنچا ہوا۔ اسکے بعد مسلح فوجیں بھری میں باہر شعبان دریا خان قید کر کے منصب میں اضافہ ہوا اور ہزار سوار کا اضافہ ہو کر چار ہزار سوار کیے گئے۔

۱۷ دریا خان روہلہ کہ دران ایام جاگیر دار شاہوہ و آن نواحی بود مثل بادوزان و سل دمان بن خاکساران بادشاہ اوبار کہ میان دواب پتی و پورہ نرمہ اور آمدہ خاک اوبار بر فرق روزگار خود میر بخند رسیدہ و بجنگ و پیکار ماشن داوہ ازان ملک بر آورد ۱۲-۲۸۱-۲۸۰ بادشاہنامہ۔

۱۸ ہشتم شعبان دریا خان روہلہ اضافہ ہزار سوار منصب چار ہزاری چار ہزار سوار سر فرزند۔ ۲۹۷-۲۹۸ بادشاہنامہ

اب تک دریا خان کا ستارہ بلندی پر چمکتا تھا اب ترقی سے اونکا تنزل شروع ہوا
 تقدیری اتفاق کو دیکھیے کہ وہ خانبھان خان لودی جسکی بدولت دریا خان نے بڑا
 مرتبہ پایا اویسکی دوستی و اتحاد کی بدولت دریا خان نے سخت مصیبتیں بھی اٹھائیں
 یہاں تک کہ اپنی جان سے ہاتھ دھوئے مگر اپنی ذاتی وضع داری و وفاداری سے
 اوسکا ساتھ نہ چھوڑا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خانبھان خان شاہجہان کے
 مخالفت کے زمانہ میں نورجان کا مشیر و طرفدار تھا جب شاہجہان بادشاہ ہوا تب
 اوسنے یہ خیال کر کے کہ اب بجز اطاعت کے چارہ نہیں ہے ایک عرضداشت اظہار
 اطاعت کی بادشاہ کے حضور میں ارسال کی بادشاہ نے بھی اوسکے حالات سابق
 سے درگزر کر کے معافی قصور کا فرمان اور خلعت وغیرہ بھیج دیا اور اسے اوسکی جاگیر
 پر بدستور سرفراز رکھا جسقدر بادشاہی مکرمت کا اظہار ہوتا تھا اوسقدر اسکی بدگمانی
 ترقی پکڑتی تھی بالآخر نوبت بانجارسید کہ ایک روز کھلم کھلا بغاوت اختیار کر کے مہ
 عزیزیور تھا کے دارالسلطنت آگرہ سے نکل گیا دریا خان نے بھی اسکا ساتھ اختیار کیا
 دریا خان کے متعلق تین روایتیں ہیں اول یہ کہ دریا خان اس زمانہ میں دکن میں
 تھے جب خان جان خان دکن پہونچا تو اوسنے انکو تعیناتی مقام سے اپنے ساتھ
 لے لیا دوسری روایت یہ ہے کہ آگرہ سے خانبھان خان لودی کے ساتھ
 دریا خان روانہ ہوئے تیسری روایت جسکو دریا خان کے خاندان والے
 زیادہ معتبر سمجھتے ہیں یہ مشہور ہے کہ جس رات خانبھان خان آگرہ سے بھاگا تو اسکی
 صحیح کو حسب معمول دریا خان حاضر دربار ہوئے اسوقت بادشاہ غصہ میں پھرا ہوا بیٹھا
 تھا جو سرور آتے جاتے تھے خانبھان خان کے مقابلہ پر مامور ہو جاتے تھے

دریا خان جب سامنے آئے تو اونکار بظبط خانجہان خان کے ساتھ اور نیز
دریا خان کا ایک مرتبہ باغوائے خانجہان منحرف ہو جانا بادشاہ کو یاد آیا اسے
عالم عظیمین دریا خان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے دریا خان شہید
ام او تنگ افغانستان از گورستان میخیزد تو کہ با نام و
نشان ہستی در نیوقت مصیبت شریک یار وفادار نہ شدی
دریا خان نے اس کے جواب میں دست بستہ عرض کیا بلے پیرو مرشد۔

الامرفوق الادب یہ کہرا و سیوقت کھڑے ہو گئے اور مکان پر اپنا مال
واسباب اور اپنے ہمراہی سوار و پیادے اور بچے و عورتیں لیکر تقارہ پر ڈنکا
دیتے ہوئے آگے سے نکلے اور خانجہان سے جلے مگر بہادر خان نے باپ کا
ساتھ نہیں دیا وہ بدستور بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ شاہجہان کو
اونکے اس وقت چلے جانے سے یہ گمان نہ تھا کہ دریا خان سے ایسی کج ادائی
و وقوع میں آئیگی جب بادشاہ کو دریا خان کی مغروری کی کیفیت معلوم ہوئی تو انکی
نسبت بھی وہی حکم صادر ہوا جو خانجہان خان کے حق میں دیا تھا۔

لیکن دریا خان کا اگرہ سے خانجہان خان لودی کے ساتھ جانا کسی طرح صحیح
نہیں کیونکہ بادشاہ نامہ میں جو شاہجہانی واقعات کا مستند و زنا مچھ ہے اوس میں
برہانپور سے دریا خان کا سرکشی کر کے اور خانجہان خان سے ملنا مندن ہے
اور بمقابلہ اوس کتاب کے جو خود بادشاہ نے لکھا کرسنی ہو کسی دیگر روایات کا
اعتبار نہیں ہو سکتا یا ان یہ اختلاف تسلیم ہو سکتا ہے کہ برہانپور میں شاہجہان بادشا
نے دریا خان سے وہی الفاظ فارسی مخاطبت میں فرمائے ہوں اور یہ غیرت

افغانی سے متعل نہوے ہوں اور چلے گئے ہوں یا خانبھان خان کی دوستی کا

سلسلہ خانبھان خان قوم کا لودی شاہنشاہ تھا اسکا باپ دولت خان مرزا خان عظم کو کہ کے یہاں بہت
معتد کار گزار ہوا ہے جب کو کہ کی بہن مرزا عبدالرحیم خان خانبھان کو منسوب ہوئی تو اسنے دولت خان
کو دیکر خانبھان سے یہ کہا تھا کہ اگر اپنے باپ کا مرتبہ لینا چاہتے ہو تو اس مرد عزیز کو نگاہ رکھنا
خانبھان کے ساتھ دولت خان نے بڑی کار نمایاں کیں۔ ایک بار ابو الفضل وزیر اکبر نے ہندی تلوار کی
تعریف پوچھی اسنے بے ساختہ کہا کہ ایسی ہوتی ہے کہ اگر تمہارے سر پر ماروں تو دم تک پہنچے۔ ایک بار
شہزادہ دانیال نے خانبھان کے سر سے دستار گردی اور معذرت کی کہ سہو ہوا اسنے بھی شہزادہ
کے سر سے دستار گر کر کہا کہ مجھ سے بھی سہو ہوا۔ رفتہ رفتہ جہری مین دولت خان نے احمد نگر میں
انتقال کیا اکبر بادشاہ اسکی جراث سے وہم کرتا تھا جب بادشاہ نے اسکے مرثیہ خبر سنی تو کہنے لگا
کہ میرے نزدیک آج دنیا سے شیر خان اٹھلے۔ دولت خان شجاعت میں بے بدل تھا ہمیشہ
فوج کے آگے رہتا تھا۔ خانبھان جب نوجوانی میں باپ سے کچھ رنجیدہ ہو کر بنگالہ چلا گیا تو راجہ پٹنسل
نے اسکے باپ کے قدیمی رسم کے وجہ سے تیس ہزار روپے دیے تھے یہ شہزادہ دانیال کی محبت
میں پہنچا اور شہزادہ کا منظور نظر ہو گیا مصاحبت میں یہاں تک قریب حاصل کیا کہ غیریت باقی
نہ رہی گویا دونوں یکذات ہو گئے یہاں تک کہ فرزند کی خطاب سے مخاطب کیا گیا جب شاہزادہ
دانیال کا انتقال ہو گیا تو خانبھان میں برس کی عمر میں جاگیر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور ایسی
قدر و منزلت حاصل کی کہ تھوڑے زمانہ میں پٹنسل منصف اور خانبھانی لقب سے سرفراز ہوا اور
ایسا محرم راز اور ذی اعتبار ہوا کہ اس مرتبہ میں اسکا کوئی شریک نہ رہا انجمن غسٹخانہ میں روپرو بیٹھنے کا
حکم دیا گیا مگر بادشاہ اپنے ساتھ مجلس میں لے گیا اور اسنے چاہا کہ خاندان شاہی میں کسی لڑکی سے
اسکی شادی کر کے اسکو سلطان جان کے خطاب سے سربلند کروں جاگیر نے اسکے ساتھ آقا خان
اور نوکری کا معاملہ نہیں رکھا بلکہ یارانہ سلوک کیا لیکن اسنے اپنی حد سے قدم باہر نہ رکھا جب شاہزادہ
پرویز اور اجمان سنگھ و شریف خان امیر الامرا کے ہمراہ خانبھان خانبھان کی ملک کو کوٹن بھیجا
گیا تو رخصت کی وقت بادشاہ دو انخانہ خاص و عام کے جھروکے کے نیچے خود آیا اور اپنی دستار اسکے
سر پر باندھی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر سوار کر آیا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے سے تقارہ بجاتا ہو
روانہ ہوا سطرفت بادشاہ اور اوسطرت سے خانبھان نے صدمہ مفارقت سے بے اختیار روٹنا

پاس کر کے از خود جا کر مل گئے ہوں یا خانہ خان نے مروت قدیمی کا دباؤ
بقیہ صفحہ ماقبل شروع کیا بادشاہ برابر ہر منزل پر تھنے بیٹھتا رہا دکن کی سمات میں اس نے اکثر
کار نمائی کی جب جاگیر اور شاہجہان کے درمیان نورجان کی وجہ سے مخالفت پیدا ہوئی
تو خانہ خان کے نام متواتر فرمان طلبی کے بادشاہ نے بھیجے اور آخر میں لکھا کہ اس وقت میں شیرخان
سور باوجود اس عداوت کے اگر ہوتا تو وہ بھی میرے پاس آجاتا تم اب تک نہ آئے قلعہ آگرہ کی
حفاظت اور خزانوں کی کنجیاں بھی اوسکے سپرد ہیں۔ گجرات کی صوبہ داری پر بھی بجائے خان عظم
اکو کہے کہ یہ متعین رہا سبب غم پھری میں جب شاہزادہ پرویز کا انتقال ہو گیا تو تمام ملک دکن
کا کاروبار اوسکے سپرد ہوا۔

اسکے بعد جاگیر کا انتقال ہو گیا زمانہ نے پلٹا کھایا شاہجہان نے دکن سے آگرہ کی روانگی کی وقت
اس نے متعدد مزاج دان جان نثار خان کو اپنے ہاتھ سے فرمان عنایت آمیز اسکو بھیجا کہ صوبہ داری
ملک دکن کی تمہارے نام بحال رکھی گئی اور اوسط سے جانیکا ارادہ ظاہر کیا جب جان نثار خان
خانہ خان کے پاس گئے تو دریا خان اور قاضی خان دیوان اور سکندر خان دوتانی نے کہا کہ سلطان
داور بخش لاہور میں تخت پر بیٹھ چکا ہے شہر یا سلطنت کا دعویٰ کر رہا ہے باوجود اس غم متنازعہ
کے تمہارے مخالفت مہابت خان کو تمہارا خطاب سہ سالاری دیا جاتا ہے آپ ہمارے
نواب فضل الہی سے صاحب جمعیت و لشکر ہیں جو کوئی مستقل بادشاہ ہو اوسکی اطاعت و ملازمت
کرنا چونکہ زمانہ اوسکی دولت کا قریب تنزل کے تھا باوجود اس دانشمندی کے کہ کیتلے روز کا رہنا
غلطی کی اور جان نثار خان کو بلا جواب لکھے بے اعتنائی سے واپس کر دیا۔ اور نظام شاہ سے تازہ
عہد کر کے بچپن کرور دام کا بادشاہی ملک اوسکو دیدیا اور برہانپور سے روانہ ہو کر ملک مالوہ پر قبضہ
کر لیا جب شاہجہان تخت نشین ہو گیا تو اب ندامت سے کیا ہوتا ہے مگر اوستے اپنا وکیل مہر
عرضداشت کے بھیجا اور مسند نشینی کی مبارکباد میں ایک سرہ مروارید کا تہا بیت پیش کیا بادشاہ کو
بھیجا شاہجہان جو دیرلے مروت اور سراپا کرم تھا اوستے حالات ماضی سے درگزر کر کے اوسکی
خطائیں معاف کر دیں اور بدستور صوبہ داری دکن و برار و خاندیس پر اسکو بحال رکھا اور منصب
ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و دو اسہ اسہ سے سرفراز کیا اور دیانت خان کو کوٹلی و قلعہ
نگاری پر مقرر کر دیا کہ جو خیالات غیہ اوسکے ہوں وہ مجھے برابر لکھتا رہے چنانچہ دیانت خان اس کے

والکر اپنے ہمراہ لیجائے پر مجبور کیا ہو۔ برہانپور سے دریا خان کے جائیکہ مفصل

تقریباً نصف مائیل حالات لکھتے رہے اور یہ بھی اونھوں نے لکھا کہ اسکا ارادہ بغاوت کا نہیں ہے بلکہ اپنے افعال پر اندیشہ مند ہے اس واسطے میں طرح طرح کے منصوبے سوچا کرتا ہے حضرت اسکو اپنے حضور میں بلالین اور اوسکی طرف سے کسی بات کا خیال نہ کریں یہ حال معلوم ہو کر بادشاہ کو اطمینان ہو گیا اور خانجہان کو مالوہ کا صوبہ دار کر دیا اسکے بعد خانجہان نے ۲۶ ہاتھی اور ہزار اشرفی شاہجہان کو ہندو دی بادشاہ نے خلعت دیا۔ اسکے بعد یہ اگرہ آیا خانخانان کے ذریعہ سے خطا معاف کرائی آٹھ ماہ تک اگرہ میں قیام رکھا شاہجہان نے کچھ نہ کہا رعایت رکھی بلکہ اسکے خیال سے کہ سید ہے ہاتھ پر دربار میں کھڑا ہوتا ہے اور مہابت خان بھی کسی سے گردن نمی نہیں کرتا ہے ایسا نہ کہ فیاضین پشماک ہو اسلئے مہابت خان کو دہلی بھیج دیا لیکن خانجہان خان کا پہلا سا اعزاز کمان جہانگیر کی طرح سلوک کون کرے اور خاص و عام کی اوسکی طرف رجوعات کیسے ہو بلکہ طرفین میں دلی صفائی بھی نہیں جب عرصہ تک شاہجہان نے اسے دربار میں نہ دیکھا تو یمن الدولہ سے غیر حاضری کی وجہ سے پوچھی یمن الدولہ نے سبب عرض کیا شاہجہان نے کمال عنایت سے اسکی دہلوی و اطمینان کے لیے اسلام خان کو بھیج دیا مگر جسقدر مکرمت شاہی کا اظہار ہوتا تھا اوسکی بدگمانی ترقی کرتی تھی بادشاہ نے حسب استدعا ان نامہ بھی دستخط خاص سے لکھ کر بھیجا مگر وہ اپنے وہم اور منصبداروں کے اور غلامیے دو ہزار چھان بارہ فرزند و اماں چھ سو پیدائے ایک سو تین شاگرد پیشہ قدیمی غیر خواہ باقی مستورات برقع پوش ہاتھی گھوڑے پر سوار کر کے پہرے لگائے، ۲ صفر ۱۰۳۱ ہجری کو اگرہ سے نکل گیا یمن الدولہ نے شاہجہان سے اگر عرض کیا بادشاہ نے گیارہ بجے رات تک بٹے بٹے بہادر امرا اس کے تعاقب میں روانہ کیے حالانکہ یمن الدولہ نے الہ وردی خان کے ذریعہ سے اسکے بھاگنے کی خبر اسدن پہنچا دی تھی اور عرض کرایا تھا کہ اگر حکم ہو تو خانجہان کے دروازہ پر پہرہ چکی بٹھا دیا جائے مگر شاہجہان نے کہا کہ اسکو عہد نامہ لکھ کر دیا گیا ہے قبل از خطا صادر ہونیکا شرعاً عہد شکنی سزا جائز نہیں ہے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی لشکر سے خانجہان لڑنا نہ ہوتا ہوا دن پہنچ گیا نظام الملک خانجہان کے آئینہ بڑی نعمت سمجھا بڑی گرمجوشی و تپاک کیا گھوڑے سے اترنے بھی نہیں پایا کہ نظام شاہ نے استقبال کیا اور خانجہان کو اپنی مسند پر لیجا کر بٹھلایا اور خود ایک کنارہ پر بیٹھا۔ اور اسکے خرچ کے لیے ایک مقبول رقم اور جاگیر مقرر کی جب پچاس ہزار

قصہ آگے آتا ہے۔

بصیغہ ماقبل سوار شاہجہانی لشکر کے دکن پہنچے تو خانبھان بھی چالیس ہزار سوار سلطان شاہی سے مقابلہ کے لیے آیا۔ بڑی بڑی لڑائیاں رہیں۔ ایک روز خانبھان لڑائی کی حالت میں پالکی کے اندر حقہ پی رہا تھا بیٹے نے کہا کہ لڑنا ہے تو سوار ہو کر لڑو ورنہ ایک عالم کو غرابی میں کیوں ڈال رکھا ہے وہ بولا کہ تمہارا خیال ہے کہ میں غالب آؤنگا ہرگز نہیں اقبال خدا داد ہوتا ہے اس جنگ سے مطلب یہ ہے کہ مصاحبت ہو جلے میں مکہ مظلہ چلا جاؤں اور تمہارے روزگار کی صورت نکل آئے خانبھان نے پٹھانوں کے قبیلوں کو پشاور وغیرہ میں بھڑکادیا چنانچہ انکس سے کابل تک مہمند خلیل گلیانی داود زئی یوسف زئی قبیلوں نے فساد برپا کر دیا مگر شاہجہانی امر نے اس شعلہ کو ٹھنڈا کیا خانبھان چاہتا تھا کہ میں کسی گناہ جنگل میں چلا جاؤں مگر بادشاہی لشکر چھانہین چھوڑتا تھا دکن میں اس کے قدم نہ جمنے دیے تھنبہ کا لہجہ آیا اور ویان اسپر لشکر بادشاہی نے نرنہ کیا گرز برداروں نے اسکو پسپا کر کے ہلاک کیا شاہ قلی گرز بردار نے اسکا سر کاٹا جو برہانپور میں شاہجہان کے حضور میں بھیجا گیا طالب کلیم نے یہ رباعی پیش کی ہے

این مردہ فتح از پی ہم زیبا بودہ این کیفت و وبال اوچہ نشاط افزا بودہ
 او کشقت دریا سر پیرا ہم رفت گویا کہ سرا و جواب این دریا بودہ خانبھان کو بعض راوی ہمیشہ سے بغاوت پسند بتلاتے ہیں اور بعض غیرت دار و محافظ آبرو جلتے ہیں مگر وہ مرد راستگو تھا زمانہ ساز نہ تھا ورنہ نہیں جانتا تھا گزدشش زمانہ کی نہیں دیکھی تھی جاگیر بادشاہ ہندوستان او سپر فرقیہ تھا۔ ایک نے شاہجہان نے سید خانبھان سے کہا کہ تمکو خطاب اس شخص کا دیا گیا ہے کہ جسکی نگاہ کے شہزادہ آرزو مند رہا کرتے تھے اور وہ بے پرواہی سے کسی سے بات نہیں کرتا تھا اب لوگ ناموافقت زمانہ سے اسکی ہمسری کرنے لگے اسکو گوارا نہوا اپنے آپ کو ہارک کہ دیا بھل وقار مزاج میں بہت تھا آزار رسان نہ تھا نہ ہیاسنی تھا اسکا مقولہ تھا کہ بے غلامی علی امر تھے کے شجاعت آہی نہیں سکتی۔ شیخ فضل اللہ برہانپوری کی شرف صحبت سے تصوف کا شوق بھی اسکے دل میں پیدا ہو گیا تھا اور دنیا سے فقرت ظاہر کرتا تھا تین لاکھ روپیہ ماہوار اسکی سرکار کا خرچ تھا کبھی کچھ بچ بھی جاتا تھا۔

جب خانجہان لودی بادشاہی لشکر سے لڑتا بھڑتا ملک دکن تک پہنچ گیا تو
 اُس کے آگے خانجہان خان کا لشکر تھا اور پیچھے اسکے بادشاہی فوج تھی یہاں تک
 کہ وہ نظام شاہ کے علاقہ میں داخل ہو گیا چونکہ نظام الملک کو خانجہان کی زحمت
 ہر طور سے منظور تھی لہٰذا اُس کے پاس پہنچ جانے سے بادشاہ کو زیادہ تشویش
 ہوئی اور خود شاہجہان بادشاہ غزہ ربیع الثانی سنہ ۱۰۳۰ ہجری کو ملک دکن کی
 طرف متوجہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اُدل یہ انتظام کیا کہ پچاس ہزار لشکر کے تین حصہ
 کر کے ایک حصہ کا سردار نواب بہادر خان کو اور دوسرے حصہ کا سردار نواب
 شایستہ خان کو اور تیسرے حصہ کا سردار ارادٹ خان عرف عظیم خان کو مقرر کیا
 اور کل فوج کی ذمہ داری نواب بہادر خان کے متعلق کر کے خود بہر باپنور چلا گیا یہ
 مضمون اخبار محبت کا ہے لیکن بادشاہنامہ میں بادشاہ کی تاریخ روانگی اور فوج کی
 ترتیب میں کچھ اختلاف ہے بادشاہنامہ میں تحریر ہے کہ ۸ جمادی الاول کو شاہجہان
 دار الخلافہ اُگرہ سے روانہ ہوا اور ۹ رجب سنہ ۱۰۳۰ ہجری مطابق ۱۰ ستمبر جلوس
 کو خانہ یس پہنچا جب وہاں گیا تو کل امرا دکن کے حاضر ہوئے چنانچہ
 ارادٹ خان صوبہ دار دکن بھی حاضر ہوئے اور ایک ہزار اشرفیان نذر گذارے
 وہاں بادشاہ نے لشکر کے تین حصہ یوں تقسیم کیے کہ ایک حصہ کی سرداری
 عظیم خان کو اور دوسرے حصہ کی سرداری شایستہ خان اپنے سالہ کو اور
 تیسرے حصہ راج گ سنگھ کو اور نواب بہادر خان اور عثمان خان کو بھی اس مهم
 میں شریک کیا اور نظام الملک کے حدود سے خانجہان خان کے ہتھیال
 کی غرض سے روانہ کیا اور خود شاہجہان ۲۶ رجب روز دوشنبہ ۱۰ ستمبر کو

برہانپور پہونچ گیا جب برہانپور بادشاہ پہونچا تو وہاں دریا خان بھی اپنی جاگیر سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے۔
۸ شعبان المعظم روز پنجشنبہ کو ممتاز الزمانی عرف تاج محل کی جاگیر میں اضافہ ہو کر بارہ لاکھ روپے مقرر ہوئے اسی روز دریا خان سہ ہزاری سواروں سے ترقی پاکر چار ہزاری ذات اور چار ہزار سواروں کے منصب سے سرفراز ہوئے تھے بادشاہ تاج محل کی اس عبادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریا خان کی یہ ترقی سا ہو مرہٹہ کے صلہ میں انھیں ایام میں بادشاہ نے برہانپور پہونچ کر صادق فرمائی تھی۔

۲۴ شعبان کو دریا خان حالانکہ مور و عنایت بادشاہی ہوئے تھے مگر برہانپور سے خانبھان کی دوستی اور ہمتی کا خیال کر کے اس کے پاس چلے گئے بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ خانبھان کا گروہ براہ سے مکمل کرتی گاؤں میں آ جا چکا

۵ غرہ شعبان دریا خان روہلہ از جاگیر آمدہ باستلام عقبہ فلک رتبہ پیشانی طلع برافروخت (۲۹۷) بادشاہنامہ سے روز پنجشنبہ ہتم شعبان شال سی ہزار و نیم دین روہلہ مسرت افزا لیا نہ حضرت مد علیا ممتاز الزمانی دراصل و اضافہ دوازدہ لک روپیہ مسترد کر دیا وہ دریا خان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سر بلند گردانیدہ ۲۹۷ بادشاہنامہ سے دین تاریخ دریای روہلہ کہ نقوش جبرائیم گذشتہ اورا محمودہ بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سر بلند گردانیدہ بودند برحایت آشنائی دہم الوسی پیراسی کی گیسے چشم از حقو ترمیت و نوازش پوشیدہ عارف را بر خود پسندیدہ از برہانپور نزد آن کالیوہ بدشیدہ رفت بادشاہ نامہ

اور اوسکو جلا کر فساد برپا کیا ہے تو اوسنے چند امرا کے ساتھ
 اور لشکر اس گروہ کی گوشمالی کے لیے برار کی طرف بھیجا خانجہان
 خان اور دریا خان اسی گھات میں بیٹھے تھے کہ جسوقت لشکر شاہی
 کو غافل پائین اور اونپر ٹوٹ پڑین مگر کچھ جنگ کچھ گریز کرتے ہوئے
 وہ ایک طرف کو بھٹک گئے اسکے بعد برسات آگئی اور لڑائی موقوف
 ہو گئی جب بارش ختم ہو گئی تو بادشاہی لشکر سیوگانوں سے بڑبا
 اس عرصہ میں خانجہان خان نوامی بیر میں تھے اور وہاں تحصیل
 وصول کے لیے اونھوں نے ایک جماعت مقرر کی تھی اوسکو بلایا
 اسی عرصہ میں دریائے جہان بھی نیوسہ سے آکر خانجہان خان سے مل گئے
 اسکے بعد خانجہان خان اور دریا خان سیوگانوں سے بیضا پور گئے
 اور وہاں سے دولت آباد جانے کا قصد کیا اور موضع لاسور میں جو
 دس کوس دولت آباد سے ہے پہونچے اور وہاں سے ایرکھلہ
 جو ایک میل دولت آباد سے ہے گئے اور اپنے متعلقین کو قلعہ
 دولت آباد کے اندر پہونچایا اور دریا خان ہزار افغانوں کو لیسکر
 خانجہان سے جدا ہوئے اور قصبہ انڈول دھرن گانوں کی تارا جی
 کے لیے چاندور اور چالیس گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے اور اون
 مقامات کو خراب کرنا شروع کیا بادشاہی لشکر سے عبداللہ خان
 اس گروہ کی تادیب کے لیے روانہ ہوئے دریا خان وہاں سے
 بالا گھاٹ چلے گئے آخر کار دریا خان اور خانجہان خان دکن سے

بھاگ کر خاندیس آئے اور وہاں بھی بادشاہی لشکر نے قدم نہ جمنے دیے
 دوبارہ مالوہ میں آئے راجہ بکرماجیت ولد راجہ جہاڑ سنگھ بندیلی کی
 علاقہ کی سرحد میں پہونچے پہلے جو اسنے خانبھان خان کی خاطر تواضع کی
 تھی اس پر وہ معقوب بادشاہی ہوا اس لیے اسنے اپنی باریہ ارادہ کیا
 کہ خانبھان کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس پہونچا دوں تاکہ پھیلے قصور
 کی تلافی ہو جائے وہ استقبال کا حیلہ کر کے خانبھان کو گرفتار کر لیا
 غرض سے بڑھالیکن اتفاق کی بات ہے کہ خانبھان خان اسکے ارادہ
 سے مطلع ہو گئے اور پیکر مکمل گئے خانبھان خان کے پیچھے ایک میل کے
 فاصلہ پر دریا خان کا لشکر تھا اور وہ اس مکر سے بالکل بخیر تھے جسے
 ہی وہ راجہ کے قریب پہونچے کہ راجہ نے دفعۃً دریا خان پر حملہ کر دیا بندو
 کی گولی دریا خان کی پیشانی پر لگی مگر اونکے ساتھ کے پٹھانوں اور راجہ کی
 فوج سے خوب جنگ ہوئی دریا خان کے فرزند محمد خان جو لا ولد تھے
 اور اونکا منصب ہزاری ذات اور سات سو سوار کا تھا وہ کام آئے
 چار سو پٹھان اونکی طرف سے اور دو سو آدمی راجہ بندیلہ کے قتل
 ہوئے اس اثنا میں بادشاہی لشکر بھی آگیا اس لشکر میں نواب بہادر خان
 دریا خان کے فرزند بھی موجود تھے وہ گھوڑے سے اتر کر باپ کی
 لاش کے پاس گئے اس وقت دریا خان میں کچھ جان باقی تھی دریا خان
 نے بیٹے کو سرھانے بیٹھا ہوا دیکھا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور
 ایک آہ سرد کھینچ کر بیٹے کو ہدایت کی کہ میرا کام تو تمام ہو گیا لیکن

اب یہ کیا ضرور ہے کہ دوسرا آدمی میرا سر کا لکڑا بارگاہ شاہی میں سزا
 حاصل کرے اور تو محروم رہ جائے لہذا تو اپنی انگوٹھی حسین تیرا نام کھدا
 ہو میرے منہ میں ڈال دے تاکہ جسوقت تیری انگوٹھی میرے منہ سے
 نکلے تو تیرے ہاتھ سے میرا قتل ثابت ہو اب میں تجکو خدا کے سپرد
 اور متعلقین کو تیرے سپرد کرتا ہوں یہ لکڑا خدا کا نام لیا اور جان بحق ہوئے
 دریا خان کی جان نکلنے کے بعد بہادر خان نے باپ کی فمائیش کے مطابق
 اپنی انگوٹھی اونکے منہ میں ڈال دی اور باپ کے غم میں روتے ہوئے
 اپنے مقام پر آئے اونکے بعد ایک راجپوت نے دریا خان کا سر کا لکڑا
 بہادر خان کے سامنے پیش کیا اور وہ بادشاہ کے حضور میں معہ محمد خان
 کے سر کے جو اونکے بیٹے کا تھا بھیجا گیا بہادر خان نے خفیہ خط اپنے وکیل
 کو جو دربار شاہی میں انکی طرف سے رہتا تھا لکھا کہ جسوقت یہ سر بادشاہ کے
 سامنے پیش ہو تو منہ کھول کر دیکھا جائے جسوقت دریا خان کا سر معہ
 عرضداشت کے برہانپور میں بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا اسوقت شاہجہاں
 دریائے تپتی میں کشتی پر سوار تھا اور دریا کا تماشہ دیکھ رہا تھا اس موقع پر
 بادشاہ نے فی البدیہہ شعر تصنیف کر کے ارشاد فرمایا۔ ۵
 رقم بسوے دریا دیدم عجب تماشہ دریا درون کشتی کشتی درون دریا
 جب منہ کھول کر دیکھا گیا تو بہادر خان کی انگوٹھی دریا خان کے منہ میں
 نکلی جس سے بہادر خان کی کارگزاری سمجھی گئی کہ بادشاہ کی اطاعت
 کے مقابلہ میں باپ کا خیال نہ کیا چنانچہ بہادر خان خلعت وغیرہ سے

سرفراز کیے گئے۔

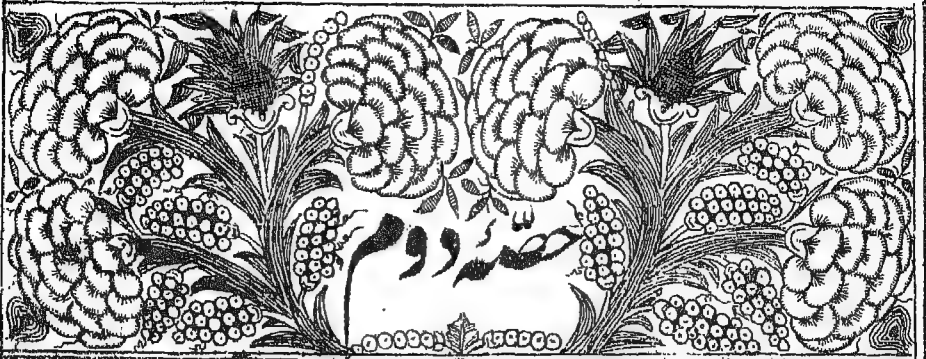
دریا خان ۱۹ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ ہجری کو اور بروایت دیگر ۱۲۸۵ھ کو اپنے دوست خانجہان پر تصدق ہو گئے۔ دریا خان کی عمر ۲۹ برس کی تھی۔ دریا خان کا سر دہلی میں قریب مزار خواجہ باقی باللہ کے اور لاش دہو پور میں دفن ہوئی جب خانجہان نے دریا خان کے قتل ہوئے کا حال سنا تو ایسے رفیق کی جدائی میں جو ان کا اس بیکسی و مصیبت کے وقت قوت بازو تھا اور مکے غم میں بہت رویا اور بڑے افسوس و حرمان سے آگے بڑھا اور اس زمانہ میں دریا خان کی بیوی جو سہیدہ میں اپنے بیٹے کی جاگیر میں تھیں جان جہان خانجہان خان کا بیٹا بھاگ کر ان کے پاس گیا دریا خان کی بیوی نے اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ جان جہان کو عبداللہ خان کے پاس بھیج دیا اور عبداللہ خان نے یکہ تاز خان کے ہمراہ شاہجہان بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔

دریا خان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جن کا ذکر نواب دلیر خان کے تذکرہ میں آچکا ہے بعض راویوں کا بیان ہے کہ نواب بہادر خان اپنے بھائیوں اور خانجہان خان کے بیٹوں کو بادشاہ کے حضور میں لے گئے اور ان سبکی جان بخشی کرائی۔

دریا خان کے قتل کی تاریخ (دوغ دل) مشہور ہے راقم نے اسکو یوں نظم کیا ہے۔

قطعه و تاریخ

<p>حیف دریا خان شہادت یافت و میدان جنگ پارہ پارہ شد دل اہل شجاعت در جهان</p>	<p>در نیستان بقا خواہید آن شیر و غنای (دل غنای) آمد مظفر سال تاریخ قصصا</p>
--	---



خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی

خلیفہ صاحب باعتبار علم و فضل و قابلیت کے شاہ آبادین و حید العصر و علامہ ہوں
ہیں ابوالیمین کنیت تھی آپ کے والد کا نام نامی سید محمد اسحاق صاحب تھا آپ کے دادا
سید محمد حسین صاحب سید محمد غضنفر کے فرزند تھے خلیفہ صاحب مرزا محمد فاخر مین
دہلوی کے شاگرد و مین پائے بلند رکھتے تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرماڑو
او دہلوی خلیفہ صاحب کی ملاقات و فضیلت علی سے بہت محفوظ ہوئے تھے خلیفہ
صاحب کی کثیر التعداد تصنیفات ہیں پندرہ برس کی عمر میں شنوی آزاد و جمیلہ
تصنیف کی اور شنوی محشر لیلیٰ مجنون کے وزن پر نہایت دلچسپ لکھی وزیر ناہ
نواب وزیر علی خان کی مسند نشینی اور گرفتاری وغیرہ کے حالات میں ترتیب یا

مرزا محمد فاخر مین دہلی کے رہنے والے تھے احمد شاہ دہلوی کے فتنہ میں دہلی سے گھنٹے چلے آئے تھے
مرزا صاحب فارسی گو فارسی دان صاحب کمال تھے صحت الفاظ و تحقیق لغت میں کامل اور مرزا عظیمی اسے
کشمیری کے شاگرد اور شاہد تھے شہزادہ علی حنین سے بھی ملاقات تھی زمانے نے پورا حق انکی قدر دانی کا
اد کیا تھا۔ انکے سیکڑوں شاگرد امیر و فقیر تھے مگر ہمیشہ توکل پیشہ اور مجرب رہے اور کبھی متاثر نہ ہوئے
میں صحت فرمائی دو شہر انکے بطور نمونہ کے یہاں درج کیے جاسکتے ہیں سہ در کوی یا در طرہ شاہ بود کہیں
رہا شو و سہ در شاہ کنہ کسی پدہ دیگور گہ چون سب بوسیکہ بردوش جن در ابہ گاہی چوی بیشہ در آغوش جن در آ

مناظر الانوار سرپای محبوب اور مظاہر الاسرار حالات عشاق بین دونوں کتابیں
 لاجواب کہیں۔ مثنوی ثم الفوائد متعلقہ انہ۔ مقدمات ظہوری دربارہ سہ نظری
 مثنوی شاہ درویش سرپای معشوق اور شرح مثنوی نیز نگ عشق شرح مجمع الصنائع
 شرح پنجرقہ وینا بازار دیوان آصفی وغیرہ تصنیف فرمایاں ان کے علاوہ دیوان
 بھی مرتب کیا تھا نثر آپ کا نہایت مقبول و مشہور اور کلام فصاحت و نکات
 استاد ہی سے معمور ہو۔ بڑی تحقیق سے خلیفہ صاحب کے متعلق نواب امیر الملک
 والا جاہ مولوی صدیق حسن خان اپنے تذکرہ شمع انجمن کے صفحہ (۵۴۲) میں
 لکھتے ہیں کہ مینی سید عبد الرزاق شاہ آبادی سید عالی نژاد بود و وسلاط
 سلسلہ امجاد و رجوت طبع و سلامت مزاج و مہارت فنون فارسی
 ممتاز عصر شیریں دیوان غزل و رباعیات و ترجیع بند و جزلان دار
 اصلاح سخن از میرزا محمد فاخر کلیں گرفته و مناظر الانوار در سرپای محبوب
 و مظاہر الاسرار در حالات محب بسیار خوش اسلوب نوشتہ بر قصبہ دریم
 فارسی مثل گل گشتی و دیوان آصفی و دیوان غنی و مثنوی نیز نگ و جزلان
 شرح دار دیوانش درین حین دستیاں نگرید و اپنے از معتد ان مجموع شد
 این چند بیت۔

غزل خلیفہ صاحب دیوان مینی

اقرار ہم ربک یکا تبہا	تا ماند از وبائی جوفہ نشا	مارا بجز خوار ی بر رخ خاک
ای در ہوا معلق انحر آسمان	نازم نکشتہ عشق کز مال و مالک	بر خاک تربت واکرہ سہا
رفتی و در ہوایت غزل بہار	چون بوی گل از دہوی آشیان	

<p>بر باد و آه اغانا نام و نشان نیایی تاخن مزن بحر خم کرد در دینوالی اهل سخن یکایک زیر این سخن گذشتند زان دوستان یمنی ماند استاثانها</p>	
<p>چند ابیات از شهنشاه در پیش در میان بر لایق متشوق</p>	
<p>عاشقان خواند یار و دود بران هم چو ابرسیاه بر چمنی شب معراج و سیر پییر تابه سر تا بدوش تا بقدم مه و خورشید زیر سایه او چون همپیر بر تبه قوسین چون دو ترکان کشید تیغ بکم شکر و شیر از دهن میر خیت</p>	<p>قد او شعله موجود و دود بران داشتی موبفرق او وطنی گیسوی او ترکست از نظر طره و زلف و کاکل پر خم زلف بر تر ز عرش پایه او خال در هر دو ابرو و شال بین چشمه اوزان دو ابرو پر خم در تبسم گل از لبان میر خیت</p>
<p>رباعیات</p>	
<p>از جمله خادانش بر روی زمین در زمره اهل بیت و اصحابین پیران برخ از نگو سرشتی در گردن خورشید قیامت سن انداز یاد تو نیز کرد فراموش خود مرا</p>	<p>یار بخت آنکه بود روح این محتشور کنی یمنی عاصی را آن زلف جو طایر بهشتی بر خیز و برخ زلفش در شکن انداز یاد تو نیز کرد فراموش خود مرا</p>

چون بردرت نخل خطای خود آدم	چیز بگوز لطف خطا پوش و مرا
عمری ست کہ بر پای تو سر می سایم	بر خاک درت دیدہ ترمی سایم
چون سودنکر سودن چشم و سرم	اکنون کف خود بیکد گرمی سایم
دل شکفته نشد بتیوہ سال گذشت	نسیم رفت و صبا آمد و شمال گذشت
ز سر گذشت بختی و گر چہ میسری	کہ روز ہجر گذشت و شب اصال گذشت

خلیفہ صاحب کے چند اشعار ایک بیاض میں لکھے ہوئے ملاحظہ فرمائیے

شنیدم کہ در روزگار کن	شدہ عنصری بادشاہ سخن
چو اورنگ از عنصری شد تہی	بہ فردوسی آمد کلاہ مہی
چو فردوسی زین دو گیتی گذشت	نظامی بجاک سخن شاہ گشت
نظامی جو جام اجل در پیشید	بسر حیر اشعار سعدی رسید
چو سعدی بر آرد و سرور کفن	بہ خاقانی آمد نشاط سخن
چو خاقانی رفتہ ازین روزگار	سخن گشت بر فرق خسرو مدار
از ان پس چو نو بہت ہو جامی رسید	سر بر سخن را تھامے رسید

ایک قصیدہ خلیفہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالرزاق صاحبیانوی کی مدح اور توصیف میں جبکہ تصرفات اور عرفان کے انوار آفتاب کی طرح روشن ہیں گماہوا اور اسکو اب احمد خان صاحب نے شہاب پور نے اپنی کتاب منظوم ذائق میں تحریر کیا ہے اور

ده قصیده بی هوس
 ای که مقبول جمله آفاقی
 آنکه در بانیه شریف بود
 آنکه مشایبان در گه او
 آنکه مسموم مصیبت بار را
 آنکه هر جانبی همی گردی
 سرفرو د آر بر در پاشش
 اوست محبوب عاشقان خدا
 بادشاها بدستگیری خلق
 دست هر عاجزیکه می گیری
 مقتدای زمانه خویش
 چون تو کس نیست و هم نخواهد بود
 از علوم سفینه بنجیر
 کاشف نکته های عرفانی
 کیست غیر از تو عارف باشد
 از معارف هر آنچه می گوئی
 رسم باشد که هر مرید را
 از مرید تو چون خطوط شعاع
 آستان بسویت هوسدارم

مگر از حساد مان رزاقی
 مرفت دشمن نظر هو الباقی
 هم چو خورشید جمله اشراقی
 خاک پایش نمود تریاقی
 به چو سودا نیسان هوانی
 گر تو نجس از روز تو فستاقی
 بشنو این امر گز عشاقی
 تا تو محکوم حکم حلالی
 دار بانی ز درد مشتاقی
 دیگرانند جمله محاسنی
 زیر این چرخ گنبد طاقی
 لیک در علم سیند و تاقی
 واقع را از های اطباقی
 حل عرفان را تو مصداقی
 در نیاید کس از علاقی
 وقت بعیت کند حلاقی
 موقت بر زمین ز بر اقی
 هوس نیست غیر ازین باقی

حال مشتاق خوشیتن دریاب	کہ بجا آدم ز شست تانی
از غلامان خویش تن بشما	کہ عنایستی نتختانی
میر عبد الصمد کہ مطنج اوست	ماندہ بخش خوان رزاتی
زلہ این خواہم آرزو باشد	ہمہ را تو کفیل از راتی
نیست دور از تو دستگیری من	کہ تو مطبوع جملہ اخلاقی
چون توی ابن ساقی کوثر	باشش در حق تشنگان ساقی
با یمنی ہمین بگو کہ نسلان	بندہ من ز روز میشتانی

خلیفہ صاحب نے اپنے ہمنام حضرت شاہ موصوف علیہ الرحمۃ کی شانیں اور بھی قطعات کہے ہیں بنما کہ ایک قطعہ نواب حمزخان صاحب یس شاہجہان پور نے فرمائش کر کے خلیفہ صاحب سے حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کی وفات شریف کا بھی لکھایا ہو جس سے ۳۶ھ ہجری منکلتے ہیں۔

خلیفہ صاحب کو انہ سے بڑی رغبت تھی اسلئے انہ کی تعریف میں انھوں نے تنوی شمرۃ القوادکھی اشعار دو بحر و نین پائے جاتے ہیں ایک بار نواب حمزخان صاحب تعقدار باسط فکر کی فرمائش سے اور دوسری بار اعظم خان صاحب نیکل کمیدان کی خاطر سے تصنیف فرمائی چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

شکوہ گلہامی ز لکین ورق	چو نور شجر جلوہ گر از شش
ز بس گل کہ سرزد ویرانسا	در و دشت شد چون پرچا ہنسا
کشیدہ بجم شاخ گلہا قطار	چو دست نگارین بدست نگار
بہر غ بہارین در آمد نشاط	کشودہ پرو بال خود را بساط

بهم ساخته بلبل و ساخته
 گل اندر چین سبزه در جویها
 زمین از گل آتشین شعل
 از قسام گل‌های هندی بس
 شگفته در شهر و در بوستان
 خصوصاً درختان انبیه تمام
 شکوفه نمودند از هر طرف
 لذت و لطیف آن بانو شش
 بیابان و صحرا و بستان دشت
 درین فصلستان عشرت پرست
 چو بوی گل از خانه بادستان
 غزلها سر این دوستی کنند
 درختان انبیه به بار آوری
 بصدق و تمکین بصدختگی
 چو شد ریخته چون عاقل ریخته کار
 شده جلوه پیرایه هر باغ و بوستان
 بشیرین ادائی و دلبستگی
 دل از گل‌ها لبیک گل گل شگفت
 هر انبیه که شد پیش اهل تمیز

نوابر نو ابا با هم انداخت
 چوستان ز شادی بیوس و کنار
 بسرو می و گرمی بود معتدل
 که کم دیده اند رخسان کسی
 همه وقت چشم و دل و دستان
 شدند از گل خویش مولی الکرام
 از انوارشان دیده بار داشت
 که یابد از جسم و جان پرورش
 ز بوی خوشش شکفت دوش گشت
 ندانند در شهر کجایش
 نهاده رخ خود سوی بوستان
 بگل‌ها نماند نمی پرستی کند
 فرو برده در سر تواضع گری
 رسید انبیه را موسم چن بستگی
 و در تن بافتا و گی بار بار
 چو در حال سبزه حور بهشت
 ر بوده ز دل خستگان بستگی
 بوضفش توان چند ابیات گفت
 پیر از چادر و تنی از سه چیز

پُر از شیر و رقت و لون صاف
از چیزے کہ خالی توان بود از آن
کَلانی تخم و سطرپی پوست
بر آن به که از ریشہ شد مایه دار
ز خوشترنگی خود چو خیل پری
بیا او مینمی که خستیم کلام
چو پایان رسیدم این داستان
بسال هزار و دودصد سی و یک
چو آغاز این بود ماه صیام
اتنی قبول ده این نامه را
باین چار محمود کنی خاتمه

کلماتی بشیر بنیشتن به خلایق
نمایم به پیش تو آنهم بیان
و اگر ریشه بے عیب ز بیضا نکوت
چو حلول بهمنک بود کم عیار
جدا گانه بر یک بجلوه گری
نمایم برین شکوه خاص عام
کنون سال تلخیص سازم بیان
ز رویش رانی زدم بر محک
تماش نمودم به ماه تمام
که فرمود در سجده سر خا هم را
علی و حسین و حسن و فاطمه

خليفة صاحب کبھی کبھی لکھتے تھے مگر کم دو شعر ان کے یہاں پڑا دو کے تحریر کیے جاتے ہیں۔ اشک اگر چشم میں آفت کے مارے رہ گئے، دو مسافرات دریا کے کنارے رہ گئے، شب تو گزری اور چینی کب تلک سویا گاؤں آسمان پر ایک دو باقی ستارے رہ گئے، خليفة صاحب کے مزاج میں کچھ خوش طبعی بھی تھی ایک مرتبہ نواب احمد علی خان تعلقات دار باسط مگر خليفة صاحب کے مکان پر تشریف لائے اُس روز مکان صاف نہ تھا نواب صاحب نے کہا کہ خليفة صاحب کیا اس مکان میں بھوت بلا رہتے ہیں خليفة صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ ہستے تو نہیں ہیں مگر کبھی کبھی آ جاتے ہیں۔

لالمعیوض راے مسرت شاہجہان پوری خلیفہ صاحب کے ہم عصر تھے اُن سے کبھی
نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ مگر خلیفہ صاحب ایک دریائے مولج تھے۔ ایک بائسرت
کے ایک شاگرد نے یہ شعر تصنیف کر کے ۵

واہ چہ حسن ست واہ چہ زیبائی کہ فرشتہ کند سجود آنجا

اُن کے ردِ بروز پیش کیا اور مسرت نے بجائے واہ کے۔ این چہ حسن ست و این چہ زیبائی۔
کی اصلاح دی۔ مگر جب وہ شعر خلیفہ صاحب تک پہنچا تو آپ نے بجائے واہ اور این کے
لفظ اللہ کی بڑھا کر مصرع میں جان ڈال دی یعنی ۵

اللہ اللہ چہ حسن و زیبائی کہ فرشتہ کند سجود آنجا

ظاہر ہے کہ اس لفظ سے کس قدر حسن پیدا ہو گیا۔ افسوس کہ خلیفہ صاحب کا دیوان اور دیگر
تصنیفات ۱۰۰۰ کے غدر میں برباد و ضایع ہو گئے اُن کے گھر میں گنگا دی گئی تھی۔ اور
سنہ وفات نظر سے نہیں گذرا مگر عمر طویل پائی تھی ضعیفی کو پہنچ گئے تھے حافظ علام علیخان
صاحب نے اُن کو اپنے لڑکپن میں ضعیف دیکھا تھا۔ انکی ایک مہرین ۱۰۰۰ ہجری اور دوسری
مہرین ۱۰۰۰ ہجری کندہ تھے۔ ایک مہرین (ابوالعین سید عبدالرزاق) اور دوسری مہرین
(ملان عبدالرزاق) منقوش تھا۔ ۱۰۰۰ ہجری میں مقدمات ظہوری تصنیف کی تھی۔

آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے حقیقی بھائی مولوی عبدالرحمن صاحب ہی اولاد
ہوئے جن کے نواسہ حکیم سید فرزند علی صاحب تھے۔ مقدمات ظہوری اور شرح کتب دینی
آپ کی تصنیفات سے طبع ہو کر شایع ہو گئیں باقی کلام ضایع ہو گیا۔ کچھ حصہ تذکرہ شعر کا کبھی
قلبی موجود ہے۔

آپ کے شاگردوں کا حلقہ وسیع ہے ان میں بہت سے شاگرد نامور و مشہور زمانہ ہوئے

راجہ ہلاس رائے اور اُن کے بھائی اور مولوی عبدالعزیز صاحب اُن کے برادر نامہ افغانی
محمد صالح صاحب داروغہ کتب خانہ شاہ اودھ لالہ گریپشاہ مصنف تاریخ اودھ لالہ خوشوقت
شاہ آبادی یہ سب آپ کے تلامذہ میں تھے اور خوشوقت رائے نے مسرت شاہ چمانپوری
کے اس شعر کا ۵

بوقت لقمہ خوردن امی مسرت گفت لبہایم * کہ روزی میکنم از ہم جدایا ران ہمد را
یہ جواب دیا ہے ۵

بہم یکجا کست دیاران دور افتادہ راز روزی * لب دست و دہن یکجا شوند ہنگام خوردن با
خلیفہ صاحب کے شاگردوں میں ایک صاحب لالہ سداسکھ لال متخلص بہ شایق
بڑے قابل تھے انھوں نے مثنوی سکھاسن بیسی بڑی لیاقت سے لکھی اور فارسی زبان کی
خوب داد دی اوہمیں خلیفہ صاحب کی تعریف بھی کی ہے اُن اشعار سے خلیفہ صاحب کے
اوصاف و رشایق کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے اسلئے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں ۵

<p>بوصف یمنی بہ بندم کمر سبق برد در شعور در شاعری کلاہ سعادت بود بر سرش براہ صفا مثل پیر من است بہ الطاف مسند چو شعر ترم گراز لطف و احسان کند یک نظر نوازش گریہ از دود در نیست نوشتم من این نامہ را مختصر</p>	<p>کہ شد در جہان از ہنر نامور ز سعدی و خاقانی و انوری ملائک ہو سند خاک درش از ان در جہان و تگبر من ست با وج تفاخر رساند سرم شود نامہ من بے عالم ثمر بچشم امیدم جزا و نور نیست بہ ارشاد و استاد والا کمر</p>
---	---

<p>نہر رود و صد بود بر چہل و پنج چون نظم مبینی بہند و ستان</p>	<p>چون شد نظم این نامہ نکتہ سخن کس نامہ نامی برد و ستان</p>
<p>خليفة صاحب کے ارشد تلامذہ میں ایک کندن لال شاہ آبادی تھے جن کا ارشاد مخلص انکی تحقیق و قابلیت کا شہرہ ملک میں پھیل گیا تھا وہ : رعیوض رائے مسرت کے ساتھ مشاعرہ میں شریک ہو کرتے تھے ایک بار ارشاد و مسرت میں مناظرہ ہو گیا ارشاد نے مسرت کے کلام کی وجہیان اُڑا دیں اور اُن کے کلام کے نقایص میں ایک رسالہ بدل لکھا اور وہ شعرای لکھنؤ کی خدمت میں پیش کیا اوسکو اس درجہ شہرت ہوئی کہ جبکی حد نہیں حتی کہ نواب زیر الممالک فرمان رواے اودھا اور مرزا محمد فاخر مکین انشاء اسد خان انشائیر تقی میر مرزا محمد حسین قنبر نے اس کو پسند کیا اور ارشاد کے تصرف و قابلیت کی داد دی۔ اس واقعہ کو خلیفہ صاحب نے خود اپنے تذکرہ شعرا میں درج کیا ہے اور سنا اوس عبارت کا لکھنا اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کندن لال ارشاد مخلص انداز موزون طبعان شاہ آبادی است تحقیقات اکثر کتب متداولہ فارسی پیش فقیر تحصیل ہودہ نوبتی اور ابانخص عیوض رائے نام مسرت مخلص شاہجہان پوری اتفاق مشاعرہ افتاد بمنظرہ انجاء میدغری چند کہ تصرف و دخل در آہا کردہ و سخن فہمانان معاصرین مثل مرزا فاخر مکین دہلوی و انشاء اسد خان میر تقی و میرزا قتیل دہلوی و دیگر فضلا کہ در لکھنؤ و حضور نواب وزیر از مشاہیر بودند ان تصرفات را دیدند و پسندید و سبیل و مختتم آن طومار را تحسین قبول نمود ہا ساختند۔ وہ رسالہ اس وقت راقم کے پیش نظر ہے چونکہ فارسی غزلیات ہیں اور فارسی محاورات کی غلطیاں نکالی ہیں اوسکا لطف اوسی زبان میں ہے لیکن ناظرین کی آگاہی کے لیے بعض شعر کی تنقیص بطور نمونہ کے لکھ دیا ضروری ہے ۔</p>	

شعر سرت ۵

ز سیمین ساعدت پروای سیم وزر نمیدارم | شدم از دست و از دست تو دستی بر نمیدارم

اعترض ارشاد

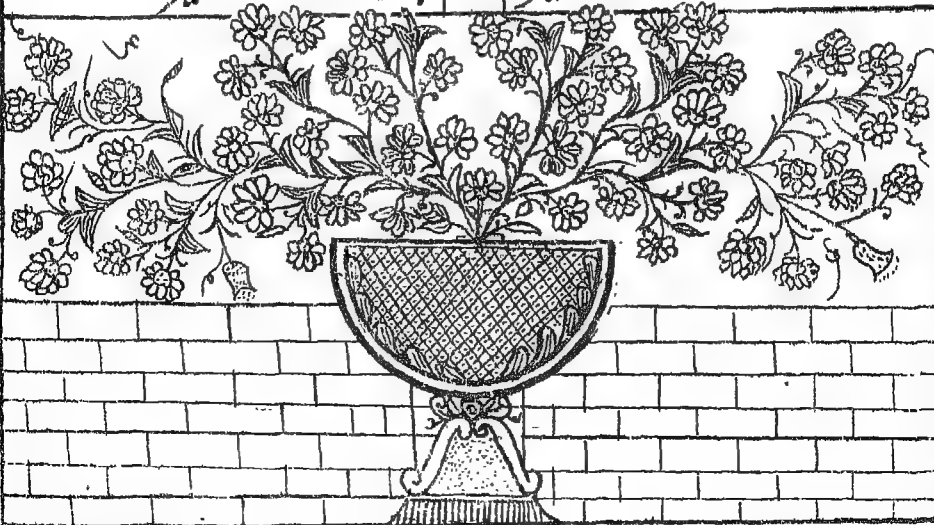
بجائے پروای کے (سوداے سیم) کی لفظ مناسب تھی کیونکہ سودہ کو سیم
وزر سے مناسبت تھی اس کے علاوہ محاورہ اہل زبان کا (دست از چیز برداشتن)
ہے نہ کہ دست از چیز برداشتن۔ صریح غلطی ہے لہذا وہ اپنے اس مصرعہ سے دست بردار
ہوں اور اسکو یوں لکھیں = صلاح ۵

ز سیمین ساعدت سودای سیم وزر نمیدارم | ز دندانت تمنای دُر و گوہر نمیدارم

ہم اس بحث کو چھوڑ کر چند شعر دیوان ارشاد کے لکھکر خلیفہ صاحب کے تذکرہ کو
ختم کرتے ہیں۔

کلام ارشاد شاہ بابوی

بر خیز و بخت زلف شکن در شکن انداز | در گردن خویش قیامت رس انداز
آہ از دل ناصبور خیزد | چون شعلہ کہ از تنور خیزد



حضرت شاہ زمان صاحب علیہ الرحمۃ

شاہ صاحب مہرور اس نواح کے صاحب ولایت کہ جاتے ہیں مزار اُن کا پرتھو ہے اکثر حاجتمندوں کی مرادیں آپ کے توسل سے حاصل ہوئیں۔ آپ کے حیات کا زمانہ شاہ آباد کی آبادی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور افغانستان کے باشندے بتلائے جاتے ہیں آپ کا مزار نواب دلیر خان کے مقبرہ کے اُتر و کچھم کی طرف لب سترک واقع ہے۔ عرصہ دراز تک آپ کے مزار پر مجاوروں کا گردہ حاضر رہا کرتا تھا اور وہ لوگ شہر پورین رہا کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق بڑی اور چھوٹی ڈیوڑھی سے چکوک معاف کیے گئے تھے جن کے حاصلات سے مجاورین گذر اوقات کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق جو معافی تھی اوسکو سرکار گورنمنٹ نے بھی بحال رکھا چنانچہ واجب العرض سکرری میں وہ درج ہے۔ ایک سند معافی کی نواب محمد خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کی طرف سے جو تحریر ہوئی تھی اوسکی نقل یہاں پر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی متعلق مزار حضرت شاہ زمان صاحب قدس سرہ الغریہ
مقتصدیان حال و مستقبل سرکار امیدوار بودہ بداندند۔ چون موازی یک قطعہ

پانزدہ اراضی نجمہ امشتر چک گوشائین افتادہ خارج جمع سولے مال
سرکار در سواد موضع خانپور من ابتدائے ۱۳۳۲ھ فصلی نیاز زیارت گاہ

طراز خان ۱۲۱۱
محمد خان بہادر ولد

حضرت شاہ زمان صاحب قدس سرہ الغریہ باسم جنوں میاں صاحب معاف نمودہ شد

باید کہ قطعہ مذکورہ تبصرت موسیٰ الیہ واگذارند معذور دست پدین حدود دارالہجہ

چک شریعہ امین صاحب چک کون میان صاحب چک ایک عظم خان صاحب چک غلری

کہ مشار الیہ بخاطر جمع تمام دران قطعہ اراضی فصلا بعد فصل صبر ترو و نمودہ از حاصلات آن صرف ما محتاج خود و زیارت گاہ میکرده باشند و بدعای خیر و یاد آہی مشغول و موقوف باشند و گاہی کسی بوجہی من الوجہ بابت اخذ ابواب ممنوعہ و مزارع و متعرض نشوند و ہر سال مندرجہ طلب ندارند و رین باب تاکید مزید دانستہ حسب السطور عمل آرند تھریر فی التاریخ یازدہم شہر صفر ۱۲۶۲ ھجری المقدس حسب السطور عمل آرند۔

طاٹ صاحب

آپ شاہ آباد میں صاحب ولایت بزرگ گذرے ہیں۔ ایک واقعہ مستند حضرت کی زبانی سنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار نواب شجاع الدولہ بہادر کا لشکر شاہ آباد میں پڑا ہوا تھا اور زیادہ قیام ہونے سے یہاں کی خلائق پریشان ہو گئی تھی لوگوں نے آپ کے رجوع کیا۔ آپ نے ایک پرچہ لشکر میں ایک کفش و دوز جو صاحب نسبت تھے اُنکے پاس بھیج دیا و انھوں نے تھوڑا دن باقی تھا اسی وقت کو بیخ ہونے کا فقرہ زبان سے ارشاد کیا اور معالو اب شجاع الدولہ نے حکم کو بیخ کا دیدیا۔ آپ کے مزار میں اختلاف ہے بعض متصل مسجد خواجہ سر واقع بازار چار شنبہ زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب اور بعض اختیار پور کے قریب جو درخت تانگہ بتلاتے ہیں واسد اعلم۔

راجہ ہلاس رامی صاحب

راجہ صاحب موصوف ایسے لائق ہوئے کہ جو نہ صرف فخر قوم بلکہ فخر وطن ہیں او کی ترقی و تشریف کی داستان دلچسپ ہے راجہ صاحب کے والد لالہ بینی پرشاد قوم کے کالیستہ

اور محلہ دلیر گنج کے رہنے والے تھے۔ راجہ صاحب خلیفہ عبدالرزاق صاحب میننی کے
شاگرد رشید اور ہمارا جہٹ کیٹ رائے کے جو سرکار لکھنؤ میں دیوان تھے بھتیجہ داماد تھے۔
نواب صف الدولہ بہادر کی مصاحبت کا بھی شرف حاصل تھا۔ آپ نے حسن انتظام و دشمنی
سے ملک اودھ میں وہ ہر دغیر و ناموری پیدا کی تھی کہ مرجع عام ہو گئے تھے راجہ ہلاس رائے
کو نواب وزیر الممالک کا اسدرجہ تقرب حاصل تھا کہ بعض امور ملکی میں اپنی رائے سے احکام
نافذ کر کے اسکا تذکرہ جناب عالی سے عرض کر دیتے ان کو خطاب راجگی کا بھی پیشگاہ نواب
وزیر الممالک فرمانروا اودھ سے عطا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کے مزاج میں ایسی مقول پسندی
و انسانیت واقع ہوئی تھی کہ ہمیشہ اہل وطن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتا و جو
کام کسی کا ہوتا اس کے انصرام میں تا امکان کو تا ہی نہ کرتے بعض اسناد ان کی طرف سے
باشندگان شاہ آباد کے نام راقم کی نظر سے گذری ہیں مجملہ ان کے کیسکی نقل بھی ثبوت کے
لیے درج کتاب ہوگی۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر و رئیس شاہ آباد جب لکھنؤ جا
تو وہ ان کے مکان پر ضرور تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار نواب صاحب مدوح لور نواب
وزیر الممالک کے ایک عزیز سے جھگڑا انھیں کے مکان پر ہو گیا تھا نواب صاحب نے
غصہ کی حالت میں اوکے طمانچہ بھی مار دیا تھا جسکا قصہ جناب عالی تک پہنچا مگر راجہ صاحب
موصوف نے اپنی رسائی و خوش لیاقتی سے اس معاملہ کو جناب عالی سے کہہ سن کر رفع
کرا دیا تھا ان کے مکانات محلہ دلیر گنج بمقام شاہ آباد میں بنے تھے اور عمارت عالی شان تھی
انکی مارت کا اندازہ صرف کنور رام بخش کی شادی سے ہے جو ان کے بہتیجے تھے ہو سکتا ہے کہ جب بات
ہونے والی تھی تو سرکار لکھنؤ سے عمالکین شاہ آباد کے نام پروانہ صادر ہوا تھا کہ راجہ صاحب
کے یہاں جو تقریب منعقد ہونے والی ہے اس میں شرفائے شاہ آباد کی شرکت موجب خوشنودی

بابہ دولت ہو چنانچہ اوسین اکثر باشندگان وطن شریک ہوئے تھے بارات موضع گندی تحصیل
سندھوں ضلع سیتا پور میں اوسکے ایک ہمقوم برادر کے یہاں گئی تھی مختصر میں درمختصر شخص کی
زبانی سنا ہے کہ بارات اس هجوم اور دھوم سے ہوئی تھی کہ ایک لاکھ روپیہ پامالی زرعت
اور ایک لاکھ روپیہ لٹوانی بازار اور ایک لاکھ روپیہ عروس کو رونما میں دیا گیا تھا غرض کہ
جملہ مصارف اسی پیمانہ پر ہوئے تھے اور یہ روایت بھی مستند طور پر مشنی گئی ہے کہ نواب آصف الدولہ
یہاں سے اوسکے گھر تشریف لاکر انکو سرفراز کیا تھا اور راجہ صاحب لاکھ روپیہ کا چوترا بنا کر
اوسکو نیکو بھلا لیا تھا اور وہ کل روپیہ ان پر تصدق کیا گیا تھا۔

سرکار گھنڈو میں ان کی رسائی کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نواب شجاع الدولہ
اور نواب آصف الدولہ اور ان کے ارکان دولت اکثر صوبہ کٹھ کو آتے جاتے تھے چونکہ
شاہ آباد اثنائے راہ میں واقع ہے اس لیے یہاں بھی ٹھہرتے تھے ایک بار کسی ضرورت سے
ہمارا جہ ٹکٹ رے بریلی کی آمد و رفت میں شاہ آباد ٹھہرے اور انکو پوجا وغیرہ کی ضرورت
سے کسی ہمقوم برادر کے گھر جانے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ ان کو ایک شخص لالہ بینی پراو
صاحب کے مکان پر لے آیا اوسوقت راجہ صاحب مذکور نواب اعزاز خان صاحب
رئیس عظم شاہ آباد کے یہاں نظر بند تھے اور ہلاس رے معاملے بھائیوں کے اپنے مکان
بیٹھے ہوئے ایک معلم سے پڑھ رہے تھے ہمارا جہ ٹکٹ رے کی جب نظر ہلاس رے
کے چہرہ پر پڑی تو انکو خوش نصیبی و اقبال مندی کے آثار محسوس ہوئے ہمارا جہ نے ان کا
راجہ منگایا تو اپنا قیافہ صحیح معلوم ہوا اس لیے انھوں نے ہلاس رے کے والدین کو
سندھ کے خوش کر کے ان کو اپنے ساتھ لیجانے پر رضامند کر لیا اور ہمارا جہ صاحب ان کو
محلان کے ہر دو بھائیوں کے اپنے ساتھ لے گئے اور وہاں انکی تعلیم و تربیت میں جو کمی گئی تھی

وہ نہایت توجہ سے پوری کرانی لیکن یہ مدۃ العمر اپنے پہلے استاد خلیفہ صاحب کو نہ بھولیے اور ہمیشہ انکی شاگردی پر ناز کرتے رہے۔ راجہ ہلاس نے جب شاہ آباد آتے تو خلیفہ صاحب کے مکان پر ضرور جاتے اور انکو اپنے یہاں ہزار غرت افزائی بلا کر خدمت کرتے بلکہ خلیفہ عبدالرزاق صاحب مہینی کی قابلیت کا تذکرہ نواب صاحب کے حضور میں کر کے خلیفہ صاحب کو نواب آصف الدولہ سے ملوایا اور عنقریب خلیفہ صاحب کے نام سرکار اودھ سے جاگیر مقرر ہونے والی تھی مگر خلیفہ صاحب اپنی آزاد فراجی اور کمال استغنائی سے اگھر کر گھنٹوسے شاہ آباد چلے آئے۔

ہمارا جگمٹ رائے نے اپنی جاگیر اور سرکار اودھ کے امورات میں راجہ ہلاس نے کو اپنا نائب و مختار مقرر کیا تھا چنانچہ ان کے کاروبار میں سیاہ و سفید کرنے کے مجاز تھے۔ چونکہ ہمارا راجہ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اپنی بھتیجی اودھنوں نے راجہ ہلاس کے کو بیہ دی تھی اور انھوں نے بھی اس لیاقت و دیانت سے کام کیا کہ ہر دلعزیزی و ونیکٹامی پیدا ہو گئی تھی۔

راجہ ہلاس رائے کا حال کتاب گیان پرکاش میں جو بہرہ نواب آصف الدولہ بہادر تصنیف ہوئی ہے اور اسمین امر وار اکین دولت کے ضمناً حالات مندرج ہیں لکھا ہوا ہے اور وہ کتاب ہمیں مکرئی راجہ درگا پرشاہ صاحب متخلص بہ مہر تعلقہ دار سندیلہ نے دکھلائی اور حالات مندرجہ ذیل عنایت کیے۔

راجہ ہلاس رائے بہادر کہ از رشتہ مندان ہمارا راجہ دہر ماتا بکار نیابت و مختاری دار و مدار کاروبار مالی و ملکی ممتاز و سرفراز است حسن ذاتی و صفاتی

۱۷ ہمارا راجہ دیر ماتا مراد از راجہ نرہ ہر بہادر راجہ گمٹ رائے بہادر است ۱۲

بسیار میرد کہ با تمامی برادران از خویش و دیگرگان دوازده قوم کالیستان پرخت
یکسان در سلف کہ بسیار ہا نامور شدہ اند باین اوصاف کسی نبودہ و نہ شدہ گوئی سہقت
از ہمہ ربوہ و می برد و بدولت خواہی خانہ آقا یعنی خداوند دامن ظلمہ و اجلالہ چنان
بدل و جان مصروف کہ کسی دیگر نخواہد بود و یقین دریافت میشود کہ روشنی نام ہمارا ج
ادھراج دویا لا خواہد نمودستی کہ در روز روشن لعل بدخشان پیش آفتاب درخشان و
نورانی میشود ہمچنان رو برو ہمارا ج منور و نامورست راجہ موصوف در آئین روش
وفیض بخشی و فیضسانی از راجہ ہای پیشین نامداری پیدا کردہ و در دلاری غریبان
و ہمچیشان و خبرگیری کسان و مفلسان فوقیت از دیگر عالی نشان بطہوری شرح
از ان دشوارست و در نظم و نسق جد و جد از نول رامی بہ بند و بست پرداختہ
دقیقہ از دقایق و گنجایش ہر جا کہ لایق میدانہی گذارد و واحدی را از و پرگنات
و صوچیات و سپاہ و کارخانجات جزو کل از قبضہ خود بیرون نگذاشتہ کہ اطلاع
نداشتہ باشد سخن اوصاف مختصر ہرچہ میکند کتابہ بر طاق روکاری سازد۔
منجملہ ان اسناد کے جو معافیات کی ہیں ایک سند گھورن شاہ تکیہ دار کے نام جو انکی
طرف سے ہے اور اوس اراضی کے بعض قطعات را تم کی ملکیت میں ہیں درج ذیل
کیجاتی ہے۔

نقل سند بہر راجہ ہلاس رامی صاحب بنام لالہ موہن لال صاحب مسئلہ افضل

برادر عزیز جان سعادت و اقبال نشان حفظہ اللہ تعالیٰ۔

موازی پنجاہ بیگہ بختہ اراضی در سواد پکات موضع لکھرائی کہ از قدیم باسم گھورن شاہ
متمرو معافست در بنو لا پنجاہ بیگہ بختہ اراضی دیگر سوای معافی قدیم از سواد موضع مسطور

من ابتدا فصلی بنام مشارالیه از حضور پر نور مقرر و معاف شد لازم آمد کہ اراضی مذکورہ
 مشارالیه پیمایش کنانیدہ تبصرت شاه صاحب و اگر اند کہ بخاطر جمع تردد آنجا نمودہ و صرف
 معیشت خود ساختہ مدام بدعای دولت ابد مدت موطعت و مشغول باشند زیادہ چہ طعمی نشود۔
 برآوردن پنجاہ بیگہ اراضی سوای معانی قدیم از موضع لگرہائی بہ طورین شاه معاف
 شدہ لازم کہ کجور رسیدن نوشته اراضی مسطورہ بشاہ صاحب موصوف پیمایش کنانیدہ
 و ہنر توقف و تساہل نشود و افغانان را تاکید نمایند کہ باز از شاه صاحب قصہ نہ نمایند
 اگر قصہ بخوانند کہ تدارک از حضور پر نور خواهد شد خبر شرطست زیادہ چہ نوشتہ شد۔ فقط
 یہ پچاس بیگہ اراضی نواب محمد اعزاز خان کے عہد میں سنہ ۱۱۰۰ ہجری کو شاہ صاحب
 موصوف ساکن محلہ سلیمانی کے نام معاف ہوئی تھی اس میں ایک درخت اعلیٰ کا بھی تھا
 جب نواب سعادت علیخان نے چند قطع چھوڑ کر ضبطی کا حکم بھیجا تو وہ درخت بھی بہستو
 شاہ صاحب کے قبضہ میں چھوڑا۔ ایک سال نواب رجب علیخان نے اوس درخت سے
 مزاحمت کی جس پر تکیہ دار مذکور نے واویلا کیا اس پر محراب علی صاحب نے ایک قصہ نواب صاحب
 مذکور کو لکھا تھا اسی طرح پیشتر بھی ایک پروانہ و اگر ذشت اراضی کا سیف علی نے ۴۴ جمادی الثانی
 سنہ ۱۱۰۰ ہجری کو لکھا تھا ایک سدر راہہ کی طرف سے اعظم خان و امانت خان سید خیل کے
 نام موجود ہوا و سکی نقل بھی لکھی جاتی ہے۔

مقدم و کارندہ موضع خانپور و غیرہ بدانند۔ چک پٹریہ و چک سید ابوالخیر واقع موضع
 مرقوم از ابتدا فصل خریف سنہ الفضلی باسم اعظم خان و امانت خان معاف نمودہ شد
 باید کہ محصول آنجا را از ابتدای مسطورہ در تصرف خان مشارالیه گذاشتہ باشند و عیلت محصول
 اوجہی من الوجہ غراحم و متعرض نیاید بود درین باب تاکید تمام دانند۔ مرقوم بہست و ہفتم

۱۱۸۵ھ
ہمسرا

جمادی الاول ۱۱۸۵ھ ہجری - قطعات چک پٹریہ چک سید ابوالخیر
راجہ صاحب کی مہر میں شہادہ ہجری کنندہ ہیں

رامی موہن لال صاحب چک دار

آپ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے کارگزاری و دانشمندی اور دیگر خوبیوں میں
مش اپنے بھائی کے نیکنام گذرے اکثر کاغذات پر انکی مہر دیکھنے میں آئی ہے چنانچہ
موضع کیم پور بہداسی جو حکیم دولت رائے صاحب کے خاندان میں مسئلہ کو معاف ہوا
تھا وہ بھی انکی مہر سے مزین ہے ان کو خطاب رائے صاحب کا پیشگاہ نواب زریا ملک
سے عطا ہوا تھا ان کی مہر میں شہادہ ہجری کنندہ ہیں ایک پروانہ میں جو عامل شاہ آباد کے نام
ہے رائے صاحب لکھتے ہیں کہ دس بیگہ زمین جو بنام الہیہ شہادت خان معاف ہے
اُس سے مزاحم نہونا چاہیے ایک پروانہ انکی طرف سے معافی کا تحریر کیا جاتا ہے۔
نقل پروانہ بھر رائے صاحب لال مرقوم بہت و پنجم شہربان شہادہ ہجری
برادر عزیز از جان سعادت و اقبال نشان لالہ شام لال جیو۔

موازی نو دود و بیگہ اراضی نچتہ و مبلغ پنچروپیہ نقد در سواد دیہات ذیل شاہ آباد علاقہ
مولانج دروہد معاش باسم شیخ انوری و میکونبار نیاز حضرت سید الشہداء معاف و
دائراشت گذاشتہ لازم کہ الحال تبصرہ امام باڑہ تعلق مشار الیہ و اگر از ند و بوجہ من الوجہ
مزاحم و متعرض نشوند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بعمل آرند و ہر سال سند مجددہ طلبند۔

تعداد درختان گوریا مرید پور چکات باغات کلیان پور مرید پور کوی
۵ مگہ عگہ عگہ عگہ عگہ

راے موہن لال بھی مثل اپنے بڑے بھائی راجہ ہلاس راے کے نواب اصف الدولہ کے حضور
میں ایسے مقرب تھے کہ صوبہ کٹھک کا چکلیدار اپنی راے سے مقرر کر کے بھیج دیتا تھا اور اسکے بعد
جناب عالی سے عرض کیا تھا۔

راے مسارام صاحب

یہ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی اور سرکار ودھ میں مہتمم بندوبست تھے قصبہ محمدی کا
جنگل کٹوا کر انھوں نے صدہا موانعت آباد کیے اور اکثر وہاں کے باشندوں کو معاف بھی
کیے تھے اکثر سرکاری و فخریہ مسیون واجبا العرض اور بندوبستی کاغذات میں جو ضلع کٹھک
کے متعلق ہیں ان کا نام دیکھنے میں آتا ہے۔

راے مسارام کے فرزند کنور رام بخش صاحب بھی چکلیدار رہے اور ان کے فرزند راے
لالا پرشا و بھی خلعت چکلیداری سے سرفراز ہوئے تھے۔ کنور رام بخش کے عہد چکلیداری کے
بعض دستخطی کاغذات راقم الحروف نے دیکھے ہیں ان کے دوسرے فرزند کا نام بسنت لال
تھا۔ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی نے جو دیہات راے موہن لال کو مرحمت کیے
تھے اسکی نقل تحریر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نقل بخش نامہ دیہات زمینداری خانپور وغیرہ بہر محمد اعزاز خان بہادر و بہر فاضل شاہ آباد
مرقوم بست پنجم شہر صفہ سنگھ

منکہ محمد اعزاز خان خلف محمد شیر نواز خان رئیس زمیندار قصبہ شاہ آباد و سرکار خیر آباد مضامین صوبہ پٹنہ گرو دھیم
چون زمینداری دیہات خانپور وغیرہ کہ بلا شرکت غیر می دفعض و تصرف خود و اولم الحال زمینداری
دیہات مذکور فصلہ ذیل از راہ فضل و کرم و برضا و رغبت خود بہ بخوردار و خوشم راے موہن لال

خلف اللہ بینی پر شاد وادیم و بخشیدیم باید کہ بر حقوق زمینداری دیہات مذکورہ بالکلیہ بر مجموعی تمام
 قابض و متصرف بودہ باشند و وجہ نذرانہ معرفت مولوی خلیل اللہ و امانت خان اہل سیاہہ
 سرکار شدہ ثنائی الحال گاہی اہلکاران سرکار از رسومات زمینداری وغیرہ مزاحم و متعرض نشوند خواہد
 بنابرین چند کلمہ بطریق بخشش نامہ نوشتہ دادہ شدہ ثنائی الحال سند باشد و عند حاجت بکار آید۔
 تفصیل ذیل

خانپور خاص سردار نگر آٹھ پور گڑھی پور نصیر پور بھٹہ کولہ ہرولی کوٹیان
 بود واپسریا رسول پور چریا ایگوان زریا موکھیلیا تگرہ لوتھو سرا کمال الدین خان
 لکڑی سرا رانک بروری امرا منگیاوان پورہ چھٹ پورہ گوریا خاص سری پھوان
 ایک مدت تک راجہ ہلاس راسے کا دور دورہ خوب رہا لیکن ہمارا جہ ٹکیٹ راسے کی
 اتزلی سے ان کا ستارہ بھی جواوچ پرچمک رہا تھا مدھم ہو گیا چونکہ ویسی ریاستوں اور اشیائے
 سلطنتوں میں اکثر اسی طرح کے معاملات پیش آئے ہیں کہ جب کوئی رکن سلطنت منزل میں آتا تو
 اس کے جتنے متوسل ہوتے ہیں وہ بھی زردرو اور علیحدہ کر دیے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ ہمارا جہ
 ٹکیٹ راسے کی معزوری سے راجہ ہلاس راسے کو پیش آیا۔ ہمارا جہ کی معزوری کا قصہ تاریخ
 سلاطین اودھ وغیرہ میں مفصل مرقوم ہے مگر ہم بوستان اودھ سے یہ واقعہ تحریر کرتے ہیں۔
 ”جب بھوج شجاع الدولہ کے نوابک صفا الدولہ مسند نشین ہوئے تو اودھنوں نے الچ خان کے
 بعد سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو مدار المہام اور ہمارا جہ ٹکیٹ راسے کو دیوانی کا عہدہ عنایت
 فرمایا اور ہمارا جہ نے نہایت تقرب حاصل کیا اتفاق یہ کسی ملکی ضرورت سے ہمارا جہ ملکتہ گئے
 اور وہاں سے ناکام آئے اسوجہ سے جناب عالی کا مزاج ان سے کچھ مکر ہو گیا اور بعد
 واپسی ملکتہ کے فیما بین سرفراز الدولہ اور ہمارا جہ کے بھی تفاق پیدا ہو گیا۔ اسی زمانہ میں

ایک روز ہمارا جیکٹ راس نے نواب آصف الدولہ کو پچھتر لاکھ روپیہ کی فرد دکھلائی اور کہا کہ اس قدر قرضہ سرکار پر مہاجنوں کا ہو گیا ہے اور آئندہ سود بالاسے سود سے زیر باری ہوگی چونکہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ سے امیر الدولہ حیدر بیگ خان نائب دارالمہام و متوسل بینی بہادر کے انتظام کے عادی تھے اُن کے عہد میں ساٹھ لاکھ روپیہ اپنے صرف خاص کا لے لیا کرتے تھے اور ان باتوں سے کچھ خبردار نہیں ہوتے تھے اس فرد کو دیکھ کر نہایت برہم ہوئے۔ جب ہمارا جیکٹ راس چلے گئے اور راجہ جھاؤ لال حاضر ہوئے تو جناب عالی نے راجہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ خدا بخشے امیر الدولہ کو جو کچھ وہ کرتا تھا اُس سے مجھے کچھ تکلیف نہیں دیتا تھا۔ ہمارا جیکٹ راس کو دیکھو کہ آج اس نے پچھتر لاکھ زر قرضہ کی فرد لا کر مجھے دکھلائی یہ نہیں جانتا کہ اگر بادولت سے دوسری ہو سکتی تو پھر نائب و مختار کی کیا ضرورت تھی راجہ جھاؤ لال یہ سن کر خاموش ہو رہے جب مکرر جناب عالی نے فرمایا تو جھاؤ لال نے عرض کیا کہ ارشاد بندگان عالی کا صحیح ہے جیکٹ راس آدمی بد ہے قلب و تصرف کرتا ہو جو کچھ حساب اُسے پیش کیا ہے جلی ہے نواب صاحب نے فرمایا کہ تم مہاجنوں سے حساب سمجھ کر میرے رو برو پیش کرو۔ راجہ جھاؤ لال حسب الحکم گئے حویلی پھر راج میں مہاجنوں اور جیکٹ راس کو بلوایا اور حساب سمجھا سکے بعد سب کو قائل کر کے گیارہ لاکھ روپیہ سرکار و دھ کے ذمہ عائد کیا اور تصفیہ کر کے فرد حساب جناب عالی کی نظر سے گذرانی اسی روز ہمارا جیکٹ راس مغفول کر دیے گئے اور بجائے ان کے راجہ جھاؤ لال مقرر ہوئے لیکن چند روز کے بعد سلاطین ہجری میں راجہ جھاؤ لال کو بھی رزٹرنٹ صاحب نے موقوف کر کے پٹنہ عظیم آباد بھیج دیا اور ان کے ذمہ سرداران مرہٹہ اور شاہ کابل سے خط و کتابت کا الزام لگایا گیا۔ ہمارا جیکٹ راس کا جملہ سامان ضبطی میں آیا سعادت علی خان کے عہد تک وہ زندہ رہے ہمارا راجہ فیاضی و سخاوت

اور سلوک میں بے نظیر امیر تھے ہندو اُن کو راجہ کرن کہتے تھے انھوں نے جس جگہ شوالا بنوایا باوجود ہندو ہونے کے وہاں مسجد بھی بنوائی جو بیس لاکھ روپیہ سالانہ اُن کے خرچ کا مقرر تھا۔ ہمارا جٹکیت رے کے بھائی وغیرہ بھی کسی قسم کی لیاقت نہ رکھتے تھے جو ان کے بعد ترقی کرتے۔ الحاصل بعد علیحدگی ہمارا جٹکیت رے کے راجہ ہلاس رے بھی بیکار ہو گئے ایک پشت تک راجہ صاحب کا ظاہری سامان بدستور شاہ آباد میں موجود رہا مگر بعد کنور رام بخش کے مستقل چکلیداری بھی انکی اولاد میں کسی نے نہ پائی جو کچھ اندرون خٹہ آبادی تھا اس سے اہل غلڈان اوقات بسر کرتے رہے بعد اُن کا بنایا ہوا عالیشان مکان بھی کھود کھود کر کھا گئے۔ راجہ ہلاس رے کے پھانک کے کوٹرا خواجہ محمد شاہ صاحب کے پھانک میں لگے ہوئے ہیں انھوں نے کہ اب نہ وہ شوکت و شان ہے نہ مکان کا نشان باقی ہے۔ زمانہ کے انقلاب سے کیسا رنگ کسی کا نہیں رہتا اس ناپائدار دنیا میں کوئی حالت قابل اعتبار کے نہیں ہے۔

اس بلغم میں جس سرود کو دیکھو وہ ان ہے * جس گل پہ بہار آج ہو کل سپہ نزان ہے

راے منگلی لال صاحب چکلیدار

راے صاحب نہایت نیک نہاد انسان تھے ہمارا جٹکیت لکشن دیوان سرکار اودھ کے ذریعہ سے انھوں نے چکلیداری کا منصب حاصل کیا تھا اور اپنے فرائض منصبی دیانت و نرمی سے ادا کیے کسی پر جبر و تشدد نہیں کیا شرفا کی قدروانی اور جوہر شناسی کی صفت بھی یہہ رکھتے تھے جب کوئی ضرورت منداپنی جائداد وغیرہ فروخت کرنے کی غرض سے انکے پاس گیا تو انھوں نے کبھی اسکو دیا یا نہیں بلکہ اسکی پوری قیمت ادا کی اور ایما ندری کام میں لائے

اونکی نیک نیتی کا یہ ثمر ہے کہ چکلیارون میں اُن کے گھر آج تک جائداد باقی ہے۔
 فصلی میں راسے صاحب موصوف نے نواب کمال الدین خان صاحب کی بنوائی ہوئی سر
 کی مرمت کرائی اور اوسکی شکست و خام حالت کو نچنگی سے تبدیل کر دیا آخر زمانہ میں انکو بصارت
 سے معذوری ہو گئی تھی مگر چکلیاری کا کام بدستور اہلکاروں سے لیتے رہے بہت سے کاغذ
 جن پر راسے صاحب کی مہرین ہیں راقم کی نظر سے گزرے ہیں اور بعض اسناد و احکامات بھی
 دیکھنے میں آئے ہیں بعض پر ولے ان کے یہاں کے پڑھے ہیں جتنا پچہ ۱۶ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ
 کو ایک پروانہ سرکار اودھ سے صادر ہوا تھا کہ سمسری عزیز و محمد حسین ساکن شاہ آباد کے باہم بابت
 ترکہ کے جھگڑا جو ہوا ہے اوسکو طر کرادو اور اوسکی کیفیت حضور میں ارسال کر دو دوسرا پروانہ
 نواب امین الدولہ امرا حسین خان بہادر وزیر اعظم کا ۳۲ ربیع الثانی ۱۲۵۹ھ سبجری کو آیا ہے کہ
 منجملہ دوسور و پیہ کے لغو جو بابت ناخار کے چاہیے ہیں وہ محمد یار خان کو دیدینا چاہیے۔
 ان کی جانب سے یہی ایک کاغذ موجود ہے کہ جو گھورن شاہ تکیہ دار مذکورہ بالا کی آراضی کے
 بارہ میں حسن علیخان و یعقوب علیخان ریسان کھٹیرہ کو لکھا ہے اوسکی نقل تحریر کر دی گئی ہے۔

خان صاحب مہربان حسن علیخان و یعقوب علیخان سلمہ اللہ تعالیٰ

راے منگلی لال

ظاہر دریافت شد کہ آراضی معافی قدیم گھورن شاہ فقیر خراجت تعرض سائر
 چون معافی قدیم است و گا ہی احدی تعرض ساختہ حال الایشان از چہ آراضی مذکورہ فرق نہیں
 لہذا تاکید فرماید قلمی میشود کہ احیاناً آراضی مذکور تعرض نہ سائنند۔

ان کے دو فرزند تھے ایک لال بہادر صاحب جو تحصیلداری وغیرہ کے عہدہ پر سرفراز
 ہوئے اُن کے کاغذات بھی دیکھے ہیں اور دوسرے درگا پرشاد صاحب تھے لال بہادر
 صاحب کے بیٹے کنور بہادر صاحب اور درگا پرشاد صاحب کے راج بہادر صاحب ہیں

جن کو صنعت بصارت کی تمکات ہو گئی ہے مگر انھوں نے امیرانہ انداز سے زندگی بسر کی۔

راے منگلی لال صاحب کی ہرمین شاہ لہ بھری کندہ تھے جس سے زمانہ اُن کی تکلیاری کا ثابت ہوتا ہے ۱۲۳۷ھ بھری مین راے صاحب موصوف نے انتقال کیا قطعہ تاریخ یہ ہے

چون راے خوش اقبال ازین عالم فانی	راہی سو جنت شدہ در دوا درینا
ہر یک سر خود را پے تاریخ بریدند	بیخ و غم و آہ و الم و آفت و سودا

حکیم خوشحال راے صاحب

آپ نواب حافظ رحمت خان صاحب والی بریلی (ملکے و مہلیکھنڈ) کے طبیب اور دوا ساز تھے۔ فن طبابت میں یدِ طولی حاصل تھا ان کے فرزند حکیم دولت راے صاحب قابل اور حاذق طبیب ہوئے جنکے معالجات و تشخیص مرض کے حالات راقم نے واقفکاروں کی زبان سے سنے ہیں حکیم دولت راے صاحب خوشنود اور خوش وضع بھی تھے انکی لائمی کالکین خوبصورت چہرہ کی زیب و زینت کو بڑھائے رہا کرتی تھیں ان کے بیٹے خوشوقت راے خوشنویس لائق و طبیب ہوئے تھے مگر افسوس کہ وہ جوان ہی چل بسے اس خاندان کے مورث اعلیٰ بھیاگنیش راے تھے جنکے تین صاحبزادے ہوئے یعنی چپن راے۔ روپ راے۔ مصاحب راے۔ آخر الذکر کے دو بیٹے خوشحال راے اور

عمومض رائے انکے پاس جائیداد بھی تھی اکثر غسلِ صحت پر ذمی حوصلہ اشخاص نے باغات بچکات دیے تھے۔ موضع رتنپور و بکا پور پر گنہ محمدی ضلع کھیری قدیم زمانہ سے مصاحب رائے ولد سپن رائے کے نام معاف تھے غالباً یہ حافظ رحمت خان کے عہد سے ان کے قبضہ میں آئے۔ ایک باغ گدھی میں کلب علیخان کی جانب سے ملا تھا جسکی سند راقم نے بچتم خود دیکھی ہے اور سلسلہ ہجری کو زو جہ عظم خان ذکر مایخیل ساکنہ محلہ دلاور پور نے حکیم دولت ای کو ایک قطعہ چار سیکہ کا دیا تھا اور سلسلہ ہجری میں عبدالرحمن خان ولد جمال الدین خان ذکر مایخیل ساکن محلہ دلاور نے ایک باغ حکیم گنیش رائے کو عنایت کیا ہے اسپر خلیفہ عبدالرزاق صاحب وغیرہ کی مہر موجود ہے حکیم دولت رائے کے بعض معاملات معرکہ الآرا ہوئے ہیں چنانچہ ہمارا جادھراج راج رانا پر تھی سنگھ بہادر والی چھالراپاٹن کے علاج میں جب طلب ہوئے تو انھوں نے اطباء نامی کے مواجہہ میں نسخہ مرتب کیا اور نہایت خلقت سے علاج کیا اور صحت بھی انھیں کے ہاتھ پر ہوئی یہ علاج نہایت قابل تہ صیف کیا ہوا راقم نے اونکا وہ مجوزہ نسخہ دیکھا ہوا جزا کی ترتیب بھی نہایت قابلیت تحریر کی ہے بلکہ اس نسخہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ بمقام چھالراپاٹن بخاطر دشت ہمارا جادھراج راج رانا پر تھی سنگھ بہادر حسب الطلب اتفاق راقم شد ہو و کمال رعایت در ترتیب این کل عرق مرعی داشته دیگر اطباء دیار علامی حاضر بودند۔

نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کیطروت سے حکیم مصاحب رائے کو موضع کھیم پور بھارسی مرحمت ہوا تھا نقل اس پروانہ کی یہاں تحریر کیجاتی ہے۔

نقل پروانہ مہری نواب محمد اعزاز خان بہادر ۱۲۵۹ھ فصلی

متصدیان مہمات حال و استقبال سرکار میں جانب بغایت امیر و وار بودہ بداند۔

موضع کھیم پور بھارسی کہ منجملہ دیہات علاقہ شاہ آباد محال وطن و جاگیر التماکیر انجانب است

آمر اور نیو لامعہ رقبہ و سوای زمین مزرعہ و غیر مزرعہ و افتادہ محض و قابل زراعت و غیر ممکن
 الزراعت و زمین شور و جلکرو و بکرو چاہات و تالاب و باغات و جمیع حقوق زمینداری در وجہ
 انعام حسن المعالجت بنام حکمت و خدایت مآب بھیا لالہ مصاحب رائے حکیم ابن سرکار
 بغایت محنت نمودہ شد کہ بھیا موصوف بر جمیع اراضی و حقوق زمینداری موضع مذکور بطور ملکیت
 قاض و متصرف بودہ بطبعی تمام ہنگی اوقات خود بدوائی و معالجتہ بیمار ان کہ کار ثواب ست
 داشتہ باشند باید کہ جملہ ہنگار ان سرکار اینجانب موضع مذکور را بنام بھیا موصوف معاف و
 مرفوع القلم دانستہ احدی اخیان ابوجہی من الوجوہ از بھیا موصوف مراحم و متعرض نشوند در نیاب
 تاکید دانستہ حسب حکم بعمل آرند فقط

عیوض رائے صاحب لا ولد تھے حکیم دولت رائے کے لڑکوں میں بھوانی پرشاد
 لکھنٹ رائے توبت رائے ہیرالال وغیرہ تھے حکیم صاحب کے موصوف کے پوتے
 ہمسکھ رائے انسان معقول اور طبیب پیشہ ہوئے حکیم دولت رائے کے انتقال کو زمانہ تخمیناً
 چالیس سال کا ہوا ہوگا۔

نواب محسن الملک عضد الدولہ محمد علیخان بہادر دلاور جنگ

نواب محسن الملک بہادر۔ نواب معتمد الدولہ محسن الملک یعقوب علیخان بہادر ظفر جنگ کے
 صاحبزادے اور خان مغفرت نشان محمد جہان خان کے پوتے تھے آپ بھی شاہ آباو کے
 باشندہ ہیں محلہ مولانگچ میں شاہ مدن صاحب کے احاطہ کے دکن اور پورب کی جانب ہا کرتے
 تھے دیوانخانہ اور عمارت عالی نشان بنی ہوئی تھی نواب صاحب اور ان کے والد نامہ آباد شاہ
 دہلی کے قلعہ دار تھے شاہ مدن صاحب کے بھتیجے لالن میان صاحب کو نواب صاحب کی صاحبزادی

منسوب تھیں جنکے بطن سے مولوی نظامی صاحب پیدا ہوئے تھے نواب صاحب کے
 ساتھ زمانہ نے بہت موافقت کی تھی اکثر کاغذات جن میں معیناے باغات و مکانات کے
 نواب صاحب کے نام موجود ہیں راقم کی نظر سے گذرے ہیں اور ان کاغذوں میں انکے
 نام کے ساتھ امارت و ایالت مرتب حثمت و شوکت منزلت وغیرہ معزز الفاظ تحریر کیے گئے
 ہیں بعض معیناے اس وقت راقم کے پیش نظر ہیں ایک کاغذ پر قاضی فیض اللہ صاحب
 سعد اسد خان باریخیل سمندر خان مہمند۔ سید ابو الخیر صاحب۔ یوسف خان در رسول خان
 سلیمانی کی مہرین پڑھی ہوئی ہیں۔ یہ معیناہ بیس بیگہ پختہ باغ کا ہے اس میں دو سو درخت
 نصب تھے اور تالاب چومو نہا کے پورب طرف واقع تھا۔ مبلغ سات سو پچاس روپیہ کو
 محمود خان باریخیل عرف موخیل سے خرید کیا تھا اور ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۸۵ ہجری کو یہ معیناہ
 تحریر ہوا ہے۔ سید طح ایک معیناہ ۱۱ رمضان ۱۲۸۵ کو ایک پختہ مکان کا جسکے متعلق پانچ بیگہ
 آراضی بھی تھی محمد پرول ابن عبدالواحد دلیر خانی کی جانب سے نواب محمد علی خان
 کے نام لکھا گیا ہے یہ مکان بڑی ڈیوڑھی کے متصل تھا۔ اس معیناہ پر گواہان مسیح الزماں
 قادر واد خان مظفر علیخان وغیرہ کی پڑھی ہوئی ہیں نواب یعقوب علیخان کے دوسرے
 صاحبزادے محمد اللہ اولہ مصطفیٰ خان فرزند بہادر نصرت جنگ تھے۔ ان کا پورا خطابی نام
 ایک مہر میں لکھا ہوا ہے یہ خطابات ان حضرت کو شاہ دہلی کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔
 نواب محسن الملک محمد علیخان بہادر کے فرزند نیاز علیخان تھے۔ نواب صاحبان کی عزت
 و امارت خطا بون سے ظاہر ہے۔ افسوس کہ گردش ایام سے اُن کے مکانات کے
 نام و نشان بکثرت ہے اور اس وقت کی نسل اُن کے خطابات سے بھی آگاہ نہیں۔

شاہ آباد کے قاضی

یہاں کے قاضیوں کے مورث اعلیٰ قاضی فیض اللہ صاحب کو اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے سلسلہ جلوس میں بجائے قاضی شیخ محمد اوجہ جلی اور قاضی ابو البقا کے دارالقضا شاہ آباد میں مقرر کیا اور پرگنہ پالی بھی اُنکے متعلق کیا اور اشخاص مذکورہ بالا کو یہاں سے بدل دیا۔ عالمگیر کے زمانہ سے فرخ سیر کے عہد تک کئی بار قاضی فیض اللہ صاحب کی تبدیلی بجالی ہوتی رہی اس دوران میں قاضی صاحب موصوف نے عہدہ قضا کی سند اپنے فرزند بدیع الزمان صاحب کے نام منظور کر کے شاہ آباد میں آنکے مقرر کر دیا اور خود قنوج کے قاضی ہوئے اس زمانہ تک شاہی دربار میں قاضی سابق کی اولاد اپنے عہدہ کی متلاشی ہی جب قاضی بدیع الزمان صاحب کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے بھائی نادر الزمان کو دار السلطنت دہلی بھیجا جب ہٹا بھان آباد پہنچے تو انھوں نے ایک مغل بچہ کو مبلغ ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ شیخ سعد اللہ جو قاضی سابق کی اولاد میں ہیں اور ہماری جگہ کے متلاشی ہیں اُن کو جان سے مار ڈالو چنانچہ اُس مغل نے نامبرہ کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد نادر الزمان بھاگ کر پالی میں آئے اور اپنے بھائی کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ وہ مغل بچہ زر معاوضہ کی غرض سے ان کے پیچھے آیا اور زر خون ان کے باپ و بھائی قاضی فیض اللہ صاحب اور بدیع الزمان صاحب سے لیکر ہٹا جب شیخ سعد اللہ کے بھائیوں کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے بھائی کے خون ناحق کا دعویٰ بادشاہی اجلاس میں دائر کیا۔ بادشاہ نے اُن کے ہتھانہ میں قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی بدیع الزمان صاحب کو عہدہ قضا سے معزول کر دیا اور جو

دیہات و پکات بطور مدد معاش کے دیے تھے وہ سب ضبط کر لیے اب ایک شخص قنوج کا باشندہ انکی جگہ پر قاضی مقرر ہوا۔ ہر چند قاضی فیض اللہ صاحب اور ان کے پسرن قاضی بدیع الزمان و نادر الزمان و مسیح الزمان صاحبان نے کوشش کی کہ ہم اپنے عہدہ پر بحال ہو جائیں مگر کامیاب نہ ہوئے اب بیماری و تنگی معاش سے نان شبینہ کو محتاج ہو گئے۔ اس عرصہ میں ناصر الزمان صاحب جو چھوٹے بیٹے قاضی فیض اللہ صاحب کے تھے انھوں نے معقول و منقول وغیرہ کے علوم سے فراغ حاصل کیا اور اپنے باپ کی عسرت پر غموم ہو کر دار السلطنت دہلی کو روانہ ہوئے کیونکہ اُس زمانہ میں تمام خلائق کی معاش کی مرجع وہی سرکار تھی جب یہ وہاں پہنچے تو اپنی رسائی سے امرا و ارباب دولت کے یہاں تقرب پیدا کیا اور حسن تدبیر سے از سر نو جملہ پرگنات و شاہ آباد کی خدمت قضا پر اپنے باپ کی بجالی کرائی اور صدر الصدور کی مہر بھی سند پر کرائی اور وہ اپنے والد بزرگوار کو بھیج دی۔ اور خود محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں حاضر رہے ایک مدت تک قاضی فیض اللہ صاحب شاہ آباد میں اپنے دوبارہ عہدہ پر مقرر رہے اسکے بعد حسب اجازت اپنے والد موصوف کے اُن کے عہدہ کی سند اپنے نام کر لئی اور اپنے باپ کو اپنا نائب قرار دیا چنانچہ قاضی فیض اللہ صاحب تاحیات اپنے بیٹے کی نیابت میں کام کرتے رہے جب قاضی صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو اوسکے دیگر فرزندان اس عہدہ قضا پر مامور رہے مگر مولوی ناصر الزمان صاحب دیگر خدمات کی وجہ سے بادشاہ کے دربار میں حاضر رہے بعد انتقال کرنے اپنے والد کے کچھ مدت کے بعد مولوی ناصر الزمان صاحب نے بادشاہی دفتر سے سند اپنے بڑے بیٹے قاضی ضیاء اللہ کے نام منتقل کر لی اور اُن کا چھوٹا لڑکا تحصیل علم کی غرض سے

ان کے ساتھ رہا کیا۔ قاضی ضیاء السرخس صاحب پالی میں بھی رہتے اور فرائض منصبی کے ساتھ انتظام خانہ داری انجام دیتے اور جو کچھ مولوی ناصر الزمان صاحب نقد و جنس پیدا کرتے وہ انھیں کے پاس بھیجتے انھوں نے اپنی خوش انتظامی سے مکانات بنوائے باغات نصب کرائے دیہات خرید کیے جب مولوی ناصر الزمان خان صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان کے فرزند قاضی رضا السرخس دہلی گئے اور شل اپنے باپ کے امرا اور صدر الصدور وغیرہ کے یہاں رسائی پیدا کی اور پانچ برس تک وہاں رہے اور کوشش میں کر کے اپنے بھائی قاضی ضیاء السرخس کو پرگنہ پالی پر بجالا کر دیا اور اس عہدہ کی سند بھی دہلی سے بھجوا دی جب سلطنت دہلی کو زوال آیا اور وہاں کے مقدمات میں بھی پیدا ہو گئی تو قاضی رضا السرخس بھی وہاں سے اپنے مکان کو چلے آئے اسکے بعد قاضی رضا السرخس شاہ آباد کے مستقل قاضی ہوئے اور پالی میں قاضی ضیاء السرخس اس عہدہ پر متعین ہوئے جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے ملے رہے جب قاضی ضیاء السرخس کا انتقال ہو گیا تو ان کے فرزند ابو الحسن جنگی عمر و وقت دس برس کی تھی وہ قصبہ پالی میں بچائے اپنے باپ کے مسند قضا پر بٹھلائے گئے اور انکی تعلیم قرمیت شاہ آباد میں چچا کے پاس ہوتی رہی چھیا لیس سال تک رضا السرخس شاہ آباد کے قاضی رہے نہایت کفایت شعاری و جزیسی سے گزراوقات کی اور اہل و عیال کے لیے کچھ چکات میں اراضی بھی خرید کی سخیہ حویلی بھی بنوائی جب نواب آصف الدولہ بہادر وزیر الممالک فرما کر دے اودھ کی طرف سے راجہ جھاؤل لال کو دیوانی کا خلعت عنایت ہوا اور وہ منصب صدارت پر مقرر ہوئے تو سیتارام اخبار نویس شاہ آباد نے راجہ صاحب کے حکم سے عہدہ قضا کی مانگت کی اور یہ اجراء کار سے باز رہے۔ اس زمانہ میں

شجاعت علیخان جو یہاں تعینات تھے وہ بطور سزا دل کے ان کے مکانات واقع شاہ آباد
 واپلی پر متعین کیے گئے اور ان سے چونکہ عدم مداخلت کا لکھا یا گیا اس قضیہ کے پیش آنے
 سے قاضی رضا اسد خان کھنڈ گئے اور وہاں کے ارکان و ملت ملازمت حاصل کی اور بجائے
 سرکار دہلی سے زمانہ دے اددہ کے حکم سے اجازت برقرار می منصب حاصل کی
 راجہ جھاؤل لال راجہ ہلاس رائے راجہ بالکشن صاحبان کے خطوط بحالی عمدہ کے متعلق لیکر
 شاہ آباد واپس آئے اور سیتارام سے عدم مداخلت کا چٹکے واپس لیا اور بدستور اپنے عمدہ
 پر قائم رہے اس عرصہ میں ان کے مخالفوں نے ان کے بھتیجے ابو الحسن کو درغلایا اور
 ان کے مقابلہ میں لڑائی پر آمادہ کیا انہوں نے تمام مورد ثنی اشیاء و مکانات اور اسناد ملکیت پر
 قبضہ کیا اور ان بوڑھے چچا کو نہایت پریشان کیا۔

قاضی رضا اسد خان نے اپنی املاک اور پیدا کردہ جائداد کے متعلق ایک صورت حال
 ۹۔ رمضان ۱۲۸۵ ہجری کو لکھا دی اور اسپر عمائدین شاہ آباد کی مہرین کر امن اور وہ صورت حال
 بہت لینی اور مفصل حالات کی راقم کے پیش نظر ہے تعداد میں ایک سو سے زائد اشخاص
 کی مہرین اسپر ثبت ہیں اسپر دستگیر و موہن پیر قاضی سید فضل علیخان۔ نواب احمد علیخان تعلقہ وار
 باسط نگر۔ تھمدی بیگم۔ وجہ نواب اعجاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی۔ نواب محمد خان عرف جمہور
 رائے موہن لال صاحب۔ راجہ ہلاس رائے صاحب۔ خلیفہ عبدالرزاق صاحب مہینی
 اعظم خان صاحب بیس سید خیل۔ امانت خان صاحب۔ مظفر علیخان صاحب و بہت سے
 چودھری گرویاں۔ امانی خان محمد۔ فتح علیخان۔ اشرف خان۔ صاحب داد خان
 وغیرہ کے موجود ہیں۔

قاضی رضا اسد خان کے بعد قاضی شجاع علی صاحب بابین قاضی ظہیر زمان صاحب

شاہ آبا دین عہدہ قضا پر مقرر ہے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادہ قاضی حافظ علی صاحب
شاہ آباد کے قاضی ہوئے عہد شاہی و نوابی تک ان قاضیوں کے اجلاس سے قوت
لیے جاتے فرایض مذہبی اور مقدمات شرعیہ کے فیصلے ہوا کرتے تھے حاکم وقت کی طرف
سے قاضیوں کو بہت اختیارات دیے جاتے تھے یہ عہدہ گویا کشتن حج کا منصب
تھا۔ یہ حضرات قوم کے سید تھے مگر لفظ خانی بطور خطاب نام کے ساتھ استعمال کی جاتی
ہے۔ بعد عہد شاہی کے یہ محکمہ بھی جاتا رہا اب بھر نکاح خوانی کے کوئی کام قاضیوں کے
متعلق نہیں رہا۔ بجائے فصل خصومات کے مختصات باہمی باقی رہ گئی ہے۔ اب اس
خاندان میں قاضی علی حسن صاحب وغیرہ موجود ہیں۔

قاضی رضا اسد خان صاحب کے نام فرامین شاہی جو محمد شاہ اور احمد شاہ کے
عہد سلطنت میں تحریر ہوئے وہ اب تک موجود ہیں راقم کی نظر سے پہلی کاغذات گزر چکے
ہیں بعض کی نقل یہاں درج کی جاتی ہے۔

نقل فرمان محمد شاہی بنام قاضی رضا اسد خان شاہ آبادی

عبداللہ بن پرخان
صاحب قزوین و سمرقند
محمد شاہ بادشاہ غازی
گماشتہ امی جاگیر داران و کرداریان و جمہور سکنہ پرگنہ سونی پت
وغیرہ سرکار و صوبہ داران خلافت شاہجہان آباد و اعلام آملہ
حسب احکم جہان مطلع آفتاب شعاع گردون ارطاع منصب تہاب
وغیرہ پرگنہ مسطور از تغیر محمد رؤف وغیرہ برضا اسد و لدا ناصر الزمان حسب الضمن مقرر و مفوض
گشتہ باید کہ کما ینبغي بلوازم مناصب مذکور قیام نموده و زنادیب اوقات مسکرات و زجر صحاب
مسکرات و تعدیل اوزان و دراع و کیساں و ما کیوں من ہذا الشئ مساعی موفور و بتقدیم و بانی

و دقیقه از وقت و احتیاط غیر مرعی گذارد و خطابت را از قرار واقع بجا آورد باید که بر طبق حکم فیض شیم عمل نموده مشارالیه را تحت سبب غیره دانسته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه مستقل دانند و دیگری را سیم و شریک و ندانند و این باب قدغن دانسته حسب المسطور بعمل آید - بتاریخ غره شهر صفر المنظر سلسله جلوس والا قلمی شد -

ایضاً

گماشتهای جاگیر داران و کروریان و جهو رسکنه برگنه کنور سرکار و صوبه دار اخلاقه شایه همان آباد اعلام آنکه -

عبدین خان صاحب
فدوی اسخ عتقاد محمد شاه
بادشاه غازی

حسب حکم جهان مطاع آفتاب شعل گزودن ارتفاع منصبضای و خطابت برگنه مسطور معهود و قصبه قریات متعلقه آن از تغیر محمد تقی محمد رضا و اسرار و انوار خان مقرر و مفوض گشته که کماینبی بلوازم مناسب مزبور قیام نموده شد و در فصل قضایا و خصومت و اجراء حدود و تغزیرات و اقامت جمعه و جماعات و ترغیب مردم بطاعات و انکاح من لالی و له و قیمت ترکات و حفظ اموال عنب و ایشام و تعین اوصیاء و نصب قوام مساعی موفوره تقدیم رسانیده و خطابت را از قرار واقع بجا آورد باید که بر طبق حکم فیض شیم عمل نموده مشارالیه را قاضی و خطیب بجا دانسته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه مستقل دانند و دیگری را سیم و شریک و ندانند و محکوک و مستخلاف را بهر و شمارند و ریناب قدغن دانسته حسب المسطور بعمل آید - بتاریخ ششم شهر ذی الحجه سلسله جلوس والا قلمی شد -

نقل فرمان احمد شاه بی نام قاضی ضیاء الله خان

عبیدخان پیرخان
صدر الصدور فدوی راسخ
الاعتقاد محمد شاه بادشاه
غازی

گماشتهای جاگیرداران و کروریان و جمهور سکنه پرنه کنور سرکار و
صوبه داران خلافت شاه جهان آباد را اعلام آنکه

ذیل رضا اسم ولد ناصر الزمان التماس نمود که موکل منصب
قضای و خطابت پرنه مسطور سرفرازی دارد امیدوار است

پروانه مطابق شیوه را آنجا که از روی سرشته دفتر بطور پیوست که بموجب پروانه حضرت

مرقوم ششم شهر ذی الحجه مناصب فزوده بمشار الیه مقرر است آنرا

حسب حکم الاعلیٰ قلمی میگردد که مشار الیه را بدستور سابق بحال داشته دست اندازی موی الیه

در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و دیگری را سهم و شریک اوندانند درین باب قدغن

دانسته حسب المسطور بعمل آرند - بتاریخ پنجم شهر ذیقعد سنه احد جلوس والا قلمی شد

ایضاً

عبیدخان پیرخان
صدر الصدور فدوی
راسخ اعتقاد محمد شاه بادشاه
غازی

گماشتهای جاگیرداران و کروریان و جمهور سکنه پرنه سوئی پست

سرکار و صوبه داران خلافت شاه جهان آباد را اعلام آنکه

حسب حکم جهان مطاع و آفتاب شعاع گردون ارتفاع

منصب قضای پرنه مسطور مع سواد و قریات متعلقه آن

از انتقال ناصر الزمان برضا اسم پسرش مقرر و مفوض گشته که کما منبغی بوزم منصب بوقیام

نموده در فصل قضایا و خصومات و اجراء حد و تعزیرات و اقامت جمعه و جماعات و

ترغیب مردم بطاعات و انکاح سن الی وله قسمت ترکات و حفظ اموال عنب و ایشام

و تعین اوصیاء و نصب قوام مساعی موفوره بتقدیم رساند باید که بر طبق حکم فیض شیم عمل نموده

مشار الیه را آنجا دانسته دست اندازی موی الیه در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و

دیگرے لڑاہیم و شریک اوندانند و محکوک متخلات بمیرا و بمیرا شمار بند درین باب قدغن
دانسته حسب اسطور بھل آزند۔ بتاریخ نسبت و ثتم شہر شوال سنہ والا قلمی شد

مانگن میان صاحب

میان صاحب موصوف کا اصلی نام محمد شاہ تھا آپ قوم کے سید ہیں آپ کے
مورث اعلیٰ شاہ رسول صاحب اور دیگر بزرگ یعنی میران عارف اور شاہ زمان صاحبان
بمقام کلمہ ابن جو ضلع غلط گڑھ میں ہے نامورا اور یا اثر گڑھ کے سید صاحب مدوح کے
اجداد وہاں سے جدا ہو کر شاہ آباد میں آباد ہوئے مانگن میان صاحب کے متعلق
ایک نقل مشہور ہے کہ کسی شخص نے استھانا ایک فنیلہ جلتا ہوا انکی دستار میں رکھ دیا تھا
قدرت خدا سے وہ جلتا ہوا توڑا انکی بگڑی میں سر دھو گیا اور بگڑی پر گک کا اثر تک
نہ پہنچا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے صاحب نے راقم سے خود بیان کیا ہے واللہ اعلم
میان صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک حیدر شاہ صاحب جو بقید حیات ہیں
اور دوسرے احمد شاہ جن کو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کی صاحبزادی
منسوب ہیں انہوں نے کہ احمد شاہ صاحب کا کئی سال ہوئے انتقال ہو گیا۔ ان ہر دو
صاحبوں سے راقم کو نیاز حاصل ہوا ہے۔

حافظ عبد اللہ صاحب کلیدار

حافظ صاحب مدوح خداترس دیندار و ضدار انسان تھے باوجودیکہ انکو منصب
حکومت کا حاصل تھا مگر کسی پر ظلم و سختی کو روانہ نہ رکھا اور کثرت کار و مشاغل میں بھی جب تک

ایک منزل قرآن کی صبح کو ختم کر لیتے دنیا کی بات کسی سے نہ کرتے حافظ صاحب مولوی فیض السد کے فرزند اور سید زین الدین عرف سید زندہ کے پوتے تھے حافظ عبدالغفار وغیرہ آپ سبات بھائی تھے اور خوش نصیبی سے ہر ایک بھائی حافظ مولوی قاری تھا حافظ صاحب نے منصب چکلیداری جسکو اس زمانہ میں ضلع کی کلکٹری سمجھنا چاہیے سجان علیخان کنہو کے توسل سے جو نواب روشن الدولہ بہادر مدارا المہام کے مصاحب و شیر سے حاصل کیا حافظ صاحب کے مزاج میں کچھ ظرافت و مذاق بھی تھا چنانچہ یہ فقرہ ان کا کہ تمام جہان کا اللہ حافظ اور شاہ آباد کا عبداللہ حافظ مشہور ہے۔ حافظ صاحب محلہ گلیانی میں رہتے تھے اونکی سجداتک قائم ہے جسکے صحن میں اونکا دفن بھی ہو عرشا ہی میں اونکا دور دورہ تھا صاحب فقارہ تھے مگر کسی کی زبان سے اونکے جبر و تعدی کرنے کی شکایت نہیں سنی گئی نیک نام رہے۔ اماک و جائداد بھی تھی لکنہو کے محلہ نجاری ٹولہ میں ایک محل عالیشان جس میں متعدد قطع مکانات کے تھے اور وہ محمد فاضل کے مکان کے متصل تھا بارہ سو روپیہ کو ۲۴۔ رجب ۱۲۸۰ ہجری میں مرزا محمد قلی سے خرید کیا تھا اور اسکا بیعنامہ حافظ صاحب کے وکیل شجاع بیگ کی معرفت تحریر ہوا ہے اسی طرح ۱۷۰۰ قیعدہ سنہ ۱۲۸۰ ہجری کو ایک باغ موسومہ بہ باغ ماہواری دوسو روپیہ کو مسماۃ صالحہ بی بی زوجہ پیر خان بن نواب سعد اللہ خان

۱۷۰۰ روشن الدولہ کا نام محمد حسین عرف مرزا تھا اور خطاب نواب روشن الدولہ شیر الملک قائم جنگ بہادر تھا۔

بعد مغزولی حکیم مد علیخان کے یہ بعد نصیر الدین حمید بادشاہ اور بعد سنہ ۱۲۸۰ ہجری کو خلعت وزارت سے سرفراز ہوئے۔ سجان علی خان کنہو اور تاج الدین خان ان کے مصاحب و شیر تھے اور درحقیقت یہ ہر دو شخص نہایت تیز فہم و کتیا سے روزگار گذرے ہیں۔ حافظ صاحب سجان علیخان کے ذریعہ سے نواب روشن الدولہ کی خدمت میں باریاب ہوئے روشن الدولہ۔ محمد علی شاہ کے عہد میں انھیں سجان علی خان وغیرہ کنہو کی وجہ سے معزول ہوئے۔

رئیس چوک سے اور ۲۶ رجب ۱۲۲۲ ہجری کو غلام غوث خان عرف جیون خان اور جیون خان پسران بہادر خان سے ہقیقت دوسرے باغ کی خرید کی تھی اور ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۵۲ ہجری کو ایک بلخ زوجہ رحمان خان سکند محلہ گلپانی سے اون کے فرزند سید غلام علی صاحب نے خرید کیا تھا۔ بعض کاغذات اون کی خریداری کے اہتک موجود ہیں اور راقم کی نظر سے گذرے ہیں ۱۲۵۷ فصلی مطابق ۱۲۶۶ ہجری میں حافظ صاحب کی ملازمت کا زمانہ گذرا جو قصبہ شاہ آباد و قصبہ ساندی و قصبہ پانی معہ پرگنات اون کے زیر حکومت تھے۔

۱۲۶۶ ہجری کو جو کاغذ حساب مالگزاری و جمع خرچ کا حافظ صاحب نے بنوایا تھا اون کی بعض مدین ناظرین کی آکاہی کیغرض سے یہاں پر لکھی جاتی ہیں تین لاکھ ستائیس ہزار کا حساب کاغذ میں درج ہے جس میں عملہ وغیرہ کا حساب یہ ہے

تنخواہ اہلکاران عملہ لکھنؤ تنخواہ عملہ ہجراہ تنخواہ اہلکاران محالات کرایہ بارہ بڑائی بوقت کوچ لشکر

مال اللہ	الصاحب	اعمالہ	معہ
مردمان نظامت کو	سائر خرچ	نواصیاب بہادر کو	مشیر الدولہ بہادر
معاہدہ	ماسہ	المہ	لہ
شرف الدولہ بہادر	لالہ جہاں لال و شہ لال شہرہ	لالہ موہن لال سیانویس	مستدیان لال خانہ وزارت
الکار	مالہ	معہ	ماسہ

منشی خانہ متعلقہ راجہ کندن لال منشی خانہ وزارت بموجب قعہ حافظ صاحب ۱۲۶۶ فصلی

اور جو دراصل باقی پرگنہ شاہ آباد بابت ۱۲۶۶ فصلی متعلقہ جمع خرچ بنائی گئی تھی اس کی بعض مدون کا بھی حساب نقل کیا جاتا ہے۔

آردنی برگنه شاه آباد رسالہ دا خطزانہ سرکار مالہ فقہ مع کاعصم
بموجب رسیدات راسے ہر چند حساب تنخواہ داران بموجب پروانہ نواب صاحب

مالہ

صوبہ مالہ

فرمایشات علی حسین خان صاحب

فرمایشات ولایت علیخان صاحب

ماصہ

مالہ

بابت خلعت بموجب دستخط جناب خداوند نعمت ام اقبالہ اخراجات سرکار خداوند نعمت

مالہ

ماصہ

حوالہ کریم بخش بموجب ارشاد بنام احمد علیخان مرثیہ خوان بموجب ارشاد

ما

ما

خرید انگشتی براس خلعت لالہ کالا پرشاد بنام حکیم نواب صاحب براس خداوندی ختر

ما

مالہ

تجهیز و تکفین ولایت علی خان

مصارف تجهیز و تکفین آغا مرزا قرآن خوان

مالہ

مالہ

تیاری جھول بانائی براس فیل میان کلب حسین

نیرات وغیرہ

صہ

صہ

پخت طعام خیراتی معرفت مبارک علی تھانہ محمدی جوشاہ آباد سے طلب ہوئے تھر

صہ

مالہ

غلام امام خان وزوجہ شیخ عظیم اللہ تمندار بادشاہ ملیٹن ہمراہی آغا مرزا صاحب کیدان ۳

صہ بروے پروانہ ولایت علیخان

مالہ

اسی طرح مصارف کی بہت سی مدین ہین سب کی نقل موجب طوالت ہو سقد
بطور نمونہ کے لکھنا ضروری سمجھا گیا۔

حافظ صاحب نے اپنی زندگی میں اپنی املاک کا بہت نامہ اپنے فرزند سید غلام
غلام علی کے نام (۱۲) ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ ہجری کو لکھ دیا تھا جس پر اسے منگلی
لال صاحب اور دیگر عمائدین شاہ آباد کی مہربین موجود ہیں۔ حافظ صاحب کی
مہربین ۱۲۳۸ھ ہجری کنہہ ہین اور خوبصورت مہربن

ماہ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ ہجری کو جو پروانہ تحریر ہوا ہوا اسمین شیرالدولہ بھادر
نے سید غلام علی فرزند حافظ صاحب سے اقرار لکھایا ہو کہ جو حساب سرکار شاہی کا حافظ
صاحب کے ذمہ باقی ہو وہ حافظ صاحب کی جائداد اور نیز جو مکمل علاقہ سرکار سے
عطا ہو گا اُس سے ادا کرنا ہو گا اس بات سے ۱۲۶۶ھ ہجری ہین حافظ صاحب کا
انتقال ثابت ہوتا ہوا فوس کہ حافظ صاحب کے بعد اُنکے فرزند سید غلام علی
صاحب نے بھی جو انگریز انتقال کیا۔

مولوی حسن علی خان صاحب

مولوی صاحب مدوح قوم کے تارین پٹھان محلہ نالہ کے باشندے اور
افضل خالص صاحب رئیس دریا پور کے بزرگوں ہین تھے عالم باعمل کئی سوحشین
یاد تھیں اور حافظ الحدیث ہونیکا شرف حاصل تھا۔ آپ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ
دہلوی کی خدمت بابرکت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ دینداری کا اثر بہت غالب تھا
امحق کے مقابلہ میں کسی کی مریت نہیں کرتے اس بارہ میں اُن کی بعض حکایتیں مشہور ہیں

امانی خان صاحب نے محلہ مہندرجو مہندر خان کے فرزند اور مہارز خان کے پوتے اور دیوان پایہ خان مورث محلہ مہند کی اولاد میں ایک ذمی وجاہت شخص ~~مسلح~~ گزہ سے بہن دنیاوی حیثیت کے اعتبار سے ذمی عزت اور دینداری کے لحاظ سے حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے شاہ آباد کے پٹھانوں میں انھیں کاننگہ خوبصورتی میں ضرب المثل تھا اُن کے بلغ میں کسی کا ایک درخت آم کا جو گیند کے نام سے مشہور تھا شامل ہو گیا وہ شخص مولوی صاحب کے پاس آیا آپ اُسکی طرفداری پر ایسے آمادہ ہوئے کہ تلوار لیکر امانی خان کے یہاں محلہ مہند میں آئے اور خان صاحب کو اس درجہ عزت پکڑا کہ درخت مذکور بلغ سے اُس وقت علیحدہ کر کے اُس شخص کو دلا دیا اس طرح مولوی شیخ شہداء اللہ صاحب جنکو علم مناظرہ میں اچھی دستگاہ تھی ایک بار انھوں نے اسلامی طریقہ پر آزادی سے سلام کیا چونکہ وہ نوربان تھے اس ہمسری کے طریقہ کو نواب دوست علی خان صاحب تعلقدار باسطنگر نے ناگوار نظر سے دیکھا شیخ جی نے مولوی صاحب سے کہا اُس پر مولوی صاحب شیر برہنہ شیخ جی کو لیس کر نواب صاحب کی ڈھیڑی پر پہنچے اور پھر دوبارہ سلام علیا کی سی طریقہ سے کرایا اور کہا اس امر میں مودب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں مذہبی معاملات میں ہر شخص کو یکساں ہمسری کے حقوق حاصل ہیں ریاست کے اُمور اور بہن مولوی صاحب کے اولاد زینہ نہ تھی۔

مولوی محمد سلطان خان صاحب

مولوی صاحب موصوف اپنے فرائض کے سخت پابند اور صاحب تصنیف عالم ہیں

محلہ احاطہ میں آپ کا مکان تھا انھیں کے فرزند عبد الرحمان خان تھے (۱۸) برس کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہوئے قصص الانبیاء فی احوال الاصفیاء زینت مستنبلین اور رشید المومنین تین چار کتابیں آپ کی تصنیفات ہیں بعض کتاب کو خاکسار نے دیکھا ہو قصص الانبیاء کا کچھ حصہ نامکمل رہ گیا اور ایک کتاب طبع بھی ہو گئی جو روزہ نماز کے مسائل کے متعلق مفید رسالہ ہو راقم کے پاس موجود بھی ہو۔ مولوی صاحب نے قوم پٹھان کا شجرہ حضرت ابو البشر آدم تک نہایت تحقیق سے مرتب کیا ہو ایک عرصہ تک آپ سرکار گورنمنٹ کے ملازم رہے اور صاحب کلکٹر ضلع علیگڑھ کی سرشتہ داری کا کام کرتے رہے فرائض منصبی نہایت شری پابندی کیساتھ ادا کیے ناجائز مال سے قطعی پرہیز رہا۔ بعد استعفا دینے وطن چلے آئے تھے ۲۵ برس کی عمر میں انتقال کیا آپ کے حالات مولوی سبط حسن صاحب پیش امام سابق جامع مسجد نے حسب فرمایش عبد الرحمان خان لکھے تھے اور راقم نے صاف کیے تھے ایک مستفاد پر جو فتوے مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہو وہ آپ کی علمی تحقیقات و لیاقت کے ثبوت ہیں یہاں پوریج کیا جائے

نقل مستفاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چہ ارشادی کتب علمائے دین مفتیان شریع متین اندر منصوصات کہ شہلا زید فوت کردہ و حامد نامی سپروسہ دختر از بطن عابدہ زوجہ خود کہ در حالت زید فوتیدہ بود و زبید نامی زوجہ ثانی و دو دختر کہ از بطن زبیدہ مذکور اند و ارث گذشت پس ولایت کاغذی دختران زید کہ از بطن زبیدہ اندر حامد برادر علانی دختر مذکورہ راست یا زبیدہ مادر دختران بالینے نکاح

دختران ید باجارت و مرضی نبریدہ مادر دختران می توانند یا باجارت مرضی حامد برادر علانی شدن می تواند - بینوا و جرح - ابجواب در صورت مرقومہ ولایت نکاح جسمہ دختران زید از لطن ہرزو کہ باشند مر حامد برادر علانی راست یعنی نکاح و دختران ید باجارت مرضی حامد برادر علانی نشان می تواند شد و روبرویش زبیدہ مادر دختران را اختیار نکاح و دختران ند کو نیست و اگر با وجود بودن حامد سماء زبیدہ نکاح دخترانی اجازت و خلاف مرضی حامد با کسی بند و آن نکاح روا نشد تا وقتیکہ حامد اجازت ندیدہ بکذا فی کتب الفقہ والولی العصیتہ علی ترتیب الارث والمحببے قدم البحر و ان سفل ثم الاصل و ان علامہ جزء الاصل القریب کا لاخ ثم بنوہ و ان سفلو شرح وقایہ ۱۲ اقرب الاولیاء الی الامرۃ الابن ثم ابن الابن و ان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب و ان علی ثم لاخ لا ب ثم ثم لاخ لاب ثم ابن الابن لاخ لاب و ام ثم ابن الابن لاخ لاب و ان سفلو - فتاوی عالمگیری - و ان زوج الصغیر والصغیرۃ بعد الاولیا فان کان الاوتب حاضر و ہومن اہل الولاية توقف النکاح - فتاوی عالمگیری المحجب منصب -

مر محمد سلطان ۲۵۳

میر احمد علی صاحب

میر صاحب صوف صاحب نسبت اور با خدا بزرگ تھے آپ کی عمر ریاضت اور یاد آتی میں بسر ہوئی خلقاً آپ بھولے اور نیک طینت اور شاہ نیاز احمد صاحب یوی کے اکمل خلیفہ تھے جب آپ کے پیر مرشد مدح کا مشنہ ۳۵۰ میں صال ہو گیا تو شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید نصیر الدین حسین شاہ صاحب جو بدایون میں مقیم تھے وہ میر صاحب ہی کے مرید ہوئے اور آپ ہی سے خلافت حاصل کی چنانچہ صاحبزادہ صاحب میر و اکثر شاہ آباد شریف لاکر میر صاحب کا عرس کیا کرتے تھے درحقیقت یہ بڑی خوبی ہو کہ آپ نے پیر زادہ کے بھی پیر بننے کی فانی المشرعہ کا

اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کا کلام تک پیر کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے آپ ہی علم اور ناز کخیال شاعر بھی تھے۔ اکثر لوگ درسی کتابیں آپ سے پڑھا کرتے تھے میر صاحب کی برگزیدگی اور تصرفات کی اکثر روایتیں ثقہ اشخاص نے راقم سے بیان کیں چناچہ حاجی محمد حسین خان صاحب اختیار پوری جو میر صاحب کے شاگرد اور آپ کے حالات سے واقف تھے بیان کرتے تھے کہ میر صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی کا طریقہ ایسا پایا جاتا تھا کہ جیسا اہلبیت اور صحابہ کبار کا مناجاتا ہے صبر توکل استقامت انکا مورد فی حصہ تھا ایک راستباز راوی نے نقل بیان کی کہ میر صاحب ایک بار مراقبہ میں تھے کہ چارپائی کے نیچے ایک سانپ اکر بیٹھ گیا آپ نے اوسکو دیکھا مگر پھر اپنے حال میں مستغرق ہو گئے اور اوس موزی کے حال سے مزاحم نہ ہوئے مگر اوسوقت ایک بلی آگئی اور اوس سے لڑنے لگی اور وہ سانپ خود بخود وہاں سے ہٹ گیا۔

شہد کے غدر میں جب شاہ آباد میں بزن ہو تو لوگ شاہ آباد چھوڑ کر دیہات و جنگل کو پلے گئے مگر میر صاحب اپنے مکان سے کہیں باہر نہیں گئے جب گورے اور سکھ فوج کے آپ کے گھر آئے تو آپ کو دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہم سب کو مارنے پھرتے ہیں آپ کو اپنی جان کا خوف نہ آیا میر صاحب نے جواب دیا کہ زیادہ سے زیادہ تم مار ہی ڈالو گے ہمارا ہونا نہ نر ناد و نون کیساں ہے بہتر ہے مار ڈالو وہ فوجی وحشی یہ سن کر اور آپ کی نورانی صورت دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ پادری معلوم ہوتا ہے خیر نام آپ کو چھوڑے دیتا ہے۔

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میر صاحب کی رحلت کے بعد چند بار اس مکان کا فاق ہوا کہ آپ کے ہمایون کے مکان پر چوڑے وہ لوگ غافل سو رہے تھے آپ نے

صاحب مکان کو متعدد بار خواب میں چورون کے حال سے خبردار کیا جب وہ اٹھے تو چورون کو چوری کی گھات میں پایا مگر بیدار ہو جانے سے نقصان سے بچ گئے یہ آپ کی روشن کرامت ہے۔

میر صاحب کی موزونی طبع کے متعلق حاجی شیخ فضل علی صاحب نے رقم سے بیان کیا کہ میرے والد مولوی محراب علی صاحب اور میر صاحب سے نہایت لطف تھا اکثر مجالست میں حدیث شریف اور حقائق و معارف کا مکالمہ رہتا میرے چند بھائی محمد علی احمد علی محمود علی حامد علی نام کے تھے میر صاحب نے کیسا اچھا صحیح مزدون فرمایا محمد احمد و محمود و حامد بمحراب علی باشند ساجد

میر صاحب کی تصنیف میں فارسی دیوان کے علاوہ مثنوی معجزات حضرت سرور عالم کریم خمس با مقیمان وغیرہ علمی موجود ہیں چند غزلیات اور کچھ دیگر تصنیف کا حصہ ایک کتاب سے انتخاب کر کے یہاں پر درج کیا جاتا ہے۔

انتخاب کلام از تصنیف میر احمد علی صاحب متخلص بن حسد

ایں بہر جائیکہ منی جلوہ خسار است	رو بہر طنی کہ آری پر تو انوار است
غیر او ہرگز نباشد ہیچ شے اندر جان	ہرچہ آید در نظر نی شبہ و تکرار است
ہم گل و ہم بلبل و ہم شاخ و ہم برگ و شجر	ہم سر و ہم قمری و ہم نالہا نی آراست
فیض از درگاہ احمد گیر با عجز و نیاز	کو این خاص حق و وقف سراست

ایضا

یہیچ حسنی در د عالم چو حسن بایرست	خو بردی در جان چون خوبی دلدارست
-----------------------------------	---------------------------------

<p>گرچه نسبت با سرو قد خوبان داده اند ویده خواهش ز لیلجا دار کبشا و به بین پیش مجنون در میان داوی پر خار خار</p>	<p>لیک مردی مثل قدش اندرین گز نیست غیر وی یوسف اندر خانه و بازار نیست جز شبیه لیلی اندر دیده سار نیست</p>
<p>احمد اندر ماسوا مشغولی خاطر مکن چه در آئی باز جا اندر دل بیدار نیست</p>	
<p>در دو عالم جلوه نگین رخ زیبای است نیست خالی هیچ جا از پر تو خسار است صبح دارد از بیاض نور او نور کمال احمد مرسل که آمد باعث ایجاد خلق</p>	<p>زنگ بخش هر چمن نگ گل عنای است عالمی پر از فغان غلغل و غوغای است ای هواد شام هم از گیسو و قنای است ای مجسم نور نرنگی ز سرتاپای است</p>
<p>و دیگر</p>	
<p>روشنی جمله عالم ای زهر ردی تست شاهی کونین زید مرتز با عز و شان ای بهار حسن ویت زنگ بخش هر گلی گرچه شان هر کی از زنگ های دیگر است غیر ویت چه نه بنیم هیچ شی اندر جهان چشم و جان و گوش شنوا دیده بنیا توئی</p>	<p>زنگ بوی باغ دوران هم ز رنگ بوئی تست فرش شاهان فرش خاک راه های کوی تست زیب سو هر چمن از قامت دلجوی تست و حقیقت شان جمله از روی نیکی تست غلغل و شور جهان جمله ز باغی هوئی تست گفتگوی جمله عالم هم ز گفت و گوی تست</p>
<p>سربازونه دادم احمد اندر فکرش عکس روی یار در آئینه زانوی تست</p>	
<p>یارم اگر ز لطف بسویم نظر کند</p>	<p>عمریت جاودانه که بر من گذر کند</p>

<p>ساز و خرام چون ز سر ناز و دلربا بر هر دلی که عشق نماید تسلطی در هر ناز عاشق مسکین پاکدل بهر فتافت دم یاز نکو من یارب زور دور و رخ ذل سوزناک آنگس که یافت لذت صلت ملامت و</p>	<p>هوش و حواس از سر عالم بدر کند صبر و قرار و هوش و خرد و سفر کند هر دم وضوی خویش ز خون جگر کند چشم ترم ز اشک قره پر گهر کند تا چو آه و ناله و فریاد سهر کند از ذکر غیر گوش دل خویش کر کند</p>
<p>غیر از جناب احمد مقبول دو جهان از یک نگاه پاک که من را بزر کند</p>	
<p>آمد که شاه عشق در ابی خبر کند افتند صد هزار دل بیدلان بهم خاک ست پیش چشم کسی شاه جهان از فرش تا بعرش عیان ست وی یار با هم درند جامه گل و غنچه در چین دستی کیش طبیب نمیش مریض من هر دم ز در و بھر تو جانان دل حیرین</p>	<p>خویش روی یار کجا در نظر کند شانه بموی زلف گره دار گر کند آنرا که از دصال کس بهره ور کند چشم یقین ز دیده کسی و اگر کند هر گاه سیر باغ بیامی نظر کند دار و چو در عشق چه دار و از کند شور و فغان آه نه سوز جگر کند</p>
<p>احمد بیای عشق سری هر زمان بنه تا بر سر تو تاج مرتب بزر کند</p>	
<p>نعتیه</p>	
<p>کس جز تو خدا نافریده</p>	<p>شنید زمانه ناب دیده</p>

از روی تو مهر آفرینش
ای شان تو شان کبریا
در دقتر نیلونی نه مشلت
با ممکن و هم وجوب پیدا
ای سیر تو ملک لامکانی
در پیش و پس تو همچو سایه
و گلشن قرب او تعالی
توسین تو جا و هم مقامت

وز خوس تو خلق برگزیده
وی نور تو نور چشم دیده
منشی قضای استم کشیده
در عالم انجمنین که دیده
کاخجانه فرشته رسیده
افواج ملک بسر دیده
جز دست تو گل کسی نخیده
لولا که لما بتور رسیده

کن رحم با حمد شکسته
افتاده بخاک دل رسیده

گل گلزار لعانی سراپا صورت جانی
کنده خورشید باروی جهان افروز صبحی
نه گردون گونده بفرج لشکر تجسم
چنین درگاه ساطانی کرا آید رقتانی
بحق گوئی بحق جوئی بحق دانی و حق مینی
گل تنزیه می دارد سراپا جسم شبیهی
ز اوج عرش بگذشته مقرر خاص حق گشته
کنده بر حال من شاه لطف عام خود گهی
بجز درگاه آنحضرت شفیع خلق بی منت

رسول فخر انسانی در دریای فیضانی
ز نور ذره خاکش همین خورش نورانی
بگرد قصر عالی او کند هر شب نگهبانی
که جبریل امین دارد همیشه کار در بانی
بذاتش میکند جلوه همه سر و اعلانی
عیان از نور سیماش فروغ شان سبحانی
ملائک مانند گشته بجا و فخر انسانی
که زائل گردد از رویم همه گم در پشانی
بر پیش درگرجا بخت حیرانی

ز دین حضرت احمد قدم بیرون منہ ہرگز
نگیرد غیر شرع اور واج کار حق دانی

در منقبت جناب علی مرتضی شیر خدا کریم اللہ و جہم

ایدل بدار حُبت بجان بو تراب را	شیر آلہ سرورِ عالی جناب را
آن کس کہ سر نہاد بجا کش ز جان دل	نہ شکل پنج دیدہ روی عذاب را
مشکل شائے خلق شہنشاہ اولیا	ہست او اخی شافع یوم الحساب را
آن شہسوار دل دل و آن شاہ ذوالفقار	آن شد کلید قلعه بفتح باب را
سائل چو کرد قصد سوا لی بجان دل	بشنید زو بدید جوانی صواب را
نور الہی ہست فروغ جمال تو	واکن ز روی نور الہی نقاب را

شام از فیض لطف خود ہم ز مہر خویش
رحمی بجال استمد پر سنج و تاب را

در مدح حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہ

محیط فیض زردانی جناب شاہ جیلانی	ملقب قطب ربانی جناب شاہ جیلانی
در دریای قطبیت مہ فلاح غوثیت	کنوز راز صمدیت شنا بجز صمدانی
بہ شیخی پیر پیرانی بخونی بچو کنعانی	محل راز ہتدائی از آدم باسانی
ستون دین پیغمبر گرامی گوہر حیدر	بذات پاک آن سرور بر وفق شہدانی
زہی تاج سر عزت با وج فخر در کثرت	نیامد کس باین شوکت بچشم عین لسانی

<p>نموده ذره خاشک مثل مترابانی رسد بروی آفتابی حکم ربانی ز فقر فقر او باشد کمال فخر انسانی که دارم در غل حبس پریشانی وادانی که او دست خوا هوش را بدست قطربانی</p>	<p>بمعجز شد که آتش بفضل ایزد پاکش ز قوس ابرو پاکش خدنگش نيزدان بدرویشی کسی دیگر نزاده مادر دوران بکن یک گوشه چشمی بخت احمد مسل غلام در که او را چه غم از پرستش محشر</p>
---	---

در مدح خواجه بزرگوار هندالولی اجمیری

<p>کنند در ملک معنی پادشاهی دهد هر شاه را اوتاج شاهی پوشاند ز چشم خوش نگاهای سر خود می نهند از عذر خواهی ملک هند را در تخت شاهی رساند شاه را تاج مبابی سر خود را نمانده در تبابی همه عالم بسوی اوست راهی</p>	<p>زهی خواجه ز فیضان الهی ملک چشت شاهنشاه والا روای خوگی بردوش طالب همه از خواجگان در بارگاهش معین الدین بعالم هست نامش گدا ببنوائ بارگاهش کسی کو بردوش افکند از عجز زبس فیضی که باروز آسمانش</p>
---	--

منم احمد غلام در که تو
ببر کوه غم چون برگ کاهی

معجزه حضور سرور عالم از تصنیف میر احمد علی صاحب

پس از حمد و نصرت خدا و رسول
بیان می کنم از همه معجزات
که او هست تاج سیر انبیا
روایت چنین است از اهل دین
که یک روز حضرت سالتما ب
بفرمود جلسه به شوق تمام
ز قوم یهودی یکے نوجوان
درآمد به سندی و هیت تمام
علم کرد یعنی بدست درست
پیر سید کا ندر میان شما
علی مرتضی گفت ای ماسترا
مه و مهر را کس نه جسته نشان
بنزد و حضرت محمد منم
با صفای اسم مبارک زبان
بگو ای محمد بدستم چه چیز
پیمیر جو بر حق توئی بے لگمان
همان دم رسول زمین و زمان
که خاکستر مار در دست تست
به نمران پیغمبر نیک زاد

که او هست سر و فقر هر اصول
یکی معجزه سرور کائنات
بر و باد همد در و دوشنا
شنوای محبان بگوش لقین
بمسجد به صحاب عالی جناب
نبوده به سم هیچکس نه ملال
که بد سعد بن قیس ناش عیان
بر سید سرور خاص و عام
خرطیله بدست و گزنگ چست
محمد کدام است با ما نما
چه پرسی که خورشید روشن کجا
که روشن در آفاق هست و عیان
بگو آنچه داری تو از پیش و کم
کشوده باین حرف آن نوجوان
که باشم مسلمان درین وقت نیز
بکن شاد و مار از راز نهان
زالهام غیبی نموده عیان
نهاده میان خرطیله بدست
بکلمه شهادت زبان بر کشاد

کریک مختصر

ندارم ز کس روی راه هدا	آنگهی اسیرم بجز ص و هوا
کریا به بخشای بر حال ما	ندارم مر این در درامن دوا
که هستم اسیر کنند هوا	
چو مرغی که اندر میان قفس	اسیرم بست هوا و هوس
نداریم غیر از تو فریاد رس	درین گمشهای پر رخ و بس
توئی حاصیان را خطا بخش و بس	
پراز درد کلفت تھی از صفا	درین دار آبا در رخ و عنا
نگهدار ما را از راه خطا	بقای ندارد بغیر از فنا
خطا در گزار و صوابم نسا	
به نعت رسول بشیر و نذیر	ولا هر زمان از قلیل و کثیر
زبان تابود در دهان جاگیر	بالب بکن کام از شهد و شیر
شنای محمد بود و لپ پذیر	
صفت انبیا راسته مد پیشوا	شیف الامم خواجسته و سوا
حبیب خدا شرف انبیا	ز خلق و کریم و مخلوق و صفا
که عرش مجیدش بود و مکتا	
ملاک تدوین بعد شتیاق	زهی سر و آزاد باغ و فاق
سواری جهانگیر کار از براق	چه خوش گفت سعدی شیرین ااق

که گذشت از قصریلی رواق	
دلا فرش غفلت نه هرگز نوشت	شدی طالب روز رینه طشت
بگشتی بهیو و لعب کوه دشت	چهل سال عمر عزیت گذشت
فراج تو از حال طعنی بگشت	
سپردره حق بر انداختی	فرس در هوا و هوس تاختی
بغضاست تو نرد و فدا باختی	همه با هوا و هوس ساختی
دست با مصالح نپرداختی	
بدنیا که او هست بی اعتبار	دوروزه بود کار او یا چار
همه کار او را برودی گذار	مکن تکسیر بر عمر ناپایدار
مباش ایمن از بازی روزگار	
<p>ترجیع بند مسدس مصنفه میر احمد علی صاحب هم رنگ با مقیمان قدیم</p> <p>مصنفه حضرت علاء الدین صنا و صالی خراسانی خلیفه نظام الدین</p>	
اولیا نزیل صوبه او دود	
ما ظهور خدا غفاریم	برزبان غیر او نمی آریم
هست جا و مقام لاهوتیم	بلسل شاخ باغ اسراریم
گوش و چشم و زبان و دلی	ما سوای بخود نمی داریم
ما ز دنیا و دین ندارم کار	طالب عز و جاه دیداریم

	<p>دانه و دام را طلبگاریم طوطی شکری گلزاریم چون مقیم سر دلداریم روز و شب این سخن بلبلیم</p>		<p>از دوزخ سیاه و فال خوش از ظهور منظر هر کونین از دو عالم سر نمی خایم من دیوانه و شادین صحرا</p>
	<p>که بچشمان دل مبین جز دوست هر چه بینی بدانکه منظر اوست</p>		
	<p>می کند جلوه بیکتائی هست پیدا بچشم مبینائی گاه ظاهر بچهره زیبائی تا کند یار جلوه فرمائئی شو برون از شعور و دانائی بلیقین چشم دل چو بکشتائی</p>		<p>یار من با کمال عنائی زیر و بالا و اندرون و برون گاه پنهان به پرده باطن از دوی دور شود از نهار باش دیوانه و اله و شیدا بشنوی از زبان پیرو جوان</p>
	<p>که بچشمان دل مبین جز دوست هر چه بینی بدانکه منظر اوست</p>		
	<p>ماه و مهر و فلک چهل و نهار بسنگری جلوه رخ دلدار گل نماید بزر چشمتو خوار دانه سحر و رشته زار گریبانی تو دولت دیدار</p>		<p>غیر حق نیست اندرین گلزار ساعتی از خود می شوی بیزار اندرین بار غلبه رخ دلدار من دوزخ به عشق یکد انم خاک دانی تو تخت شاه‌ی</p>

	<p>زادہ ایکدم ازدوئی بدر آ کفر و اسلام بر کران گردد ہمہ تسبیح گوئی یارین ست می بر آید ترانہ این ہر دم</p>	<p>تا کشاید تبوسہ اسرار گرد آئی بعشق آن یکبار شاخ و برگ نبات ہم اشجار از زبان ہمسر در و دیوار</p>
	<p>کہ چشمان دل مبین جز دوست ہر چہ بینی بدان کہ منظر دوست</p>	
<p>تنبویانہ اشعار میں میر صاحب نے کچھ اپنے حالات خود ہی لکھے ہیں اور وہ یہ ہیں</p>		
	<p>خدا یا ستم بندہ بیچارہ ز انعام و بخشش مین دگر بحق محمد رسول کریم بحق علی و حسین و حسن بحق شہنشاہ دین لعب بحق شہ کاظم و ہم رضا بحق تقی و نقی عسکری بحق بہان غوث پیران پیر بخلفای چشتی و ہم قادری خصوصاً بان ہادی و لنواز عطا کن ز فقر مراد و لتی دگر این ز غیم فراغ معاش</p>	<p>کہ جز تو ندارم ز کس چارہ خطایم گزار و بر جنت گذر کہ آمد بر جنت بلطف عیم کہ ہستند مشک کشای زین دگر باقر و جعفر با صفا کز ان دارین ست ز نقی گرا بحق شہ مہدی جعفری بحق شہ چشت آفاق گیر کہ جویم ز ایشان بخود یاری کہ ہم ست مشہور شاہ نیاز کہ باشم ازو صاحب شمتی مگردان ہر در برای تلاش</p>

بیان میکنم موجب این رقم
منم خادم الکبیریت رسول
بود شاه آباد مولود من
که روزی گرفتار بودم بدرد
بسی مضطرب بودم و بیقرار
در آن حالت پُر زنج و عنا
بصد گریه و با هزاران بکا
ز بهر فراموشی در دوزخ
باید آن شاه والا گمر
رسیده با تمام ترجیع بند
بسال هزار و دو صد و شصت و یک
اسید عفو هست ز اهل سخن
با صلاح پوشتن بایست جماعت

بروستان از زبان نظم
که او هست در جملہ عالم قبول
ولی تر فرآ بای ما را و کلمن
با مراض بنیہ اندر نور
اطبای مانند نبی اختیار
شدم یکتی با حبیب خدا
که فی الحال زویا فتم من شفا
شدم پیروان سزاوارنج
باین نظم یک ہفتہ ہر دم سبر
کہ باشند زو عاشقان کنند
رساندم ز نظم را بر محاک
چو بیند سہوی بگفتار من
و گرنہ ہزارند ما را معاف

رجوع کن بجان برو را احمدی

کہ یابی از دولت سمردی

میر احمد علی صاحب کا حال رسالہ شاہ نصیر الدین صاحب موسومہ بہ مختصر مولفہ
سید اعجاز احمد صاحب العلماء ایونی کے صفحہ ۸ و ۹ میں طبع ہو کر شایع ہو گیا۔

۵۷
ایک عرصہ تک سید شاہ نصیر الدین حسین صاحب نے ریاضت شاقہ فرمائی۔

اسکے بعد آپ نے عزم شاہ آباد ضلع ہردوئی کا فرمایا جان میر احمد علی صاحب غلیفہ عظم نیاز بے نیاز تشریف
لے گئے تھے اور جبکہ پاس آگئی وہ امانت باطنی موجود تھی جو آپ کے پدر بزرگوار حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض
فرمائی تھی کہ فیصلہ الدین کا حصہ ہو اور فرمادیا تھا کہ بروقت ملاقات اسکو دیدینا۔

میر احمد علی صاحب ایک نہایت غریب الصفت درویش تھے تمام عمر لوگوں کے پڑھانے میں صرف
فرمادی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب آپ علی حضرت نیاز بے نیاز کے حضور میں حاضر ہوئے اور حضور نے
آپ سے استفسار فرمایا کہ میر صاحب کیا کیا کرتے ہو عرض کی کہ لڑکے پڑھاتا ہوں فرمایا بہت اچھا کرتے ہو
چنانچہ جب میر صاحب بہت بوڑھے ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اب لڑکے پڑھانا چھوڑ دو۔
آپ نے فرمایا کہ میں اسکو کیونکر چھوڑ دوں میرے شیخ طریقت نے تو اسے اچھا فرمایا ہے۔

میر صاحب نے اپنے پیر زادہ موصوف کیلئے شاہ آباد میں ایک حجرہ نہایت پرتکلف آراستہ
فرمادیا تھا اور جملہ قسم کا سامان زمین میں مہیا کر دیا۔ بجز میر صاحب کے تین برس کوئی دہان نہ جاسکا
جب میر صاحب نے آپ کی بے اعتنائی دنیا کی طرف دیکھی تو میر صاحب نے فرمایا کہ صانع
قدرت نے آپ کے وجود و باوجود کو ہمیشہ اخلق اللہ کی ہدایت کیواسطے خلق فرمایا ہے اور سلسلہ
نیازیہ کا اجرا ہونا آپ کی ذات سے منظور فرمایا ہے آپ گوشہ نشینی ترک فرمائیے۔ یہ کہہ کر
میر صاحب نے وہ نعمت باطن جو حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی آپ کو
مرحمت فرمائی اور خرقة و مثال دیکر آپ کو بریلی رخصت فرمادیا۔

۹ شعبان ۱۲۸۵ ہجری کو آپ نے رحلت فرمائی مزار آپکا محلہ بالائے کوٹ میں عقب
مکان خواجہ محمد شاہ صاحب کے واقع ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

راقم نے چند قطعات وفات کے نظم کیے منجملہ ان کے ایک یہ ہے

حسرتا احمد علی صاحب دلاہ رسول رفت زیر خاک حاضر شد بہ زرم ہوا تراب

صاحب سجادہ شاہ نیاز بے نیاز مخزن فقر و توکل ہادی راہ صواب
از جنبش نور حق در خلق شان احمدی بود تا بان بر سپہر کرم چو آفتاب
از دفا آتش مرغ بسل شد دل ارباب فق شور محشر کرد بر پا اضطراب

جست چون انجام رحلت بہ تاریخ وفات

از منظر گفت مرثیہ بخشش بھیب

میر صاحب کے چھوٹے بھائی خیر شمت علی صاحب تھے وہ بھی صورت و سیرت اور
جملہ اوصاف میں اپنے بڑے بھائی کے قدم قدم تھے میر صاحب مدوح کی شکل دیکھ کر
بزرگان باخدا کی صورت آنکھوں میں پھر جاتی تھی اور آپ کی باتیں سکر خدا یاد آجاتا تھا اگر
بڑا بھائی آفتاب تو چھوٹا بھائی ماہتاب تھا آپ کی مہر کا صرع ۵۰ از نیاز است حشمت کو نہیں
تھا۔ اپنے بڑے بھائی کے دو برس کے بعد میر صاحب نے بھی تہمت ال فرمایا

قطعہ تاریخ راقم نے یہ موزون کیا

از دار فنا جو میر صاحب رفتند بسوی حوض کوثر
از آل نبی واسم پاکش حشمت بہ علی شدہ مقرر
در خلق و بزرگی و کرامت مثلش بجان نہ بود دیگر
تعلیم زور گاہ ایشان حاصل می کرد خلق اکثر
حق داد شرف بذات ہر دو ماہ و نحوہ شید ہر برادر
این قصیدہ نمود کسب علی ذات عالیشان فیض گستر

مجموعہ تاریخ ہتھکاش

گفتند ملک بلیہ خیمہ

میر بادل صاحب

میر صاحب موصوف محلہ سید واڑہ مین رہتے تھے آپکو مضمون نگاری مین نہایت اچھی دستگاہ تھی۔ اُن کے فرزند میر حبیب اسد صاحب مخلص بہ تارک ناز کخیال شاعر اور مشائخانہ مذاق کے بزرگ تھے۔ حضرت تارک میر وزیر علی صاحب صبا کے شاگرد اور عرصہ تک لکھنؤ مین رہ کر اپنے لایق استاد سے استفادہ کرتے رہے فارسی درسی کتب کے پڑھانے مین جناب تارک کو خاص ملکہ تھا اور قصاید عربی وغیرہ کے بار کا مطالب حل کرنے مین اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے تھے شاہ حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی کے مرید تھے راقم کو جناب موصوف اچھی طرح یاد ہیں والد سے مراسم ہوشی وجہ سے آپ کبھی کبھی تشریف بھی لایا کرتے تھے ایک بار والد مرحوم نے ایک مجلس کے متعلق جب کا یہ شعر

حامداً سر ہے محمود ہے کو مین کا
ساجد خالق ہی اور مسجود ہی کو مین کا

مشہور ہے۔ کچھ دریافت کیا تھا اور اپنے جواب باصواب یا تھا میر صاحب نازک مزاج خفیف البرین نور دل اندام انسان تھے آپ کے اکثر شعر ضرب المثل ہیں مثلاً

غصہ کز ورہ آتا ہی ہمیشہ تارک
ہم سے دیکھیں تو بھلا آگھ ملائے واعظ

ایضاً

کون اس دیر و حرم مین رہے جھگڑ مین پڑے
کفر و دین دونوں سے تارک ہاتھ دھو چاہیے

غزل

دوست سب کچھ لیے اپنا پر ایا دیکھا
ہاے دنیا مین کسی کو نہ کسی کا دیکھا
جب کہا ہنسنے کھلا آپ کا پڑہ دیکھا
بولے شرمائے کہ جھوٹے کا کلیجا دیکھا

<p>منہ سے منہ پھیر لیا جب سے ملا شاد کیا ہم نے کمبخت کو سوطر سے سمجھا دیکھا اپنے بیمار کو اسے رشک سیجا دیکھا کیسے امی قبلہ حاجات مان کیا دیکھا</p>	<p>صدقے اس ناز کے قربان غافل کے رہے دل سمجھتا ہی نہیں اسکو بھلا کیا کیسے ہچکیاں لیتا ہوا اب سکا لبوں پر دم ہر اوٹھ کے میخانے سے تارک جو گئے کعبہ کو</p>
ایضاً	
<p>بوسے وفا جو ہو گل رخسار یار میں ایک آفتاب ہو کہ چھپا ہو غبار میں لکھا جواب خط بھی تو خط غبار میں بیچارہ محتسب ہو بھلا کس شمار میں راحت ملی نہ زندگی مستعار میں چین گئے کس طرح ہمیں کنج فرار میں راحت ملی اب آکے عدم کے یار میں خنجر گلے پہ پھیر دیا، حبس یار میں</p>	<p>لکھے نہ دوسرا چین روزگار میں کتا ہوں رد حکومت خاکی میں دیکھ کر میری طرف سے اُن کو گدورت ہر تقدیر وہ زندہ ہوں جو بگڑوں تو قاضی کو باہر لاؤ میں کیا کہوں کہ جھیلی میں کیا کیا مہبتیں پیش نظر ہے صحبت احباب بزرگ مُرمک کے ہم نے عرصہ ہستی کو طے کیا تارک اُٹھا سکا نہ اذیت فراق کی</p>
ایضاً	
<p>جدھر تھا دیکھتا مجھوں اودھر لیلی کا محل تھا دُرِ مقصد سے جب کیا بھرا دامن سائل تھا بتوں کو دیدیا دل پھر کسی کا کیا مراد ل تھا</p>	<p>وجود غیر معشوق آنکھ میں عاشق کے بل تھا تری درگاہ سے محروم پھر ناغیر ممکن ہے عبث بک بک کے میری ناصحوں نے جان کھائی تھی</p>
<p>میان حشر اس مہیت سے دیکھا ہنسنے تارک کو کہ دونوں ہاتھ سے پکڑے ہوئے دامن قاتل تھا</p>	

اشعار غزل

مراح میں حضور کی زلف دوتا کے ہم باندھینگے اپنے شعر میں مضمون بلا کے ہم
 صیا و سنگدل نے نچھوڑا کسی طرح آخر قفس میں مر گئے پر پھر بھڑکے ہم
 انوس کہ میر صاحب نے سنہ ہجری میں رحلت فرمائی راقم نے قطعہ تاریخ وفات
 یہ نظم کیا ہے

تارک عالی نسب والا حسب یافت آزادی ز قید آب و گل
 سال ترحیلش مظفر کن رقم تارک نیاروان شد پاک دل
 آپ کے فرزند حکیم سید امجد علی صاحب ہیں جو استاذ ذی حکیم سید فرزند علی صاحب
 افسر الاطبا کے شاگرد رشید اور فی نفسہ ذہین اور طب سے بالطبع مناسبت رکھتے ہیں

خواجہ سید محمد شاہ صاحب

آپ شاہ آباد کے رؤسا میں نامور اور دانشمند رئیس گذرے ہیں عہد نوابی میں
 تحصیل داری و کیدانی کے عہدہ پر سر فرما رہے۔ آپ کی تحصیل داری کے بعض کاغذات
 راقم نے دیکھے ہیں خواجہ صاحب موصوف خوشروا و عیش پسند انسان تھے عمارت
 سے نہایت شوق تھا چنانچہ اُن کا بنوایا ہوا مکان چمنہایت شاندار اور یہاں کے مکانات
 میں اپنی آپ نظیر ہے اونکی ذاتی نفاست اور سلیقہ کی شہادت زبان حال سے ادا کرتا ہوں
 طبیعت علم دوست تھی اور تاریخ کے فن سے نہایت دلچسپی رکھتے تھے اس لیے جس کتاب کو دیکھنا
 شروع کرتے اس کو ختم کر کے چھوڑتے۔ گھوڑے کی سواری اور اسکی دشت سے بھی
 مناسبت تھی۔ قوم کے سید اور خواجگی کا خطاب اس خاندان میں خواجہ معین الدین اجیری

کے سلسلہ سے استعمال کیا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب کے بزرگون کا اصلی وطن قصبہ گیلان تھا جو عرب میں ایک مشہور مقام ہے۔ چونکہ ج سے گ بدل گیا ہے اس لیے بجائے جیلان کے گیلان کہا جاتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ گیلان سے نکل کر پہلے کاشغر میں آباد ہوئے اسکے بعد کاشغر سے جو بزرگ ہندوستان کو آئے اور دہلی میں وارد ہوئے اور نکانہ خواجہ اسد اللہ صاحب تھا یہ عہد شاہ عالم بادشاہ کا تھا ان کے فرزند خواجہ حفیظ اللہ صاحب شاہ دہلی کے یہاں شہلہ کو فوجی صفیہ میں ہنراری ذات اور دو سو سوار کی افتری اور اسد علی خان کے خطاب سے سر بلند کیے گئے پھر وہ اپنی کارگزاری سے منصب میں ترقی حاصل کرتے رہے۔ بعد ازاں کے بیٹے خواجہ سید لطیف اللہ صاحب اپنے والد ماجد کے قائم مقام ہو کر منصب بائی سے سرفراز ہوئے۔ اس عرصہ میں شامان دہلی کی سلطنت پر زوال آگیا تو یہ نہایت عزت کے ساتھ سلاطین اودھ کی سرکار میں کر عہدہ کیدانی ملازم ہوئے۔ (کیدانی بھٹیغہ فوج عہد شاہی میں ایک عہدہ تھا۔ جس کو اب سرکار انگریزی میں کرنیلی کے عہدہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔) ان کے دو فرزند ہوئے ایک خواجہ سید غلام شاہ اور دوسرے غلام دستگیر آخر الذکر کی شادی لکھنؤ میں ایک مغل کے خاندان میں ہوئی۔ اس شاخ میں کوئی نامور قابل الذکر شخص نہیں ہوا بڑے صاحبزادے خواجہ سید غلام شاہ صاحب شاہ اودھ کے ایکون میں ملازم ہوئے اور پھر کیدانی کو پہنچے خواجہ غلام شاہ صاحب کی لپٹن ایک مدت تک لکھنؤ میں رہی بعد ازاں سندیلہ میں تعینات ہوئی برین وجہ رؤسائے سندیلہ سے ان کے مراسم پیہا ہوئے چنانچہ چودھری مقبول حسن صاحب و چودھری عبدالباسط صاحب کے مورثوں اور واجد علی خان بلوچ کے بزرگون سے دوستانہ بلکہ عزیزانہ برتاؤ رہا۔

پلٹن کی تعیناتی کا یہ دستور تھا کہ اس زمانہ میں چکلیدار جو کلکٹر ضلع کے ہنرمند ہوتا تھا
 اس کو تحصیل وصول کی کارروائی کے لیے فوجی امداد کی ضرورت ہو کر تھی اس لئے
 ایک پلٹن اس کے ساتھ ہا کرتی تھی۔ اس خدمت کی غرض سے خواجہ غلام شاہ صاحب
 کی ماتحت پلٹن ہندلیہ سے تبدیل ہو کر شاہ آباد آئی اور وقت میں رائے سنگلی لال صاحب
 شاہ آباد کے چکلمدار تھے خواجہ صاحب در رائے صاحب سے اس درجہ مراسم بڑھے
 کہ دستار بدل ہو گئی اور ان کی محبت میں خواجہ غلام شاہ صاحب نے شاہ آباد محلہ بالائے کوٹ
 میں مکان بنایا اور سکونت مستقل طور پر اختیار کی۔ ان کے فرزند صرف ایک خواجہ سید
 محمد شاہ صاحب تھے جو سرکار اودھ کی طرف سے تحصیل محمدی کے تحصیلدار ہوئے
 اور عرصہ تک اپنے فرائض منصبی نہایت لیاقت سے انجام دیتے رہے جب ان کے
 والد خواجہ غلام شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا تو سب سے ان کے کھیدانی عہدہ پر آپ
 سرفراز کیے گئے اس عہدہ پر چند روز ہی آپ متعین ہونے پائے تھے کہ رائے
 سنگلی لال صاحب کا انتقال ہو گیا اور ان کے بیٹے لال بہادر صاحب محمدی کے
 چکلیدار مقرر ہوئے۔ ایک سال انھوں نے کارہائے منصبی ادا کیے اس کے بعد
 بعلت بقایا نگداری ماخوذ ہو کر علیحدہ کیے گئے اور جب قدر ان کی جائداد و املاک تھی وہ
 ضبط ہو کر سرکاری قرار پائی اور ان کے مقام پر دوسرا چکلمدار مقرر ہوا اور مواضعات گزہ
 بھولی وغیرہ جو ضلع شاہجہان پور میں تھے وہ نیلام کر دیے گئے اور ان کے مکان کے
 کھدے کا حکم صادر کیا گیا لیکن شاہ آباد کے معزز بچان جو زوردار اور صاحب
 جماعت تھے ان سے اتحاد تھا وہ مانع ہوئے سرکاری ملازم تعمیل حکم پر تیار تھے مگر
 اس فراہمیت سے بڑے کشت و خون کا اندیشہ تھا متاثر ہوئے چکلیدار موجودہ نے

رپورٹ کی کہ خواجہ محمد شاہ اسقدر با اثر آدمی شاہ آبا دین ہین اگر وہ چاہیں گے تو یہ مکان کھد جائے گا۔ اس پر خواجہ صاحب سے کہا گیا کہ آپ اپنے انتظام سے کھدوا دیجیے۔ مگر آپ نے یہ امر وضع داری کے خلاف سمجھا اور انکار کر دیا۔ اس انکار سے آپ معتوب ہوئے اور توپ سے باندھ کر لکھنؤ بھیجے گئے اور وہاں کبھی یہ شرط پیش کی گئی کہ اگر ملازمت کرنا چاہتے ہو تو اس خدمت کو انجام دو ورنہ متعنا داخل کرو مگر آپ نے اس حالت میں بھی یہ جواب دیا کہ لال بہادر کو میں جہائی کہہ چکا ہوں ملازمت کیا اگر سلطنت بھی دیدی جائے جب بھی مجھے یہ نین نہ سکتا اور آپ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔ غرض کہ شاہی خدمت و ملازمت سے آپ کی علیحدگی کی یہ صورت تھی کہ جو بیان کیا گئی۔

واقعہ مذکورہ سے خواجہ صاحب کی اعلیٰ درجہ کی وضع دار محی و مستعمل مزاجی ثابت ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب موصوف نے عمر طبعی یا کر رحلت فرمائی یا قلم کا لاکھن تھا آپ کے دو فرزند ہیں ایک خواجہ سید کاظم حسین صاحب اور دوسرے خواجہ سید باسط حسین صاحب۔ خواجہ سید کاظم حسین صاحب ایک ذہین اور فاضل طبیعت کے انسان ہیں یا قلم سے محبت و عنایت کے ساتھ ملتے ہیں۔

نقل فرمان

هو العزیز تبارنج روز جمعه سوم شهر ذیقعد سنه جلوس مبارک معلی موافق هشت بهیمری مطابق ۲۰ ماه خرداد بر ساله امارت و ایالت منزلت شجاعت و شہامت مرتبت مورد مرحام بیکران بادشاهی ہیط اعطاف نمایان خلیفہ آئی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دلیران که زرم زبده فدویان هوخواه عمدہ نوامینان بارگاہ خانہ زاد لایق الغایت والاحسان بخشی الملک مظہر علیخان بہادر و نوبت واقعہ نگاری کترین بنڈیان عقیدت آہنگ لے تن شکمہ قلمی میگردد حکم صادر شد کہ حفیظ اللہ ولد اسد اللہ بمقتضی بکھزاری ذات ووصد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز باشد واقعہ پانزدہم شوال سنه بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح دستخط بہت و شہامت دست گاہ مطرح الطاف بادشاهی مورد عطا نامنا ہی خانہ زاد فدویت نشان ابوالقاسم خان بہادر نائب امارت و ایالت منزلت شجاعت و شہامت مرتبت مورد مرحام بیکران بادشاهی ہیط اعطاف نمایان خلیفہ آئی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دلیران معرکہ زرم زبده فدویان هوخواه عمدہ نوامینان بارگاہ خانہ زاد لایق الغایت والاحسان بخشی الملک مظہر علیخان بہادر آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

مشار الیہ افضل و کرم اسید و است بمنصب ہزار مدت دوصد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز شود شرح دستخط نائب بخشی الملک آنکہ حکم شد منظور۔

ہزار مدت و خطاب مال سوار تحریر فی التاریخ شہر صدر سنہ الیہ جلوس مبارک مطابق واقعہ کل است۔ ہشت و یکم ذیقعد سنہ جلوس معلی والا مکرم برض مقدس رسیدہ

محمد علی خان بہادر فدوی
محمد شاہ عالم بادشاہ غازی

راے رتن شکمہ فدوی شاہ عالم
بادشاہ غازی

مظہر علیخان بہادر فدوی
محمد شاہ عالم بادشاہ غازی



حاجی محمد حسین خان اختیار پوری

حاجی محمد حسین خاں صاحب اختیار پوری

خاں صاحب موصوف درویش سیرت اور باخدا بزرگ تھے نوعمری سے آپکو ریاضت اور خدا پرستی کی طرف میلان تھا پیشتر آپ حافظ امام علیخان صاحب اللہ پوری کے مرید تھے اور ذکر و فکر میں مشغول رہا کیے اس کے بعد سید شیر علی عرف مینڈو شاہ صاحب کے۔

۱ حافظ صاحب باخدا اور زاید انسان تھے جمیعت علیخان اللہ پوری کے فرزند اور فتح علی مینا نقشا صاحب جہانپوری کے خلیفہ تھے انکے اکثر لوگ مرید اور معتقد تھے چنانچہ کافی عابد و عیساؤ دینی سید شمس الدین جٹان یلوی بھی آپ کے نہایت ارادت مند تھے آپ چلو چارہر تھے کہ انشاء لاہ میں بمقام تھنار حلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے جب آپ کی بیوی کو صدمہ و غارتگری گریہ و زاری اکثر لڑاتی تھی تو شاہ حسین بن خاں صاحب فرخ آبادی خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کھنوی موضع کربلی میں اونکے خسر پرورش علیخان کے مکان پر ادنیٰ بیوہ کی فہمائش کو آئے وہ فرماتے تھے کہ حافظ صاحب نے بعد وفات کے مجھے اسباب میں جو ع کیا ہو خدا کی قدرت کہ شاہ صاحب کی فہمائش سے وہ انشکباری جاتی رہی اور اُس کے دل کو ایک قسم کا سکون ہو گیا تھا۔ ۲ سید شیر علی صاحب کا وطن بٹانہ بریلی تھا آپ کے والد سید حسین علی صاحب ذواب صفت الدولہ بہادر کے بیان ممتاز عمدہ پرنسپر آتے تھے جب انکا انتقال ہو گیا تو آپ تنہا رہ گئے اور آپکا بیٹا جس تھا ایک خدمتگار آپ کے بیان کے جواہرات و اشرفیان نے نے کی غرض آپکو ٹکڑے آیا اور چھوڑ گیا میان شیخ داؤد صاحب نے آپ کو پرورش کیا اور اپنی دختر نیک اختر سے نکاح کیا جب سہ امام الدین شاہ اور تین صاحبزادیان پیدا ہوئیں پیشتر باسبنا ظاہر درویشی کے آثار نہ تھے مگر حصہ ازلی تھا ایک فقیر آیا اور اُس نے آپ کو کھیل میں مشغول دیکھ کر ایک ٹوکری اور اس کے بعد ایک رات کو آپ کی آنکھوں سے حجاب کا پردہ اٹھ گیا اور حضور سرور عالم صلی علیہ وسلم کی مجلس اقدس نظر آئی حضرت سید المرسلین کی زیارت و شرف ہیکلای سے شرف ہوئے خود آنحضرت نے مندر ماہک میں محلہ رسول اللہ ہوں اور اپنے لوگوں اور جوانی آخری بن کے دیدار سے فیضیاب مندر ماہک پکا بدن مظهر ہو گیا آپ نے عہد کیا جو کوئی میرے اس مشاہدہ کا انکار کرے گا اس کا بدن ہو گا تاش شیخ میں ہندوستان کے اکثر شہروں کا گشت کیا آخر کار ٹکڑی میں سید شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ کی پابوسی کو حاضر ہوئے اور انھوں نے اس واقعہ کا۔

طالب ہوئے اور حسب تعلیم شیخ کمال کے آپ نے سخت مجاہدہ کیا دس چدرہ برس تک
عالم تجرو میں خوب ریاضت کی کثرت ذکر سے تصفیہ ہو کر اس کا قلب نورانی سے منور ہو گیا
تھا آپ کے اوصاف پسندیدہ کی شہرت بھی ہوئی اور اکثر لوگ باہر سے مشتاق ہو کر
ملاقات کو آئے آپ نے ایک وسیع تختہ پر باغ نصب کیا اور اس میں جو بلند ٹیلا تھا اُس پر
کوٹھی بنائی جو ٹیلیا کے نام مشہور ہوئی اکثر آپ کا اس میں قیام رہا اور یاد آتی میں مصروف رہے
آپ نے اس باغ کا نام علی باغ رکھا اور اس میں ایک خوشنما مسجد بھی بنوائی جسکی دو تارنخیں
میر فتح علی صاحب نے نظم کیں اور رُوح ذیل ہیں ۵

مسجد علی باغ جو تیسرے نمود خان ذی رتبہ صاحب و جلال
پر سیدم سال اوچو اہل غیب فرمود کہ مسجد علی باغ جمال
ایضاً

ہون محمد حسین خان صاحب نقش مسجد لصحن باغ بہ بست
یلسب بلبان شنو تارنخ ثانی مسجد قبا این است

(یہی حاشیہ صفحہ ۶۷) ۴ اشعار کیا آپ مرید ہوئے اور دور ریاضت کی آفاقی اللہ اور صاحب کمال ہو گئے
صدر با آپ کے مرید ظاہری و باطنی فیوض سے بہرہ یاب ہوئے راقم نے خور آپ کے مراقبہ و مکاشفہ کے عجیب و
غریب معالیم دیکھے ہیں اکثر امور میں بطور پیشین گوئی کے جو آپ نے فرمایا وہ ظہور میں آیا بعض مردوں کے مذاہب و مذاہب
حالات ازراہ کشف ارشاد کیے۔ صحت کے ۲۵ سوال ۳۳۷ کہ آپ نے حالت فرمائی ۵ قطب عالم وقف ترقی مادہ وفات و
آپ کے مرید شیدائیں میں صاحب رت با تارنخ تھے جنکو چھ ماہ جذب و چھ ماہ سلوک کا کرات تھے شہر میں
صاحب شاہچہاں پوری نے ان کے بعض کرامات چشم دیدہ مثل توسیع طعام و غیرہ کے راقم سے بیان کیے ہیں۔ آپ ہر چہ
بزرگوں کے پر تصرف مزارات تلہ میں واقع ہیں اور کثرت لاجری میں سید شمس الدین صاحب کا وصال ہوا۔
غزل شریف پر یہ شعر کندہ ہے ۵ یکنوار و دو عدد دیواہ و سبقت ۵ تہا شمس الدین سبقت بوقت ۱۳

خان صاحب کی وجہ سے اس باغ میں اہل اللہ کا مجمع رہا ہے اور ہر مہر سے بلوغ کا ایک عجیب کش منظر تھا اس جگہ کی بقولیت کے متعلق متنبین نے بیان کیا کہ آسمان بزرگان دین کے انوار نظر آتے ہیں چنانچہ محمد علی خان اور نواب مقصود علی خان وغیرہ نے بیان کیا کہ ہم لگ بھگ دو تھے یہ شمشیر علی عرف مینڈو شاہ علی باغ کی کہ ٹھہری میں ٹھہرے ہوئے تھے رات کے آٹھ نو بجے ہوئے کہ تمام باغ دل آویز خوشبو سے معمور ہو گیا شاہ صاحب صوفی جو رہنمائی پر صاحب کشف زلزلے تھے دو سو سال سے کھڑے ہو گئے اور کوڑی کی پار دیواری کا جو پورب والا دروازہ ہے وہاں جانکر کہ پر عرض کرتے رہے اور اہل وقت بازار سے شیرینی منگائی اور خانے لڑائی پھر لوگوں نے دریافت حال کیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ اللہ الامام حسین علیہ السلام کے انوار نمودار ہوئے تھے اور حضور کی ساری معجزات کے اور یہ آئینہ توحید تھا جس نے امام عالی مقام کو عالم ارواح و برزخ میں یہ دہم دیا ہے کہ آپ کی بیعت سے ہر سال کی سیر کرتے ہیں۔

خان صاحب صوفی نے راقم سے بیان کیا ہے کہ جیسا میں نے مینڈو شاہ کو عالم کا میں ماہر دیکھا ایسا کوئی فقیر مری نظریں سے نہیں گذرا اور اگر اس فقیر کی رہنمائی بخوبی حاصل ہوتی تو میں طریقت کے معنی کی حقیقت نہ سمجھتا۔

ایک بار شاہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کہا کہ تمھارا پیر بھائی سبغت اللہ خان تمھاری شکایت کرتا ہے جب میں نے فاتحہ اوٹ کر آدمی تو وہ شکایت جاتی رہی خان صاحب نے اپنے اچھے فقرائے ملاقات کی سید شمس الدین صاحب صوفی سے ملے ہیں محمد زوایا بن سید صاحب موصوف شاہ آباد کشمیر نے لایا کرتے تھے وہاں دو سو سالہ ان رئیس چھوٹی دیوڑھی اور خان صاحب کے خاندان کے چند لوگ کوہ

و مستعد تھے سید صاحب کی غفلت اور تصرفات آفتاب کی طرح روشن تھے اکثر صاحب بطن
نقرا خاں صاحب کے پاس آکر ٹھہرے

خان صاحب کی درویشیت پر شرع کا رنگ غالب تھا کسی کو آپ نے مریدین کیا راقم
بارہا انکی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور وہ والد مرحوم کے اتھا کی پہلے سے نہایت شفقت سے
پیش آتے تھے آخر وقت میں آپ نے مناکحت بھی کی پہلی بیوی جو حافظ یار خان^۱ سے سیخیل
مرحوم کی بہن تھیں ان کے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی تھی مگر وہ جو امرگ انتقال
کر گئی جب خان صاحب کی زوجہ اولی کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دوسرا نکاح
کیا ان دوسری بیوی سے دو لڑکے بھی پیدا ہوئے صدیق حسین بڑا لڑکا تعلیم یافتہ
اور ہونہار تھا مگر افسوس کہ وہ بھی نوجوان چل بسا اب صرف ایک فرزند جعفر حسین
ہیں جو تعلیم میں مشغول ہیں۔ خان صاحب سرخ و سپید خوش رو قد اور انسان تھے صد
حیف کہ ۲۔ رمضان ۱۳۱۰ھ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ نے رحلت فرمائی دو قطعہ وفات
کے خاکسار نے لکھے ہیں

تھے محمد حسین خان صاحب	حاجی عارف رموز خدا
آفتابِ پھر فضل و کمال	بدر تابان باوج مجد و علا
مثل رکھتے نہ تھے زمانہ میں	خوبیوں میں وحید تھے کیتا
دار فانی سے لیکے تشریف	ہو گئے رونقِ سراے بقا
باغِ جنت کو جب ہلے وہ	شورِ محشر تھا ہر طرف سراپا

۱ حافظ یار خان صاحب احمد یار خان صاحب مرحوم شاہ آباد کے رئیس ادیبین نہایت باتدبیر ایک انسان تھے راقم سے دوستا
مرام رکھتے تھے افسوس کہ ناہ شعبان ۱۳۲۰ھ ہجری میں جو امرگ انتقال کر گئے۔ (مادہ وفات داخل قلم جلد موی)

آندھیان غم کی ہر طرف اٹھیں
صاحب کشف باریا کھے
نور افشان تھا چہرہ انور
میرے والد کے تھے شفیق بڑے
ہے اود اسی کمال ٹلیا پر
داد رینا خزان کے لشکر نے
کر دے اُنکے مزار کو روشن
بھرتے انوار قدسیہ اسمین
فکر یا رنج ہے مظفر لکھ

دیگر

ہر طرف ابرنج کا چھایا
محو ذات خدائے ارض سما
وقت تدفین کفن کو جبا ٹھا
مہربانی تھی تجھ پہ حد سے سوا
کچھ عجب باغمین ہو سنا ٹھا
سب بھارچمن کو لوٹ لیا
پائین یارب جنت الماوا
ہر علی باغ جنتی ملکا
آج الہام کا چراغ بجھا

فخر سرمایہ ارباب وطن
حامی دین بنی شاہ زمین
اُنکے قدموں سے تھا قصیدہ روشن
کر دیا ترک ہر یہ دارِ سخن
جسکو پہونچے نہ کبھی مشکِ ختن
تھی قضا برق برائے خرمن
اب یہ دونوں ہیں گریخین
حاجی صاحب کا بھی گلشن
گرچہ ہیں در بھی لکش گلشن

باخدا حاجی و عابد زار
عاشق ذاتِ خدائے عالم
مجمع خوبی اوصاف تھے وہ
لیکھے خلد کو تشریف شریف
اوسکے اخلاق کی تھی وہ خوشبو
کشت ہستی کو قضا نے پہونکا
ٹلیا شاداب تھی گہر تھا آباد
تھا علی باغ برائے گلگشت
ایسا پر نور نہ دیکھا تختہ

سرد خاموش ہے قمری نالان سلسلہ غم کا ہے طوقِ گردن
 بلبلین گاتی نہیں روتی ہیں انکے روئی صدی ہے شیون
 باغِ جنت کے در پہن جاہلین اوکے روضہ کے آبی روزن
 بہتر اینخ مظفر لکھ دے اب علی باغ ہوا ہر دین

خان صاحب کے بڑے بھائی حاجی محمد امین خان صاحب بھی شاہ آباد کے
 پٹانوں میں نامور انسان ہوئے ہیں قمری میکل اور لکھیم شمیم انسان تھے عمدہ لابی میں وہ بعدہ
 سندھ لسی سرکار لکھنؤ میں ملازم رہے لکھنؤ کے مشاعروں میں بھی شریک ہوئے استاد
 اہانت کے شاگرد تھے سخاوت تخلص کرتے تھے دیہات کے انتظام میں کبلی راضیت
 تھی فراہمی قلم لکھے انہیں یہاں بوقت اُن ہی کو حاصل ہوئی شاہ آباد کے مشاعرے
 باغات میں جو نامی انہیں تھے اُن درختوں پر انہوں نے قلمیں بندھوائیں اور مستعدی
 انصارف سے تیار کرائیں اور اپنے باغوں میں نصب کرائیں بعدہ بھاگلپور وغیرہ کے
 خانوں سے معروف مشہور اقسام منگوائے اسکے بعد یہاں کارخانے کھولے گئے
 اس شوق کے وہ موجد اور دیگر مقلد ہیں اُن کا کلام ضائع ہو گیا ایک غزل کے دو شعر
 رقم کو یاد ہیں اور وہ یہ ہیں ۷

و جانان کے تصور میں کسی سے نہ ہوں پیمانہ جاؤں جو اگر راہ میں دیرا پڑے
 مرضِ عشق سے ہو جائے سخاوت کو شفا او سکی تبریدیں گر شربت دیدار پڑے
 اُن کا ایک قصیدہ ستراد و المرحوم نے ایک بیاض میں لکھا تھا جسکے چند شعر یہ ہیں ۷
 بخیر دل از حلقہ لگیوے محمد سجدہ کہ کونین ہیں ابروے محمد
 زیبا قدوزون ہو وہ دلجوے محمد عالم ہمہ سودا ز دہ موے محمد

شیرین کی طلب ہو تجھے فراد مبارک
مجنون ہی کو لیلیٰ کی ہے یاد مبارک
قمری ہو چمن میں تجھے شمشاد مبارک
زاہر تو فردوس برین باد مبارک
ماہم و تمناسے سر کوئے محمد

راقم کو خانصاحب موصوف اچھی طرح یاد ہیں ایک بار لڑکپن میں والد ماجد کے ہمراہ اختیار پور
جانا ہوا تھا تو خانصاحب نے ازراہ خوش طبعی بیت بازی کی تھی اور جب وہ حج سے
واپس آئے اور سلیمان فی تشریف لائے اس زمانہ میں میان مدینہ و شاہ صاحب بھی حسین
قیام فرماتے تھے تو خانصاحب مولانا محسن صاحب کے نعتیہ قصیدہ کے بعض شعر جنکو منشی
امیر احمد صاحب مینائی نے محسن کیا ہے بار بار پڑھتے اور وجد کرتے تھے اور وہ شعر یہ تھے

۷

مدینہ کی طرف جاؤں کہ ہم کعبہ کا لین رستا
نظر آتا ہے ان دونوں گھروں میں ایک ہی جلو
احد کو کیجیے یا احمد بے میم کو سجدا
کہاں اب جھبہ سائی کیجیے بچہ بن نہیں پڑا
عجب مشکل ہے مضمون میرے مفہوم مڑکا

۵۔ فردری سہ ماہی صوفی کو خانصاحب نے انتقال فرمایا اونکے فرزند محمد نور خان
صاحب نے زہر سے خود کشی کی ایک پوتا محمد مستقیم تھا وہ بھی نوجوان تپتی میں ۱۹۷۷ء
کو راہی عدم ہو گیا۔ اب آپ کے دو بھتیجے ایک خان بہادر حکیم خادم حسین خانصاحب
اور مولوی انوار حسین خانصاحب موجود ہیں۔ اور مولوی صاحب بھی ذمی اخلاق ہیں۔

کرامت خان صاحب بی بی زمی

اس آخری عہد میں خالص صاحب مدوح بھی شجاعت و بہادری کے اوصاف میں معروف اور غیرت و پاکبازی کی خوبیوں میں مشہور تھے باعتبار قد و قامت کے بھی آپ اگلے لوگوں کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔

تصوف کے مذاق ہونے سے بہادری بجا کھائے دلچسپی تھی اکثر اسکے نجات غوب سمجھتے۔ برادری کے مناقضوں میں اکثر آپ کی نیچاپیت کے فیصلے ہو کر سوتے تھے۔ رقم کے لوطین کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپ کے ایک منہ زبند قطب الدین خان صاحب جو آنریری مجسٹریٹ و دشمن انسان تھے جو ان قضا کر گئے اور ان کے بیٹے عزیز احمد خان جنگو اس نایاب شاہ آباد سے بڑی مسرت تھی اور اکثر جلد مرتب ہونے کے تقاضے کرتے تھے انہوں نے دفعہ ہیضہ کے مرض میں نوجوان ہی چل بسے اب اس خاندان میں بن الدین صاحب کے صاحبزادہ عنایت احمد صاحب چلتے پھرتے اور سچے راجہ شخص ہیں

حاجی محمد حسین خان صاحب آسٹریائی

حاجی صاحب لقمان خان صاحب سبیل خیل کے صاحبزادہ اور نیک نہاد و غیر رئیس تھے۔ آپ کے بزرگوں میں تھیں خان صاحب نامور اور سرکار اودھ میں معزز عہد پر ملازم رہے ہیں۔ آپ نے انسپکٹری کے عہدہ کے فرائض کو نہایت دیانت داری و مصلحت داری سے ادا کیا اور کبھی ناجائز مال نہ لیا جب آپ نیشن لیکر مکان آئے تو زرنیشن

اپنے خراج میں نہ لائے اور کل خیرات کرتے رہے شاہ آباد کے انگریزی محکمہ سٹ بھی رہے
ہاٹ فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر حاجی صاحب کی راستبازی و تدبیر پر نہایت اعتماد رکھتے
تھے اور کمال موافقت سے اکثر معاملات شاہ آباد میں انکے کہنے پر انھوں نے لحاظ
کیا۔ جامع مسجد شاہ آباد کی آبادی اور اوسکی آمدنی و کوٹھروں کے باعث اور حسین گنج آباد
کرنے کے آپ ہی بانی ہوئے ہیں اور ہمیشہ نیک نیتی سے رفاه عام کے امور سونپتے اور
انکے اجراء میں کو شان رہتے کہ مسجد میں بنوائیں اور بعض شکستہ مساجد کی مرمت بھی کرائی
مذہبی فرائض کے پابند اور ذی اخلاق تھے جب کبھی ملے نہایت خلق و محبت سے پیش
آئے تھے فلج کے مرض میں ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۱۵ ہجری کو انتقال فرمایا اور علی الصبح کے روز
دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے

چون محمد حسین خان صاحب	حاجی حق شناس و حق آگاہ
نیک و نیک خو کو میرت	عابد و پارسا و ہر دل خواہ
شہر ذی الحجہ روز عید ضحیٰ	سوے بنت سپر درہ ناگاہ
عالمی در سنہ راق آن شہزاد	کرد و سر یاد و نالہ جانگاہ
و اور یغا درین سر لے فنا	نہ گدا ماند و نہ بماند شاہ
بُست سالش چو بندہ بکس	گفت ہاتھ کہ ہر و ضموال جاہ

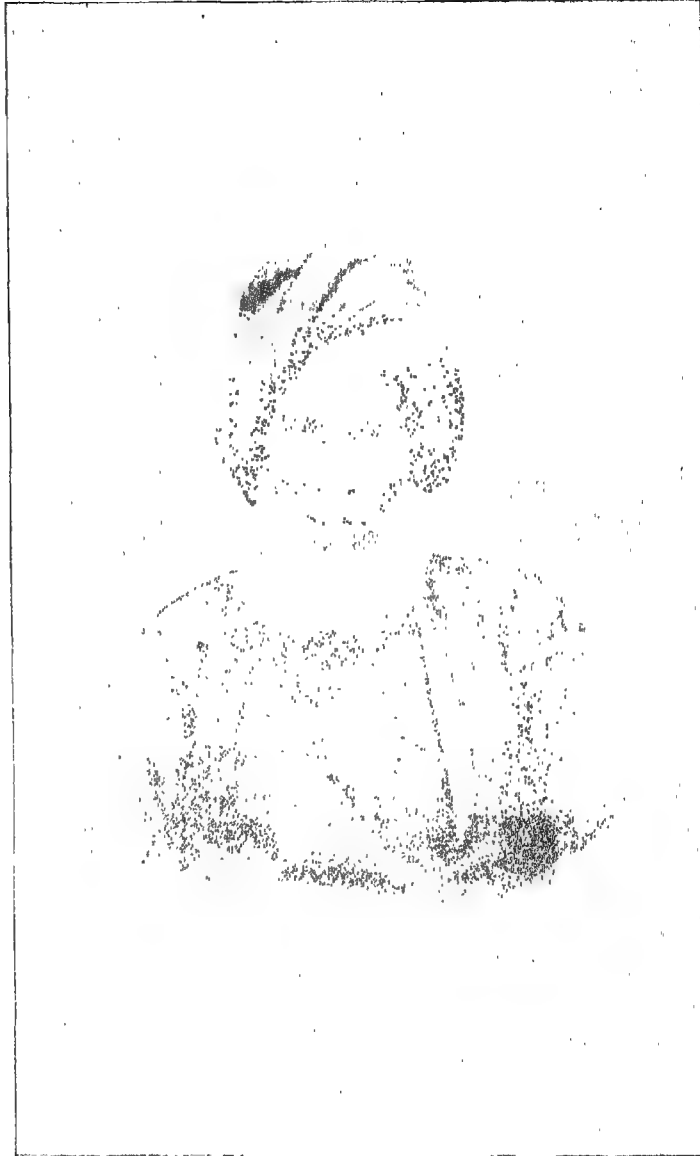
حاجی صاحب کے بھائی احمد حسین خاں صاحب بھی با وضع اور خوش اخلاق تھا
میں تھے مستقل مزاجی و مدامہ فہمی وغیرہ کے اوصاف میں منقہ دم وقت خیال نہ
جاتے تھے راقم کے ساتھ بزرگانہ لطافت سے پیش آتے تھے چند سال پہلے کہ
آپ نے بھی حلت فرمائی آپ کے فرزند حامد حسین خاں نریری محسب و معقول انسان

قطر تاریخ وفات خاں صاحب عوم یہی

بمرد احمد حسین خان ذی جاہ بزریر دامن شاہ امم باد
 آہی آن گل گلزار احسان گل خوشبوی گلزار امم باد
 بعیش جادوان قصر فردوس خدار امور و لطف و کرم باد
 چو جہنم سال تارخیش زہائف بگفتہ بلبیل باغ امم باد

حافظ غلام علی خاں صاحب سلیمانی

حافظ صاحب اپنی خوبیوں میں فخر خاندان ہوئے قوت حافظہ اور معلومات و انکی
 نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی علم مجلسی میں کمال رکھتے تھے انکے طرز فرج و خوش اخلاقی سے
 جملہ جناب و انکی ملاقات کے مشتاق رہتے ان اوصاف سے حافظ صاحب کو
 ہر دلعزیزی حاصل رہی وہ ابنائے جنس میں فی الواقع نہایت قابل قدر انسان
 گذرے گویا فی اور واقعات گذشتہ کی یاد دہشت میں بیان اور انکا کوئی نظیر نہیں تھا
 نماز کی پابندی اور سحر خیزی کی عبادت اور انکی طبیعت کی ایک جزو ہو گئی تھی۔ آپ نے حافظ
 محیار خان صاحب سے قرآن حفظ کیا اور قاری (صاحب عالم) سے قرأت سیکھی
 شاہ آباد کے اساتذہ کی صحبت پائی خلیفہ عبدالرزاق صاحب مبینی اور دیگر ناموران
 شاہ آباد کو دیکھا اور انکی باتوں سے استفادہ کیا اور لکھنؤ کے اہل کمال میں انکی
 عمر کا بڑا حصہ ختم ہوا جس زمانہ میں کہ ان کا لکھنؤ میں قیام تھا اس زمانہ میں لکھنؤ نشانی
 تہذیب و تکلفات کا معدن اور علم و رنگینی کا مخزن تھا شاہی جلوہ آرائیوں کا منظر جس



دافظ غلام علیخان

بسم الله الرحمن الرحيم

سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر وہ اس کے لئے نہیں ہے تو اس کے لئے نہیں ہے۔

کی یہ ہوئی جب ناصر الدین حیدر بادشاہ نے سنی **۵** جانپاہ کے چرن نیچے چل گیا گھر کر لیے۔ تو کہا کہ آپ میرا گھر باقی ہے کیا بچھی لے لینگے۔

دیوان گویا بستانِ حکمت اُنکے یا وکار ہیں۔ جب انصاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو حافظ صاحب کے سر سے ایک بڑی شفقت اُٹھ گئی لیکن خداوند کریم نے ایک دوسرے رئیس کو جو اپنے اوصاف میں مثال تھا ان پر مہربان کر دیا اُن کا نام امی نشی محمد حسین صاحب تھا وہ گویا ضلع بارہ بنکی کے تعلقہ دار و دارالمہام اودھ کے نائب تھے دیوانخانہ وزارت کے امور اُنکے سپاہ و سفید کرنے کا اختیار اُنکے قلم کے متعلق تھا نشی صاحب مدوح کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تقریر کرتے تو ضربِ بالِشِ خوش بیانی میں ایسے لُحسپ فقرات زبان سے نکلتے گویا یہ معلوم ہوتا کہ پھول جھڑ رہے ہیں اور جب وقت قلم اُٹھاتے تو زود نویسی کی یہ کیفیت تھی کہ گویا قلم میں پر لگے ہوئے ہیں اور وہ اُڑتا ہوا پھلا جاتا ہے تھوڑی دیر میں جُز کے جُز رنگ کر ڈالتے جو ہر شناسی اور شریف پروری میں یکتا ہے روزگار تھے۔ رکن سلطنت ہونے کے علاوہ پوسنے دو دو لاکھ روپے کی مالگنداری کا علاقہ خود اُن کے قبضہ میں تھا اور چودہ سو اشخاص اُن کے ذاتی ملازم تھے نشی صاحب موصوف کے دل میں حافظ صاحب میرور کی جو اس قدر گنجائش ہو گئی تھی اُس کی خاص یہ وجہ ہوئی کہ اُن کے مخالفین نے ازراہ تمنا سہ سہکار

۱۰ تاریخ اُفتابِ اودھ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب کے صفحہ ۲۴ میں ہے ایک نشی محمد حسین صاحب بھی علی نقی خان بہادر کے کارپردازوں میں بڑے لیتی ہو شیارِ عاقل و چالاک تھے یہ قوم شیوخِ قدوائی رئیسانِ قصبہ رسولی میں بڑے قدیمی عالیشانان تھے اور اپنی لیاقت سے ایسے محیط ہو گئے تھے کہ تمام پجری وزارت پر حاوی تھے گویا ملک اودھ اُن کے زیرِ قلم تھا خدائے شہد ام میں یہ نشی باتو قریباغیوں کے ہاتھ سے لکھنؤ میں شہید ہوئے اور ایک بڑا تعلقہ گدیو خیرہ ضلع بارہ بنکی میں چھوڑا۔

سلطانی میں ان سے برہمی پیدا کرادی تھی اس وقت ظاہری باتوں والے کنارہ کش ہو گئے عتاب شاہی ان کی بربادی پر اکادہ تھا مگر حافظ صاحب مع اپنے باپ بھائی و غلام اور کنبہ کے ابھکا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے منشی صاحب نے حافظ صاحب کے جوہر شرافت اور وفاداری کو امتحان کی کسوٹی پر ابھی طرح جانچ لیا جب اسکو زر کامل کی طرح بے نقص پایا تو قدر کرنے لگے چند روز عتاب سلطانی رہا اس کے بعد صفائی ہو کر پھر سرفرازی حاصل ہو گئی۔ اب منشی صاحب نے اپنی اہارست اور لیاقت کے جوہر دکھلا کے اور حافظ صاحب کو اپنی دریا دلی اور ریشہ فیضی سانی سے الامال کر دیا سر مجلس اپنے ہچستون میں ابھکا اعزاز کرتے ان کے منفعت کے موقع پر ان کا خیال رکھتے اور بھائی صاحب قبلہ حافظ صاحب کو کہا کرتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حافظ صاحب منشی صاحب کے یہاں تشریف لگئے اس وقت انکی مجلس معزز شاہیں و امرا سے بھری ہوئی تھی محمد حسن صاحب ناظم بہراج آغا منشی صاحب ناظم سلطان پور وغیرہ ذی توقیر حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حافظ صاحب نے حسب دستور سلام سنون کیا اور منشی صاحب نے حسب معمول قدیم نیم قدم اٹھ کر کہا کہ بھائی صاحب قبلہ آئیے۔ جب اہل مجلس نے دیکھا کہ منشی صاحب نے تعظیم دی تو ہر ایک شخص ان کی تعظیم کو اٹھا جب یہ بیٹھ گئے تو موجودہ اشخاص نے تعریفی جاہی اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جسکے جو اب میں منشی صاحب نے کہا کہ میں انھیں بجائے اپنے بڑے بھائی کے تصور کرتا ہوں اور یہ شاہ آباد کے شرفا اور وضعداروں میں ہیں اور اسی طرح بہت کچھ انکی لیاقت و وفاداری اور وضعداری کے حالات جیسے کوئی معمولی شخص اپنے کسی محسن و خدوم کی تعریف کرتا ہے بیان کرتے رہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی

امیر یا غریب کے دل میں کسی دوست کی محبت جاگزیں ہو جاتی ہے تو پھر وہ غیریت کا خیال نہیں رکھتا۔ اور یگانہ و بیگانہ سے اُس کی توصیف کر کے وقعت و نیکانی بڑھاتا ہے یہی حال منشی صاحب اور حافظ صاحب کے فیما بین پیدا ہو گیا تھا ان کے خلوص نے اُن کے دل پر تسلط کر لیا تھا اور اُن کی ریسانہ غایت اور ذاتی محبت نے ان کو جھوٹ بنالیا تھا جب کبھی منشی صاحب لکھنؤ کے معزز طبقہ میں تشریف لیجاتے تو ان کو ہمراہ لیجا کر روشناسی کرتے اکثر بار منشی ناصر علی صاحب ساکن لاٹون منشی سعید صاحب بگرامی اور اسی قسم کے دیگر حضرات کے بیان حافظ صاحب کو لیکے ایک مرتبہ راجہ بنیادو صاحب تعلقدار شکر پور اور راجہ رگھوناتھ صاحب تعلقدار ستایان سے سرحدی معاملہ پر جھگڑا پیش آگیا اور وہ طول پکڑ کر شاہی مہکار تک پہنچا نواب علی نقی خان مدارالمہام تھے اور ان کے نائب منشی صاحب مدوح تھے اکثر مدارالمہام صاحب حکم دیکر محل میں چلے جاتے اور احکامات کا اجرا منشی صاحب کے قلم سے ہوتا جب یہ جھگڑا منشی صاحب کے روبرو پیش آیا تو وہ موقع کے معائنہ کو خود تو نہ جاسکے مگر اپنے اطمینان کے واسطے بطور کمیشن کے حافظ صاحب کو تصفیہ کے لیے بھیج دیا جب یہ وہاں گئے تو دونوں راجاؤں کے بیانات اور ثبوت لیکر اُنھوں نے سرحد قائم کر دی اور رفعِ تہر کے چلے آئے واپسی کے بعد منشی صاحب نے دریافت کیا کہ کسی نے کچھ آپ کی بھی خاطر کی اسکے جواب میں آپ نے کہا کہ سرکار شاہی سے جو مجھے تنخواہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے اور جناب کی عنایت سے مجھے کسی بات کی تکلیف نہیں اسکی کیا ضرورت تھی جنسِ غیرہ کی کثرت رہی اتفاق سے اُسی زمانہ میں فریقین مقدمہ سے کوئی راجہ صاحب منشی صاحب کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور اثر فی وغیرہ نذرین پیش کی نشی صاحب نے ازراہ چشم نمائی حکمانہ
 لہجہ سے کہا کہ مجھے آپ کی نذر کی تمنا نہیں اس قسم کی مراعات کے حافظ صاحب مستحق تھے
 جو اس قدر مسافت طر کر کے وہاں گئے تھے اور تمہارے جھگڑے کو ختم کرایا اور تمہیں کچھ
 خیال نہ کیا اون رئیس نے نہایت معذرت کی بالآخر وہ نذرانہ کی رقم اونہیں کو دلائی
 ایک بار حافظ صاحب کسی قریب کی ضرورت سے اپنے وطن شاہ آباد کو لکھنؤ
 سے آ رہے تھے اٹھائے راہ میں چوری ہو گئی اور اس امر کی خبر نشی صاحب کو ہوئی
 اوسی وقت اونہوں نے چند سوار بھیجے اور بانگر کے زمینداروں کے نام حکمانہ جاری کی
 کہ تمہاری حدود میں یہ سرقہ ہوا ہے یا تو سرخ لگاؤ یا ان کے پاس سرقہ کا سوا وضع دو
 ورنہ تم بھی شریک ساراش سمجھے جاؤ گے اور اسکا تدارک تمہارے حق میں اچھا نہوگا۔
 چنانچہ اس حاکمانہ اثر سے حافظ صاحب کو نعم البدل مل گیا۔

حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ جن مجالس میں بڑے بڑے لوگوں کا گلدھر سے
 ہوتا تھا ان میں میری رسائی ہوا کرتی تھی چنانچہ دیانت دولہ کے یہاں جس مجلس میں
 واجد علی شاہ بھی رونق افروز تھے یہ بھی اوسیں شریک تھے اس مجلس کی وہ کیفیت
 یہ بیان کرتے تھے کہ بالاخانہ پر خاص اشخاص کی مجلس منعقد تھی ایک بار لوگ بولے کہ حضرت
 آتے ہیں کیا تو حضرت سلطان عالم بادشاہ و وہ تشریف لائے ہیں ہر شخص تعظیم کو اٹھا سب شاہ بیچے جملہ
 اشخاص بیٹھ گئے چونکہ موسم سرد تھا حضرت سلطان عالم ایک شیش قیمتی ہٹا اور بے ہوئے تھے اور اس میں
 قطاب لہ وغیرہ سستی ڈھاریں کا قریب و بڑا اثر تھا اوجہ سے بادشاہ کے چہرے پر ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی
 سونے سفید رنگ سپریاہ بالوں کی ڈاڑھی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی لاتی اور فدا مری شیش بیٹھا ہوا ہو۔
 لکھنؤ میں اکرم نولا خان صاحب شاہ بہاؤ پوری جو فرحت بین رسالہ دار می وغیرہ

عہدہ پر ممتاز اور خوش رجوان تھے حافظ صاحب سے برادرانہ مراسم رکھتے تھے ان کے پاس بھی آپ کی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔

جب راجہ جوالا پیر شاہ معزول ہوئے اور منشی محمد حسین صاحب کچہری سلطانہ سے ہٹائے گئے تو منشی صاحب بیکاری کے زمانہ میں پھر اپنے جادہ و منصب کے حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہوئے اس سلسلہ میں وہ اہل اسد اور مقبولان آدمی سے ملتے اور اپنے مقصد کے متعلق رجوع کرتے حافظ صاحب کا اکثر ساتھ ہوتا۔ اُس وقت لکھنؤ میں ایک درویش منور علی شاہ صاحب عجیب صاحب کمال تھے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں منشی صاحب اور نیز ان کے بھائی شیخ زین العابدین صاحب کے ہمراہ بارہا حاضر ہوا ان کی روشنفیر کا عجیب عالم تھا اگر کوئی شخص ان کی طرف سے بدگمانی کرتا یا انھیں خطرہ دل میں لاتا یا کچھ شخص کرنا تو شاہ صاحب تنبیہ اور یقین دلانے کی غرض سے اُس کے گناہ ماضیہ بیان کر دیتے اور وہ شخص اپنے عیوب و افعال قبیحہ سے واقف ہو کر مودب ہو جاتا ان کی مجلس میں کسی کو مجال بے ادبی کی نہوتی القصہ منشی محمد حسین صاحب ان کی دعا سے پھر اپنی جگہ پر بحال ہوئے۔ منشی صاحب کی طرح ان کے چھوٹے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بھی حافظ صاحب کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے منشی صاحب ازراہ اعتماد تقریبات میں باور چچانہ کا تعلق بھی ان کے سپرد کر دیتے۔ حافظ صاحب کے دل سے تازہ لیت منشی صاحب کے احسانات اور بڑا و فراموش نہ ہوئے اوس عہد میں منشی صاحب کے فرزند شیخ واجد حسین صاحب جو بعد کو ڈپٹی کلکٹر کی عہدہ پر مامور ہوئے خرد سال تھے۔ اور ان کے بھتیجے شیخ احمد حسین صاحب بن شیخ زین العابدین صاحب بھی مسن تھے۔

وہ مخاطبت میں حافظ صاحب کو چپا کہا کرتے تھے جب شیخ احمد حسین صاحب ضلع ہردوئی میں بعدہ ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوئے اور بتقریب دورہ موضع گڑھی تشریف لائے اور حافظ صاحب اونسے ملنے گئے تو انھوں نے قدیمی مراسم معلوم کر کے آپکی نہایت تعظیم و توقیر کی اور ہردوئی میں دعوت وغیرہ بھی کی اور اپنے بزرگوں کے قصے کہتے سنتے رہے۔

الماس علیخان جو فوجی افسر بادشاہی مقرب تھا اور مجلس امین و سکی بہن بادشاہ کی منظور نظر تھی اونسے بھی قرآن شریف حافظ صاحب سے پڑھا تھا اور حافظ صاحب کا بہت لحاظ کرتا تھا۔

منشی صاحب کے لطف عام اور خانیخان شاہجہان پوری چکلیدار کیوجہ سے راجہ نواب علیخان صاحب بہادر میں محمود آباد کی خدمت میں بھی حافظ صاحب کو بے محنتی حاصل تھی اور راجہ صاحب مدوح نہایت رسیانہ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جو کوئی کسی کام پیش آیا تو حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے جا کر عرض کیا اور انھوں نے اسے توجہ فرمائی۔ بعدہ چکلیداری جب خانیخان کو ضمانت کی ضرورت پیش آئی تو مقیم الدولہ راجہ نواب علیخان بہادر قیام جنگ ضمانت کروا کرتے تھے اور خصوصیت سے انکے مکان پر قدم رنجہ فرماتے تھے جب کبھی راجہ صاحب بہادر خانیخان کے یہاں بتقریب دعوت تشریف لاتے تو حافظ صاحب خاطر و تخطام میں مصروف ہوتے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ جمعہ خان سلیمانی شاہ آباد کے مشہور و خوش ذائقہ لکیر محمود آباد گئے مگر راجہ صاحب کو وہاں نہ پایا معلوم ہوا کہ کھنڈ میں تشریف فرما ہیں لہذا لکیر کھنڈ پہنچے

اوسوقت میں راجہ صاحب بارہوری واقع تالاب حسین آباد میں قیام فرماتے تھے حافظ صاحب
 جمعہ خان کو لیکر راجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ظہر کا وقت تھا حافظ صاحب
 نے راجہ صاحب سے کہا کہ ایک صاحب دور و دراز سے آپ کے شوق اور دستِ کم
 کا شہرہ سکر چند ہنگیان آمون کی بڑے اہتمام سے لیکر محمود آباد میں حاضر ہوئے تھے
 وہ ان آپ کے نہ ملنے سے وہ لکھنؤ آئے مگر افسوس کہ اس عرصہ میں وہ انہی خراب ہو گئے
 اور وہ بیچارے بہت اندوہ مند ہیں راجہ صاحب نے فرمایا کہ بھلا اب ان آمون کو کیا کیا جا
 حافظ صاحب نے کہا کہ ان گٹھلیوں سے لاجواب پودہ تیار ہو سکتی ہے چنانچہ راجہ صاحب
 نے ان کے تخم بونے کا حکم دیدیا اور جمعہ خان کو ان آمون کے صلہ میں ملا مال کر دیا یہ امر
 صرف حافظ صاحب کی حسنِ رسائی اور خوش بیانی کا ثمرہ تھا کہ وہ بیکار پھل بھی ٹھکانے
 لگے اور لہجہ سنے واسے شخص کی محنت و صول ہو گئی ورنہ ایسی صورت میں کون امید کامیابی
 کی ہو سکتی تھی قیمت انہی کا نقصان اور آمد و رفت کی محنت برداشت کرتا ہوتی۔

چودھری سند علی صاحب تعلقہ دار سندیلہ سے بھی حافظ صاحب کے ملزم تھے۔
 اور وہ نہایت اخلاقِ رسیانہ سے پیش آتے تھے سر مجلس آپ کی توقیر و خاطر کرتے جس
 زمانہ میں کہ شاہی فوج سندیلہ میں آکر ٹھہری ہے اور حافظ صاحب بھی سندیلہ گئے ہیں
 تو چودھری صاحب اکثر اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے اور کھانے وغیرہ کے صلہ
 انتظام کرنے کے مانع تھے چودھری صاحب اپنے عہد کے رؤسا میں ایک ممتاز و جلیل
 رئیس تھے ان کی علمی قابلیت و انتظامی لیاقت ضرب المثل تھی ان کو خوش لباسی سے
 کمال شوق تھا جب کبھی حافظ صاحب کا کوئی کپڑہ کمزور دیکھتے اوسکو ازراہ خوش مذاقی
 چاک کر دیتے اور نئے لباس کا اصرار کرتے اور اس کے صرفہ و قیمت کا انتظام اپنے متعلق

کرتے۔ اسی طرح اونکے چھوٹے بھائی چودھری محبت علی صاحب جو اپنی فیاضی و پاکبازی
میں مشہور روزگار میں گزرے ہیں حافظ صاحب کی نہایت تکریم و مدارات کرتے تھے
حافظ صاحب کو اہل کمال کی صحبت سے بھی بڑی دلچسپی تھی اکثر وہ لکھنؤ میں باسخ
آتش اندیس و غیرہ کی صحبت میں جاتے اور اونکے عام مجالس میں شریک ہو کر شعر و سخن
سے خطا و ٹھٹھاتے حافظ کی خوبی سے صد ہا شمار برجل حافظ صاحب کو یاد تھے شعر کے
علاوہ نامی گرامی علماء و فقرا کی خدمت میں بھی وہ حاضر ہوتے اور اونکے برکات و محرمات
سے استفادہ کرتے چنانچہ مولوی عبدالوالی صاحب مولوی نور صاحب فرنگی محالی مولوی
تراب علی صاحب سے جید علما مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی مولوی امیر علی صاحب
شہید اور اس قسم کے دیگر حضرات سے ملے ہیں۔

غلام امام صاحب میلاد خوان سے بھی ملاقات تھی مولوی صاحب کی بزم میں
دن بھر چاکا دور رہتا تھا اکثر وہ کھڑے ہو کر حضرت سرور عالم کے حالات پڑھا کرتے تھے
اور کمال ادب سے نام نامی حضرت سید المرسلینؐ انہیں لیتے تھے اور حضور کے صفاتی
اسما مثل ہمارے بادشاہ دوسرے سلطان دو جہان محبوب خدا اور دیگر اسی قسم کے
خطابات سے مخاطب کرتے آواز میں چندان رنگینی نہ تھی مگر کچھ ایسا درد اور عشق صادق کا
اثر تھا کہ سامعین بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک روز فتح علی میاں صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس
حافظ صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہ میان راحت جنگی ٹھمریاں مشہور ہیں آگئے۔ اوس
زمانہ میں حضرت مولانا کا وصال ہو چکا تھا اور انھوں نے یہ ٹھمری
اُن سے فتح علی کھلیت ہو رہی۔ جن سے لگی مری پیم کی ڈوری

پڑھی اور ہر ایک طرف اشارہ کیا اور سوت ایک عجیب سمان تھا حاضرین پر رقت طاری
 تھی کلام کی مقبولیت اور مولانا کے تصرف کا جلوہ پھیلا ہوا تھا
 لکھنؤ کے نواح کے مشہور قصبات مثل امیٹھی نیو تینی کا کوری خیر آباد وغیرہ کے اکثر نامور
 اشخاص سے حافظ صاحب کو اچھی طرح روشناسی حاصل تھی۔

حضرت سید معشوق علی صاحب خیر آبادی جو صاحب باطن اور بڑے متراض
 درویش گذرے ہیں حافظ صاحب کے پیرو مرشد تھے۔ خیر آباد میں سید صاحب موصوف
 کے یہاں حافظ محرم علی صاحب کی صحبت کا شرف بھی حافظ صاحب کو حاصل ہوا تھا۔
 اگر حافظ صاحب کے مرام کی تفصیل کی جائے تو ایک دفتر ہو جائے جب کبھی وہ
 بیٹھتے تھے تو بیسیوں نامور اشخاص کا تذکرہ کرتے تھے۔

اکثر معاملات میں لوگوں نے حافظ صاحب کے ذریعہ سے اپنے مقصد کو مجموع
 کیا ہے چنانچہ حسن علیخان جو خالص پور کی طرف کے رہنے والے تھے جب انھوں نے
 چکلیدار شاہ آباد کی نیابت کی خواہش کی تو حافظ صاحب ہی کے توسط سے یہ تحریر
 کرائی۔ اُس زمانہ میں حافظ عبدالصاحب شاہ آباد کے چکلیدار تھے حافظ صاحب نے
 چکلیدار صاحب موصوف سے ان کی خواہش ظاہر کی انھوں نے جواب دیا کہ حسن علیخان
 کے مزاج میں جبر و تشدد کا مادہ زیادہ ہے اس لیے میں پس پیش کرتا ہوں مگر آخر میں تمہا کام
 نہ چلا اور حافظ عبدالصاحب کو مددگار کی ضرورت پیش آئی اور حسن علیخان کو ناسب بنایا۔
 جس وقت میں حافظ صاحب چلتے پھرتے تھے اور زمانہ ان کے موافق تھا حکام
 کی خدمت میں بھی ان کو رسوخ حاصل تھا مجسٹریٹ ضلع اور حاکم تحصیل و پرگنہ ان کی عزت
 کرتے تھے اکثر واقعات ان کے قابل ذکر ہیں چنانچہ ڈپٹی اکرام اللہ خان صاحب کا کوری جبکہ

حاکم تحصیل تھے اور جامع مسجد شاہ آباد نزولی تھی اسکی داگداشت کی بابت بھی ٹیپ صاحب موصوف نے حافظ صاحب کو صلاح دی تھی۔

حافظ صاحب میں صافگوئی کا مادہ بھی تھا ایک بار کا قصہ ہے کہ سیتاپور میں صاحب کشر سے ملنے نواب دست علیخان صاحب تعلقہ دار باسٹا نگر گئے اور بھی رؤسا وہاں فروکش تھے حافظ صاحب بھی اوسجگہ موجود تھے منشی سید فضل رسول صاحب تعلقہ دارجلالپور رئیس سندیلہ نے نواب صاحب مدوح سے اونکے فرزند نواب حسین علیخان کی بابت دریافت کیا چونکہ نواب صاحب اپنے فرزند سے اوس زمانہ میں کچھ ناراض تھے ایسے بیٹے کی پرستش کی مگر حافظ صاحب نے نواب صاحب کی ناگواری کا خیال نہ کیا اور مواجمہ میں امر واقعی صاف صاف کہ دیا۔

بعض یورپین صاحبان بھی حافظ صاحب کے طرز مزاج کو پسند کرتے چنانچہ ہارول صاحب اکثر آپ سے ملنے میں دلچسپی لیتے۔ اور حافظ صاحب بھی اونکی خاطر کرتے اور صاحب بھی کوئی چیز تحفہ مثل لکھنؤ کے خرپڑہ وغیرہ کے لایا کرتے۔ حافظ صاحب کے حافظ کی خوبی اور سہت بیانی کے متعلق ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ جب اس خاکسار نے تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اور حالات دریافت کیے تو حافظ صاحب نے سلاطین اودھ اور باشندگان شاہ آباد کے متعلق اکثر واقعات بیان کیے اونکے بعض بیانات کتابوں میں بھی ملے اور مطابق پائے گئے۔

قونے اونکے بہت اچھے تھے باوجودیکہ سو برس سے عمر تجاوز ہو گئی تھی مگر اعضا صحیح حواس درست تھے اگر اس آخری عمر میں سرکار خرم اور جالندار کی زیرباری اور مصافحہ کی کثرت وغیرہ کے افکار نہ ہوتے تو اس سے بھی جہانی حالت اونکی اچھی رہتی۔ حافظ صاحب

کی ہجری منقوش تھی اور یہ سچ علی امامین ست و منم غلام علی +
 کندرہ جمالیعین کا خدات پر ہر مذکور راقم نے ثبت کی ہوئی دیکھی ہے
 حافظ صاحب قوم کے پٹھان سلیمان خیل تھے آپ کے والد احمد علیخان ذاتی
 شجاعت و شہداری اور پابندی صوم و صلوة میں مشہور تھے علاوہ اپنی برادری اہل وطن
 کے عمائد اور علماء لکھنؤ میں جبکہ وہ جاتے تو قیر سے جگہ پاتے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ
 دیوان رحیم وادخان صاحب محلہ سلیمانی کے بانی اور نواب دلیر خان کے ہمسفر تھے۔
 دیوان صاحب کے پوتے امانت خان اور ان کے صاحبزادے عبداللہ صاحب
 احمد علیخان کے والد بزرگوار تھے راقم نے شجرہ اس خاندان کا مرتب کر کے ذیل میں درج
 کر دیا ہے اوس سے مفصل شاخوں کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ افسوس کہ ۲۸ محرم ۱۳۱۸ھ
 مطابق ۱۰ فروری ۱۹۰۰ء شب جمعہ کو حافظ صاحب نے ایک سو پانچ برس کی عمر میں
 انتقال کیا انا لکھنؤ وانا لکھنؤ راجون ۱۰ چونکہ راقم کے شفیق اور عم نامدار تھے اور نہایت سست
 رکھتے تھے اسوجہ سے اس وائی مفارقت کا نہایت ملال ہوا کسی مادہ نکال کر قطعات
 منجماہ اوکے یہ مصرعہ تاریخی غلام علی خان ۱۰ گئے بے بدل ہے اور بخوف ملالت
 صرف ایک قطعہ بیان تحریر کیا جاتا ہے ۱۰

صدیف رفت عم گرامی ازین جهان شد مبتلا بربخ و الم جان ناصبور
 کن سبر اختیار مظفر برشته دل تاربخ نعتال بکوبطالب غفور

راقم نے حافظ صاحب کی تصویر بھی لکھنؤ ہی ہے جو شامل کتاب ہے۔

حافظ صاحب کا نام نہال کنہر پور واقع محلہ بڈریا میں تھا جس علیخان خلیل قوم کے
 پٹھان جو نہایت شہ زور اور نواب آصف الدولہ کی سرکار میں پانچ روپیہ یومیہ پاتے تھے

عبداللہ خان صاحب کو پردیس خان کی دختر منسوب تھیں انکی دو لڑکیاں بھی تھیں ایک
 تاجرواد خان اور دوسری ذوالفقار خان کو منسوب تھیں پردیس خان جہان خان کے
 فرزند تھے جہان خان کی دختر مست خان کو منسوب تھیں شاہراہ خان صاحب بوان حیم خان
 کے بیٹوئی اور یک جہری تھے۔ ان کے فرزند دادو خان تھے مگر انکا زیارہ سلسلہ میں
 چلا جہان یار خان کی دختر ستم علیخان کو منسوب تھیں جنکے بطن سے نواب مقصود علیخان
 پیدا ہوئے۔ بخش اسد خان کی دختر منصب علیخان کو منسوب تھیں عبداللہ خان کے دو
 فرزند اسد علیخان اور شادول خان بھی تھے مگر لادہ رہے اور اس وجہ سے ان کا نام
 شجرہ میں داخل کرنا بیکار سمجھا گیا۔

مولوی محمد منصب علیخان صاحب سلیمانی

آپ احمد علیخان کے فرزند اور حافظ غلام علیخان کے چچوٹے بھائی تھے نہایت
 سنجیدہ اور ذکی طبیعت پائی تھی اپنے ہمیشوں میں بالیاقت ہوئے الشاہر دازی اور
 موزدن طبعی دونوں قسم کی قابلیت سے بہرہ ور تھے۔ چونکہ آپ کے والد بزرگوار اور
 برادر نامدار سرکار لکھنؤ میں ملازم تھے اسلئے آپ کی تربیت و تعلیم شاہ آباد اور لکھنؤ میں
 ہوئی پیشتر ابتدائی کتابیں شاہ آباد میں مرزا جعفر علی بیگ صاحب سے جو ایام غدر میں
 شہید ہوئے پڑھیں اسکے بعد لکھنؤ میں مولوی امیر علی صاحب کی شاگردی کا شرف
 حاصل کیا۔ زمانہ شباب میں عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب سہوانی سے جو
 عالم و رویش سیرت اور مولانا عالم علی صاحب مولود آبادی کے شاگرد تھے تحصیل کی

(حاشیہ متعلق صفحہ ۹۰)

۱۔ حضرت مولانا شریع و فقہ میں کتنا سے روزگار بزرگ ہوئے آپ شیخ احمد عرفت ملاجیون کی اولاد ملاجیون تھے ملاجیون اورنگ زیب بادشاہ کے اوتنا دوست تھے اور عہد عالمگیری سے فرخ میر کے عہد تک متعلق رہے۔
 ۲۔ امام اور شیخ الاسلام رہے۔ ملا صاحب نے سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور ۲۰ سال کی عمر میں تفسیر احمدی اور ۵۰ سال کی عمر میں بمقام مدنیہ منورہ نورالانوار تصنیف کی سلسلہ ہجری میں وفات پائی اور اپنے وطن امیٹی میں مدفون ہوئے فرار و مدرسہ آپ کا مشہور ہے۔ مولانا امیر علی صاحب شیخ محمد بخش کے صاحبزادے اور ملا صاحب کی پانچویں پشت میں تھے مولانا نے علم ظاہری کھنوں میں تحصیل کیا ۱۸ برس کے سن میں مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سدھی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شہنوی منوی شریع مشکوٰۃ شریف و بعض تصانیف شیخ محمد الدین ابن عربی کا درس لیا۔ سات برس تین ماہ سترہ روز صحبت استاد و پیر میں حاضر رہے اسکے بعد سلسلہ ہجری میں مدنیہ منورہ بیعت لے کر مشرف ہوئے مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب نے خلافت بھی عطا کی آپ کو کہیں سے متقی و دیندار واقع ہوئے تھے حضرت پیر مرشد نے کرار ارشاد فرمایا کہ امیر علی کو ہر بے بہا ہے بعض کہتے ہیں کہ انھوں نے آپ کو امیلمونین بھی کہا تھا چنانچہ سب ارشاد ہدایت خلق و جہاد وغیرہ میں مصروف ہوئے آپ کے فیضان صحبت سے ہزار ہا شخص کو صوم و صلوة کی توفیق ہوئی منہیات سے باز رہے صد ہا مسلمان مرید و فیضیاب ہوئے جب آپ پر زیارت خانہ کعبہ کا جذبہ غالب ہوا تو بے زاد راہ عرب چل دیے دو سال تین ماہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور فیض و برکات حاصل کئے۔ دوسری مرتبہ ایک جم غفیر سے آپ حرمین کے عازم ہوئے ہر پر قدم پر دو رکعت نماز ادا کی ہزاروں مومن جو ہمراہ تھے غیب سے روزی پاتے تھے دوسری بار دایس اکثر تارک الدنیا ہو گئے اور جنگل میں ایک مسجد بنام بنا کر تکلف و متوکل ہو کر بیٹھ گئے۔ غلام محمد صاحب جو والد ماجد نشی غلام امام صاحب شہید اور بندگی میان نظام الدین صاحب کی اولاد مجاہدین تھے آپ کے مرید ہوئے آپ نے اپنے پیر و مرشد کی کلاہ ادکے سر پر رکھی اور نہ محبت آئی غالب ہو گئی عالم دیا میں بندگی میان ہدایت خوشنود ہوئے۔ بیٹی میں مولوی عبدالاحد خلیفہ اعظم باریاب شاہ نے آپ کو ایک کلمہ سخت کہا انھوں نے اپنے حق میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب دیکھا اور تائب ہو کر معتقد ہوئے۔ سلسلہ ہجری کو اجداد حیا میں جب مسجد مہدم کی گئی تو ہزاروں لوگوں نے آپ کو امام بنایا آپ حجت دینی کی وجہ سے خدمت اسلام کو اوٹھے نواب علی نقی خان نے دغا کی مگر آپ نے غیرت ایمانی سے متحد نہ پھیرا اور چارہ صفر روز شنبہ سنہ مذکور کو جو انور دی سے لو کر شہید ہوئے (باقی صفحہ ۹۰)

بلکہ تعلیم کے سلسلہ میں مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ دہلی بھی تشریف لے گئے تھے
 لیاقت کے علاوہ شہرستی طور پر خوش الحانی خوشخطی نیز فہمی وغیرہ کے اوصاف آپ میں
 موجود تھے جسمانی قوت خوبصورتی و موزون اندامی کا حصہ بھی قدرت نے عطا کیا تھا
 فقر اور اہل کمال کی صحبت سے آپ کو ابتدائی عمر سے شوق تھا شیخ عنایت حسین صاحب
 مرحوم کہا کرتے تھے کہ آپ کو انیس کے کلام سے بہت دلچسپی تھی جو وقت میں کہ آپ کا
 لکھنؤ میں قیام تھا اس زمانہ میں میرنیس صاحب کی شاعری شباب پر تھی جو کوئی اُن کا
 نیا اور اچھا مرثیہ مشہور ہوتا یا وہ پڑھتے میں اوسکو لے آتا اور آپ لکھ لیتے لکھنؤ میں جب
 آپ پڑھتے تھے اوس عہد میں ہر فن کے کا ملین سے لکھنؤ بھرا ہوا تھا اکثر آپ نامی شعرا
 اور مشاہیر علم کی خدمت میں جاتے اور فیض صحبت حاصل کرتے اسی وجہ سے علمی مذاق
 کے ساتھ نفاست اور آسائش پسندی کا اثر وہاں کے باشندوں کی طرح آگیا تھا۔
 شوقیہ طور پر کچھ مدت تک آپ نے ضلع ہردوئی میں ملازمت کی اور پھر اوسکو ترک کر دیا۔
 وہاں شی قمر علی صاحب وغیرہ سے دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے تھے سب بھائیوں میں
 چھوٹے ہونے سے ناز پروردہ بھی زیادہ تھے اور بعد انتقال والد بزرگوار کے بڑے
 بھائی حافظ غلام علی خان نے نہایت دلبوئی و شفقت مرہبانہ اُن پر فرمائی۔
 جب شاہی جاتی رہی اور انگریزی عملداری ہوئی تو ہر سہ بھائیوں کا شاہ آباد میں

(بہر عبارت حاشیہ صفحہ ۹۱ متعلق صفحہ ۹۲) سر میدان کفن بردوش دارم: آپکا مصرعہ پڑھا ہوا وہ تاریخ ۱۲۰۰
 آپکا اشتہار منظم تجاہلت و اجد علی شاہ قابل دید ہے اور کرامتیں بہت سی مشہور ہیں۔ رُردولی کے پڑوسی کو
 ایک نفس کے دفن ہونے کی ہدایت کی دریا بادین آپ کا لشکر پڑا ہوا تھا خشک کنواں آپ کی دعا
 سے لمبریز ہو گیا تھا۔ بعض شہدا کی نفس ایک ایک ماہ خون سے تر و تازہ پڑی رہی اور قتل و
 دفن معطر یا گیا۔

سنسلی غلام ہوا اور دیہات کی طرف بھی کافی آمدنی غنی توجہ مبذول ہوئی ہر ایک بھائی نے علیحدہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ پنانچہ عدالتی معاملات و مقدمات حافظ غلام علیخان کے متعلق تھے۔ زراعت و سیر کی کاشت کی نگرانی خادم علیخان کے ذمہ تھی سیاق و سباق وغیرہ کا تحریری کام آپ کے متعلق تھا۔

اس صورت میں اس خوش اسلوبی سے کام انجام پذیر ہوا کہ کاروبار میں رونق پیدا ہو گئی اور عرصہ تک انتظام بڑے اچھے پیمانہ پر چلتا رہا باوجود اس خوش تظاہری ہوشیاری کے آسائش پسندی و ناموری کے خیالات سے مصارف کا اندازہ نہیں کیا گیا اور اخراجات اپنی حد سے بڑھتے گئے جبکہ مدنی کافی نہوئی تو قرضہ لیا گیا اور اس کا سود بڑھتا رہا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ جائداد زیر بار ہو کر ضائع ہو گئی اور خیر حاصلہ دسکاباقی رہ گیا۔

ظاہری علم کے ساتھ آپ کے مزاج میں خدایتی اور گھٹائی کا مادہ ہی موجود تھا پیشتر حافظ محمد اسلم صاحب خیر آبادی کے مرید ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد سید شمسیر علی صاحب عرف میثد شاہ علیہ الرحمہ کے طالب ہوئے۔ شمسیر پیر نے اپنی کامل توجہ سے رنگ ویا اور عشق کا درد دل میں پیدا ہو گیا تصوف کی کتابیں اکثر مطالعہ میں رہتیں۔ اور حاجی محمد امین صاحب اختیار پوری جن سے کمال الہیت تھی مجالست رکھتے۔ آپ کے تخیال میں شرب میر شمسیر علی صاحب بھی تھے چنانچہ میر صاحب موصوف جب تشریف لائے تو علی مشاغل کے چرچے رہا کرتے تھے کوئی کتاب لکھی باقی اور کبھی پڑھی جاتی تھی۔ ستر آئینہ شہزادہ محمد داراشکوہ میر صاحب ہی راجہ دیپ سنگھ تعلقہ دارسویاج پور کے پاس سے لائے تھے اور اس ضخیم کتاب کو آپ نے تمام و کمال لکھ ڈالا تھا بارہا فقر اس قسم کے آئے جن میں سالک

و مخدوب و صاحب کمال ہوتے اُن سے نہایت پاکیزہ گفتگو ہوتی۔ بعض فقیر ولی
 خطرات اور ذاتی راز بیان کر دیتے۔ آپ کی لیاقت کے ثبوت میں ایک یہ امر بھی ہے کہ
 بادی میں کوئی مناقشہ پیش آیا تو اسکی چجایت کے لیے آپ کا بھی انتخاب کیا گیا اور
 اس قسم کے فیصلہ نامے آپ کے قلم کے لئے ہوئے دیکھنے میں آئے۔ میلاد شریف پر چنا
 تو خاص آپ کا حصہ تھا بلا خیال تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ سے تا ابد ہم آپ
 رنگ کا میلاد پر ہنسنے والا نہیں نظر آیا۔ خوش الحانی کے ساتھ آواز میں ایک در دیا تھا
 کہ جو سامعین کے دل پر عجیب اثر ڈالتا تھا۔ بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا کہ متصل
 میلاد شریف منعقد ہو کر سامعین مجتمع ہوئے اور آپ کو جانے میں کچھ دیر ہوئی تو آپ کا
 انتظار کیا گیا اور تا پہونچنے آپ کے سامعین نے دوسرے کا پڑھنا پسند نہ کیا اور گلو
 ضرور نالوایا چنانچہ نواب۔ دست علیخان کے بیان بھی اسی قسم کا معاملہ پیش آیا تھا۔
 اس نواح کے معزز و مشاہیر لائق اشخاص نے آپ کی تعریف کی چنانچہ خود راقم کے روبرو
 حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطباء نے جنگی قابلیت و خوبان مسلم الثبوت ہیں کہی بار
 بیان فرمایا کہ شاہ آبا د میں منصب علیخان نہایت بالیاقت شخص تھے اور مجھ سے اُن سے
 عزیزانہ مراسم تھے۔ اسی طرح منشی شیخ رفعت علی صاحب میں شاہجہانپور جو نہایت
 تیز و طرار و قابل انسان تھے انھوں نے بھی سبیل تذکرہ راقم سے کہی بار کہا کہ شاہ آبا د
 میں میرے دوست منشی منصب علیخان نہایت خوشرو اور ذی لیاقت اشخاص میں گئے
 ہیں انھوں نے اوکی قضا نے بہت جلدی کی آپ کا کلام بہت فصیح اور بندش نہایت اچھی
 ہو کرتی تھی اکثر غزلیات ثنویات اور مناجاتیں وغیرہ تصنیف کیں مگر غایت شغنائی
 سے بے احتیاطی سے ڈالیں اور کبھی او کو بیاض کی صورت میں جمع نہ کیا جس کا دل چاہا

وہ کلام لکھ گیا بعض خیرین جو راقم کو اُن سے دستیاب ہوئیں وہ موجود ہیں اُن سے بطور قصداً
کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں

غزل من کلام مولوی منشی نصیب علی خان صاحب جمہور

<p>چمک نکلی ہے جب سے ابرو شیر قاتل کی کمان ہاروت اور ماروت نے زہر سے الفت کی سیاہی مٹ کے پونجی خوشی چاند نظر ل کے طبیعت شب کو پہلی آہٹان جس سے اپنی فراق یا میں نعمہ نہیں اک شور ماقہ ہے غزل خوانی کا چہر چا جس خوبان کا تماشہ ہو</p>	<p>مری کھون میں صورت پھر ہی ہر منہج سہل کی مہینوں میں ہم کرتے ہے ہن چاہ بابل کی حقیقت کھلائی جب آب و آتش باد و رگزل کی چکوروں سے سنی ہمنے کہانی ماہ کامل کی جگر میں چمکیاں لیتی ہیں منقارین عنادل کی بہم ہیں صحبتیں کیا ان دنوں یاران کیدل کی</p>
---	---

علاقہ حور سے اوسکو نہریوں سے تعلق ہو
مختارے عشق میں منصب ہے یہ جاگیر حاصل کی

اس غزل کا ایک شعر جس کا مطلع یہ ہے ممکن نہیں پری تیری تصویر کا جواب

نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے

یہ دونوں نور چشم محمد بن حبیشال شہر کا ہے نظیر نہ شبیر کا جواب

ایک مناجات کے بعض شعر یہ ہیں

<p>خداوند اکرم اپنا تو کر دے کہ تیرے عشق سے مسموم ہو جائے وہ دل اپنے نرم سے تو عطا کر</p>	<p>مراد دل شوق سے اپنے تو بھڑے مراد دل نور سے مسموم ہو جائے بھرا ہو عشق سے تیرے سرسرا</p>
---	---

میرے دل میں طیش و عشق کی دے اکسی شہر دل کو کر تو آباد دوئی کے ترنما کو دل سے مٹا دے ترا چند بہ عنایت کا جو آجائے تو گر چاہے تو بد کو نیک کر دے طفیل مصطفیٰ میرے خدایا	کہ جس سے جل و جہنم سیر کر گزیرے محبت خانہ عشق سے مستم زاد تو اپنا جام وحدت کا پیلا دے تو ہم پر ہو بکنا بل و ہو جائے میرے دل کو صفائی کا اثر دے تو کیجیو خاتمہ سربالغیر میرا
--	--

ایک نظم میں دوست کی جذباتی اور زانہ کی نیرنگی کی کیا اچھی تصویر کھینچ کر دکھلائی ہے۔

کچھ محب کار گاہ عالم ہے چمن دہری سے ایسی بہار کسی گلشن میں آگے جو بہار مثل گل ایک دم جو کوئی ہنسنا ہے جو رنگ جہان طلسم مثال رنگ گلشن تھا کامیہ احزان چمن تھا دل کو اور تسلی تھی ایسی ہذا نگہ ان ہو آئی ایسے جھوٹے غم غم کے چلے تھا بے غل مراد خرم و شاد جس سے راقم کی زندگانی تھی مجھ کو اس گل سے کر دیا ہجر	شادی و غم جہان میں تو ام ہر پہلو سے گل میں چمن چھبے خار ساتھ اس کے خزان بھی ہوتیار غم و آفت میں ہر طرح سے چھپنا ساری باتیں ہیں اسکی خواب خیال تیسے قدموں سے ام گل خندان دن بدن عیش کی ترقی تھی چمن وصل میں خزان لائی نشک جس سے نہال لے کے ہوں صرصر غم نے کر دیا برباد عیش تھا دل کی کامرانی تھی جس سے رہتا تھا دل مرا مسرور
---	--

<p>سارمی رونق گئی نگار کے ساتھ پاؤں وحشت نے اپنے پھیلے لشکر غم جو آکے ٹوٹ پڑا ایسا فرقت نے بقرار کیا کوئی مونس ہوئے یاس نہیں گردش آسمان ستاتی ہے</p>	<p>گک جانار باہار کے ساتھ ہاتھ سوئے نے اپنے کھلائے سب متاع خرد کو لوٹ لیا جیب و دامن کوتا رہا کیا جز غم و درد آس پاس نہیں جان میری لبون پہ آتی ہے</p>
<p>اس قسم کی نظمیں طول طویل موجود ہیں مگر اندیشہ طوالت سے اختصار کو کام میں لایا گیا۔ ایک شہنوی جو نہایت سوز و گداز سے اپنے پیر و مرشد عارف باللہ شیخ شمس علی صاحب کے روبرو پیش کی تھی اور وہ پیر و مرشد کے حضور میں قبول بھی ہوئی تھی یہاں چند شعر اس کے</p>	
<p>تحریر کیے جاتے ہیں۔</p>	
<p>ہے کہان ساقی سراپا نور ایساوے ایک جام لائانی وہ زبان میں مری کرے تاثیر بحضور جناب مرشد پاک ہے جو وہ ہادی و غریب نواز حق نما آئینہ ہے او کی جبین ہے منور وہ روے نورانی کچھ عجب شان ہو عجب انداز ہو جیب آپ ہی محبوب</p>	<p>جلد دے ساغر شراب طوب جسکے پینے سے دل ہو نورانی حال دل جس سے سگب و ن تحری کہ ہے اکسیر جسکے در کی خاک درد مندوں کے دل کا چاوسا جس سے پیدا ہو صاف دین جس سے روشن ہو بزم عرفانی گاہ شکل نیا زگا ہے ناز آپ ہی طالب آپ ہی مطلوب</p>

خزان نور مصطفائی ہے
چشم رحمت سے جو کسے وہ نظر
جرطرت وہ کسے کرم کی نگاہ
دیکھ لے چشم قمر سے جس کو
ہے وہ آئینہ جمال و جلال
یکہ بہان کامیاب ہو اوس سے
کیا لکھے وصف بروت حضرت
ایک شمع اگر مستم ہو جائے
اسے شمع دست گیر ہر دوسلر
حضرت رضی کے عاشق زار
حضرت شوٹ پاک کے شدا
بعد صد شرح آرزو سے نام
میرا ہر موسے بن اگر موزان
رحمت خاص مجھ کی نازل
اس طرح بریہ بذل عام کیا
جان لاکھوں اگر خدا بخشے
شکر انعام گم شمار کروں
رات دن گرسے یہی نقشا
ابتدائی حضور سے لے شاہ

منظر شان کبریائی ہے
صورت اوسم نرم ہو پتھر
کوہ ہو جاوے ایک دم میں گاہ
ایک دم میں وہ خاک جلا کر ہو
اوس سے پیدا ہو یقین کمال
زینت شیخ و شاب ہوا اوس سے
کب زبان قلم میں ہر قدرت
خاصہ بھی مورد کرم ہو جاے
خادم و عاشق رسول خدا
اور حسنین کے نیا نگذار
قطب عالم پہ جان لے خدا
عرض کرتا ہے یہ خیف غلام
یک سر مونکر سکو نگا بیان
اپنے بندہ دن میں کر لیا شامل
خاص اپنا مجھے غلام کیا
آپ کے قدموں پر کروں صدقے
نقد جان سیکروں نثار کروں
تا قیامت کیا کروں اس
ہوں نہ عمدہ برا نہ گواہ

تا قیامت ہوگا مجھ سے ادا
 گو کہ حضرت نے پرورش سب کی
 فیکل و رب سے کر دیا آگاہ
 پر کیے اپنا حال کیا معلوم
 نہ بنا مجھ سے ایک کارافنس
 اپنی تقدیر کی ہے یہ خامی
 یعنی تھیل محکم والا کی
 ایک دم بھی رہا نہ خدمت میں
 نہ ہوا مجھ سے آہ ایک بھو ہمار
 دیکھیے کب تلک یہ بخت سیاہ
 دیکھوں کہ کیا نفس قہر زبون
 حاصل عین غم ملا مجھ کو
 اسکی تفصیل تا کھجبا لکھوں
 وہ یہ ہر غرض ایو شہ پر نور
 اس طرح کر دیا نجیف و نزار
 کردیا حق کو ایسا کاہسیدہ
 جان شالم لبون پہ آتی ہے
 اپنے امکان بھر دوا بھی کی
 دس برس سے ہوں مبتلا امین

شہ نے جو لطف مجھ کو کیا
 آگئی دمی شیت رب کی
 تا یہ گمراہ کہین نہ ہو گمراہ
 ہے عجب شوم کچھ مر المقوم
 میری ناکامی پر ہزار افنوس
 کہ مجھے رات دن ہے ناکامی
 حساب ارشاد کچھ نہ بن آئی
 بل پڑا اس سبب سے مستین
 کیوں نہوں اپنی رست سے نیر
 خوار رکھے مجھے یہ شام و بگاہ
 اس دل خستہ کو رکھے محزون
 درد و رنج و الم ملا مجھ کو
 ہے یہ بہتر کہ دعا لکھوں
 عارضوں سے ہوں اسقدر رنجو
 سارے کاموں سے میں ہونا چاہا
 ہر گھڑی رست سے ہوں نہ چھوڑ
 گردن شان ستانی ہے
 لاکھ چاہا کہ شفا ہوئی
 اور شش و پنج بھی ہوا امین

بیندین بار زیر بار ہوا
 ہر گھڑی سر میں درد تھا ہوا
 بس اس صاف یہ مفہوم
 زیست انسان کی پاداشین
 اپنے جینے سے بے بین ہوں
 ہو کے ناچار سے شہ والا
 میرے شہ آپ کا گدا ہو کر
 وہ بلا جس سے کاہش جان ہو
 دین دنیا کی ہر جو بربادی
 کہ سو آپ کے نہیں غمخوار
 قید اندوہ سے چھڑا دیجیے
 اس بلا نے مجھے کیا برباد
 المدد یا شہنشاہ عالم
 دوسری ہر یہ عرض ای مخدوم
 آپ کے وہ اگر پسند آجائے
 جنت تک عرش کبریا کا ہے
 ہے جنت تک کہ جلوہ ہا ہوت
 ہے لاہوت جب تک قائم
 ہے بہت تک کہ زینت ملکوت

رنج تو تھا سو وہ ہزار ہوا
 جان و تن گرو برد رہتا ہے
 کہ کجی پر ہے آجکل مقصوم
 زندگی کا کچھ عتبار نہیں
 ایسی ناچاری پر ہزار فسوس
 خدمت پاک میں ہوں عرض رہا
 میں رہوں غم کا مبتلا ہو کر
 روز و شب جس سرور حیران ہو
 اس لیے آپ سے ہوں فریادی
 کیجیے جلد چارہ ناچار
 اپنے بیمار کی دوا کیجیے
 اپنے غمگین کو کیجیے ایشاد
 ہوں میں امید و افضل فکرم
 شجرہ پاک ہے کیا منظوم
 خلعت فخریہ گدا پا جائے
 جنت تک ملک یہ خدا کا ہے
 ہے جنت تک کہ شوکت ہا ہوت
 ہے جبروت جب تک محکم
 جنت تک ہے شہادت اور ناسوت

<p>فیضیاب آپس ہوں پرو جان سمندون کی ہومرا حوصل ایسی اللہ کی عنایت ہو برکت پیر سے تو رکھ دل شاو جان دل سے فدائے پیر ہے شجرہ پاک کو کروں ارقام</p>	<p>ہے خورشید معرفت تابان تیرے صدقے سے اے محبوب ہول منصوبتہ دل کو صحت ہو ایکد اجب ملک ہوں آباد تن میں جب تک کہ جان اسیر ہے یہ عریضہ ہوا یہاں سے تمام</p>
--	---

نظم کے علاوہ کچھ حصہ شکر کا بھی بطور نمونہ کے فارسی اردو عبارت سے مہمان پر درج کیا جاتا ہے (خط اردو)

(نغمہ و نعلی)

جناب محوی صاحب قبا و کعبہ دو جهان ادا م اللہ ظلکم۔۔

پس از بجا آوری مراسم تسلیم بعد تمناے قدیم ہوس مدعا طراز یہ کہ بات عاے سلامتی ذات
بہ فردی مقرون عافیت ہے اس ایام سمنیت الیتام میں یہ فردہ جانفرا اور شباشت
سماعت میں آیا کہ جناب والا بفضلہ تعالیٰ برمی ہو کر اپنے دولتخانہ فیض کاشانہ میں تشریف
ائے سننے ہی اسکے قالب بجان میں جان آئی دماغ کو نازگی اور دل کو سرت تازہ
ہوئی ہم مایوس مشتاقان قدیموس پر جو ایک عالم ہر اس تھا اور میدان یاس میں مبتلا
تھے اسروز زندگی حاصل ہوئی اسکی خوشی ہم سب عزیزوں کو مبارک ہو ۵

(ایضا فارسی)

شفقت فرمائے خود ان اخوی جناب محمد حسین خان صاحب

آداب تسلیمات بجا آورده عرض می نماید کہ ورود تفاخر نامہ فیض شامہ عزت دارین حاصل گردید

برغمون مندرجه آگاهی کماهی دست داد و حال اینکه جناب حافظ غلام علیخان صاحب دو موضع
جسمی که رفته اند و اینچنین پایش شروع است از عرصه سه روز تشریف برده اند و سه روزی رود که در
موضع لکربانی هم پایش میشود و اینجا سواست بنده و برادر خادم علیخان صاحب دیگرست نیست و
کل کار روانی مثل هم رسانی قلیان و فکر طعام امین و دیگر ضروریات بر ذمه احمق و برادر موصوفت
لازم بود پان تمام روز همراه امین و پیمایش لکربانی و چاکو که مشترک موجودی میانما این جهت
در در دیگر فرصت حاصل نیست بعد مرور دو یوم حاضر خدمت عالی خواهیم شد میان حیدر را
فرموده دهست که نزد کرم علیخان رفته تعلیم پس آن کرم علیخان سرگرم باشند تصفیه تعلیق بنده دارند
مگر نخواه از دور و پیم ماهوار و یک وقت خوراک زاید نخواه یافت باقی امور خاطر داری دیگر حقوق
آغازی و عیدی و غیره را بنده فیصله کرده خواهد داد و هنگامیکه بنده حاضر خواهد شد آنچه که از شاد
عالی خواهد گردید بجا خواهیم آورد و زیاده بجز تنای قدسوی چه مطلع گنم -

عاصی محمد منصب علی عفی عنه

دیگر

موجود تو این محبت متحرع آئین مودت کرم گستر خاصان احمد یا خان صاحب
پس از سلام غلت انضمام که کلی است از گلشن اسلام مدعا تفویض آنکه حال باقرین محمد پروردگار
و نور سندی ذات سامی صفات را از حضرتش طلبکار - در جواب مراسله تحف بمضامین
لطف تضمین بختمی تملیق بمقدّمه معلومه سوخان صاحب و والده ماجده خود رنگ و عوول
رنجسته تشاوش را از دلم ربود و دست رونود حقیقت شناسا حسابیای که مفرمان انتظار
اطلاع تشریف آوری آن مهربان دینزدنق افروزی محمد محیل خان صاحب بموجب بیان
آن مردم مرسله صدمه انتظار را شد الموت بر خود گوارا کردم مگر تعجب که نه آن مهربان تشریف

از رانی فرمودند و نہ بمعین خان صاحب آمد و انکشاف حال رسیدن جمو خان صاحب و الہ سامی بر مکان دریافت گردید درین اثنا ارادہ فائز بودن بخدمت وافرالمسرت میداشتم لیکن بخیال علالت طبع غلام حیدر خان کہ آن صاحب بیادیت ایشان روند و بندہ محروم الملاقات شود و متعذر ماندم اکنون کہ حیدر خان صاحب درینجا آمدہ اند ہنگام ملاقات حال مزاج لطف المتزاج بمعین خان صاحب دریافتہ مسرور میگشتم و قصد تخفیف آنجا مصمم ہستم مگر تقدما للخطا اول گام فرسائی آنجانہ شدہ از کلمات مطلع نمودہ ام تر قریب دارم و دستر ضا میجویم کہ حالیا اگر تا یوم پنجشنبہ برائے تقرر کار مفہومہ حاضر شوم مضائقہ ندارد و اگر آن مہربان را درین امر تعذر باشد مطلع فرمائید اگر جواب پسندیدہ و غدرات مقبولہ پیل سخ خواہم دید مجبور و نہ ہرگز ہرگز راضی بہ التوانہ خواہم شد تا یوم پنجشنبہ درینجا خواہم رسید و ازان صاحب رین بارہ با دلائل نیاز مندانه پیش خواہم آمد این امر ملاحظہ طلبست کہ چندان عرصہ و دیر گردید و گفتگو می روند نیاز مند را از بار شاقہ انتظار برہانید انصاحب بفضلہ تعالی ہوشیار و دانا اند اندرین امور بموجب حکم خدا و رسول عجلت ضرور نظر بر آن مترصد کہ بندہ منتظر را آئیدہ بوادی انتظار نہ گذارند بنا بر ترقیم جواب معلومہ ممتاز فرمائید کہ نیاز مند ان مترصد را بعدم توجہات خستہ کردن نادر بیاست زیادہ طوالت تصوریدہ ختم کلام بر سلام نمودم فقط۔

آپ کی علالت کا قصہ نہایت افسوسناک ہے خارش معدہ کی شکایت سے دس پندرہ سال سے مختلف امراض لاحق رہتے اور اکثر عوارض کے علاج میں مصروف رہا کرتے تھے ایک سال آپ کو بوا سیر کے مرض کی ایسی شدید شکایت ہوئی کہ زلیست سے بایوسی ہو گئی مگر شافی حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے اس مرض سے شفا کے کلی عنایت کی اور غسل صحت ہوا جسکی خوشی میں مولوی حامد علی خان نے جو

قابل و شاعر مہر دان اور اپنی قوت حافظہ میں مشہور شخص ہیں اور اکثر کتب کے تصنیفات کے مطبع نشی نو لکھنؤ صاحب واقع کانپور میں طبع ہو چکے ہیں یہ قصیدہ بطور تسنیت کے اپنے عم نامدار کی خدمت میں پیش کیا جس کے بعض شعر درج کیے جاتے ہیں۔

کیون نہ ہر فرد بشر کو ہو سرت ہرم
کیون نہ بولے فلک ثبت شادی ہرم
کیون نہ بواغ میں ہر گل پہ بہارِ عالم
ماہر فقر و فنا و سبب جاہ و حشم
صاحب علم و حیا مورد الطافِ کرم
عابد و زاہد و مقبولِ خداے عالم
کشتی فیض شرف ابر بخا جس کرم
یعنی منصب علی جان قبلہ کعبہ کے عم
اس سب سے انھیں ہوتا تھا بہت عالم
بیسویں بار کیے خرچ ہزار دن درہم
ایک تلخہ بھی شفا کا نہ ملا اُن کو یہم
ہاے کس طرح کروں اس کا بیان میں تم
سخنیاں جان یہ کیا کیا ہوئیں ہی ہر دم
یہ عالم گتے تھے حق سے وہ باوید و غم
رحم کران پہ تو امیرِ ربِ رحیم عالم
نہ کوئی مونس غمخوار نہ کوئی ہمد

عم سے آزاد نہ کس طرح ہو سارِ عالم
کس طرح نکلے زمین سے نہ صد گشتنا
چمن ہر سے کس طرح نہ ہو دورِ خزان
عالم علم فتاد اقصی اسرارِ خدا
باعثِ جود و عطا موجبِ خلق و شفاق
کامل ہر فن و پابندِ شریعت دیندار
گوہر درج شرافت در دریائے وفا
سایہ چترِ خدا پشت پناہِ خروان
عارضہ و نکو تھا افسوس بہت عرصہ
سیکڑوں بار ہا اسیمینش دُخ او نکو
اک دانے نہ کیا فائدہ کچھ بھی لیکن
جو تکالیف ہو اُن کو مرض میں لاحق
کیسے کیسے دل مبتلا سے گزے
دیکھ کر او کی تکلیف غریب و احباب
دے مصیبت سے انھیں جلد بانی یارب
تجھ ہوا ہر نہ کوئی اُن کا مددگارِ رفیق

ہوئے تھے روکے وہ سب حق شوق شفا کے لپ
بتلا اس میں رہے آہ برابر دس سال
غسل صحت ہوا اللہ کی عنایت سے انھیں
دل کی امید جو تھی کی وہ خدا نے پوری
شاد و خندان ہوئے سب انکے عزیز و جفا
دن ہوا عید کا دن ات ہوئی وصل کی رات
لوگ ہر سو سے انھیں دیتے مبارکباد
الغرض شور خوشی کا تھا ہر اک سمت ہوا
سوچتا تھا کہ کوئی کیسے ایسی اب نہ کر
بارے اللہ نے کیا میری دعا کو مقبول
سال تاریخ کی بعد اسکے ہوئی جسم فکر
سال تاریخ شفا کے اسی وقت ضرور
اب دعا کے لیے ہاتھوں کو کروانے پئے بلند
ایا الہی رہے جب تک کہ زمانہ آباد
گردش انجم افلاک کا جب تک ہو یہ دور
حسن و ناسوت کا جب تک کہ نشان ہو قائم

سب کے تھا ورنہ زبان کلمہ ارحم ارحم
گیا رصوبہ سال میں اللہ نے کیا فضل و رحم
ہو گئی عارضہ کو ان کے شفا کل اہم
نرما کچھ بھی کسی طرح کا ان کو پھر غم
دل کے ہر ایک کے جاتا رہا سب رد و اہم
جایا بجائے لگی نوبت شادی چہم
ہو گیا کیا کمون میں سارا خوشی کا عالم
میں بھی اک گوشہ خلوت میں پڑا تھا حرم
کہ رہوں یاد زمانہ کروں کچھ ایسا تم
یعنی احوال کیا میں نے یہ سب بند قلم
طرفہ صنعت کی یہ تاریخ بھی کی سینے رقم
میں ہر مصرعہ آخر کے جون ہوں جمع ہوں
کیا عجب ہیں جو ہو مقبول خدا کے عالم
چلتے پھرتے ہیں جب تک زمین پر آدم
مہ خورشید ہیں جب تک یہ فلک پر قائم
ہاں ادا رہی ہے جب تک کہ یہ عرش اعظم

تندرستی سے زمین چھوئے پڑے سب آباد
حاصل خستہ جگر کی یہ دعا ہے ہر دم

چونکہ اس قصیدہ سے بعض شعر خوف طوالت کم کر دیے گئے لہذا مادہ تاریخ قصیدہ

نہیں مکمل سکتا ہے۔

سکے کچھ عرصہ کے بعد پھر تندستی خراب ہوئی اس نے مین ایک فقیر جو ظاہر بہت مریض معلوم ہوتا تھا مگر دراصل وہ جوگی ریاکار تھا یہاں آیا اسکو رسول باغ کے بنگلہ میں ٹھہرایا گیا اسنے کچھ روز تک جمایا کہ تمام شاہ آباد میں اسکی شہرت ہو گئی اور لوگ اس سے ملنے کو آئے اسکی خاطر و مدارات میں بہت کچھ صرف کیا گیا تین چار سو روپیہ بھی اسنے وقتاً فوقتاً یہاں سے حاصل کیے منجملہ اپنے کمالات کے یہ امر بھی ظاہر کیا کہ کثرت مصارف اور امراض وغیرہ کے علاج میں جو جائداد پر بار ہو چکی ہو اسکے لیے بھی ایک نسخہ کہیا وی بنا دوں گا اس سے سبکو دوشی ہو جائے گی جب یہ اپنا مطلب پورا کر چکا تو بھاگنے کی فکر میں ہوا۔ ایک رات اس قصد سے مع سامان کے نکلا باغ کے آدمیوں نے اسے پکڑا آخر کار اس کا اعتبار جاتا رہا مگر بلا کسی اذیت پہنچانے کے وہ چھوڑ دیا گیا۔

اس فقیر کو کشتہ جات میں بھی مداخلت تھی چنانچہ اس نے سنکھیا کا کشتہ جو مدار کے دو درمیں پھونکا تھا اور وہ ایک خادمہ کو دیا گیا تھا اور اس نے بہت فائدہ کیا تھا وہ کشتہ باقی رکھا ہوا تھا۔ اس اثنا میں آپ کے ایک ریاچی دروہا ٹھا شہرت تکلیف سے ہاتھ پاؤں بے قابو تھے اس کشتہ کی ایک خوراک کھائی مگر کچھ فائدہ محسوس نہ ہوا دوسری بار پھر صندھ قہ متلوایا اور کشتہ نکالا چونکہ اضطراب و بے چینی کی حالت میں نکالا تھا اس لیے کشتہ گر گیا کچھ اس خیال سے کہ جلد نفع ہو زیادہ کھا اور اسکے ساتھ وہ گر بھی کھا لیا حتہ کہ اسکی خوراک ایک چاول تھی بجائے اسکے چودہ چاول کی مقدار کھانے میں آگئی اسنے آگ لگا دی حدت و ہمت

سے چھ ماہ تک وہ کرب رہا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مختلف علاج کیے گئے تیرید کی کثرت رہی مگر جان بری نہیں نہوئی صد حیف کہ ۲۲ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۶۲۵ء روزہ شنبہ پہر کو اس جان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہترین و تکفین اچھے جمع کے ساتھ ہوئی اور مغفرت کے آثار ظاہر ہوئے شیخ شیر علی رضا جوہار فاضل و دانشمند تھے اوتھوں نے مراقبہ کر کے عالم ارواح میں جناب مرحوم کے متعلق جو حالات تھے بیان کیے اور مغفرت و جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔ راقم کو وہ جملہ واقعات اچھی طرح یاد ہیں۔

وصل حق ہوئے منصب علیہا نصاب علیہ السلام
 اس مصرعہ سے بھی سنہ وفات نکلتا ہے اور بھی قطعات راقم نے موزون کے
 بین منجملہ انکے ایک یہ قطعہ ہے۔

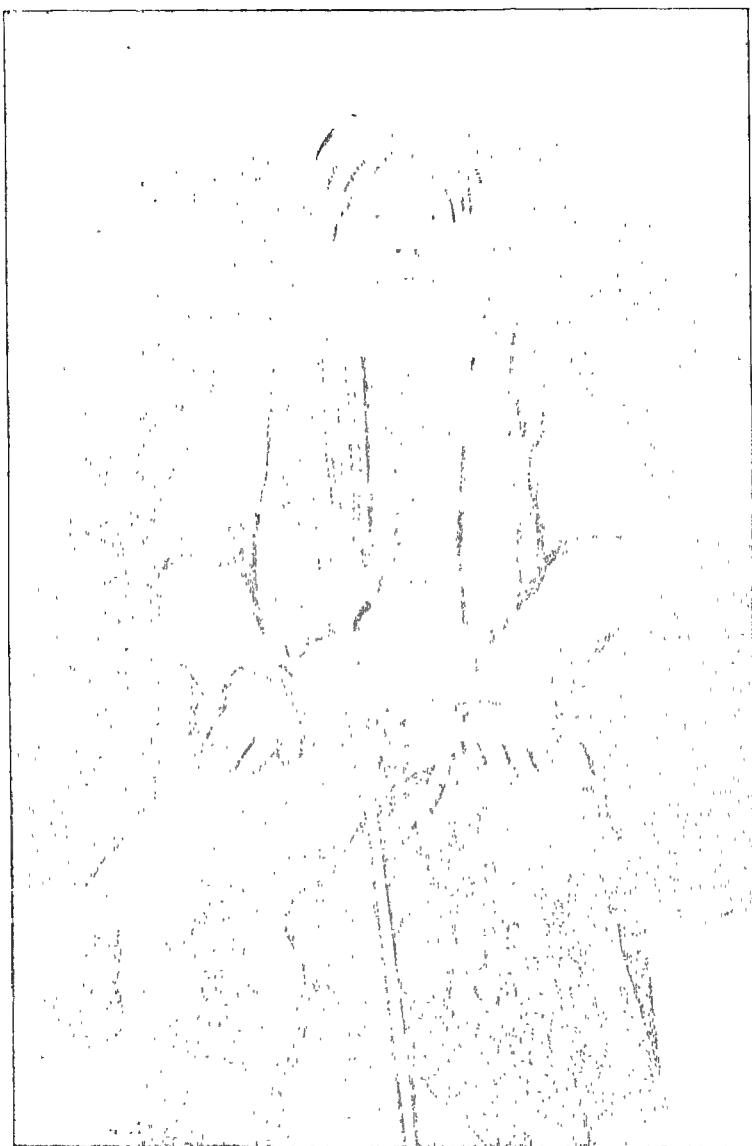
قطعہ تاریخ ارتحال ملا ل جناب فاضل علی خان مرحوم

ذہین و ذی خرد منصب علی خان زو نیا شد سوے جنت روانہ
 بعد زندگی از عقل و عیش شدہ مشہور در عالم فسانہ
 مظفر سال جستم گفت با تفت
 بخت رفت وانا سے زمانہ

معالج الدولہ حکیم سید فرید علی صفا افسر الاطباء

اس آخری دور میں حکیم صاحب صوف کی ذات ایسی جامع کمالات تھی کہ فی زمانہ جسکی نظیر نہیں ملتی جو شہرت و ناموری آپکو حاصل ہوئی وہ آپکے ہمچشمین کسیکو نصیب نہوئی آپ علی لیاقت طبی خداقت دینی حمیت میں فحید عصر ہوئے شرع و عقل آپ کی نیک طبعی کے جزو عظم تھے کہ حکیم انفسی و قومی ہمدردی آپکی طبیعت کے خواص ہیں ہر گز آپکے عناصر میں سرایت کر گئی تھی اکثر اوصاف میں آپ بزرگان سلط کے نمونہ سمجھے جاتے ہیں جمادی الآخر ۱۲۸۵ھ کو اپنے وطن شاہ آباد میں پیدا ہوئے آپ سید ضامن علی صفا کے فرزند اور خلیفہ عبد الرزاق صاحب مہنی کے نواسے ہیں۔ آپکا خاندان قدیم سے ممتاز و صاحب علم رہا۔ آپ کے والد بزرگوار سرکار لکھنؤ میں چونکہ نائب چکیدار تھے اس وجہ سے شاہ آباد اور لکھنؤ دونوں جگہ آپ کی تعلیم ہوئی دنیات و ریسات میں مفتی سعد اللہ صاحب کے اور طب میں حکیم ملا محمد نواب صاحب حکیم امام الدین دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔

۱۲۸۵ھ میں جب الطلب نواب شاہ جہان بیگ صاحبہ رئیس لاہور عظیم طبقہ اہل سارہ مستند آپ بھوپال تشریف لیگئے اور وہاں ملازم ہو کر وہ تقریب و قاریا پاکہ مرجع اناہم ہو گئے۔ ۱۲۸۵ھ میں پیشوا حضرت سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کے خطاب معالج الدولہ خان بہادری مع خلعت مہر و فرمان کے مرحمت ہوا مدت دراز تک آپ نے ریاست بھوپال میں بہزاد نیکنامی افسر الاطباء کی۔ مولوی صدیق حسن خان کا جو کالج سرکار خلد مکان کے ساتھ ہوا وہ حکیم صاحب ہی کے ذریعہ سے سچیٹ لویہ صاحب کو حکیم صفا



حکیم سید فوزتد علی صاحب افسر الاطبا

کیونکہ سے ترقی ہو کر عروج ہوا اور آثار گراں مخاطر کی پیدا ہوئے تو حکیم صاحب نے مکان چلے آئے اسکے بعد نکال تو قیرو بعد اصرار ہمارا راجہ سری پرتاب سنگھ جی صاحب بیادہ ڈی سی ایل والی ریاست نرسنگہ گڑھ نے طلب کیا اور آپ ۱۹۴۹ء میں وہاں جا کر ملازم و متحد ہو گئے عرصہ تک معالجات و معاملات ریاست میں دخیل رہے۔

آپ کی خداقت و قابلیت اسی شہرہ آفاق تھی کہ ملک میں جا بجا امر و حکام آپ کو بلاتے چنانچہ صاحبزادہ حافظہ عبید اللہ خان بہادر وزیر عظم ٹوٹکے بھی بڑی توفیر سے بلایا اور جب آصف جہان سکیم صاحبزادی صاحبہ علیل ہوئیں اسوقت بھی ولایت بعد صاحب بھوپال نے آپ کو بلایا اور آپ نے بڑی خوبی سے علاج کیا۔ نواب احتشام الملک عالیجاہ سلطان دولہ بہادر سے آپ بڑی خصوصیت رکھتے تھے اور نواب صاحب مدوح بھی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب ۲۸ صفر ۱۳۵۹ء میں نواب شاہ جہان سکیم صاحبہ الیہ ملک نے انتقال فرمایا

اور چلے گئے نواب سلطان جہان سکیم صاحبہ تلج الہند جی سی۔ ایس۔ آئی جی سی۔ آئی۔ ای۔ مسند نشین ہوئیں تو حکیم صاحب نے ازراہ خلوص قدیمانہ ایک نیاز نامہ تحریر و تہنیت کے مضمون کا لکھا اور دربار ریاست کے جواب باصواب آیا جس کے بعد حکیم صاحب بھوپال تشریف لے گئے اور دوبارہ عمدہ افسر لاطہای پر سرفراز فرمائے گئے۔

راقم بھی تحصیل علم کی ضرورت سے آپ کے ہمراہ تھا نواب عالیجاہ سلطان دولہ بہادر بڑے اعزاز سے پیش آتے تھے بارہا ان سے ملاقاتیں ہوئیں اور دیکھ پ مکلے رہے۔ سرکار عالیہ فرمانروائے حال بھی قدر و منزلت فرمائیں صاحبزادگان بلند اقبال بھی ان کا رئیسانہ سے ملتے اکثر راقم ساتھ ہوتا تھا۔

حکیم صاحب کے بہت سے کارنامے قابل ذکر ہیں ان کو ہر دفعہ مٹھری کا درجہ چل رہا تھا بیسیوں شجر

کو مختلف مقامات پر ملازم رکھا یا صد ہا جان بلب رضو کو انکے ہاتھوں شفا ہوئی۔ کثیر
 لوگوں کے ساتھ سلوک کیے دربار قیصری میں بمقام دہلی ہر ہائیس نواب شاہجہان حکیم
 صاحب بھوپال اور حضور نظام دکن ورائی والدہ ماجدہ سے ملاقات ہوئی کے باعث
 حکیم صاحب ہی ہوئے۔ اور اسی موقع پر شاہزادہ مرزا محمد ہزیر علی بہادر ولیعہد و خلف
 شاہ اودہ کی مہمانداری کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا اور پرنس موصوف زراہ تکریم آپ کی قیامی
 خیمہ پر آپ ملنے تشریف بھی لائے حکیم صاحب نے ہندوستان کے اکثر مشہور شہروں کی سیر
 و سیاحت فرمائی اور ۱۲۰۰ عین عرب بھی تشریف لیکئے اور عین عین حج اور زیارت
 روضہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔
 صحیفہ کہ ۱۲ رجب المرجب ۱۲۰۰ شب جمعہ کو کہ لیلۃ المعراج تھی حکیم صاحب نے حلت
 فرمائی تجہیز تکفین سے اٹا مغفرت کے نمودار ہوئے۔ مولوی غلام حسین صاحب خیر آبادی نے
 اپنے ہاتھوں آب زمزم سے غسل دیا اور اس متبرک کپڑہ کا جو کہ مغلیہ سے جناب جو م مقفول
 ہی دن کیلئے لائے تھے کفن دیا گیا اور بعد نماز جمعہ کے جامع مسجد میں ہزاروں نمازیوں نے
 جہنم مسیون برار صد ہا صلحا و علما تھے نماز جنازہ پڑھائی اور سچا تین کہ باران رحمت الہی کا
 نزول ہوا ہاتھ جنازہ اٹھایا گیا اور لیجا کر تکریم قلعہ رواق بھوپال میں مفتی محمد ایوب صاحب
 کی قبر کے قریب آپ کو دفن کیا گیا مادہ وفات (حسن شبش) جو خیر نجات ہے ہاتھ آیا
 اسکے علاوہ ۵ ہتر آگاہ فیض عام گیا۔ اس مصرعہ سے بھی سال رحلت نکلتا ہے
 راقم آپ کے مدفن پر حاضر ہوا ہے باروق جبکہ ہے بعض صلحا نے آپ کو بعد وفات
 عالم رویا میں عالی مراتب حالت میں دیکھا۔ آپ کے پسر و مرشد مولانا فضل الرحمن صاحب
 گنج مراد آبادی جو شریعت با حقیقت عارف تھے انہی توجہ خاص آپ پر مبذول تھی

حکیم صاحب کے دو بھائی تھے وہ بھی نامی گرامی ہوئے بڑے بڑے میرنخت علی صاحب جمع صوفی
نوشہ نویس و شاعر تھے اور اکثر فوہنیں طاق تھے چھوٹے منشی میر اولاد علی صاحب تھے جو شاہ واد
کے پیر اور غرہ شاہزادہ مرزا سکندر شہمت محمد جو ادعلی بہادر عرف جرنیل صاحب کے سکریٹری و
مصاحب ہی جیسا تشرع سلطنت اودہ ہو گیا اپیل کیلئے خاندان تاجدار لکھنؤ لندن گیا تو
آپ بھی ہمراہ تھے جب انکے اقلے نامہ ارجنیل صاحب کا ولایت میں انتقال ہو گیا تو آپ
لندن ہی میں گئے اور ٹرنٹی کالج یونیورسٹی ڈبلن میں بعدہ پروفیسری ملازمت کر لی اور
ایک لائق مہم مسماۃ ریپ صاحبہ سے عقد کر لیا جسے مسٹر ارشاد علی پیدا ہوئے میر صاحب
کے اکثر شاگرد یورپین کلکٹر وغیرہ یہاں کے اضلاع میں آئے اور انھوں نے آپ کی
قابلیت ادلی و ماضی و خوش اخلاقی کی توصیف کی۔

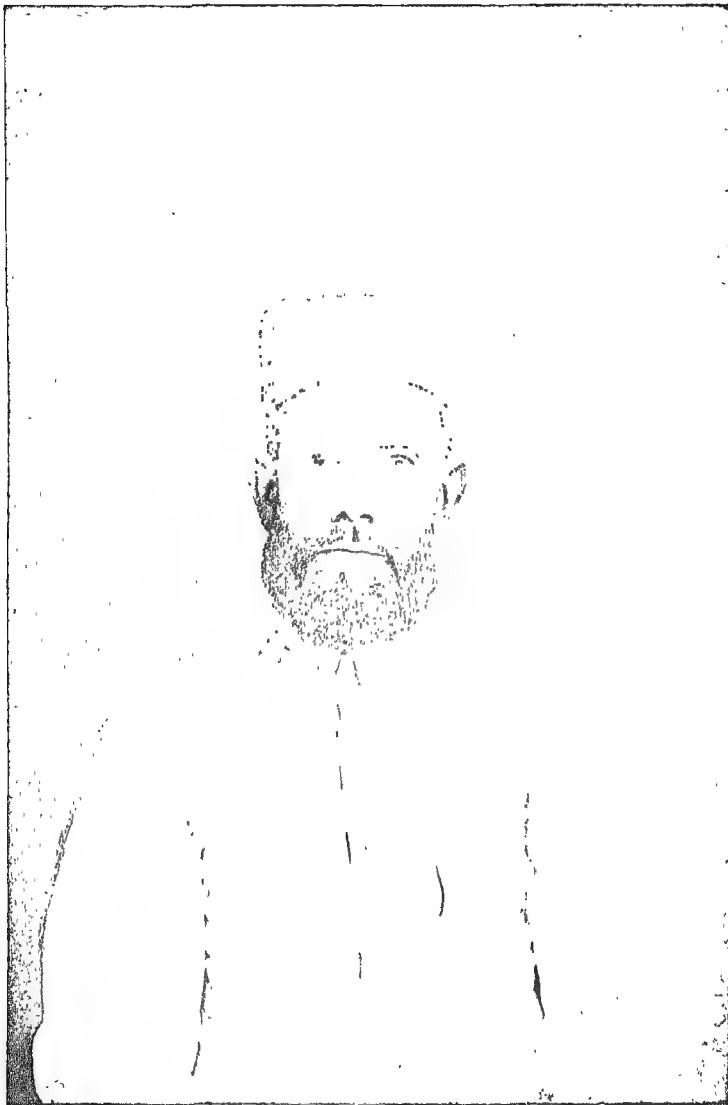
حکیم صاحب کے قابل قدر و کچھپ حالات راقم نے ایک سوانح عمری میں مفصل طور پر
لکھے ہیں لیکن اس خیال سے کہ کسی صاحب کی نظر اس لائف پر نہ پڑے تو اس تاریخ
شاہ آبادی کے ذریعہ سے آپ کے حالات دیکھنے میں آجائیں لہذا یہ مختصر حالات لکھ دیے
حکیم صاحب کے شاگرد بھی لائق و مشہور ہوئے حسین حکیم سید امجد علی صاحب حکیم عبدالغفور صاحب
حکیم سید عابد علی صاحب وغیرہ طبیب نامور ہیں آپ کے صاحبزادہ کا نام سید غلام علی صاحب ہی
حکیم صاحب تذکرہ نواب شاہ جہان بک صاحبہ کردن آف انڈیا نے اپنی تصنیف
تلخ الاقبال میں ریاست کے لائق ملازمین میں لکھا ہے اور جناب اب سلطان
جہان بک صاحبہ نے جو بڑی علم دوست و مدبر و روشن خیال قدردان فرمانروا ہیں اپنی
ہسٹری موسومہ بہ تزک سلطانی کے صفحہ ۲۱۲ میں حکیم صاحب کا حال تحریر فرمایا ہے
جس سے حکیم صاحب کا ہر مائیتس کے حضور میں مقہر علیہ مزاج جان ہونا ثابت ہے۔

محمد مظفر حسین سلیمانی مولف نامہ

اگرچہ اس خاکسار کی زندگی کے واقعات اس قابل نہ تھے کہ جو درجہ
لیکن ناقص کو کامل اور خراب کو اچھے کے ساتھ ایک نسبت ہو اگر
خیال سے یہ حالات شامل ہونا مناسب سمجھا گیا۔ چونکہ اس کمترین نے
کے حالات کو نہایت تلاش و تحقیق سے تحریر کیا ہے اس لیے ایک مدت
تاخرین کتاب کو خیال ہوتا کہ اس کا کاتب کو شخص تھا۔ اس وجہ سے ضروری سمجھ
حقیر کو اپنے ٹوٹے پھوٹے قلم سے اپنا حال بھی تحریر کر دے تاکہ کوئی نیک نسل اس کو
کا پڑھنے والا محنت پر لحاظ کر کے دعاے خیر سے یاد کرے اور نتیجہ اس جائیداد
کا حاصل ہو جائے۔ اس بنا پر چند سطریں حوالہ قلم کیجانی ہیں۔

خاکسار اپنے وطن شاہ آباد میں پیدا ہوا اور اس ناچیز کا نام میر خیف علی صاحب نے
بحساب سنہ پیدائش (مظفر جنگ) تجویز کیا۔ والد ماجد مولوی منشی منصب علی خان صاحب
مرحوم کو علمی مذاق سے دلچسپی تامہ تھی اس لیے آٹھ کھولتے ہی علم و سخن کی باتیں دیکھنے
سننے میں آئیں جب سن تیز کو پہونچا انکو میری تعلیم کی طرف توجہ ہوئی اور حسب ستور علم
مکان پر مقرر ہو کر پڑھانا شروع کیا گیا چونکہ علاوہ علموں کے انکی ذاتی توجہ نوشت خواندگی کی طرف
مبذول تھی بدینوجہ بہت جلد خطوط وغیرہ لکھنے پڑھنے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ سر
ابھی لڑکپن کا زمانہ دور نہ ہوا تھا کہ فلک تفرقہ پر دانے اپنی گردش کھلائی اور دین ہر
سن میں الدین کا سایہ جو دنیا میں رحمت الہی کا نمونہ ہوتا ہے سر سے اٹھ گیا اور غم مٹا

والدین سے مرا منصب علی خان ابن محمد علی خان اور منشی شمس اللہ خان سے ہے۔



محمد مظفر حسین سلیمانی مصنف کتاب دنا

اٹھانا پڑا کچھ جانی رہی چاروں طرف سے غم کا بادل چھا گیا دنیاوی افکار کا سامنا ہوا
 تاہم علمی مشاغل کا سلسلہ چلا گیا مولوی حیدر علی صاحب نشی عیوض علی صاحب مولوی
 سبط حسن صاحب وغیرہ سے درسی کتب کی تحصیل کی اسکے بعد امراض بدنی نے علم
 طب کی تحصیل کی طرف مائل کیا اور حکیم معالج الدولہ حاجی سید فرزند علی صاحب فسر لڑ گیا
 کچھ ستین حاضر ہوا انھوں نے بنجیال خاندانی مراہم اور باپ کے دوستانہ تعلقات کے نہایت
 شفقت بزرگانہ سے توجہ فرمائی ایک مدت تک اسکے فیضان صحبت میں استفادہ علمی کرتا
 رہا اور ہر حضر میں موجود رہ کر اصلاح نظم و نثر لیتا رہا۔ اس دور انہیں استاد ی موصوفت
 اکثر حکام و امرا سے ملوایا اور جب وہ بھوپال تشریف لیکے تو اپنے ساتھ حبیب اکبر نواب
 احتشام الملک عالیجاہ بہادر سے بھی بالفاظ مناسب تعارف کرایا۔ ابھی فن طب
 کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ لایق استاد نے آخرت کا سفر اختیار کیا اور شاہ آباد میں ان کی ذات کے
 جو علم و خداقت کی شمع روشن تھی وہ بجھ گئی اور یہاں کی ناموری کا خاتمہ ہو گیا ان چند درجہ
 حاصل کیے دین کمزوری نے کچھ اپنا ایسا اثر پیدا کیا کہ پھر طبیعت طب کی طرف مائل نہ ہوئی
 بڑا سبب سکا یہ بھی تھا کہ ایسے نیک خصلت شفیق استاد کا بدل دستیاب ہونا غیر ممکن تھا
 اس بے کاری و تنہائی میں دل کو وحشت ہوئی اور بزرگان دین کے مزارات کی حضری
 اسکا علاج تصور کیا اور ہندوستان کے اکثر مشہور مزارات مثل کوٹہ شریف جمبہ شریف گلبر
 شریف پاک پٹن کلیر شریف سلطان جی قطب صاحب ہلی وغیرہ پر حاضری ادا کی اس سلسلہ
 سیاحت میں ممبئی بنگال مدراس پنجاب کے سو جات میں بوقابل دید شہر میں دیکھتے ہیں آئے
 اور ان مقامات کے اکثر نامی اہل کمال سے ملنے کا موقع حاصل ہوا علی بلی مجاس مثل
 جلسہ سالانہ مدرسا العلماء الکنو کا نفرنس محمد علی کالج علی گڑھ دہلی دربار نمائش آکھ آباد و مدراس

وغیرہ میں بھی شرکت ہوئی اسکے بعد اس آزادی کے دفعہ کیلئے بعض مخلص احباب نے مشاورت کیلئے مجبور کیا اور متاثر ہوتا پڑا اور خدا نے ذی اولاد کیا اب پہلی حالتیں انقلاب ہوا نئی زندگی کا سامنا ہوا اہل و عیال کی خیر گیری اور پابندی اختیار کرنا پڑی اس کشمکش میں یہ خیال دھنک رہا کہ یہ دنیا داری و کثرت مصارف سے زیر بازی تو یوں ہی چلی جائیگی مگر کوئی کام یادگار زمانہ بھی کرنا چاہیے چونکہ شاہ آباد کے بانی اور دیگر قابل گذشتہ اشخاص کے حالات کسی نے جمع نہیں کیے اور وہ ضائع ہوئے جلتے ہیں اسپر کمر ہمت جست باندھنا چاہیے لہذا اس ارادہ میں ترقی ہوئی اور حالات و کائنات فراہم کرنے میں مصروف ہوا اللہ اکبر کہ اس مقصد میں کامیابی نے منہ دکھلایا اور اپنی فہم و استعداد کے لائق واقعات مرتب کر دیے اگرچہ قلیل الاستعدادی اور قصباتی زبان ہوئی ہے عبارت صحیح نہیں تاہم حالات قابل قدر فراہم ہو گئے اور اس سے نتیجہ ضرور نکلیگا کہ اکثر اصحاب کے نام نامی صفحہ روزگار پر تابق کے کتابہ جائینگے اور آئندہ نسلیں واجب التحکم و لائق اہل وطن کے کارناموں سے آگاہی و فائدہ اٹھائیں گی۔

اس کتاب کے بعد راقم نے چند کتابیں اور بھی تصنیف و تالیف کیں چنانچہ (حیات مسیح) یعنی لائف استاد حضور نظام دکن طبع ہو کر شائع ہو گئی اور ملک میں مقبول ہوئی اکثر معزز ذی لیاقت حضرات نے اسکی بابت اچھے خیالات ظاہر فرمائے (تجلیہ الہامی) استاد حکیم صاحب کے حالات میں مرتب کی اسکے بعد حیات نصرت چودھری صاحب کے متعلق تالیف کی ہیں چودھری حشمت علیہ صاحب کے دلچسپ حالات بھی جو ایک نامور و فیاض تعلقہ دار گذرے ہیں موجود ہیں۔ آج کل مخدوم صاحب سندیلہ کے ذاتی حالات اور انکے خاندان کے متعلق ایک تاریخ مرتب کی ہے

جس کا نام بہارستان مخدوم رکھا گیا۔

ان حالات کو ختم کرنے کے ساتھ بارگاہِ احدیت میں کمالِ عجز و نیاز دعا ہو کہ وہ دنیاوی مصائب و مقدمات محفوظ رکھ کر حرمین شریفین میں عرب کے امان متبرکہ کی زیارت مشرف فرمے ہنوز یہ کہتا ہے زیرِ طبع تھی کہ ایک حادثہ اندوہناک پیش آگیا جس سے وہ صدمہ پہنچا کہ لکھنؤ پر ایرانی ہوتے اور وہ جانکاہ و قہر یہ ہو کہ اس خاکسار کی لڑکی جو اولادِ نبوی بڑی اور خوبصورت ہونیکے ساتھ نہایت ذہین تھی دفعۃً علیل پڑی اور مگرئی چونکہ اس سے بیحد محبت تھی اور خاندان میں کئی اس سے

اس لڑکی کا نام عایشہ تھی کہ محرم سن ۱۲۸۵ مطابق ۲ فروری سن ۱۹۰۷ء شنبہ کو پیدا ہوئی تھی نہایت مجھدار و ہونہا تھی افسوس کہ زکا مرض لاحق ہو گیا اور ہفتہ عشرہ علیل رہ کر نوجوانی میں ۱۴ رجب المرجب سن ۱۳۰۱ مطابق سن ۱۹۱۸ء بجے روزِ پانچشنبہ کو انتقال کر گئی۔ اناشد وانا الیہ راجعون۔ راقم نے کئی قطعات تاریخی تحریر کیے ہیں بعض یہاں پر لکھے جاتے ہیں ۵

ایکایکا سنے سوئے جنت الفردوس رحلت کی کہ دل بیزار ہے اب زیست نے ناحق طوالت کی بڑی تکلیف دل آزار ہے آزادست رفت کی پھر کرتی ہے تصویر اکھنڈ اس ماحولت کی نہ بھولیں کبھی وہ لاڈلی پالکس نہ صورت کی ہوئی تھی اتفاقی یہ عنایت مجھ پر قدرت کی مجسم تھی وہ پتی شد و تافہم و فرہت کی سرشتی طور پر واقع ہوئی تھی نیک عادت کی مگر لائی تھی کم معاد و نیامین سکونت کی کیا کرتا تھا میں تعریف ہی اسکے ذہانت کی بلاتین لیتی ہے اب دلی حسرت جیسے تربت کی ڈھونڈی ہیں مجھے خود موحین میرے خوش وقت کی بھلا پھر موت نے ایمر بخ کیوں اسد پر عجلت کی بہت تکلیف سے عشرہ کی اسے ختم مدت کی جو آیا سے پھر تو اسے پھر دنیا سے رحلت کی کوئی توایات پنهان ولین ہے یہی مصیبت کی دکھائے تو خدا یا شان اپنے فضل و رحمت کی کہ پائی عائشہ نے تقدیر و لکھنؤ میں ختم کی ۱۹

پوچھی ذہن و شجاری ایک میری عایشہ بیٹی ہوا صدمہ ہے لاحق ہطرح اس کے مرنے سے رہا کرتی ہے ہر دم بہت ساری فطرتا دل کو دھوان اٹھتا ہے دلسے جوتہ مجبور آتی ہے جلائیگا یہ ساری عمر تک داغِ جگر جو ملیں گی اب دوبار چھپ نہ ہی خبر وہی ہوا کرتی تھی ہر اک بات سے سنجیدگی ظاہر ہوا کرتا تھا دل خوش اس سے ہر اپنے پرے کا نمایان خوش نصیبی تھی نہایت اسکے پھر سے ہو کر تھی حیرت محسوس اکثر اس کی باتوں پر لی وہ خاک میں ارمان سارے ہو گئے مٹی ٹھہرتے ہی نہیں آنکھوں میں آنسو فرط گریہ سے ابھی نو عمر تھی نو سال کی وہ نیک خوچی پڑی دس دن فقط بیمار تھی آہ بستر پر رجب کی چودھویں تاریخ روزِ چار شنبہ کو میں مجھاتا ہوں و لکھنؤ میں تھی میں سرگرم الہی عایشہ کو بخشش عیشیں حتی و دائم بود و نمود حال سے مظہر سال رحلت یہ ندا آئی

سیرت اور صورت کی اچھی بھی نظر بھی نہیں آتی اسوجہ سے اسکی دائمی مفارقت کا قائل بھی وہ نہیں ہے
 کہ قلم سینہ چاکے تحریر نہیں ہو سکتا ہر وقت آنکھیں سکودھو نہ دھتی ہیں اور وہ دیکھ کر کہلاتی نہیں
 سلیکے کر فیضاری طاری ہوتی ہو درحقیقت حدیث شریف موت الولد کی الکبیر یعنی اولاد کی
 موت داغ جگہ ہوتی ہو میرے حال پر صادق آتی ہو اس درد سے وہ صاحبیا ولاد جو
 اس روحانی تکلیف کو برداشت کر چکے ہیں آگاہی رکھتے ہیں کسی سنگدل کو کیا محسوس
 ہو سکتا ہے۔ اس مانہ سے طبیعت نہایت بے لطف اور دل منہموم رہا کرتا ہے۔

دیگر

دنیا سے آج وہ سوچے جیتے والے ہوئی
 جس سے کہ اپنی ذہانت سے ہمے بارگاہ ہوئی
 صریحہ ایسی بھی قیامت سے نہان ہوئی
 حالت عجیب قلب کی تھیں لایان ہوئی
 نازل یہ ہائے کیسی پلا لایا ہوئی
 ہر دم مستیزن تھی وہ ازم کو رہا ہوئی
 اکدم بھی وہ نہ چاند سی صورت عیان ہوئی
 جسے کہ ایسی بھی جسد اناکان ہوئی
 یوقرت ہائے کیسی تھنا آسمان ہوئی
 دس ون فقط علیسل رہی ناتوان ہوئی
 تکلیف اس سخت پہ وہ جاستان ہوئی
 نکلی ہے جان میری نہیں نہان ہوئی
 وہ خوش مقال طوطی تھی غائب کمان ہوئی
 جس بیٹھ پر یہ بار پڑا وہ کسان ہوئی
 یہ عمر وقت اب ہے آہ و فغان ہوئی
 ہر دم دعا غیہ سر یہ درد زبان ہوئی
 مرے اسکے آٹھ مری خوش نکان ہوئی
 وہ نیک طبع طوطی بل جہان ہوئی

ایضا

دنگا ہم حلقہ عالم تیرہ و تار یک گشت
 ہاتھ قیدی کین گفتے گلے خوش ناک گفت

افسوس بیاری بی بی تھی جو میری عایش
 صدر سے اسکے مرنے کا اس طرح قلب کو
 صورت کی وہ شکیل نہایت ذہین تھی
 وہ پیاری باتیں اسکی مجھے بھوتی تھیں
 پاکیزہ ایسی تھی کہ لطف اسکو کھانگی
 مرنے کا اسکے رنج ہے ہر خاص عام کو
 ہر وقت اسکو ڈھونڈھتی آنکھیں ہیں چارو
 بیشک ہیں یہ نصیب وہ زیبین والدین
 نشوونما کے دن تھے نہ مرنے کی عمر تھی
 اکدم مرض کرا کا افسوس ہو گیا
 ایمانہ دم تجب کو فلک اسکے حال پر
 وہ گیا مری کہ دل بھی ہا یا یہ مر گیا
 پڑھتی تھی خوب آیتیں از پر خیمین بیبیون
 دشمن کو بھی یہ داغ نہ یارب نصیب ہو
 آتا ہے دل کو صبر نہیں آہ کیا کروں
 یارب ہو عایشہ کو بہشت برین نصیب
 میں کیا لکھوں جو دلو مظفر ہے لعل و غم
 پوچھا جو سال مرگ تو بولامروش غیب

نور دیدہ عائشہ صریحہ از اغوش شد
 بود در دستم مظفر سال تاریخ وفات

اگرچہ کئی ہزار اشعار احقر کے تحریر میں آچکے ہیں مگر ان میں سے چند غزلیات ایک قصیدہ منجملہ ان قصائد کے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ قدس پر پڑھے جا چکے ہیں یہاں لکھنے پر قناعت کی جاتی ہے۔

غزل

ادھر جاتا زانکے جانے سزا بیٹھے ہیں
کو نام صبح سو حضرت آپ کیون بکا بیٹھے ہیں
ادھر بھی ہونظر ہم بھی یہاں سرکار بیٹھے ہیں
ہمارے پاس کیون بیفائدہ غمخوار بیٹھے ہیں
دل نادان مجمع ہے یہاں اغیار بیٹھے ہیں
تو اسخ چمن کھولے ہوئے منتقار بیٹھے ہیں
ادھر دوچار بیٹھے ہیں ادھر دوچار بیٹھے ہیں
کہیں دھڑک رہی ہیں زباں کہیں میخوار بیٹھے ہیں
پریشان حال ہیں عرصہ ہم بیمار بیٹھے ہیں

ادھر وہ شملین خنجر بخت تیار بیٹھے ہیں
تہیں سنتا نصیحت مجمع عشاق میں کوئی
صد آئی یہ سرگوشہ سے جہن بام برائے
نخیں لائیں منا کر جس کچھ جینے کی خواہش ہو
کر گیارہ گوا افشا چھنسل میں ترپ جانا
بہار آئی ہو اٹھلاتی ہوئی گلزار عالم میں
پے دیدار جب آئے تھارے در پہ یہ بیکھا
تہا شگاہ نیرنگی سرا سر بزم عالم ہے
منظر کس طرح فکر سخن ہوخت مشکل ہے

ایضاً

مرے گھر بہار آئے بُت گلزار آئے
کہیں دن اور قیامت تجھے بھی پہاڑ آئے
نہیں اعتبار اسکا تجھے عت بہار آئے
نہ مجھے مزار آئے نہ نخلین تار آئے
جو اداسے سر جھکا کر دم حشر آئے
یہ اثر ہو نہ توں تک نہ تجھے تار آئے
غضب ہو چاہتے ہو مجھے اعتبار آئے
فقط اتنی ہے تنہا وہ سر مزار آئے
مجھے کیا بہار آئے مجھے کیا ہزار آئے
نہ تجھے شمار آئے نہ مجھے شمار آئے

کبھی وہ بھی دن ہو یا رب شب وصل یار آئے
یہ ستم ہو بن سنو رکے وہ ستم شعار آئے
ترے عشق میں لبو نہ مری جانی ار آئے
میں ادھر ہوں نیم بسمل وہ ادھر ہوں نیم بسمل
کچھ عجیب نہیں کہ بھولے مجھے اپنی داد خواہی
ہو وقت نزع دیکھوں ہونگہ میں یاس و حسرت
کبھی بھول کر بھی کرتے نہیں کوئی قول سچا
ہو ی خاک عشق میں ہم اسے کچھ خبر نہیں ہے
میں اداس ہی رہونگا کہ فری ہے اوداسی
تجھے ظلم کن نہ لائیں مجھے اپنے شکر ظالم

آؤ کرتے ہیں نصیحت نہیں کیوں جناب! صبح
مجھے حسن کے قتل میں ہے محویت عجب کیا
میں فدا ہوں جان دلسے کیسی نہیں کہوں گا
مجھے نجات سے مظفر نہیں کچھ سید سکی

ایضاً

اوٹھا کے آئینہ ہم اُنکے روبرو کرتے
کسی کی دیر و حرم میں جیتو کرتے
کہ جنکے عشق میں پھاڑا ہوا وہ فو کرتے
تو وعظ چھوڑ کے واعظ سیو سیو کرتے
ضرور ہی مرے اشکوں کی آبرو کرتے
کہ ہم سے ملنے کی خود وہ ہی آبرو کرتے
جو آتے شیخ دیوان اُلی آبرو کرتے
نہ بولتے نہ مظفر سے گفتگو کرتے

اگر وہ اپنے مقابل کی جستجو کرتے
جو ہم خیال قریب رگ گلو کرتے
مرہ توجہ تھا اگر بیان کے چاک ہونیکا
بھٹک جو دختر رز کی ٹھین ٹھنراتی
جو دیکھتے مجھے گریان بھی نہ وہ ہنستے
اثر ہمارے محبت ذرا دکھا دیتی
تھے جمع پاک زمانے کے بزم رندان میں
وہ تھوڑی دیر کو پہلو میں کاش آجاتے

ترک کچھ بھی نہ کہنا چھوڑا کہ مسکرا دینا
تم ہی انصاف سے کہہ دو ذرا اچھا ہو کیا دینا
تھارے بزم کا ہے مشغلہ لڑنا لڑ دینا
نہیں اچھا بڑھا کر رسم الفت کو کھٹا دینا
کے زاہد مجھے بھی جام اک بہرہ دینا
ذرا انکو بھی اپنی صورت زیبا دکھا دینا
ہمارا نام اکھٹا اور پھر لکھ کر مٹا دینا
وہ چلن کا اٹھانا دیکھ کر محب کو گرا دینا
اگر نچ جائے تھوڑی سی ٹھن بھی سا قیادینا
اسے روز جزا اپنی شفاعت سے بچا دینا

رہیگا یا قاصد کو پیام قوسل کا دینا
وغا دینا تھا راکا صہ ہے میرا دینا
لڑتے تم ہو انھیں غیر سیاسیمین لڑتے ہیں
یہ کیا انسانیت ہو وضع داری سیکھے صاب
سماں ہاں دے ایر کرم گلزار عالم میں
مرہ آئے نصیحت بھول جائیں حضرت ناصح
سبحان اللہ کیا اچھی پتیری مشق ہے ظالم
محبت چھوڑ دی لیکن نہ بھولی یہ ادا تیری
ترے زندہ نہیں اگر حضرت وعظ بھی بیٹھے ہیں
مظفر مضطرب ہو خوف عصیان سے رسول اللہ

ایضاً

نظر آتا ہے جو سرسبز گلستانِ دل میں
 سرچکے قتلِ تو اب کیوں ہیں پشیمانِ دل میں
 حسرتِ دیاس کے میٹھے ہیں نگہبانِ دل میں
 ہے خوشی آج کو کل حسرتِ ارمانِ دل میں
 ہمنے داغوں کا لگا لپٹے گلستانِ دل میں
 خیر ہر آج ہیں کیوں آپے نشانِ دل میں
 نقشِ برباب ہے یہ عالم امکانِ دل میں
 میرے ارمانوں کا ہر گنج شہیدانِ دل میں
 ایک مدت سے تماہر یہ یہاں دل میں
 فکر و اندوہ سے ہر سخت پریشانِ دل میں

کون سا شاہِ گل آج ہو حمانِ دل میں
 ڈھونڈ لیں مجھسا و فادار زمانہ میں کوئی
 اونکے آنے کی خبر آئے یہاں کیا ممکن
 یہ وہ کھر ہے کبھی خالی نہیں رہتا اکدم
 آئے کیجیے گلگشتِ چمن شوق سے آج
 تیرے مظلوم یہ محشر میں کیسے تجھ سے
 دھیان میں آتی نہیں ہستی دنیا کچھ بھی
 زندہ کر کے جو نکالو تو مسیحا جانوں
 دن دکھا جلد وہ یارب کہ مدینہ دیکھوں
 لیجیے جلد مظفر کی خبر شاہِ نجف

ایضاً

المدد مشکل کشا پھر سنا مشکل کاہر
 دیکھ خاکی زنگاہِ تباہی دہ محل کاہر
 زنگِ مقتولِ جہا میں سبل و قاتل کاہر
 عکسِ کتنا صاف تیرے دل پہ کیے دل کاہر
 ایک ادنیٰ یہ کرشمہ بروے قاتل کاہر

پھر حسینوں پر فدا ہو یہ ارادہ دل کاہر
 مٹ نہیں سکتا ہو لیلیٰ خاکِ محنوں کا نشان
 ٹکڑے ٹکڑے دل کے کرتی ہو ٹپنے کی آواز
 سر جھکا کر دیکھ لے تصویرِ حیرتِ عشق کی
 اہلِ محشر نیم سبل میں مظفر حشر میں

ایضاً

دن آگے ہیں باغ میں فصلِ بہار کے

کتے ہیں دلوں پہ یہ دلِ بقیار کے

<p>سوحتر میں ہن پاس دل بقرار کے میں بس میں گیا ہون دل بقرار کے دل میں بھرے ہوئے ہیں مگر انتظار کے سوئیگے خوب جائے ہستی اوتار کے وہ آجکل ہیں یا رمرے رازدار کے قائل نہیں ہو رحمت پروردگار کے سننے ہیں دن قریب ہیں دوشمار کے سنا سنیں بہار میں نغمے ہزار کے</p>	<p>بکیں اسے سمجھ کے دبائے نہ ہجرا پر قابو میں وہ قریب کے ہون کچھ نہیں حاصل شب فراق میں ہر لذت وصال آغوش میں جلد کی ہن میں آئیگی میں چاہتا ہوں اور سیکو انھیں ہے شک واعظ گناہگار کو تم گالیان نہ دو بوسوں کا کچھ شمار نہ وقت اب ہر کم ہوتا نہیں ہر خوش ہو مظفر کی کادل</p>
---	---

ایضاً

<p>ابھی کچھ کچھ تو ان خاطرناشا د باقی ہے ابھی ایک مور و بیدار کی فریاد باقی ہے اگر کچھ بات باقی ہو تو اسکی یاد باقی ہے یہی اک شغل بہر خاطرناشا د باقی ہے تم کا حوصلہ اب بھی تم ایجا د باقی ہے دم آخر یہی حسرت مری جلا د باقی ہے امیر نامور ہے داغ سا و تاد باقی ہے</p>	<p>مری جان وہ بھی کروگر کوئی بیدار باقی ہے رہے کچھ دیر جاری پرش اعمال اسی داوہ نہ ہے جمع حسینوں کا نہ اب عشق کی لذت تصور سے کسی محبوب کے دل میں مزہ لینا وہ محشر میں ہو گھبرا ہوا میں اسکی یہ پونچھوں اگر تو فوج کرتا ہے تو رکھ لے سر کو زانو پر سخن سنجی کو رونق ہو مظفر بزم عالم میں</p>
--	--

قصیدہ نعتیہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر
مریہ منورہ میں پڑھا گیا

سوی مدینه گزرا باشد گذر باد صبا
 لے بادشاہ و دوجان لے مبد کون مکان
 لے تاجدار کن فکان ای زیر بخش لامکان
 لے رحمت للعالمین ای فخر جملہ مرسلین
 لے آئینہ ذات صمد اے مظہر نور احد
 بر حال زارم کن نظر از لطف یا خیر البشر
 افضل توئی بعد از خدا حسن تر از مخلوق با
 در جملہ خوبی و صفت حق کرد کامل منزلت
 رخسار تو شمس الضحی کیسوی تو بدر الدجی
 کفر و ضلالت دور شد عالم ہمہ پر نور شد
 کرد ستا و شوق القمر طلبید چون آمد شجر
 و قتیکہ آمد در جهان ایوان کسری بگیان
 دلیل جبریل امین آورد مرکب نازنین
 شد کل مازاغ البصر در چشم آن اہل نظر
 بخشید ایزد از کرم ہر گونه از جاہ و چشم
 بر ذات پاکت یابی شد مطمئن ہر امتی
 طوفان کفر و معصیت برخاستہ از ہر جہت
 از جرم و زشتی عمل در کار من آمد خلل
 از نفس شیطان لعین تار کشد قلب حزین

کن عرض با ذوق و دلاد حضرت خیر الورا
 لے ہادی ہر انس جان لے شافع روز جزا
 لے محرم راز نہان مقبول حق نور خدا
 لے رہبر دنیا و دین لے چارہ ہر بنیوا
 لے مرجع ہر نیک بادی سرور شاہ و گدا
 از فکر ہر شام و سحر غمگین مانند این گدا
 محبوب ذات کبریا احمد محمد مصطفی
 ہمسرہ کس با مرتبت در حسن اخلاق و سخا
 در شان عالی تو شہا لولاک شد وارد بجا
 ہر ذرہ کوہ طور شد و قتیکہ شد جلوه نما
 از حکم گویا شد حجر صلی علی معجزنا
 اقتاد و ساوہ شد روان گوشتک بودہ بر ملا
 از فرش بر عرش برین رفتند ختم الانبیاء
 در لامکان شد جلوه گرد ذات باقی شد فنا
 از برکت فیض قدم گلزار شد ہر دوسرا
 چون جد و اب و لغت گنی قربان دل جانہ فدا
 از خواجگاہ کمرت بر خیز با نور خدا
 ای توحید للعالمین کن پاک از عیب و خطا
 اککا دنیا ہمہ قرین افتادہ در حرص و ہوا

<p>خوش آنکه گشته منهدم آنجا رود یا بدلقا حاضر شوم بر دوشهات مقبول باشد این دعا در حال فرقت سوز و غم آتش زند و جان ما آزاد باشم از تعب روزیکه یا هم مدعا جانگاه حسرت گشته بس هر من لطفش دوا بر هر قدم سرور جان رسیده جوش و ولا از بهر آل ذی کرم و ز بهر اصحاب صفا در خواب من بهر خدا از مهر خود جلوه نما خوش نخت بیشک آن بشر افتد چنین ظل بها در هند بیکس نیم جان افتاده در خوف و رجا در عجز یا شاه زمین امداد باشد برهنما اسے دافع رنج و ستم از بند غم باشم ربا</p>	<p>مسجود جنات و ملک و رگه عظم چون ملک در شوق دیدار ورت بهین دل هر دم غمت لنشد یا شاه احم ما را طلب سوسه حرم از غیب پیدا کن سبب تا من و م سوی عرب از فرط احزان هر نفس آید چنان با تک جرس آهنت صد بر کاروان در راه او گشته روان بر دار از دل داغ غم می صاحب تاج و الم آن شکل و قاست دل را بر نو را ز ستر بیا از فیض و لطفش یک نظر از زهد و طاعت نیکتر از خوف عصیان دل تپان از مهر تو یایم امان در وقت نزع جان و تن در گور و در محشر بمن از فکر و امراض و الم مخزون و غمگین شد دلم</p>
---	---

از گردش چرخ کهن گشته منظم خسته تن
بر حال پیکر رنج و محن کن رحم ای عقده کشا

نشی عیوض علی صاحب

آپ شیخ غلام حسین صاحب کے فرزند اور شاہ آباؤ کے ذی لیاقت اشخاص میں تھے فارسی انشا پر دانی میں خاص مہارت رکھتے تھے لکھنؤ کے شاہی دفتر میں جبکہ فارسی زبان تھی آپ ملازم ہو کر تحریری کام انجام دیتے رہے۔ درسی کتابیں پڑھانے میں پوری دستگاہ تھی عبارت آرائی کے ساتھ خطا بھی نشیانہ اور پاکیزہ تھا۔ موزون طبعی سے کمال مناسبت تھی۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے اور لغت گوئی سے زیادہ شوق تھا بلکہ ایک پیرا دیوان نعتیہ کلام کا موجود ہے بعض غزلیات بطور اختصار کے ذیل میں درج کی جاتی ہیں راقم الحروف نے بھی چند فارسی کتابیں آپ سے پڑھی تھیں اور والد ماجد سے دوستی مراسم ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے اور اکثر واقعات گذشتہ بیان کرتے تھے معاملات دنیا میں آپ بھی اہل الرائے اور فخر خاندان سمجھے گئے نہایت نازک مزاج با تہذیب انسان تھے افسوس کہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ ہجری مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۳۹۷ء میں آپ نے حلت فرمائی راقم نے قطعہ مایخ یہ تحریر کیا ہے

ذی علم و اہل فہم و ہنر بود نکستردان
بہر وصال حضرت خلاق دو جہان
در عمر پیر بود بہ تدبیر نو جوان
اندر خاکدان ہستی موبہوم شد روان

صد جیف نشی عیوض علی صاحب و
رخت حیات بستان زمین دار پر محن
آن ماہتاب برج لیاقت غروب شد
در بوستان عالم جاوید شد مقیم

پرسید از سر و ش منظر چو سال مرگ
گفتہ جناب وقت سو گلشن جہان

انتخاب از کلام نقیہ نقی عیوض علی صاحب المتخلص نقشی

مجاہد وہ رحمت کے سنانے والے باعث مغفرت و جرم و خطاے آدم حشر کو سایہ الطاف و عین ہونگے مشعل طور سے حضرت نہ گائین دل کو ناز و خون کا بھلا کیونہ اوٹھانے جائیں خون دوزخ کا جنت کی تینا رکھیں بیکران بحر ہو کشتی ہے شکستہ میری	ہم سہ کارون کو دوزخ سے بچانے والے کشتی نوح کے طرفان سے چھڑانے والے آپ کے نام پر ایمان کے لانے والے دل کو حسن رخ انور سے لگانے والے شق حضرت کے لطف اوٹھانے والے کوچہ احمد مختار کے جانے والے لو خبر جلد میری پار لگانے والے
--	--

سخت مجبور ہے نقشی کی خبر لو مول
لاکھوں دشمن ہیں کروڑوں ہر تانیو لے

تری الفت کا دم یا مصطفیٰ جسم بھرتے ہیں نہالستان نعت احمدی کے نخل پیرا ہیں شاہنشاہ آپ کے جسم قدم لکھتے ہیں جنت میں صدائے مجاہد کا شور ہو ہر قصر و ایوان میں دو غیر عشق سے ذات مقدس میں فنا ہیں ہم اونھیں نام خدا ہم زندہ جاوید کہتے ہیں مریض عشق حضرت روز جان تازہ پاتے ہیں ستایا ہے نہایت گردش چرخ تنگ کرنے گلستان ثنائے مصطفیٰ نباتات و دانشی	مئے وحدت سے جام ارز و لب زکرتے ہیں چمن میں شاخ گل جھجک جھجک ہیں کیم تین تواہل خلد اوٹھ ادھڑ سر قد تعظیم کرتے ہیں ملائک عرش اعظم سے زیارت کو اترتے ہیں نہ خواہان وصل کے ہیں و نہ میں قسے ڈرتے ہیں جو تم پر اپنا ہر دم جان و دل قربان کرتے ہیں شہیدان محبت کون کہتا ہو کہ مرتے ہیں خبر لو یا نبی ہم پر بڑے صدمے گدرتے ہیں کوئی دیکھے تو ہم کو سطح کے گل کرتے ہیں
--	--

ایضا

مشرق مہر درخشان مر سید ہوگا
کشتی نوح کا ہم نام بنا کرتے ہیں
جسکو سب خلق یہاں ب بقا کہتی ہو
داغ کہنے نہ اگر جرم قمر میں ہوتے
عید ہو کو چہ احمد میں اگر دم سنبھلے
بخت خفتہ مے بیدار کبھی تو ہو گئے
دیکھو یاد وہ کتناک مجھے فرماتے ہیں
ساتھ جا لگی تے نفث نبی امشی

گو ہر نفث پیمبر کا خیر سینہ ہوگا
حشر کو اوسکے غلاموں کا سفینہ ہوگا
خضر کو ہاتھ لگا ان کا پیسہ ہوگا
کتے ہم خاتم حسمہ کا گنینہ ہوگا
مر گئے پھر بھی نے لطف کا جینا ہوگا
آسمان تا کجا برس کی سینہ ہوگا
ایچرا کون ساد کون مہینہ ہوگا
خاک مرقہ میں ہی اپنا دھینہ ہوگا

ایضا

نعت شہ زمن کا فرہ ہو دہن میں آج
سعدن ہے کیسہ گو ہر نعت رسول کا
بلبل درود خوان ہے جبین ساہر ہر شجر
ادنا مشابہت عرق جسم پاک سے
منکر نکیر میں تکلیف مت کریں
کس یوسفی جمال کے کوچہ کا شوق ہے
حاضر ہے پیشوائی کو جان منتظر ہے دل
کشتوں پہ کشتے لاشوں پہ لاشے ہیں کو کو
ہے شور الحفیظ کہین اعطش کہین

تاثر کچھ نئی ہے ہمارے سخن میں آج
شاہی کا لطف ہو مجھے دارا الحق میں آج
لالی صبا ہے بوسے مدینہ چین میں آج
پھولے نہیں سجاتے ہیں گل پیر میں آج
نعت رسول ہے مری حبیب کفن میں آج
غربت سے عشق ہو چرخ طعن میں آج
تشریف لائے مے بیت الخرن میں آج
کچھ اوہی ادا ہے ترے بانکپن میں آج
گر می نئی ہے کچھ مے داغ کہن میں آج

لے اب تو تیرے عشق کو منشی اثر ہوا

پڑھتے ہیں تیرے شعروہ ہر کلمہ میں کج

ایضا

ہرگز نہ تناخوان ہوں کسی لفظ دہن کا
وہ شاہ کہ جس شاہ کی ہر شان میں لاک
نعت شہ کو میں ہر جو حرف ہے میرا
جو شعر ہر اک طرہ حوران جناب ہے
مضمون معانی مے معشوق صفت ہیں
رکتے ہیں میں عطر کی جو میری غزل میں
گلچیں ہوں گلستان شناسی نبوی کا
موزون ہر طبیعت مری فیض شہ دین سے
حضرت کی محبت ہر مرامت مشرب
رکتے ہیں جو خاک راقس سے ارادت
خلعت جنوبت کا بیون کو ملا ہے
حضرت نہ اگر پار لگاتے یہ سفینہ
مشاق ہیں خاک قدم پاک کی نگین
کرتا ہوں نظر گر کبھی محرومی پہ اپنی
پامال ہو مردہ مرا کو چہ میں تمہارے

مدح ہوں غر و شرف شاہ زمیں کا
ہستی گل شہ مردہ ہر اک اس کے چمن کا
رتبہ کوئی دیکھے تو بھلا میرے سخن کا
جو لفظ ہے ایک نام نہ ہو آہوے ختن کا
بوزلف معبر کی مرہ سبب ذوق کا
گلدستہ ہر دیوان گل نسرتن و سمن کا
شرمندہ احسان نہیں فردوس عدن کا
ہر مشورہ حضرت صبح خوانی کے فن کا
طالب میں نہیں ملت ہفتاد و دو تن کا
لیتے وہ کبھی نام نہیں درِ عدن کا
آہرا ہوا ملبوس ہے حضرت کے بدن کا
تخل بیڑا نہ لگتا کبھی اس دارِ حن کا
زنجیر ہے پاؤں کی مرہ حب وطن کا
منہ دیکھ کے رجھاتا ہوں میں چرخ کس کا
مولا میں طلبگار نہیں گور و کفن کا

دولت کا نہ طالب ہوں نہ زرخشاں منشی

العام شفاعت ہو صلہ اس کے سخن کا

میر نجف علی صاحب

آپ میر ضامن علی صاحب کے لایق فرزند اور ذاتی علم شاعر صوفی خوشنویس مال تھے
میر صاحب کی عمر کا بڑا حصہ گفتگو میں بسر ہوا میر وزیر علی صاحب کے شاگرد رشید اور لکھنؤ کے
اہل کمال کی صحبت میں رہے حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی سے بیعت تھی
کتاب انوار الرحمن میں بھی غمنا آپ کا تذکرہ تحریر ہوا ہے ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں
باوضو بیٹھتے اور پیر کے بڑے پیارے تھے مرشد کامل نے جو افتخار نامے آپ کے نام
لکھے ہیں اور راقم کی نظر سے گزرے ہیں انکے مضامین سے نہایت شفقت عنایت
مترشح ہوتی ہو میر صاحب قناعت پسند اور متواضع طبیعت کے انسان ہوئے ہیں
گفتگو ضمیمہ اور محاورات دلکش تھے خوشنویسی کے فن میں جو خاص بات آپ کو حاصل تھی وہ
یہ ہو کہ زور قلم سے جس قدر علی حروف میر صاحب لکھتے تھے دوسرے کو اتنے جلی قلم
سے لکھنا مشکل تھا۔ بخوم و رمل سے اکثر میر صاحب نے جو بات از روی حساب بتلائی
وہ صحیح نکلی۔ تاریخ و لشکار گوئی میں تو ایسی آپ کو مہارت تھی کہ باتیں کرتے کرتے تاریخی مادہ
نکال دیتے اور شعر موزون کر دیتے آپ کے چند تاریخی مادے ابجگہ لکھ کر قابلیت مہارت
کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

۱۲۷۲ھ ہجری میں جب مولوی انوار حسین خان صاحب خیتا پوری کی ولادت
اور اسی زمانہ میں انکے والد الفضل حسین خان صاحب کی وفات ہوئی تو میر صاحب نے
اس تعزیت و تہنیت کے واقعہ کو کتنی خوبی و پاکیزگی سے لکھا کہ چاند نکلا اور سورج
چھپا اور وہ تاریخی مادہ یہ ہو کہ میر صاحب ہر روز زمین نہان۔ اس طرح میں آپ کے

چھوٹے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطباء کے یہاں جب لڑکا پیدا ہوا اور اہل خانہ نے انتقال کیا تو میر صاحب کیا لا جواب تارخی مادنکالتے ہیں سے پسر آرم جان مادر برقت۔ اور اس کو یون منظوم کیا ہے۔

تولد چو فرزند نرزد گشت	ز فرط خوشی جان مادر برقت
از شرب شراب نشاط و الم	بجرت شدم ہوشم از سر برقت
تخت سالین شادی مرگ گفت	پسر آرم جان مادر برقت

میر صاحب کی قادر الکلامی کو دیکھ کر صرف اسی تارخ کو ذور طبیعت سے کئی قسم سے لکھا ہے اگرچہ مادہ بے کم و بیش تھا مگر تعمیہ بھی کر دیا اور غم و خوشی کی مناسبت سے جو الفاظ بڑھائے ان سے حسن پیدا ہو گیا اور وہی مضمون کسی قدر الٹ دیا مگر لطف سے ادا کیا ہے قطعہ تارخ تولد فرزند و رحلت مادر سے

چو درخانہ سید ذی وقار	بہ تولد فرزند مادر برقت
بے سال تارخ شادی و غم	بجرت شدم ہوشم از سر برقت
بجنت از سر بجبت و روے آہ	بگفتہ پسر ماند و مادر برقت

اردو میں بھی لکھا ہے مگر وجہ طوالت صرف آخری شعر قناعت کی جاتی ہے۔

سبھون نے کہا کھینچ کر آہ کو	چھیا ماہ خورشید طالع ہوا
-----------------------------	--------------------------

۱۲۸۵ھ میں جب نواب سلطان جہان بیگ صاحبہ تاج النساء فرما روای بھوپال کا قرآن شریف ختم ہوا اور تفریک نشرح کی قرار پائی تو حکم آپ کے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطباء نواب شاہ جہان بیگ صاحبہ الیہ ریاست کے ملازم و معالج تھے اسلئے میر صاحب اس جلسہ ہمایون کی تلخ تحریر کی اور نام نامی

کے ساتھ لفظ نشر کی بڑھا کر اُس تقریب کو مادہ تاریخ سے ظاہر کر دیا بڑی خوبی اور کمال
 تو یہی ہو کہ جن امر کی تاریخ تحریر کی جاوے گا ذکر لفظی یا معنوی طور پر مادہ تاریخ میں ضرور
 آجائے اور مناسبت پائی جائے اور قطعہ تاریخ یہ ہو کہ **شرح سلطانیان**
 پیکرِ زیباہ اور مصحف اقبال باخلاص عیان ست در گوشِ لم حافظ فکر از پے تاریخ
 فرمود اگر **شرح سلطان جہان ست** اس طرح **سلطانیہ** ہجری میں جب
 رئیسہ ممدوحہ کیساتھ نوابِ نظیر الدولہ سلطانِ دولہ احتشام الملک عالی جاہ احمد علیخان صاحب
 بہادر کا عقد ہوا تو اسکے کئی قطعات میر صاحب بڑے خلوص و خوشی سے موزون کیے
 اور وہ یہ ہیں

بنے نوشاہہ احمد علیخان فضل خالق سے	معتمد سال و صلت میں کہا طرزِ مجد کا
نوح شادی نظر آیا جہان میں چار سو مجکو	جو صا د چشم سے دیکھا الف نوشاہ کے قد کا

ایضاً

کتبہ اگستہ صاحب اقبال	آن کہ ہم نام احمد ست و علی
بہر تاریخ شادی و صلت	گفت ہاقت کہ عشرت شادی

جب آپ کے پیر و مرشد شاہ حسین خان صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی کا
 انتقال ہوا تو میر صاحب نے اُس نوح و الم کے جو م میں جو ہر ایک بل رات مرید کو اپنے
 پیر کی ولایت ہوا کرتا ہے اس کثرت سے تاریخیں لکھیں کہ ایک صفحہ تاریخی مادون سے بھر گیا
 بعض قطعات اس میں کے یہاں درج کیے جاتے ہیں

عازمِ خلد شد چو از دُنیا	قبلہ عارفان حق آگاہ
گفت سالِ وفات او ہاقت	کز جہان فتنہ عارفان

ایضا

ظہرون سے چھپا ہے آقا عجیبان
دُنیا تار یک ہو گئی غم ہو یہی
جنت میں قدم قدم کے بتایں
رضوان کے کہا کس شیخ عالم ہو یہی
اور جب شاہ صاحب کا مقبرہ تیار ہوا تو اسکی تاریخ لکھتے ہیں کہ

بنامودہ چو طالب حسین رحمانی
سروش گفت کہ قبیلہ حضور قبلہ سیا
جب ۱۲۸۶ھ میں حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ بادشاہ اودھ نے بمقام کاکہ شیا برنج
کوٹھی امیر منزل تعمیر کرائی تو میر صاحب نے قطعہ تاریخ مرتب کیا کہ

چو این کوٹھی نور منزل بنا کرد
پے سال تاریخ چون منکر کرد
شہنشاہ ذی جود سلطان عال
بگفتہ بخت نور بخش منازل
۱۲۹۵ھ ہجری میں جب شاہ فخر عالم صاحب خلیفہ شاہ نیاز احمد صاحب کا انتقال ہوا تو آپ نے
یہ قطعہ تاریخ لکھا کہ

حبیب حق محمد فخر عالم
ہوے محبوب دان سے ملاقی
شربت شیشہ عرفان کساقی
گئے اس د ارفانی و سو خلد
جو کی فکر از پے تاریخ خلعت
کہا وضو نے مجھ ذات پانی
جب کیم شہامت علی صاحب نے اپنی منشوی کیلئے قطعہ تاریخ کی فراہم کی تو میر صاحب نے
یہ قطعہ لکھ دیا کہ

چو خورشید حکمت شہامت علی
شد از شاہ مدعا کامیاب
مسیحی نفس شاعر لا جواب
بفکر و عاشق بگفت
پے سال تاریخ فکر بخت
بگفتہ کہ بستان عشق شاد
میر صاحب کا کلام بہت تھا مگر مزاج میں استغنائی ایسی تھی کہ کبھی تدوین کلام کی طرف توجہ نہ دیتی

کچھ غزلیات و قطعات و تاریخی جو زیرِ مشق آگئے تھے اور انکی فصلیان پڑی ہوئی تھیں وہ تلاش سے مل گئیں منجملہ انکے ایک غزل درج ذیل کی جاتی ہو۔

غزل

ہمارے دل میں یہ قاتل ہو آرزو باقی	رہے گلوین تارِ رگ گلو باقی
یہ جام ہاتھ سے کیوں تو نے کھلایا	شرابِ خم میں ابھی ہو کئی سبواقی
جوانی گزری لڑکپن کیا ضعیف ہو	بس آہے خاک میں ملنے کی آرزو باقی
لٹک رہے دل عشاق ہیں بخت تے	نہیں ہے گیسوی جانا نہیں ایکٹے باقی
میر صاحب کی یہ غزل بھی جس کا مطلع	قید کر لی مرے ساتی نے پریشمین
لیکے خم سے جوئے صاف بھری شیشین	وہ چپے مگر افسوس کہ اسکے اشعارِ ضلیح

ہو گئے میر صاحب اور منشی امیر احمد صاحبی سے بھی بڑی محبت تھی اور اسی نصیحت کی وجہ سے میر صاحب میر صاحب سے ملنے رام پور بھی گئے تھے منشی صاحب میر صاحب کو بڑے لطف سے ناراض شوق بھیجتے ایک منشی امیر احمد صاحب کا محبت نامہ میر صاحب کے نامِ راقم کے پیشِ نظر ہے جس کے القاب میں سیدی سندی مقبول بارگاہِ لمبزی میر بخت علی صاحب لکھا ہوا ہے۔

میر صاحب موصوف کو سرکارِ لکھنؤ سے تیس روپیہ ماہوار بطورِ نشن کے عرصہ تک ملتے رہے کیونکہ آپ شاہ رخ بیگم کے منشی ہے تھے بیگم مسطورہ واجد علی شاہ کی محلِ بختین بعد از نزاع سلطنتِ اوہ جب سلطانِ عالم لکھنؤ سے کلکتہ تشریف لیگیے اور بعض محلاتِ شل خاص محلِ معشوق محلِ ہمراہ گئے اور اکثر لکھنؤ میں بیگم جن سے تاجدارِ آخری

سلطانِ شل حضرت محل۔ دلا محل۔ فرخندہ محل۔ شہنشاہ محل۔

خط و کتابت فرماتے بنجالے مکے شاہرخ بیگم بھی تھیں ایک بار بیگم مذکور کو شاہ اودھ نے ہمارے
منظوم جس کا ردیف قافیہ ہماری شاہرخ پیاری شاہرخ لکھا میر صاحب نے بھی اُس کے
جواب میں اُسی بحر و ردیف قافیہ میں اشعار نظم کر کے خط بیگم صاحبہ کی طرف سے لکھا جو
دیکھ کر شاہ اودھ نے شاہرخ بیگم کو تحریر فرمایا کہ تمہارا منشی بہت باتمیز معلوم ہوتا ہے یا تم
نے گنجینہ سلیمانی میں اُن غزلیات کا تذکرہ تحریر کیا ہے حضرت سلطان عالم کی طرف
اس مضمون کے اشعار تھے یہ

ہر گھڑی رہتا ہوں شغل آہ و زاری شاہرخ ہو گئی سامانِ غم عشرت ہماری شاہرخ در دسر ہے اب بجای تاجلاری شاہرخ کوئی بھی صورت نہیں اعتباری شاہرخ ہم سے ممکن ہی نہیں غفلت ساری شاہرخ خواب حسرت ہو گئی عشرت ساری شاہرخ رحم کے قابل ہوئی حالت ہماری شاہرخ	ہو تری فرقت میں ہم کو بقراری شاہرخ لکھو عشرت کدہ تھا ہو گیا ماتم سرا گھر لٹا مونس چھٹے وہ سلطنت جاتی رہی سچ ہے اس دنیا کی فانی کی نہیں کچھ کائنات تم نے بھیجے جتنے خط ہم نے دیے انکے جواب جشنِ جمیدی رہا کرتے تھے کیا کیا روز و شب دل پکڑ لیتے ہیں ہم کو دیکھ کر ابل جہان
---	---

شاہرخ بیگم صاحب کی طرف سے جواب اس مضمون کا تھا یہ

کر نہیں سکتی ہوں شرحِ غم تمہاری شاہرخ ہر گھڑی کس رنج میں ہمنے گذاری شاہرخ بند ہو کچھ قفس میں یہ بچپاری شاہرخ نامہ والا نے جب کی عکساری شاہرخ سرخ وہ رہتی تھی حالت انتظارِ شاہرخ	ہجر میں بیتاب ہے غم کی ماری شاہرخ کیا کہیں سلطان عالم جسے کلکتہ گئے ہائے گلزارِ جہان میں دھوم سے آئی بہار کچھ تھا در جدالی آج کچھ آنسو تھے ہائے خط آتا نہیں جب تک کہ ٹیبا رنج ہو
---	--

صد سہ دوری سے شاہا سقدین ہون
اب کہاں لطف تکلم کیسی گلگشت چمن
تا ابد زندہ رہیں پھر آئین قیصر باغ میں
درگاہ عباس میں جا کر چڑھاؤں میں علم
آئین گھر آقا ہمارے جلد یا شاہ نجف
پھر تری قدرت سے مولا لکھنؤ گشت بنے
جان عالم آئین آئے لکھنؤ میں جان پھر
چھڑکا جاتا تھا جہاں ہنسیر یوں عطر و گلاب
مشکلین سل ہون مری بہر علی بہر نبی
ٹکڑے ہوتے ہیں فور دروڑ کے نکلے جگر

ہو گئی ہون جان دے سخت عاری شاہ رخ
اب کہاں وہ فرحت باد بہاری شاہ رخ
حضرت حق سے دعا ہے یہ ہماری شاہ رخ
جب در دولت پہ پھر دیکھوں عاری شاہ رخ
کرتی ہے مشکل کشا یہ خواستگاری شاہ رخ
دیکھ لے آنکھوں سے شان کردگاری شاہ رخ
اور پوری ہون مرادیں دلی ساری شاہ رخ
خاک اُڑتی ہو دبا پیر حیف خواری شاہ رخ
اپنے اختر پر گردن میں جاناری شاہ رخ
داستان غم جو سنتے ہیں ہماری شاہ رخ

افسوس کہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ ہجری میں میر صاحب نے رحلت فرمائی شاہ
طالب حسین صاحب جو سالک کار کردہ اور سجادہ نشین تھے راقم کے روبرو بیان
فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پیر و مرشد کے مقبرہ کا کلس گر گیا ہے
میں نے خیال کیا کہ غفریب شاہ صاحب کے مریدوں کا کوئی ستر تلج دُنیاسے
کوچ کرے گا اس خواب کے کوئی دن کے بعد میر صاحب کے انتقال کی خبر سنی
اور خواب کی تعبیر پوری ہو گئی راقم نے قطعہ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے یہ

خوشنویس و ذی یاقوت شاعر شیریں مقال
مخزن لطف و محبت خوش بیان نازک خیال
خلق دلکش داشت از بس دانش خرم مال

منبع علم و ہنر مقبول حق ہر دل عزیز
صوفی مرتاض و قانع عارف ذات خدا
ہر کہ شد با او ملاقی گشت بچید شادمان

باد آن سید نجف در خدمت شاہ نجف
فکر تاریخ و فائز چون مظفر را بدل
بود در اولاد پاش نیک خصال
گفت والا منزلت نصیب پهل کمال

میر صاحب کے انتقال کی خبر اخبار نور الاولیاء مطبوعہ (۲۰) نومبر
۱۸۸۰ء میں شائع ہو چکی ہے شاہ طالب حسین صاحب متخلص بہ مجیب
نے اشعار بھی بطور مرثیہ کے لکھ دیوان جام جسم کے صفحہ (۳۱) میں طبع
کرائے ہیں جن کے بعض شعر یہ ہیں۔

کھینچتے تھے جو عطار کے رقم رخت
جن کے مقدم کے رہا کرتے تھے ہم مہیار
نوح خان ہر حال پہلے کے قلم و قیل سے
رکھ کے سینہ پر ہالے کوہ غم وہ چل بے
بات سخن کی ہوا کرتا تھا اپنوں کو خط
مرثیہ کرتا ہوں میں اُن کا رسم وہ چل بے
اب نہ اس دنیا میں رہنے کا فرہ ہوا محیب
لطف جسے زندگی کا تھا بہم وہ چل بے

میر صاحب کی اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں سید نوشید علی
کرنل برڈ صاحب کیشنر دہلی کی سفارش سے جونیسی اولاد علی صاحب برادر
میر صاحب کے شاگرد تھے دہلی میں بعد اہلہ کلکتری ملازم ہوئے مگر وہ مرض
ہیضہ جو ان مرگ انتقال کر گئے۔ دوسرے سید فضل عظیم صوبہ برار میں دوسو روپیہ
ماہوار پر ملازم ہیں تیسرے میر واجد علی صاحب ہیں بڑی لڑکی شیخ سبحان علی صاحب
مرحوم کو منسوب ہوئیں اور چھوٹی لڑکی مولوی سید علی صاحب ناظم دارالقضا
حیدرآباد کو جو ایک معزز و ذی لیاقت شخص ہیں منسوب ہوئیں۔

حالات حضرت شیخ محمد مہدی ضیاء قادری شاہ آبادی قدس سرہ الغیر اشعار فی المدح

ہادی راہ طریقت حامی دین بنی
آفتاب سج عرفان مظہر الوار حق
رہبر عالی نژاد و مرشد بانی مشہر
شیخ عالیقدر گردون منزلت والا گہر
بدقنای الذات حق نخل بل شیخ کبر
ناز بر فرزندش قاسم سلیمانی کند
فیض روحانی میسر کرد حضرت غوث پاک
مستقر سلطان عالمگیر شد با صد دل
گشت این دیوانہ پر نور از چرخ فیض او
عارف باللہ از شاہان اہل شد لقب
داشت بست پنج خلفا ضار شاہ کیف
آن کرامت ہاے بے پایان کز ظاہر
کرد کافر مجتہد تہن اسلام شریف
گفت بر تربت کہ بنادات غوجا جی یوسف
دید کافر مزارش جلوہ اش حیران باند
سگ گزید یکبارہ آرام او تا خیر شد
گفت تا دوزخ قیامت ہر کہ آید بروم

آخر ہرج حقیقت گوہر مجدد و علا
آسمان جاہ عظمت گلشن صدق صفا
یعنی حضرت شیخ مہدی عارف فاضل
یافت صد ہا مردمان ز فیض او راہ خدا
نخل باغ آرزو تو قاسم شیخ ہدا
ہچنین دہلند دین پرورد خدا کردہ عطا
از بر اسے چھاو پر خوش نصیبی مرحبا
دید چون زہد و تقدس صاف از لب دریا
یافتہ اہل راوت بشمار ازو ضیا
از پے فرزند او جاگیر ہم گشت عطا
گلشن فردوسن دہ خانقاہش با صفا
میکنم منظوم دوسہ از پے اہل ولا
بر دوازہ مزار زندانی فرخ لغت
مُنکر اسلام باشد تا کہ قایل داسا
کلمہ اسلام خواند و شد پشیمان بر ملا
گوشت از خنجر جدا کرد و حاصل شد شفا
آن نہ دیوانہ شود مقبول کہ دہ حق عا

ہر کہ آید سگ گزیدہ بر مزارش بالیقین	از گزند زخم و از دیوانگی گرد در ہا
در حیات آن مصد فیض ہایت بوجہ	شد تصرف از مزارش بعد و جاری بسا
کہ نباشد قول بن نبیاسوے مزار	صاحب کشفی مراقبہ بین صید جلو ہا
از پے ذات نبی بہر علی شاہ وزیر	یک نظر رجال من ای مہدی راہ خدا
گردش افلاک بر من آمدہ من عاصم	کن دعا ہر م شوم از بند این ہر دور ہا
دولت دارین بید گرد تو خوی یحنا	این مظفر از سر اخلاص شد مدح و سرا

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کی ذات بابرکات اولیاء اللہ سے ہے شاہ آباد کو آپ کے وجود سے افتخار اور فیض قدم سے بیان کی زمین پر انوار ہے جس طرح عہد حیات میں آپ مرجع انام تھے اسی طرح آپ کا مزار بھی پُر تصرف ہے اہل ارادت اور صاحبان بصیرت نے بہت سے دینی و دنیاوی مقاصد اور فیوض باطنی آپ سے حاصل کئے۔ ایک عرصہ تک آپ کی خالقاہ خدا پرستوں کی خزن رہی افسوس کہ امتداد زمانہ سے آپ کے بابرکت حالات پر وہ گنہا میں پوشیدہ ہو گئے اور لوگ آپ کے مراتب سے بالکل بیخبر ہیں علاوہ مدارج باطنی اور کمالات باطنی کے ظاہری جاہ و چشم بھی حاصل تھا نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے آپ پر و مرشد تھے اور ہزار ہا بندگان خدا آپ کے حلقہ بگوش بیعت سے بادشاہ وقت عالمگیر بھی آپ کے زہد و تقدس و خدا شناسی کا معتقد تھا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار شریف پر سے غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد۔ جو کتبہ لگایا گیا ہے وہ بادشاہ عالمگیر کے حکم سے اور جو فرمان کہ بادشاہ موصوف نے آپ کی جاگیر کا آپ کے صاحبزادہ کے نام نواب دلیر خان کی سند کے مطابق تحریر کیا ہے اس میں حقایق و معاف آگاہ عارف باللہ عزت افزا الفاظ مخاطب و سر بلند کیا ہے علاوہ نذر و قنوج کے

چھبیس موضع آپ کی خانقاہ کے لئے شاہان دہلی اور امرا سے معاف ہوئے تھے عہد شاہی تک آپ کی اولاد جاگیر وغیرہ کی ترقی ہوتی رہی چنانچہ آپ کے پوتے شیخ میان داد صاحب کو جو فرمان محمد شاہ بادشاہ دہلی کی طرف سے نظام الملک کے عہد وزارت میں مرحمت ہوا اس میں تحریر ہے شیخ میان داد صاحب جو میرہ قدوة العارفین زبدۃ الاولیاء کے ہیں وہ کثیر الاعمال ہیں اور انکی خانقاہ میں فقراء وار دصا در کا خرچ بہت رہا کرتا ہے اور ہمیشہ یاد آئی میں مشغول رہا کرتے ہیں لہذا فضل کرم شانہ سے میں موضع مخدوم پور وغیرہ صوبہ الہ آباد میں خدمت معاش کے لیے تہمت کئے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب شیخ کبیر عرف بالا پیر صاحب کے فرزند اور حضرت قاسم سلیمانی کے پوتے تھے آپ کے والد بزرگوار اور جد نامدار کے محاور و مناقب سے کتب سیر بہرے ہوئے ہیں چنانچہ مختصر طور پر ان کے حالات حاشیہ پر درج کر دیے ہیں۔

۱۵ حضرت شیخ کبیر بالا پیر رحمۃ اللہ علیہ ہجری میں بمقام رودہ بنی پیدا ہوئے حضرت قاسم سلیمانی کے فرزند خلیفہ تھے آپ نے وہ رپا کی تھی کہ پردہ حجاب کا ڈونگیا تھا آپ دینی طور پر مشغول بخدا رہتے تھے اور تبارک رسالت پناہی نہایت ملحوظ تھی اپنے والد بزرگوار کے اسرار و کمالات باطنی آپ کی ذات سے ظاہر ہوتے تھے چونکہ نواب بہادر خان اپنی جاگیر قنوج میں آپ کو لے آئے تھے اس لئے جس وقت قاسم سلیمانی نے چار گڑھ میں انتقال فرمایا اس وقت آپ حاضر نہ تھے شاہ قاسم سلیمانی نے ان کے نام خلافت نامہ و پیران طریقت کے طریقوں کی اجازت نسلی و شفعی، تحریر کر کے اسپر اپنی ہر وقاضی و مفتی حاضرین کی گواہی کرائی اور محمد اسماعیل خادم خاص کو وہ کاغذ دیکر ارشاد کیا کہ میرے بعد یہ کبیر کو قنوج میں پہنچا دینا چنانچہ حسب وصیت وہ خلافت نامہ آپ کو پہنچایا گیا اور آپ مدۃ العمر کمال استقامت سے ریاضت و عبادت میں مصروف رہے اور ناز و نگاہ طالبان حق کو ہر اہت صوری مصحفی کے طریقہ تعلیم کرتے رہے اپنے والد بزرگوار کی مسند خلافت کی زمین اپنے حسن کردار سے بڑی مزیار شیخ کبیر علیہ الرحمۃ کا قنوج میں ہے جو نہایت پر بصرت ہے اہل ارادت اسے قبلہ حاجات سمجھتے ہیں۔ آپ کے متعلق جو عبارت ملحوظ میں ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۳۴

حضرت مہدی صاحب کے حالات راقم کو سید شاہ غلام جیلانی میان صاحب بالنسوی (جو خود بھی بزرگ اور بزرگان دین کے حالات سے واقف تھے) مرحمت فرمائے اوس کا ماحصل اس جگہ پر تحریر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت محمد مہدی صاحب ایسے عالی مرتبہ درویش تھے کہ ان کی ذات معرفت کی معدن اور وحدت کی مخزن تھی آپ حضرت شیخ کبیر بالا پیر کے فرزند و خلیفہ تھے آپ سے اکثر خوارق عادات اور کرامتیں سرزد ہوئیں جب آپ اپنے والد بزرگوار کے روضہ کی تعمیر سے فراغت حاصل کر چکے تو ایک مسجد کے بنائین مصروف ہوئے اثنائے تعمیر میں ایک روز ایک بد عقیدہ گمراہ شخص آیا اور آپ کو خانہ خدا کی تعمیر میں مشغول رکھ کر اوس نے دین اسلام کی توہین شروع کی اور کہنے لگا کہ ہمارے ہم مذہب ہند و جو مرتے ہیں وہ جلا کر خاک کر دے جاتے ہیں اور مسلمان لوگ زمین میں دفن کر دے جاتے ہیں۔

۱۔ وہ جیسے تیر کھاتی ہے۔ آن ستر شد آن پدر مرشد عالی قدر آن عارف بے نظیر حضرت شاہ کبیر خلیفہ و خلیفہ شاہ قاسم سلیمانی است ریاضت بسیار کردہ پر وہ ہاجر تہ دیدہ دائم مشغول بنی اپنی سستہ اہل طریق مصطفیٰ مورد کمالات والد بزرگوار اہل کمالات اسرار بودہ در وقت وفات والد در چنار گڑھ حاضر بود شاہ قاسم بلاے اذنامہ از مہر خود گواہی قاضی و مفتی و دیگر ثقات کہ از وقت حاضر بود مذہبی بروضع شمال خلافت و جانشینی خود با سبب اجازت طرق گزین مرید و تلقین و تسلی نوشتہ عوالہ محمد امین خلیل خادم خاص کردہ کہ بعد من در قنوج بکبیر رسان بعد وفات حضرت قاسم سلیمانی نامہ خلافت بآنحضرت رسیدہ عہدہ العہد کمال استقامت و تلقین طالبان در طاعت و عبادت و طریق صوفی بنویا پیر بزرگوار را برپا داشتہ خلافت را زین بادہ مزارش در قنوج قبلہ حاتمندان است ۱۲۔ رمضان سنہ ۱۰۸۰ ہجری کو شیخ کبیر صاحب نے انتقال فرمایا ۹۰ برس کی عمر ہوئی تاریخ رحلت راقم نے فیظم کی ہے ۱۰ آفتاب جمع عرفان حضرت شیخ کبیر و حامی دین محمد رسک با عفا حاجی کفر و ضلالت واقف سر خدا و محزن انوار یزدان چشمہ فیض و عطا و از پے سالش مطلق فکر شد گفتہ سروش و رفت بالا پیر صاحب پاک جا آپ کا مقبرہ جو سنہ ۱۰۸۰ ہجری میں تعمیر ہوا اوس پر جو عبارت تحریر ہے وہ مذکورہ لفظین جاگیر ہا و خان میں تحریر ہو چکی ہر قطعہ تاریخ جو کندہ کردہ یہاں پر نقل کیا جاتا ہے۔ شدہ ۱۰ ہجری سال ہزار و پختہ و چار و دہشت و نہ و وہ و وہ بود از مہ رمضان۔ دیکھو صفحہ ۱۳۷

وہ قبر میں عجب عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں انکے بدن میں کیڑے پڑتے ہیں جسم و اعضا انکے سڑتے ہیں آپ نے یہ اعتراض سنکر اس سے فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاے تو میں مذہب اسلام کی خوبیاں اور اُسکی حقیقت عالیہ کا تجھ کو مشاہدہ کروں وہ اس امر پر راضی ہو گیا آپ اوسکو حضرت حاجی شریف زندنی علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر لے گئے آپنے سلام علیک کر کے حضرت موصوف سے عرض کیا کہ آپ اپنی موجودہ حالت اس منکر اسلام کو دکھلا دیں چنانچہ حضرت زندنی نے اپنی حالت اس پر ظاہر کر دی اور اوس کافر نے اپنی آنکھ سے حضرت موصوف کے جسم اطہر کو بعد وفات کے دیکھ لیا۔

وہ اصل عبارت بھی ہم یہاں پر تحریر کیے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو موقع و سوا اس کا ترہیز

بقیہ صفحہ ما قبل اکبر کامل و طلب ماہ شیخ کبیر و سپہ علم و عمل محمد دانش عرفان و بلفٹ اعیان را اجا بلیک

روانہ کرد و اثر ابر و ضہ رضوان آپکے مزار پر لنگر جاری رہتا تھا۔ شیخ کبیر صاحب کبارہ صاحبزادہ اور دس صاحبزادیاں چار بیویوں سے منقول ہیں۔ صاحبزادوں کے نام ہیں شیخ شہاب الدین۔ شیخ امام الدین شیخ عبدالمومن شیخ عارف۔ شیخ محمد مدی۔ شیخ عبدالقادر۔ شیخ بہاء الدین۔ شیخ زبیر۔ شیخ بشیر الدین شیخ عبدالحکیم۔ شیخ مہتاب فردوس شیخ مظفر ایک بیوی آپکی مسماۃ حمیدہ بی بی بنت گل بن مامون ابراہیم زی و ملاری خیل تھیں جنکے بطن سے شیخ عارف۔ شیخ مدی۔ شیخ عبدالقادر تین فرزند اور چند صاحبزادیاں پیدا ہوئی تھیں۔ دوسری بیوی تاریخ بی بی جنکے بطن سے شیخ شہاب الدین و امام الدین و عبدالمومن اور چند صاحبزادیاں متولد ہوئیں لکھی ہوئی ہیں۔ شیخ محمد مدی و شیخ عبدالکریم و شیخ مظفر و شیخ مختار و غیرہ باقی رہے تھے مابقی صاحبزادے جنکی تعداد بعض راوی سات بتلاتے ہیں مع چند صاحبزادیوں کے صغرنی میں انتقال کر گئے تھے۔ شیخ عبدالکریم بعض کتب میں آپ کے بھائی کا نام لکھا ہوا ہے۔

ان معدن معرفت ان مخزن وحدت ان درویش عالیجاہ حضرت
 محمد مہدی شاہ خلف و خلیفہ شاہ کبیر بالا پیر جانشین جد
 صاحب خوارق و نمائش حالات بود و زیکہ از بنائے روضہ پد
 فارغ شد بنیاد مسجدے انداخت کافرے آمدہ آنحضرت را
 مصروف تبخیر خانہ خدا دیدہ ابانت دین اسلام آغاز شد
 و گفت ہنود کہ می میرند میسوزند خاک شدہ بر باد میروند و مثل
 مسلمین در قبر مبتلا بعقوبت و کرم نمیشوند او فرمود اگر مسلمان
 شوی ترا از علو مرتبت اہل اسلام آگاہ سازم او قبول
 کرد پس بر سر مزار حاجی شریف زندنی کہ در قنوج
 مشہور است برو سلام کرد و خواست کہ آنحضرت خود را
 برین کافر بنمایند حضرت حاجی شریف خود را بچشم کافر آشکارا
 ساخت کافر آنحضرت را دید۔

۱۵۔ جد سے مراد حضرت قاسم سلیمانی ہیں۔ حضرت قاسم سلیمانی موصوف مشائخین و ایشان و عارفان
 عالی مقام کے سرگروہ تھے خداوند کریم نے انکو قطب زمانہ اور صاحب مشاہدہ کیا تھا کمالات باطنی
 آپ کے بلند پایہ تھے اور آپ نہایت قوی حال اور صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے ہمیشہ مخلوق کی
 دستگیری فرماتے ۹۵ھ میں پشاور کے قریب رود بدنی کے پیدا ہوئے تھے آپ کے والد کا
 نام شیخ قدم بن شیخ خواجہ محمد زاہد تھا آپ کی والدہ بی بی نکیبہ شیخ الہود صاحب فغان کی صاحبزادی تھیں

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کے ایک بھتیجے اور خلیفہ شیخ برہان الدین صاحب

بقیہ صفحہ ماقبل۔ چونامش نہادند قائم ولی بہ جان شد زانوارہ اومنتلی بہ آپ قوم کے پھان
متی زئی خلیل ہیں۔ سات برس کی عمر سے آپ نے صوم و صلہ ترک کیا اور نہ گناہ کبیرہ کیا قرآن شریف
اور تعلیم دینی محمد گولہ زئی سے پائی اور حضرت غوث الاعظم سے فیض روحانی حاصل ہوا جب ایک اہل
حضرت قطب عالم غوث بنی آدم شیخ عبدالقادر جیلانی سے عالم معاملہ میں ظاہری بیعت کے لیے عرض
کیا تو ارشاد ہوا کہ عہد کر سیکو برا نہ کہو گا اپنے قبول کیا اسکے بعد سید علاء الدین جموی کے ہاتھ پر بیعت
کی اجازت حاصل فرمائی اثنائے راہ میں لوگوں سے اپنے بہت اذیتیں اوٹھائیں مگر عہد شکنی
نہ کی سیکو برا نہ کہا جب اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ حسب الامر غوث آب کے آپکے
استقبال کو چاہ سے باہر تشریف لائے اور مرید کر کے خرقہ شریف عنایت کیا اور کہا کہ یہ امانت
تمہارے لیے رکھی ہوئی تھی اسکے بعد آپ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور بغداد شریف میں
بھی چلے کشتی فرمائی اور بخت اثر ف چاہ یوسف مشہد اقدس مزار خالد بن ولید رحمہ اللہ بعلبک حلب بصرہ
وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے حسب الحکم پیر و مرشد عرب سے ہندوستان آئے اثنائے راہ میں
خراسان بلخ غرغین کامل پشاور کے اولیا اللہ کے مزارات بھی حاضر ہوئے اور پھر اپنے وطن یعنی ہونچکر
موضع پلاسی میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے آپ کی بزرگی و کرامت کا ہر طرف شہرہ ہوا تین لاکھ
ایک سو اشخاص آپکے مرید تھے تیس خلیفہ صاحب ارشاد ہوئے ایک مرید و خلیفہ آپکے شیخ حسین محمد
قادری تھے جو فرزند رضی الدین محمد سلیمان کے تھے اور وہ افغانستان کے قدیم مشایخون سے تھے
جنہوں نے ستر ہزار مریدوں کو تلقین فرمائی تھی اور ایک ہزار انکے مرید صاحب ذوق و شوقِ اہل
مجاہدہ و مشاہدہ تھے۔

جب آپ کے کمالات باطنی کے ساتھ ظاہری شان و شوکت دیکھی تو بعض غازیوں نے کبر باد شاہ


یہ بڑے صاحب کمال گذرے ہیں جنکی مسیحائی سے مردے زندہ ہو گئے انکا
 بقیہ صفحہ ماقبل لکھا کہ شیخ علاوہ کرامات کے طاقت و جماعت کثیر رکھتا ہے ایسا نہو کہ خرفی
 کرے بادشاہ نے ایک خان میں شمشیر اور دوسرے میں زنجیر رکھ کر بھجوائی آپنے اس امر کی اطلاع
 حاضرین سے پیشتر ہی کر دی تھی کہ مشیت الہیہ میں یہی ہے کہ میں اسیر ہو کر مدفن کو جاؤں جب
 بادشاہی مراسلہ پہنچا تو آپنے فرمایا کہ مجھ کو ملک دنیا کی خواہش نہیں ہے اگر تمنا ہوتی تو دعا
 کا ایک تیر کافی تھا آپنے زنجیر پہن لی اور سنانہ میں لاہور اکراؤ افضل کے مکان میں مقیم ہوئے
 اور ذکر اشغال و یاد الہی میں مشغول ہوئے اسکے بعد اکبر بادشاہ نے آپکو شہر کے اندر رہنے کی
 اجازت دی اور آپ متعلقین محلہ خواجہ میں سکونت پذیر ہوئے بعض لوگ اس مقصد پر داندی
 باعث فیضی وغیرہ کو بتلاتے ہیں جب اکبر بادشاہ کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو سلطان
 خسرو سے جنگ ہوئی اور خسرو بھاگ کر لاہور آیا اور اسنے مشائخین کو بلا کر نذر دی اور دے
 فقیابی کی استدعا کی یہ خبر سن کر جہانگیر نے لاہور کے مشائخین کو طلب کیا اور جہانگیر نے یہ بھی
 سنا کہ قاسم سلیمانی نامی ایک درویش ہے اسکی نظر چسپوڑتی ہے وہ مجذوب ہو جاتا ہے اسنے
 آپکو بھی بلایا آپ ابراہیم خان کے ہمراہ باہتی پر سوار ہو کر جہانگیر کے پاس آئے بادشاہ مذکور نے
 لکھا کہ آپ کی وجہ سے خلقت کا ہجوم رہتا ہے اسلیے آپکا قیام چنار گڑھ میں مناسب معلوم ہوتا
 چنانچہ آپ حسب احکم سرہند دہلی اگرہ ہوتے ہوئے ۱۵ رجب ۱۵۸۵ء کو چنار گڑھ پہنچے
 اٹلے راہ میں آپنے یہ بھی فرمایا کہ بزرگان دین مجھسے فرماتے ہیں کہ تو اپنے مدفن کو جا رہا ہو
 باقی عمر کے انفاس آپنے وہاں عبادت الہی میں گزارنے چنار گڑھ میں اکثر آپسے کرماتیں ظاہر
 ہوئیں جب ضرورت وضو کی ہوتی تو آپ دریائے سندھ سے وضو کرتے زنجیر کی طرف دیکھ کر فرماتے
 کہ میرے پیر سے نکل جا وہ نکلتا ہی بعد وضو کے فرماتے کہ آجا وہ آجاتی نگہبان شہید تھا

مزار چالندھرتن موجود ہے اس نواح میں انکی کرامتیں ہر خاص عام پر روشن
 تھیں ماقبل اسے یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی بادشاہ نے متزلے ملاقات ظاہر فرمائی کہ آپ نے
 یہ منظور کیا رحلت سے تین ماہ پیشتر وضو کے وقت آپکے خادم سمیع نے عرض کیا کہ ایک کاغذ آپکے
 سر پر معلوم ہوتا ہے آپ نے اسکو لیکر دستار کے بیچ میں رکھ لیا اور فرمایا کہ مجھ کو ایک مقام مقنا
 مجھونی سے عنایت ہوا ہے یہ اوسکی سند ہے اور فرمایا کہ کل دارقنا سے ملک بقا جاؤنگا میں تیر
 پھینکیتا ہوں جہاں پر گرے اوسجگہ پر دفن کرنا القصہ ۱۹ جمادی الاول ۱۲۰۷ھ کو آپ نے ۶۰ برس کی
 عمر میں انتقال فرمایا چنار گدھ میں آپ مدفون ہوئے اہل امارت نے عمارت مقبرہ کی تعمیر کرائی
 تو ماہ قلعہ کے اندر آپ رہنے راقم نے قطعہ تاریخ وصال یہ نظم کیا ہے ۵۰ جو شیخ قاسم ذیباہ
 یامزید زسن ۶۰ بزیر سایہ رحمت وجود خویش نہفت ۶۰ بفکر سال وقائش دل متلف شد ۶۰ چیخ بافت
 غیبی خدا شناس یگفت ۶۰ آپ کی اولاد میں سات فرزند اور نو صاحبزادیاں چار بیویوں کے بطن
 سے لکھی ہوئی ہیں بعض بیوی قوم کی گلیانی اوبعض خلیل تھیں فرزندوں کے نام یہ ہیں - شیخ ابراہیم
 شیخ کبیر بالا بیر - شیخ فرید - عبدالکریم - شیخ محمد واصل - شیخ اسماعیل - شیخ نور - بنی بنی حکیم کے بطن
 سے شیخ کبیر اور شیخ فرید تھے - اور خدیجہ بنی بنی کے بطن سے شیخ محمد واصل وغیرہ تھے -
 بحر ذخار میں جو حضرت قاسم سلیمانی کے متعلق عبارت ہو وہ قابل دید ہو جو مجتہد یہاں پر نقل کیجاتی ہو
 آن سرزمہ مشایخ ذیشان آن سرگروہ عارفان عالی عرفان ان معنی کمالات معانی قطب زنگار
 حضرت شاہ قاسم سلیمانی از معشمان طایفہ مشایخ بغایت بزرگ مجاہد و صاحب شہادت
 حلے قوے و نفسے قاطع دوست گیر داشت اکثر شاہبازان ہوئے آن صاحب کمال
 ہوئے کمال ہو اور آمدند حضرت قاسم سلیمانی قادری کے جد امجد شیخ مرداد نہایت پر تقویٰ
 اور صاحب قوت گذرے انکی کرامات میں لکھا ہوا ہے کہ ایک روز دہلی سے قریب قہار کے

ہیں وہاں مدت تک سکھوں نے آپ کے مزار کے چراغ کو بجھانا چاہا مگر قدرت الہی سے پھر وہ روشن ہو جاتا تھا آخر کار مجبور ہو کر اس بے ادبی سے باز آئے اس کے متعلق بحر ذخار میں جو عبارت تحریر ہے وہ درج ذیل ہے۔

ان برہان کمالات یقین حضرت شیخ برہان الدین برادر زادہ و خلیفہ شیخ صدیقی شاہ است صاحب کمال بود احیاء مومنین ازو بعمل آمدہ مزارش در جالندہر است کرامت و خوارق او بر خاص و عام ان نواح اظہر است در ان نواح عمل سکھان کافر بود مدتها خواستند کہ چراغ مزارش خاموش باشد میسر نشد

بقیہ صفحہ ماقبل جا کر ایک جگہ کو مع اس کے چار مرید و نو مسلمان کیا اور اپنے ہمراہ لاکر اپنے مکان پر مغرب کی نماز ادا کی جب نواح قدما رہا میں وہ شہید ہوئے اور کسی کو خبر نہوئی ایک سال کے بعد اپنے فرزند کو شب میں دکھلایا کہ مجھ کو فلان موضع میں شہید کر کے خاک میں چپا دیا ہے وہاں سے نکال کر جنازہ کی مناسبت ادا کر کے فلان مقام میں دفن کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انکی قبر کی خاک سے سانپ اور سگ گزیدہ اور ملک امراض کو شفا ہوتی تھی۔ شیخ عارف بھی آپ کے اجداد میں بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ شیخ حسن بھی ایک بزرگ تھے جو مرید خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے جنکے متعلق خواجہ صاحب موصوف فرماتے تھے کہ اگر مجھ سے حشر کے دن پوچھا جاوے گا کہ دنیا سے کیا لایا تو کو نکاح حسن کو۔ شیخ حسن کی کرامت یہ ہے کہ دہلی میں ایک شخص نے مسجد بنائی قبلہ کی سمت سیدھی نہیں ہوتی تھی معمار عاجز تھے آپ نے زور تصرف سے جملہ حاضرین کو قبلہ دکھا دیا اور مسجد کا رخ صحیح کرادیا۔

اوشان خاموش میگردند بقدرت الہی روشن میشدند  ناگزیر
ازین بے ادبی دست بردار شدند۔

شیخ برہان الدین صاحب موصوف کے پاس شاہ آباد میں تاج محمود
دیوانہ رہا کرتے تھے اونھوں نے اونکے دامن فیض سے برکات و
کمالات حاصل کیے تھے حضرت محمود سے اعلانیہ کرامتیں ظہور میں آتی تھیں
ایکبار ایک نہراپنے زور تصرف سے جاری کر دی تھی آپ کا دل عشق الہی کے
تیر کا نشانہ بن گیا تھا مگر گذر اوقات ملازمت سے کرتے تھے۔

خیر نریۃ الاصفیا کے صفحہ ۹۱ میں چند کرامتیں آپ کی مرقوم ہیں ایکبار خشکسالی
میں خداوند کریم نے آپ کی دعا سے پانی برسا دیا تھا اور ایک شخص نے آپ پر
بے ادبی سے لکڑی اوٹھائی تھی اسکا ہاتھ شیر نے چاٹ لیا تھا اور ایک عروس
کے ورثانے آپ کے سامنے نکلنے سے بدگمانی کی تھی وہ دیوانی ہو گئی تھی
اور پھر آپ کی دعا سے صلی و صحیح حالت پر آگئی تھی شیخ محمود تاج قادری
کی وفات ۲۳ ص ۱۱۱ میں بعد عالمگیری ہوئی تھی مادہ رحلت شیخ الاصفیا اور
عاقبت محمود تاج اولیا ہے آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان
سے فرماتے اسے طرح ظہور میں آتا تھا خیر نریۃ الاصفیا کی عبارت طوالت سے کہ
خون سے قلم انداز کیجاتی ہے مگر چند سطرین کچر و خار کی اسجگہ پر تحریر کیجاتی ہیں
آن خدا تک عشق را نشانہ حضرت تاج محمود دیوانہ و شاہ آباد
قریب شیخ برہان الدین بود معاش از چاکری کر دی کر است
اعلانیہ داشت وے بر محبت کافرے جوے خشک از

سمتے بسمتے بزور تصرف روان ساخت۔

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری شاہ آبادی کے تصرفات میں ایک یہ امر بھی آج تک چلا جاتا ہے کہ جس شخص کو کتا کاٹ کھائے اور وہ آپ کے مقبرہ کے دروازہ سے نکل کر اس کنوین کو جو مقبرہ کے احاطہ میں ہے جہانک آئے وہ بفضلہ گزند دیوانگی سے محفوظ رہتا ہے نقل ہے کہ ایک بار آپ کو ایک کتے نے کاٹ کھایا تھا اور کا زخم عرصہ تک علاج سے اچھا نہو آپ نے اتنا ناقص گوشت چھری سے کاٹ ڈالا جس کے بعد وہ زخم حکم الہی سے اچھا ہو گیا اس اثنا میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر آج سے کتے کا کاٹا ہو شخص میری درگاہ پر حاضر ہو گا تو انشاء اللہ وہ مرض دیوانگی سے محفوظ رہیگا اور یہ کرامت آپ کو موروثی طور پر اپنے بزرگوں سے ملی تھی۔ حضرت مہدی صاحب کے ملبوسات میں ایک کرتہ تیر کا چلا آتا تھا اوس کا یہ اثر تھا کہ اگر کسی شخص کو کوئی اہم کام پیش آتا اور وہ فوراً اوس وقت طے آتا تو گویا اس شخص کے حق میں یہ فال کامیابی کی کھلی ورنہ ناکامی ہوتی مگر افسوس کہ جس شخص کے پاس وہ رکھا تھا اس کی بے ادبی سے جل گیا آپ کا مزار محلہ بذریا میں موجود ہے مقبرہ پر یہ کتبہ نصب ہے

در سال نیک میمون در روز سعادت

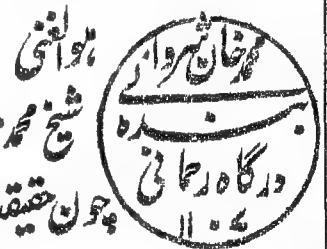
غوث الزمان مہدی سے بہشت شد

۸۴۰ ھ خلیفہ شعیب۔ عہد عالمگیر بادشاہ غازی السلاسل جلوس

دوسرا شعر بھی اس بیت کے نیچے پتھر پر کندہ ہے مگر حرف گر گئے ہیں پڑھانہیں جاتا مگر ایک مصرعہ پڑھنے میں آیا ہے اور وہ یہ ہے ہجوارم تازہ بتایں سعید۔

راقم سے ایک استیاز انسان نے بیان کیا ہے کہ آپ کے مزار سے قبوض
اور مراقبہ کیسے انوار مشاہدہ میں آئے ہیں آپ کی خانقاہ کے لیے معافیان کی
تحقیق بعض اسناد آجتک موجود ہیں اور بعض امتداد زمانہ سے ضائع ہو گئی
ہیں ثبوت کی غرض سے ایک سند معافی موضع کی جو سرکار بدایون میں و موضع
یعنی موضع بجولا اور موضع المیادے گئے تھے یہاں پر درج کی جاتی ہے۔

نقل سند معافی بنا پر مصارف درگاہ



ہوائی

شیخ محمد مہدی قادری

چون حقیقت استحقاق و کثرت اخراجات فقرا و درگاہ غوثیہ
قطب الدارین بطور پوست لہذا موضع المیاتہ کر کا خاص عملہ پر گنہ مہر آباد سرکار
بدایون من ابتدا کے فصل خریت سن ۱۰۵۰ و وجہ نذر درگاہ مقرر نموده شد
باید کہ فقرا درگاہ حاصلات آنرا فصل فصل سال بسال صرفت مایحتاج خود ہا
نمودہ بدعا و دام دولت ابد مدت اشتغال بنمودہ باشند تقریر فی التلیخ
بست و دوم شہر رمضان المبارک ۱۲۵۰ جلوس معلی

اب آپ کے مقبرہ اور باغ کی چار دیواری شکست حالت میں ہے احاطہ کا
رقبہ کئی بیگہ کا ہے جسکے اندر خانقاہ و پنجہ کنوان اور پر فضا باغ نصب تھا مگر
وہ بہت خستہ و خراب ہو رہا ہے جاگیرین جاتی زمین اولاد بے علم ہو گئی اول
کوئی ذمی مقدمہ شخص ادھر متوجہ نہوا سلیے اسکی آبادی و دیروانگی سے میل

ہو گئی شیخ مہدی صاحب کے والد ماجد شیخ کبیر بالائیر صاحب کو جو مقبولان الہی سے تھے نواب بہادر خان اپنی جاگیر واقع قنوج میں لائے تھے اور بڑے اعزاز سے رکھا تھا جب شیخ کبیر صاحب کا قنوج میں انتقال ہو گیا تو نواب صاحب موصوف کے عہد میں اونکا مقبرہ بنوا گیا چنانچہ اوسپر کتبہ آج تک ایسا درخان کے نام اور انکے عہد میں تعمیر ہو نیکا لگا ہوا ہے اسکے بعد جب فی ایسا درخان نے شاہجہانپور آباد کیا تو شیخ کبیر صاحب مرحوم کے برادر محمد وصل صاحب کو شاہجہانپور لائے اور اپنی صاحبزادی اونکے عقد میں دی اسی طرح نواب دلیر خان نے جب شاہ آباد آباد کیا تو حضرت شیخ کبیر صاحب مرحوم کے صاحبزادے شیخ محمد مہدی صاحب کو بحال عظیم شاہ آباد لائے اور محلہ بذریا میں بسایا اور موضع جوگی پور موضع کنھر پور جو اسی محلہ کے متصل واقع تھے آپکی معافی میں دیے آپکی اولاد و خلیفہ بھی صاحب عظمت اور خدا پرست ہوئے ہیں۔

شیخ محمد مہدی صاحب کی وفات سنہ ۱۰۸۷ھ میں واقع ہوئی سنہ وفات کتبہ مذکورہ بالا میں منقوش ہے راقم نے بھی از روئے حساب دو مادے تاریخی نکالے ہیں پہلا مادہ اس مصرعہ میں ہے

مہدی جہان شیخ مہدی

اور دوسرے تاریخی مصرعہ کو اس قطعہ میں منظوم کیا ہے

مقبول جناب پاک احدی
ہادی زمان شیخ مہدی

از دہر برفت سوے جنت
از بہر وصال گو متظر

خلافت

علاوہ ہزار ہا مریدین کے آپ کے چند خلیفہ نہایت نامور اور صاحبِ تقہس تھے انہیں بعض عالی مراتب گذرے ہیں مثلاً آپ کے بھتیجے برہان الدین صاحب جو آپ کے خلیفہ بھی تھے جنکے کمالات و کرامات ضمنائیم اوپر بیان کر چکے ہیں اس نمبر میں خلیفہ شعیب بہت مشہور تھے انھیں کے انتظام سے کتبہ درگاہ پر نصب ہوا ہے اور اکثر امور خانقاہ و دیگر معاملات صاحبزادگان کے انکے ہاتھوں انجام پاتے تھے چنانچہ جمال خان کمال خان و چاند خان و تاج خان وغیرہ گلیانی نے پندرہ بسوات زمینداری موضع طاہر پور پر گنہ کانٹ سرکار بدایون کے جو شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری کے ہاتھ فروخت کیے تھے وہ آپ ہی کے ورعیہ - مے ہوئے تھے اور اسکا بیعنامہ ۷ رجب سن ۱۱۷۵ کو تحریر ہوا ہے اس میں خلیفہ صاحب موصوف کا حوالہ لکھا ہوا ہے اور قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ثبت ہے پچیس خلفا خانقاہ میں حاضر رہتے تھے جنکے نام دو سچوئیں بیگہ اضافی بھی معاف تھی اونکے ناموں کی فہرست یہ ہے۔

خلیفہ عبد الملک	خلیفہ عثمان	خلیفہ شعیب	خلیفہ اسحاق	خلیفہ عہد
خلیفہ یوسف	خلیفہ عرفی	خلیفہ گل	خلیفہ پاسبندہ	خلیفہ خان
خلیفہ محبت	خلیفہ عزیز	خلیفہ امداد	خلیفہ خدا داد	خلیفہ الیاس
خلیفہ احمد	خلیفہ شریف	خلیفہ حاجی	خلیفہ محمود	خلیفہ حسین
خلیفہ اخوند علادل	خلیفہ ننگر اخوند	خلیفہ اخوند لعل	خلیفہ راجی	خلیفہ جمعہ

نقل پروانہ بنام خلفائے شیخ محمد مہدی ق

قاضی علی تہ (منجانب امارت پناہ ولیر خان بہادر از قرار بتایج ۳۴ محرم ۱۲۹۹ لکھنؤ)
 مستند متصدیان ہماں حال و منتقبال پر گنہ سائڈی محلہ سرکار خیر آباد بدہندہ
 چون موازی د و صد و پنجاہ بیگلہ از محال مسطور بموجب اسناد حکام سابق مفصلہ ضمن
 در وجہ مد معاش فقر و خلفائے شیخ محمد مہدی قادری مقرر ہست در نیولا اینجا نب
 نیز بدستور سابق حسب اخص مقرر و سلم داشتیم باید کہ بھیج وجہ مزاحم احوال بن جماعت
 بعلت اراضی مسطور نشدہ و اگر اندک بنماط جمع حاصلاتش فصل بفصل سال سال
 صرفت مایحتاج خود بایتمودہ باشند و بدعا و دولت دوام ابد مدت اشتغال نمایند
 در نیاب تاکید و اتہد تقریر فی التایج شہر صدر سند الیہ
 مقررہ شرح ضمن عک اسامی مقررہ اراضی لاسگہ موازی د و صد و پنجاہ بیگلہ
 اراضی بکر المی بنجر افتادہ۔
 تفصیل اسما و خلفائے مذکور الصدر

اولاد حضرت محمد مصباح تادری

آپ کے تین فرزند تھے جنکے نام نامی یہ ہیں شیخ منور صاحب شیخ
 مراد صاحب شیخ ہدایت اللہ صاحب راقم نے آپ کی اولاد
 کا شجرہ بڑی تحقیق و جانکاہی سے مرتب کیا ہے اور اس خاندان کے مستند
 کاغذات سے مدد ملی ہے۔

۱۰۰

25

25

10

三

مجلس

1

22

7

1

三

1

25

五

५०५

10

1

1

2

五

10

Abstract

شیخ منور صاحب کے حالات اور انکی اولاد کا تذکرہ کسی کاغذات میں نہیں ملا اور نہ انکی اولاد کا نام ترکہ وغیرہ کی تقسیم میں آیا اس سے آپ کا اولاد ہونا ثابت ہے۔

شیخ محمد مراد صاحب آپ کی زندگی میں ایک واقعہ پیش آیا ہے جس کا مختصر موجود ہے اس میں تحریر ہے کہ حقایق آگاہ معرفت دستگاہ شیخ محمد مراد صاحب الکریم نے اپنی معافی کے اسناد جو چار سو بیگہ اراضی انکو بطور مدد معاش کے موضع عمر پور و کوریا پر گنہ سائڈی کے متعلق ملی تھی بادشاہی متصدیوں کے دیکھنے کی نظر سے قنوج سے سائڈی کو لائے تھے اور وہ اسناد جنہر بادشاہی عاملوں وغیرہ کی مہرین پڑی ہوئی ہیں آپ کے کپڑوں میں رکھی تھیں رات کو آپ نے موضع عمر پور میں قیام کیا تھا ناگمان اس اطراف کے گنوار آئے اور اس موضع میں ڈاکہ ڈالا اور مال و متاع اس گاؤں کا لوٹ لیا خلیفہ صاحب کے کپڑے وغیرہ بھی حسین وہ سندیں رکھی ہوئی تھیں لوٹ لیکئے اور آپ کو بھی تلوار سے زخمی کیا یہ مختصر قصہ میں تحریر ہوا ہے اسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ہے اور انھوں نے اس کاغذ کی تصدیق کی ہے اسکے ماسوا عبد الرحمن شاہ محمد جلال شامراے بھوانی سہارے کی مہرین بھی شہادت کے متعلق ثبت ہیں آپکی اولاد کا نام بھی کسی ترکہ کے کاغذات میں نہیں دیکھنے میں آیا اس سے آپ کا انتقال کرنا اور اولاد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب آپ حضرت مہدی صاحب قادری کے تیسرے صاحبزادہ تھے آپ ہی سے اس خاندان کا سلسلہ

چلا ہے اور ذی اولاد ہو کے بن ان ہر سہ فرزندوں کے نام بعد انتقال محمد مصطفیٰ
مرحوم کے نواب دلیر خان نے بجالی جاگیر کی سند تحریر کی ہے اور وہ اصلی سند
راقم کے پاس موجود ہے جسکی نقل بحبسہ لکھی جاتی ہے۔

نقل سند نواب دلیر خان بنام فرزند ان حضرت شیخ
محمد مہدی قادری قدس اللہ سرہ العزیز

ہو المعتمد

جلال اشد روزگار چو صدیق متصدیان مہات حال و استقبال شاہ آباد بغایت
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر امیدوار بودہ بداند چون موضع جوگی پور و کنہر پور
کہ دروہہ نذر و وطن مغفرت پناہ شیخ محمد مہدی مقرر بودہ من
ابند اے فصلیہ لوی سل سلسلہ فضلی بشرافت و حقایق آگاہان نتیجۃ الکرام شیخ
محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منظور پیران آن مرحوم بجا داشتہ شد باید کہ بتعلق
و تصرف ایشان و اگر از اند کہ بخاطر جمع بدستور سابق حاصلات آنرا صرف
معیشت خود نموده در شاہ آباد سکونت داشتہ باشند و خانہ وزمین زرعی کہ از سابق
در ان موضع بتعلق کسے باشد حقایق آگاہان از انہا مزاحم نشوند کہ ہر کدام بعمل و
دخل خود داشتہ باشند در ین باب تاکید دانند تحریر افی التاریخ ہفتہ ہم شہر
رمضان المبارک سنہ ۱۲۸۰ ہجری۔

جانب پشت

ملاحظہ نمایند۔ بتاریخ ۱۰ اشہر رمضان ۱۲۸۰ء داخل سیما ہر حضور ہر دو موضع مجوز
 پروانہ فضیلت پناہ پیر خان جیوا از ابتدائے فضلہ رفیع لوی سل
 ۱۲۸۰ء فصلی بحال دہشتہ شد مواضعات۔

حافظ تقی
 منعم صدیق

ملاحظہ نمایند۔ مقررہ دیہات دروچہ نذر و وطن با سیم محمد مراد وغیرہ پسران منقطع
 پناہ شیخ محمد مدی من ابتدائے فضلہ رفیع ۱۲۸۰ء مقرر شد تعلق کسان آنها و اگر اند
 شرح دستخط والا پناہ خواجہ ماچند دیوان آنکہ حسب الامر بموجب پروانگی فضیلت
 پناہ پیر خان من ابتدائے فضلہ رفیع لوی سل پروانہ فتلی نمایند۔

مالہ
 حاصل زر مال
 انزود
 مالہ
 مالہ

جوگی پور تہ شاہ آباد		کفر پور تہ شاہ آباد	
حاصل	انزود	حاصل	انزود
مالہ	مالہ	مالہ	مالہ

نقل فرمان عالمگیر بادشاه بنام شیخ هدایت الله صاحب دای

چون بغرض مقدس معی رسید که بموجب اسناد حکام موضع کنه پور و جوگی پور عمل
پیرگنه پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبه اوده در وجه مدد معاش و صرف مایحتاج
و بجهت سکونت و آبادی و سرائے و باغ و حوض و چاه و خانقاه حقایق
و معارف آگاه عارف بالله شیخ هدایت الله مقرر است و مشار الیه
مواضع مذکور در بستی را قابض و متصرف التماس فرمان عالیشان وارد و لهذا
حکم جهان مطلع عالم مطیع صادر شد که مواضع مذکور در بستی در وجه صرف
مایحتاج و سرائے سکونت و آبادانی و سرائے و باغ و حوض و چاه و خانقاه حسب
الضمن مقرر باشد که بدستور سابق بشرط قبض و تصرف بخاطر جمع در انعموده آباد بوده
و حاصلات آنرا صرف مایحتاج خود نموده بدعا و بقاء دولت ابد مدت موطبت
بینموده باشد می باید که حکام و عمال و جاگیرداران و کوریان حال و استقبال تحکم
والا را مستمر دانسته مواضع مسطوره در بستی را تصرف او باز گذارند اصلا و
مطلقا تغیر و تبدیل بدان راه بدهند و بعلت مالوجیات و اخراجات مثل بیکار و
شیکار و مقدمی و قانونگوئی و ضبط هر ساله و کل تکالیف دیوانی و مطالبات
سلطانی مزاحم نشوند و در نیاب هر ساله سند مجدنه طلبند بتاریخ پنجم شهر صفر سنه

جانب پشت

شرح یادداشت واقعه بتاریخ روز چهارشنبه یازدهم شهر شوال سنه چهارم

موافق سنه هجری مطابق مہر الہی ہر سالہ سیادت و نقابت پناہ شرافت و نجابت
 و شنگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الہی صدر رفیع القدر ضوینا
 و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ حسام الدین حسین قلمی میگرد
 کہ بغرض مقدس رسید کہ بموجب اسناد حکام موضع کنھر پور و جوگی پور علم پرگنہ
 پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودہ در وجہ مدد معاش و صرف مایحتاج و کسبت
 سکونت و آبادانی و باغ و حوض و چاہ و خانقاہ حقایق و معارف آگاہ عارف باللہ
 شیخ ہدایت اللہ مقرر است و مشار الیہ مواضعان مذکور در بستی اقا قبض و تصرف
 التماس فرمان والا نشان دار و حکم ہما مطلع عالم مطیع صادر شد کہ مواضعان مسطور
 در بستی را بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و صرف مایحتاج
 و بخت سکونت و آبادانی و سراے و باغ و چاہ و حوض و خانقاہ با و مرحمت فرمویم
 اگر در محل دیگر چیزی داشته باشد آنرا اعتبار کنند واقعہ ہم شوال سنہ جلوس الہی
 مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد شرح بخط سیادت و نقابت پناہ شرافت و
 نجابت و شنگاہ صدر رفیع القدر ضوینا آنکہ داخل واقعہ نمایند شرح بخط واقعہ
 نویس مطابق و قسست شرح بخط موئن الدولت العلیہ معتمد سلطنت الیہ عمدہ و در
 رفیع الشان زیدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک مال ناہج مناہج دولت
 اقبال شایستہ اقوال عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان
 ہجرتہ الملک مدار المہام آنکہ بعض مکرر رساند شرح بخط قابل التبریت لایق الاحسان
 لطف اللہ خان آنکہ سیوم شہر محرم الحرام سنہ جلوس مہمنت ماہوس
 مکر و بعض مقدس رسید شرح بخط خان شجاعت نشان ہجرتہ الملک مدار المہام

آنکہ فرمان عالیشان قلمی نماید۔

موضع	موضع	موضع	موضع
جوگی پور	موضع	موضع	موضع
مال سنگہ رقبہ	موضع	موضع	موضع
عبداللہ میان والی	موضع	موضع	موضع
حوض باغ نور کل	موضع	موضع	موضع
مال سنگہ لایق زرعہ	موضع	موضع	موضع
مورخہ سنہ ۸۲۰ ہجری	موضع	موضع	موضع
موافق سنہ ۱۰۰	موضع	موضع	موضع
مال سنگہ	موضع	موضع	موضع



اس فرمان کے چہ سات برس کے بعد ایک سند بھی عاملان شاہی شمس معانی کی تحریر کی جسکی نقل بھی حاشیہ پر درج ہے۔

نقل سند معافی منجانباً، شاه عالمگیر بنام پیرزاده شیخ هدایت
عروشی، مخصوصاً محتباً دری این شیخ محمد مصباحی

عالم گیر شاہ
خیر اندیش خان

11/16

خیر ازیش خان
متصدیان مهمات پالی سرکار خیر آباد مضامین صوبه بوده بداند
چون بموجب اسناد حکام موضع کنه پور و جوگی پور علیه برگشته مذکور در وجه
معاش حقایق و معارف آگاه حق شناس حقیقت اساس شیخ هدایت الله مقرر است
و مشاور الیه مواضع مذکور را قابض متصرف باید که مواضع آن در بستان مسطور
را بدستور سابق در وجه مد معاش تبصره مومی الیه و اگر اندک حاصلات از آن
معیشت خود نموده بدعا گوئی از دیاد عمر و دولت ابد مدت مشغول باشند
بتایخ شهر جادی الاولی عشره جلوس والا تحریر یافت.

جانب ہشت

مقررہ ضمنیہ معاش و صرفت مایحتاج سکونت آبادانی و سرے و باغ و چاہ و خانقاہ و
عوض حقایق و معارف آگاہ حق شناس حقیقت اساس شیخ ہدایت اللہ موضع کنھڑی
و جگہ پور من اعمال پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اودھ

جوگی پورہ - موضع

کوفہ اور موضع

تباين ۲۵ جادی الاول ۲۴ قمر حشر - تباين ۲۹ جادی الاول ۲۴ قمر حشر

شیخ ہدایت اللہ صاحب موصوف اپنے والد محمد مہدی صاحب کے بزرگوار
اوصاف سے متصف تھے آپ کی بزرگی و زہد تقدس کا شہرہ عام تھا چنانچہ
بادشاہ عالمگیر نے بھی آپ کی مشیخت کا کاغذ کر کے فرمان میں عظمت آب الفاظ
سے مخاطب کیا ہے اور آپ کے چھ فرزند تھے جن میں بعض ابراہار وقت ہوئے
ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

پہلے صاحبزادہ شیخ عبد الرحمن صاحب تھے ان کے دو لڑکے شیخ
غلام علی اور شیخ محمد علی ہوئے ہیں ایک کاغذ میں غلام محی الدین عرف لالہ
میان آپ کی ولدیت میں لکھے ہوئے ہیں مگر ان کا نام ان کاغذات میں
جو اس خاندان میں باہمی طور پر حقیقت کے متعلق تحریر ہوئے ہیں نہیں ملتا ممکن ہے
کہ یہ پیشتر مفقود یا خیر ہوں اور پھر واپس آئے ہوں اس لیے آخر عمر میں ان کا نام کاغذ
میں درج ہوا ہو لیکن ان کی پیرزادگی اور قنوج کی جاگیر میں شرکت ثابت ہے لالہ
میان مذکور کے تین بیٹے قادر علی میان۔ یوسف علی میان۔ ناصر علی میان تھے
یوسف علی کا چنانہ لڑکھ میں لا ولد فوت ہونا تحریر ہے قادر علی کی اولاد دختر تھی
اور ناصر علی کے لڑکے کا نام کفایت علی لکھا ہوا ہے۔

شیخ غلام علی صاحب لا ولد رہے اور شیخ محمد علی صاحب کی اولاد دختر تھی کوئی
لڑکا نہ تھا چنانچہ ان کے گھر کا چراغ روشن کرتا۔

شیخ عبد الرحمن صاحب کا جلد انتقال کرنا کاغذات سے واضح ہوتا ہے کیونکہ
ان کے ترکہ پر جملے ان کے لڑکوں کا نام دیکھا جاتا ہے۔
دوسرے صاحبزادہ شیخ عبد الرسول صاحب تھے انھیں کے لڑکے

شیخ عبد الواحد صاحب تھے اور ان کے فرزند عبد الروف صاحب عبد الغفور صاحب تھے اور شیخ عبد الروف صاحب کے دو بیٹے ایک عبد الباسط عرف فقیرن میان اور دوسرے شیخ محمد صالح عرف پیرن میان ہوئے پیرن میان کے امیر علی میان اور امیر علی میان کے بیٹے مقصود علی میان صاحب تھے جنکو راقم نے لڑکپن میں دیکھا ہے نیک اور خلیق انسان تھے ان کے بشرہ سے بھولا بن اونیکی بختی وراثت پائی جاتی تھی۔ ان کے چار لڑکے ہوئے ان میں منو میان معصوم علی میان جو انمرگ انتقال کر گئے اور ممتاز علی میان اور اعتماد علی میان بقید حیات ہیں مقصود علی میان صاحب مرحوم کی اولاد میں بھی سرشتی طور پر سادگی کے آثار اس قسم کے پائے جاتے ہیں جس سے موروثی بزرگی کا پتہ چلتا ہے مگر اس کو کہ خاندانی علم سے خالی ہیں۔

شیخ عبد الغفور صاحب نے لا ولد ہو نیکی وجہ سے اپنی ملکیت کا تملیک نامہ اپنے بھائی شیخ عبد الروف صاحب کے نام ۹۴۲ھ میں تحریر کر دیا تھا۔ تیسرے صاحبزادہ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکار صاحب تھے وہ بھی لا ولد رہے انھوں نے ایک چیلہ مسمیٰ محمد روشن کو پرورش کر کے تنہا کیا تھا مگر اسکے بھی اولاد نہ ہوئی۔

چوتھے صاحبزادہ محمد زاہد صاحب تھے تقدیری بات ہے کہ وہ بھی لا ولد رہے۔

پانچویں صاحبزادہ شیخ میان داد صاحب تھے ان کے ایک بیٹے موسومہ بہ محمد فاضل کا غذات میں لکھے ہوئے ہیں مگر کاغذ کے شکست

ہو جانے سے نام صاف پڑھا نہیں جاتا اور نکاح جلد انتقال کر جانا اس بات سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ اونکی ہر دو بہنیں مسماۃ نورانی بیگم اور بادشاہ بیگم اپنے والد میان داد صاحب کے کل ترکہ کی مالک ہوئیں اور ان دونوں صاحبزادیوں نے اپنی ملکیت اپنے ورثا کو دیدی تھی پہلے نورانی بیگم نے اپنے فرزندان مسلمان فتح علیخان اور حسن علیخان کو جائداد لکھی لیکن اسکے ساتھ عنایت علیخان کے بیٹے رستم علیخان کو بھی جو اونکا پوتا تھا جائداد کا حصہ دیا اور بہن کی تقلید کے بموجب مسماۃ بادشاہ بیگم نے اپنا نصف حصہ انھیں دونوں بھانجروں کو ہبہ کر دیا مگر اپنے بھانجے عنایت علیخان متوفی کے بیٹے رستم علیخان کو حسب تقسیم اپنی بہن کے حصہ نہیں دیا۔ فتح علیخان کے بیٹے شجاعت علیخان کسی لڑائی میں مارے گئے انکی ایک لڑکی تھی۔ اور عنایت علیخان بھی کسی جنگ میں کام آئے انکی اولاد میں مصاحب علیخان تھے جنسے اولاد دختر می تھی۔

حسن علیخان ایک پہلوان اور شہ زور شخص تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرمائروائے اودہ کے یہاں پانچ روپیہ پاتے تھے انکی اولاد میں ایک بیٹے امیر علیخان اور دو بیٹیاں تھیں ایک بیٹی مسماۃ تارن بی بی احمد علیخان سلطانی کو منسوب تھیں جنکے بطن سے حافظ غلام علیخان خادم امیر علیخان منصب علیخان اور ایک دختر مسماۃ برکت بی بی تین اولاد میں پیدا ہوئی تھیں اور دوسری بیٹی عظیم خان بازیخیل کو منسوب تھیں جو اولاد میں۔ امیر علیخان کے بیٹے رستم علیخان تھے جنکی اولاد میں صفت علیخان و محفوظ علیخان وغیرہ ہیں۔

چھٹے صاحبزادہ شیخ عبد الستار صاحب تھے انکے دو بیٹے

اور دو لڑکیاں تھیں بڑے بیٹے عبد الرزاق جسے وہ ناتواں تھے اور انکو عاق بھی
کر دیا تھا عبد الرزاق مذکور لا ولد رہے اور لڑکھارے گئے جنکا قصہ آگے
لکھا جائیگا۔ اور دوسرے بیٹے عبد الغفار بھی لا ولد رہے۔

شیخ عبد الستار صاحب کی ملکیت کی انکی صاحبزادی والدہ عبد الرؤف جو
شیخ عبد الرسول صاحب مذکورہ بالا کے فرزند شیخ عبد الواحد صاحبہ اور حجازہ
کو بیاباں تھیں مالک ہوئیں انکے بعد عبد الرؤف انکے فرزند اپنے نانا عبد الستار
صاحب کی املاک پر قابض ہوئے کیونکہ انکے مامون عبد الرزاق جو ان لڑائی
میں مار گئے جنکی بیوہ زوجہ کے بھتیجے سبخر خان اور عبد الرؤف صاحب سے
بابت ترکہ کے بہت دن جھگڑا ہوا آخر میں عبد الرؤف صاحب حقیقت کا میاں
ہوئے اور یہ داد ہالی اور نانہالی دونوں طرف سے مددی صاحب کی اولاد میں
تھے انکی اولاد کا تذکرہ عبد الرسول صاحب کی اولاد میں مفصل بیان ہو چکا ہے
ہدایت اللہ صاحب کی اولاد میں ایک صاحب عبد ہادی صاحب ہیں جنکا
نام کاغذات معانی میں درج ہے مگر ولایت تحریر ہوئی ہے یہ پتہ نہ چلا کہ اب تو نہیں
ہیں یا تو اسونہیں مگر انکا انتقال جلد ہوا ہے کیونکہ انکی بیوہ کا نام کاغذ و نہیں تحریر ہے
اب شیخ مددی صاحب کی ان چھ پوتوں کی نسل میں سپران مقصود علی میاں صاحب
اولاد نر نیہ ہیں اور فرزند ان یعقوب علیخان اولاد دختری میں ہیں

ان حضرات پر زادگان کے کاغذات میں دو شجرہ دستیاب ہوئے ایک
تو ہندو بہت سرکاری یا کسی مقدمہ میں مرتب کیا ہے اور دوسرا حافظ غلام
علی صاحب نے جنکو اس خاندان سے ذاتی تعلق ہوئی ہے پوری وقفیت اور ایک سو

برس سے زائد عمر اور اسکے ساتھ اچھی یادداشت اور وسیع معلومات تھی لکھایا ہی
لیکن ان ہر دو شجروں میں بعض باتوں میں اختلاف ہے اس لیے ہم نے پرانے کاغذات
سے شجرہ کی صحت کر دی اور جو یادداشت کی بنا پر شجرے لکھے گئے ہیں ان پر پرانے
کاغذات کو مقدم و مستند سمجھا۔ ہاں جن امور کا پتہ دستاویزات سے نہیں چلا
وہ ان دونوں شجروں سے لکھا ہے مثلاً شیخ غلام علی صاحب کا لا ولد فوت ہونا ان
ہر دو شجروں میں سہوایہ لکھ گیا ہے کہ مہدی صاحب کے صاحبزادہ میں ایک صاحبزادہ
غلام رسول صاحب تھے حالانکہ اس نام کے کوئی صاحبزادہ نہیں گذرے بلکہ
عبدالرسول صاحب تھے مگر وہ بھی فرزند نہیں بلکہ پوتے تھے راتم نے جن کاغذات
سے یہ شجرہ ترتیب دیا ہے وہ عہد شاہی کے مستند کاغذات مثل پروانجات
اور اسناد جاگیرات و دیگر دستاویزات ہیں جو باہمی معاملات میں تحریر ہوئی ہیں
کبھی تقسیم جائداد میں جملہ خاندانی حقداروں کے نام قسمت نامہ لکھا گیا ہے
کبھی کسی جھگڑے میں کوئی صورت حال لکھی گئی ہے جن پر قاضی وقت اور باشندگان
شاہ آباد کی بیسیوں مہرین پڑی ہوئی ہیں یہ کاغذات تعداد میں چالیس سے زیادہ
ہجکو دستیاب ہوئے اور کمال غور و تحقیق و جانفشانی سے رشتہ اور ناتونکا سلسلہ
صحیح کر کے شجرہ لکھا اس لیے کہ اس خاندان میں بڑے صاحب نسبت اور باخدا
بزرگ گذرے ہیں انکی اولاد میں کوئی صاحب باقی نہ رہا میں اور جو اختلاف
و گجملک تھی اسکو بحث کر کے صراحتاً صاف کر دیا اور حتی الامکان کوئی دقیقہ
فرو گذاشت نہیں کیا گیا۔

شجرہ کے بعد آپ کی اولاد کے نام بعض کاغذات سے یا انکی زندگی کے کچھ

واقعات معلوم ہوئے ہیں انکا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
 دو موضع انکے نام بادشاہ دہلی کی طرف سے جو موروٹی تھے انکے نام معارف تھے
 چنانچہ اسکی سند بھی درج ذیل ہے۔
 نقل سند شیخ عبد الستار جیو

شاہزادہ رفیع
 ۱۲۷۵
 دلاور پور

چون موضع بجولا و موضع الملیاتہ کر کا علمہ پر گنہ مہر آباد سہرا
 بدایون دار الخلافت شاہجہان آباد بموجب اسناد حکام نذر حقائق
 و معارف آگاہ سابق دروجہ مقرر است بر طبق آن درینو لائیمو اضغان مذکور
 بدستور سابق از ابتدا سے سالہ فصلی مطابق سہرہ جلوس والا بحال داشتہ
 کہ صلا آنر فصل فصل سال بسال صرف معیشت خود نموده بدعاے دولت پادشاهی
 اشتغال مینمودہ باشند۔ نوزدہم ماہ ربیع الاول سالہ

شیخ عبد الستار صاحب بھی عظمت آب اور ذی توقیر پیرزادہ تھے دو
 سیکہ زمین کا پروانہ نواب کمال الدین خان نے آپکے نام لکھا ہے اور آپکی قدرت
 کا یہ حال تھا کہ نواب قتممور خان اکثر آپ سے قرض منگوا لیا کرتے تھے چنانچہ لکھا
 سات ہزار روپے جو آپ کے یہاں سے منگوائے تھے اونکے متعلق ایک رسید
 موجود ہے جسکی نقل بطور یادگار کے ذیل میں درج کر دی گئی ہے۔

انھوں نے چھٹا حصہ جو اپنی بیوی کے نام لکھا ہے اس میں ملکیت کی تفصیل ہے
 نصف موضع کورہا پر گنہ کاتھ۔ موضع فختور ناسہ۔ ہفتہم ٹپی موضع جوگی پورہ
 باغ و حصہ علمہ و بازار سہ شنبہ۔ جوہلی سکونت چوپال محسہ چلوک۔

موضع باقر پور نسولی و فیروز پور و بهداسی و آراضی و محله نوآباد واقع قصبه شاه آباد
و موضع لچمین پور و موضع جٹھا و موضع تریا پرگنه سانڈمی موضع برہای پرگنه سرہ باون
یکہزار نو سو اشترنی ستائیس ہزار روپیہ نقد و اجناس سولہ جلد کتب اثاث اہیت
و محمد شعور و اخلاص و شجاع و تین نفر غلام پانچ لونڈیان - مہر

رضی اللہ عنہ
خادم ہر مرجع

نقل یہ و نہ مہر نو کمال الدین از اقرا و اختیار غرہ رجب حبیب بے جلوس و الا انک
متصدیان مہات حال استقبال پرگنه شاه آباد ایسید و ارہودہ بداند کہ چون حقیقت
استحقاق شیخت پناہ حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالستار بطور پیوست
بنابر آن موازی و دو صد بیگہ زمین بنجر اقادہ خارج جمع لایق ذراعت بگز آئی در
وجہ مدو معاش شیخت پناہ مذکور من ابتدای فصل خریف ۱۰۹۰ فیصلی تصدیق
فرق مبارک بندگان حضرت قدر قدرت حسب الضمن مقرر و مرحمت نمودہ شد
باید کہ اراضی مذکور از ابتدای مرقوم از دیہات پرگنه پالی کہ در زمینداری و اجارہ
ایں جانب اند پیچودہ و چاک بستہ بمشارالیہ بدہند کہ مزرع کنایندہ حاصلات
آمر افضل لفصل و سال بسال حرف معیشت خود نمودہ بدعاگوی دوام دولت
اید و اظہار اشتغال داشتہ باشند درین باب تاکید دانستہ حسب المسطور
بجمل آرند - (م)

بتاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۰۹۰

رسید بطور فارغ خطی

جمعہ ۱۰ رجب

منکہ شیخ عبدالستار ولد شیخ ہدایت اللہ قادری ایم - چون مبلغ ہفت ہزار دو
صد یازدہ روپیہ ذمہ بر خور دار عبد السبحان متصدی و امین و فوجدار پرگنه سرہ سرکار

خیر آباد صوبہ اودھ محال جاگیر خان زادہ فتح معہور خان تمک پالضامنی مبلغ
مذکور بہر خود بہ مہر پر خوردار سرکار خان زادہ معزالیہ نوشتہ دادہ بودیم مبلغ مذکور
تمام و کمال از نزد بر خوردار عبدالسبحان مسطور فصول یافتہ لہذا این چند کلمہ
بطریق فارغ خطی نوشتہ دادیم کہ ثانی حال بکار آید تحریر فی التاریخ بست و ششم
شہر شوال ۱۳۲۰ھ - ^{العید التتمہ} قادری

شیخ عنایت اللہ صاحب عرف شیخ بھکاری بھلی صاحب
تقدیس اور با اثر تھے انکے نام بھی اکثر کاغذات دیکھنے میں آئے ہیں
ایک سند شاہی عامل کی انکی نام حسین چھپیل مواضعات کی معافی کا
ذکر درج ہو موجود ہے ادکی نقل بطور یادگار کے تحریر کی جاتی تھی۔

نقل سند معافی منجان علیل بادشاہی ناظم شیخ عنایت اللہ صاحب قاری

حاجی علیخان ^۱ متصدیان مہات حال استقبال تعلقات شاہ آباد
پر گنہ پالی سرکار خیر آباد و مضامین صوبہ اودھ بداندہ وضع کھنہ پور و جوگی پور
معمولہ تعلقات مذکور منجملہ بست و شش و یکہ کہ در آبادی و باغات
شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری وغیرہ پیرزادہ ہای از قدیم
الایام مقرر است و از کاغذ حشونہما لہذا بدستور تسلیسی می گرد کہ وجہی من
الوجہ بجلت بھٹ و حساب کہ از بہری دو ہزار روپیہ تعلق بمواضعات
نہ دار و متعرض و مزاحم نشوند و خلاف معمول بجل نہ آرند زیادہ دیرین باب
تا یکدہ اند - دو از دہم شہر صفر ۱۳۲۰ھ جلوس ^۲ ملاحظہ شد۔

ایضاً

۱۱۱۱ ہجری
محمد شاہ بادشاہ غازی
عباد خان فدو

متصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف
صوبہ اختر نگر اودھ برانند۔ موضع کنہر پور و جوگی پور علمہ پرگنہ
مذکور دیگر زمین داری ڈھیلوڑی سردار خان تعلق محال وطن کہ در

آبادی و باغات شیخ عنایت السد عرف شیخ بھکاری و شیخ محمد علی و شیخ
غلام علی پیرزادہ بموجب اسناد پیشین الکاغذ حشو منها است از ابتدای عسل
ہندگان عالی بہمہ وجوہ معاف است از سلسلہ فضلی ستور سابق معاف نمودہ
شد باید کہ بوجہی من الوجوہ فراحت نرسانند درین باب قدغن افستہ حسب المسطور
بعل آرند بتاریخ ہفتدہم شہر رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ جلوس والا نوشتہ شد۔

ان حضرات کا ظاہری جاہ و احترام بھی بہت تھا بڑے بڑے معاملات
ان کے یہاں سے طے ہوتے تھے چنانچہ عمر شاہی میں جب سماء رکھانے
اپنے شوہر دلچند قوم کا بستہ کے قتل کرنے کا دعویٰ جو منت رام وغیرہ پر کیا ہو تو
ان پیرزادگان نے چار ماہ تک ان قاتلان کو تحقیقات کی غرض سے قید رکھا
اور پھر اس عورت نے جب ان مجرموں کی بریت کرائی ہو تو چھوڑا ہوا اس واقعہ کی
صورت حال پر نواب فتح محمد خان اور نواب سعادت خان وغیرہ ارکان شاہ آباد
کے دستخط موجود ہیں۔

ایک بار کسی عامل بادشاہی نے جو نہایت بد مزاج و زبان دراز تھا
شیخ عنایت السد صاحب پیرزادہ کو پالی میں طلب کیا چونکہ آپ قناعت پذیر
و گوشہ نشین تھے ایسے ناقص و ظالم شخص کے پاس نہیں گئے سب وہ شاہ آباد

آیا تو تشدد کیا آپ کی حمیت برداشت کی مقتضی نہ ہوئی اور اسکو قتل کر دیا پھر
بادشاہی فوج نے چڑھائی کی اور آپ کے گھر کو لوٹا معتبرین کا بیان ہو کہ پیرزادہ
صاحب کی قدرت کا یہ حال تھا کہ ستر ہزار کے گوٹہ وغیرہ کے پار چہ جات
لوٹ میں گئے تھے چنانچہ اس بارہ میں نواب برہان الملک بھادر نے ایک
پردانہ نواب محمد خان غنظفر جنگا کے نام جوابا لکھا ہو جس میں آپ کے بھتیجے محمد علی
صاحب پیرزادہ کا حوالہ دیا ہو کہ ایک فرد معہ حقیقت معاملہ کے پہونچی آپ کے
متو سلون کی رعایت مجھے ہر وقت بد نظر رہتی ہو لہذا عیسیٰ بیگ خان
کو تاکید لکھا جاتا ہو کہ جو کچھ مال پیرزادہ کا متفرق ہو گیا ہو وہ فراہم کر کے ان کو
دیوے اور حویلی و باغات وغیرہ جو ان پیرزادوں کے ہیں وہ بدستور ان کے
تصرف میں رہیں اور اسکے بعد کوئی امر مخالفت کا نہ کیا جائے اور اہل کاران
شاہی ان پیرزادوں سے کہیں کہ وہ بدل جمعی نام اپنے مسکون میں سکونت پذیر
ہوں غالباً یہ معاملہ اسی جھگڑے کے بعد پیش آیا ہو اصل نوشتہ کی نقل
درج ذیل ہو۔



نقل نوشتہ نواب برہان الملک بھادر بہ نواب محمد خان بھادر غنظفر جنگا قلمی نوٹوں کے

نواب صاحب مہربان سلامت۔ مفاد صحت و عیادت طراز در مقدمہ محمد علی
و علی محمد پیرزادہ با فرد حقیقت مشارالہما چہرہ وصول فروختہ مسرت بخش خاطر
اگر دیدار انجا کہ نظر بر عدم جدائیہا مراعات متوسلان آنہر بان ہمہ وقت منظور باشد

ہما وقت عیسیٰ بیگنان تا یکد قلمی شد کہ اموال آنها آنچه متفرق شدہ باشد پیدا کردہ
بدر و حویلی و باغات وغیرہ در تصرف آنها و اگر دارند بعد ازین حرف مخالفان
آنها را نشود اہلکاران شاہی بنام پردہ گویند و بخاطر جمع آمدہ در مقام و سکن
خود آباد شوند زیادہ چہ تصدیعہ دہد و السلام۔

شیخ عبدالرحمان صاحب آپ بھی مثل اپنے باپ بھائیوں کے معذور محترم
تھے اکثر ضرورت کے وقت لوگ آپ سے روپیہ قرض لیتے تھے چنانچہ نواب
فتح معہور خان نے دو ہزار روپیہ آپ کے یہاں سے منگوائے تھے آپکا انتقال
جلد ہو گیا تھا آپ کے ترکے پر آپ کے فرزند ان محمد علی و غلام علی صاحبان کا نام لکھا
ہوا دیکھنے میں آیا ہوا اس جگہ نقل رقمہ نواب صاحب موصوف تحریر کر دی گئی ہو



ہے۔ - رعایہ
چون مبلغ دو ہزار و یکصد و نو روپیہ و یک نہ عالمگیر
برائے خرچ سپاہ بمعرفت ام نامہ دہلی از پیش حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالرحمان
بطریق فرض گرفتہ تحت تصرف خور آور دیم اقراری نمایم کہ مبلغ مذکور را عند
الطلب بمشار الیہ برسانم ہیچ عذر در میان نیارم بنا براین چند کلمہ بطریق تمسک
و قبض الوصول نوشتہ دادہ شد کہ عندا کاحت بکار آید تحریر فی التاریخ دو اہم
شہر ذی الحجہ ۱۲۲۷ ہجری۔

عبدالرسول صاحب کی زندگی مسئلہ تک کاغذ ہوا رہ سے ثابت
ہوتی ہو گرائے فرزند ان میں عبدالواحد وغیرہ تھے آپکا انتقال کرنا جلد معلوم ہوتا ہو
میان واد صاحب بھی نبی شرف و دنیاوی احترام سے بہرہ ور تھے



معنی

گماشتهای جاگیرداران و کوریان حال استقبال
 پرگنه بھولی سرکار چنار صوبه الہ آباد بدانند - کہ بموجب فرمان عالی شان بندگان
 حضرت خدیو جهان خداوند زمان باعث امن و امان ظل ظلیل این دستعال
 نائب مناب داد اربے ہمال منظر اقم پروردگار رحمت اعم افریدگار متقن
 قوانین جهاندار می ہمدما دکر کمتری خلافت پناہ ظل مرقوم ہفت شنبان
 سلسلہ جلوس مبارک موضع مخدوم پور وغیرہ در بست من اعمال پرگنہ و سرکار
 مذکور از خریف یارس نیل برای خرچ فقرا و خانقاہ در وجہ مدد معاش حقایق
 و محارف آگاہ شیخ میان داد وغیرہ دیدہ و دانستہ حسب الضمن مقرر گشتہ
 باید کہ مطابق فرمان دالاشان بعمل آورده مواضع مسطور را در بست تبصر
 مشار الیہا باز گذارند و اصلا مطلقا تغیر و تبدیل بدان راہ نہ دہند و بوجہ
 من الوجہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصل آنرا صرف معیشت نموده بدعا
 بقا دولت ابد طرازا اشتغال نمایند و اگر در محل دیگر چیزی اشتہ باشد آنرا
 اعتبار نکنند و نیابت عن دانند بست و ششم شہری الحجہ سلسلہ جلوس قلمی شد -

جانب پشت

مقرر چهلن در وجه مدد معاش حقایق و معارف آگاه شیخ میان داد
و غیره بموجب فرمان عالی شان عهده مرقوم صدر از پرگنه بھولی سرکار چنار
صوبه آله آباد از خریف پارس نل -

فردس مزین بصدا خاص موقوف
بمهر مصام الدوله امیر اظام را
نامدوران بھادر - منصور جنگ بدفتر
رسید که شیخ میان داد و غیره بنیره
قدق العارفین زبده الواسلین
مستحق و کثیر العیال و وابستگان مخ خرج
خانقاه و فقرا و صا در دوار بسیار
دارد و همیشه بیا و حق مشغول انداز
فضل و کرم امیدوار است که موضع
مخدوم پور عرف آمد با و غیره مست
موضع در بست پرگنه بھولی سرکار چنار
صوبه آله آباد در وجه مدد معاش این عا
مرحمت شود بعضی اقلین بید شرح صدر حکم شد

شیخ
الست
بمفتده
موضع در بست
مکوره
صالحه
صالحه
خرج خانقاه فقرا حسب الیه
خرج خانقاه فقرا حسب الیه
بجری در بست
خرج خانقاه فقرا حسب الیه
حسبت الیه
ما

نیرگان حضرت شیخ مہدی صاحب قادری یعنی فرزند ان شیخ ہدایت الد صاحب
 بہت کچھ جائداد و نقدی رکھتے تھے اور شاہ آباد میں بزرگی کیساتھ معمول اور
 خوشحال مشہور رکھتے چنانچہ حضرت شیخ ہدایت الد صاحب مرحوم کے صاحبزادوں
 میں جو جائداد تقسیم ہوئی تھی اُس کا قسمت نامہ قاضی فیض الد صاحب کا دستخطی
 موجود ہے جو یہاں نقل کیا جاتا ہے اس کا غرض ہے آپ کی حیثیت ظاہری کا پتہ چلا دے



قسمت نامہ

شیخ عبد الرسول بابت ترکہ حقایق و معارف آگاہ شیخ ہدایت الد
 مرحوم از اپنے کہ بموجب تجویز شریعت و فضیلت پناہ قاضی فیض الد برضامندی
 و اقرار جمیع دارثان قسمت شدہ۔

دہات زمینداری

دہات مد و معاش

سے موضع

لئے موضع

مواضع دراصل فتح پور نالہ دہ و دانستہ

۳۳ حال

رعایت شیخ عبد الستار نمودہ شد۔

سے موضع

لئے ۳۳ حال

ہفتہ

سکرولی علمہ پرگنہ پالی	قدما پور وجدسی	اورنگ آباد	بجھن پور
کے مواضعان	منجملہ پرگنہ بدایہ مواضعان	موضع	موضع

موضوع	موضوع	موضوع	موضوع
فیروز پور وغیرہ	ہمسول	ہمسول	طاهر پور
موضوع	موضوع	موضوع	موضوع

میرزا پناک: ہوسوا جٹیان فیروز پور غیر
اکا لکھنؤ موضع
عبدالموضع

کنھر پودہ وجوگی پودہ
مواضعان

چاک پانی
موضع

<p>حصہ شیخ عبدالرسول صاحب</p> <p>دہات مدد معاش دہات زمینداری</p> <p>اوڑنگ آباد عملہ پرگنہ ساڈی از موضع طاہر پور</p> <p>موضع عملہ پرگنہ کانٹ</p> <p>کنہر پور و جوگی پور حصہ</p> <p>باغ کلان</p> <p>چک پھانی</p> <p>ہفتم حصہ</p> <p>حصہ شیخ عنایت اللہ</p>	<p>زمینداری</p> <p>شیخ عبدالرحمان غیر بردار</p> <p>سے حصہ</p> <p>مشالہ عبداللہ</p> <p>یک حصہ یک حصہ</p> <p>عبدالرسول عنایت اللہ</p> <p>یک حصہ و برادر یک حصہ</p> <p>میان داد و محمد اہد</p> <p>دو حصہ</p> <p>ہفتہ قسمت بموجب تحریر حضرت قاضی حیو</p> <p>حصہ الد شیخ عبدالرحمان</p>	<p>دہات مدد معاش</p> <p>والدہ شیخ عبدالرحمان</p> <p>یک حصہ</p>
<p>دہات مدد معاش دہات زمینداری</p> <p>موضع سرولی از دست کنہر و جوگی</p> <p>زمین بیحدسی بالاب</p> <p>ہیکہ بعد منہائی</p> <p>چک و العجب الرحمن</p> <p>و آبادانی</p> <p>کچھ شکر کی پستان</p> <p>سیوم حصہ</p> <p>چک پھانی</p> <p>ہفتم حصہ</p>	<p>دہات مدد معاش دہات زمینداری</p> <p>سرولی عملہ پرگنہ پالی از موضع بہولی عملہ</p> <p>از دست زمین معہ پرگنہ کانٹ -</p> <p>منہائی بیحدسی ہیکہ پین</p> <p>موضع</p> <p>چک الیہ و شکر آباد بالاب و کنہر پور و جوگی پور</p> <p>آبادانی و کچھ شکر کی پستان</p> <p>دست فیہ شکر کی پستان</p> <p>سیوم حصہ</p> <p>چک پھانی</p> <p>ہفتم حصہ</p>	<p>دہات مدد معاش</p> <p>سرولی عملہ پرگنہ پالی</p> <p>از دست زمین معہ</p> <p>منہائی بیحدسی ہیکہ پین</p> <p>چک الیہ و شکر آباد بالاب و کنہر پور و جوگی پور</p> <p>آبادانی و کچھ شکر کی پستان</p> <p>دست فیہ شکر کی پستان</p> <p>سیوم حصہ</p> <p>چک پھانی</p> <p>ہفتم حصہ</p>

حصه شیخ عبدالرحمان
 د بات مدومعاش د بات زمینداری د بات مدومعاش د بات زمینداری
 سکرو لی عمله در موضع میر پور عمله قدا پور جدی موضع
 پر گنه پالی از دست پر گنه کانٹ - مواضعان سنه ۱۱۲۹ کور با عمله
 زمین سید کنه پور و جوگی پور مشار الیه
 و سی بیگه چکالده مع باغ کلان هفتم حصه
 عبدالرحمان واقع پور کانٹ
 نمود - پور کانٹ
 زمینداری آبادانی
 سیم حصه
 چک پچانی
 هفتم حصه

دو حصه محمد زاهد
 مشار الیه هفتم حصه
 هفتم حصه
 تحریر دوازدهم شهری ابج ۱۱۲۹

حصه شیخ عبدالستار
 د بات مدومعاش د بات زمینداری
 پور کنه پور در موضع کور با عمله
 موضع جوگی پور پر گنه کانٹ
 چک پچانی مع باغ پچانی نیم موضع
 هفتم حصه کلان

شیخ غلام علی صاحب و محمد علی صاحب و عبدالواحد صاحب
و عبدالرؤف صاحب یہ حضرات پوتوں میں تھے جملہ نیک اطوار اہل سنت
اور صاحب جائداد تھے اکثر انکے نام بجالی جاگیر کے اسناد موجود ہیں کیونکہ وقتاً
نوقتاً حکام وقت نے جو شاہان ہلی کی طرف سے مامور تھے انکی مملوکہ اور مستحبینہ
آراضیوں کی سندیں لکھی ہیں اور اب تک موجود ہیں چنانچہ عیسیٰ بیگ خان نے
مہنجانب محمد شاہ بادشاہ ۵۰۰ روپیچ الثانی سلسلہ جلوس مطابق ۱۱۵۸ھ فیصلی
کو جوگی پور و کنھوپور کی سند بموجب کاغذات سابق غلام علی صاحب وغیرہ کے
نام لکھی ہو اور ۵۰۰ روپیچ سلسلہ جلوس مطابق ۱۱۵۸ھ فیصلی کو چار قطعہ جاگہ کی
سند بنام شیخ عنایت اللہ صاحب منور خان مہنجانب احمد شاہ بادشاہ تحریر کی ہو
کل اسناد کی نقل بموجب طوالت صرف ثبوت کیلئے ایک سند کی نقل لکھنا
کافی سمجھا جاتا ہو۔

نقل سند

مہر صدر خان
بکیم حسن الدین
تصدیان حال و استقبال پر گنہ پالی و تعلقات شاہ آباد سرکار
نیر آباد صوبہ اخترنگرا و دھ باندہ۔ چون موضع جوگی پور و کنھوپور
و چند قطعات زمین دیگر از آبادی باغات از قدیم امام از حضور حضرت
خدا یگانی و نائبان صوبہ خصوص از اعمال نواب و ذیر الممالک بہادر مہوم
بنام شیخ عنایت اللہ و برادر زادگان شیخ محمد علی و غلام علی
و شیخ عبدالرؤف و شیخ عبدالغفور و بیوہ ہامی شیخ عبدالہادی
باشیخ جدہ صاحبہ نیر زادگان مقرر است لہذا نگاشتہ میرود کہ بدین پروانہ

سابق بنام مشار الیٹھا گزاردند و بوجہ من الوجہ مزاحمت فرساتند و رنیا ب تاکید
ایکدوانستہ حسب المسطور لعل آزند بہت و نغم شہر رجب المرحب سلسلہ جلوس
نوشتہ شد۔

اختلاف

مفتاح التواریخ مصنفہ طاس لیم صاحب مطبوعہ منشی نول کشور صاحب کے
دیکھنے سے ایک عجیب مغالطہ پیدا ہوا تاریخ مذکور میں تحریر ہو کہ حضرت شیخ
محمد مہدی صاحب قنوج میں اپنے والد شیخ کبیر بالاصحاب کی درگاہ کے متصل
مدفون ہیں اور ان کا انتقال ۱۰ محرم سلسلہ ہجری میں واقع ہوا ہو ان کے مزار پر
بھی عالیشان گنبد بنا ہوا ہو ان کے روضہ کے اندر ان کے دو فرزند وکی قبرین
موجود ہیں اور گنبد کے دروازے پر یہ عبارت مع تاریخ کے تحریر ہو۔

عبارت

این گنبد عالی و قہ متعالی در عہد سلطنت خرد دین پناہ ابو المنظر محمدی الدین
محمد اودہ نگ ازب بادشاہ غازی تعمیر یافت۔ تاریخ وفات حضرت شیخ مہدی
بن شیخ کبیر بالا پیر بن شیخ قاسم قادری۔

قطعہ تاریخ

ہزار بود و ہشتاد و ہشت از ہجرت گزشت شانزدہم روز از محرم ماہ
شب شنبہ و ہنگام صبح دم بونہ کہ آن محمد مہدی سپردہ جان بالہ
این قبہ پر نور و گنبد با تجلی طوری مضجع پاک و مرقد عطرناک قطب کربانی سلیمانی
قادری قدس سرارہ در سلسلہ ہجری تعمیر شد فقط۔

کتاب مذکور کے ان کتبوں کی تصدیق راقم نے قنوج کے ایک ثقہ رئیس سے بھی
 کی ہو انھوں نے بھی درگاہ کے یہی کتبے نقل کر کے بھیجے ہیں۔ اس میں بجای ہشتاد
 و ہشت کے ہشتاد و ہفت لکھا ہوا ہے یعنی یہ مصرعہ یوں ہو سہ ہزار بودہ و ہشتاد
 و ہفت از ہجرت۔ حضرت شیخ محمدی صاحب قادری کے وصال کا کتبہ جو
 شاہ آباد اور قنوج کی درگاہ پر نصب ہے اس میں یہاں اور وہاں ایک ہی سنہ
 رحلت تحریر ہے۔ تعمیر وضع میں صرف چند ماہ کا فرق ہو کیونکہ سنہ ہجری یہاں
 کے مزار پر کندہ ہوا اور سنہ ہجری قنوج میں نصب ہے کیونکہ شروع سال یعنی ۱۲۸۴
 میں آپ کا انتقال ہونا وہاں کے کتبہ بالتصريح میں موجود ہے تو یہاں بھی سنہ
 کئی مہینے گزرے ہونگے جب مقبرہ تعمیر ہوا ہو گا اس حساب سے ایک ہی سال
 کے اندر یہاں اور وہاں رحلت کا زمانہ پایا جاتا ہے اور رمضان سنہ ہجری
 کو نواب دلیر خان نے حضرت محمدی صاحب کی جاگیر موضع جوگی پور و کنھو پور کی
 بحالی کی سند ان کے فرزندوں کے نام تحریر کی ہو اس سند سے بھی آپ کا انتقال
 رمضان سے پہلے سنہ ہجری میں ثابت ہو۔ اب رہی یہ بات کہ یہاں
 جو مزار حضرت شیخ محمدی صاحب کا ہو یہ وہی شیخ محمدی ہیں جو شیخ کبیر
 صاحب کے بیٹے ہیں یا دوسرے تاریخی قرائن سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ ہی ہیں
 کہ جو شیخ کبیر بالا پیر کے صاحب زادے ہیں کیونکہ بحر ذخار میں لکھا ہوا ہے کہ شیخ
 محمدی ابن شیخ کبیر کے بھتیجے شیخ برہان الدین جو ان کے خلیفہ بھی تھے بڑے کامل
 اور خدا سیدہ تھے ان کے ایک تربیت یافتہ تاج محمد دیوانہ تھے جو شاہ
 میں ان کے پاس رہا کرتے تھے شاہ آباد کی لفظ نے اور بھی صراحت کر دی اور شیخ

برہان الدین صاحب جالندھر میں مدفون ہیں اسکے علاوہ ایک صورت حال
جسپر مفتی محمد یحییٰ صاحب اور قاضی محمد صادق صاحب اور اس عہد کے مشاہیر
کی ٹھہریں پڑنی ہوئی ہیں آپ کے پوتے شیخ غلام علی صاحب جن کا نام شجرہ میں لکھا
ہو اُنھوں نے شاہ آباد اور قنوج کے معزز باشندوں سے تصدیق کرا لی
ہو اور اُس تصدیق کرنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اسوقت قنوج میں حضرت شیخ کبیر بالا
پیر کے مزار کا سامان ڈاکہ پڑنے لگ گیا تھا اس مستند صورت حال سے بھٹی ثابت
ہو گیا کہ غلام علی صاحب جو میر مہدی صاحب قادری تھے وہ شاہ آباد اور قنوج
دونوں جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ کبیر بالا پیر کی املاک کے مالک اور وہاں کی
درگاہ کے متولی و کارکن تھے اگر مہدی صاحب شیخ کبیر کے فرزند نہ ہوتے تو ان کی
اولاد وہاں کی ملکیت سے کیا واسطہ رکھتی اور باشندگان شاہ آباد سے وہاں کے
معاملات کو کیا سروکار ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک ہی خاندان دونوں
جگہ ایسی بنا پر باشندگان شاہ آباد اور قنوج سے اس قطع کی تصدیق و تائید کرا لی ہو اور فقرائے
خانقاہ کیلئے اعانت و امداد چاہی قائم سلیمانی جو حضرت شیخ مہدی صاحب کے
جد امجد تھے ان کی درگاہ کے بعض پروانے بھی موجود ہیں چنانچہ راجہ عظیم خان سرکار
رہتاس صوبہ بہار نے ۱۱۴۶ھ فضلی میں ایک موضع شاہ جمال الدین کے نام پر
اُن کی اولاد امجد میں تھے معاف کیا تھا وہ بھی یہاں موجود ہے۔ اور میر عباس صاحب
قنوجی نے متولیان روضہ بالا پیر و حضرت مہدی صاحب کے راقم کے خط کے ذریعہ
سے اس بارہ میں تفتیش کی ہو اور اُن کا یہ بیان کہ مہدی صاحب کے بڑے صاحبزادے
مٹھو مہیاں شاہ آباد گئے ہیں ان کا مزار شاہ آباد میں موجود ہو کہ میر مہدی صاحب کا

یہاں موجود ہو اُس سے مہدی صاحب کا شاہ آباد میں مدفون ہونا باعلان معلوم ہوتا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہ آباد اور قنوج دونوں جگہ شیخ مہدی صاحب رہا کرتے تھے اس لیے آپ نے ہر دو مقامات پر مقبرہ بنوا دیے تھے کہ جہاں انتقال ہوگا وہیں دفن کر دیا جاوے اور دوسری جگہ جو خالی مقبرہ رہیگا وہاں اور کوئی اولادین مدفون ہو جائیگا۔

بہر کیف مزار حضرت شیخ مہدی صاحب کا پر تصرف ہوا اور حق تعالیٰ عالم الغیب و انامی حال ہو کہ یہاں اور وہاں کون سے مہدی مدفون ہیں۔
صورت حال جو شیخ کبیر صاحب کی درگاہ کے سامان کی غارتگری کی موجود ہے وہ ثبوت کیلئے لکھی گئی ہو۔



ہلکذا وقع

بیان لما وقع

سوال می کنند و گواہی می خواہد اضعف العباد شیخ غلام علی پیرزادہ و نہیرہ از سادات عظام و مشائخ کرام اہالی و موالی جمیع ہند و مسلمان ساکنان بلکہ شاہ آباد و قنوج بر این معنی کہ بتاریخ دہم شعبان افواج پنڈارہا آمدہ بمکی شہر مذکور را خانہ بخانہ آمدہ غارت نمودہ جلا وطن ساخت و آنچه اسباب اشیاء از نقد و جنس جائیکہ یافتہ بغارت بردند از انجملہ تمامی اسباب و اجناس در گاہ حضرت پیر صاحب و فقرا یان و خدا مان کہ از قدیم الام بطریق نذر و نیاز از صاحبان اہل اعتقاد ہند و مسلمان امر او غریب رسیدہ بود آن ہم بغارت بردند بنا بر آن باعث میرانی

ہزار ہا روپیہ نقد اور جائداد کثیر تھی اپنی زوجہ نور محلہ بی بی کے نام لکھدی تھی جب عبدالستار صاحب کا انتقال ہو گیا تو عبدالرزاق پورب کی طرف سے آئے اور آبائی ترکے پر جبریہ قابض ہو گئے اور مانیر طرح طرح کے ظلم شروع کیے وہ بیجاری اپنے چھوٹے بچے عبدالغفار اور آمنہ بیگم لڑکی لیکر نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس بڑی ڈھیڑی چلی آئیں اور پناہ گزین ہوئیں اور نقاشی فیض الدین صاحب کے اجلاس میں نالش کی محمود خان بازید خیل ون ہسکی وجہ سے مار ڈالے گئے عبدالرزاق نے میدان خالی پا کر تمام نقد و جنس جائداد پر قبضہ کیا اور جعلی تملیک بنائی اور حرکات بیجا شروع کی اور کچھ لحاظ اپنے چچا شیخ عنایت اللہ صاحب غیرہ کا نہ کیا چنانچہ آخر کار کچھ زمینداری کے ترکہ پر اپنے چچا میاں داد صاحب سے مقابلہ کیا اور فوجداری کر کے فحشو رسالہ میں مار گئے اسکے بعد ان کی ماں یعنی بیوہ عبدالستار صاحب اپنے شوہر کے ترکے پر قابض ہوئیں اور کچھ مدت کے بعد انھوں نے جملہ املاک اپنی دختر یعنی والدہ عبدالروف صاحب کے نام لکھدی اور ایک ٹپی موضع کندھر پور فتحپور وپرائی جیلی اندازہ غیرت اپنی ہوسماۃ دولت بیگم زوجہ عبدالرزاق مقتول کو تاجین حیات گزارہ کو دیدی جب یہ حقیقت دولت بی بی نے اپنے بیٹے سنجر خان کو لکھی تو عبدالروف صاحب مانع ہوئے کہ یہ حق میرا ہے تمہیں بڑے گزر اوقات کے انتقال حقیقت کا اختیار نہیں ہو مگر سنجر خان اس معاملہ کے بعد فرج کو چلے گئے اور ۲۷ سالہ فصلی میں جس سال جنگ بکسر ہوئی ہو شاہ آباد کو واپس اور خانزادہ سعادت خان رئیس چھوٹی ڈھیڑی کے ملازم و مصاحب ہو کر شنائیں

شیخ عنایت اللہ صاحب نے انتقال کیا اور شیخ محمد علی و غلام علی صاحبان نے اپنی جدہ کے دین مہر کا دعویٰ برادری میں پیش کیا اور اسکے عبدالروف صاحب جواب دہ ہوئے اسی سلسلہ میں دولت بی بی نے حصہ فتحپور نالہ سید احمد صاحب گیلانی کے ہاتھ فروخت کیا شیخ عبدالروف اور قاضی صاحب نے مشتری صاحب موصوف سے کہا کہ یہ بیع صحیح نہیں بلکہ جائیداد پر ہنوز اس جائیداد کا قصیدہ پیش ہے اس زمانہ میں مرزا سلیمان بیگ شاہ عالم بادشاہ کی طرف سے شاہ آباد کے عامل ہو کر آئے خانزادہ سعادت خان سنجری طرفداری پر آمادہ ہوئے اور عبدالروف صاحب کو دانا چاہا اور ملا نصیب اللہ کو پیغام دیکر کہلا بھیجا کہ عبدالروف صاحب حویلی وٹپی و باغ سے دست بردار ہو جائیں ورنہ جانے مار ڈالے جائینگے قاضی صاحب کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا قاضی ضیاء خان نے بطور فمائش کے کہا کہ آجکل جناب عالی نواب وزیر الممالک الی او وہ بنگالہ وغیرہ کی طرف تشریف لیگئے ہیں شہر حاکم سے خالی ہو باہمی طور پر صلح کر لو بعد ازاں سنجہ خان کی پھوپھی مرگین اور انھوں نے اُس پٹی کو جو ثلث موضع تھا سید قطب الدین کے ہاتھ بیچ ڈالنا چاہا مگر سید صاحب نے اس فساد کی وجہ سے نہ خریدی اس مدت میں خانزادہ نے ملا نصیب اللہ کے ہمراہ سید ابراہیم صاحب قبلہ کو شیخ عبدالروف صاحب کے پاس بھیجا اس وقت میں شیخ عبدالروف صاحب جان کے خوف سے نواب اعزاز خان رئیس بڑی ٹھیکہ کے پاس آکر پناہ گزین ہوئے تھے سید صاحب قبلہ نے اُنکے پاس آکر اُنکو سمجھایا انھوں نے اپنے عذرات بیان کیے اور کہا کہ اگر میرا حق نہیں ہو تو خانزادہ

مجھ سے بریت نامہ کو جوہ سے لکھاتے ہیں سنجہ خان کے والد محمد خان بن و لتخان کا تعلق اُس سے کچھ نہیں ہو میرا موروثی مادری ترکہ ہو بلکہ چھٹا حصہ مسماۃ مریم بی بی کی میراث کا جو سنجہ خان کی جدہ اور میری مان کی پھوپھی تھیں اور مسماۃ حمیدہ بیگم کی والدہ تھیں وہ ۱۷۷۱ء اور وے وراثت مادری مجھے سنجہ خان سے ملنا چاہیے سید ابراہیم صاحب نے یہ سن کر فرمایا کہ تمہارا قول اور حق میں تسلیم کرتا ہوں مگر مجھ کو تیرا رحم آتا ہو کہ تمہارے مخالف آمادہ قتل ہیں اگر تو اپنے حق سے درگزر کرے اور بریت نامہ لکھ دے تو مناسب ہے مگر عبدالرؤف صاحب نے باز دعویٰ نہ لکھا اور کہا کہ یہاں دباؤ خانزادہ کا ہو مقدمہ شاہجہان پور میں پیش ہوتا چاہیے چنانچہ مقام شاہجہان پور قاضی محمود خان کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا وہاں قانون شریعت کے مسائل پر جو اس مقدمہ سے تعلق رکھتے تھے خوب بحث ہوئی وہاں بھی عبدالرؤف صاحب کو غلبہ رہا بعدہ قاضی محمود خان صاحب شاہ آباد بھی بلائے گئے ۱۷۹۸ء شعبان ۱۲۱۰ھ ہجری کو سنجہ خان نے عبدالرؤف صاحب کے مکان پر چڑھائی کی بڑا ہنگامہ ہوا بسنت رای چکلیدار کی طرف سے محمد یار صاحب شاہ آباد کے عامل تھے اور اُنکے نائب و برادر درگاہی صاحب تھے اُنھوں نے شیخ حبیب اللہ اور شیخ محمد مراد صاحب کو دفع فساد کو بھیجا اور نواب بہادر علیخان صاحب رئیس کھیرہ مع اپنے فرزند قیامت علیخان اور پیرخان ابن سعد الدخان و خان زادہ ہدایت خان باقرزی اور عبدالرحمن خان شروانی وغیرہ بہت سے لوگ رفع شر کو آئے اور فریقین کو فحاش کر کے بسنت رای چکلیدار کے پاس بھیجا اُنھوں نے قاضی شہر کے

پاس مع اپنے چوہدر کے روانہ کیا وہاں بھی حق عبدالروف کا قایم رہا مگر قاضی صاحب نے سید محمد غوث عرف سید مراد صاحب کی خدمت میں فریقین کو بھیجا چاہا مگر سبخرخان نے منظور نہیں کیا پھر قاضی صاحب نے مولوی سید محمد فیض الدین صاحب کو لکھا انھوں نے انکار کیا ناچار غیر شہر سے دو فاضل طلب کیے گئے اُس درمیان میں نواب شجاع الدولہ پورب کے حکم سے واپس آ گئے اور صوبہ اودھ کو ضبط کر لیا اور کوئی تعلق اب اسکو دار السلطنت دہلی سے نہیں رہا اے صاحب تبدیل ہو کر دار الخلافت کو روانہ ہو گئے راجپوتی بہادر یہاں کے نائب قرار پائے اور سید قطب الدین صاحب شاہ آباد کی فوجداری کی نیابت پر آئے تو خانزادہ سعادت خان نے انکو بھی ہموار کرنا چاہا سید قطب الدین صاحب نے کہا کہ چند روز گزرے ہیں کہ پروانہ نواب وزیر الممالک بھادر کا اس بارہ میں صادر ہوا ہے صلاح دولت یہی ہو کہ آپ طرفداری سے دست بردار ہوں اور شیخ عبدالروف کو اُنکے گھر میں آباد کر ائیں یہ سبخرخان زادہ نے اپنی جانب سے لالہ شتابانے متصدی کو اُنکے ہمراہ کیا اور سید قطب الدین اور نواب اعجاز خان صاحب رئیس بڑی ڈھیوڑی نے شیخ عبدالروف صاحب کو اُنکے گھر جا کر اُن کو خانہ نشین کرایا اور وہ حسب عمل درآمد سابق اپنی جائداد پر قابض ہوئے اور اس صورت میں یہ مقدمہ ختم ہوا اُنکے دوسرے بھائی عبدالغفور تھے لیکن چھوٹے بھائی عبدالغفار صغیر سن مر گئے تھے ان فارسی کاغذات پر عمائدین شہر کی بیسیوں مہرین پڑی ہیں اور شریک مقبوضہ بے ہیں جن کے نام استغرض سے کہ بیان کون کون معزز اور رودار اشخاص گزرے ہیں لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے ۔

قاضی ضیاء الدخان سید قطب الدین صاحب شیخ محمد سرور صاحب
 شیخ محمد علی صاحب شیخ کریم الدین صاحب پیرزادہ نواب محمد اعجاز الدخان -
 محمد باز خان خلیل بہادر علیخان سعد الدخان خواجہ حفیظ صاحب دیوان -
 شتاب رائے مولوی ولی الدین صاحب محمد روشن صاحب مقصدی
 سمندر خان مہمند محمد روشن خان کانکر عبدالرحمان خان شروانی محمد آصف
 خان تلج الدین خان میر معز الدین صاحب میان امام بخش صاحب
 شیخ محمد سعادت صاحب ملا الداد صاحب خیر اندیش خان تینخیل
 روشن خان بازیدخیل سید غلام مصطفیٰ صاحب عرف میان چندن یوسف
 خان سلیمانی عبداللہ خان سلیمانی فیض الدین صاحب بی بی سید اسماعیل صاحب
 شیر خان خلیل اخون صاحب فیض الدخان خلیل متی زری مظفر علی خان
 باقر زئی ناصر علیخان خانزادہ اجیری خان باقر زئی شیخ قیام الدین و کریم الدین
 و شمس الدین پیرزادگان میان خلیل جمال الدین خان بی بی زئی محمود خان
 ابراہیم خان مہمند کالے خان غلزئی محمد علیخان تارین زبردست خان خانزادہ
 یسین خان خلف اکبر رحمت خان خلیل نامدار خان نواب محمد شیر انداز خان اہلہ
 نواب داؤد خان سید ابراہیم صاحب شیخ محمد عرف شیخ بدن شیخ عبدالنار صاحب
 پیرزادگان شاہجہان پور -

شیخ قیام الدین علیہ الرحمہ

آپ حضرت محمد و اہل صاحب کے بیٹے اور شیخ قاسم سلیمانی کے پوتے ہیں آپ کی

عظمت و بزرگی اس امر سے ظاہر ہو کہ ایسے مکمل اور خدا رسیدہ باپ دادا کی اولاد میں ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ محمد واصل صاحب کا لقب با و اصحاب تھا جو ماہ جمادی الاول ستائیسہ ہجری میں پیدا ہوئے تھے نواب بہادر خان چنار گڑھ سے کمال احترام لائے اور اپنے شہر شاہ جہان پور میں بسایا اپنی صاحبزادی سقما خدیجہ بیگم کو آپ کے عقد میں دیا اور چند موضع مثل داؤد پور بجلی پور وغیرہ مع محلہ لکھو کے عنایت کیے نواب صاحب موصوف کی صاحبزادی کے بطن سے محمد افضل صاحب اور ایک دختر بادشاہ بیگم پیدا ہوئیں۔ اسکے بعد محمد افضل صاحب اور انکی والدہ خدیجہ بیگم نے انتقال کیا محمد واصل صاحب نے اپنی دختر بادشاہ بیگم کا نکاح اپنے بھتیجے شیخ امام الدین عرف شیخ عنایت اللہ صاحب کے ساتھ جو شیخ کبیر صاحب کی اولاد میں تھے منعقد کیا ان سے شیخ عبدالرزاق صاحب پیر زادگان شاہ جہان پور پیدا ہوئے اور کل ترکہ عطیہ بہادر خان ان کو منتقل ہو گیا۔

محمد واصل صاحب نے دو عقد اور بھی کیے تھے دوسری بیوی سے شیخ حکیم الدین اور تیسری بیوی سے شیخ قیام الدین پیدا ہوئے ستائیسہ ہجری میں (۱۳۱) برس کی عمر میں محمد واصل صاحب نے انتقال کیا اور چنار گڑھ میں جہان انکے والد ماجد کا مزار ہو مدفون ہوئے تاریخ وفات راقم نے یہ نظم کی ہو۔

دلا واصل حق شیخ واصل نمود	خدا کرد اور حقیقت پناہ
مظفر پے سال چون فکر شد	نداد ہا بقہ شریعت پناہ

شیخ قیام الدین صاحب کو انکی خاندانی فضیلت اور ذاتی تقدس کی وجہ سے نواب کمال الدین خان نہایت اعزاز سے شاہ آباد میں لائے اور محلہ اللہ پور میں

آباد کیا محمود خان رسالدار کی زمین جو شاہی عتاب سے ضبط کر لی گئی تھی اور ویران
 پڑی تھی آپ کو نذر کی اور اسکے علاوہ اور بھی آراضی بنابر باغ و مدد معاش کے
 عنایت کی اسناد اور انصاف اب تک آپ کے نام کی موجود ہیں جن کی نقل فیض
 درج کر دی گئی ہو آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہیں شیخ نظام الدین
 شیخ رحیم الدین شیخ کریم الدین شیخ کالے شیخ نٹھو صاحبان۔ آپ کی حیات
 کا زمانہ ۹۱۵ ہجری کا غزات سے ثابت ہوتا ہو۔ پیر زادگان اللہ پور آپ کی اولاد
 میں ہیں و حقیقت آپ قوم کے افغان خلیل متی زئی ہیں مگر آبائی فقر کے سبب پیر زادگی
 کے خطاب سے مخاطب ہیں۔

شیخ قیام الدین جیو



متصدیان مہات پر گنہ شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بداندند۔ چون عاری
 پنجاہ بیگہ زمین مزروع بکنز الہی از جملہ آراضی کہ از یک طرف حد تالاب و یک طرف حد باغ
 سردار خان و یک طرف حد باغ احداث نمودہ باغ محمود خان در میان واقع است ببقایان
 معارف آگاہ نتیجتہ الکرام بہبت باغ مرحمت نمودہ شد باید کہ آراضی مذکورہ پودہ و
 درختہ رود نمودہ و قبضہ تصرف مشارالیمہ واگذارند کہ در آن باغ احداث کنند
 و در یہاں میں مبلغ دانستہ حسب السطو لعل زند۔ تحریر فی التیاریخ ہفتہ ہم شہر ولقعدہ ۱۲۸۵ھ

جانب پشت

شرح مقرره پرواکی دستخط شیخ پناه نشی رحمت الله خان
حاصل نموده آنها حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین جویان که موازی پنجاه
بیکه زمین پوچ مزروع بگز آگاهی آراضی که از یک طرف حد تالاب و یک طرف باغ سردار خان
و یک طرف حد باغ احداث نموده باغ محمد خان این پنجه احداث نمودن باغ بحقایق معارف
آگاه مذکور مرحمت نمودند باید که پروانه بنام متصدیان برگشته شاه آباد نوشته دهند
که زمین مذکور را بشرح صدر پیموده و حد حد و بسته دهند.

تبارخ ارزی ایچمه ۱۰۹۶
نقل بدفتر دیوان رسید

شیخ قیام الدین جوی



شجاعت و سنگاه عبدالرسول خان را اعزا

آنکه چون موازی پنجاه بیکه زمین مزروع بموجب سند جداگانه بحقایق و معارف آگاه
شیخ قیام الدین جوی و پنجه باغ مرحمت نموده شد باید که آراضی مسطور مطابق سند مذکور
پیموده و حد حد و بنموده در تصرف مومی الیه و اگر از آن بعلت مزروع هیچ وجه مزاحمت نشود
چنانچه دیده و دانسته آراضی مزروع مرحمت شد اگر ایام و زمین و رت تمام
خواهد ورزید و حقایق آگاه بحضور خواهند نوشت مصدر انواع عتاب خواهد نمود

درین باب یکصد تمام دانسته حسب المسطور به عمل آرند - تحریر فی التایخ مہتمم
ذیقعدہ ۱۰۹۶ سنہ ہجری -

دیگر



شیخ قیام الدین سیو

متصدیان مہمات حال واستقبال برگزیدہ شاہان
بغایت امیدوار بوده بدانند چون موازی یکصد بگاہ اراضی بگز آہی مطابق ضمن
دروجہ حقایق ومعارف آگاہ سن ابتدای فصلیہ این مسئلہ فصلی مرحمت نموده شد
باید کہ موازی مذکور در حال نیک از انجملہ پنجاہ بگاہ فروغ و پنجاہ بگاہ خراج
جمع بطریق ذراعت پیمودہ و چاک بستہ دہند کہ حاصلات آنرا فصل تفصیل
سال بسال متصرف شدہ باشند - درین باب قدغن بلیغ دانستہ حسب المسطور عمل
آرند - تحریر فی التایخ چہارم جمادی الاول ۱۰۹۹ سنہ ہجری -

جانب پشت

۱۰۹۶
الاول
جمادی الاول
سنہ ۱۰۹۹

چون دروجہ حقایق ومعارف آگاہ شیخ قیام الدین صاحب یوزانجا کہ حسب الامر
تفصیل فی مل برجال برگزیدہ شاہ آباد مابگاہ بگز آہی -
در موضع خانپور عملہ برگزیدہ مذکور بدہند زمین فروغ و
درجات بگز آہی پنجاہ خراج جمع

حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب الانی شاہ آبادی قدس سرہ

سید صاحب موصوف بزرگ برگزیدہ اور مسندی سید تھے حضرت غوث الثقلین
 قدس سرہ کی اولاد امجدین میں چودہ واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضرت قطب عالم
 غوث بنی آدم تک پہنچتا ہو۔ سید صاحب بڑے خدا پرست اور مقبول الہی تھے
 ظاہری علم و فضل میں بھی آپ کو پوری دستگاہ تھی۔ فن بلاغت میں ادیب تھے۔
 سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت سیدنا ابوالاسحاق ابراہیم
 صاحب شہر جامہ ملک عرب سے ہندوستان تشریف لائے تھے سیدنا ابراہیم
 کے سفر کے متعلق انکے والد شہاب الدین احمد بن سید عقیف الدین صاحب نے
 اپنی روشن ضمیری سے اُن کی روانگی سے پہلے ہی بشارت دی تھی کہ میرا فرزند
 ہندوستان کا سفر کرے گا چنانچہ بعد اپنے والد کے سید ابراہیم صاحب تشریف
 لائے جب آپ نے ہندوستان میں قدم رنجہ فرمایا ہو تو وہ زمانہ شاہجہان بادشاہ
 کی حکومت کا تھا اور جب بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہ نہایت
 قدر و منزلت سے پیش آیا اور بہت آپ کا اعزاز و احترام کیا اور حسب مراتب
 مہانداری کی۔ غرض کہ شاہی دربار میں آپ نہایت سر بلند ہوئے۔ شہزادہ محمد شجاع
 آپ کا بہت متفقہ ہوا اور وہ آپ سے اس طرح سے پیش آتا تھا جیسے کوئی خادم
 اپنے مخدوم سے۔ سید صاحب مدوح سے کئی کراستیں ظاہر ہوئیں ایسے خاص
 و عام کو آپ سے بیہ عقیدت پیدا ہوئی اور ہر طرف آپ مشہور ہو گئے۔ دس برس تک
 سید ابراہیم صاحب ہندوستان میں تشریف فرما رہے۔ اسکے بعد ہولے حب الوطنی نے

آپ کو اپنی طرف کھینچا اور آپ ہند سے عرب تشریف لے گئے اور اپنے وطن
 پہونچ کر شہر حماہ میں مسئلہ ہجری میں ایک محل محلہ کے وسط میں تعمیر کرایا اور
 ۱۰۶۹ء ہجری میں سیدہ فخری نکاح کیا سیدہ مسطورہ عمر پاک الاعوج حاکم
 حماہ کی بیٹی تھیں اس عقد کی تاریخ امام بخش حلی و مصنف کتاب شمس المفاخر نے اپنی
 کتاب میں لکھی ہے جس کا آخری شریہ ہے۔

اینة بالحرین الذی تادینہ ذفت ایڈ نفایس لا فلاح
 اسکے بعد غرہ رجب مسئلہ ہجری میں بعض امورات و مہمات کی وجہ سے آپ قسطنطنیہ
 تشریف لگے اور ان کاموں کے ختم ہونے کے بعد پھر اپنے وطن حماہ کو تشریف واپس
 لائے اور مسئلہ ہجری تک وہیں آپ نے قیام فرمایا اسکے بعد پھر آپ نے دوبارہ
 ہندوستان کا سفر فرمایا اور بارہ سال تک آپ ہندوستان میں زندہ رہے
 سید ابراہیم صاحب جب عرب سے دوبارہ ہندوستان کو تشریف لائے
 ہیں تو شاہ جہان بادشاہ کی سلطنت کا عہد ختم ہو چکا تھا اور اورنگ زیب نشین
 تھا اور اُسکی توجہ اورنگ آباد کے آباد کرنے کی طرف مبذول تھی اسلئے سید ابراہیم
 صاحب اورنگ آباد دکن تشریف لگے بالآخر مسئلہ ہجری کو سید صاحب صوفی

قال صاحب تحفة الابرار السید شریف الشیخ ابراہیم ابن السید الشریف الشیخ احمد ابن السید
 الشریف الشیخ عقیقہ الدین حسین ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبدالقادر ابن السید الشیخ الشریف
 شمس الدین محمد ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبدالقادر ابن السید الشریف الشیخ
 شمس الدین صاحب محمد ابن مولانا السید الشریف الشیخ علاء الدین علی البکیر البکیرانی المحوی الدنالی
 توجہ بعد وفات والدہ الی ہند (و اخبار الیہ عن ذلک قبل ما به) بفضل البقول لتمام من الہما واجتمع کلہا شاہجہان فی بلدہ ہندی

نے اُسی شہر میں انتقال فرمایا اور آپ اورنگ آباد دکن کے محلہ بگم مشہور بہ ارشفا
 میں مدفون ہوئے شجرہ خاندانی میں جو آپ کے صاحبزادہ شہاب الدین سید احمد
 صاحب نے لکھایا ہو اور وہ شاہ آباد میں موجود ہو سال رحلت ۱۰۸۹ھ ہجری تحریر
 ہے۔ اور یہ عبارت عربی کہ السید ابراہیم توفی باورنگ آباد سنہ سبع وثمانین الف ہجری
 مرقوم ہوا ہل عرب نے سید ابراہیم صاحب کے سنہ وفات اور مدفون میں اختلاف کیا ہو اور
 بجائے ۱۰۸۹ھ ہجری کے ۱۰۸۹ھ ہجری اور بجای اورنگ آباد کے شاہجہان پور
 مدفون قرار دیا ہو اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہو کہ بعد مسافت سے عرصہ تک کوئی آدمی
 اور خبر ان تک نہیں پہنچی اُس زمانہ میں ریل و تار و ڈاک وغیرہ کے ذریعہ نہ
 نہ تھے اور جلد حالات معلوم نہ ہوتے تھے مدت کے بعد کوئی شخص کہیں سے اگر گیا
 اور کچھ اُسے بیان کیا اور اُس میں کچھ غلطی ہو گئی تو پھر اسکی تصحیح نہیں ہو سکتی تھی۔ اہل جاہ
 نے جو یہ لکھا ہو کہ سید ابراہیم صاحب اپنے تکیہ میں جو انھوں نے شاہجہان پور میں
 بنایا تھا مدفون ہوئے اس میں بھی ۳۳۰ ہو ا حالانکہ شاہجہان پور میں آپ کے بھائی ابوالحسن

خانزادہ المنزلہ لہی بانزلت التی ہواہلہا دہرت الیہ جمیع اہل ملک البلاد اعتقدہ وہ غایۃ الاعتقاد علی الخصوص
 ابن کلیم محب شجاع فانہ کان معہ علی ماند کرکا لمطیع مع المطاع و طہرت علی یریدہ الکرامات و ساز ذکر بانی البلاد و ہر
 لمعہم امور و استجانات اطہرہ السدیرکۃ سلفۃ الظاہر و اقام ہناک مدت عشر سنین ثم عاد الی حاقہ و کان دخولہا لہا
 سنۃ ۱۰۸۹ھ ہجری و جد بنا قصرہ و اہل دارہم و کان تامہ بقیہ حاشیہ صلاۃ سنۃ ۱۰۸۹ھ ہجری و ترویج (الہبت فخری)
 بنت عمر باک لالہ عوجی حاکم جاہ فی السنۃ المذكورہ و عل لہ تاریخا نظا الامام البخشی صاحب شمس المفاخر ج۱ و ج۲
 ہنیت مآبا العصر الذی تاریخہ ذلت الیک لفائیس الافواج و فی غیرہ سنۃ ۱۰۸۹ھ ہجری و فیہ الی القطنینہ
 و فی بعض امور و ہما و بعد قضایا عادی و وطنہ جاہ و استقام بہا الی برسنۃ ۱۰۸۹ھ ہجری ثم انہ سافر مرۃ ثانیہ
 الی الهند و استقام بہا اثنا عشر سنۃ و کان اجلہا بھا دفن قدس السدیر و حنفیہ تکیہ کان بنا ہا فیہا فی خطرتہ الاول
 توفی فی بلدۃ شاہجہان پور سنۃ ۱۰۸۹ھ ہجری و بہا دفن ۱۲۹۱ھ

سید علی صاحب دکن ہوئے جن کا مزار مشہور ہے۔ سید ابراہیم صاحب کی تصویر دھسلی یا اورنگ آباد میں کسی نے کھینچ لی تھی جو اب تک ان کے خاندان میں وہ چلی آتی ہو۔ پہنے سید ابراہیم صاحب کے یہ حالات جو تحریر کیے ہیں وہ تحفۃ الابرار کی عربی عبارت کا ترجمہ ہو یہ نمایاب قلمی نسخہ شیخ السادات سید محمد صالح صاحب بن سید مرتضیٰ صاحب نقیب الاشراف کے پاس حماہ میں موجود ہو اس مستند کتاب سے جو عبارت کہ سید سیف الدین صاحب برادر نقیب الاشراف نے سید احمد علی صاحب مہاجر کو تحریر فرمائی تھی اور وہ عبارت مہاجر موصوف نے مدینہ منورہ سے راقم کو ارسال فرمائی ہو جس کی نقل اقم نے حاشیہ پر درج کر دی ہو۔

سید ابراہیم صاحب کے حالات شمس المفاخر ذیل قلائد ابجواہر میں بھی یہ کتاب عربی زبان میں ہوا در مصر میں چھپی ہو راقم کی نظر سے گذر چکی ہو یہ آپ ہی کے عہد میں تصنیف ہوئی آپ کے ہندوستان تشریف لائے اور واپس جانے وغیرہ کا تذکرہ بھی مصنف نے لکھا ہو۔ اسکے بعد یہ لکھا ہو کہ سید ابراہیم صاحب ستبول تشریف لے گئے ہیں خدا سے اُمید ہو کہ آپ سلامتی سے تشریف واپس لائیں کتاب مذکور میں ہتھکڑیاں تحریر ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سید صاحب ستبول ہی میں تھے کہ صنف کا انتقال ہو گیا اور آپ کے باقی حالات درج کرنے کی نوبت نہیں پہنچی۔

اس جگہ پر اس امر کا اعلان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہو کہ سید ابراہیم صاحب اور ان کے ابا و اجداد جو سادات غوثیہ یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں ہیں بجائے بنیاد کے حماہ میں کیسے سکونت پذیر ہوئے اور بغداد و شہر سے کیوں چلے آئے اس امر کی تصدیق بھی راقم نے سید ابراہیم صاحب کے خاندان

سے جو حماہ میں مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں بذریعہ مہاجر صاحب کے حاصل کی ہو اور اسکے متعلق جو ان حضرات نے عربی میں حال لکھا ہو اُس کا ترجمہ اردو میں خاکسار نے تحریر کر دیا ہے اس خاندان سے جو بزرگ کہ اولاً بغداد شریف سے حماہ تشریف لائے ہیں وہ سید سیف الدین صاحب ہیں اور انکے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تاتاریوں نے بغداد کو قتل و تاراج کیا تو اسی فتنہ میں سید سیف الدین صاحب کے والد حضرت ظہیر الدین صاحب بھی تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اس ہنگامہ میں انقلاب عظیم ہوا۔ سید سیف الدین صاحب بھی اپنے وطن سے منسلک ہجری میں حماہ کو چلے آئے اور حاکم حماہ کے یہاں مہمان ہوئے آپکا ارادہ مصر جانے کا تھا مگر تقدیر انہی میں کچھ اور لکھا ہوا تھا۔ اُس حاکم کے ایک لڑکی تھی اور وہ اس زمانہ میں بیمار تھی اُس حاکم نے آپ سے اُس لڑکی پر دم ڈالنے کی استدعا کی آپ نے اُسکے حق میں دعا کی اور کچھ پڑھ کر اُسپر بھونکا آپ کی دعا کی برکت سے خداوند کریم نے اس مریضہ کو شفا دی یہ حال دیکھ کر حاکم شہر آپ کا گرویدہ ہو گیا اُسکے بعد آپ نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر حاکم مذکور نے بچانے دیا اور اپنے شہر کی بود و باش کی استدعا کی آپ نے استخارہ کیا اپنے جد امجد غوث پاک کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ حماہ میں تم مقیم رہو پس حسب الارشاد اپنے حماہ میں قیام فرمایا حاکم شہر نے اپنی اُس لڑکی کو آپ کی زوجیت میں دیا اور حضرت کیواسطے ایک زادویہ نہر عاصی کے کنارے تعمیر کرا دیا اور اس میں آپ رہتے رہتے منسلک ہجری میں سید سیف الدین صاحب انتقال فرمایا اور زادویہ قادر یہ میں مدفون ہوئے۔ اب قریب پانسو اشخاص کے آپ کی اولاد امچا و سچاہ میں آیا وہیں حماہ) شام کے ملک

مین ایک بڑا شہر ہے۔ جو ریل کہ دمشق سے حلب کو جاتی ہو اُس کے اتنا سے راہ مین یہ شہر واقع ہو دمشق سے حمہ کا کرایہ سات روپیہ ہو اور حمہ بغداد شریف سے بہت دور ہے بغداد ملک عراق مین ہو اور حمہ شام مین ہو۔ اس مین سادات گیلان کا ایک محلہ علیحدہ آباد ہو سب حضرات کے مکانات اس ہی محلہ مین ایک جگہ مین یہ لوگ حمہ شریف مین گیلانی کے لقب سے مشہور مین۔ آج کل اس خاندان مین جو سجادہ نشین مین وہ سید صالح مین وہاں سجادہ نشین کو لقب الاشراف کہتے ہیں سید صالح صاحب کے والد سید مرتضیٰ صاحب بھی نقیب تھے۔ سید نجیب صاحب اور سید سیف الدین صاحب دو بہائی سجادہ نشین حال کے مین سادات حمہ کو اپنی عالی خاندان اور شریف النسب ہونے کا بڑا پاس ہو کسی کو اپنے نسب مین اخل نہیں ہونے دیتے۔ ابھی چند سال ہو۔ ایک یہ جو سلطان عبدالحمید خان کے مقرب تھے اُن کو سادات حمہ ہونے کا خیال تھا انھوں نے اپنے اپنا نسب نامہ معہ سلطانی پروانہ کے تصدیق کے لیے بھیجا جب ان حضرات نے اپنے یہاں کی کتابیں دیکھیں تو اُس نسب نامے کے خلاف پایا یہ محمد صالح صاحب نقیب الاشراف نے میر کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وہ سید محمد متنازعہ ارض ہو سے سادات حمہ کو اپنی جاگیرات و مشاہیرہ کے ضابطہ ہونے کا بہت ثبوت ہوا اس ہی اثنا مین اتنبول مین اختلاف ہوا اور سلطنت تیز ہو گئی اور سادات حمہ کو کچھ زمانہ نہیں پہونچا یہ حضرات صاحب جاہ و منزلت مین علم و بزرگی مین وہ رئیس کے ساتھ دولت مند ہی ہو غرض کہ شرف دینی اور ثروت دنیاوی سب کچھ حاصل ہو سادات حمہ مین اب بھی علماء و مرہاد موجود مین۔ گذشتہ زمانہ مین سادات غوثیہ جو بغداد شریف سے حمہ مین آکر

سکونت پذیر ہوئے ہیں ان میں بڑے بڑے صاحب کرامت گذرے ہیں منجملہ اُنکے
ایک سید علاء الدین علی صاحب جو سید شمس الدین صاحب کے صاحبزادے اور سید
سیف الدین صاحب کے پوتے اور سید شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آبادی
کے آبا و اجداد میں گذرے ہیں اُنکے کچھ مختصر حالات شمس المفاخر سے ترجمہ کرتے
ہیں اُس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا کہ حمہ میں سادات کی جو شاخ آئی ہو
اُس میں ایسے عظمت مآب و صاحب تصرف حضرات گذرے ہیں امام بخشی حلبی
نے اپنی کتاب میں لکھا ہو کہ امام علامہ شیخ اسلام ابو الصدق قاضی شہبہ نے جو تاریخ
سنہ ۷۰۰ ہجری میں تصنیف کی ہو اُس میں تحریر کیا ہو کہ سید علاء الدین صاحب نہایت
جو اند و شجاع اور ذکی بزرگ تھے آپ کی عظمت و وقعت تمام خاص عام اور حکام
میں پھیلی تھی سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں آپ نے کمال کوشش فرمائی تھی۔ مذہبی معاملات
میں آپ نہایت سختی کرتے تھے لہو و لہ کے امورات روکتے تھے اکثر قمار خانے اور
بھٹی خانے آپ نے توڑ ڈالے اور نئی خانہ جادہ فرح کا جو وہاں بہت آراستہ
تھا اور اُسکے نیچے خزانہ تھا اپنے مہار کو دیا۔ اور یہ پرانی خرافات چیرن آپ کی ذات
بابر کات سے معدوم ہو گئیں اس لیے جمیون نے آپ کی مخالفت پر کمر چست باندھی
اور اپنے اُس کفرستان میں رہنا بے لطف سمجھا اور مصر کی روانگی کا قصد کیا جس وقت
کہ جمیون نے آپ پر چڑھائی کرنا چاہی تو ایک شخص رواتی نام جو مشایخ حمہ سے تھا
دوڑا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اپنے دروازہ پر
تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور اہل شہر آپ پر غم کرتے ہوئے چلے آتے ہیں آپ نے
جواب دیا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو پر وہ اٹھا کر دیکھ اُسے دروازہ کا چور وہ اٹھایا تو ایک

شیر بن بکلا اور مونہ کھول کر اُسے حملہ کرنا چاہا رواتی گھبرا کر بھاگا اور حمویوں کی جہالت
 کے پاس جو سید موصوف کے دروازہ کے قریب آگئی تھی پہونچا اور اُن کو اس سال کی خبر
 پہونچائی وہ لوگ یہ واقعہ سنا کر بھاگے سید صاحب مدوح کے پڑوس میں کر دی لوگ جو
 معتزلہ مذہب کے تھے آئے اور انھوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے مخالفوں پر چڑائی
 کو تیار ہیں آپ نے آیت کریمہ **فَسَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** پڑھی اور فرمایا کہ مجھے
 خداوند کریم کی مدد کے دوسرے کی مدد کا نہیں۔ اس عرصہ میں حملہ مخالفین جامعہ دہلی
 کے قریب جمع ہوئے آپ تنہا اُنکے پاس تشریف لیگئے اور انکی طرف متوجہ ہو کر اعلانہ
 دین اسلام کی تعریف بیان کی اسکے بعد آپ وہاں سے چلے گئے مگر کسی کو آپ کے پاس
 آنے کی جرأت نہ ہوئی اسکے بعد مصر کی طرف مع اپنے مُردین وغیرہ کے روانہ ہوئے
 جب آپ حمصہ پہونچے تو وہاں کے باشندے آپ کی پیشوائی کو بڑی عقیدت سے
 حاضر ہوئے اور دوکانین بند ہو گئیں اور اہل شہر آپ کو بہت عجز سے روکتے رہے
 مگر آپ وہاں نہ ٹھہر سکے۔ بعلبک ہوتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہوئے وہاں
 ایک شخص حموی تھا جو حرم شریف کا محافظ تھا اُس نے اپنے ہم وطنوں کی اطلاع اور دُعا
 سے آپ کی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ نہ کی سید علاء الدین صاحب حرم شریف کے متصل
 مدرسہ کے حجرہ میں آرام فرما ہوئے جب آدھی رات گزر گئی اُس محافظ حموی نے خواب
 دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے گرد صحابہ رضوان اللہ
 علیہم اجمعین کی جماعت داخل ہے آپ اُن سے آہستہ آہستہ کلام فرماتے جاتے ہیں
 یہ دیکھ کر محافظ حموی اُٹھا اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دینے کیلئے حاضر ہوا مگر آنحضرت
 نے اُسکی طرف سے منہ پھیر لیا وہ بہرہ پار طرف پھرتا رہا اور حضور سرور عالم نے کسی طرف

سے اُسکی طرف توجہ نہیں فرمائی اور یہ ارشاد کیا کہ تو نے میری اولاد (علی) ابن عبد القادر کے ساتھ کج ادائیگی کی اس وجہ سے میں تجھ سے عنایت ناراض ہوں جب تک کہ وہ راضی نہ ہونگے میں راضی نہ ہوں گایہ خواب دیکھ کر وہ حموی بیدار ہوا اور بڑا خوف اسپر غالب ہوا رات ہی میں وہ آپکے حجرے پر حاضر ہوا اور آپکے قدموں پر گر پڑا اپنے فرمایا کہ تو ہمارے پاس بغیر شفاعت ہمارے جدا مجد رسول اللہ صلعم کے نہیں آیا اُس نے معافی کے لیے فریاد کی اور بے ہوش ہو گیا اور قریب الموت تھا پس اپنے اُسکی خطا معاف فرمائی اسکے بعد آپ وہاں سے مصر کو روانہ ہوئے اُس محافظ نے اپنے بھائی ابن رفاعہ کو جو مصر میں شیخ الشیوخ اور سلطان المشائخ اور سلطان مصر کا مقرب تھا اور کثرت سے لوگوں کے مُرید تھے اپنے تمام واقعات کی اطلاع دی جب آپ مصر پہنچے تو حسب اطلاع ابن رفاعہ استقبال کے لیے حاضر ہوا اسکے ساتھ مصر کے علماء، فقہاء، قاضی و حکام و اہل لشکر جن میں بولہ سوسادات عظام اور قریب اسی کے عمائدین شہر سے تھے ابن رفاعہ انکی رہکاپ تھا لکھنویں ساتھ ساتھ چلا جب اہل شہر نے اُسکو اس حال سے دیکھا کل اہل شہر پیدل ہو گئے جس وقت یہ سلطان الدین صاحب سلطان مصر کے مکانات کے قریب گزرے اُسے یہ مجمع اور جشن چشم خوردیکھا جب قلعہ کی بلندی پر چڑھے سلطان خود کھڑا ہو گیا اور چند قدم بڑھ کر خیر مقدم کیا اور بغل گیر ہوا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور آپ سے ہم کلام ہوا ابن رفاعہ دونوں کے سامنے کھڑا تھا سلطان ابن رفاعہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے شیخ بیٹھ جا ابن رفاعہ نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہو کہ دو سلطان ایک سلطان دُینا اور دوسرا سلطان آخرت ہوا اُنکے سامنے میں تیسرا شخص بیٹھوں بالکل دسکے خلاف ہوا ابن رفاعہ نے حمویوں کی

بے ادبی کا حال عرض کیا تو وہ جمویوں پر نہایت غضبناک ہوا اور جمویوں کو مسلسل گرفتار کر کے لانے کا حکم دیا چنانچہ جموی حاضر کیے گئے سلطان نے اُن کو سخت سزا میں دین اور قتل کرنا چاہا مگر آپ کی رحمہ لی جو شہرین ہوئی اور سلطان سے سفارش کر کے تعذیب سے بچا دیا مگر مختلف شہروں میں اُن کو جلا وطن کر دیا گیا اور خانقاہ قادریہ کے واسطے بہت سے مواضعات جاگیر میں دیے جو خانقاہ حماد کی اب تک متعلق ہیں سید علاء الدین صاحبؒ ۴۷۱ ہجری الثانی ۷۳۰ھ ہجری میں رحلت فرمائی آپ کے جنازے کے ساتھ بڑا ہجوم تھا اور جنازے کا بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا آپ کے جنازے کی نماز کئی بار ہوئی۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے سید شمس الدین صاحب - سید بدر الدین صاحب سید نور الدین صاحب کل آپ ہی کی اولاد ہو جو شہر حماد میں رہتی ہو۔

آلِ قسۃ جب سید ابواسحاق ابراہیم کا انتقال ہو گیا تو آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادے شہاب الدین سید احمد صاحب اور دوسری صاحبزادی سیدہ آمنہ عرب میں موجود تھیں تحفۃ الابراہیم مرقوم ہو کہ شہاب الدین سید احمد صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد سنہ ۷۹۰ھ ہجری میں اپنے چچا ابو الحسن سید علی صاحب کے ہمراہ حماد سے ہندوستان تشریف لائے اور اپنے والد کے متروکات پر قابض ہوئے مصنف تحفۃ الابراہیم کا قول ہو کہ سنہ ۷۹۰ھ ہجری تک سید احمد صاحب ہندوستان میں موجود ہیں ہماری دعا ہو کہ حق تعالیٰ اُن کو صحیح و سلامت واپس لائے۔

سید سیف الدین صاحب جموی برادر نقیب الاشراف اپنے خط مورخہ ۷۲۹ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی سادات کو سنہ ۷۹۰ھ ہجری کے بعد چوزمانہ تحفۃ الابراہیم

سید سیف الدین صاحب جموی برادر نقیب الاشراف اپنے خط مورخہ ۷۲۹ھ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی سادات کو سنہ ۷۹۰ھ ہجری کے بعد چوزمانہ تحفۃ الابراہیم

کے کہنے کا ہی پھر کچھ حال معلوم نہیں ہوا کہ سید احمد صاحب ہند سے واپس حماہ میں آئے یا نہیں اور سید احمد صاحب کی اولاد ہند میں ہوئی یا نہیں کیونکہ اس مدت یعنی (۲۲۶) سال میں اس طرف سے کوئی خبر ہمارے پاس نہیں آئی نہ کوئی آدمی آیا مگر سید علی صاحب کی اولاد اس وقت تک حماہ میں موجود ہو۔

سید صاحب کے ہندوستان آنے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہو کہ آپ کے آبا و اجداد کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خود اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو عرب سے بلوایا تھا اور بادشاہ مذکور نے اپنی لڑکی سید صاحب کے نکاح میں ہی تھی سید صاحب کے اوصاف و تقدس کی شہرت بھی ہندوستان میں مثال اپنے پدر بزرگوار کے ہوئی اور آپ کو خواص و عوام میں مقبولیت و ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل ہوا۔

جناب سید صاحب کو لوگوں کی گرویدگی و قدردانی نے وطن نہ چھوڑ دیا اور ہندوستان کے رہنے پر مجبور کیا تو اسی زمانہ میں کسی ضرورت پر سید صاحب نے اپنی شرف خاندانی کی صداقت کیلئے اپنے اعزہ کو لکھا ہوا اور ایک امرین عرب نے ایک شجرہ آپ کی عالی نسب کا تصدیق کر کے ہندوستان میں آپ کے پاس بھیجا ہے جس میں آپ کا سلسلہ حضرت نوح الا عظم تک پہنچتا ہوا رقم نے وہ شجرہ شاہ بہمانپور میں دیکھا ہے نہایت خوشخط و مطاب مذہب عربی زبان میں ہر حیرت انگیز سادات عظام کی پڑی ہوئی ہیں۔

بقیہ حاشیہ تعالیٰ ان یاتی ہم للعالمین منہ وکرہ ومن بعد ذلک التالیخ لم یقف علی ثمر جو علم میں ہندوستان و لا بری
ہل صار للسید احمد بن السید ابراہیم الگیلانی الذکور اولاد فی الہند حیث ما احبنا یا بآخر من ملک الامرات واما السید
بن سید احمد بن السید علی بن حسین الگیلانی الذکور الذی راجع مع ابن ابیہ ہند فاو لادہ و فریہ موجودین فی حماہ ۱۲

بعد انتقال نواب میر خان کے جب نواب کمال الدین خان کو شاہ آباد کی آبادی کو ترقی دینا منظور ہوا اور اُس عرصہ میں اُن سے کوئی بادشاہی مهم انجام کو پہنچی اور بادشاہ ان سے خوش ہوا تو انھوں نے اُسکے صلہ میں سید صاحب اور قائم مبارک ماننے کی استدعا کی اور بادشاہ نے کمال خاطر داری سے سید صاحب کو نواب صاحب کے ہمراہ جانے اور اُن کے وطن میں آباد ہونے کی اجازت دی چنانچہ نواب صاحب ۱۱۹۶ھ ہجری میں سید صاحب کو بہزار فخر و ناز شاہ آباد لائے اور کمال تعظیم و توقیر سے اپنی صاحبزادی گل بیگم صاحبہ کو سید صاحب کے عقد میں دیا یہ قول بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب نواب صاحب نے اپنی صاحبزادی کو سید صاحب کے نکاح میں دیا تو یہ عرض کیا کہ یہ خادمہ حضرت کے وضو کرانے کے واسطے حاضر کی گئی ہے اس سے سید صاحب کی عظمت اور نواب صاحب کی عقیدت کا پتہ پایا جاتا ہے۔ نواب صاحب نے اکثر مواضع میں سید صاحب اور اُن کی بیوی کے نام چلوک تحریر کر دیے جن کی بعض سندیں راقم نے حاشیہ پر تحریر کر دی ہیں سید صاحب کے نام نامی

لے نقل سند معانی بنخانہ کمال الدین خان بنام سید صاحب۔



متصدیان مہات حال استقبال پرگنہ شاہ آباد
حال جاگیر بنیاد سید وار بودہ بداندہ چون وادی

ایکصد و بیس گز زمین بچہ بزرگ آبی در سواد موضع ہری علم پرگنہ مذکور از ابتدای تخریفات آئینہ از نو و دوش در و جہ نہادہ قدوہ
العارفین زبدۃ الوصلین میر سید احمد گیلانی حسب الضمن حرمت شد یا بدکار انہی مرقوم را بعد و مفصل فی تبصرہ میر میر علیہ
و اگر از بد و بوجہی من الوجہ مانع و مزاحم نشوند در بنیاد تا یکد تمام دانستہ حسب المسطور عمل آرد۔ تحریر فی الیاریخ

یا زہد ہم بیج از اول سالہ ہجری ۱۱۹۶ھ

کے ساتھ لفظ خان بھی شجرہ وغیرہ میں تحریر ہے اس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ کو خطاب
خانی بادشاہ کی طرف سے مرحمت ہوا ہو آپ کے آبا و اجداد میں بجز آپ و کسی کے
نام کے ساتھ لفظ خانی شجرہ میں نہیں لکھا گیا ہے آپ کو اپنے ہی آبا و اجداد سے محبت
و اجازت حاصل تھی اور آپ سے سلسلہ پیری و مریدی جاری تھا ایک مکتوب
میں آپ کے محمد و محاسن مولانا عبدالکد صاحب مغربی نے حسب ایما آپ کے
عربی زبان میں تحریر کیے ہیں اور اس مکتوب میں فضائل سادات و اہلبیت رسالت
اور مناقب غوثیہ اور آپ کے آبا و اجداد کے مستند حالات لکھے ہیں اور شجرہ آپ کی
اولاد سے تا حضرت غوث الثقلین مرتب کیا ہو اور اس بارہ میں تختہ الابراہیم لوامع النور
شمس المفاخر وغیرہ کتب کا حوالہ دیا ہو اور یہ مکتوب معہ شجرہ کے آٹھ ہاتھ لکھا اور
اور ایک ہاتھ سے زاید چوڑا ہے غرض کہ طول طویل ہو اور مصنف
موصوف نے ۳۴۴ھ ہجری کو آپ کے عہد حیات میں لکھا ہو سید صاحب کے اصناف

حقیقہ حاشیہ جانب پشت بموجب ضمن موازی یکصد و پنچ بیگہ اراضی زمین از سواد موضع ہری علیہ
برگشتہ شاہ آباد در و چند رازہ قدوة العارفين برة الواصلين میر سید احمد گیلانی حرمت شد ماقبلیہ پختہ -
نشر فی حد و حدود موضع ہری حد و حدود موضع سن پور حد و حدود موضع خٹیا پور
تقل سند بنجام اب صاحب بنام اہلیہ سید صاحب

ہو الغنی متصدیان مہات حال استقبال برگشتہ شاہ آباد محل مالگیر بنام سید وار وودہ
چون موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ بکرا الہی در سواد موضع ہری در اعلیہ برگشتہ نہ کور از ابتداء فی فصلہ
یکصد و پنچ بیگہ اراضی زمین از سواد موضع ہری حد و حدود موضع سن پور حد و حدود موضع خٹیا پور
باید کہ اراضی مرقوم را بعد و فصل اول تصرف متا مالیه و اذ اندر بوجہ من الوجہ مانع و غرام نشوند
در دنیا تبا کید تمام دانستہ حسب المسطور علی الذہن تحریر فی التایخ جا لڈم شہر حسب التایخ ہجری ۱۰۴۴ھ
جانب پشت بموجب ضمن موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ از سواد موضع ہری برگشتہ شاہ آباد تمام اہلیہ قدوة العارفين
از برة الواصلين میر سید احمد گیلانی حرمت شد ماقبلیہ پختہ -
نشر فی حد و حدود موضع ہری حد و حدود موضع سن پور حد و حدود موضع خٹیا پور
تقل سند بنجام اب صاحب بنام اہلیہ سید صاحب

میں اکثر اشعار لکھے ہیں ان میں سے ایک قصیدہ کے چند اشعار یہاں پر درج کیے جاتے ہیں

من عزمہ و لفحہم من یفخر
کون شخص ہے جو اسے زاید عزا والا اور نیکے فرسے یا فخر کرے گستاہو
بنجارہ فوق السطی والمشتري
جنکی اصل سنی اور مشتری سے بلند مرتبہ ہو
وغیاثہم فی کل ہمدومین
اور ہر پیش آنے والے غم میں انکے درکار دان ہو
عند الکالہ لمن بہ یستظهر
انکے شکلات کو دیکھ کر یوں کہیں ان سے اور تیرے اشعار کو دیکھ کر
ورئیسہم ساعی الکمال الانحدر
اور ان کا رئیس ہے اعلیٰ کمال والا

قل صفت خطبہ نسبتہ فی سادۃ
سادات کے نسب کی مینے تعریف کی
ایشال عبد القادر سجیلانی
میں نے تعریف کی اولاد عبد القادر سجیلانی کی
غوث الانام وقطبہم و امامہم
وہ عبد القادر جو تمام مخلوق کا فریاد رس و قطب الام ہے
محل الخطوب بقدرہ و بجاہہ
جو شخص ان سے حل شکلات کو پاہے
باشارۃ من تاجر مفرق عزہم
اور شیعہ اس شخص کی خواہش کی جو مخلوق کی فرقہ گردانی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۵۵ مولانا عبد الکریم والد کا نام بھی عبد الکریم ہوا اور انکے جدا مجد کا نام
ابن عبد الرحمن ہو مالکی مذہب اور شاذلی مشرب تھے ماکہ مغرب کا باشند تھے ایسے مغربی سپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے
عبد الکریم صاحب جان صالح اور قابل تھے (۲۰) برس کی عمر میں انھوں نے سید صاحب کے حالات لکھے ہیں صاحبیت تھے ۱۲۲۸ھ
کو شہر قاہرہ ماکہ مصر میں ان کو شیخ علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر درمی مالکی شاذلی مغربی سے منترقہ قادریہ پنهیا یا تھا
اور ذکر و اشغال قادریہ کی اجازت بھی انھیں علامہ موصوف سے حاصل ہوئی تھی انکے علاوہ دیگر بہت شاذلی بھی
ان کو خلافت و اجازت ہوئی تھی چنانچہ مسئلہ ہجری میں شیخ ابو العزیز بن احمد بن علی مصری شامی نے بھی ان کو خلافت
پنهیا یا تھا اور یہ بزرگ شیخ محمد سلیمان مغربی مالکی مقیم مکہ کے خلیفہ تھے اور مسئلہ ہجری میں مولانا عبد الکریم کو بخاری شریف
کے ختم ہونے کے وقت ہر ایک قسم کی اجازت شیخ احمد بن محمد شافعی کی اور شیخ عبد الکریم بن سالم مصری شافعی کی سے
حاصل ہوئی اور مسئلہ ہجری میں طریقہ قادریہ اور مولفات حضرت پیران پیر کی اجازت انکے شیخ محمد بن عبد القادر
سے قاہرہ میں حاصل ہوئی تھی غرض کہ صاحب سلسلہ اہل ارشاد تھے۔ ۱۲۷۱ھ

السید امین السید المحسنی الشریف المسمی والعنصر

سردار ابن سردار حسینی شریف نام اور اہل والا

هو احمد حمدات مناقبہ التی

یہ احمد امین نے اُس کے اوّل مناقب کی تعریف کی

الطیب الاخلاق والاعراق

جمہور اخلاق اور افعال والا ہے

وسیمۃ اللہ ہر التی ما مثلها

اور بے بہا موتی ہیں اس مائے کجی کا کوئی مثل نہیں ہے

من نورۃ حاتم فی عصرہ

کون شخص اگر اس کو حاتم اپنے زمانہ میں دیکھتا

یقضیٰ لہ بالبحرود نسر او اغتدی

حکم کرتا کہ وہ سناوت کے بیشہ کا شیر ہو اور صبح کو شہر کو

او صافعت کفہ قضیٰ من حاتم

یا نفاہتوں کو کس شخص اس کو اپنی ذات کیجا بنائے اور تم کہا

اولورای السفاح عزة وجہہ

اور اگر سفاح اسکے روشن چہرہ کو دیکھتا

او قیل من خیر الخلائق کلہا

یا پوچھا جاوے کہ خیر الخلق کون ہو

منہا طلاقۃ وجہہ المستبشر

جن سے چہرے کی تروتازگی اور روشنی ہے

الافعال شہم من سلالة حمید

نهایت تیز طبیعت حیدر کی نسل سے ہے

ونتیجۃ الیون البھی الانوی

اور خلاصہ ہے زمانہ تروتازہ روشن کا

وذی یدیہ اھاطل المتفجر

اور اُس کے ہاتھ کی مسلسل نجات کی بارش کو دیکھتا

معروفہ لکسی لباس تنکر

لباس گمنامی کا پہن لیتا

لتفجرت بمواہب کالکوشر

بخشیں بیش کوشر کے اُس سے جاری ہیں

لاقرانہ تبع فی حمیر

البتہ اقرار کرتا کہ خوبصورتی میں حمیراں کا تابع ہوں

فالی شہاب الدین یومی الخیر

تو بھر شہاب الدین کی جانب اشارہ کرے گا

<p>وسعادة المشطر ومسطر ہر ہمایہ اور مقرر کرنے والی کی سعادت ہیں ارجو شفاعتہ حلہم فی المحشر میں اُن کے جد کی شفاعت کی روئے مشر امید رکھتا ہوں</p>	<p>ما ذا عسى انثى وعد صفاته مجھ سے اُن کے صفات کا شمار اور تعریف غیر ممکن ہو اہل الکساء وخیر ال محمد بلند مرتبہ والے اور بہترین آل محمد ہیں صلی اللہ ما حبت صبا جب تک کہ ہوا چلتی ہے اپنی درود نازل ہو۔</p>
--	---

موسیٰ موصوف نے سید صاحب کی تقدسِ بزرگی کے علاوہ علمی قابلیت و انشا پراری
کی تعریف بھی لکھی ہو اور عربی عبارت میں رقمطراز ہو کہ وفاخوہ الہند بالعلاء و علائہ
یعنی زیبا ہو کہ ہندوستان آپ کی ذات و علو مرتبت پر فخر کرے۔ اگر ابن ہانی آپ کو دیکھتا
تو بجائے مغر الدولہ کے آپ کی تعریف کرتا اسی طرح پھر اشعار آپ کے اوصاف میں لکھے
ہیں

<p>ویا من بہ الدنیا تزوق وتبسم اور ای وہ شخص جس کے سبب دنیا تر و تازہ و نشاط ہے ومن جودہ کالغیث بل ہو اکرم اور ای وہ شخص جس کی سخاوت بارش سے بھی زیادہ ہے وکالشمس نور بشرہ المتوسم اور اُس کا روشن چہرہ نور میں آفتاب کا مقابلہ کرتا ہو فانت علی اہل السباق مقدم تو ہر سبق کرنے والے سے آگے بڑھا ہوا ہے</p>	<p>فیا واحد الارضان جوداً و منصباً اے وہ شخص جو باعتبار اپنی سخاوت و منصب کے یکساں ہو ومن وجہ کالبدر لیشرق نوراً اور ای وہ شخص جس کے چہرہ کی روشنی مثلِ ہلال کے چمکتی ہو ومن ذکرہ کالمسک فص ختامہ اور ای وہ شخص جس کا ذکر مثلِ مشک کے مہکتا ہے لقد حضرت خص السبق غیر منازعہ گوٹھ دوڑ کے میدان میں کوئی تیر مقابل نہیں</p>
---	---

حویت من العلیاء کل کریمۃ
 تو نے ہر بڑی شخصیت کو گھیر لیا ہے
 اذا فاضل الامجاد یومًا فامنا
 جب بزرگ لوگ کسی دن اپنے نسب پر فخر کریں
 مناقب مثل اداد الرمال
 آپ کے مناقب مثل ذرہ ہائے ریت کے ہیں
 وتتعب الالسن دراسها
 اور زبانیں آپ کی تعریف سے عاجز
 وهو المتقدم فی البلاغہ
 اور وہ مقدم ہیں پنج بلاغت کے
 والمتاخر الزموقداتی بما
 اگر زمانہ متاخر وہ متاخر ہیں
 لوکان فی عصر لبید
 اگر وہ لبید کے زمانہ میں ہوتے

به الروض یندی والزی تبسم
 جس سے باغ تر و تازہ اور دینار روشن ہو
 لمجدك فی حال الفخار لیسلم
 تو تیرا حب و نسب فخر کا ذریعہ ہو
 شکداستامل حسابها
 جس کے شمار سے انگلیاں عاجز ہیں
 وتغنی قراطیس کتابها
 اور کاغذ آپ کی تعریف کھنڈے والوں کے لیے کافی نہیں ہوتا
 وقد ادبی علی سبحان وائل
 اور تحقیق زاید بلند ہیں سبحان و ایل سے
 لم یستطعہ الا وائل
 لیکن اُن کے مقابلہ میں کسی متقدم کو طاقت نہیں
 یقطع الیہ الفوافد والبید
 تو لوگ جنگل و میدان قطع کر کے اُن ہی کے پاس آتے

او طرفۃ بن العبد یقال هذا هو الطرفۃ وانا المرید
 یا طرفہ بن عید کے زمانہ میں تو وہ کہتا کہ یہی وہ طرفہ بن اورین مرید ہوں
 او قال هذا هو السيد وانا من العبد

یا کہتا یہی وہ سرار ہیں اورین غلام ہوں

یا حسن مایشنی علیہ یعاب
 کہ کیا حق بجانب ہے کہ جو کچھ انکی تعریف کی گئی وہ ان کے لیے کم و نقص ہے

تجاوز قدح المدح حتی کانه
 وہ مدح کی حد کو استقدر تجاوز کر گئے ہیں

سید صاحب کی روش ضمیری کے متعلق نقل بیان کی جاتی تاکہ ایک عالم
 اور خشک آپ کی ملاقات کو تشریف لائے۔ سید صاحب اس وقت کبوتر وکی کا باب
 بنانے میں مشغول تھے اُن خشک ملا کے دل میں یہ خیال آیا کہ جب آپ کے اس قسم
 کے مشاغل ہیں تو آپ کو خدا پرستی سے کیا واسطہ سید صاحب اپنی صاف باطنی
 سے اُنکے اس غطرہ پر آگاہ ہو گئے اور کہا کہ دل بہار و دست بکار پر عمل ہو یہ فقرہ سُکروہ
 صاحب نہایت نادم ہوئے اور سید صاحب کی ملاقات سے بہت محفوظ
 ہوئے۔ شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آباد اور شاہ جہان پور ہر دو جگہ
 رہا کرتے تھے دونوں جگہ آپ کے مکانات تھے اور ہر دو مقامات پر ادا تمن و ن کا
 حلقہ وسیع تھا۔ آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے سید محمد صالح صاحب اور ایک صاحبزادی
 اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں یعنی سید داؤد
 صاحب سید محی الدین صاحب سید عبد الرزاق صاحب سید خیر الدین صاحب بی بی
 آمنہ بی بی اولاد میں بی بی اجی کے بطن سے متحد البطن تھیں اور گل بیگم صاحبہ کے بطن سے
 ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام خدیجۃ الکبریٰ تھا اور دو صاحبزادے سید ابراہیم صاحب
 اور سید رحمت الدین صاحب جن کا نام بقاعدہ عرب اپنے جدا مجد کے نام نامی پر رکھا
 گیا تھا سید صاحب نے ایک تملیک نامہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۲۹۹ھ ہجری کو جب کہ فخر
 بادشاہ کا عہد تھا تحریر کیا جو جس کی نقل بطور یادگار کے حاشیہ پر لکھی گئی ہو سید صاحب

سے نقل تملیک نامہ بنام بی بی گل بیگم صاحبہ متعجب سید احمد صاحب سے ہم اب الرحمن الرحیم قرا کر دو
 استراحت جتھر شری نمود مسی سید احمد بن سید ابراہیم گیلانی مرحوم ساکن قصبہ شاہ جہان پور علیہ السلام کاٹ کوا
 سرکار بدایان مضائق بصوبہ دار اختلاف شاہ جہان آباد حال جہان آباد شریعہ شریعہ کہ بنشد و تیکشعی
 اگر ان روز حال دست و ثبات عقل ہمیں گل بیگم بنت کمال الدین خان مرحوم و برادر سید احمد صاحب

کی حیات کا زمانہ ۳۲ سالہ ہجری تک تو تحریر مکتوب ثابت ہے اسکے بعد کا اور کوئی کاغذ دستیاب نہیں ہوا ایک مدت تک شاہ آباد آپکے فیوض و برکات سے پر نور و معمور رہا بالآخر ۲۲ رذی الحجہ کو آپ نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔
 سنہ وفات کا کہیں پتا نہیں چلا ۲۲ رذی الحجہ تاریخ رحلت ایک قدیم سہا سہا میں لکھی ہوئی ہو اور اسی تاریخ کو ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہو مزار آپ کا محلہ کٹرہ محلہ شاہ آباد میں مشہور روزگار چو درگاہ سید ابراہیم صاحب کے نام سے معروف ہو کیونکہ آپ کے صاحبزادے سید ابراہیم صاحب بھی اسی خطیرہ میں مدفون ہیں نہایت پر انوار مقام ہے تصرف و حاجت روائی کے اعتبار سے زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب کی اولاد امجاد ہی سے شاہ آباد اور شاہ جہان پور میں سادات غوثیہ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہو ایک شجرہ میں جو آپ کی زندگی کا خیال کیا جاتا ہے نو صاحبزادے تحریر ہیں اور دوسرے شجرے میں بارہ صاحبزادے لکھے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ تین صاحبزادے اس شجرہ کی تحریر کے بعد عالم وجود میں آئے ہوں یا تین فرزند

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اولود و درخت و تصرف مالکانہ خود داشت تا زمان بن تملک شرعی خایا عین عن غیر و علمایع جواز التملک و نفاذہ ہجری و قاضی یک منزل حویلی کہ مشتمل بر منوبات متعددہ متفقہ بر تہذیب شریعت پختہ و غیر ذلک کہ واقعہ است و بقصر شاہ آباد علم پر گنتہ پالی سرکار خیر آباد جامع صبراودہ محدود است برین حدود دار بہ شرقی آن ملاذق است بجوئی حاجی الکشت صاحب و صاحب خان و بنے و غوی آن ملحق است بجوئی محل خان و غلختان و جنوبی آن فصل است بجوئی اراک خان و فتح خان و شمالی آن پرست بجوئی کلواتلی و بھوبتی و صاحبی مدو خان و غلختان با جمیع حدود و حقوق و مرفق آن اعلی و خاجی از قبیل کثیر و مایعات نیس ایجا تملک کا صیغہ شرعی جائز نافذ او قبض شرعی کر و ملک نہ کر و محدود نہ کر و ابا ذن تسلیم مالک نہ کر و بر مانی نامہ مالک نہ کر و محدود نہ کر و بیچ حقہ قضایی و دہی میں موجود و بسبب من الاسباب فقط۔ تحریر نے التایخ است و در دیں حامی الثانی ۱۲۱۰ھ ہجری مطابق جلوس نیست انون و افغانی ہجری

خلد اللہ علیہ گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد
 سید ابراہیم سید ابراہیم سید ابراہیم سید ابراہیم سید ابراہیم سید ابراہیم سید ابراہیم سید ابراہیم سید ابراہیم سید ابراہیم
 سید داود سید داود سید داود سید داود سید داود سید داود سید داود سید داود سید داود سید داود
 حافظ جعفر ثانی خان ہند شہد باقیہ علیہ السلام یار فیصل

سید شہاب الدین سید احمد صاحب کی اولاد امجاد ہی سے شاہ آباد اور شاہ جہان پور میں سادات غوثیہ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہو ایک شجرہ میں جو آپ کی زندگی کا خیال کیا جاتا ہے نو صاحبزادے تحریر ہیں اور دوسرے شجرے میں بارہ صاحبزادے لکھے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ تین صاحبزادے اس شجرہ کی تحریر کے بعد عالم وجود میں آئے ہوں یا تین فرزند

پیدا ہو کر رحلت کر گئے ہوں ایک کاتب نے ان کا نام بھی لکھنا ضروری سمجھا ہوا۔
دوسرے نے غیر ضروری۔ سید صاحب کی آٹھ صاحبزادیاں تھیں پیشتر سید صاحب کے
آبا و اجداد کا شجرہ لکھا جاتا ہوا اسکے بعد آپ کی اولاد کا شجرہ مفصل مرقوم ہوگا۔ سید صاحب
کی تلوار بطور تبرک کے آپ کی اولاد کے پاس چلی آ رہی ہو۔

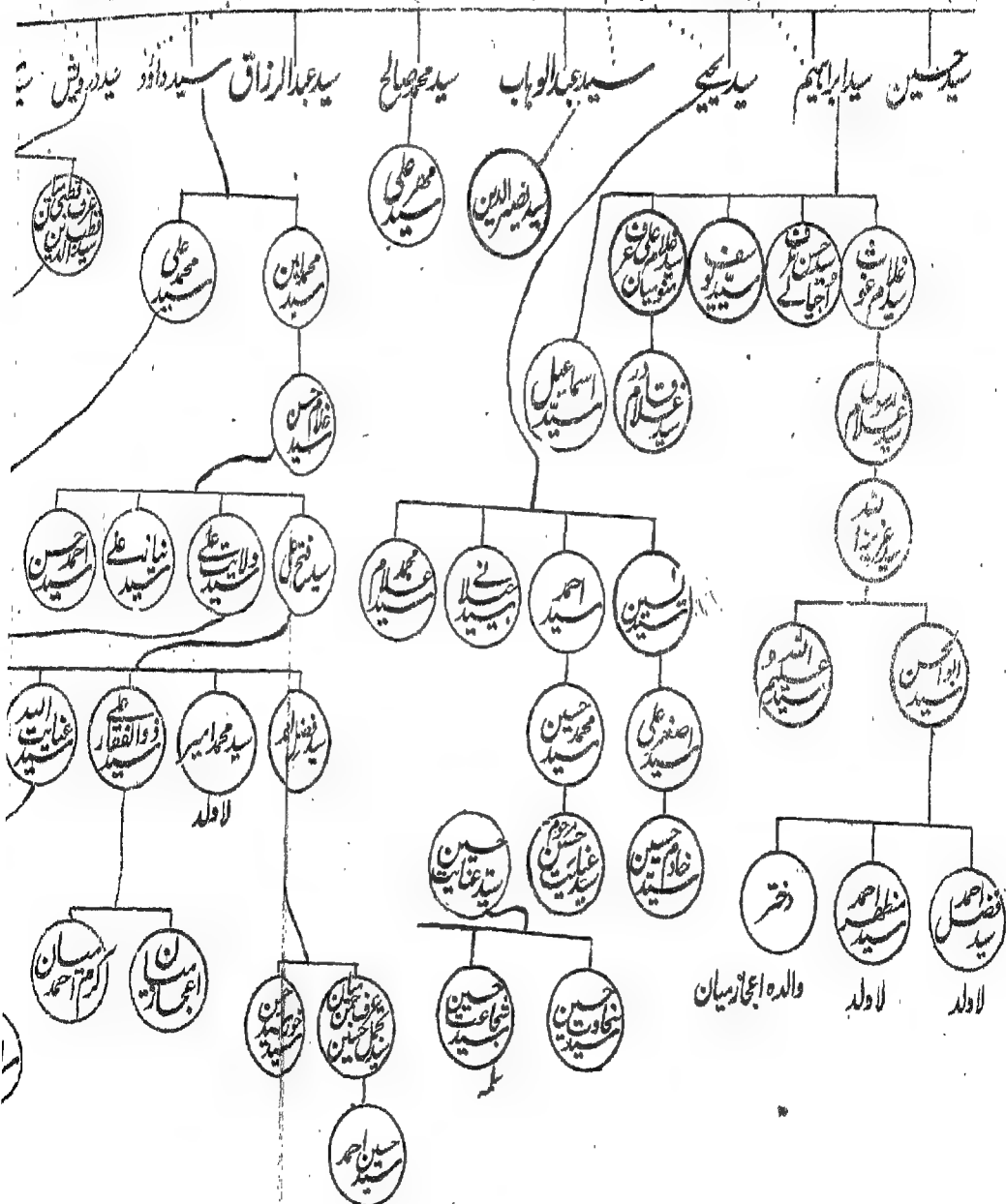
شہاب الدین سید احمد خان	بن سید ابواسحاق ابراہیم	بن سید عقیف الدین حسین
بن سید محی الدین عبد القادر جیلوی	بن سید شمس الدین محمد	بن سید محی الدین عبد القادر جیلوی
بن سید شمس الدین محمد	بن سید علاء الدین علی	بن سید شمس الدین محمد
بن سید سیف الدین جموی	بن سید ظہیر الدین احمد بغدادی	بن سید ابی نصر محمد
بن قاضی القضاۃ ابوصالح نصر	بن حافظ العراق تاج الدین ابوبکر سید عبدالرزاق	

بن قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی اُکسنی و اُکسنی قدس اللہ العزیز

سید صاحب کے چچا سید علی ابوالحسن صاحب کا انتقال شاہ جہان پور میں ہوا اور محلہ
جھنڈا کلاں واقع شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے آپ کے دربار پر حضرت مرزا مظہر جان جاناں
دہلوی تشریف لائے ہیں ہندوستان میں سید علی صاحب کے شادی نہیں کی اور نہ یہاں
آپ کے اولاد ہوئی مگر حواہ شریف میں آج تک آپ کی اولاد موجود ہے۔

سید صاحب کی اولاد زرینہ و دختر کی کا شجرہ بھی ہم نے نہایت تحقیق سے
مرتب کر کے تحریر کیا ہے اور ہر ایک فرزند کے تفصیلی حالات بھی یہاں تک ممکن ہو سہ
لکھ دیے ہیں۔ شجرہ صفحہ آئندہ پر لکھا ہوا ہے۔

سازمان
مورث شاه آباد



سید محمد صالح صاحب سید احمد صاحب کے صاحبزادے تھے اور سجادہ نشین بھی کہے جاتے ہیں بعض اشخاص آپ کو اولاد اکبر بتلاتے ہیں آپ اور ایک آپ کی بہن سید فاطمہ متحد البطن تھیں آپ ہر دو اپنے والد کے ہمراہ اورنگ آباد سے شاہ آباد تشریف لائے تھے جو شجرہ کہ سید صاحب کے زمانہ حیات میں مرتب ہوا ہے اس میں جس طرح کہ آپ کے جد امجد اور والد ماجد سرخ رنگ سے امتیازی طور پر لکھے گئے ہیں اسی طرح آپ بھی اپنے جملہ بھائیوں میں امتیازی طور پر لکھے ہوئے ہیں سید محمد صالح صاحب نہایت غامی عالی منزلت اور صاحب عرفان بزرگ تھے نقل ہو کہ ایک بار آپ کے مجلس سماع میں کیفیت طاری ہوئی اُسی حالت و جد میں آپ نے اپنا کرتہ اتار کر قوالوں کو دیدیا جس کی برکت سے قوالوں کی نظر سے پردہ حجاب کا اٹھ گیا اور وہی کیفیت انہر طاری ہو گئی آپ کی عظمت شہرہ آفاق تھی جب امرائے یہاں کوئی تقریب ہوتی تو حصول برکت کے لیے آپ بلا کر شریک کیے جاتے چنانچہ نواب تاج الدین خان جو نواب بہادر خان بانی شاہ جہان پور کے نمبرہ تھے اُن کا عقد سماء روشن آراہیکم بنت سید بہادر ولی خان ابن نواب سید حسین خان مرحوم سے قرار پایا اور ایک کروڑ پچیس لاکھ

سے نقل نکاح نامہ نواب تاج الدین خان بوکالت سید محمد صالح صاحب - اکھبر الدجی جبل الکحل سنت الانام و متعلقا طعابین اکلال و احکام حسنات الفاض و الانام و المتعالم المالی الانام الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام علی آلہ و اصحابہ الدرد و الکرام ازلہ بالمدی و دین الحق فیظہر علی بن کل و لو کہہ المشرکون قال البنی صلعم عن الکحل سنتی فلیس منی - المابعدین و یثقیبت شرعیہ کہ بریور صدق آراستہ منی و ساریت برانکہ تیایخ نوز و ہم شہر ذی الحجہ سلمہ جلوس فرخ سیر شاہی بزن خواست و در عقد نکاح شرعیہ خود آور و سہمی نواب بھادر خان بھادر بن زین الدین خان شہید بن نواب غیرت خان نفس نفیس عاقلہ بالذہن الاستوارات تاج الدین الزہرات سماء روشن آراہیکم بنت سید بہادر ولی خان بن سید نواب حسین خان مرحوم تزویج و یکیش میر محمد صالح ابن سید احمد بن سید ابراہیم کہ بر صدق و کالت و اذیتا رغود شاہد بن عاقلین بالیقین شیخ حکام بن شیخ یزید و دار بن شیخ فیروزہ میر محمد ہاشم بن محمد حسین بن

پہونچے تو مولانا صاحب کو کچھ انوار نظر آئے حافظ صاحب پوچھا کہ یہاں کوئی بزرگ اہل اللہ سے آسودہ خاک ہیں اور جب مولانا صاحب آپ کے مزار پر پہونچے تو نہایت ادب سے ٹھہر گئے اور کشف القبور کا مراقبہ کیا اور آپ کا نام نامی حاضرین کو بتلایا اور آپ کے عالی مراتب اور مقبول الٰہی ہونے کا مفضل حال سنایا اکثر لوگوں کی ہر دین آپ کی ذات بابرکت کے توسل سے حاصل ہوتی ہیں آپ کے خاص دست مبارک کا ٹھہر کیا ہوا ایک کاغذ راقم کے پاس موجود ہو یہ کاغذ تمبیک نامہ ہو جو گل بیگم صاحبہ کے نام معاوضہ میں تحریر کیا ہے اس کی سند ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ ہجری کو تحریر ہوئی ہے آپ کی صاحبزادی عایشہ بی بی کے بطن سے دو بیٹے اور کئی بیٹیاں پیدا ہوئیں سیدہ عایشہ کی چھوٹی بیٹی بھیکن میان برادر قطبی میان صاحب کو منسوب تھیں۔

سید ابراہیم صاحب شہاب الدین سید احمد صاحب کے فرزند تھے جو گل بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا تھے اور آپ کا نام حسرتا عہد عرب اپنے دادا کے نام پر رکھا گیا۔ آپ بی بی و دنیاوی اوصاف میں مثل اپنے بزرگوں کے متصف تھے سید ابراہیم صاحب کی تین بیویاں تھیں زوجہ اولی سے تین بیٹے یعنی سید غلام غوث صاحب سید حسن عرف میان اُجیالے صاحب سید حیدر صاحب

۱۔ نقل اقرارنامہ سید محمد صالح بنام بی بی گل بیگم صاحبہ۔ باسمہ سبحانہ تعالیٰ
 اقرار کردہ اعتراضات صحیح شرعی نو و فخر ہام و زنج و محمد صالح ولد میر سید احمد گیلانی در حالت صحت نفس و قیامت نقل و جواز تصرفاً
 ایک قطعہ زمین بابت خرید خود کہ محدود است بدین حدود اربعہ معروفہ موصوفہ شریفہ بنام خانہ سلطان آباد
 عرض بکلی قطعہ زمین مشہور بکلی شہر تہہ بی بی گل بیگم صاحبہ بابت زمین مال الدین سلطان محمود صاحب و محدود است
 بدین حدود اربعہ موصوفہ معروفہ شریفہ بنام خانہ سلطان آباد
 فروزہ ادیم و بر زمین موصوفہ قاعہ شریفہ و نمازگاہ معروفہ کو راہ از قطعہ عرض خریدار و بود دعوی و حق و خصوصیت دکان ذاک
 بمحض من العذل و التقات نو ششہ شمدین خطابست پلہام شہر ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ ہجری۔

اور زوجہ دویم کے بطن سے سید اسماعیل عرف بدھو میان زوجہ بیوم کے بطن سے سید غلام علی عرف بنو میان اور سیدہ فرحت تھیں سید ابراہیم صاحب نے سب کی شادی اپنے عہد حیات میں کر دی تھی مراد ن صاحب نے سید ابراہیم صاحب سے ہکر دو چکر اور ایک دیوانخانہ اور ایک سہ دری اور ایک قطعہ اراضی جو عقب دیوانخانہ تھی اور حق و زکشی بازار کا بیوہ غلام غوث صاحب کو دلایا تھا اور باقی چکوک و مکانات سید ابراہیم نے دیگر صاحبزادوں کو عنایت کیے۔ سید ابراہیم صاحب کے نام ایک بیغنامہ جو دستل بیکہ پانچ بسوہ پختہ بلغ کا ہوا اور وہ اراضی مین لاہور پور محلہ باقر زئی کے واقع ہو جس کی حد شمالی بلغ اجمیری خان اور حد جنوبی بلغ جمال الدین خان ذکر یا خیل ہے ڈیڑھ سو روپیہ کو خرید گیا تھا بیغنامہ غرہ رجب ۱۱۵۸ھ ہجری کو تحریر ہوا اور اسپر مہر ان کی نانی صاحبہ یعنی اہل خانہ نواب کمال الدین خان والدہ نواب محمد مراد خان کی بھی موجود ہے اسکے علاوہ دو سندین اور بھی سید ابراہیم صاحب کے نام موجود ہیں جو منجانب نواب شیر انداز خان کے تحریر ہوئی ہیں ایک سند ایک قطعہ بلغ علاو ل خاص خیل کی ہے جو بیس بیکہ پختہ اراضی کا ہو یہ ماہ رجب ۱۱۵۸ھ ہجری کو تحریر ہوئی ہے اور ایک سند میں قطعات چکوک کے درج ہیں اور یہ سنہ ۱۱۵۸ھ ہجری کو تحریر میں آئی ہو۔ سید ابراہیم صاحب کے چھوٹے بھائی سید رحمت اللہ صاحب اولیک خواہر خدیجہ اکبر لے تھیں غرض کہ سید ابراہیم صاحب کے نام اکثر کاغذات ارضیات کے تھے اور شاہ آباد کے سادات غوثیہ کے آپ بھی مورث اعلیٰ ہیں۔

سید سلیمان صاحب تیسرے صاحبزادے تھے آپ کے مرید جیل پورین

زیادہ تھے ایسے آپ کا وہاں قیام ہوا اور آپ نے وہیں انتقال کیا جیل پورین

سید سلیمان صاحب کا مزار ہوا آپ کے دو فرزند سید محمد صدیق اور دوسرے محمد غوث عرف
مُرادن صاحب تھے جن کے متعلق کاغذات میں ہو کہ عالم کامل سراج الاولیاء
بن سید سلیمان صاحب جاہ و شہمت بود ان کی مُرید بھوپال
کی کوئی بیگم صاحبہ بھی تھیں۔ سید سلیمان صاحب کی تین صاحبزادیاں بھی تھیں بعض نگہ پور
میں آپ کا مزار بتلاتے ہیں۔

سید عبدالوہاب صاحب چوتھے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ بھی اپنے
باپ دادا کے اوصاف سے حصہ کافی رکھتے تھے آپ کی ایک ختراورد صاحبزادی
یعنی سید نصیر الدین صاحب عرف بندو میان صاحب وغیرہ تھے اس شاخ کے مفصل
حالات نہیں معلوم ہوئے محلہ جھنڈہ شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔

سید درویش صاحب پانچویں صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ کی ذات
بھی نہایت واجب التعظیم تھی آپ کے دو فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں ایک فرزند
قطبی میان صاحب جن کا مفصل تذکرہ علیحدہ درج کیا گیا ہو دوسرے فرزند سید
سراج الدین عرف بھیکن میان تھے آپ کی ایک صاحبزادی سید و بی بی شاہ مدن صاحبہ
کو منسوب تھیں دوسری اپنی برادر چچا زاد سید محمد صدیق فرزند سید سلیمان صاحب کو
منسوب ہوئی تھیں تیسری صاحبزادی غیرت بی بی بیانی میں منسوب تھیں آپ کی اولاد
نے شاہ جہان پور و رام پور میں سکونت اختیار کی جن کا تذکرہ آپ کے فرزند قطبی میان صاحب
کے حالات میں بیان کیا جائے گا آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

سید داؤد صاحب چھٹے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ کے نمبرہ غلام حسن صاحب
اور ان کے فرزند فتح علی میان صاحب سے سلسلہ پیری و مُریدی کا جاری ہوا آپ کی اولاد آباد

میں سادات شاہجہان پوری میں جو محلہ تھنڈے میں آباد ہیں سید فضل حسین صاحب عرف
 بہمن میان سید سجاد کی پر بالفعل فوق اثر و زمین باضراوی اخلاق اور جملہ اوصاف اپنے بزرگوں کی
 یادگار ہیں فی زمانہ بزرگ نشئی میں معتمات سے ہیں راقم کو بھی اُن سے خلوص و نیاز
 حاصل ہے سید داؤد صاحب شاہجہان پور میں دفن ہیں انکے نام چار مواضعات کا
 فرمان میں صاحب شاہ وہلی تھا جس کی بجالی کی سنگ حاشیہ پر درج ہو۔ آپ کی چار لڑکیاں
 اور ~~دو فرزند~~ سید داؤد صاحب کی شلخ میں سید فتح علی میان صاحب تصرف
 بزرگ تھے ان کو اجازت آبائی حاصل تھی اور اپنے پیر سے بھی ان کے پیرو مرشد سید غلام
 علی صاحب تھے جو شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کے پوتے تھے سید فتح علی میان
 صاحب کا ایک رسالہ نعتیہ سراج السالکین ہے جو تصوف میں قابل دید اور فارسی
 زبان میں ہے آپ کا انتقال ۱۱۸۰ھ ہجری میں ہوا اور اپنے وطن شاہجہان پور میں
 مدفون ہوئے آپ کے متعلق مستند روایت ہے کہ بعد انتقال کے آپ کے حالات ملا شاہ
 ساکن چبترہ نے لکھنا شروع کیے آپ نے اُن کو ممانعت فرمائی اور اپنی زندگی
 میں ہی سید صاحب نے ملا صاحب کو اپنے حالات لکھنے کی ممانعت فرمائی تھی ایک
 مولوی غلام حیدر خان عرف چبترہ کا خان کو سخت بخار آیا شدت بخار میں جان اُڑے
 پڑھے تھے اُسی حالت میں سید فضل میان صاحب کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے ایک

سندہ کی یاد رکھنا اور پڑھنا کہ ^(ناب قلمی) یہ دستور سابق حال تصدیق حال استقبال پر گئے کانت کو سرکار بدایون مضاف
 سوید در آخرت شاہجہان آباد میں ^(محلہ) موضع غوث نکر وغیرہ پیرا ویم طائر گز مذکور کہ تعلق بہ میان صاحب سید داؤد والد
 سید داؤد و مات مذکور کہ سید صاحب اپنے فضل خراف سال ۱۱۸۰ھ میں میان صاحب موصوف نمودہ ایک عہدہ ملاقات آنر فاضل
 میں توفیق یافتہ صاحب یہ موصوف والد ازاد و بخت میں ابو وہ ازاد و بخت و دیاب تائید کا نام و استیجاب و طلب و عمل آرد تائید
 ازاد و بخت ازاد و بخت میں ابو وہ ازاد و بخت و دیاب تائید کا نام و استیجاب و طلب و عمل آرد تائید

ٹھوکر ماری اور اُس سے آواز جھڑک کر دیکھتے چمکناڑ گلتی ہو پیدا ہوئی مریض مذکور جب بیدار ہوئے دیکھا کہ بخار مطلق نہیں بالکل جاتا رہا۔

سید محمد علی صاحب سید احمد صاحب کے ساتویں صاحبزادے تھے جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے عارف باسند اور صاحب سجادہ تھے آپ کی اولاد میں چار فرزند تھے جن کا سلسلہ شاہ جہان پور میں ہوا اور اُن کے اسما شجرہ میں تحریر ہے، بہن آپ کا مزار بھی شاہ جہان پور محلہ جھنڈے میں ہوا آپ کے ایک فرزند سید حسین عرف گلن بیان صاحب تھے جن کا مزار اجیر شریف میں ہو۔

سید عبد الرزاق صاحب آٹھویں صاحبزادے تھے آپ بھی مثل اپنے نرنگوں کے واجب التقظیم تھے۔

سید حسن صاحب و سید محمدی الدین و سید خیر الدین صاحب سید حسین و سید حسین صاحب لاؤ لکے صاحب شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔ ان چاروں صاحبزادوں کے نام بھی شجرہ میں تحریر ہیں مگر ان کی اولاد و حالات کا پتہ نہیں چلا گا مگر جن میان صاحب کی زبانی اتنا معلوم ہوا کہ سید محمدی الدین صاحب اور سید محمدی الدین صاحب اور سید خیر الدین صاحب شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔

سید احمد صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے سید رحمت الدین نام کے تھے مگر یہ ہو کہ سید رحمت الدین صاحب کا عرفی نام ہو یا کوئی دوسرے فرزند ہوں ہم نے آپ کے فرزندوں کے نام سلسلہ شہادین صحت اور دوا صاحب کے تحریر کیے ہیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون بڑا تھا اور کون چھوٹا بعض سید محمد صالح صاحب کو خائف اکبر و سجادہ نشین بتلاتے ہیں اور بعض سید داؤد صاحب کو چوٹا شاہ جہان پور میں

تشریف فرماتے والد علم بالصواب۔

عہد شاہی تک سید ابراہیم صاحب کی اولاد شاہ آباد میں ظاہری حالت سے
بھی خوش حال رہی انکے پاس بہت سے چلوک و اداسیان تھیں بعض کاغذات و
اشاد اُن کے اس وقت ہماری پیش نظر ہیں سید نور الدین صاحب نے سید حسن
عرف اُجیالے صاحب کے چکات کی معافی بحال رہنے کی سند بھی لکھی ہو اور نیز
باہمی خاندان میں چکات سید ابراہیم صاحب کی جو تقسیم ہوئی ہو اُسکی فرد ہر ایک
کی دستخطی موجود ہو اُس سے تفصیل چکات کی معلوم ہوتی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے
چک سرے چک منگیا دان چک منکو حیدر چک بڑی چک سلیمانی چک مہند
چک کھٹیرہ منٹو میان چک میان فیرن چک ہری چک بلوغ گھٹان چک تیر
چک سوز و نالہ چک جہرہ چک خرید کردہ میان عبدالقادر صاحب ازبی بی عید
بنت اسمعیل صاحب چک ملیا چک نگرا یہ چکات باہم میان عبدالقادر
صاحب اور غلام رسول صاحب عرف فیرن میان کے تقسیم ہوئی ہو مہرین
پٹری ہوئی ہیں غلام رسول صاحب کا سب سے بھائی دلکش ہے لطف غوث
است بر غلام رسول۔

بعد انتقال سید ابراہیم صاحب کے تبرکات درگاہ و جہنڈا و باغ وغیرہ
مساوی طور پر آپ کے فرزند و نپر تقسیم کیے گئے سید غلام قادر صاحب ابن غلام علی صاحب
دکن کو چلے گئے تھے لیکن بعد واپسی کے دروازہ بیرون محل سر کے لگانا چاہا مگر فیرن میں

سید نور الدین صاحب نے انتقال حال جاگیر شاہ آباد پر آئندہ چکات سید ابراہیم صاحب پر زادہ از قدیم الامام
معاف ست حال ابراہیم صاحب عرف اوجیالے اولاد سید ابراہیم صاحب خود ہندو باد کے از حصول چکات مسطورہ فرزند و نپر تقسیم فرمایا
تاکید و استعجاب اسطوریہ علی آردن محمد بر تارین چارم شہر جب ارحب نقشہ بھجری۔

نے اپنی دونوں چپیوں کو بیٹے منگو اور جیالے میان و حیدر میان کو فراغت پر آمادہ کیا مگر نواب احمد علی خان تعلقدار باسط منکر نے فیصلہ کر دیا فقرن میان نے جو اپنی دادی کے مہر کا دعویٰ پیش کیا وہ ثابت نہ ہوا کیونکہ حسب دلچ خاندان کے عہد ہزار روپیہ میر صاحب نے ادا کر دیا تھا۔ نواب فیض اللہ خان کے عہد سے جو سید ابراہیم صاحب کو (مار) سو روپیہ وظیفہ ملتا تھا وہ سید صاحب کے بعد ان کے فرزند سید غلام علی کے نام منتقل ہوا نواب احمد علی خان نے مع ۵۰ روپیہ بجال رکھے اور سید غلام قادر اور سید عباس علی میان کے نام منتقل کیے جو ان کے بعد سید امین الدین صاحب کو ملتے رہے یہ کیفیت سید باقر حسین لدیہ امین الدین صاحب کے مقدسین مفصل مرقوم ہے۔

افسوس کہ اس خاندان میں اب تنزل ہوئی زمانہ سید فضل احمد میان صاحب مغنمات سے تھے راقم کے ساتھ نہایت محبت کیساتھ پیش آتے تھے حج سے واپس آکر ۱۳۲۳ھ ہجری میں جوان مرگ انتقال کر گئے تاریخ ان کی راقم نے یہ لکھی ہو ہے فضل احمد زکیم آمد مرید مظہر احمد میان بھی لا ولد انتقال کر گئے اب صاحبان احمد میان بدو الفقاری میان صاحب کے فرزند اور فضل احمد میان کے بھائی اس درگاہ پر چرخ روشن کرنے والے نظر آتے ہیں باقی اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

قطبی میان صاحب اعلیٰ نام جلال الدین تھا آپ سید درویش صاحب کے صاحبزادے

۱۔ راقم نے دوسرا قطعہ بھی فضل احمد میان کے متعلق لکھا ہے وہ یہ ہے۔

ایک سینیجاہ شدہ واصل الے اسد	اندانہ مستمہ در کام جهان فرقت دہر
تاریخ حین سال رقم کرد منطقہ	ہوئے سفر کہ رواہ شد ازین دہر
۴۴۱	۱۳

اور شہاب الدین سید احمد صاحب کے پوتے تھے آپ کے والد موصوف سلطنت کی تہذیب و ادب سے دہلی میں قیام فرماتے قطبی میان صاحب ہلی میں پیدا ہوئے بعد پیدائش کے اکثر رویا کرتے تھے اور آپ کے والد قطب صاحب کے فرار پر لیا اور آپ کت ہو جاتے تھے اس وجہ سے قطبی صاحب نام مشہور ہو گیا اور کثرت استعمال قطبی سے قطب الدین نام قرار پا گیا قطبی میا صاحب بڑے باخدا اور صاحب نسبت بزرگ تھے دینداری کیسا تھے ظاہری مشاغل دنیا کے بھی آپ نے اختیار کیے تھے۔ بعدہ چکیداری ملازمت کی تھی۔ آپ کا مسلک جیسا کہ بزرگان دین کا کہ اپنے باطنی حالات کو اہل دنیا سے مخفی رکھتے ہیں مخلوق کیسا تھے ظہور میں آتا تھا کثرت سے لوگ آپ کے مُرید تھے آپ کی ادنیٰ کرامت یہ ہو کہ اپنے عرس میں آپ خود نمودار ہوئے ملفوظ رزاقی یعنی تذکرہ شاہ عبد الرزاق بانسوی (ق) کے (۱۱۲۲ھ) میں ہو کہ قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید محبوب السد صاحب نے آپ کے عرس شریف میں سیدنا شاہ غلام علی صاحب کو جو نبیرہ شاہ عبد الرزاق صاحب کے تھے بلا کر شریک کیا جب راگ شروع ہوا سید صاحب مدوح نے فرمایا کہ "مجھ کو اس جگہ سے مسجد لیچلو مجھ کو یہاں بیٹھنے کی طاقت نہیں ہو صورت مبارک سید قطبی صاحب کی نمودار ہوئی ہو مجھ کو ان کے جمال دیکھنے کی تاب نہیں۔"

۱۱۲۲ھ عرس سید قطب الدین صاحب قدس سرہ کتنا بچ پانزدہم ربیع الاول ہی شود صاحبزادہ عالی سب سید محبوب فرزند و مرید حضرت سید مدوح و از حضرت پیر و مرشد بحق نور السد قدہ نیز استفادہ حاصل کردہ بود و در مجلس عالی الذکر گواہ خود جناب مدوح را نیز شکست شد و آن محفل معنیان لغو برائی ہی کردند بود ویری جناب سے ازین خاکسار فرمود کہ مازینجا کہ سب در متعلیل ہو بہر مدرا طاعت ستن اینجا نیست چرا صورت مبارک سید قطب الدین ہوید است مراتب یدنی جمال شان نمیتواند شد چون جناب پیر و مرشد را خود اتم کہ ہر صاحبزادہ موصوف مانع شد بعد ویرے جناب مدوح باز ازین خاکسار فرمود کہ چار پائی مراد مسجد برید باز صاحبزادہ مدوح مانعت ہو و جناب قدس فرمود کہ در اینجا صلوات مبارک سید قطب الدین بشین نگاہ است مراتب نظر بر جمال شان نیست شمانع نشوید جناب مدوح را در مسجد بزرگ

عاشق در اینجا کہ لاریہ محض از سید صاحب و مجلس خود و سرودیان شہر تذکرہ رزاقی حضرت قواب محمد خان شامہان پور (۱۱۲۲ھ)

یہ روایت بھی محفوظ رزاقی میں مرقوم ہے کہ سیدنا شاہ غلام علی صاحب بانسوی جو اکل
وقت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے قطبی میان صاحب کے کمال محبت قطبی
اور طبیبی مناسبت رکھتے تھے گویا باہم عشق کا درجہ تھا ایک بارید صاحب بانسوی کی
خدمت میں راگ شروع ہوا قوال نے رباعی سے گل گفت کہ من مذہب دینی دایم چھڑی
قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید عبیدہ الدعروف موتی میان کو گریہ و زاری پیدا
ہوئی شیخ نعیمی نے نواب محمد خان سے کہا کہ موتی میان کو جو یہ گریہ و زاری
لاشت ہوئی ہے کچھ محبت الہی کا غلبہ بھی ہو یا خالی مکر ہے اور سننا جاتا ہو کہ اُنکے والد
مجدد کو بھی بہت ذوق سماع سے تھا مگر ہمارے نزدیک بجز مکر کے اور کچھ نہیں ہے
نواب محمد خان نے بھی اُن کے ہم خیال ہو کر تصدیق کی سید صاحب فوراً اس گفتگو
پر آگاہ ہو گئے اور دونوں اشخاص کی جانب نگاہ کی اور فرمایا کہ اے محمد خان سید قطب الدین
صاحب کی طرف لوگ جو گمان کرتے ہیں وہ ہرگز نہیں اُن کی ذات ایسی بزرگ تھی
کہ جس کو میں جانتا ہوں سید قطب الدین صاحب کو جو حالت راگ میں طاری ہوئی تھی
وہ محبت الہی سے تھی جو لوگ کہ اُن کے تابعین سے حرکات بیجا کرتے تھے وہ مفت
اُن کا نام بدنام کرتے تھے جو لوگ ظاہر میں ہوتے ہیں وہ سامان دنیا دیکھ کر اکثر غصہ
کیا کرتے ہیں اور آخرین ندامت اُٹھاتے ہیں ۔

قطبی میان صاحب کو اگرچہ اپنے آبا و اجداد سے اجازت و خلافت حاصل تھی مگر
اسحاق میان صاحب جو شاہ عبدالرزاق صاحب کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار شاہ جہانپور
شاہ محمد اسحاق صاحب قوم کے پٹھان طوخی تھے شاہ جہان پور گاڑی بورہ میں بہتے تھے ابتدائے عمر سے محبت
الہی کا اسکے دل پر غلبہ تھا بعد کو اکل روزگار ہوسے آپ کے بہت حالات محفوظ رزاقی میں مذکور ہیں ۲۲ ذی الحجہ
کو وفات پائی شیخ علی میان صاحب بانسوی جب آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور اسحاق میان نظر

میں ہوا رادت و اتحاد تھا اُس زمانہ میں ایک بزرگ محمود خان صاحب خجہ خاندان صابریہ کے مرید اور اکل وقت تھے وہ شاہ جہان پور میں رہا کرتے تھے اُن سے بھی قطبی میان کو صحبت رہا کرتی تھی آپ شاہ مدن صاحب کے گھر شاہ آباد میں زیادہ رہا کیے اور تربیت پائی کیونکہ آپ کی ہمیشہ جواہل خانہ شاہ مدن صاحب کی تحفین لاؤں تھیں اُن کو آپ بے حد موانست تھی اور بقول آپ کو انھوں نے اپنا متبنہ کیا تھا۔ قطبی میان صاحب موزوں طبع اور عالی فہم عارف تھے فارسی ہندی دونوں زبانوں میں آپ کا کلام دلکش ہیو شعر آپ ہی کا ہے

محبت رشتہ نازک نداد تا خجہ دینی باند کم زدن ایدل گروہ داری آید
آپ کی ایک ٹھہری جو صوفیوں کی بزم میں اکثر وال گاتے ہیں اور صاحبان حال اُس سے وجد میں آتے ہیں یہ ہے عجبوا اسکے بیٹی سویتی اب تھوڑی رہی ہے اب تو تھوڑے گھر آو برہا ہے چنگی پھو کدئی بن پیا کون بھجاس سید کے ہم گاون رہت ہیں بوری دھرو موری ناؤ۔

بعض مریدوں نے آپ کو چکات باغات تذبہ بھی کیے تھے چنانچہ اس محلہ سلیمانی میں بھی لوگ آپ کے مرید تھے اور یہاں ایک باغ میں ایک درخت جو دو شاخی آتم قطبی صاحب کا مشہور اور آج تک آپ کے نام سے منسوب گھر ہے۔

قطبی صاحب کو جو پروانہ منصب چکیداری کا سرکار لکھنؤ سے دوبارہ ملا وہ وہ آج تک موجود ہو نقل سکی یہاں پر درج کی جاتی ہو۔

بقیہ صفحہ گذشتہ آئے تو میان صاحب باسوئی آپ کا سہ وقت پوچھا آپ نے مصرعہ کہنار و کفسد و ہفتاد بود پڑھا ایک بار غلام علی شاہ صاحب آپ کے مراد پر تشریف لے گئے تو عالم کا شفیق اسحاق میان صاحب آپ کو اخوند گور کے مراد سے اپنے مراد پر پہنچ لے گئے۔ غرض آپ کا ل بزرگ تھے مراد بھی آپ کا پر تصرف ہے۔

نقل پروانہ چکمداری بنام قطبی سیانصاحب انبواب میرالدولہ
انتظام المملکتیں بیک خان بھادرنصرت جنگناہرنی سرکار لکھنؤ

سید صاحب مہربان سلامت۔ خدمت چکلم بریلی از ذمہ مہاراجہ صاحب مہاراجہ
جھاؤ لال جناب عالی متعالی موقوف فرمودند و محالات متعلقہ آن مہربان بانہربان از
حضور پر نور بجال و برقرار اند شقہ حضور عالی صادر شدہ میرسد باید کہ بخاطر جمع بکار محالات
خود مستعد بودہ سعی بافرونی تردد نمایند و باقیات مسئلہ فیصلی کہ بذمہ شماست بمنجملہ
آن تنخواہ سپاہ ہرچہ شدہ سپاہ بدہند باقی دیگر بظہور ارسال دادند و قدرے یک قسط
پیشگی مسئلہ ارسال از اند کہ حین مجرالی ایشان است در این امر متعاضل نشوند۔

مہر حیدر بیگ خان
۱۱۔۹۔۱۱

قطبی صاحب نے جو عرضداشت بعض امور کی سرکار لکھنؤ میں بھیجی تھی وہ بھی احکامات
رو بکاری سے زمین ہو کر صادر ہوئی تھی جسکی نقل بجنسہ تحریر کی جاتی ہے۔

۱۱۔۸۸
خادم شریعہ
قاضی محمد مہدی

نقل

واجب العرض اسید و الفضل و اکرم کہ واقعاتین مستطافین شونہ

مستطافین
مستطافین
مستطافین
مستطافین
مستطافین
مستطافین
مستطافین
مستطافین
مستطافین
مستطافین

اندر اہ پرداخت مدد خرج ذات بندہ و بندہ زادہ موافق شخصیت باید مستطافین شونہ

شرح مستطافین
صاحب مستطافین
انداستہ مستطافین
باشند مستطافین
سعی مستطافین
کے مستطافین
و مستطافین

جہاں مطلقاً

از بنده قبولیت مال و ابواب هر چه بود دهمه فهیده نوشته خزانہ داخل سرکار فرمودند و

سوار است ازین یکفر مهره بجلت ابواب و پیله و غیره زیاده طلبی نشود. برک بهفت نفر متعینه و ششاهمان پور بهفت سوار اند از رفیقان بنده بیکار نشسته اند امیدوار که در پیش روی نوکر شده متعینه بنده شوند که مردمان کار آمد و رفیق اند.

شیر و شکر خاص
انشاء العبد المذنب
کسے پیر و خواجہ ابوبکر
خاں شریف
جمع دادند

خود بدولت معتقد سادات و جناب حضرت علی مرتضی علیه السلام اندک بسبب اعتقاد ما
 هر دم دامن دولت گرفته ام نشود که از گفته کسی مخالفان مزاج عالمی قسم گیرند و پاسبان یعنی
 بخود بدولت ضروری است۔

شرح دستخط خاص
مواقع معمول و
اشناد معارف

در باب املاک میدو است که بهتر از انباشته بدعای دولت مشغول باشد.

قطبی میان صاحب عہد چکلی داری میں سرکار کھنڈ کو شاہ آباد کے شہور و آئینہ بھیجا کرتے تھے اسکے متعلق بھی چند سرکاری خطوط موجود ہیں ایک خط میں پانچ بھنگی انہ کی رسید لکھی ہے اور دوسرے خط میں ایک اہلکار کے نام حکم صادر ہوا ہو کہ قطبی میان صاحب

نقل خط - بمطالع سید صاحب مہربان سید قطب الدین جو سلامت خط ایشان معہ پنج ہنگامی انبرسیہ بدریافت نصرت با
مسرور و شاد کام شد لازم کہ ہمیشہ نویسان حالات باشند پروا کی رسانندہ - محمد فاضل علیہ شفق بہر نواب امیر الدولہ انتظام الملک صاحب
بہادر نصرت جنگ - آنکہ عزیز القدر ای بیعت ای سید قطب الدین صاحب پنجہ ای باغ عبدالعزیز خان سلیمانی و بگوخان برآ
الرسالہ الیہا حضور پر نور خرید کردہ اند باید کہ انہما با علی غنہ کوڑو بھی فراموش نہ رسانند کہ در رسالہ الیہا کج نشود مینا کی کند اند

خادم قاضی الہ آباد

نے عبدالسد خان سلیمانی اور بھگو خان خلیل کے باغات کی فصل انہی حضور پر نور
 کے لیے خرید کی ہو لہذا انہی ہی باغ مذکور سے کوئی فراحت نہ کی جائے کہ جس سے
 ڈالی کے پونچنے میں ہرج ہو۔ اس بارہ میں تاکید جانتا چاہیے۔ عبدالسد خان سلیمانی
 راقم کے پردادا تھے یعنی احمد علی خان کے والد ماجد کا نام نامی تھا اور بھگو خان خلیل
 بہادر خان کے فرزند اور خلیل قوم کے پٹھان اور محلہ خلیل کے مکاتھے انناس کا رخت
 جو مشہور ہے وہ بگو خان صاحب کا لگایا ہوا تھا یہ محمد عطا خان و محمد خان کے اولاد تھے
 قطبی میان صاحب کے سات صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہیں۔ سید محمد اللہ
 عرف میان بڑا وں سید ستقیم عرف میرن میان سید عبدالرزاق سید رحمت اللہ
 سید عباد اللہ عرف ننھے میان سید عباد اللہ عرف موتی میان سید عباد اللہ
 عرف عبید و میان دو صاحبزادوں کے عرفی لقب گلن میان اور جھا و میان بھی تھے
 مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان میں عبید الرزاق کا کیا عرفی خطاب تھا اور سید رحمت اللہ
 صاحب کا کیا عرفی لقب تھا ایک خط بھی قطبی میان صاحب کی قلم کا اُنکے صاحبزادوں
 کے نام موجود ہے جو راقم کی نظر سے گزرا ہے نقل سکی ناظرین کی آگاہی کے لیے تحریر
 کی جاتی ہے اس میں چار پانچ صاحبزادوں کے نام تحریر ہیں نقل خط قطبی میان
 صاحب بنام فرزند ان خود برخورداران نور چشم سید محمد عبدالسد و سید ستقیم و سید
 عبدالرزاق و سید رحمت اللہ بعافیت باشند۔ عرضی ہای مرسلہ رسید از دیار
 خیریت آن برخورداران خوشی خاطر شد الحمد للہ و المنہ کہ تا تحریر در اینجا ہم جمع و جودہ خیریت
 است خاطر خود ہا جمع دارند و ہموارہ تا حصول دیدار نویسان خیریت خود ہا جمع
 خرد و گلان بودہ باشند کہ تسلی از ان تصور بہت زیادہ خیریت از عبدالسد اللہ

سید عبداللہ
 سید عبید اللہ
 سید عباد اللہ

اہم باسم سلام شوق خوانند از عبد اللہ بنو فضل اللہ وغیرہ۔ بعد عای ترقی عمر خوانند بخت
مولوی صاحب تحقیق عبد اللہ سلام نیاز کاظم خان جی و حافظ جیو سلام شوق خوانند
از بدین خان بندگی برسد۔

سید عبد اللہ صاحب بڑے صاحبزادے تھے اور اُن سے چھوٹے سید
عبد اللہ صاحب اور اُن سے چھوٹے سید عباد اللہ صاحب تھے تینوں صاحبزادے
حقیقی بھائی تھے یہ ہر سہ برادر یعنی فرزندان قطبی میان صاحب شاہجہان پور سے رام پور
چلے گئے تھے اور ریاست مذکور میں بعد نواب نصر اللہ خان ملازم ہوئے تھے
سید عباد اللہ صاحب۔ نواب نصر اللہ خان کے نائب تھے۔ نواب نصر اللہ خان نواب
احمد علی خان صاحب والی رام پور کے مادر المہام تھے اور اُس زمانہ میں نواب احمد علی خان
بہادر صغیر سن تھے اسلئے نواب نصر اللہ خان تمام امور ریاست پر حاوی ہو گئے
تھے گو اہل مالک نواب احمد علی خان تھے مگر وہ برائے نام رئیس تھے اور درحقیقت نواب
نصر اللہ خان مختار و مالک بنے ہوئے تھے ان صاحبزادگان کا تذکرہ ملفوظ رزاتی کے
صفحہ (۳۱۸) لغایت (۳۲۰) میں تحریر ہے کہ سید عبد اللہ صاحب نواب نصر اللہ خان صاحب
کی طرف سے مالک و مختار تھے کسی کو اُن کو روبرو مجال دم بازیکی نہ تھی سید عبد اللہ صاحب
کو بھی عمدہ خدمت تھی مگر سید عباد اللہ صاحب بالکل تارک الدنیا اور گوشہ نشین اور
اُمرا کے پاس آنا جانا بھی پسند نہیں کرتے تھے قدر قلیل ماہوار پر فقیرانہ بسر کرتے تھے

۱۔ صاحبزادہ عالی سید عبد اللہ و سید عبد اللہ فرزندان سید قطب الدین نزد نواب نصر اللہ خان نوکر در عمدہ خدمات بودند
صفحہ (۳۱۸) ملفوظ رزاتی ۲۔ مراتب سیدین مدو صین ترقی در ترقی گردید حتی کہ مقامی امورات ملکی مالی و فوج با اختیار ایشان
شد و پیران ملائمت و ہم نوکران و صوف دست نگر سید عبد اللہ شدند و ملائمت نواب صاحب موصوف سید موصوف مالک و مختار
بہر صحت امورات مذکور کسی را طاقت مجال دم زدن و مقابلہ ایشان نبود (۲۲۰) ۱۲۲۰ صفحہ ملفوظ رزاتی۔

ان ہرستہ صاحبزادگان کا انتقال یا ست رام پور میں ہوا اور وہیں ان حضرات کے مزارات ہیں۔ قطبی میان صاحب کا ۱۵ ربیع الاول کو بھوپال میں انتقال ہوا اور کثرت بھوپال میں دروازہ جمہراتی کے متصل جس جگہ کہ معصوم صاحب کا مزار ہے مدفون ہوئے قطبی میان صاحب کی بھوپال میں تشریف لیجانے کی یہ وجہ تھی کہ وہاں کے لوگ کثرت سے آپ کے فرید تھے۔ آپ کے دفن ہونیکے وقت جو آپ سے کرامت ظاہر ہوئی اُسکے متعلق کرم احمد میان صاحب کا بیان ہو کہ جب لوگ آپ کو دفن کر چکے تو آپ کے صاحبزادوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ پہاڑی ٹماکتے اور پردیس ہو کوئی نشانی مزار پر بنا دیجائے پس آپ اُس پہاڑی پر چادر کفن اوڑھے ہوئے نمودار ہوئے اور یہ شعر پڑھا

عشق را با صولت زریا و تازیانہ کا
مردنہ راسکے نمودار و گور با نقش و نگار

جب یہ شعر لوگوں نے قطبی میا صاحب کی زبانی سنا تو کہا اگر پسند ہوگا یہ خود مزار بنالوینگے ان کو کوئی ضرورت ہمارے بنانے کی نہیں ہو۔ میان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ چند بار قطبی میان صاحب بعد انتقال کے شاہ جہان پور میں نظر آئے ایک بار سید عبداللہ صاحب عرف شتہ میان صاحب کو آشوب شہیم کی شکایت ہوئی اور بہت تکلیف تھی آپ اپنے مکان علی زئی میں جو خاص مسکن حضرت کا تھا ۱۲ ربیع کے دوپہر کے وقت کوٹھی میں داخل ہوئے اور کہا کہ شتہ میان ذرا آنکھیں کھول دو بہت درد ہے اور آپ نے لعاب بن لگایا فوراً آرام ہو گیا اور آپ غائب ہو گئے بارہا اپنے اسی مکان میں اُس لباس میں جو ان کا تھا اپنے ہوئے بالا خانہ پر پھرتے ہوئے مرد و عورت نے دیکھا۔

قطبی میان صاحب کی تاریخ رحلت کے سوا سنہ وفات نہیں ملا۔ ۱۲۷۱ھ ہجری آپ کی عمر
میں کندہ تھے جس سے حیات کا زمانہ معلوم ہوتا ہے سید عبداللہ صاحب عرف تھے میان
صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے اور دوسرے فرزند
سید بشیر الدین صاحب تھے جن کے فرزند سید احمد علی صاحب درہا جرمینہ منورہ میں
فروکش ہیں ان کے حالات خود قابل الذکر ہیں۔ اور وہ علیحدہ درج ذیل کیے جائینگے
اور سید عبداللہ صاحب عرف ہوتی میان صاحب کے صاحبزادے عبدالقادر صاحب تھے
جن کے فرزند سید قطبی صاحب ثانی رام پور میں مقیم ہیں۔

سید احمد علی صاحب اس خاندان کے موجودہ اشخاص میں نہایت منتہا
سے ہیں عرصہ پچیس سال سے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہیں اور راقم سے خط و کتابت
اکثر رہا کرتی ہے صاحب ارشاد بزرگ ہیں۔

حضرت شاہ مدن صاحب

شاہ صاحب کا اصلی نام شہیدت الدین صاحب تھا آپ کے والد سید عبدالبارط صاحب
جموی گیلانی تھے آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ سید احمد صاحب کی صاحبزادی اور سید
محمد صالح کی حقیقی خواہر تھیں یعنی آپ شہاب الدین سید احمد صاحب کے نامور نواسے
تھے۔ سید صاحب نے اپنی صاحبزادی کے عقد کے لیے جب کسی عالی خاندان نجیب
الطرفین سید کا ہونا تجویز کیا تو اس لیے اپنے وطن شہر حماۃ سے سید عبدالبارط صاحب
کو جو سید عبداللہ صاحب کے فرزند اول سید محمد بن سید عبدالقادر جموی کے پوتے اور آپ کے

ماہم مقوم تھے ہندوستان میں بلوایا اور اپنی صاحبزادی کا اُن سے نکاح کیا جن سے
شاہ بدن صاحب پیدا ہوئے۔ شاہ صاحب شل اپنے بزرگوں کے علوم ظاہری و
باطنی میں شہرہ آفاق تھے خدا پرستی و فرزانگی کی وجہ سے والی ملک آپ کے
حلقہ گوش ارادت رہتے تھے شہرت آپ کی ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی حافظ رحمت
خان بریلوی آپ کے نہایت متعقد تھے صوبہ روہیلکھنڈ سے شاہ صاحب کے نام ڈیڑھ لاکھ
روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر اور نواب وزیر الممالک فرمانرواے اودھ کی سرکار سے بھی ڈیڑھ
لاکھ روپیہ کی جاگیر آپ کے نام معین تھی اور تمام کٹھ اور روہیلکھنڈ کی خلائق آپ کی بجا
امارت مند تھی شاہ صاحب کے حالات تین پنج عمادت السعادت میں مفصل مرقوم ہیں
لہذا ہم اُس سے حالات لیکر اردو میں ترجمہ اس جگہ لکھ دیتے ہیں اور اصل عبارت فارسی
بھی ثبوت کیلئے حاشیہ پر درج کیے دیتے ہیں۔

شاہ صاحب سرآمد عقلای زمانہ اور نہایت خوش اخلاق اور صاحبان پسندیدہ
تھے بیشتر شاہ صاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بجا و حجت
آرام گاہ کے مصاحب و ہمراز تھے۔ نواب صفدر جنگ بہادر کوئی کام آپ کی
برصلاح و مشورہ کئے نہیں کرتے تھے بلکہ شاہ صاحب نواب اودھ کے مخزن اسرار کے جانے

سلطنت شاہ بدن پروردہ بود از نسل حضرت خوش الثقلین محمدی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بسیار دانا و خوش خلاق و صاحبان
پسندیدہ و ابتدا مصاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بخت آرام گاہ بود پنج مشورہ بیرون صلاح او اقرار مئی یافت بلکہ خانان
نوابی و نام سرور بودہ است و بعد از وفات نواب مغفور در بنگالہ بر قافلت آکر در دی خان مہابت جنگ ناظم بنگالہ زندگی میکرد
انہا ہم خلی مغر و شیر تدبیر امور ملکی مالی بود چون بنگالہ خراب شد باز باین طرف آمد و طرح آقا ست در شاہ آباد کہ متصل شاہ بہار
است انداخت و ملازمت نواب پسر نواب شجاع الدولہ بہادر اختیار فرمود و آنجناب ہمہ اور خلی موقری داشت و پنج دازے
از چہنان بنی کرد القصد شاہ صاحب ممدوح برای اینکه شاہ آباد از فیض آباد بگنہ منزل اللہ است و نیز بے بسن کہ نامان کہ بہادر
از باعث قرب آن لہر ملک افغانستان دوستی آن فرمودہ نام کنند در خالص پور کہ پنج گروہ از لکنؤ و صلاہ ارخانہ برای سکونت تعمیر فرمود

جب نواب صفدر جنگ کا انتقال ہو گیا تو شاہ صاحب بنگالہ چلے گئے اور وہاں الہ دین
 مصائب جنگ نامہ بنگالہ کی رفاقت میں مرجع انام ہے۔ نہایت
 اعزاز آپ کا کیا جاتا تھا اور یہاں تک آپ نامہ بنگالہ کے شیر سوار کے جملہ امور
 ملکی و مالی آپ کی رائے سے انجام پاتے تھے جب بنگالہ میں انقلاب آیا اور وہ
 خراب ہو گیا تو آپ اپنے وطن شاہ باد چلے آئے اور اسکے بعد نواب شجاع الدولہ
 بھادر کی ملازمت حاصل کی نواب شجاع الدولہ آبادی مراٹھ ہوئی
 کمال تعظیم و توقیر کرتے اور کوئی راز اپنا شاہ صاحب سے نہیں پوشیدہ رکھتے اور
 ازراہ احترام جب کبھی ہاتھی کی سواری پر نواب شجاع الدولہ اور شاہ صاحب ساتھ
 ساتھ سوار ہوتے تو نواب موصوف اپنی جگہ پر شاہ صاحب کو بٹھلاتے اور خود خواصی
 میں بیٹھتے خالص پور کا علاقہ شجاع الدولہ نے شاہ صاحب کی جاگیر میں دیا تھا شاہ آباد
 کے پڑاؤ میں نواب شجاع الدولہ نے بے تکلفی سے شاہ صاحب کے مکان سے کھانا منگا کر
 بھی کھایا ہو نواب شجاع الدولہ کے قرب کے ثبوت میں شاہ صاحب کے متعلق تاریخ
 سلطین و دہ کے صفحہ (۱۰۲) جلد اول میں مرقوم ہے کہ جب مرزا انور بیگ و حیدر بیگ

بود و ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین می کر دیتے چون علما و طلبای علوم و فوج و مشائخ و اولاد شیوخ از اطراف و اکناف
 شہر عظیم آباد بہرام و چون پور والد آباد دہ و فرخ آباد و شاہ جہان پور و شاہ آباد کاپلی و کورا جہان آباد و اٹارہ و شیر آباد و سہیلہ
 و کاکوری و لکھنؤ و سیلون و بریلی و دہلی و دران عرس جمع می شوند و کرایہ پیل و اونچہ در آمدن و فتن و امن و انجا صرف می شد
 سرکار شاہ صاحب یافتند تا سہ روز عجب انبوه و طرفہ تماشای بود کہ دیدنی داشت چند نفر بقال ترازو در دست گرفته پیشستند
 از صبح تا شام جنس را دزدان کردہ بر دم می آوردند بعضی ذیل الطبعان دوبارہ و بعضی سہ بار در کمر و زمی گرفتند بقالان نمی زدند بیکر
 ہمہ در سرکار شاہ صاحب محبوب مزویشتر ہوتا ناگاہ و بیراگی دران انبوه جنس کہ خوراک و نقد برای عمل حرام کہ بہرنگ و نورا
 و چہرہ ہامی یافتند تخمینا سی ہزار آدم فراہم می آمدند القصہ شاہ مدن لایق آن نبودہ است کہ گمان رود کہ دولت خواہ افغانہ و
 براندیش نواب اجاب بود زیرا کہ این حالت مذکور مخصوص سہا است عالی ظرفان حکمت متکاہ ہرگز این کارہ نیستند
 دیگر مودین جای شک نیست کہ او سرآمد عقلای زمانہ بود عاقل بدخواہ و غلی غوثی باشد۔

نے شجاع الدولہ سے اپنی بہن کے دینے میں انکار کیا تو اس نے ان کو قید کیا اور پھر
 کھانے میں ہم وزن نمک دینے کا حکم دیا چنانچہ انور بیگ سختی عذاب سے مرگیا اس حالت
 میں شاہ مدن صاحب اور نواب عالیہ نے حیدر بیگ کے حال پر رحم کھایا اور
 شجاع الدولہ سے سفارش کر کے قید سے نجات دلا دی اسکے بعد حیدر بیگ کی
 قسمت کا ستارہ چمکا اور نواب آصف الدولہ کے عہد میں نائب وزیر اور امیر الدولہ
 انتظام الملک کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ اس طرح شاہ صاحب کی فیض رسانی کے متعلق
 مولوی حافظ امام بخش صاحب اپنی تاریخ الانساب میں لکھتے ہیں کہ جب میرے والد
 کی جاگیر ضبط ہوئی تو شاہ صاحب نے شجاع الدولہ سے سفارش کر کے بحالی معافی کا پروانہ
 حاصل کر کے آپ کو بھجوا دیا۔ عبارت تاریخ الانساب جلد ۱ ص ۱۰۱ ہے

بعد دو سال نواب شاہ الدولہ عامل ضبطی بنو و دران سال حقایق و معارف
 آگاہ سید السادات مجمع البرکات سیدی سندی حضرت شاہ شرف الدین محمد عرف شاہ
 مدن صاحب فرزند جناب قطب الاقطاب قطب المشائخ سید عبدالقادر جیلانی قدس
 سرہ سعی بکارت غریب نمود پروانہ معافی از حضور حاصل کر ڈیڑھ بتاد۔

چونکہ فیض آباد سے شاہ آباد کا بڑا فاصلہ اور نیز اس خیال سے کہ چلی خور و حاسدین
 کٹھ کے قریب ہونے سے روہیلیوں کی دوستی سے آپ کو بدنام نہ کریں شاہ صاحب
 نے خالص پور میں مکان بنایا آپ ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے
 جو ق جوق علما طلبا مشائخین پرزادگان ہندوستان کے مختلف شہروں سے مثل
 پٹنہ عظیم آباد کوٹہ سہرام و جون پور داکا آباد داودہ و فرخ آباد و شاہ جہان پور و شاہ آباد
 و کاپی و کوڑہ جہان آباد و خیر آباد و اٹاواہ و سندلیہ و کاکوری و لکھنؤ و سیلون بریلی

و دلو کے اُس عرس میں شاہ صاحب کی یہاں آکر شریک ہوتے اور کرایہ بل وغیرہ کا جو آمد و رفت میں پڑتا سرکار شاہ صاحب سے دیا جاتا تھا تین روز تک عجیب و غریب مجمع و تماشہ ہا کرتا تھا جو قابلِ دید ہوتا تھا چند نفر بقال ترازو لیکر بیٹھتے تھے صبح سے شام تک جس تول تول کر لوگوں کو دیتے تھے بعض چالاک گداگر وغیرہ دو دو تین تین پارے ایک روز میں جس لے لیا کرتے تھے مگر نئے شاہ صاحب کے حکم و مہیت سے وہ نہیں پارے تھے بعض جوگی بیراگی نقدی بنگ چرس گانجہ کے لیے لیتے تھے تخمیناً تیس ہزار آدمی کا مجمع ہوتا تھا اس میں شک نہیں کہ شاہ صاحب سرآمد عقلائے زمانہ تھے علاوہ عظمت و بزرگی کے دنیاوی جاہ و جلال بھی حاصل تھا اُس زمانہ میں شاہ آباد کیا بلکہ اس ضلع ہردوئی میں کوئی قدرت میں اُن کا ہم پلہ نہ تھا فن شاعری میں بھی کمال حاصل تھا۔ موجد تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے آپ کے متعلق خلیفہ عبدالرزاق صاحب یحییٰ اپنے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”سید شرف الدین موجد تخلص از اولاد پاک حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر حیلانی رحمۃ اللہ علیہ اندر قصبہ شاہ آباد کہ مسقط الراس اتم ہست اجداد ایشان از بغداد شریف تشریف آوردند و لدائین گوہر شریف ہیں جاشدہ از علوم ضروریہ آگاہی دارند صاحب دیوان و قصائد اندائین چند ابیات از وہاستند“

معراج مامدینہ عالی مقام کن	معراج تست بارگہ عرش ذوالجلال
از بس چکید خون عرق از سبھ دانہا	در ناز مامد در کف تقوا میں ز شرم
این سپند از کف خود داس مانگر نگداشت	در لحدی پیدا از دل غمش دل پس مرگ

مخوش و شہنشاہ کل خورشید تابان ماند و بس آنقدر از خوشنیتش نفهم کہ جانان ماند و بس
 تاکہ این جلوه ناز ترا آئینہ دید چون نگاہ دیدہ مذبح حیران ماند و بس
 روز ہجر تو ام آرام چہ خواہد بودن صبح سودا زده را شام چہ خواہد بودن
 شاہ مدن صاحب کی ڈھیوڑی سے اکثر حاجتمندوں کو معافیان ملتی تھیں بعض
 کاغذات راقم کے پیش نظر میں چنانچہ ۱۱ محرم ۱۰۶۶ھ ہجری کو نو بگینہ پختہ اراضی موضع
 بی بی پور میں شاہ صاحب نے میاں بی عباد ولد مولوی آکہ داد صاحب ساکن محلہ مہمند
 کو جن کی اولاد میں خلیفہ پنھون تھے عنایت کی تھی اور ۱۵ محرم ۱۰۶۶ھ ہجری کو چند
 کوٹھریاں معہ علیہ کے ہمیشہ کے لیے ایک فقیر کو مرحمت کی تھیں ان واقعات کے ثبوت میں
 ایک سند کی نقل حاشیہ پر درج کی جاتی ہو۔

شاہ صاحب کی کریم النفسی مشہور تھی نقل ہو کہ آپ کو گاڑی میں چھ بلیوں کا نہایت
 شوق تھا اور آپ کے یہاں منجملہ دیگر بلیوں کے ایک جوڑ نہایت بیش قیمت تھا اتفاق
 سے اُس جوڑ کو چور لے گئے اور وہ پکڑے گئے آپ نے چوروں کو قیمت عنایت کی اور
 وہ میل لے لیے اور اُن کے بزم کا کچھ ہوا خذہ نہ کیا۔ عرصہ تک شاہ صاحب کا زمانہ
 نہایت موافق رہا مگر گردشِ فلکی سے ایک سا دور دورہ کسی کا اس عالم میں نہیں
 رہتا اس لیے شاہ صاحب کو بھی وہی معاملہ پیش آیا تقدیری واقعہ ہو کہ حافظ رحمت خاں

۱۰۶۷ھ پر ورنہ ہر سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب مرقوم پانزدہم محرم ۱۰۶۷ھ ہجری
 متصدیانِ ہماں حال استقبالِ تعلقات شاہ آباد بداندہ موادی نہ بگینہ پختہ اراضی فروغ در سودا موضع بی بی پور
 علاقہ مولانچ بطریقِ مدد معاش باسم میاں بی عباد ولد مولوی آکہ داد ساکن محلہ مہمند نیاز حضرت... مصارفِ لغزاری معاف نوہ شالام
 ایشا کی بی بی صاحبہ خانم ہم و تعرض انشد بقدرتِ تعلیقِ مگر از ہوا رہی سلطانِ فضل شاہ الیہ سایہ جانش در دنیا کیا کیا کیلا نہ حسبِ السطر لعل آکہ کیلا نہ لعل آکہ

اور شجاع الدولہ کے باہم جھگڑا شروع ہوا اور خانہ بربادی مفت میں شاہ صاحب کی ہوئی جس کا قصہ یہ ہو کہ جب مرہٹوں نے روہیلیوں کو بہت تنگ کیا تو حافظ رحمت خان والی روہیلکھنڈ نے نواب شجاع الدولہ فرمانروا سے اودہ سے مدد مانگی جس کے صلہ میں نواب شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپیہ مانگے آخر میں طرفین کی رضامندی ہو کر اس روپیہ کے قرضہ کا تمسک ہو گیا افراد نامہ میں ایک یہ بھی شرط تحریر ہوئی تھی کہ نواب وزیر الممالک کو چالیس لاکھ روپیہ روہیلیوں کے سردار اس طرح ادا کریں کہ جب نواب شجاع الدولہ شاہ آباد سے کوچ کر کے تمام اُن خاندانوں کو جو مرہٹوں کے ہاتھ سے جنگلوں میں پھر رہے ہیں اُن کے گھروں میں آبا کر دیں اور اس لاکھ روپیہ وزیر الممالک کو بالفصل دیا جائے گا اور باقی تیس لاکھ روپیہ تیس برس کے

حاشیہ صفحہ گذشتہ سلسلہ وبعث تحقیق و ثبوت رسید کہ شاہ صاحب ان طرف خود ہیج توقع از روہیلہ ہا نہ داشت لیکن آنھانظروں پر نیلگی ادگاہ گاہے ارسال ہایہ عمل می آوردند و بنصورت اگر زبانی ناکارے ہیلکہ ہا نیخواست برہمی دولت جناب وزارت آک ہم آرنی کرد بلکہ ترقی ملازمان این سرکار عالی مدار بدرجہ زیادہ اذنان ہا نیخواست گرفتہ کہ درین جنگ کشتہ شدگان حفظ الممالک شل دیگران موجب نفوذش بنود کہ بکلاند و گاہیں شدہ باشند لیکن ازین چالائت این نمی بارد کہ این روز بزرگے نواب پھر جناب داشت زیرا کہ دو برابر باہم می جنگند ہر گاہ کی کشتہ می شود دیگرے باصفت حصول سرست فتح از در داد میگردد بر شاہ مدن چہ موقوف کہ جناب عالی سر حافظ الممالک سے ہو خود و ملرفوسو جنبا بنیدہ بود مافی الضمیر شاہ صاحب مزبور این بود چہ مصالحہ باہم رود ہا لیکن نواب پھر جناب ہم چہ کند کہ حافظ الممالک بہ آن فطانت و فراست و درستی ایمان کہ داشت بشود کہ کسی یا بطور خود پیش و پیش مانده و با وجود تشدید اساس محبت کہ خلاف شرعیہ و ایمان موکہ صورت داشته بود در شمی آن مرد بلا بر سر خود نازل کرد حکم شد کہ سر حافظ آتخان پیش اینہا بردہ تحقیق رسانند کہ سر حافظ الممالک یا سر دیگرے بعد اذان بہ شاہ مدن پیر زادہ را ہم نہایند کہ او نیز بخوبی این شناسانہ شنیدہ شد کہ نواب ضابطہ خان آن سر را دیدہ ہمین قدر گفت کہ این سر حافظ الممالک است ہر دیگرے نیست و نواب مظفر جنگ گفت کہ ہمین ریش فش بہ جناب عالی مستعد جنگ شدہ بودند و شاہ مدن فرخہ پریم کردہ گفت کہ این سرہان سلمان است۔

خلاصہ این کہ جناب عالی را شنیدن این حرف کہ این سرہان سلمان است باین غصب متعل شدہ

عرصہ میں دیا جائے گا۔ جب مرہٹے روپیہ لینے پر راضی ہو سے اور شجاع الدولہ سے ضمانت کرائی تو اس کا تمسک تحریر ہو گیا اسکے بعد برسات آگئی مرہٹے کٹھ کوٹھکروا پس چلے گئے حافظ رحمت خان بریلی آئے اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کے پاس بھیجے اور باقی روپیہ روہیلہ یون کے دوسرے سرداروں کو اور بدایون وغیرہ میں حکومت کرتے تھے ان سے طلب کیا سب نے ناداری کا عذر کیا اور کچھ نہ بھیجا اس عرصہ میں مہاجی مسسیندھیا اور لکوجی ہلکر کا لٹی آ گیا کہ حافظ رحمت خان تم اور ہم ملکر شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کریں اور ہم تم دونوں نصف نصف ملک تقسیم کر لیں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو حافظ الملک ہمیں گنگا پار سے راستہ دیدیں۔ ہم تمسک ان کا چالیس لاکھ والا واپس دیدینگے ورنہ ہم حافظ الملک کا ملک لوٹینگے حافظ رحمت خان نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں کفار کے ظالموں کی ہمراہی میں مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کروں گا اور نہ معاہدہ توڑوں گا اور یہ سارا ماجرا حافظ الملک نے نواب شجاع الدولہ کو لکھا کہ میں فوج لیکر میدان جنگ کی طرف جاتا ہوں آپ چالیس لاکھ روپیہ والا تمسک جس کا روپیہ ابھی تک مرہٹوں کو نہیں دیا گیا ہو واپس کر دیں اور آئندہ بھی ایسی حالت میں روپیہ نہ بھیجا جائے گا اس پر نواب شجاع الدولہ نے پید شاہ مدن صاحب کو اپنا وکیل کر کے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ ادا کیا کہ آپ نے حبال سے مجھ کو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لائے نواب وزیر الممالک نے یہ بھی وعدہ کیا کہ مرہٹوں کی شکست دینے کے بعد تمسک واپس کر دیا جائیگا۔ حافظ رحمت خان بارہ ہزار سوار و پیدل کی فوج لیکر مرہٹوں کے مقابلہ میں آئے شجاع الدولہ نے بھی اپنے سرداروں کو امداد کے لیے لکھا غرض کہ بہت بھاری

لڑائی مرہٹوں سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھا کر بھاگ گئے تب حافظ رحمت خان نے اپنا سفیر تمسک کی واپسی کے لیے اودھ کو بھیجا اسوقت نواب شجاع الدولہ نے کانپور ہاتھ دھرا کہ میں نے واپسی تمسک کا وعدہ نہیں کیا یہ مجھ پر تبت سید شاہ مدین صاحب شہادت کو طلب ہوئے شاہ صاحب نے شہادت حافظ رحمت خان کے موافق دی لیکن نواب شجاع الدولہ نے کچھ خیال نہ کیا اب نواب وزیر الممالک نے پینس لاکھ روپیہ کا تقاضا صرف حیلہ جنگ کے لیے کرنا شروع کیا اور یہ امر ملک کھڑ پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ بعض مورخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حافظ الممالک نے ایک خط برادرانہ شکایت کا مظفر جنگ کو لکھا کہ تم جناب عالی یعنی نواب اودھ سے مل گئے حالانکہ انھوں نے ہماری قوم و قبیلہ کو برباد کر دیا ہو نواب مظفر جنگ رئیس فرخ آباد نے وہ خط نواب شجاع الممالک کو دکھلا دیا اور نواب شجاع الدولہ دشمن ہو گئے یہ بات ضرور ہے کہ شجاع الدولہ کی نیت روہیلیوں کے ملک پر لگی تھی اور حافظ رحمت خان اس معاملہ میں بے خطا تھے۔

ایک دوسرا جھگڑا فی ما بین روہیلیوں اور نواب اودھ کے یہ نکلا کہ جب مرہٹے شکست کھا کر بھاگے تو اٹا وہ اور شکوہ آباد کے پر گئے خالی ہوئے شجاع الدولہ نے کہا کہ میں اپنے قبضہ رکھوں گا۔ اس میں شک نہیں کہ حافظ رحمت خان کو عجیب شکل کا سامنا تھا اُدھر مرہٹے برسرِ آزار تھے اور ادھر شجاع الدولہ کو ایسا انداز نہیں جانتے تھے اور نہ قول پر اعتبار تھا۔

جب ضابط خان روہیلہ جاگیر دار سمھارن پور شکست کھا کر مارا گیا تو روہیلیوں نے شجاع الدولہ کو اپنا طر فدار بنانا چاہا ۲۰ جنوری ۱۷۷۷ء کو نواب شجاع الدولہ جنرل

دابرٹ پارک سے ملے ور یہ مشورہ کیا کہ میں سخت مشکل میں ہوں اگر وہیلیوں کو مرہٹوں نے روہیلکھنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد بچائے گی جس سے ہر وقت خوف رہیگا اور اگر وہیلیں مرہٹوں سے ملے تو میرا ملک جاتا رہیگا لہذا میں نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر وہیلیوں کی سرحد پر جاؤں اور وہاں کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھا کر حکمت عملی سے کچھ ملک بنا برنڈر شاہ اور کچھ ملک اپنی سرحد کے واسطے حاصل کروں اور کچھ زر نقدی بھی لون جس میں سے کچھ مرہٹوں کو دؤن گاتا کہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑ کر چلے جاویں مگر انگریزی فوج میری مدد کرے۔

القصد نواب وزیر الممالک نے حافظ الملک کو لکھا کہ آپ نے روہیلکھنڈ میں تساہل کیا میں عنقریب پہنچتا ہوں اسکے جواب میں حافظ رحمت خان نے اختصار نویسی سے یہ جواب لکھا۔ نواب نامدار سلامت۔ اگر ارادہ شہاب الصلح است فخر الکمال خیرا اگر ارادہ شہاب جنگ فباسم اللہ۔ جواب نامہ بے تیغ و تفنگ است کلنخ انداز را یاد آتش سنگ است والسلام ادھر سے شجاع الدولہ بڑھے ادھر حافظ الملک اپنی جمعیت سے تیار ہوئے جب سرحد پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کا ارادہ فرخ آباد سے شاہ جہان پور و شاہ آباد پہونچ کر اسٹراٹے کا ہے حافظ الملک فرید پور میں جو بریلی سے سات کوس ہے اگر خیمہ زن ہوئے اسٹراٹ شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہ جہان پور میں حکومت عبداللہ خان کی ہے اور وہ پٹھان ہے اور حافظ الملک اسکا محسن ہے اور شاہ جہان پور میں قریب پندہ ہزار کے افغان خونخوار موجود ہیں شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ خیال بوجہ ہم قومی حافظ الملک نواب عبداللہ خان کے تھا۔ یہاں عبداللہ خان نے جہان ناخونڈ

کی ایسی قدر دانی کی کہ شاہ آباد تک خود استقبال کے لیے گئے اور ان کو شاہ جہان پور
لا کر مقیم کیا۔ شجاع الدولہ کے پاس فوج بشتار تھی کنز التایخ میں ہو کہ حافظ الملک کے پاس
جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جس کو نواب کی فوج کا آٹھواں حصہ سمجھنا چاہیے۔ مگر
تاریخ سلاطین اودھ میں حافظ الملک کی جمعیت (۷۰) ہزار تحریر ہے۔ کرنل جیپ مین
سپاہ کی تعداد چالیس ہزار لکھتے ہیں۔

آل قصہ کٹرہ کمال زنی خان اور فریدیو کے مابین ۱۱ صفر ۱۱۷۷ ہجری مطابق
۱۷۶۴ء پر میل سے ۱۷۷۱ء کو دونوں لشکر مقابل ہوئے فریقین میں سخت جنگ ہوئی فیض اللہ
خان و محمد یار خان ولد علی محمد خان اور محب اللہ خان ولد دودے خان بڑی ہزات
سے لڑے مگر احمد خان ولد بخشی سردار خان نے خواہ بسانش شجاع الدولہ یا اپنی شہرتی
نامروی سے گریز اختیار کیا مولف گلستان رحمت یعنی فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ
میں اسپر ارام سازش کا قایم کیا ہو۔ آخر شش چار گھڑی دن چڑھے سے گولہ باری شروع
ہوئی و دونوں فریق کے آدمی بہت مار گئے۔

تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۸۵) میں ہو (رومیہ) اپنی عادت قدیم کے موافق
دفعہ دہاؤا کر کے توپ پر آ پڑے۔ پھر سے ہزاروں مثل دانہ خود جل بھٹکر خاک پر گر پڑے
اور تلواریں بھی خوب چلی حافظ الملک نے ازراہ تہوری ایک نشان ہاتھ
میں لیکر چاہا کہ اپنی جمعیت کے یاروں سے دھاوا کر کے جناب عالی
تک پہنچیں اتفاقاً ایک گولہ آنکے جولا گھاٹ پڑے سے گر پڑے اپنی
حسرت کو خاک میں ملا دیا مرعوب یہ ہو جسے اپنے آنکھ سے دیکھا
اُسوقت حافظ الملک جامہ ہندوستانی قدیم پٹن قرآن شریف

پہننے ہوئے تھے وہ جامہ برکت قرآن شریف سے نہ جلا چھائی مین
ایک سیاہ دھبہ گوبے کی دھمک کا لگ گیا تھا جس کے صدرے
سے فقط گر پڑے تھے مرتضیٰ خان بڑیچ رسالہ دار ان کا سر کا ٹکڑ
جناب عالی کے پاس لائے جناب عالی ہاتھی سے اتر کر سجدہ شکر
بجالائے اور سر حافظ سے مخاطب ہو کر فرمایا خدا شاہد حال ہے

مین ایسا روز بد تھا لے لیے نہ جاہتا تھا یہاں تک مضمون تلخ سلطین
اودھ کا تھا۔ حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ سے قدیمی مراسم تھے جب
شجاع الدولہ بکسر سے انگویری فوج کے ہاتھوں سے شکست کھا کر بریلی گئے تو
حافظ رحمت خان نے خیر خواہی کی تھی اور جس وقت مین نواب شجاع الدولہ
نواب احمد خان بگیش رئیس فرخ آباد کے پاس صفائی کی غرض سے گئے تھے تو
حافظ الملک ہی نواب احمد خان کے پاس گئے اور انھیں سمجھا کر استقبال کو لائے
اور میل کرایا تھا حافظ الملک صاحب تقویٰ اور دیندار انسان تھے۔

کنز التایخ کے صفحہ (۲۸۱) مین ہو کہ قریب دوپہر کے حافظ رحمت خان کے
بائیں جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا اور وہ جان بحق ہوئے ان کا سر
سلطان خان کا ٹکڑ شجاع الدولہ کے سامنے لیگیا نواب شجاع الدولہ نے سلطان خان
کو آپ دخلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ مدن صاحب کو دکھایا
تاکہ وہ پہچانیں کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہی یا نہیں چنانچہ انھوں نے پہچانا اور یہ شعر زبان
لاے سر کشتہ بر نیزہ نیزہ نفس کہ معراج مردان ہمیں ست و بس

عمادت السعادت میں ہو کہ شاہ صاحب کو جب سردھلا یا گیا تو آپ پر غم ہوا اور فرمایا کہ این سرہماں مسلمان است

شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو بھی بسولی پہنچ کر نظر بند کر لیا اور تمام اثاثہ البیت ضبط کیا اسی قید میں انھوں نے رحلت فرمائی۔

بعد خاتمہ جنگ کے شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کی نقش تلاش کر کے معہ سر کے اسی تارخ بریلی میں روانہ کر دی بریلی میں قاضی شہر و علما و حفاظ نے مہر کو حافظ الملک کے جنازہ کی نماز جماعت کثیر سے پڑھی اور ان کو بریلی کے پچھم جانب جو مشہور جگہ ہے مدفون کیا۔ راقم مزاد پر گیا ہے۔ تاریخ خانہ دل راسا یعنی خوش آمدید کن دہی کسی شاعر نے سلطان خان افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا تھا ایک قطعہ لکھا جو حسب ذیل ہے۔

بہر کس کہ در جہان کند از قوم خود بدی او بایزید در ہمہ اوقات ہمسراست
داری اگر بدل ہو س امتحان بہ بین سلطان خان بہ شمر حراجی برابر است
راقم نے حافظ الملک کی تاریخ شہادت کے متعلق ایک بیاض میں یہ شعر لکھا دیکھا
چو در لفظ ظفر تاریخ ختم پے باقی سر حافظ بریدم

انگریزی تحریرات کی بنا پر خان بہادر مولوی ذکا و اللہ صاحب کو جو سید شاہ مدن صاحب کے متعلق یہ شبہ ہوا ہو کہ شجاع الدولہ کے موٹھ پر گواہی کے وقت یہ کہنا کہ دہی تمک کا وعدہ کیا گیا ہے امر دشوار تھا اور حافظ الملک پر یہ گمان کہ وہ لڑنے مرنے پر کمر بستہ نہ تھے غلطی اور ناواقفیت ہے یہ دونوں شخص سچے مسلمان تھے ان کو مقابلہ راستبازی اور حق گوئی کے اپنی جان و مال کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ مرنے نہ کر شاہ مدن صاحب

کی قدر و منزلت اور عظمت کو نہیں جانتے تھے انھوں نے سرسری قیاس سے جرح کیا
 گھدیا اور شاہ صاحب کے احترام اور عالی منزلت ہو نیکی متعلق کچھ نہیں تحقیق کیا
 شجاع الدولہ تو صرف ایک صوبہ کا فرمان روا تھا اگر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ
 دہلی جو تمام ہندوستان کا حکمران اور سخت گیر وادلو العزم سلاطین میں تھا اگر اُس کے
 روبرو بھی کسی بات کی تصدیق پیش آتی اور اسکے خلاف مزاج بھی ہوتی مگر شاہ صاحب
 کبھی حق کوئی سے سر موٹا وزنہ کرتے۔

شاہ صاحب کے ساتھ جیسا کہ کنز التاریخ کا مضمون ہم اوپر بیان کر چکے ہیں شجاع الدولہ
 نے اسی طرح معاملہ کیا لیکن یہ قدر اُن واقعات میں صراحت مطلوب ہوتا ہے
 اخبار محبت اور دیگر مستند راویوں میں یہ مشہور روایت چلی آتی ہو کہ جب حافظ الملک
 کا خاتمہ ہوا اور شجاع الدولہ صوبہ روہیلکھنڈ کا مالک ہوا تو اس نے شاہ مدن
 صاحب کی جاگیر اور جملہ املاک ضبط کر لی شاہ صاحب کی ضبطی کے متعلق یہ بھی قدیم
 سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بھوکیم
 کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب و حاسد شخص تھے شاہ صاحب کے احترام سے انہیں
 دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل میں شاہ صاحب کی بُرائیاں جاتے تھے
 شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور طرفدار تھے کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے
 ارادتمند تھے بلکہ بعض ادوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مُرید بتلاتے ہیں اسوجہ سے
 شجاع الدولہ نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور انکی
 جاگیرات ضبط کر لیں اور صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام
 میں اثبات البیت اور مستورات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگوا لیے

جسکے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظہ ملک
 کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب نہ ہوئی حافظہ ملک
 کے قتل کرنے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے
 بعد عین شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۸۸۰ ہجری کو شجاع الدولہ
 نے انتقال کیا۔ شاہ مدن صاحب کے انتقال کی تاریخ راقم نے یہ موزون کی ہے
 از وفات سید شاہ مدن مگشت این فانی جان منوم حیف
 اے مظفر بہر تاریخ وصال گفت با تفسیر مظلوم حیف
 شاہ مدن صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو چند روز زندہ رہی
 اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سے ہم کلام ہو کر مر گئی۔
 آپ کی تین بیویاں تھیں پہلی بیوی آپ کے ماموں سید درویش صاحب کی دختر
 سید دینی بی دوسری مغلائی تیسری بیوی خوشحال بانی جو بیرونی تھیں انکے نام شاہ
 صاحب نے کچھ حقیقت بھی لکھی تھی جسکی نقل درج ذیل ہے۔

تملیک نامہ سید شرف الدین حصا عرف شاہ مدین حصا بنام ابراہیم

اقرار کرده اعتراف صحیح شرعی نمود مخبر باسم و نسب سید شرف الدین محمد عرف شاه من صاحب ولد سید عبدالباسط صاحب حموی گیلانی ساکن قصبه شاه آباد پیر گنده پالی صوبه خیر آباد مضاف بصوبه اختر نگر اوده فی الحال بصبح اقراره شرعاً بر این معنی که منازل مجلس لے قدیم و جدید و حیات درونی و بیرونی پیشینان و مودیان و دیوانخانہ تعمیر بخند و کسره مولانج معه اراضی بست پنج بیگه نخند مدخله و مشموله منازل و پنج مذکور و موازی بیگه پنج بسوه نخند اراضی مسکونه رعایا واقع در وازه شمالی گنج مذکور و هشت بیگه ده بسوه نخند واقع در جنوبی گنج مصرعه بالا محمد و و بجد و دات اربعه مفصله الیه و موازی چهارده و نیم قطعه بلخ اینه که از انجمله هفت نیم قطعه مشتریه و پنج قطعه مرعونه و دو قطعه نشاند و تعریش کرده خود واقع قصبه شاه آباد مذکور که تفصیل ارضی و حدودات آن در قبال جاتش مشر و حامد نج و مر قوم هست بطریق شتر ادرین تعمیر خود ساخته تحت و تصرف خود میدارم والی یو منابلا شهاب سابق الذکر در قبض و تصرف مالکانه منمقر بلا شرکت و سهامت غیره مقرراند و نیز لابحین حیات و صحت ذات و ثبات عقل و بقاء جمیع تصرفات شرعیه خود که جائز و نافذ است آن همه عمارات و باغات مشتریه و نشاند خود و از این باغات مرعونه مسطور با جمیع حقوق و مرافق داخلی و خارجی من لقاویل الکثیر مدخله فیها و الخارجیه عنها و ما يتعلق بها و فیها من الابار و الاشجار مشر و غیر

عبدالله بن محمد
١٠١٧

السلامة
الحمد لله
الحمد لله

پهلانی
امیر سید محمد داد
نور الدین

باغ مشتریه ۲ قطعه	باغ مرصونه ۵ قطعه	باغ خود نشانده
باغ کبری خوا	باغ مرو	باغ ملکپور
باغ کرم اشهد	باغ بنگال	باغ طرزان
باغ چکله	باغ سمنده خان	باغ گلاب باغ
باغ سلیم پور		
ایک	ایک	ایک
یک	یک	یک
یک	یک	یک
باغ چکله	باغ عباس	باغ حمل
باغ محمود خان	باغ لعل باغ	باغ دونه قریب باغ
باغ عزیز خان		
تیکه	سیلانی	ایک
نصف	پک	پک

تفصیل حدود و اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شمال جنوب غرب مشرق

پیوستہ محلہ شیخ دلدار علی مسجد سید عبدالباسط صاحب ملاصق اراضی زر خرید من است پیوستہ باراضی زر خرید منقر و شاہراہ

تفصیل حدود و اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شمال جنوب غرب مشرق

پیوستہ باراضی شیخ دلدار تاج محل باغ حضرت سید عبدالباسط ملاصیق باراضی دروازہ دیوار ملحق قرار باغ میر محمد علی احاطہ مولانا گنج صاحب مرحوم مغفور شمالی متصل مولانا گنج مذکور

تفصیل حدود و اراضی واقع دروازہ جنوبی گنج مذکور۔

شمال جنوب غرب مشرق

متصل باراضی محلہ شیخ دلدار پیوستہ بجانہلے مسکونہ رمایا ملحق مستابر ملاصق محلہ شیخ دلدار و دتالاب سعادت خان احاطہ مولانا گنج

تقریر فی التاریخ نمبر ۱۸۷۵ھ

سید شاہ مدن صاحب کا مزار محلہ مولانا گنج لب شرک پختہ احاطہ میں واقع ہے آپکی مر میں ۱۸۷۵ھ کنندہ ہیں۔

شاہ صاحب کے دو بھائی اور بھی تھے ایک سید شمس الدین صاحب عیون سعدی میان جو عارف اور طبیب حاذق تھے اور حکیم محمد اکبر عرف ارزانی کے شاگرد و رشید تھے۔ حکیم ارزانی ہی نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کر کے طب کو از ان کروایا۔ بیکٹلے زمانہ ہوئے ہیں۔

سعدی میا نصاحب کا بنگالہ و بھارین بڑا اثر تھا اس بنا پر اپنے شاگرد سید مولوی لطف رسول صاحب سندیلوی کو اکثر اس نواح کے روسا و نوابوں کے نام خطوط لکھ کر بڑے عظیم آباد بھیجا تھا اور مولوی صاحب کا طب میں وہاں خوب رنگ جما تھا۔ جنکی طرف سے بعض کاغذات اب تک موجود ہیں مزار آپ کا بمقام شاہچانپور لیجنگ محلہ محمد زئی مین متصل مسجد کے واقع ہے۔

دوسرے بھائی شاہ صاحب کے سید طاہر عرف قدن صاحب تھے انھیں کے صاحبزادہ سید اللہ تھجئے جنکے فرزند سید نظام الدین عرف مولوی نظامی صاحب تھے جنکے فرزند سید جمال الدین المعروف بہ کلڑ تھے عہد شاہی میں دریاؤں کے گھاٹ کی افسری کا ایک عہدہ تھا جسے کلڑی کہتے تھے ورنہ زمانہ حال کی کلڑی اس زمانہ کی چکلہ داری تھی۔

جب مولوی نظامی صاحب نے عبدالرحمن خان قندھاری رسالہ دار کے ذریعہ سے نواب سعادت علی خان والی اودھ کی خدمت میں رسوخ حاصل کیا اور نواب صاحب موصوف کی رفاقت میں بنارس سے لکھنؤ تک ہمراہ آئے اور نواب سعادت علی خان ۱۲۰۰ھ ہجری میں مسند نشین لکھنؤ ہوئے تب بعد تیس سال کے بصلہ حسن خدمت ۱۳۰۰ھ میں شاہ بدن صاحب کی بعض املاک جنہیں مکانات و باغات و چکات و گنج وغیرہ مضبوطی میں تھے۔ سید نظامی صاحب کو عنایت ہوئے مگر شاہ صاحب کی جاگیر جو خالص پور کے علاقہ سے وابستہ تھی وہ عبدالرحمن خان قندھاری کو عنایت ہوئی مولوی نظامی صاحب کے نام جو بجالی املاک کا پروانہ عنایت ہوا ہے اسکی نقل یہاں پر تحریر کی جاتی ہے۔

اعتماد کرتے تھے انکا قیام تکیہ عبد الجلیل واقع لکھنؤ میں تھا اپنے وطن شاہ آباد سے جا کر وہیں مکان و باغ تیار کیا تھا۔ اور جب اللہ میں اپنے انتقال کیا تو وہیں مدفون بھی ہوئے۔ صد ہا اہل لکھنؤ آپ کے شاگرد تھے ضمناً آپکا ذکر خیر تذکرہ رحمانی میں درج ہے علم ظاہری میں کمال حاصل تھا اسی بنا پر آپ شاہی کتب کے انتظام پر انتخاب کیے گئے آپ کے والد مولوی فریدون صاحب شاہ مدین صاحب کے تربیت یافتہ تھے اور پیشتر اصلی سکونت انکی موضع جسرت پور میں تھی منشی صاحب اس عہد میں مستانہ اور وضعدار لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے اور نہایت باخدا مقدس انسان تھے تاریخ انتقال یہ ہے ۵

پست چارم شوال حیف کلک قضا بنام منشی صالح چوسرگزشت چہین
نوشت خامہ واثق بدیہ تارخیش کہ جای منزل صالح بود ہشتین

دیگر

درمہ شوال حیف منشی صالح نمود بست چہام قضا بغش شد دل نگین
ہر کہ چو واثق پے فاتحہ خوانی گذشت گفت کہ صلح نصیب باد ہشتین
مولوی عبد اللہ صاحب منشی محمد صالح صاحب کے چھوٹے بھائی تھے
شاہ آباد کے مشاہیر اشخاص میں گذرے ہیں علم ظاہری و باطنی دونوں سے فیضیلا
تھے مولوی صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ میں بسر ہوا اس لیے لکھنؤ کے صد ہا طالب علم آپ
شاگرد تھے علم ایسا مستحضر تھا کہ کتاب فاصلہ پر رکھی ہوتی اور آپ بغیر دیکھے پڑھاتے
جاتے تھے مولوی صاحب مدوح کی حاضر جوابی و بذلہ سنجی کا یہ عالم تھا کہ جسکی اہل
زبان میں شہرت تھی بر محل بسیاختہ ایسے کلمات آپکی زبان سے نکلتے تھے کہ سامعین

مخطوطات متخیر ہو جاتے تھے خوش طبعی اور جربہ گوئی چھوٹے پڑسے کے ساتھ ہضم
کی ہوتی تھی اور طرزیان ایسا دلکش تھا کہ کوئی بات رعایت سے خالی نہیں اور سپر
خوبی یہ کہ کسی کو ناگوار نہ ہوتی ضلع جلگت سب میں کمال حاصل تھا مگر چونکہ مہذب اور
صاحب باطن بزرگ تھے اس لیے فحش کلمہ زبان سے نہ نکلتا اور الفاظ کے آمد کا
یہ عالم تھا کہ دریائے سلاست موجزن ہوتا۔ اس نرکنی والی طبیعت اور ظاہری
خوش بیانی کے ساتھ خدا نے عرفان سے بھی بہرہ کافی عطا کیا تھا مولانا عبد الرحمن صاحب
الکھنوی کے خلیفہ تھے اور آپ کو یہ زندہ دلی اپنے پیر و مرشد کی طرف سے عنایت ہوئی
تھی گویا آپ کا یہ اذلی حصہ تھا جو اس ذریعہ سے حاصل ہوا تھا آپ کے حجرہ پر شعر لکھا ہوا تھا
گر تو میخوای کہ بیند در جہان اندر اپ پیش چشم خویش دار شکل عبدلہ
مولو ی صاحب کی پیدائش ۹۵۰ھ ہجری کو شاہ آباد میں ہوئی اسکے متعلق خود ہی
ایک رباعی مولو ی صاحب نے نظم کی تھی جو تحریر کیجاتی ہے ۷

خدا جانے عدم کا کیا تھا احوال ۶ کہ ہم کیلے تھے چلے تھے کونسی سال
ہوے جب بطن مادر سے نمودار تھے ہجری گیارہ سو پچانوے سال
تذکرہ انوار الرحمن میں مولوی انوار اللہ صاحب مولوی عبد اللہ صاحب کے متعلق

لکھیچے از خلفائے راشدین مولوی عبداللہ ابن محمد فرید الدین از شیوخ کرام و دروے عظام بلکہ شاہ آباد متعلقہ سرکار
ادومہ اند تحصیل علوم کتب مرویہ از برادر حقیقی خود محمد صالح نمودند کہ مولوی محمد صالح مرحوم از عمد نواب سعادت علیخان
ہمدان تاجلوس محمد علیشاہ فردوس منزل ملازم سرکار شاہی بودند و داروغگی کتبناہ سرکار متعلق او شان بود بہجت تعلق شان
بنیاد تحصیل علم بود و باش ہر دو برادر بہجت السلطنت لکھنؤ اتفاق افتاد و در تکیہ شاہ عبد الجلیل صاحب منشی محمد صالح
باغ و مکان تیار ساختند و از ان مکان ہر دو برادر ان مہ اہل و عیال سکونت میداشتند در عمر بہت سالگی اوصاف حضرت

یہ لکھتے ہیں کہ جب مولوی عبداللہ صاحب کی عمر پینس سال کی ہوئی تو
جناب لا نا عبد الرحمن صاحب کے اوصاف سن کر جمال الدین
شمس الدین صاحبان کے ہمراہ مولانا کے حضور میں حاضر ہوئے
مسجد پٹیاں میں ملازمت حاصل ہوئی پہلی ہی صحبت میں حیرت
اور شفقت کی دلچسپ چالیں اور بخود دی کے نشہ میں مغموم ہو گئے آئندہ جمعہ کو حاضر
ہو کر مرید ہوئے شجرہ صابریہ نور الہدیٰ کے صاحب کے واسطے سے

بقیہ صفحہ ماقبل مولانا شنیدہ باتفاق جمال الدین شمس الدین باشندہ اینجا بحضور مولانا مسجد پٹیاں آمد ملاقات
حاصل نمودند در اول صحبت حالت تخیر و شفقتی دل عارض شد کہ نشہ بخودی معلوم می شد بروز جمعہ آئندہ آمد
مرید شدند و شجرہ چشتیہ صابریہ بواسطہ حضرت شاہ نور الہدیٰ و قادریہ بواسطہ حضرت آفاق سید شاہ عبدالحق
صاحب قدس سرہ الاصفی یافتند مجاز و مرض خلافت شدند ایشانرا درخواست برائے حاضر باش دائمی بود حضرت
فرمودند کہ بروز جمعہ ونگل کہ محفل سماع است می آمدہ باشند مطابق این گاہے نافذ شد بعد وصال موافق معمول مصرعہ
ہست مجلس میں قرار ہنوز حضرت نقل کردند کہ برادر م مولوی محمد صلح بحضور مولانا حاضر شد عرض کردند کہ مولوی آزاد فرج
از طفلی بود اکنون مرید جناب شد از کار ما رفت ارشاد شد کہ از کار بخاہد رفت شاید یہاںے خواہد کرد اولاد خواہد شد و خوش خرم خواہد
مطابق ارشاد نہ نکاح در وقت اتفاق شد یک دختر دو پسر از بی بی باے سابق ہستند و بعد فوت شان و زوجہ دیکھنو نکاح آوردیم
کہ آہائیز صاحب لاد اند با وجودیکہ معاش و جائداد نہ اند و نوکری کسے نکرده اند و مایحتاج خود گاہے در مانده نشدہ اند و ظریف طبع
و لطیفہ گو آنچنان ہستند کہ حضرت مولانا ارشاد کردند کہ ترا و ہمین ظرافت و طلاقت لسانی کشود خواہد شد چنانچہ میگویند کہ از کلمات حضرت
قبض بسط میں رسکوت و تکلم است یعنی مادامیکہ لام ظرافت لطافت بر زبان میں جاری میماند بر دل میں بیجا ماند و در سکوت قبض نشود

اور شجرہ قادریہ حضرت قطب آفاق سید شاہ عبدالرزاق صاحب
ذریعہ سے عطا ہو کر اجازت خلافت کی دیکھی اور جمعہ منگل کے روز
کہ مجلس سماع کی منعقد ہوتی تھی حاضری کی اجازت بخشی گئی تھی چنانچہ
ہمیشہ بلا ناغہ آپ شریک نرم رہتے تھے۔

ایک بار آپ کے بھائی منشی محمد صلح صاحب نے مولانا عبدالرحمن صاحب
کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ برادر مولوی لڑکپن سے آزاد مزاج
تھے اب جناب کے مرید ہوئے ہمارے کام کے تھے مولانا
نے فرمایا کہ تمہارے کام کا رہے گا شادیاں کرے گا اولاد ہوگی
خوش و خورم رہے گا چنانچہ حسب ارشاد تین نکاح مولوی عبداللہ صاحب
نے کیے ایک لڑکی اور دو لڑکے پہلی بیوی سے پیدا ہوئے
بعد وفات زوجہ اولے کے دو بیویاں لکھنؤ میں اور کین وہ بھی
صاحب اولاد ہوئیں یا وجود یکہ کچھ معاش و جائداد نہیں رکھتے تھے
اور نوکری بھی کسی کی نہیں کی مگر اپنے حوائج ضروریہ میں سید
محتاج نہیں رہے۔ ظریف طبع اور لطیف گو اس قدر تھے جسکی کہ
پیشینگوئی مولانا نے فرمادی تھی کہ اپنی طرافت طلاق لسانی

میں تیرے لیے کسود کا رہو گا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کی کرامت سے
قبض و بسط کی کیفیت آپ کے سکوت و کلام میں پیدا تھی
چنانچہ مولوی عبد اللہ صاحب خود فرماتے تھے کہ جب وقت
میری زبان سے کلام ظرافت اور لطافت کا جاری ہوتا ہے
انبساطی کیفیت میرے قلب کو حاصل ہوتی ہے اور جب وقت
محکوم سکوت ہوتا ہے انقباض کی حالت میرے دل پر
طاری ہو جاتی ہے۔

اسکے علاوہ آپ کے متعلق چند حکایتیں اور بھی ملفوظ رحمانی میں منقول ہیں اگرچہ وہ مولانا
صاحب کی کرامت کی دلیل ہیں لیکن مولوی صاحب پر جو نظر عنایت مولانا کی مبذول
تھی وہ ان سے مترشح ہوتی ہے کہ کس قدر انکو انکی پاسداری میں نظر تھی اور کیسا دست
شفقت آپ کے دوش مبارک پر رکھا تھا اور دجوی کی تھی اور انکو مولانا کیخبر میں
کیسا تقرب و یاریابی کا شرف حاصل تھا۔

ایک بار مولوی عبد اللہ صاحب کے چھوٹے بھائی محمد حسین کچھ رنجیدہ ہو کر گھر سے نکل گئے
مولوی عبد اللہ صاحب کو اپنے بھائی کی مفارقت کا نہایت غم ہوا کھانا نہ کھایا اور لکھنؤ
میں عیش باغ کی طرف چل دیے اور وہاں سے بجائے گھر آنے کے مولانا کے حضور میں حاضر
ہوئے اور دل میں نیت کی کہ بدون استفسار کے میں کچھ حال اپنے غم کا مولانا کے
روبرو نہ اظہار کروں گا مولانا نے ازراہ کشف انکے ملال کو دریافت کر لیا اور اپنا

دست مبارک آپ کے دوش پر رکھ دیا اور خود اپنی زبان سے فرمایا کہ اس قدر ملوں
کیون ہے مولوی صاحب نے اپنے بھائی کا حال عرض کیا مولانا نے ارشاد کیا کہ
گھر جا کھانا کھا بھائی تیرا آنا ہو گا چنانچہ مولوی عبد اللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں
اس وقت مکان آیا منشی محمد صالح صاحب کو بھائی نے کھانا میرے آگے رکھا میں
دلین یہ خیال کیا کہ کھانا آگیا اور بھائی نہ آیا اسی دم برادر محمد حسین آگیا۔

دوسری روایت یہ منقول ہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب خیشنبہ کے روز قریب
مغرب کے مولانا صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے مولانا صاحب نے پوچھا
کہ تمھاری والدہ بقیہ حیات ہیں مولوی عبد اللہ صاحب نے عرض کیا کہ بفضلہ والدہ
اور والد دونوں زندہ ہیں مولانا عبد الرحمن صاحب نے فرمایا کہ والد کا حال معلوم
ہے والدہ کو پوچھتا ہوں اسکے بعد مولانا صاحب ساکت ہو گئے اسی زمانہ میں
شاہ آباد سے خبر گئی کہ اسی روز آپکی والدہ نے انتقال فرمایا۔

مولوی عبد اللہ صاحب کے اس دلچسپ مذاق سے چند حکایتوں کا جسکا کہ ہم اوپر
اظہار کر چکے ہیں اس جگہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ شاہ طالب حسین صاحب نے آباد
نے فرمایا کہ مولوی صاحب اپنے پیر و مرشد سے بھی حسب عادت مزاح فرماتے تھے
ایک روز مولوی صاحب مولانا کی خدمت میں حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ یا حضرت
آپ کا نکاح کر لیں مولانا نے فرمایا کہ میان عبد اللہ اب باہ نہیں ہے مولوی صاحب نے
پھر کہا کہ حضرت نباہ ہو جائیگا مولانا صاحب ہنسنے لگے۔

حافظ غلام علی صاحب نے اقم سے بیان کیا کہ ایک وزیرین مولوی عبد اللہ صاحب
کے مکان پر مولانا گنج میں حاضر تھا خلیفہ عبد الرزاق صاحب مینی تشریف لائے

مولوی صاحب نے خلیفہ صاحب کو تعظیم دی خلیفہ صاحب مولوی صاحب کے استاد
تھے اس لیے خلیفہ صاحب کو روکا اور کھانے پر اصرار کیا جب کھانا تیار ہوا اور
اندرون حویلی سے باہر آیا مولوی صاحب نے اپنی شرکت سے کچھ عذر کیا اور فقط
صاحب کو جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے دسترخوان پر بٹھلایا کھانے کے قسم
سے چانول کدوانڈے وغیرہ تھے جب کھانے کی طرف لوگ متوجہ ہوئے تو مولوی
صاحب نے فرمایا کہ میان غلام علی خلیفہ صاحب سے کہو کہ خشک کھائیں اور نہیں کیا
کدو کھانے کے خلیفہ صاحب بھی انکی بات پر ہنستے جاتے تھے۔

ایک بار مولوی لکھنویں اپنے بڑے بھائی منشی محمد صالح صاحب کے ساتھ کھانا کھانے کو
بیٹھے جاؤ گا موسم تھا کھانہ میں فضلی چیز کھڑی بھی موجود تھی اس اثنائیں منشی صاحب
کی اہلخانہ نے گھی لا کر منشی صاحب کی طرف زیادہ ڈال دیا مولوی صاحب نے یہ دیکھ کر کہا
کہ بھائی میں کل روشن الدولہ کی کوٹھی کی طرف جاتا تھا ایک نالی ایسی پڑی حسین
گرتے گرتے بجلیا ایسی نالی کا اشارہ انگلیوں سے ظاہر کر کے گھی اپنی طرف
الٹھیٹ لیا اسپر منشی صاحب نے فرمایا کہ بھائی وہ نالی بادشاہ نے سب اس طرح برابر
کر دی اور گھی کل کھیری میں ملا کر برابر کر دیا۔

حافظ غلام علی خان یہ نقل بھی بیان کرتے تھے کہ لکھنویں ایک نواب جو شاہ اودہ
کے عزیز تھے انکے کوئی اولاد نہ تھی انھوں نے اپنی یہ تمنا مولوی صاحب سے جمع کی
خدا کی دین کہ انکے یہاں لڑکا پیدا ہو اودہ نواب مولوی صاحب کے اور بھی زیادہ مقصد
ہوے اکثر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہاتھی وغیرہ پر سوار لوازمات
رہنمائی میں اعصاب بردار وغیرہ ہمراہ ہوتے اور مولوی صاحب کو نذرانہ میں شرفی دیتے

ایک روز مولوی صاحب کو اپنے گھر بلا گئے مولوی صاحب نے اس کے کئی روز کے بعد کہا کہ آج غلام علی نواب صاحب کے گھر چلنا چاہیے چنانچہ حافظ صاحب اور شاہ آباد کے ایک اور صاحب تھے مولوی صاحب کے ہمراہ نواب صاحب کے یہاں گئے نواب صاحب بالا خانہ پر رونق افروز تھے مگر کثرت اشخاص سے بھرا ہوا تھا نواب صاحب نے مولوی صاحب کو جیسے دیکھا اٹھے اور کھڑے ہو کر تعظیم دی معاف کیا اور اپنی مسند پر بٹھلایا حافظ صاحب قلت جگہ سے بدقت تمام بٹھیسکے نواب صاحب کے پاس ایک شخص مشین قوی ہیکل جنکی موٹھین مٹی بری تھین بیٹھے ہوئے تھے اونھوں نے نواب صاحب کے کان میں کچھ ہتہ سے کہا اسکے بعد خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ ہم سے کیسے ملے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ تم ملے ہم ملے نواب صاحب نے کہا کہ ہم اس لیے ملے کہ آج ہمارے یہاں بابا شجاع کی عید تھی مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہاں خلیفہ ثالث کا اجلاس تھا اس جواب کو سن کر نواب صاحب خاموش ہو گئے اور ان بری موٹھین والے صاحب سے کہا کہ میں جو کہتا تھا کہ یہ چوکنے والے انسان نہیں ہیں۔

منشی عیوض علی صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایک بار مولوی صاحب کے ساتھ ایک نوجوان خوبصورت طالب علم تھا اور وہ جمال الدین صاحب کلکٹر کیرنل سے بیکلے جملہ حاضرین جلسہ نے کہا کہ تم مولوی صاحب کو کچھ چھیڑو کوئی شعر یا فقرہ نظر آ کا ان کے حسب حال کہنا چاہیے مگر کیا مگر جملہ اشخاص اور نیز کلکٹر صاحب مجھے مجبور کیا کہ بیکر تھا رہے اس مجمع میں اور کوئی اسکی لیاقت نہیں کہتا کہ مولوی صاحب

پیر پتھی کے سینے پر چھریاں پیری میں پھرتے عشق حسین جوان ہوا بے یار و گم کیا
 میں زور کمان ہوا بے شہر رہتا تھا کہ قیامت کا آنا تھا گویا سونے شیر کو جگا دینا تھا۔
 مولوی صاحب نے اس شعر کے سنتے ہی صد ہا برجستہ شعر اور نثر کے نادر فقرات کی
 بھر مار شروع کر دی گویا ابرو بہار کی طرح برس رہے تھے اور ہم سب کو اس بوجھار میں
 بھگو رہے تھے ضلع جلک کوئی فن ایسا نہ تھا کہ جو انھوں نے نہ ختم کر دیا ہو یہ معلوم ہوتا
 تھا کہ لیل ہزار داستان چمک رہا ہے ہم سب لوگ بجز سبک کے ایک باہمی کا بھی ایک سبک
 ایک ظریف بڑی حاضر جواب تھی جب اس نے مولوی صاحب کی برجستہ گوئی کی تعریف
 سنی تو اس کے کلام سننے کی مشتاق ہوئی اور خدمت میں حاضر ہوئی سلام کیا مولوی صاحب
 نے جواب دیا وہ پٹھی رہی کچھ دیر کے بعد اس نے کسی شخص سے کہا کہ یہ تو مجھے ملا معلوم
 ہوتے ہیں کچھ بولنے والے نہیں ہیں اتنا کہ کوئی غیر معمولی بات مینے نہیں سنی جب
 مولوی صاحب کو اس کے اس قصہ سے آئے کا حال معلوم ہوا تو افسوس کیا کہ مجھے
 پہلے سے یہ دریافت نہ تھا جب وہ اٹھ کر کہنے لگی کہ مولوی صاحب اب میں جاتی
 ہوں اپنے جواب دیا کہ کتنے پر جاتی ہو۔ وہ ایک ہی فقرہ میں اتنی حاضر جوابی کی منتظر ہو
 ایک بار میا بھائی غلامی کے بھائی خلیفہ تھوون حاضر ہوئے انھوں نے بجائے سلام کے
 کہا کہ مولوی صاحب آداب مولوی صاحب نے آداب کے دو ٹکڑے کر کے آداب جواب دیا
 کہ جس سے دوسرے معنی پیدا ہو گئے اور خلیفہ مذکور بہت معقول ہوئے۔
 کرامت خان نے مولوی صاحب سے کچھ وعدہ کیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ایفانہ کیا جب
 وہ آئے تو مولوی صاحب نے فرمایا کون ہے انھوں نے کہا کہ کرامت مولوی صاحب نے
 اس لفظ کے دو ٹکڑے کر کے کہا کہ کرامت اسپر وہ بہت نادام ہوئے اور ہاتھ جوڑ کر

عدم ایقانے وعدہ کی معافی مانگنے لگے۔

معشوق اللہ جو قصہ کا ترجمہ کارہنے والا آزاد فقیر ہے اسکی عادت ضلع بولنے کی ہے اور یہی ذریعہ اسکے سوال کا ہے جب ہ مولوی صاحب کینڈ متین حاضر ہوا مولوی صاحب نے اسکی وضع خلاف شرع دیکھی حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اسنے سنکر فوراً جو ایدیا کہ عاشق اللہ کی تھوڑی دیر کی نادانی اور مانگی نو مہینے کی محنت سے مولوی صاحب نے کہا کہ حیضی ہوش کرتے ہی بولنے لگا ہے ذی ہوش کی رعایت فقرہ میں پھیان تھی جو اموغ پر نہایت لطفت دی گئی۔ اس قصہ کی تصدیق راقم نے خود فقیر نہ کو رسے کی تھی مولوی صاحب کے صد ہا لطیفہ اسطر حکے ہیں جنکی نقل طوالت سمجھکر قلم انداز کیجاتی ہے ورنہ نواب دوست علیخان سے مولوی صاحب کے دیکھنے مکملے کلٹر صاحب سے سوال وجواب وردیگر بہت سی حکایتوں سے راقم کو آگاہی ہے۔

مولوی صاحب کا لکھنؤ میں قیام ساٹھ سال رہا اور قریب بارہ سال کے سیاحت و صحرانوردی میں بسر کی لکھنؤ سے جب مولوی صاحب وطن چلے آئے تو مکان پر محض توکل سے گذر کرتے تھے نواب دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کچھانکی خاطر و خبر گیری کرتے تھے حکیم علی حسین صاحب لکھنؤی جو نواب کلب علیخان والی رامپور کے طبیب تھے اون سے اور مولوی صاحب سے قیدی مراسم تھے انھوں نے مولوی صاحب کی خوبنوی تقریر نواب خلد آشیان سے بیان کی نواب صاحب رامپور نے حکیم صاحب کو مولوی صاحب کے بلونکی اجازت دی اور حکیم صاحب نے اس امر کی تشریح مولوی صاحب کینڈ متین کی اور سفر خرچ بھیجا۔ مگر مولوی صاحب نے توکل ہی کو پسند کیا اور غایت تنقذانی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالا ورنہ آقا قد رشناس فرمانروا کی ذات کے قدر و منزلت اور مشاہیرہ و منصب کی ہر طرح سے امید تھی۔

مولوی صاحب کہا کرتے تھے کہ عبداللہ میرا نام ہی مولانا گنج دین ہوتا ہوں جب انگر کو جاؤ گا
 مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب لکھنوی نے اپنی زندگی میں خلافت کی سند تحریر کر دی تھی
 مگر مثنیٰ محمد صالح صاحب اور نیز مولوی عبداللہ صاحب اس بار خلافت کے متحمل نہ ہو سکے
 مولوی صاحب کا طریقہ تعلیم بھی نہایت دلچسپ تھا مثلاً کوئی طالب علم گلہ اردو انش کا پتھر
 عند لیب کشین نفس پیش قلبی بر شاخسار خیال آن گلہ رخ یہ نعمات سوز
 و گداز نقش را بر نگ چہر س آب نشین خاموش میگرداند پڑھ رہا ہے
 اور مولوی صاحب اسکی یون ترکیب و مطلب سمجھا رہے ہیں یہ سینکڑوں ہیں
 کہ یون پر ذکر کیا آواز کا پتھر جو آواز دے دے سے نقص تیر انداز تھا
 عند لیب کشین نفس اور وہ کسا کش قلبی کا جو گلہ رخ کے
 شاخسار خیال پر نعمات سوز و گداز سے اپنے نفس کو مثل جس
 آب نشین کے خاموش کرتا ہے مولوی صاحب بق پڑھتے جاتے تھے
 اور صد ہا اشعار بر محل پڑھتے جاتے تھے اور ہر ایک بات کے بعد اللہ کہتے جاتے۔
 مولوی صاحب جو اشعار پڑھتے تھے انہیں سے بعض شعر ناظرین کی آگاہی کے لیے
 حوالہ قلم کیے جاتے ہیں ۷

وصل میں مر جاوہ یہ بحر میں جیتی رہے
 کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لوتیہ کو
 پائے جاو کیا تو خون عاشق و لکیر ہے
 غبار آئی اور تو گلے نہ ملا

عشق میں نسبت کیا بلبل کو پروا کیسا تھا
 تر چھی نظروں سے نہ گھور و عاشق و لکیر کو
 دور سے سمجھے تھے ہم سنجاف کی تحریر ہے
 سال آئندہ ہلک گلہ بھر رہا

مولوی صاحب اگرچہ شاعر تھے مگر زور طبیعت سے شعر موزون کر لیتے تھے مولانا

کی قلم کا ایک مسودہ جیسپر انھوں نے سرخی (اشعار مستقر قاری) میں عبد اللہ لکھی ہے
 اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اس سے چند شعر تکے یادگار تحریر کیے جاتے ہیں۔
 دیدنی سب کی صنعت ہی جتنی شے ہو خدا کی قدرت کے نام اللہ کا تو لے ہر دم
 نہ رہے تجھ کو سی رنج و الم ایک دم بھر کی زندگانی ہے اسی پر قصہ و کہانی ہے
 کوئی جا کر کے کھپ نہیں آیا حد سے خوشتر مکان وہیں پایا مرنے سے پہلے نفس مر جائے
 نام اپنا یہاں بھی کر جائے۔

<p>فرمانبر رحمان ہیں عصیان کسے کہتے ہیں اول ہی آخر وہی یا طن ہی طن ہا ہر وہی عیث دنیا و دین کی یہ ہوس ہے تو آپ ہی شوق سے کر پاس اتقاس ربائی کا نہ کر احسان صیاد پہ بھری ہے فوج عشق عاشق کے دین جسے ہے کو چہ جانان میسر تو نیکی کر ہر اک کے ساتھ ہر دم نہ تو نفس اتارہ کا پیرو فیض مولانا سے حاصل دلو نفی غیر ہے مولوی صاحب کے داماد و نواسہ نے راقم سے بیان کیا کہ موی صاحب کا تہہ تخلص تھا</p>	<p>ہر شے کا محیط ہی بطلان کسے کہتے ہیں خود آپ نمایان ہے نہان کسے کہتے ہیں جو برحق موت ہے اللہ بس ہے جو عرفان کی تجھے کچھ دسترس ہے کہ آپ ہی ٹوٹنے پر فقیس ہے یہ دم کی آمد و شد اک جرس ہے تو کوئین اسکے آگے خار و خس نہ ہے کہ یدلایک نیکی کا تو دس دس ہے جو کچھ بھی معرفت کی تجھ میں کس ہے ظاہر و باطن ہیں باغ ارم کی سیر ہے راقم سے بیان کیا کہ موی صاحب کا تہہ تخلص تھا</p>
---	---

اور غزل مندرجہ ذیل انھیں کی ہے

فکر دل سے عاشق ناشاد جو چاہے کرے
 کچھ نہوگا وہ ستم ایجاب جو چاہے کرے

حق یہ ہے تقدیر کی فستاد جو چاہے کرے
 آدمی ہو جس گھڑی آزاد جو چاہے کرے
 قہر اس کی بخت کی نسر باد جو چاہے کرے
 جل کسکو صانع عجب باد جو چاہے کرے
 دعوے باطل ابھی ہزار جو چاہے کرے
 تہمت بے صل بے بنیاد جو چاہے کرے
 تیز دستی تیری اسے فرما جو چاہے کرے
 اے تو اسکو خراب آباد جو چاہے کرے
 سچ ہی نادان کی سمجھ شاد جو چاہے کرے
 وہ ستم ایجاد ہے عجب باد جو چاہے کرے
 بیل سکے بس میں ہے عیساں جو چاہے کرے
 قہر کا پستلاب ہے آدم زاد جو چاہے کرے
 مر گئے پر صہر ہر کس باد جو چاہے کرے

چاہ کنعانین گرا دین ماہ کنعان کو عسکر
 کب ہلا سکتا ہے پابند علاق ہاتھ پاؤں
 ہمت خواب صل میں تھے دی مودت اذان
 جسکو وہ چاہے بگاڑے جسکو وہ چاہے بنائے
 دیکھ لینگے کھینچ کر لاویگا جب اسکی شبیہ
 ہو خدا شاید کہ اس سے عشق صادق ہو مجھے
 کوہ کاٹے تکلف سرترا شاید ریش
 کشور دل بھی ہمارا ہے گرفت سلم ہند
 گھر کی جنت بھی گئی تو نے خدائی خوبا کی
 تنع میں آیا دینے کو مبارکباد مرگ
 پر کتر کے فوج کر دے بچ لے یا چھوڑ دے
 چاہ بابل سے فرشتوں کو یہ آتی ہے صدا
 زندگی بھر ہو گئی پونچھنا نہ اک دن آپ نے

مولوی صاحب کی بزم میں یہ غزل اکثر گائی جاتی تھی اور انکو اسکے سننے سے نہایت دلچسپی
 تھی بعض اشخاص کا یہ قول ہے کہ یہ غزل غنیمت کی ہے مگر چونکہ اس میں تخلص نہیں ہے نہ مبین
 کہا جاسکتا کہ انکی تصنیفات سے ہے یا کسی دوسرے شاعر کی سے

مؤدبت کے اٹھ بیٹھائیں بیتا بانہ تربت میں
 فرشتوں سے میکی صحبت یا رانہ تربت میں
 نہیں رہنے کا یہ وحشی دل یا رانہ تربت میں

پس از مردن مجھے یاد آگیا جانا نہ تربت میں
 وہاں بھی ہم جالیو نیگے نقشہ دل لگانیکا
 مزار اپنا اسی جا ہو جان قصر حسینان تو

نہوں نے کپٹے وان بھی بس تم خون لاپتا
 جو قرش گل پر رہتے تھے وہ زیر خاکستہین
 لگا کر مٹھ سے رکھنا سا قیاسیانہ تربت میں
 بچھاتا کون ہی اب مسند شایانہ تربت میں
 مولوی صاحب کے شاگرد و خین ایک سے لوی محمد یا رخمان تھے جو شاہ آیا دمکھتہ میں رہتے تھے
 انھوں نے ایک سالہ دنیا میں موسومہ تیشیم جنت نظم کیا پورا رقم نے اسکو دیکھا ہے اچھا
 رسالہ ہوا میں مولوی عبداللہ صاحب کی طرح میں چند شعر لکھتے ہیں اور وہ ہیں۔
 دوسرے استاد میرے بامتیاز
 ہین عنایت سے بڑے ہر دغیر
 نام عجب اللہ مولانا لکھ
 ہے توکل جنکو تجھ سے خاص کر
 رویت دیدار سے اے بے نیاز
 روز محشر انا کو کرنا مٹرا

مولوی صاحب کے لوگ مرید بھی تھے چنانچہ عظمت خان سلیمانی قاسم علیخان منوئل وغیرہ
 نے آپ ہی سے بیعت کی تھی مولوی صاحب اکثر اپنے مزار کے متعلق یہ اپنا موزون کیا ہوا
 شعر پڑھتے تھے یہ بھی مسکن ہی ہمارا یہی ہو گا مدفن بدیا گلی دوست کی یا
 یار کے گھر کا آگن دوست کی گلی سے مراد ذاب دوست علیخان کی اراضی اور
 زمینداری سے ہے اور یار کے آگن سے مطلب ہمارے احاطہ سے ہے۔

افسوس کہ ۱۹۶۷ء میں مولوی صاحب کا ایک سو ایک سکی عمر میں جب صال ہوا تو
 ماہیار کے احاطہ واقع محلہ مولانج میں شاہ من صاحب کے مزار کے پورب جانب چند
 گز کے فاصلہ پر مدفون ہوئے مزار نام ایک چہرہ ترہ پر لب شرک واقع ہے۔

میر خج علی صاحب نے اپنی رحلت کا قطعہ تاریخ ترمجید کی آیت میں نظم کیا ہے۔
 چو شد عازم خلد عبدالہ
 شہ ملک دین بہر وصل حبیب
 بخت گفت از بہر تاریخ سال
 کہ نصر من اللہ فتح قریب

خان بہادر حکیم خادم حسین خان صاحب

آپ محمد حسین خان صاحب اختیار پوری کے فرزند اور حاجی محمد امین خان صاحب کے بھتیجے ہیں۔ جب لڑکپن میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو آپ کے عم نامہ راجہ محمد حسین خان صاحب کو جو ایک درویش سیرت میں تھے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ ہوئی ابتدائی درسی فارسی کتابیں قاضی کاظم علی صاحب سے پڑھیں اور عربی مولانا سید سخاوت حسین صاحب پیش امام جامع مسجد شاہ آباد سے پڑھی جب اس سے فرصت ہوئی اور طب کا شوق پیدا ہوا تو حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطباء کے شاگرد ہو کر علم طب کی تحصیل کی چونکہ اس زمانہ میں افسر الاطباء صاحب ممدوح والی نرسنگہ گاہ کے ملازم و معلم تھے لہذا استاد ہی موصوف کے ہمراہ آپ کو نرسنگہ گاہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اسکے بعد فن ڈاکٹری کی طرف رجحان ہوا اور اگرہ جا کر ڈاکٹری میں دست گاہ حاصل کی۔ عہد جوانی سے حکیم صاحب میں ہوشمندی و استقلال مزاجی و سلیم طبی کے آثار نمایان تھے۔ چنانچہ اپنی ذاتی لیاقت سے آنریری سکریٹری مینونسپل بورڈ شاہ آباد کے مقرر ہوئے اور سرکار کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی کیے گئے۔ پندرہ بیس برس تک ان دونوں عہدوں کے فرائض کو اس خوش دسلوئی سے انجام دیا کہ پبلک مین نیکنامی اور گورنمنٹ مین کا رگزار ہی ثابت ہوئی اسی سلسلہ میں کاگس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ہر دوی کے آپ معتمد ہو گئے اور ایسی موافقت آئی کہ وہ مینونسپل معاملات اور شاہ آباد کے دیگر واقعات میں آپ سے اکثر حالات دریافت کرتے اور آپ کے کہنے پر خیال بھی کرتے۔

اس میں شک نہیں کہ شیوہ پیلٹی شاہ آباد میں جو ترقیان ہوئیں وہ آپ کی حسن تدبیر کا نتیجہ ہیں۔ بڑی ہوشیاری و تدبیر سے کام کیا۔ مینوٹنپل کے خدمات و آئری مجسٹری کے بے لگا و فیصلہ کنے صلہ میں گورنمنٹ نے مستحق سمجھ کر سناٹہ میں آپ کو خطاب خان بہادری مرحمت کیا اس خوشی میں کہ اپنے وطن و قوم افغان میں آپ ہی پہلے خان بہادر ہوئے ایک جلسہ عطاے خطاب کا منعقد کیا گیا بعض اشخاص نے تقریریں و اشعار پڑھے راقم نے بھی ایک تقریر اور دو قطعے لکھ کر حکیم صاحب کو دیے ان قطعات کی نقل اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

خادم حسین خان بہادر خطاب یافت از لطف کبریا شدہ آن زینبش صدر
از ہر سال نیک مظفر جو فکر شد آمد خطاب خان بہادر بلند قدر

ایضاً اردو

عطا خطاب جو خادم حسین خان کو ہوا ہر ایک قلب میں اس خوشی نے پایا خاں
جو کمر سال مظفر ہوئی نہ آئی ہوئے ہیں خاں بہادر حکیم صاحب عقل
حکیم صاحب کی دماغی قوت نہایت اچھی تھی اپنے ہم پیشہ ترین اہل الرائے اور عالم
فہمی میں عالی فہم تسلیم کیے گئے راقم کو آپ کے حالات سے ذاتی واقفیت ہے کیونکہ
یار یا بہادر خیالات کا موقع ملا سفر حضرتین ساتھ ریادلی و بارہ سند نشینی و الیہ پوہا
میں ہمسفر ہوئے کیا بھی اتفاق ہوا صنعتی و تجارتی اصول سے حکیم صاحب کو طبعی مناسبت
تھی چنانچہ مشین وغیرہ کے پرزہ سمجھنے اور اس سے کام لینے میں بڑی مداخلت تھی
اور ان فنون کی طرف انکو بڑی دلچسپی تھی راقم کا عینی مشاہدہ ہے کہ نمایش الالباب
جو اس قسم کی اشیاء میں بے نظیر اکزیشن ہوئی ہے حکیم صاحب اس میں بجائے یہ

و ملاقاتوں کے انھیں خیروں کو دیکھتے اور غور کرتے تھے اسی مداخلت سے انھوں نے کبھی پانی پینے کی مشین اور کبھی نیشکر کے رس نکالنے والی چرخ اور اس کے درست کرنے والے آلات کا کارخانہ کھول دیا۔ ہومیوپتی تھک معالجات میں استعداد قانی پیدا کر لی کہ اسکی تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑ گئے اور رفاہ عام کی ضرورت سے اسکا شفا خانہ بھی کھول رکھا تھا اور دو اہل قیمت تقسیم کیا کیے۔ قلمہائے انہ کے کارخانہ میں بھی ترقی پیدا کر دی اور فرست انہ میں بھی جدت دکھلا دی قومی کاموں میں قابل ذکر جامع مسجد کالج اور اسکی دوکانات کی تعمیر ہے آپ کے اٹھ جانے سے جواہل برادری میں کمی ہو گئی ہے اسکا اندازہ صرف اسی امر سے ہو سکتا ہے کہ ان دو کات زیر تعمیر میں جو کمی رہ گئی ہے اسکا پورا کرنے والا کوئی ممبر نظر نہیں آتا۔

نویجا چیزوں کی ماہیت اور ان کے منگانی طرف آپ کو بڑی توجہ تھی چنانچہ پانی بھرنے کے لیے نویجا مشین بھی منگائی اور اسکی ترغیب بھی دلائی۔ افسوس کہ کئی ماہ تک کے ملک امراض میں علیل رہ کر ۲۳ رجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۱۵ء کو جمعہ کو اس جان قانی سے رحلت فرمائی ایسے عقیل ولایق شخص کے مرتیکہ عام طور پر فوس کیا گیا (کیا خوب آدمی تھے خدا متعزت کرے) راقم نے متعدد قطعات نظم

کیے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے

عقیل و جوان عسکر خان بجاور زدنیلے دون زخت ہستی بہ بست
بدل بستگی ہائے جنت قرین شد دل خاندان را از غمش شکست
مظفر پے سال تالیخ جستم نداشت جو انحرک و مقتل رفته
آپ کے چھوٹے بھائی امداد حسین خان نہایت خوش اخلاق و وجیہ انسان تھے

افسوس کہ وہ بھی جو انگریز ہی چل بسے حکیم صاحب کی ازلاؤ میں چار شہرہ خیرین مشہور
انکے خلف اکبر اعجاز حسین خان میں جو نہایت وہو نہار نظر آتے ہیں۔

اشرف یار خان صاحب

آپ عظم خان صاحب رئیس سیٹھیل کے بھائی امانت خان کے خاندان میں ہادی یار خان
کے بیٹے ہیں۔ اور ذہین تیز فہم انسان ہیں۔ موزون طبعی کا حصہ بھی پایا ہے اشرف
تخلص کرتے ہیں نشی امیر احمد صاحب مینائی سے اصلاح متفقین حاصل کی اس امر کا اہم
کو ذاتی طور پر علم ہے کیونکہ ایک بار آپ نے کوئی غزل بغرض اصلاح مجھ سے نمایاں کیا
جناب نشی صاحب موصوف کو بھیجی تھی اور جناب نشی صاحب مرحوم نے اسے سیکھے جواب
میں جو گرمی نامہ تحریر فرمایا تھا اس میں خاکسار کو کئی سلام سنوں سے سرفراز فرمایا تھا
جب سے آپ ریاست میوہ میں ملازم ہوئے ہیں اپنی خوش تدبیری سے وہاں کے
کاروبار میں رونق پیدا کر دی اور آپ کی کارگزاری پر اس قدر اعتماد ہو گیا ہے کہ مثل
ایک میر خاندانی لکھنے جاتے ہیں اور ایک ہندو ریاست میں مسلمان حیثیت سے
کمال ترقی کی ہے۔ کلام بیاض کی صورت میں جمع نہیں کیا اس لیے جو اشعار یاد تھے
نذر ناظرین کیے جاتے ہیں۔ ریاضی

کہ بہ اندر روز در چشم شب و بچہ رمی آید
سہر و قلب غلینم گمر سرور می آید
چلے گانہ عجب چلبہ طاپن کنیکا
کرے گا ہی نام روشن کسبیکا

کہ امی یوسف ثانی سہرا پا نور می آید
یا سقیاں جان تیرہ از تن میرود بیرون
شب و وصل دست متنا کے ہاتھوں
پس مرگ ایک داغ کافی ہو اشرف

آب عنایت علیٰ نصاحب

آپ بھی باشندگان شاہ آباد میں خلیق و خاطر نواز انسان ہیں۔ ابتدا سے آپ میں خوش عقیدگی کا مادہ تھا لہذا آپ بڑے عقیدت سے حاجی وارث علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرید ہوئے اور پیر پرستی کرتے رہے اکثر اپنے پیر و مرشد کا ذکر خیر پیرے خلوص و ارادت سے کرتے ہیں اور نہایت عقیدت مندی سے فاتحہ ایصال ثواب میں سرگرم رہتے ہیں۔ جس بزم میں آپ رونق افروز ہوتے ہیں۔ میں آپ کے ہم مذاقی احباب کو خاص دلچسپی ہو جاتی ہے اور وہ مجمع نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ آپ کی طرف مخاطب ہو جاتا ہے۔ اس امر سے آپ کی ہر دلفریزی کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ عدالتی معاملات اور قومی مقدمات میں آپ گرمجوشی ظاہر کرتے ہیں اور اس بارہ میں جیسا کہ لوازمات بشریت میں سے ضروریہ کا تعلق ہے اسی طرح آپ کی شرکت بھی ضرور ہے۔ خوش مزاجی آپ کی طبیعت کا اک جزو عظیم ہے اس لیے ہر لطف اور برہنہ عمل حکایتیں بیان کر کے اپنے زندہ دل دوستوں کو محفوظ و مسرور کرتے ہیں جب سے راقم نے یہ تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اس زمانہ سے اس کی طرف آپ کا رجحان رہا بار بار اس کی تکمیل کے بارہ میں دریافت کیا اور شجرہ دلیر خانی میں اپنے نام داخل کرنے کے پابست بہت اصرار رہا۔ ایک حد تک یہ ذوق آپ کا سلیم بھی ہے کیونکہ اس کتاب کے ذریعہ سے بزرگوں کے وہ آثار جو کبھی نہیں سننے تھے اور نہ وہ کتابیں آپ کے دیکھنے میں آئی تھیں آپ کو معلوم ہو جائیگی کہ آپ کی ذاتی و قہنیت میں معلومات کا ایک بین اضافہ ہو جائیگا جو آپ کو آئندہ کسی شخص کے رویہ و بیان کو نہیں بہت مدد دینگے اس لگاؤ سے آپ کا تذکرہ اس کتاب میں درج

ہو نامناسب تھا کیونکہ آپ اس کے برعکس شایق اور شہساز تھے۔ ان میں آپ اس
 دانی یادگار کی فہرست میں آپ کا نام ہمیشہ نظر آئے گا۔ نواب دلدار خان صاحب رئیس
 چھوٹی دیوڑھی کے ذریعہ سے نواب دلیر خان تک آپ اپنا سلسلہ پہونچاتے ہیں
 راقم کو وہ کاغذات جو عدالت کے اجلاس کا ہوتے ہیں پیش کیے ہیں اس ثبوت میں
 دکھلائے تعلقہ باسط نگر کے متعلق دیوانی میں دعویٰ بھی دائر کیا تھا اور اس
 علاقہ سے سوریہ ماہوار گزارہ بھی پلتے ہیں۔ حکام نے کچھ اضافی مثل باغ وغیرہ
 اور کچھ نقد رقم بھی انکو دلائی تھی راقم کے ساتھ بڑی عنایت سے پیش آتے ہیں۔
 شجرہ مندرجہ ذیل مسل نمبر ۱۴۔ انجن ہند ضلع ہر دہائی سے آپ نے لکھایا ہے۔

نواب دلیر خان

دلدار خان

سعادت خان

بندہ علیخان

خادم علیخان

حمایت علیخان

عنایت علیخان

آپ کے دوست زند

راحت علیخان

محفوظ علیخان ہیں۔

احمد علیخان

دوست علیخان

حسن علیخان

الذیبت النساءیم

لا ولد ہیں

محرم میں سب سکہ راتے کا جھگڑا

محرم ۱۲۷۳ ہجری کو شاہ آبا دین سب سکہ راتے اور تفریہ داروں سے جھگڑا ہو گیا تھا اس زمانہ میں چونکہ انگریزی عملدار می ملک اودہ میں نہیں ہوئی تھی اور یہاں نواری تھی اس لیے فریقین نے شاہ اووہ کی سرکاری نالش کی اور سلطانی اجلاس سے حکم صادر ہوا کہ تحقیقات واجبی کر کے فیصلہ ہونا چاہیے اس مقدمہ کی مسلسل اس وقت ہمارے پیش نظر ہے جس سے حالات اخذ کر کے تحریر کیے جاتے ہیں۔

مسلمانوں نے جو عرضی دی تھی اس کا مضمون یہ تھا سب سکہ راتے کا یہ مقدمہ نہ سواہ اپنے بھائیوں کے امام عالی مقام کے علموں اور تفریوں کے ساتھ جو بے ادبی کی وہ بیان سے باہر ہے تاہم محرم کو نواب دوست علی خان کے علم اس کے تھے اس وقت بھوانی دین داکم انھوں نے نہایت پیبکی سے ایک علم ہاتھ میں لیا اور با تھی پرسواہ ہو کر حقہ پیتا ہوا اور قہقہہ لگاتا ہوا جابجا مارا مارا پھرتا رہا مسلمانوں نے یہ اپنے غم کے موقع پر اسکی خوشی اور اسلام کی توہین دیکھ کر خون جگر کھایا مگر اسکی حکومت کی وجہ سے دم نہ مارا محرم کو جب بڑی دیورھی کے علم اوٹھے تو سب سکہ راتے گھوڑے پر سواہ ہو کر علموں کے آگے پھرتا رہا اور جب واپسی میں علم اسکے دروازہ پر سے ہو کر نکلے تو وہ اپنے دروازہ کے چوترہ پر کرسی ڈالے بیٹھا رہا اور حقہ پیتا رہا اسکے بارہ مصاحب بھی موڑھوں پر بیٹھے اور حقہ پیتے رہے اور کچھ خیال نہ کیا مسلمانوں نے اسے نہایت شاق ہوا مگر چونکہ وہ سرکاری ملازم تھا ناچار مسلمان خاموش رہے جب دسویں محرم کو اہل اسلام تفریوں کی دفن کی تیاری کر رہے تھے کہ سکھ راتے

نے متاوی کرائی کہ اگر آج کے دن کوئی تفریہ اٹھایا جائے گا تو اسپر یا سور و سپ
 جرمانہ ہوگا۔ مسلمانوں نے باوصف رویت ہلال کے اس حکم کو بھی مانا لیکن شام
 کے وقت دوبارہ اسے حکم دیا کہ اس وقت تفریہ اٹھائے جائیں مگر شب میں سیر
 سامان روشنی کے تفریہ اوٹھانا مشکل تھا اسوجہ سے سب نے غذر کیا کہ اتالیق کو تفریہ
 دفن کر نیکا دستور نہیں ہے۔ سیوم کے دن یعنی ۱۲ محرم کو تفریہ دفن کر دیے جائینگے
 مگر سب سکھ اسے ۱۱ محرم کو چند تفریہ بزور حکومت اٹھوا دیے۔ جب مسلمان
 انکے پاس سمجھانے کو گئے تو انکے بھائی ٹکیت رائے نے کہا کہ یہ کو تفریوں کا آج
 دن اٹھوا دینا منظور تھا وہ تفریہ نہیں اٹھوا دیے اور ہمارا حکم بحال اور مقصد پورا
 ہو گیا باقی تفریہ چارے کے کیر پر ہیں چاہیں انھیں یا نہ انھیں ایسا سختی سے
 نکلے سنکر مسلمانوں کو تاب نہ رہی اور انکی رگس حمید میں شہین آگئی اور عام ہو گیا
 اس استغاثہ اور عرضی کے دینے والوں کے نام یہ ہیں نواب عبدالعزیز خان نواب
 امیر حسین خان۔ سید محمد شاہ۔ محمد امین خان۔ کرامت خان۔ بخش اللہ خان۔ عثمان
 خان۔ حافظ رحمت خان۔ لقمان خان۔ رستم خان وغیرہ۔
 اور سب سکھ اسے نے شاہا پنورہا کو ہانکے صاحب میسٹریٹ کی معرفت جو
 عرضی سرکار اودھ میں بھیجوائی تھی اسکا مضمون یہ ہے کہ خانہ زاد میں سال کے عرصہ
 سے نائب تحصیلدار می و تحصیلدار می کے عہدہ پر عالمون کی طرف سے پرگنہ شاہ آباد
 میں مقرر رہا ہے اس عرصہ میں مجھ پر عداوت خان و امیر حسین خان رئیس شاہ آباد
 اور شیخ علی محمد مردہہ اور کرامت خان اور محمد امین خان افغان اور محمد شاہ اور
 پیراج نے نہایت ظلم کیا ہے ابی محرم کو رویت ہلال میں اختلاف رہا بعض جگہ ۲۰

اور بعض جگہ ۳۰ کا چاند قرار پایا یہ محرم کو ایک خط حافظ سید عبداللہ حکیم دار ساندی وغیرہ
 کا پر رات رہے آیا کہ دار السلطنت لکھنؤ میں ۲۹ کا چاند دیکھا گیا لہذا اسکی اطلاع
 عام شاہ آباد میں کر دینا چاہیے کہ اسی کے بموجب تعزیر داری کا انتظام کیا جائے
 چنانچہ مینے بذریعہ اخبار نویس کے رئیس ان شاہ آباد کو اطلاع دی اور انھوں نے
 اعلان کر دیا پھر جرم میری کارگزاری پر حد سے زیادہ عداوت رکھتا ہے اُسے
 سبکو اشتعال دلایا اور میری ایذا اور بربادی پر آمادہ کیا یہ سب شرارت و سرکشی
 اسکی ہے چنانچہ دو تین ہزار اشخاص میرے مکان پر چڑھ آئے مینے دروازہ بند کر لیا
 اور مع اہل و عیال کے بھاگ کر ایک ہمسایہ کے گھر میں چھپ رہا مگر مدعا علیہم نے
 زور کر کے کواڑ ڈالے اور حویلی میں چلے آئے اور سب سیاب لوٹ لیا میرا اور میرے
 بھائی کا سامان قریب ستراسی ہزار روپیہ کے ہو گا اس لوٹ کے ساتھ میرے بھائی
 ٹیکٹ رے کو زخمی بھی کیا اور کاغذات جبین اسناد و معافیات وغیرہ کے تھے وہ
 بھی نکال لیے۔ خانہ زاد ۱۳ محرم کی شب میں مع عیال و اطفال کے بیک بیٹی و دو
 گوش شاہ جہان پور بھاگ آیا یہاں عملداری سرکار کمپنی انگریز بہادر کی ہوا امیدوار ہوں
 کہ مہردون کا تدارک ہو کر میرا سیاب واپس دلایا جائے۔ اس عرضی کیساتھ تھمہرت
 اسباب غارت شدہ بھی شامل ہے جس میں یورک پٹر وغیرہ کی تفصیل ہو سکی نقل موجب التماس
 اسطرح بھوانی دین اور سب سکھ رے کی عرضی کا بھی مضمون ہے کہ مجھ سے رعایا
 و روسائے شاہ آباد کوئی ناراض نہ تھا امسال مجھے غیر خواہ و کار گزار سمجھ کر دوسٹیاں
 تعلقہ دار باسط نگر نے اپنا نائب کیا تھا اور مینے نہایت اچھا انتظام علاقہ کا کیا تھا
 علی محمد مدہمہ اور پھر جرمیکو لال مہاجن نے بوجہ اپنی مہاجنی کے میرا مقرر ہونا مستحق تھا

اور مجھ سے نہایت عداوت قائم کی انھیں اشخاص نے سبکو آمادہ کر کے میری غائبی کے لیے
 کرائی اور ان ہر سید باطنوں نے وعدہ انداز خان اور امیر حسین خان کے پاس جا کر مشورہ
 کیا اور انکو اپنا ہتھیال کر کے دو تین ہزار چھان اور شیخ اور جلال سے لیکر انھیں روڈ
 چھار شنیہ کو دوپہر کو وقت میرے مکان پر چڑھ آئے اور بلوہ کیا لیکٹ اسے ہراؤ دیتی
 سب سکے اسے اور جاتکی پر شاد خویش سب سکے اسے اور منگلی خدیوہنگار کو مجروح کیا
 گھر پر خان ساکن موضع گڑھی چاند خان نے مع اپنے عزیز و نہ کے ان زمینداروں کی ہمت
 کر کے بچا دیا۔ باقی مضمون عرضی کا دوسری عرضی مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔

اس دوران میں امجد علی شاہ نے انتقال کیا اور سلطان عالم حضرت واجد علی شاہ
 بادشاہ نے مسند سلطنت پر جلوس فرمایا تا جدار آخری کے رو بجاری سے علی محمد امین
 کے نام حکم صادر ہوا کہ دینولا بھوانی دین برادر سب سکے اسے بذریعہ چھپی صاحب
 میرٹھ ضلع شاہجہانپور کے حاضر سرکار ہوا اور اسے عرضی استغاثہ کی گذرانی اور
 پیر ۱۱ انوار المحرم ۱۲۶۱ھ کا بھی ملاحظہ سے گذرا لہذا حکم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحقیقات
 اچھی کر کے قصیفہ اس مقدمہ کا کردار اور کیفیت راست براسٹ بارگاہ مابہ دولت
 اور رسالہ کر و تو قہقہ و تاخیر نہ ہو ۱۶ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ مطابق سنہ احد جلوس فرمایا
 کہ پیر اسباب غارت شدہ تلاش کیا گیا اور شاہجہانپور میں سب سکے اسے کے پاس
 جمع کیا اور مقدمہ شفیع ہو کر باہم رضامندی ہو گئی سب سکے اسے فیصلہ
 کی ملازمت کی اور کچھ عرصہ کے بعد پھر سب سکے اسے نے شاہ آیا اگر یہاں تک
 پہنچا کہ اس میں کوئی اختیار کی اور فریقین میں ایک دوسرے سے کوئی نفسانیت
 باقی نہ رہی اور یہ معاملہ رفت و گذشت ہو گیا۔

محرم ۱۲۸۷ھ میں بعض جھلا کی ضد اور غلط فہمی سے پھر ہندو مسلمان کے قیامین
 جھگڑا ہو گیا اور مہینوں عدالت میں فوجداری کا مقدمہ چلتا رہا بتائے محاصمت یہ تھی
 کہ ساوہورام تعزین کے نکلنے کی وقت قصداً چار پائی پر بیٹھے اور مسلمانوں نے کہا کہ ہم
 ہمیشہ کے رواج کے خلاف ہے ادھر سے اٹھنے کا صراہ ادھر سے بیٹھے کا اظہار رہا
 تو بہت جھاد لہ کی پہونچی فریقین کے لوگ زخمی ہوئے قاضی مصطفیٰ علی صاحب ڈپٹی کلکٹر اور
 انور علی صاحب انسپکٹر پولیس علی انصاحب انسپکٹر موجودہ حکام نے دفع دفع کیا۔
 راولا میں صاحب ڈپٹی کمشنر تھے انھوں نے پوری توجہ کی اسب صاحب جوائنٹ مجسٹریٹ
 کے اجلاس میں مقدمہ پہونچا مہینوں رو بکاری رہی دوبارہ پھر کچھ کشمکش ہوئی اور چھوٹی
 سی فوجداری ہو گئی سجا و نام ایک شخص کام آیا پھر مقدمہ میں طول ہوا مگر ساوہورام
 سرعنا اور چند ادھر ادھر کے لوگوں نے سزا پائی ہزاروں روپیہ مسلمانوں کی طروت سے
 خرچ ہوا اس طرح پریشانی و مصارف بجا فریق ثانی کو بھی برداشت کرنا پڑے۔
 یا ہی تارضا مندی سے سال گذشتہ میں چلم نہیں ہوا مگر اس سال ٹر صاحب ڈپٹی کمشنر
 خود شاہ آباد تشریف لائے اور انکی سنجیدگی بیدار مغزی و خوش انتظامی سے مع اخیر
 محرم کے مراسم ادا ہوئے اور چلم میں بھی تعزیر داری حسب دستور تدبیر ہوئی
 راقم کی رائے کے نزدیک دونوں گروہ آپس میں مل جل کر بسر کریں اور ایک دوسرے کے
 مذہبی ارکان میں مداخلت کرنا ناجائز سمجھیں اور بجا سخن پروری و نفسانیت دور یابن۔
 اتفاق بڑی اچھی شے ہے ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہی خدا کے بندہ ہیں۔

چراغ بتکدہ و شمع خافتہ کیست
 اگر چہ دیدہ دو آمد و لے نگاہ کیست

تقریظ خاتمہ کتاب

نوشتہ عالیجناب چودہری محمد نصرت علی صاحب سبب

پیشتر کمری ابن ثقہ داران اووم

میرے معظم و مکرم جناب فاضل و فاضل حسین خان صاحب علیا قی رئیس شاہ آباد
ضلع ہردوی مصنف و مولف نے اس کتاب کو مجھے دکھایا اگرچہ میں شجاعان قوی
و دیران ملکی کے کارنامے درج ہیں کہ جبکہ پرچہ بغیر شکی خاطر نہیں ہوتی جس قدر کہ
مطالعہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جاتا ہے اس قدر شوق بھی بڑھتا جاتا ہے ایک
فقر زمانہ بیحدیل و بیکانہ امر سے نامدار و مشاہیر عالمہ تدار کہ جو سالہ شایع کیے گئے ہیں
انکی دیکھی دوسرے عبارت کی خوبی مضمون کی روانی خصوصاً استبازی و احتیاط
و سچائی نے از خود رفتہ بلکہ اس کتاب کا مداح و شید ا بنا دیا تاریخ نویسی کے جو فرائض منصبی
ہیں اس شاہراہ سے معزز مصنف نے سرمولف رش نہیں کی مگر افسوس کہ عجم افتری
کے سبب سے بالاستیعاب کتاب کے فیض حاصل کرنے کا مجھے موقع نہیں ملا لیکن
جہاں تک مجھے استفادہ ہوا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک تاریخ ہے جو ہر طرح سے
قابل اعتبار و لائق وقار ہے ناواقفان علم تاریخ کے نزدیک سبب خیال اس زمانہ موجودہ
کے اگر گلے واقعات میں کچھ تعجب ہو تو کچھ تحیر کا مقام نہیں مگر جن حضرات کو علم تاریخ
سے خلقی شوق و دیکھی ہے انکے نزدیک یہ حکایات عجیبہ ہر طرح قابل اعتبار و لائق
وقار ہیں۔ علی الخصوص مصنف صاحب نے معتبر کتابوں کا حوالہ بھی جو اپنی دوراندیشی

سے دیا ہے یہ اور بھی احتیاط کو کام فرمایا ہے مصنف صاحب کی ذاتی لیاقت و قابلیت کے مقابلہ میں تصنیف کچھ تعجب خیز نہیں ہے بلکہ مجھے عرصہ سے ذاتی تجربہ و نیاز قدیم کیوجہ سے چونکہ درجہ نیاز مندی و وقفیت کا اعزاز حاصل ہے لہذا وثوق کے ساتھ تصدیق کی جاتی ہے کہ معزز مصنف اپنے آپ ہی عدیل ہیں بلکہ ہمارے قصبات میں شہرین الاقران والا مثال اگر کہا جائے تو بجا و درست ہے۔

خداوند کریم لائق مصنف کی عمر میں برکت اور اس کتاب کو مقبولیت کا درجہ عطا کرے
راقم ہندہ محمد نصرت علی۔ ۲ مئی ۱۹۱۵ء

تقریباً مشہور روزگار مولانا مولوی محمد عبدالحکیم صاحب لکھنوی مصنف فردوسِ سنین، منظرِ مہتاب، افسانے، غیر

شاہ آباد ضلع ہردوئی سے خوانین ہند کی ایک مشہور بستی ہے جو شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں چھانوں کے نامور خاندانوں کا ایک مشرقی مرکز قرار پائی ہو چکا۔ اندازاً اس بستی نے رونق و عزت پائی اسکے ایک نامور یادگار مولانا مولوی محمد مظفر حسین خان صاحب سلیمانی ہیں مولانا کے علمی شوق اور تاریخی مذاق سے اکثر لوگ آفتاب ہیں اپنے اپنے وطن کی یہ تاریخ بڑی تحقیق و تنقید و تفتیش اور جستجو سے مرتب کی ہے جو دراصل ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک مہتمم بالشان اور معتد بہ حصہ ہے زیادہ بخوبی یہ ہے کہ مولانا کا ادبی مذاق ایسا اچھا ہے جس نے اس تاریخ کو معتبر اور قابلِ وثوق ہونیکے علاوہ بہت کچھ دلچسپ بھی بنایا ہے اور امید ہے کہ اہل ذوق بڑے لطف

اور پچاسی سے مطالعہ فرما دینگے مین مولانا کو اس علمی کامیابی اور ادبی خدمت پر مبارکباد دیتا ہوں اور انکی اس مشقت کو اسلامی سرچشمہ ایک قیمتی اضافہ تصور کر کے اوسکی نہایت ہی عزت کرتا ہوں اور یقین ہے کہ ہندوستان کے جن حضرات کو تاریخ کا مذاق ہے مولانا کی نہایت ہی قدر کریں گے۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شہر لکھنؤ ۲۳ نومبر ۱۹۱۵ء

تقریب جناب حکیم محمد علی انصاری صاحب ڈیر مر قع عالم و مصنف

جعفر عباسہ اختر حسینہ عبرت مسیحی عالم و انیری مجتہد ضلع دہلی

نامہ مظفری۔ یہ ایک مفیدہ بکا آہ تاریخ ہے جسکو میرے قریبی عنایت فرما لایق دوست مولوی مظفر حسین خانصاحب شاد آبادی نے حال میں تصنیف فرما کر ملک کے سامنے پیش کیا ہے باعتبار ازمائش کے اگر دیکھا جائے تو علمی ذخیرہ گذشتہ واقعات اور حالات سے تعلق رکھتا ہو گا یا موجودہ یا آئندہ آئندہ واقعات سے۔ آئندہ واقعات کا علم تو عالم الغیب کے سوا کسی کو نہیں۔ حال کے حالات ہمارے پیش نظر ہیں۔ بہر حال اگر کوئی سبق کوئی عبرت کوئی نتیجہ اور کوئی فائدہ ہم اٹھا سکتے ہیں تو وہ گذشتہ واقعات ہی ہیں جسکا دوسرا نام تاریخ ہے۔ آسمانی کتابوں کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے لیکن ان سب کو گذشتہ واقعات ہی سے ملو پاسیے گا۔ گویا علم منحصر اگر کسی چیز میں ہے تو وہ تاریخ ہے۔ شاہ آباد شریف اور بہادر پور لٹون کی ایک قدیم بستی ہے جو ایک تاریخی مین پڑی ہوئی تھی۔ ہمارے دوست کا مشکور ہونا چاہیے کہ انھوں نے

اپنی محنت و تلاش و کوشش سے اسکو معرض گناہی سے نکال کر اس شہرت تک پہنچایا
 کہ جو ایک مشہور مردم خیز نرہین کے لیے ہو سکتی ہے بڑے بڑے شہروں کی تاریخ لکھتی
 یہ سب اس کے سہل ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیوں کے حالات لکھے جائیں اور میرے
 خیال میں یہ اس سے زیادہ مفید بھی ہے بڑے بڑے شہروں کے حالات سے تاریخین
 بھری ہوئی ہیں چھوٹے چھوٹے مقامات کے نام و حالات صفحہ دنیا سے مٹتے جاتے
 ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس طرف توجہ کی اور خوش نصیب ہے وہ مقام اور
 وہاں کے باشندے خواہ وہ زندہ ہوں یا مر گئے جنکے واقعات و کارنامے قیامت
 تک باقی رہنے کے لیے تاریخ نویس مدون کر دیے گئے۔ ہم اپنے دوست شمس ظفر حسین
 صاحب کے مشکور ہیں اور داد دیتے ہیں کہ انکی اس محنت و جانفشانی سے قیامت میں
 ایک قابل قدر اضافہ ہو گیا۔ جو سب سے زیادہ اپناے وطن اہالیان شاہ آباد کو منسوب ہونا چاہیے
 اس تاریخ کے ذریعہ سے اونکے آبا و اجداد اور مشاہیر شاہ آباد کے حالات و کارنامے
 و تلو اور انکی آئندہ نسلوں کو نہ صرف یاد دلانے کے لیے بلکہ فخر کرنے کے لیے
 محفوظ رکھے گئے۔

قطعات طبع کتاب

چکیدہ کلک دُربار طرازیدہ خامہ عجوبہ نگاریدہ سما تحقیق مرکز و اثر تحقیق شہر پار ملک
 سخندان فی زمانہ و اے اقلیم خوش بیانی کشفات غوامض عقلی نقالی حضرت شریقاقدار
 میرزا محمد تقی علی بہادر دُرودج سلطنت عظمیٰ برادرزادہ و خوش حضرت
 سلطان عالم محمد واجد علیشاہ بادشاہ پسم ملک اودھ
 و خلف شاہزادہ عالم و عالیان سلیمان فقیر میرزا محمد حسن علی بہادر مرعوم فقیر
 خلف حضرت محمد امجد علی شاہ جنت مکان اے اللہ اللہ مقامہ فی بساطین اجماع
 بادشاہ پیرام ملک اودھ خلف حضرت محمد علی شاہ پیرام پیرام نور اللہ مرقدہ
 بادشاہ سوم ملک اودھ بانی حسین آباد بہارک ازمل محمد فرایدوست
 ترکمان لقب بہ بادشاہ گزیدہ

۱۹
 اہل اقصیٰ بچیدہت بچنی اُن خوشحال سے
 اچھ راجہ و شہزادہ جہین بین باریکیال سے
 تحقیق وہ کہ جو نہ بڑھی اعتدال سے
 لکھنؤ و شریا سال دہا نہ بچیدہت بچنی

مشہورین خوشی مظفر حسین خان
 تاریخ ایک اکیس سہ تیشل ہاتھاب
 آفت کی فکراور بلا کی تلاش سے ہے
 لکھنؤ و شریا سال دہا نہ بچیدہت بچنی

پیراز خوبی سر اسرہوتی حالات لایینی
 زبان اسی کہ سکی مدح خوان ہووچ خاقانی

ہوا ہو کیا مرتب نسخہ تاریخ ان و زون
 بیان ایسا کہ فیضی گوین جہین ہو جائے

لکھے حال اوہ جنگ کبین نقش سلیمانی	شریاط کاسن کرد و قلب طبع سے مژدوں
ایضاً غیر ممکن میشود تعریف و مدح و وصف و اے شریاز و تدا بافت باین صورت بگو شد مرزی سیال فصلی سیزده صد سی و دو	ایضاً آن مؤلف خوش نوشته جملہ حالات و طن از پتہ تاریخ ختمش فکر کردم ناگهان بدیک مصرع و صنعت معلوی و جم معوی
ایضاً نا بجا آرم خاتم هم دل رست سر ز کار کرده احسان لاجرم این بر صفار و بر کیا هر ورق چون برگ گل گلنگ یا خسار یا بلبل سده ندارد در شک باغ پر بار کیتر از و نه صد و هفتاد و یک سمیت شاه	ایضاً ساقیا بر خیز و جام با ده آسیر بیا لکھتہ تاریخ و طن لایق مظفر بے بدل بهر سطر چون شبل تر سیر زلفت حسین ویدش بر کثرت سیر و شادابی او صوری و در معنوی گویم شریا سال طبع
از علیجناب فضل الدولہ مظفر الملک سید فضل علیخان بہادر شوکت جنگ خلف الرشید حضرت آسیر لکھنوی	
دفتر خوبی بعد حسن تکلم طبع شد فرد عالم نامہ اعمال مروم طبع شد	این مظفر نامہ نامی است ملو از صفات فضل از سرچون قلم این سال تا بخش نوشت
از علیجناب نواب سید بہادر حسین خان بہادر اکرم لکھنوی شاگرد رشید تدبیر الدولہ مدبر الملک سید مظفر علیخان بہادر جنگ متخلص آسیر ندیم و دبیر شاہ و د	

<p>تجیب نامہ نامی رسید در مطبع نوشت سال سی و پنج دل انجم</p>	<p>کہ عاجز است بہر گرامیش شامہ رسید درجہ اعلیٰ مظفری بہ</p>
<p>از عالیجناب ابوالعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب</p>	<p>از عالیجناب ابوالعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب</p>
<p>سائل دہلوی داماد نواب دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر مرزا داغ مراد</p>	<p>سائل دہلوی داماد نواب دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر مرزا داغ مراد</p>
<p>اگر دستغیب پوچھا ہے زیر نظر کیا شے فرمایا سن ہجری درکار ہے اگر سائل</p>	<p>میں یہ گزارش کی تالیف سلیمانی لازم ہے اسے کتنا تاریخ جہانگیری ۱۳۳۳ھ</p>
<p>ایضا ہے مظفر حسین کی تاریخ سائل اسکا حساب ہجری سے</p>	<p>جو محقق بھی ہیں ستخواری بھی نام رکھ نامہ مظفر بھی ۱۳۳۳ھ</p>
<p>از عالیجناب اجہ درگاہ پر شاد صاحب در تعلقہ دار و آثریری مجتہد</p>	<p>از عالیجناب اجہ درگاہ پر شاد صاحب در تعلقہ دار و آثریری مجتہد</p>
<p>اے مظفر حسین علم پست خان لقب باشد سخن یارت نیکو نیک دل وجود تست خوش نوشتہ کتاب شاہ آباد وہ چہ خوش حسامری کردی مردگانرا چہ زندگی دادی</p>	<p>رایت فنکر تو رسید بہاہ نیست جہنم نیکوی دگر کارت بر سماء سخن صعود تست قصر ادراک شد ز تو آباد جلوہ شان دبیری کردی باب منت بحسن خلق بکشاوی</p>

<p>این کتاب توحید و جان آمد فکر تاریخ از تو آمد پیش از سر جو شش سال او بے عیب</p>	<p>قابل قدر و روان آمد اندکے مہر رفت چون از خویش عمدہ تاریخ گفت ہاتھ غیب</p>
<p>از علیجناب قشقی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار جلالہ</p>	<p>آئینہ میری مجسمہ و آنزیری منصف سندیلہ</p>
<p>کس حسن سے تازہ کیا اہل بصیرت کے لیے تاریخ اسکے طبع کی یہ لکھ دو تم بھی ہاشمی</p>	<p>یاد بہادر رفتہ کو اس گلشنِ محبِ ادبی نایاب نادیدہ ہو گئی تاریخِ شاہِ ہادی</p>
<p>از علیجناب قشقی محمد ارتضاعلی صاحب شہرِ علوی کاکوروی انسپکٹر ضلع ملتان</p>	<p>تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مصنف گلشنِ شہید جہاں تصوف و غیرہ</p>
<p>مرے حبیب مظفر حسین خان صاحب ادیب و منشی قابل رئیس ابن نہیں خیال علم کا رہتا ہے ہر گھڑی اونکو سفرِ حضرینِ جہان دیکھیے کتاب ہے ساتھ جیسے روئے کتابی کتاب ہے محبوب سوادِ خط ہے کہ روشن سوادِ کشوٹو پرانی وضع میں لکے ملا ہے رنگِ حید بڑی صفت ہے کہ مکرور یا نہیں انہیں</p>	<p>ہیں جن خوبی اخلاق میں خود اپنے نظیر بڑے ہیں صاحبِ تحقیق و رہا تو قیر نئی کتاب کی رہتی ہے فکر و دست گیر کتاب ہی ہے رفیقِ طریق اور شیر وہ سلسلے میں مضامین کہہ ہو گئے ہیں انہیں جو صرف لکھتے ہیں نجات ہے وہ مہر ہو یہ نہیں کہ پرانی لکیر کے ہوں فقیر وہ صاف ملتے ہیں رکھتے ہیں پاک و خیر</p>

وہ اس طرح کی ہی نادر نہیں ہے جس کی نظیر
کیا ہو اگلے بزرگوں کا حال سب تحریر
ہو ہی ہیں جمع قصا ویر سب بصرف کثیر
نگاہ قدر سے دیکھنے کے نکتہ سنج بصیر
عیان ہی جدول کا قد سے جو ہر شہر
قضا کے گھاٹ اترتے ہیں باغیان شہر
کہیں کمیش کی صدا دیر ہے ہیں خیر ویر
ہو زیب صفحہ قرطاس و زینت تحریر
عجب نہیں ہو کہ شہرت ہو سکی عالمگیر
الہی پائے یہ عز قبول شاہ و وزیر
صدائے داد ہی یا خامہ شرر کی صریر
بڑھائے اپنے بزرگوں کی عزت و توقیر
بجا ہوا نیکے معرف ہوں گر صغیر و کبر
ہجوم کا رجو دیتا اجازت تحریر
کہا سرش نے حب الوطن کی ہی نظیر

۱۳۲۶ھ

ایضاً

لکھی تو خالین اپنے وطن کی اک تاریخ
وہ ہے حب وطن کا ثبوت تحریری
پوری تلاش ہو تحقیق ہو لکھی ہے کتاب
نہیں بصیرت علمی نہیں وہ ہیں معذور
ولیر خان کی شجاعت کا ذکر ہے آئین
جو توڑتی ہیں تم تو زیدار بند و قین
کہیں پرانی قرابین کے ہیں فیروز پیر
جناب شاہ جہان کا عروج شوکت جاہ
وکن کی جنگ ہو اوتا گریب کی سطو
اور جو اہر تحقیق سے مرصع ہے
زبانہ آتی ہے بسیاحتہ ثنا و صفت
خلعت ہی ہو جو نام سلفت کرے روشن
کیا ہے اہل وطن پر بہت برا حسنا
کہ اور شہر بھی تو صیفت میں رقم کرتا
یہ فکر تھی کہ یہ تصنیف کی کوئی تاریخ

ہوئی ہر ایک کی محبوب تاریخ
شرر لکھو لکھی کیا خوب تاریخ

۱۵ ۶ ۱۹

لکھے حالات یہ حب الوطن میں
اگر مطلوب ہے تاریخ اسکی

از عالیجناب حاجی مولوی نور الحسن صاحب ایل ایل بی وکیل ہرنوئی
خلف ارشد حضرت محسن کاکوروی مصنف خورشید بدر و کلیات حسن وغیرہ

جستہ مولوی مظفر حسین دل گلچین باغ عالم کو پہ پہلے حالات طرز نو سے لکھے عمر فرستہ کی یاد تازہ ہوئی باقف غیب نے کہا تیر	کیسی باغ و بھار ہے تالیخ چمن لالہ زار ہے تالیخ تازے پھولوں کا ہار ہے تالیخ منظر سبزہ زار ہے تالیخ تادیر روزگار ہے تالیخ
---	---

از عالیجناب مفتی نور الدین احمد صاحب رئیس کاکوروی
مصنف آئینہ پیغمبری وغیرہ

شہرت تصنیف ہے اہل قلم کی واسطے خود نہیں رہتا ہے لیکن ہر سخن کا کلام عالم فانی میں جس نے کچھ نہ چھوڑی یادگار ہر زمانہ میں ہوا کرتا ہے اکثر انقلاب صورت احوال اک آئینہ تاریخ ہے کیا مظفر اپنے لکھی ہے تاریخ وطن و لکھو فکر سال تھی کیفی یہ باق ف نے کہا	یادگار اچھی سی اچھی عالم حبیب کی تاقیامت اک نشانی ہے اس کی یاد کی سچ تو یہ ہی عمر اپنی مفت ہی پر یاد کی ایک بستی اجاڑی ایک آباد کی لوح ہے یہ اس طلسم دہر بے بنیاد کی داد جس نے کچھ نہ دی اس نے بڑی بیدار کی لکھ گئی تاریخ نادر اور ج شاہ آباد کی
---	--

از عالیشان حکیم سید بندہ رضا صاحب بلگرامی

کیا لکھی ہوئے مظفر آپ نے نادر کتاب	جسکی دنیا میں نظر آتی ہو مشکل مثال
یا خدا پہلک میں اسکی تند ہو تو قیر ہو	شاد ہو تا قدر دانی سے مصنف بالکمال
آرزوئے بلگرامی لکھ قلم برداشته	بیشال و بنیظیر و مجلس از بہر سال

از عالیشان ڈاکٹر محمد صغر صاحب صاحبزادہ حکیم حافظ مسعود احمد صاحب دہلی

تصویر شاہ آباد مظفر کشید خوب	الحق نمودہ مانی و بہر سزا در انجمل
صغر جو فکر کر دے سال انطباع	تاریخ شاہ آباد شدہ طبع گفت دل

از عالیشان حکیم مولوی ضمیر حسن خاں صاحب دل رئیس شاہ جہانپور

شاگرد رشید امیر مینائی

مرتب ہو گئی تاریخ نادر	عجب مضمون عجب طرز بیان ہے
جزاک اللہ اے خان معظم	تھمارے مدح میں قاصر زبان ہے
یہ لے دل مصرع تاریخ لکھ و	سیم گل بہار پیران ہے

از عالیشان سید حسین احمد میا فصاح ابی سید ثقل حسین میا نقاد

قادری سیادہ شین رئیس شاہ جہانپور

مرتب ہو گئی تاریخ نادر	مرے منہ سے ہو وصف اسکا بھلا
------------------------	-----------------------------

ہر اک مضمون ہے اچھے سے اچھا اگر چاہیں تو ہوں اس سے ہویدا تماشہ ہے تماشہ ہے تماشہ لکھوئے جامِ جمِ تاریخِ زیبا	جو ہے بات اس میں وہ تحقیق کے ساتھ ہزاروں نکتہ باریک دم میں زمانہ بھر کی گھر بیٹھے ہوئی سیر جوت کر سال ہے بیباک دلو
---	---

از عالیجناب ابو ناظم مولوی محمد حامد علیٰ نصاب صاحب دارالافتاء علیہ السلام
رئیس شاہ آباد شاگرد امیر مینانی

یہی کسی نے ہے نہ دیکھی تاریخ سب قلمبند کیے ایسی یہ لکھی تاریخ ہے بجا کیے اگر اس کو بدیہی تاریخ خانہ نشان نے عجیب یہ لکھی تاریخ حق تو یہ ہے کہ لکھی واقعی اچھی تاریخ مینے بھی چاہا کہ لکھوں کوئی میں بھی تاریخ کیون نہیں کہتے ہو تم ہی یہ تو لکھی تاریخ	جیسی یہ خان مظفر نے ہے لکھی تاریخ شاہ آباد کے حالات تھے جو جو سچے کچھ تصور کو ذرا بھی ہے نہیں دخل سمین آخر میں مرجا اے صل علی صل علی فی زمانہ نہیں اب ایسے ہیں قابل انسان سال تاریخ کی مجھ سے بھی ہوئی فرمائش تاگمان غیب سے آئی یہ ندا اے حامد
--	--

از عالیجناب خان بہادر مولوی محمد مطیع اللہ خان نصاب صاحب
ڈپٹی کلکٹر رئیس شاہجامپور

زجانفشانہ تحقیق حسن سلوئی سرودش غیب ندا داد نسیم خوشی	نوشت خوب مظہر حسین خان تاریخ چو فکر سال نمودم برائے طبع خلیل
--	---

ازعالیجناب محمد فوج صاحب یسین اختریری محسٹریٹ و محنتیہ ان فوج خالق الرشید

خان بہادر مولوی محمد عبد الحمید صاحب جج و جس و تعلقہ دارقصبہ ضلع الہ آباد

کیا خوب نظر نے یہ تاریخ لکھی ہے
وہ لطف سے خالی نہیں جو فعل ہے آنکا
حالات جو سچے تھے وہی دلچ کیے ہیں
ہر جزو ہے اک دفتر اسرار بلاغت
دلدار ہے دلدار ہے دلدار بھی دلکش
تحریک کی شوگر نہیں خامہ کی روانی
جسمین نہ کتب خانہ ہو بکثرت وہ گھر ہے
اے فوج پھر کٹھن ہیں سب دیکھنے والے

اس کام سے واقفین اس کام میں ہیں تیر
جو بات ہو انکی وہ ہے اک مصلحت تیر
نفرت بناوٹے انھیں جھوٹے سے پر تیر
ہر صفحہ مضامین معانی سے ہے لبریز
معشوق ہو معشوق ہو معشوق بھی خوش
شیدیز طبیعت کو نہیں حاجت ہمیر
جسم نہو کاغذ کوئی منخوس ہے مجھ وہ تیر
تاریخ کی تاریخ ہو تاریخ دل انگیز

ازعالیجناب اے بہادر کنور کامتا پر شاد صاحب پی ٹی کلکٹر

لکھ گئی تاریخ شاہ آباد کی کیا دستیر
قیس نے وقت اٹھائی ہو تلاش ناقدین
ہر ورق ہے بے ثباتیہ لے دنیا کا گواہ
عبرت افزا کھنچا گیا ہے نقشہ جہر وصال
خانہ جہر دستم نے مرد و کمزندہ کیا
جہر دستم نے جہر دستم کی اگر مشکو عام

ہو مظفر کی لیاقت کی یہ اک دنی نظیر
تیشہ فرماؤ کس محنت لایا جوئے شیر
ہو ہر اک صفحہ میں اک شیرنگ عالم کی نظیر
شادی و غم کی بنی تصویر تو ام دب نظیر
آگے آگے ہو دم عیسے کی آواز صوم
آج ارواح نیاگان بھی ہوین منت پذیر

چرخ پر پہونچا دیار تہ زمین کا آپ نے
 اوج مضمون نے دکھائی عالم بالائی سیر
 نطق طوطی گم ہوا رنگ سخن کے سامنے
 اور تی پر یان ہر طرف مضمون کی آتی ہیں نظر
 شوق میں تابیخ کے ہیں ہر زبانیں نعمتیخ
 خامہ نے بھی اس توقع پر جھکا اپنا سر
 نجم نے لکھا یہ سال طبع تابیخ شگرت

کر دیا خاک وطن کو آج ہر رنگ عبیر
 طائر عرشی ہوئے ہیں ام بند شمین اسیر
 بلبلو نکا بند دم ہے ہو سکین کیا مصفیر
 صفحہ صفحہ ہسٹری کا ہر سلیمانی ستر
 حکم دل ہیں بھی ہوں ان بلبلو نکا مصفیر
 پڑ ہی جاتا ہی نشانہ پر کبھی ناوان کا تیر
 دیدہ اعزاز میں ہی بوستان منتظر

تقریظ و قطعہ تابیخ از عالیجناب سید غلام کاظم صاحب گو
 منتم ورنال و جٹار رئیس اٹاوہ ابن حاجی مولوی میر خوب علی صاحب تحصیلدار و لوف
 اتوار الایمان و اخبار الانبیاء و مناقب الاولیاء۔ برادر نواب محسن الملک
 محسن الدولہ سید مہدی علی خان بہادر منیر نواز جنگ بہادر

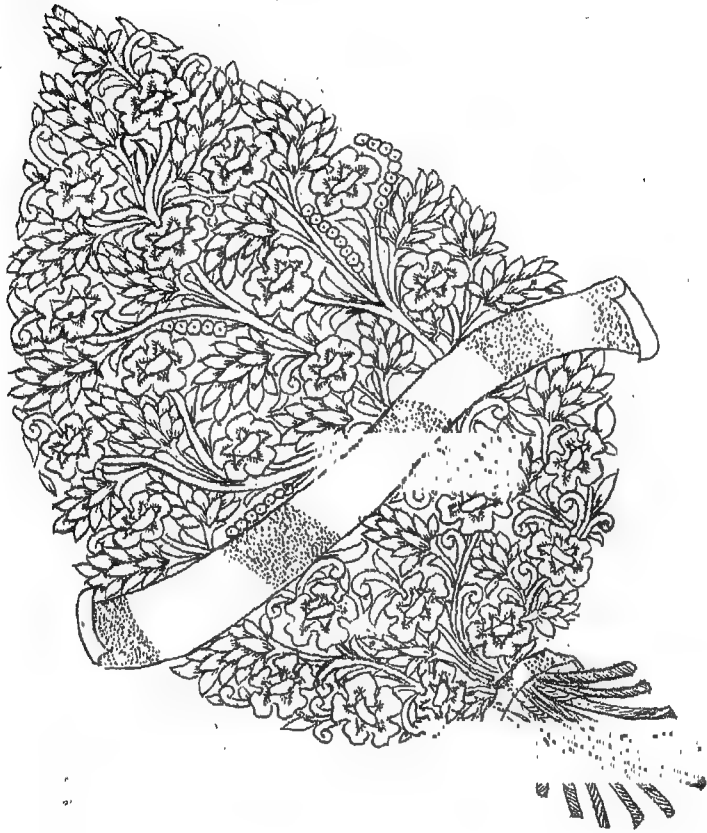
برگ و زخمان سبز و نظر پوشیدار
 ہر وہ فنی و قرینیت معرفت کردگار
 علم تو انج و حقیقت خدا کی قدر تو نگار رنگ صورتوں سے دکھانا ہے۔ آفریدگار
 برحق نے کہ اپنے محبوبی نشان باعث تخلیق کو فی مکان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ
 علیہ وآلہ و صحابہ و علم کی جلوہ گری سے اس طست لبتکہ دنیا کو منور کیا ہے۔
 تاریخ دیکھنے سے جا بجا قریہ۔ وید۔ شہر و نیکے نئے رنگ کا نقشہ آکھوں میں
 لکچ جاتا ہے۔ احمد شد زمانہ حال میں مخزن عقل و فہم طبع و جامع علوم و ذہن و ذکا ملک
 تحقیق کے حکمران مؤرخ خوش بیان جناب منشی مظہر حسین خاٹا صاحب نے یہ کتاب

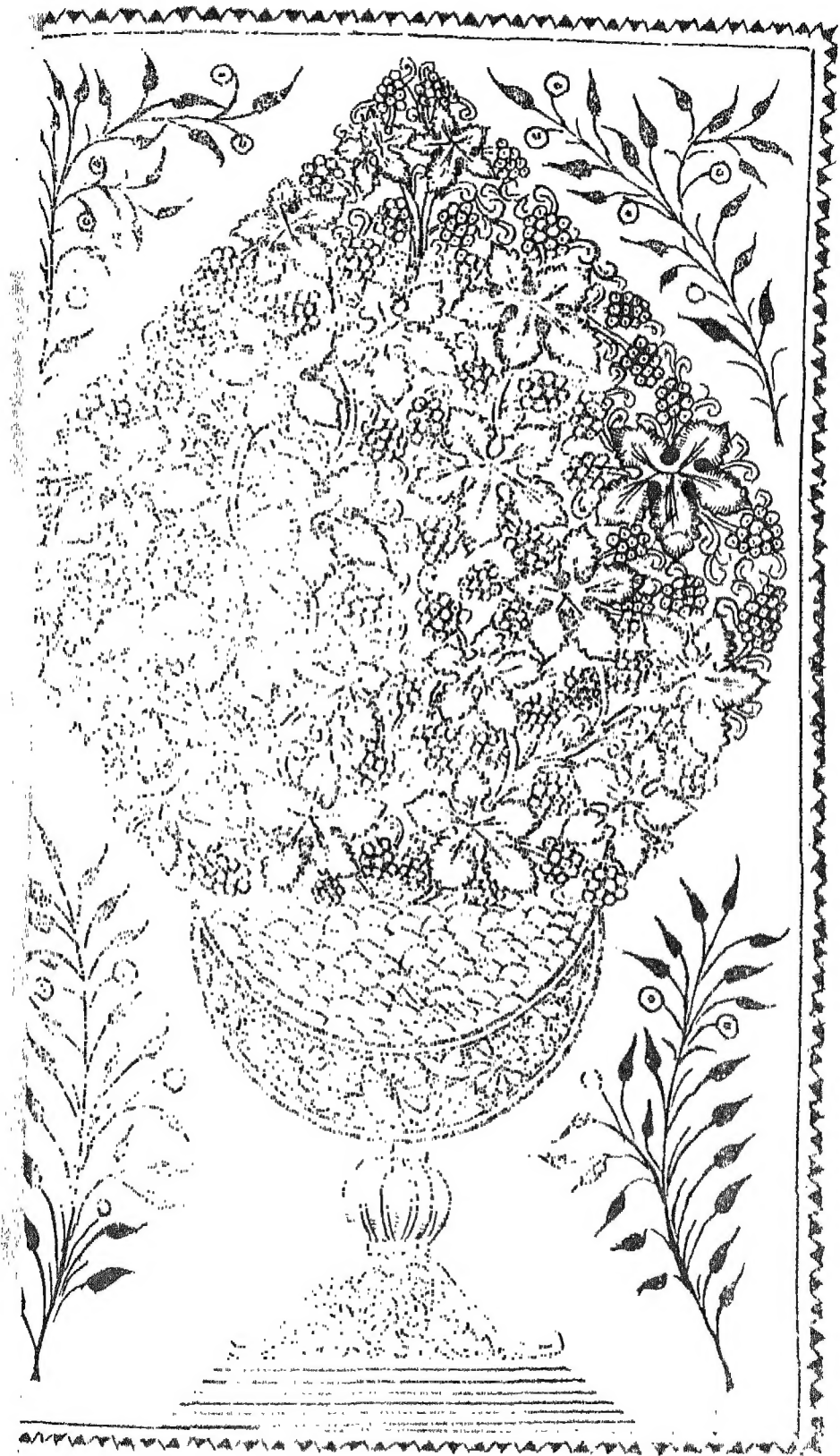
تاریخ مصنفہ شاہ آیا و خوش بنیاد قلمبند فرما کر قلمرو ہندوستان میں ناظرین کو
محو نظارہ بنایا ہے چشم بدور سے واقعات کا مرقع عجیب حسن ادا سے دکھایا
ہی شہر شاہ جہان پوری بھی کچھ روئداد تحریر ہے وہ بھی صحت مضامین سے بہت
دلپذیر ہے فی الواقع دریا کوڑہ میں بند ہے نسخہ ہذا کا نقطہ نقطہ فقرہ فقرہ دلپسند ہے
نامہ مظفری سے موسوم بہ لطف گوناگون ہے باعتبار شان عجم اوراق و مضامین
بندہ کے خیال میں اہم تاریخی بین عیسوی و قاتم مظفری بھی موزون ہے۔
۶۱۹۱۵

۵۰ گر قبول افتد ہے عز و شرف سے

رستہ زدہ موڑے سوائے مصدقہ
ہر ان کسے کہ بخیر ز حالت جہان بود
یعلیٰ نمودہ و سے تاریخ سخنوری
نذاوتم کہ خوشتر ازین و قاتم مظفری
۶۱۹۱۵







اعلان

اس کتاب

میں کثرت سے جو غلطیاں
چھپنے میں آگئی ہیں اسکی وجہ یہ ہو کہ اول یہ
کتاب بیچر کارڈیشن پریس لیسٹے تھے اور کچھ متفرق
طور پر چھاپا اسکے بعد قریب دو سال کے کتاب کو تساہل و
بلا انتظامی سے ڈال رکھا۔ دوسری جلد میں اکثر بزرگوں کے حالات
جو مقدم تھے ہونہر کر ڈالے دوسرے کاپیان جو لکھائی تھیں وہ کاپیوں
نے بہت غلط لکھیں اسکے سوا مدت تک پڑے رہنے سے شراب ہو گئیں اور
ان کے حروف پتھر پر لوے طور پر نہیں آئے مصلح سنگ نے جس بگہ جو لفظ
نہیں پائی یا پڑھی نہیں لکھی وہ اپنی رائے سے جو چاہا لکھ دی جب
یہ اتبری دیکھی تو وہ ان سے کتاب اٹھا کر مطبع حقیقی کو بتا کر
طبع دی گئی اگرچہ مالک مطبع حقیقی نے توجہ سے کام کیا مگر
کاپی نویسوں اور مصلح سنگ کی غلطیوں سے کتاب محفوظ نہ ہو سکی
مجبوراً جو فاش غلطیاں تھیں ان کی صحت کر کے غلط نامہ
شامل کر دیا ہے مگر بے موقع الفاظ اور بیجا اضافتوں وغیرہ کا
تصرف جو چھپنے میں آگیا جو انکی اصلاح غیر ممکن ہو لہذا حضرت
ناظرین ناچیز مولف کو عبادت کی غلطیوں سے بہت
تصور فرمائیں اور محنت کے معاوضہ میں

نیک عمل کے کلمات عرض کے نہ
ارشاد فرمائیں۔ فقط

میر تقی میر

